قال اللہ تعالیٰ سیروا فی الارض

طالبان علم تاریخ کو مژدہ ہو کہ کتاب فیض نصاب جامع حالات و واقعات موسوم بہ

تاریخ ریاست حیدرآباد دکن

جسکے حصہ اول مین خاندان آصف جاہی نظام الملکی کے مورث اعلیٰ عابد خان تاتاری سے لیکر غازی الدین خان فیروز جنگ اور قمر الدین خان نظام الملک آصف جاہ اول اور میر احمد خان ناصر جنگ اور ہدایت محی الدین خان مظفر جنگ اور سید محمد خان صلابت جنگ تک کے حدود کل تمام واقعات محمد شاہی دربار کے عبرت خیز و حیرت انگیز حالات اور مرہٹوں کی فوج کشیان بادشاہ اور احمد شاہ درانی کے حملے کارپردازان سلطنت دہلی و ریاست حیدرآباد کے اوصاف و عیوب نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھے گئے ہین اور حصہ دوم مین میر نظام علی خان آصف جاہ ثانی اور حیدر علی خان اور فتح علی خان ٹیپو والیان میسور اور مرہٹوں کے اور فرانسیسیون کے ساتھ معرکہ آرائیان اور میر اکبر علی خان سکندر جاہ آصف جاہ ثالث اور میر فرخندہ علی خان ناصر الدولہ آصف جاہ رابع اور میر تہنیت علی خان افضل الدولہ آصف جاہ خامس اور میر محبوب علی خان فتح جنگ آصف جاہ سادس اور اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خان بہادر آصف جاہ سابع کے عہد تک کے حالات نہایت وضاحت سے درج کیے گئے ہین

تصنیف لطیف مصنف مشہور نزدیک و دور

علامہ محمد نجم الغنی خان صاحب ساکن ریاست رامپور

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ مطبع
بار اول سنہ ۱۱۳ء میں
مطبع منشی نولکشور لکھنؤ میں چھپکر شایع ہوئی



مولانا محمد نعم الغني صاحب

التماس

(۱) اس کتاب میں جہاں اگلے پچھلے مضمونوں میں ایک واقعے کے متعلق اختلاف پایا جائے یا کسی مقام وغیرہ کے نام میں غلطی ملے تو سب اُس کا یہ سمجھا جائے کہ کتابوں میں جو کچھ لکھا تھا وہ اخذ کرلیا ایسی باتوں میں اپنی رائے کو دخل بس دیا کیونکہ ایسی چیزوں کا مجھے قطعی علم نہ تھا بلکہ بعض باتیں ایسی ہیں کہ جو ایک ہی کتاب میں ایک جگہ انکے متعلق کچھ لکھدیا ہے اور دوسری جگہ کچھ اور وہ کتابیں شاید ان آصف جاہی کے حالات میں نہایت مستند مانی جاتی ہیں۔ مثلاً تاریخ فتحیہ آصفیہ کا مصنف نواب نظام الملک آصف جاہ اول کا نہایت مقرب الخدمت تھا اُسنے اپنی کتاب کے صفحہ ۷ میں عبدالنبی خاں میانہ جو دار کڑپا کے بیٹے عبدالفتاح خاں کی نسبت لکھا ہے کہ نابینا ہوگیا تھا۔ اور جب نواب موصوف کرناٹک میں پہنچے تو وہ سلام کو حاضر ہوا جیسا کہ صفحہ ۱۲۷ حصہ اول میں میں نے اس واقعے کو تفصیل سے لکھا ہے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۳۹ میں کتاب کا مصنف بیان کرتا ہے کہ وہ مبارز خاں اور نظام الملک کے محاربے میں شکر کھیڑے کے مقام پر مارا گیا تھا۔ منتخب اللباب کے دوسرے حصے کے ۹۰۵ میں بھی عبدالفتاح خاں کا جنگ مذکور میں قتل ہوجانا لکھا ہے۔ میر عالم کی کتاب حدیقۃ العالم سے بھی یہی ثابت ہے اور اس کتاب میں عبدالفتاح خاں کی جگہ عبدالفتح خاں لکھا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ شخص دکن کے مشہور بہادروں میں سے تھا۔ فتحیہ میں بھی شکر کھیڑے کی جنگ میں شرکت کے موقع پر عبدالفتح خاں مندرج ہے۔ لیکن کرناٹک کے بیان میں عبدالفتاح خاں نابینا تحریر کیا ہے یہی نام منتخب اللباب اور دوسری کتابوں میں آیا ہے اب اس پر مزید پیچیدگی یہ ہے کہ عبدالفتاح خاں کے باپ عبدالنبی خاں کی نسبت فتحیہ میں لکھا ہے کہ جب نظام الملک آصف جاہ اول کرناٹک میں پہنچے ہیں تو عبدالنبی خاں مرچکا تھا حالانکہ راحت افزا سے یہ ثابت ہے کہ عبدالنبی خاں مظفر جنگ کے عہد حکومت تک موجود تھا اور جب ہمت خاں المخاطب بہ بہادر خاں حاکم کرنول مظفر جنگ کے مقابلہ میں مارا گیا تو عبدالنبی خاں میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ اور عجب یہ ہے کہ فتحیہ میں بھی عبدالنبی خاں کے بھاگنے کا حال لکھا ہے۔

(۲) معزز فرانسیسیوں کے ناموں کے ساتھ بطور تعظیم کے موسیو کا لفظ لکھا جاتا ہے۔ لیکن مولوی ذکاءاللہ صاحب تاریخ ہندوستان میں موسیو کی جگہ موسٹیر یا مستیر لکھدیا ہے اور خزانہ عامرہ میں موسیو کی جگہ موسی تحریر کیا ہے چنانچہ موسیو بوسی کی جگہ موسی بوسی لکھا ہے۔ یہ بعض مقام پر قائم مقام ہے۔

(۳) شکر کھیڑے کے مقام پر مبارز خاں اور نظام الملک آصف جاہ اول میں جنگ ہوئی تو اس لڑائی میں امین خاں مبارز خاں کی طرف تھا اور اُس کا بیٹا نظام الملک کی طرف اور بیٹے نے باپ کا سر کاٹا تھا یہ مبحث جن جن کتابوں میں آیا ہے سب میں یہی لکھا ہے لیکن یہ بات میرے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی۔ حدیقۃ العالم کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں گو یہی مشہور ہوا تھا لیکن درحقیقت بیٹے نے باپ کو

قتل نہین کیا تھا بلکہ ایک اور شخص اُس کا قاتل تھا۔

(۴ا) صفحہ ۹ ۱۳ مین سطر ۱۳ کے سرے پر یہ لفظ محو ہی پیش کرا اور سطر ۱۴ کے سر پر یہ لفظ اڑ گیا ہی فیضل علی اور سطر ۱۸ کے اوپر یہ جاتا رہا ہے تاریخ مظفر۔

(۵) صفحہ ۲۲۳ مین جو مظفر جنگ اور ہمت خان کے مقتولی کا حال کتابون سے لکھا ہی اُسکے متعلق حدیقۃ العالم مین یہ بات بھی لکھی ہی کہ مظفر جنگ کی آنکھ مین تیر لگا اور وہ راہی آخرت ہوئے اُسوقت میر محمد حسین خان دیوان کے ہاتھ مین بندوق تھی اُسنے ہمت خان المخاطب بہ بہادر خان کے گولی مار کر کام تمام کر دیا۔ مظفر جنگ کی خواصی مین راجہ رگناتھ داس بیٹھا ہوا تھا اُسنے لڑائی جاری رکھنے کیلئے یہ تدبیر کی کہ مظفر جنگ کی لاش کو دونون ہاتھون سے تھام لیا جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ زندہ ہین اور بیٹھے ہوئے ہین اور لحظہ بہ لحظہ اُن سے سرگوشی کرتا اور اُنکے واسطے پان کا بیڑہ اور آب خاصہ طلب کرتا۔ مخالفین کی تباہی تک وہ یہی ظاہر کرتا رہا کہ مظفر جنگ صحیح وسالم ہین اختتام لڑائی تک اُنکے قتل کا حال کسی پر نہ کھلا۔ یہانتک کہ افاغنہ بھاگ گئے اور ہمت خان کا سر نوک نیزہ پر بلند کر کے شادیانے بجاتے ہوتے داخل خیام ہوئے اُسوقت معلوم ہوا کہ مظفر جنگ مارے گئے ہین۔

(۶) نوائط کی تحقیقات مین جو حاشیہ آخر حصۂ اول مین صفحہ ۱۰۳ سے شروع ہی۔ اُسکے صفحۂ الف کی سطر ۹ مین بجائے اس عبارت کے اور وائط کہلاتے تھے کثرت استعمال سے واؤ نون سے بدلکر نوائت ہوگیا۔ محمد قاسم ابن محمد ہاشم صاحب تذکرہ مشاہدۃ الاصفیا نے قوم نائط کی وجہ تسمیہ یہی لکھی ہی۔

(یون پڑھو)

اور نائط کہلانے لگے تھے کیونکہ کثرت استعمال سے واؤ نون سے بدلگیا تھا محمد قاسم ابن محمد ہاشم صاحب تذکرہ مشاہدۃ الاصفیا نے قوم نائط کی وجہ تسمیہ یہی لکھی ہے۔

(۷) حمد کی نثر تفننًا پرانی انشا پردازی کا نمونہ دکھانے کو لکھی ہے اس نثر کی دوسری سطر مین یون پڑھو گلہاے رنگین و پر بہار ستائش و نیائش کے نذر ایسی جناب صمدیت الے آخرہ۔

(۸) حمد کا دوسرا مصرع یون ہے ؎

ہر پتے مین ہے نگار حمد باری

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون
١٦	انگریزوں سے تعلقات پیدا ہونے کے قبل اور بعد کی حالت۔
١٨	جغرافیہ اور کارآمد معدنیات۔
٢٠	پہاڑی سلسلے وغیرہ۔
٢١	آثار قدیمہ۔
٢٧	مبرک جگہیں۔
٣١	سرزمین کی بعض خصوصیات (دریا)
٣٣	تالاب۔
٣٤	نہریں
٣٥	جنگلات اور شکار کے جانور
٣٦	صوبے اور ضلعے
٣٧	آمدنی۔ مساحت۔ آبادی
٣٨	ریاست کی وسعت ذرائع آمدنی
٣٩	شہر حیدرآباد۔
٤١	صناعی اور کاریگری۔
٤٢	قدیم اقوام۔
٤٥	سیاہ ریاست کے سکے۔
٤٧	ذات خاص نظام ریاست نظام کی اولیت
٤٨	نسب نامۂ نظام
٤٩	نوابان حیدرآباد کو نظام کیوں کہتے ہیں۔
٥٠	عابد خاں کا ہندوستان میں وارد ہونا۔
٥٢	عابد خاں کا عالمگیر کے رفقا میں داخل ہونا
٥٤	گولکنڈے کی جنگ میں مجروح ہو کر وفات پانا۔
٥٦	میر شہاب الدین خاں المخاطب بہ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ۔
٥٦	رانا راج سنگھ والی اودیپور پر شاہی فوج کشی میں شہاب الدین خاں کی شرکت۔
٥٨	شاہزادہ محمد اکبر کی بغاوت میں شریک ہونا۔
٥٩	خاندیس اور مالوہ اور دکن میں مشہور کامیابیاں
٦	بیجاپور کی تسخیر میں کارگزاری۔
٦٢	قلعۂ اودگیر اور گولکنڈے کی لڑائیاں۔
٦٥	وباے طاعون میں خاں فیروز جنگ کا نابینا ہو جانا
٦٦	سپہ سالاری کے خطاب کی تحقیق
٦٧	محمد اعظم خلف اورنگ زیب اور شہاب الدین خاں
٦٨	شاہ عالم کے حکم سے سپاہ کی تیاری کرکے مارواڑ کے راجپوتوں کی سرکوبی کو روانہ ہونا اور مقام مقصود تک پہنچنے کے قبل مر جانا۔
٧٠	صلبی اولاد فیروز جنگ وغیرہ۔
٧١	قمر الدین خاں آصف جاہ اول نظام الملک۔
٧٣	ترک دنیا و گوشہ نشینی مگر آصف جاہ کا اصرار قائم رہنا
٧٤	فرخ سیر کی مسند نشینی میر قمر الدین خاں کی ترقی ہو کر بیجاپور کی حکومت حاصل ہونی۔
٧٥	دکن کی حکومت پر منصوبی و معزولی۔
〃	سادات بارہ کے ہاتھ سے فرخ سیر کا مارا جانا
	سادات کا نظام الملک کیساتھ عقد مواخات باندھنا
٧٧	نظام الملک کو مالوے کی صوبہ داری ملنی۔
٧٨	نظام الملک اور سادات بارہ کے درمیان اختلاف

صفحہ	مضمون
۲۴۲	آسیر اور برہانپور اور اورنگ آباد پر غازی الدین خان کا قبضہ۔
۲۴۵	جنگ سے قبل غازی الدین خان کا فوت ہوجانا۔
۲۴۷	بالاجی کا اُس ملک کی سند صلابت جنگ سے حاصل کر لینا جو انکے بھائی دے مرے تھے۔
۲۴۹	نواب صاحب کیواسطے بادشاہ دہلی کی طرف سے خطاب آنا۔ سید لشکر خان کے انتظامات۔
۲۵۲	موسیو بوسی فرانسیسی کی عداوت کیوجہ سے سید لشکر خان کا عزل اور شاہنواز خان کی مدار المہامی۔
۲۵۳	بالاجی سے مصالحت اور رگھو بھوسلہ کو تنبیہ
۲۵۶	قلعۂ آسیر کی مفتوحی مین میر نجف علی خان کی شجاعت۔
۲۶۰	سری رنگ پٹن کے راجہ پر بالاجی کی چڑھائی مین صلابت جنگ کا معاون ہونا۔
۲۶۱	بادشاہ دہلی کی طرف سے ماہی مراتب کا آنا۔
〃	بالاجی راؤ کا نبکاپور اور سانور کے پٹھانوں پر حملہ نواب صلابت جنگ کا بالاجی کی مدد کرنا۔
۲۶۳	شمشیر بہادر کا برہانپور کے ناظم سے روپیہ وصول کرنا۔
۲۶۴	بالاجی کی سفارش سے نواب صاحب کا

صفحہ	مضمون
	بھائیونکو مناصب اور عہدے دینا
۲۶۴	نظام علیخانکی رگھو کرانڈیا سے لڑائی۔
۲۶۵	فرانسیسیونکی برطرفی اور اُن کا فساد پیدا کرنا آخرکار صلح ہوجانا۔
۲۶۹	قلعۂ دولت آباد پر شاہنواز خان صمصام الدولہ کا قبضہ۔
۲۷۰	شاہ نواز خان کا انتہائے عروج وادبار
۲۷۲	شاہ نواز خان کی تحریک سے مرہٹونکا ملک حیدرآباد پر حملہ۔
۲۷۵	آصفجاہ ثانی کا ادبار
۲۷۸	بوسی کے دیوان اور صمصام الدولہ کا مارا جانا۔
۲۸۱	نظام علی خان کا برہانپور پر قبضہ کر لینا۔
۲۸۵	بوسی کی کوشش سے ارکاٹ پر ریاست حیدرآباد کا جھنڈا لہرانا بوسی کا انگریزون سے لڑکر ہار جانا۔
۲۸۶	فرانسیسیو کے مقبوضہ مقام مچھلی بندر پر انگریزونکا حملہ۔ صلابت جنگ کا انگریزونکی مدد کیلئے جانا لیکن مجبور ہوکر انگریزون سے صلح کر لینا۔
۲۸۸	نظام علی خان اور صلابت جنگ کی ملاقات و صفائی
۲۸۹	بالاجی پیشوا کی فوجون کا نواب صلابت جنگ سے جنگ و پرخاش کرکے تباہی کے قریب پہنچا دینا اور بہت سا ملک لے لینا۔
۲۹۴	پانی پت کے میدان مین احمد شاہ درانی کے ہاتھ سے مرہٹونکا استیصال۔

صفحہ	مضمون
۲۹۸	آصف جاہ ثانی کا مقتدا خاں کی بغاوت دفع کرنا۔ شاہ عالم ثانی کیطرف سے صلابت جنگ کیلئے خطاب آنا۔
۲۹۹	رگھناتھ راؤ اور مادھو راؤ سے جنگ۔
۳۰۰	آصف جاہ ثانی کا اپنے مسند نشین بھائی نواب صلابت جنگ کو قید کردینا۔
۳۰۱	فرامین محمد شاہ بادشاہ ہند۔
۳۰۱	حاشیہ دربیان قوم نوائت۔
۳۱۰	آصف جاہ ثانی میر نظام علی خاں کی مسند نشینی۔
۳۱۳	راجہ پرتاب ونت کا مارا جانا رگھناتھ راؤ کے ہاتھ سے نواب کی سپاہ کا نقصان عظیم اور میر موسیٰ خاں کی مدارالمہامی
۳۱۵	نواب صاحب کا حیدرآباد کو دارالحکومت بنانا۔
۳۱۶	نواب کرناٹک سے خراج کا معاملہ۔
۳۱۷	بھوسلہ کے مقابلہ میں پیشوا کو مدد دینا
۳۱۸	حیدر علی خاں کی ریاست کی ابتدا۔
۳۲۰	نواب کرناٹک کی حکومت۔
۳۲۰	نواب کا شمالی سرکارین انگریزوں کو دیدینا اور انگریزی سپاہ کا ایک دستہ نواب کی مدد کیلئے مقرر ہونا۔
۳۲۲	حیدر علی خاں پر نظام اور مرہٹوں اور انگریزوں کا حملہ آخرکار نظام اور مرہٹوں کا حیدر علی سے مل جانا۔
۳۲۵	نواب نظام اور حیدر علی خاں میں انگریزوں

صفحہ	مضمون
	کے خلاف معاہدہ۔
۳۲۷	نظام علی خاں کا حیدر علی خاں کے شریک ہوکر انگریزوں سے لڑنا۔
۳۳۱	نظام علی خاں کا نہایت مجبور ہوکر انگریزوں سے مصالحت کرلینا۔
۳۴۵	رکن الدولہ مدارالمہام کی مقتولی
۳۴۹	نواب صاحب کا ناگپور جانا اسمٰعیل خاں ناظم ایلچپور کا مارا جانا۔
۳۵۱	سوائی مادھو راؤ کا نواب کو بعض علاقے اور قلعۂ دولت آباد واپس دیدینا
۳۵۳	نواب صاحب کی حیدر علی خاں والی میسور سے لڑائی۔
۳۵۶	انگریزوں کیساتھ معاملات
۳۵۹	مشیر الملک اعظم الامرا مدارالمہام کے ہاتھوں سے رعایا پر سختی
۳۶۱	احتشام جنگ کی بغاوت اور اسپر فوج کشی
۳۶۹	نواب اور مرہٹوں کا ٹیپو سے لڑنے کے لئے اتفاق کرنا۔
۳۷۴	ٹیپو سے جنگ کیلئے روانگی مرہٹوں اور نظام میں بے اعتباری کے شگوفے۔
۳۷۹	لورور کی حقیقت۔
۳۸۳	زنانہ بازار۔
”	ولی عہد سلطنت کیساتھ نامناسب برتاؤ ہونے پر اُس کا لوٹ جانا۔
۳۸۴	انگریزوں کا دباؤ ڈالکر نظام سے سرکار گنٹور حاصل کرنا مسٹر عالم کا حساب فہمی

صفحہ	مضمون
	کیلئے کلکتہ کو جانا۔
۳۸۷	ٹیپو کی جنگ مین نظام کا انگریزونکو مدد دینا۔
۴۰۱	کرنول کی نوابی اور فرانسیسیون کا دوبارہ عروج
۴۰۲	سخت قحط سالی۔
۴۰۳	مرہٹونکا نظام پر حملہ کرکے اُنکی قوت کو پامال کردینا۔ اور مجبور کرکے بہت سا ملک اور روپیہ وصول کرنا۔
۴۱۱	انگریزی پلٹنونکی برطرفی اور فرانسیسی اثر کا دوبارہ عروج۔
۴۱۲	نواب کے بڑے بیٹے کی بغاوت۔
۴۱۷	مشیر الملک کی پونا سے رہائی۔
۴۲۷	انگریزون سے لڑنے کیلئے ٹیپو کا اپنی طرفداری پر نظام کو آمادہ کرنےمین کامیاب نہ ہونا۔
۴۲۷	کرنیل کرک پیٹرک کی کوشش سے نظام اور انگریزونمین اتحاد پیدا ہونا۔
۴۳۱	نظام اور انگریزون کی ٹیپو پر چڑھائی اور ٹیپو کی تباہی۔
۴۳۳	ٹیپو کے خصائل
۴۳۵	رزیڈنٹ کا ایک معزز مسلمان گھرانے کی لڑکی کو بیوی بنالینے کا قضیہ۔
۴۳۷	انگریزون کا نواب سے عہدنامہ جدید مقرر کرکے وہ سارا ملک ٹیپو کا جو نظام کو دیا تھا فوج کمکی کے مصارف کے لئے خود لے لینا۔
۴۴	عہدۂ سفارت کلکتہ کی موقوفی۔
۴۴۱	نواب کی وفات
۴۴۵	مسند نشینی نواب میر اکبر علی خان سکندر جاہ۔
۴۴۶	میر عالم کی مدار المہامی مشیر الملک کے خصائل سیئہ۔
۴۴۷	نواب کی سالگرہ کے موقع پر میر عالم کا وہ جواہرات نذر کرنا جو ٹیپو کی لڑائی مین ہاتھ آئے تھے۔
۴۴۹	میر عالم کے خصائل۔
۴۵۰	سکندر جاہ اور انگریزونمین معاہدہ
۴۵۱	نواب کے دلمین میر عالم کی طرف سے عداوت پیدا ہوجانی۔
۴۵۲	راجہ چندولال کی ترقی کا آغاز۔ اور میر عالم کے بعد منیر الملک کی مدار المہامی
۴۵۴	سپاہ کنٹنجنٹ
۴۵۵	انگریزون کی دھمکی سے ملکی انتظام مین اصلاح کی صورت۔
۴۵۶	پامر کمپنی کے ہاتھ سے ریاست کی زیرباری گورنمنٹ کا اپنے پاس سے قرضہ بے باق کرکے شمالی سرکارون کا پیشکش دینا بند کردینا
۴۵۷	نواب کے بیٹے میر گوہر علی خان کے ساتھ انگریزی سپاہ کی لڑائی اور جلاوطنی۔
۴۵۹	سپاہ کنٹنجنٹ مین اصلاحات۔
۴۶۰	سکندر جاہ کی تحمل نشینی۔
،،	جنگ پنڈارہ و مرہٹہ و پیشوا مین حیدرآباد کنٹنجنٹ فوج کی کارگذاری۔
۴۶۹	نامدار خان حاکم ایلچپور سے چندولال کا

صفحہ	مضمون
	علاقے کی بابت سمجھوتہ۔
۴۷۰	سپاہ کنٹنجنٹ میں مفسدہ۔
۴۷۱	حیدرآباد میں مہدویہ کا حملہ۔ اُس میں اور اہلسنت میں فساد۔
۴۷۲	ملکی انتظام۔
۴۷۷	سکندرجاہ کے خصائل۔
۴۸	سکندرجاہ کا مرض الموت۔
۴۸۵	ناصرالدولہ میر فرخندہ علی خان کی مسند نشینی۔
۴۸۶	سلیمان جاہ کے ایک رفیق کے نمک کی خیانت کا معاملہ۔
۴۸۸	میر گوہر علی خان برادر نواب کی سرتابی۔
۴۸۹	امرا کو خطابات
۴۹۲	ایلچ پور کی جاگیر سے کارگذار کا لاکھوں روپیہ خرد برد کرلینا۔
۴۹۳	انگریز نگران کار۔
۴۹۴	بلدے میں چوریاں اور وارداتیں۔
۴۹۵	بادشاہ دہلی کی طرف سے عزت افزائی۔
۴۹۶	مسلمانوں کے ہاتھ سے ہندوؤں کے سامان پوجا اور مندر کی بربادی۔
۴۹۷	ایک سازش کا انکشاف
۴۹۸	راجہ چندولال کا اول سے آخر تک عروج وزوال کا حال۔
۵۰۰	چندولال کے موافقین کے خیالات۔
۵۰۲	انتظام کی بری تصویریں۔
۵۰۴	مہاراجہ چندولال کی معزولی و

صفحہ	مضمون
	خرابی دولت
۵۰۵	سراج الملک کی مدارالمہامی۔
۵۰۷	سپاہ میں تخفیف نواب اور مدارالمہام میں کشیدگی۔
۵۰۸	شہر حیدرآباد میں سربازار چوری۔
۵۱۰	نواب کو اختیارات ریاست کے کاموں پر حاصل ہونا مدارالمہاموں کا عزل ونصب
۵۱۲	شمس الامرا کی عہدۂ مدارالمہامی سے معزولی۔
۵۱۴	راجہ رام بخش کی دوبارہ معزولی اور ملک کی تباہی۔
۵۱۶	تقاضائے تنخواہ کی بابت فساد ہوکر عربوں اور پٹھانوں میں کشت وخون ہونا۔
۵۱۷	شمس الامرا سے سترہ لاکھ روپے کی طلبی اور فساد عظیم ہوتے ہوتے رہ جانا۔
۵۱۸	سخت شورشیں اور ہولناک فسادات۔
۵۱۹	سپاہ کنٹنجنٹ کا فوج معاون میں تبدیل ہوجانا اور اس سپاہ کے مصارف کیلئے برار کا علاقہ انگریزوں کو دیا جانا۔
۵۲۳	عہدۂ مدارالمہامی کی بے ثباتی۔
۵۲۴	میر تراب علی خان سالار اعظم کی مدارالمہامی اور خوش انتظامی
۵۲۶	نواب ناصرالدولہ کی وفات
۵۲۷	مسند نشینی میر تہنیت علی خان آصف جاہ خامس
۵۲۸	اسباب غدر۔
۵۳	چربی چڑھے ہوئے کارتوس۔

صفحہ	مضمون
۵۳۳	ایام غدر مین انگریزون کیساتھ ریاست حیدرآباد کی وفاداری۔
۵۳۷	سپاہ کنٹنجنٹ کی ایام غدر مین خدمات۔
۵۳۸	غدر کی خیرخواہی مین نظام اور اُنکے عمائد کیلئے گورنمنٹ کیطرف سے تحائف۔
۵۴۰	نظام کو خطاب ملنا۔
۵۴۱	ستارۂ ہند کی ماہیت سے نواب صاحب کی ناواقفیت
۵۴۳	نیا عہدنامہ ہونا اور وہ تین ضلعے ریاست کو واپس ملنا جو پہلے قرض اور خرچ سپاہ کے عوض مین لئے گئے تھے۔
۵۴۴	سالارجنگ کی معزولی کیلئے سازشین۔
۵۴۵	استرداد برار کی ناکام کوشش۔
ایضاً	سالارجنگ کی مقتولی کی کوششین۔
۵۴۶	رزیڈنٹ کے اختیارات مین توسیع۔
۵۴۷	سکہ حالی کا اجرا
۵۴۷	ذرا ذراسی بات پرخون ریزی۔
۵۴۸	نواب افضل الدولہ کا انتقال
۵۴۹	نواب میرمحبوب علیخان آصفجاہ سادس کی مسند نشینی
۵۵۰	واپسی برار کی کوشش کیلئے سالارجنگ کی لندنکو روانگی
۵۵۲	دربار قیصری مین نواب صاحب کی شرکت
۵۵۳	سالارجنگ اول کی وفات۔
۵۵۴	کونسل آف رجنسی کا تقرر۔
۵۵۵	نواب صاحب کو اختیارات کامل حاصل ہونا
۵۵۷	گورنمنٹ کیساتھ خیرخواہانہ طرزعمل۔
۵۵۸	امپیریل سروس فوج کی بنا۔
۵۵۹	مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر کا حال۔
۵۶۰	ملکہ معظمہ کی الماسی جوبلی پر نواب کیطرف سے کارروائی۔
۵۶۱	ملکی ترقی کے اسباب کا مہیا ہونا۔
۵۶۲	نواب صاحب کی بے تعصبی اور سانپ کے زہر کا عمل
ایضاً	موسیٰ ندی کے سیلاب عظیم سے ہولناک تباہی۔
۵۶۷	ایک عرب سردار اور ریاست کا قابل ذکر مقدمہ۔
۵۶۸	اضلاع برار کی بابت گورنمنٹ سے جدید معاہدہ
۵۷۰	نواب صاحب کا انتقال۔
۵۷۳	نواب کا ذوق شاعری۔
۵۷۵	اعلیٰحضرت نواب میرعثمان علیخان صاحب بہادر کی
۵۷۷	مسندنشینی کے مراسم۔
۵۷۸	حکومت۔
۵۷۹	موجودہ طریقہ حکومت۔
۵۸۰	دربار تاجپوشی دہلی مین شرکت اور کئی سال کے بعد ایک بڑا خطاب پانا۔
۵۸۱	اجمیر مین خواجہ صاحب کی زیارت کو جانا۔
۵۸۳	خواجہ صاحب کے خاص خاص حالات۔
۵۸۶	زمانۂ جنگ عظیم مین امداد۔
۵۸۷	تصفیہ برار۔
۵۹۷	نواب کے عہد کی ترقیات۔
۶۰۳	اردو زبان کی یونیورسٹی وغیرہ۔
۶۰۴	اردو حروف کا اشکال۔
۶۱۱	غیرمسلمان کے ساتھ رواداری۔
۶۱۳	بعض فرامین عثمانی کے اقتباسات۔
۶۱۶	محرم کی تعزیہ داری مین بعض امور کی اصلاح۔
۶۲۲	نواب کی دہلی مین آمد۔
۶۲۴	نواب صاحب کی سخن سنجی۔

ان کتابون کے نام جن سے اس کتاب مین مدد لی گئی ہے

کتب زبان عربی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱	کشف الظنون	ملا کاتب چلپی
۲	دائرۃ المعارف	معلم بطرس بستانی

کتب زبان فارسی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱	گلاب نامہ	دیوان کرپارام
۲	مرآت احمدی	مرزا محمد علی خان
۳	مرآت جہان نما	شیخ محمد بقا
۴	مرآت آفتاب نما	عبد الرحمن خان مخاطب شاہنواز خان
۵	مرآت واردات	محمد شفیع اسکو تاریخ چغتائی بھی کہتے ہیں
۶	مرآت العالم	بختاور خان خواجہ سرائے عالمگیری
۷	منتخب اللباب	خافی خان نظام الملکی
۸	تاج الاقبال	نواب شاہ جہان بیگم والیہ بھوپال
۹	مآثر الکرام موسوم بسرو آزاد	مولوی غلام علی آزاد
۱۰	خزانۂ عامرہ	ایضاً
۱۱	سیر المتاخرین	سید غلام حسین
۱۲	تاریخ مظفری	محمد علی انصاری
۱۳	مآثر الامرا	میر عبد الرزاق المخاطب بہ صمصام الدولہ شاہنواز خان
۱۴	روزنامچہ	مولوی عبد القادر
۱۵	حبیب السیر	مرزا غیاث الدین
۱۶	عماد السعادت	سید غلام علی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
کتب زبان فارسی			کتب زبان فارسی		
۱۷	گیان پرکاش	رامچرن داس عرف متھولال ساکن قنوج	۲۹	کریم نامہ	ابوالحسن خان کرمان شاہی
۱۸	مآثر عالمگیری	مرزا محمد ساقی مستعد خان	۳۰	وقعات جنگ پانی پت	کاشی راؤ
۱۹	سلطان الحکایات	لالجی ولد سیتل پرشاد	۳۱	تاریخ فتحیہ آصفیہ	یوسف محمد خان
۲۰	بیان الواقع	خواجہ عبدالکریم	۳۲	حدیقۃ العالم	میر ابوالقاسم شستری المخاطب بہ میر عالم
۲۱	جہان کشائے نادری	مرزا مہدی خان	۳۳	حمید خانی	منشی حمید خان
۲۲	دُرّۂ نادرہ	ایضاً	۳۴	جارج نامہ (منظوم)	فیروز بن کاؤس زردشتی
۲۳	تاریخ فرشتہ	مرزا محمد قاسم معروف بہ فرشتہ	۳۵	تذکرۂ ہفت اقلیم	امین احمد رازی
۲۴	بساطین السلاطین	مرزا ابراہیم زبیری	۳۶	تذکرۃ السلاطین چغتائی	محمد ہادی کامور خان
۲۵	تاریخ تیموریہ		۳۷	تنقیح الاخبار فی آثار الادوار	رائے منولال فلسفی
۲۶	جریدۂ عبرت	سید حیدر حسین متخلص بہ سہیل	۳۸	مساکن فلسفی	ایضاً
۲۷	تاریخ فرخ سیر موسوم بہ اقبال نامہ		۳۹	تاریخ دکن	مولوی عبدالعلیم نصراللہ خان
۲۸	تاریخ گلزار آصفیہ	حکیم خواجہ غلام حسین خان	۴۰	نشان حیدری	سید حسین علی کرمانی

کتب زبان فارسی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۴۱	کارنامہ حیدری	ملا عبدالرحیم
۴۲	حدیقۃ الاقالیم	مرتضےٰ حسین مخاطب بہ الہ یار عثمانی
۴۳	اورنگ نامہ	عاقل خاں رازی
۴۴	رسالہ کامل معروف بہ عالمگیر نامہ	منشی محمد کاظم
۴۵	جام جہاں نما	مولوی قدرت اللہ شوق
۴۶	تحفۃ العالم	مولوی عبداللطیف ابی طالب موسوی شستری
۴۷	احکام عالمگیری	منشی عنایت اللہ المخاطب بہ اسمی
۴۸	رقعات عالمگیری موسوم بہ کلمات طیبات	
۴۹	رقعات عالمگیری موسوم بہ رمز اشارہائے عالمگیری	شدھ مل متخلص بہ رام
۵	رقعات عالمگیری موسوم برقائم کرام	سید اشرف خاں میر محمد حسینی
۵۱	آداب عالمگیری	شیخ محمد صادق

کتب زبان فارسی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۵۲	بیاضات نامہ ہمایونی	
۵۳	تاریخ فرخ آباد	مولوی ولی اللہ
۵۴	مجمع الملوک	محمد رضا بن ابوالقاسم طباطبا
۵۵	راحت افزا	میر محمد علی
۵۶	اقتباس الانوار	مولوی عبدالرحمن چشتی بن محمد علی الرسوی
۵۷	اقبال نامہ جہانگیری	معتمد خاں
۵۸	تزک جہانگیری	جہانگیر بادشاہ
۵۹	تنبیہ الصبیان	مرزا احسین خاں
۶	آثار محبت	حکم

کتب زبان اردو

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱	تاج التواریخ	مولوی نصرت علی دہلوی
۲	ترجمہ تاریخ ہندوستان	الفنسٹن صاحب

کتب زبان اُردو

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۳	تاریخ ہندوستان	مولوی ذکاء اللہ
۴	تاریخ مالوہ	سید کریم علی
۵	رشید الدین خانی	غلام امام خان ترین المتخلص بہ ہجر ابن محمد مشہور خان
۶	خورشید جاہی	ایضاً
۷	تاریخ قلمرو نظام	مسٹر طالب علی شمس الدین نجم
۸	تمدن ہند	سید علی بلگرامی
۹	ریاض الامرا	رحمان علی

کتب زبان اُردو

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۰	حملات حیدری	شیخ احمد علی گوپاموی
۱۱	تاریخ پالن پور	سید گلاب میان
۱۲	سیر المحتشم	
۱۳	تحفہ معینیہ	محمد اکبر جہان شگفتہ
۱۴	گلدستۂ قنوج	کشوری لال کایستھ ساکن الہ آباد
۱۵	جلد پنجم عہدنامجات	

بیٹھ کر گھر میں سیر دنیا کی
یہ تماشا کتاب میں دیکھا

شائقین علم تاریخ کو مژدہ پہنچے کہ کتاب نایاب جس میں استان حادی حالات دکھن

مسمّٰی بہ

تاریخ ریاست حیدرآباد دکن

حصۂ اول

جس میں عابد خان تاتاری اور اُنکے اخلاف یعنی غازی الدین خاں فیروز جنگ اور نظام الملک آصف جاہ اول اور احمد خاں ناصر جنگ اور مظفر جنگ اور سید محمد خاں صلابت جنگ کے تمام و کمال واقعات نہایت سلیس دل آویز طرز بیان سے درج ہیں۔

مصنفہٗ

جناب علامہ مولوی حکیم محمد نجم الغنی خان رامپوری مصنف کتب کثیرہ مشہورہ

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ
مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر شایع ہوئی
سنہ ۱۹۳ء



بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر قطرہ ہے جوئبار حمد باری — ہر پتے مین نگار حمد باری
ہر رنگ مین جلوۂ محمد ہے عیان — ہر پھول ہے لالہ زار حمد باری

دامن دامن گوہر آبدار حمد وثنا کے نثار بارگاہ عظمت پناہ ایسے شہنشاہ رب العالمین کے ہین اور چمن چمن گلہاے رنگین و پربہار ستایش و نیایش کے ایسی جناب صمدیت مآب ملک القدیر کے ہین جسکی سلطنت کو کبھی زوال نہین اور اُسکے احکام قضا و قدر مین سوائے تسلیم و رضا کے دم مارنے کی مجال نہین۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد کے بعد نعت سرور کائنات سے دل و زبان کو مشرف نہ کرنا ایک نعمت عظیم کی ناشکری ہے۔ رحمۃ العالمین کے احسانات نسل انسانی پر اس قدر ہین کہ مسلم اور غیر مسلم دونون کو مسلم ہین۔ اس پیغمبر اسلام اس نبی امی کی بھی حیرت انگیز سرگذشت ہے جسکی آوازنے ایک قوم ناہنجار کو جو اس وقت تک کسی ملک گیر کے زیر حکم نہین آئی تھی رام کیا اور اس درجہ پر پہنچایا کہ اُسنے عالم کی بڑی بڑی سلطنتون کو زیر و زبر کر دیا دنیا مین کوئی مصلح ایسا نہین ہوا جس نے ۲۳ سال کی قلیل مدت مین ایک عظیم الشان ملک کے ملک کو نہایت ذلیل حالت سے اُٹھا کر جسمانی علمی اور اخلاقی فتوحات کے لحاظ سے بلند سے بلند مقام پر پہنچایا ہو وہ قوم جسکی اصلاح یہودیون اور عیسائیون کی صدیون کی کوشش نہ کر سکی حالانکہ انکی پشت پر حکومتین اور سلطنتین تھین۔ ایک انسان بے سر و سامان اٹھا اور ایک صدی کی چوتھائی سے بھی کم مین اس ملک کی ایسی کایا پلٹ دی کہ دنیا ایسے انقلاب کا کوئی دوسرا نمونہ پیش کرنے سے عاجز ہے اور پھر نہ صرف یہ کہ اس ملک اور قوم کی اپنی ہی حالت تبدیل ہوئی بلکہ اُنکے ذریعہ سے دوسری قومون

اور ملکوں میں اخلاق تہذیب اور علم کی شعاع روشنی ہو کر دنیا کے تاریک سے تاریک کونے منور ہوئے اور توحید الٰہی اور وحدت نسل انسانی کا غلغلہ دنیا میں بلند ہوا بہت سی برائیاں آپ کے وجود سے دنیا سے نابود ہوئیں اور نسل انسانی کا قدم ترقی کی شاہراہ پر تیزی سے اٹھا۔ ان احسانات میں سب سے بڑا احسان نسل انسانی کی مساوات اور اخوت کا قائم کرنا اور رنگ اور نسل اور مرتبے اور دولت کے امتیازات اٹھا کر ساری نسل انسانی کو ایک سطح پر لا کر کھڑا کرنا ہے مساوات اشاعت اسلام میں سب سے بڑی چیز باعث فخر و مباہات ہے جس کے سامنے بڑے بڑے جبار و مغرور لوگوں نے سر نیاز خم کر دیا۔ سلام میں سبقت۔ دیگر رفقا کے برابر چلنا مسجد میں غریب اور مسکین شکستہ حال مسلمانوں کے دوش بدوش نماز پڑھنا جو جگہ ملے بیٹھ جانا یہ اسلام کی مخصوص خوبی ہے۔ اسلام کا یہ بھی ایک امتیازی وصف ہے کہ وہ ہر قوم ہر فرقے اور ہر طبقے کے اشخاص کو انکے ایمان لانے پر اس طرح اپنی سوسائٹی میں جذب کر لیتا ہے کہ انکے سابق اعزہ و رفقا کے لیے بھی تھوڑے عرصے بعد ان کو شناخت کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اسلام میں قومی تعصب اور ذات پات کا جھگڑا وجاہت اور دولت و ثروت کا فخر بالکل نہیں تمام مسلمان ایک ہی برادری میں منسلک ہیں۔

	ایک ہیں عالم اسلام میں ہر قوم کے لوگ حریت اور مساوات کے لئے مدعو		ہے یہ دربار رسالت کا گرامی منشور لاؤ کوئی تو نظیر اسکی اگر ہے مقدور

علم تاریخ کے کلیات

صاحبان عقول کامل علم تاریخ کو اکثر علوم پر اس واسطے شرف دیتے ہیں اور بہتر سمجھتے ہیں کہ تجربہ کاری اور مردم شناسی سکے ملک میں پہنچنے کی راہ ہے اور دنیا ان کا سفر جسے تھوڑا سا بھی کیا وہ پختہ ہو رہا کیونکہ دنیا کے کارخانوں کی بے ثباتی اور اولاد آدم کی بد نہادی و نیک صفاتی سے آگاہ ہوتا اور انقلاب روزگار سے عبرت حاصل کرتا ہے اور اکثر امور دنیاوی میں ایسی آنکھ ہو جاتی ہے کہ نفس کو قوت پیشین گوئی کی اور زبان کو طاقت فال بینی کی حاصل ہو جاتی ہے اور قیاس کو مزاولت کے باعث یہ ملکہ ہو جاتا ہے کہ سبب کے دریافت سے انجام کا حال آغاز حال میں کہہ دیتا ہے جیسا کہ اہل منطق صغرے و کبرے سے نتیجہ نکال لیتے ہیں۔

اس علم کے پڑھنے یا اس میں کچھ لکھنے والے کو ان دو باتوں پر جو بطور اصول اس فن کے ہیں لحاظ کرنا ضرور ہے اول یہ کہ جس امر کا واقع ہونا بیان کیا گیا ہے عادتاً اس کا واقع ہونا ممکن ہے یا نہیں دوسرے یہ کہ جس ذریعے سے وہ خبر اس تک پہنچی وہ اعتبار کے لائق ہے یا نہیں

ہر خبر کے صدق کے پہچاننے کے لیے یہی دو چیزین معیار ہین اور یہی دو باتین ہین جس سے انسان تاریخ اور افسانے مین امتیاز کر سکتا ہے۔ کوئی شے دنیا مین ایسی نہین جو تاریخ انسان کو نہ سکھاتی ہو اور کوئی برکت ایسی نہین جو انسان اسکو پڑھ کر حاصل نہ کر سکتا ہو۔

تاریخ کی بڑی خوبی یہ ہے کہ فلسفیانہ ہو۔ واقعات خواہ کم اور مبہم ہون نتیجے کافی اور روشن ہون واقعات صرف ماخذ ہون نتائج اصل مقصود ہون۔ فلسفیانہ تاریخ کا نقطع وہ ہوتا ہے جو خود تاریخ کا ہونا چاہیے یعنی نتیجے نکالنا اور نظام عمل مین ٹانک دینا۔

تعریف تاریخ مورخین عرب نے تاریخ کی جو کچھ تعریف کی ہے اس کا بیان مختلف ہے۔ بعض کہتے ہین کہ تاریخ ایک وقت کے مقرر کرنے کا نام ہے تاکہ اس وقت خاص کی طرف پچھلے اور اگلے زمانے کو منسوب کیا جاے اور بعض کہتے ہین کہ تاریخ وقت کا بیان کرنا ہے اس طرح کہ کسی واقعے کے ابتداے پیدایش کو اسکی طرف منسوب کیا جاے مثلاً یہ بتائین کہ فلان مذہب فلان سلطنت یا فلان معرکہ یا فلان حادثہ ارضی وسماوی اس وقت مین ظاہر ہوا تھا جو کچھ واقعات خاص اس وقت مین ظہور پذیر ہوتے ہین اور جو کچھ اس سے پیشتر ظہور پا چکے ہین یا پیچھے ظہور پائین اُن سب کے معلوم کرنے کا مبدء یہی وقت ہوتا ہے اور بعض کہتے ہین کہ تاریخ ہے کہ دنون اور راتون کو بیان کرین اس طرح کہ جس قدر برس اور مہینے گذر چکے ہین اُن کا ذکر نے والے برسون اور مہینون تک کیا جاے۔[1]

موضوع تاریخ۔ زمانہ گذشتہ کے اشخاص مثلاً نبیون۔ ولیون۔ عالمون۔ فلاسفرون۔ بادشاہون شاعرون وغیرہ اور اُنکے شہرون اور واقعات اور عادتون اور صنائع بدائع اور اُنکے پیدا ہونے اور مرنے کے وقتون اور حالات کا بیان علم تاریخ کا موضوع ہے۔

غرض تاریخ۔ یہ ہے کہ اگلے زمانے کے واقعات معلوم ہو جائین۔

فائدہ تاریخ۔ یہ ہے کہ خاصان خدا اور بزرگان دین اور بہی خواہان قوم کے عمدہ اور شریف اقوال وافعال سے واقف ہونا اور اُنکی تقلید سے عمدہ اخلاق اور نیک خصلتین اختیار کرنا۔ بداخلاقی اور بری خصلتون کو چھوڑنا۔ سلطنت کرنا۔ وفادار اور آزاد رعیت بننا۔ سلطنت اور ملک کے لیے عمدہ قاعدے اور قوانین ایجاد کرنا۔ ظلم کو روکنا۔ صلح اور امن سے رہنا۔ دوستون سے ملنا اور دشمنون سے بچنا۔ علم وہنر مین ترقی کرنا۔ جائز طریقون سے مال ودولت حاصل کرنا اور اسکو عمدہ اور واجبی طور پر صرف کرنا۔ نہ صرف آغاز وانجام سلطنتون کے کہ مختلف زمانہ مین ہوئین اور نہ عیوب اور اوصاف حاکمون کے مقصود بیان تاریخ کا ہے بلکہ منظور یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی

[1] دیکھو کشف الظنون ۱۲

قضا و قدر پر کہ ایک کو خاک میں ملایا اور دوسرے کو تخت بادشاہی پر بٹھایا غور کرنا چاہیے۔ کیا کیا اقبال و ادبار اسکی قضا و قدر سے واقع ہوا اور ہوتا ہے۔

خاصۂ تاریخ۔ یہ ہے کہ بادشاہوں اور امیروں کو تعلیم دے اور عوام الناس کو بھی اچھی تربیت بخشے اس کے اوراق کے مضمون سے کارآزمودگی اور تجربہ کاری سلطنت کی نئے تفاوت واضح ہوتی ہے

نتیجۂ تاریخ۔ یہ نصیحت ہے کہ والیان ملک کو حکمرانی کرنے میں غرور نہ کرنا چاہیے پل کے پل میں بادشاہ فقیر اور حاکم محکوم ہو جاتا ہے سلطنت ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے جن بادشاہوں کے ایک ادنے اشارۂ ابرو پر ہزاروں گردنیں جھک جاتی تھیں اُن کی اولاد آج بھیک مانگتی پھرتی ہے۔

رؤس ثمانیہ

متقدمین کا یہ دستور تھا کہ ہر ایک کتاب کے اول میں آٹھ چیزیں بیان کرتے تھے جنھیں رؤس ثمانیہ کہتے تھے (۱) غرض کتاب (۲) عنوان کتاب (۳) منفعت کتاب (۴) مرتبۂ کتاب (۵) مصنف یا مؤلف کا نام اور مرتبہ (۶) کتاب کس قسم کے علم سے ہے (۷) کتاب کے کتنے حصے اور باب اور فصلیں ہیں (۸) مستقل تعلیموں میں سے اس میں کونسی تعلیم اختیار کی ہے۔
لیے میں بھی ان آٹھوں باتوں کو جو اس کتاب میں موجود ہیں بتاتا ہوں۔

غرض کتاب

ان اوراق میں ہندوستان کی مشہور ریاست حیدرآباد کے نوابوں کے حالات ترقیم ہوں اور قلم معنوں میں غوطہ کرکے صدف دل سے دُرِ شاہوار نکال کر اس تالیف کے رشتے ں پروتا ہوں تاکہ اس مجموعے سے اُنکے حالات ناظرین کے ذہن نشین ہو کر انکو اس بات پر رت حاصل ہو جائے کہ جب چاہیں یہاں کے واقعات ظاہر کر سکیں اور جو کوئی ذکر انکے سامنے ست حیدرآباد کے متعلق آوے وہ اسکی تصحیح یا تکذیب کر سکیں اور ریاست حیدرآباد کے بانی قصہ بیان کر سکیں۔ یہ بتا سکیں کہ وہ کس کی اولاد میں ہے موجودہ نواب کے اسلاف نے کیا کیا رنامے صفحہ ہستی پر یادگار چھوڑے ہیں اور کون سے ملک انکے قبضۂ اقتدار سے نکل گئے ہیں اور نھوں نے ریاست کے قائم کرنے میں اپنے محسن و مربی تیموری بادشاہان دہلی کے ساتھ کیا کیا ل کیے ہیں اور انھوں نے گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ کن موقعوں پر مخالفت اور کن موقعوں پر موافقت کی اور انھوں نے اپنی رعایا اور آس پاس کی ریاستوں کے رضامند اور رفیق رکھنے کے لیے کیا کیا برتاؤ رکھا اور انکے جانشینوں کو کیا کرنا چاہیے۔

عنوان کتاب

اس کتاب کا عنوان یہ ہے کہ حیدرآباد کے نوابون کی تاریخ لکھنے کا مجھے شوق ہوا جو ہندوستان مین نمبراول کی ریاست ہے۔ اس ریاست کی تاریخ مین جو عجیب وغریب دلچسپیاں ہین انھون نے اور بھی شوق کو بڑھایا۔ جو متعدد کتابین زبان اُردو مین اس ریاست کے متعلق لکھی گئی ہین وہ فن تاریخ نویسی کے اعتبار سے بہت گری ہوئی ہین اور نہایت عامیانہ طرز پر تحریر ہین جن مین نہ اسباب وعلل کا مرتب سلسلہ معلوم ہوتا ہے نہ واقعات کی اصلیت کھلتی ہے۔ اس قسم کی کتاب کے لیے جتنی معلومات کی ضرورت ہے اُنکے جمع کرنے مین بہت سی کتابین جو اس ریاست کے بیان پر حاوی تھین دیکھی گئین۔ بعض باتون مین ان مین اختلاف پایا جاتا تھا لیکن اور دوسری کتابون سے نہایت احتیاط کے ساتھ ان کا مقابلہ کرکے حتے الامکان صداقت کے ساتھ لکھا گیا۔ اس طرح مین نے بہت تنقید اور تحقیق کے ساتھ حالات بہم پہنچاے اور سنجیدگی کے ساتھ جانچ کر لکھے جن مین سنون کا پتہ چلا سنہ لکھدیے اور اُن کا اختلاف جتادیا باقی اخبار کے طور پر ویسے ہی بیان کردیے۔ اور گو بہت سے ایسے نامی سردارون اور راجون اور امیرون اور بادشاہون کا ذکر اس مین آگیا ہے جو خاص اس ریاست سے تعلق نہین رکھتے مگر چونکہ یہان کے نوابون اور اس ملک سے کسی قسم کا علاقہ تھا اور سلسلہ اس تاریخ کا بغیر اُنکے ذکر کے ناتمام رہتا اس لیے اُنکے حالات چھوڑنا مناسب نہ تھا۔ گو یہ میری تاریخ کما حقہ فلسفیانہ تاریخ نہین تاہم جہان تک ممکن ہوا ہر حال کے مختلف پہلوون پر نقادانہ نظر ڈالی گئی ہے۔ مین نے اس ریاست کے رئیسون کی لائف کے متعلقہ کوائف مطلوبہ کو جس جگہ سے میسر ہوسکا فراہم کرکے بنظر فائدہ عام اس کتاب مین درج کردینے کی کوشش کی ہے جس سے اس بڑی ریاست کی ابتدا سے لیکر ابتک کی کم از کم وہ حالت معلوم ہوجائے گی جو کتب مین متفرق طور پر مندرج ہے۔ یہ بتانا میرا کام نہین کہ یہ حالات کتنی سچائی سے لکھے گئے ہین اور کس قدر محنت وکوشش سے تلاش کرکے لکھے گئے ہین اور جن باتون مین قانونی مداخلتون کی دشواری پیش آنے کا اندیشہ نہ تھا انکو احتیاطاً بھی مخفی نہین رکھا ہے۔ کیونکہ جو مؤرخ تاریخ اس نظر سے لکھتے ہین کہ اُس سے انسان کا بھلا ہو اور اس سے اس کی عقل ودانش زیادہ ہو تو وہ ضرور حکام کے افعال واعمال لکھتے ہین اُنکی بُرائی بھلائی دلائل وبراہین کے ساتھ تحریر کرتے ہین تاکہ اگر وہ دیدہ ودانستہ غفلت اور بے پروائی کرتے ہون تو اس سے متنبہ ہون

انگریزی مورخون مین ہر شخص کو اپنی راے کے اظہار کرنے کے لیے بشرطیکہ اُسکے لیے وجوہ ہون اختیار حاصل ہے اس لیے وہ اپنی گورنمنٹ کی غلطیون پر اور اپنے افسرون کی لغزشون پر ایسے

ایسے سخت اعتراض چرب زبانی سے کرتے ہیں کہ جو اس کو جسے بالمدہین وہ جانتے ہین کہ یہ شخص کوئی ایسی گورنمنٹ کا بڑا سخت دشمن ہے اور حقیقت مین قومی رہنمائی کا کام یہی ہے کہ جب وہ دیدہ ودانستہ غفلت وبے پروائی کرے تو اس کو متنبہ کرے اور سچی دلسوزی اور ہمدردی کا اقتضا یہ ہے کہ اسکے کامون پر نیک نیتی کے ساتھ سچی سچی رائے ظاہر کرے غرض جو اس چاشنی سے بے بہرہ ہین وہ اس نکتے کو ہرگز نہیں سمجھ سکتے کہ اس عیب بینی ہی کی بدولت ہر ایک قوم عالی مش بلند حوصلہ معراج ترقی پر چڑھتی جاتی ہے۔

منفعت کتاب

منفعت اس کتاب کی یہ ہے کہ تھوڑے سے زمانے مین نوابان حیدرآباد کے وہ حالات معلوم ہوسکتے ہین جو برسوں مین واقع ہوئے ہین اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کسطرح اپنے تئین اعلےٰ درجے پر پہنچاتا ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ ان نوابون کا سرسلسلہ عابد خان اور ان کا بیٹا شہاب الدین خان ہندوستان مین آکر تیموریہ تخت سلطنت کے مجرائی ہوئے پھر ایک زمانہ ایسا آیا کہ ان کے خاندان نے دربار دہلی کی اطاعت سے انحراف کرکے ایک اعلےٰ درجے کی ریاست اس بر عظم مین قائم کی اور وہ آفتاب بنکر ایسی چمکی کہ آخرکار تیموریہ سلطنت کی روشنی اسکے سامنے دھندلی ہوکر نظر سے غائب ہوگئی۔

ہندوستان مین خاندان تیموریہ مغل کہلاتا ہے یہ خود اپنے آپ کو مغل نہیں کہتا یہ لوگ غالبا چغتائی ترک تھے جو مغلوں یا تاتاریوں سے زیادہ معزز قبیلہ ہے لیکن ترکان قسطنطنیہ سے متمائز کرنے کے خیال سے بابر کی اولاد کا جسے دہلی میں بادشاہت قائم کی مغل لقب مقرر کیا گیا ہے بابر کی نسل مین چھٹے شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے مرنے کے بعد جب سلطنت ہند کا جہاز تباہی مین آیا اور شکستہ ہوکر پاش پاش ہوا اور اس کے تختے ادھر ادھر بکھر گئے تو جس زبردست کے ہاتھ کوئی تختہ لگ گیا اسپر وہ پاوں جماکر اپنے تئین تخت نشین سلطنت سمجھنے لگا اور چاروں طرف ہاتھ پھیلنے لگا۔ برہان الملک نے اودھ کا صوبہ دبالیا جہاں اُن کی اولاد مین واجد علی شاہ وغیرہ ۱۸۵۶ء تک حکومت کرتے رہے۔ قمرالدین خان نظام الملک نے حیدرآباد دکن کی خودمختار ریاست قائم کی جہان پر اس وقت تک اُنکی اولاد قابض چلی آتی ہے بنگال بہار۔ کشمیر۔ اور مدراس وغیرہ مین دوسرے کئی سردار خودسر والی ملک بن بیٹھے جو شروع انگریزی عہد مین لڑائیاں کرکے برباد ہوگئے۔ دکن گجرات اور مالوہ وغیرہ مین مرہٹوں نے بڑی قوت پیدا کرلی جس کے ماتحتوں سے بڑودہ۔ گوالیار۔ اور اندور وغیرہ کی ریاستین قائم رہ گئی ہین پنجاب میں

دیکھو جلد ۲ ص ۱۸۱ اظہار ... دکھو ... ۱۲

رنجیت سنگھ کی حکومت نے قدم جمانے شروع کیے۔ آگرے کی طرف اکثر گانون راجہ جے سنگھ والی جے پور اور بھرت پور والون نے دباکر اپنی ریاست مین شامل کر لیے اور گجرات کا بہت سا علاقہ مہاراجہ اجیت سنگھ والی جودھپور نے ماڑواڑ مین داخل کیا اس طرح ہندوستان کی شاہنشاہی محمد شاہ اور اسکے جانشینون کے عہد مین ابتر ہوئی۔ سکھون کی بڑی ریاست کا انجام بھی اچھا نہ ہوا مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مرنے پر چند سال کے اندر اسکی اولاد اور قوم مین اعلے درجے کا فساد اور سرکار انگریزی کی بدخواہی ثابت ہوکر پنجاب کا ملک سرکار مین ضبط ہوا۔ پنجاب کی ریاست کا ایک بڑا رکن سردار گلاب سنگھ تھا جو اصلی سبب جاٹون کی تباہی اور انگریزون کی فتح کا تھا۔ اسکو سرکاری منظوری سے ابتداے دریاے بیاس سے دریاے سندھ تک ملک کانگڑا اور دیار کشمیر و ہزارہ مع جمیع حدود کوہستان متعلقہ کرور روپیے کے نذرانے پر انگریزون نے دیدیا[1]۔ اسکے سوا پنجاب مین پٹیالہ۔ جیند۔ نابھ اور کپور تھلہ وغیرہ کئی ریاستین جاٹ لوگون کی باقی رہ گئی ہین۔

عابد خان تاتاری کے پوتے نظام الملک کی عالی دماغی و جان فروشی نے دکن مین ریاست حیدرآباد قائم کی اور اُنکے جانشینون نے انگریزون کے امدادی انتظام مین شریک ہوکر اپنی جڑ جمالی۔ اس انتظام کی توضیح یہہ ہے کہ اس عہدنامے کو جو ریاست منظور کرتی تھی تو وہ سرکار انگریزی کی حکومت کو ہند مین ساری حکومتون پر غالب مانتی تھی اور سرکار اُس کی حفاظت و سلامتی کی ذمہ دار ہوجاتی تھی۔ پھر اس ریاست کی طرف سے یہ بھی اقرار ہوا کرتا تھا کہ ہم سرکار انگریزی کی منظوری کے بغیر نہ کسی سے جنگ کرینگے نہ صلح اور اپنے یہان کنٹنجنٹ فوج رکھینگے اور اس سے ضرورت کے وقت سرکار کی مدد کرینگے۔ اس عہدنامے کو قبول کرکے نظام حیدرآباد کی حکمرانی مین سرکار انگریزی کی رفاقت اور خاطرداری کی وجہ سے روز بروز ترقی ہوتی رہی۔ اگر انگریزون سے مدد حاصل نہوتی تو یہان کے نوابون کو میدان جنگ مین فوجین لاکر علی الاتصال سرفروش قومون کے خلاف کارروائی کرنے مین سخت دشواریان لاحق ہوتین۔ انگریز ریاست حیدرآباد کی سلامتی کی کفالت نہ کر لیتے تو اس ملک کے آدمیون کو بے فکری کے ساتھ ایسی قومین بیٹھا نہ رہنے دیتین جو فہم و فراست والی اور ہوشیار و چالاک تھین سفر کی ماندگی اور محنت کے کامون مین مبتلا رہتی تھین ہرگز افسردہ اور پژمردہ نہین ہوتی تھین بلکہ ایسی سخت تھین کہ کوچ و سفر کی حالت مین انکی مستعدی مین فرق نہین پڑتا تھا جو لوگ اس زمانے کی طوائف الملوکی کے تاریخی حالات سے واقف ہین وہ خوب جانتے ہین کہ انگریزون کے پنجۂ فولادی کی استعانت سے اس ریاست کے باقی رکھنے اور سرسبزی بڑھانے مین نمایان کامیابی حاصل ہوئی ہے

[1] دیکھو صفحہ ۳۴۰ و ۳۴۳-۳۴۴ گلاب نامہ مولفہ دیوان کرپارام ۱۲

اس کتاب میں جہاں انگریزوں کی فتوحات کا بیان پڑھوگے تو وہاں یہ بھی ظاہر ہوگا کہ مرداں دلاور جیسا کہ میدان جنگ میں اپنی شجاعت شعاری دکھانا فرض سمجھتے ہیں ویسے ہی بعد فتح وظفر کے حد اعتدال سے باہر قدم رکھنے کو برا جانتے ہیں یہاں تک کہ دشمن مغلوب کے سامنے ایک لفظ بھی طعن وطنز کا کنایۃً یا صراحۃً زباں سے نہیں نکالتے

مرتبۂ کتاب

چونکہ یہ کتاب علوم عقلی ونقلی میں سے ایک قسم کے بیان میں ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ علوم عقلی اور نقلی کا ایک ضروری حصہ سیکھ لینے کے بعد اس کے پڑھے اور اس کی حیرت انگیز باتوں پر غور کرنے کی طرف متوجہ ہوں کیونکہ جب سمجھ ٹھیک ہوجائے گی اور پھر اسکو دیکھیں گے تو امید ہے کہ طبایع سلیمہ میں بڑا اثر پیدا ہوگا اور یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ ہمارے ہم جنسوں نے دنیا میں آکر کیا کیا اور کیا کرنا چاہیے تھا اور کس طرح چلے گئے اور ہم کو کیا کرنا چاہیے۔

مؤلف اور اُس کی حالت

اس کتاب کو محمد نجم الغنی خان ساکن ریاست رام پور ملک روہیلکھنڈ ابن مولوی عبد الغنی خان ابن مولوی عبد العلی خان ابن مولوی عبد الرحمن خان ابن مولانا حاجی محمد سعید خان ابن ملا طریف خان ابن خان محمد خان ابن یار محمد خان ابن خواجہ احمد خان ابن ملتجی خان ابن امدران خان ابن ارط خان ابن شاہزادہ شہاب الدین خان قوم جیتہ برلاس نے تالیف کیا ہے۔

مؤلف کی والدہ محمدی بیگم شیر محمد خان بن رحمی خان عرف روری خان بن اسماعیل خان اکبری کی بیٹی ہیں یہ شیر محمد خاں حکیم شاہ اعظم خان پدر حکیم محمد اعظم خاں مصنف اکسیر اعظم وقرابادین اعظم ونور اعظم ومحیط اعظم ورکن اعظم وبیر اعظم کے بھائی ہیں مؤلف کی ولادت دسویں ربیع الاول ۱۲۷۶ھ ہجری کو شب کے وقت رام پور میں نواب محمد علی خاں کے مقبرے کے قریب حوالی الحال پرانا مدرسہ مشہور ہے وقوع میں آئی تھی۔ محمد نجم الغنی سے سال ولادت ظاہر ہے مولف نے علوم عربیہ کی تحصیل اور فلسفہ قدیمہ کی کتابیں مولوی عبد الحق صاحب مرحوم خیرآبادی اور دوسرے علمائے مدرسۂ عالیہ رام پور سے پڑھیں اور علم ادب عربی مولوی محمد طیب مرحوم مکی سے حاصل کیا اور ۱۸۹۵ء کے امتحان سالانہ میں کونسل آف ایجنسی ریاست رام پور کے عہد میں درس نظامی کے درجۂ اول میں پہلے نمبر پر کامیابی حاصل کی اور طب یونانی کی کتابیں اطبائے لکھنؤ اور اپنے ماموں حکیم محمد اعظم خاں سے پڑھ کر برسوں مطب کیا۔

مؤلف کا رتبہ اسکی تالیفات و تصنیفات سے ظاہر ہے جنکی تفصیل اس طرح ہے۔

علم ملل و نحل

مذاہب الاسلام - یہ کتاب کئی بار مطبع پیسہ اخبار لاہور مین اور ایکبار مطبع احمدی رام پور
مین تاریخ مذاہب الاسلام کے نام سے چھپی ہے اور آخری مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین ۷۶۰ صفحات پر
چھپی ہے۔ بیان اردو مین ہے۔

علم تاریخ

عقود الجواہر فی احوال البواہر اور سلک الجواہر فی احوال البواہر - یہ دونون رسالے
اسماعیلیہ خصوصًا داؤدیہ بوہرون کے حالات مین ہین اور مطبع نیر اعظم مراد آباد مین چھپے ہین۔ بیان
اردو مین ہے۔

اخبار الصناديد یہ روہیلون کی تاریخ ہے ایکبار مطبع پیسہ اخبار لاہور مین چھپی تھی دوبارہ مطبع
منشی نولکشور لکھنؤ مین دو جلدون مین ۱۲۸۴ صفحات پر چھپی ہے بیان اردو مین ہے سلہ

تاریخ اودھ - ایکبار چار جلدون مین مطبع نیر اعظم مراد آباد مین چھپی تھی دوبارہ اضافہ ہوکر مطبع
منشی نولکشور لکھنؤ مین پانچ جلدون مین ۱۶۲۶ صفحات پر چھپی ہے۔ بیان اردو مین ہے۔

کارنامۂ راجپوتان - یہ راجستان کی اردو مین تاریخ ہے مطبع روزانہ اخبار بریلی مین ۵۹۲
صفحات پر چھپی ہے۔

وقائع راجستان - یہ بھی راجپوتانے کی اردو تاریخ ہے اور مطبع روزنامہ ہمدم لکھنؤ مین ۶۲۳
صفحات پر چھپی ہے۔

علم صرف و نحو

نہج الادب - یہ فارسی زبان کے قواعد صرف و نحو مین ہے اس مین اصول السنہ سے بھی بحث
کی ہے اور تمام کتب لغات کی تنقید کی ہے یہ کتاب مطبع منشی نولکشور لکھنؤ نے ۸۲۲ صفحات پر چھاپی
ہے۔ بیان اس کا فارسی مین ہے اس کتاب کی تصنیف کے صلے مین وزارت معارف و اوقاف

سلہ اس کتاب کی تالیف کے صلے مین ریاست رام پور نے اُن کو تین ہزار روپیے دیے اور پچاس روپے ماہوار اور دیوڑھی
کو اُنکے پاس بھیجتی رہتی جہان وہ ہائی اسکول کے ہیڈ مولوی تھے اور جب رام پور آتے تو ریاست اپنا مہمان رکھتی اور خیر تمیمی
کے ساتھ مہمانی کرتی اور اب رام پور مین چلے آنے کے بعد سو روپے ماہوار کا وظیفہ دیتی ہے ۱۲

وصنائع مستظرفہ ایران کی طرف سے ایک علمی نقرئی تمغا درجۂ سوم کا آیا ہے اور وزارت مذکورہ نے اسکو بہت پسند کیا ہے۔ اور مدارس جدیدہ ایران کے موسس (ڈائرکٹر) حاج مرزا حسن رشدیہ نے طہران سے اپنے مراسلۂ مرقومۂ ۹ جمادی الاخری ۱۳۴۲ھ ہجری قمری مین اس کتاب کے متعلق نہایت معزز القاب کے بعد ان الفاظ میں لکھا ہے۔

"عرض میرسانم کہ پس از آرزوہای چندین سالہ بزیارت یک چنین کتابے جامع بہمات مرام در وزارت جلیلہ معارف بمطالعۂ نہج الادب مشرف شدم۔ ہر چیزے کہ خود ستائش است ستائش نگند جلوے اداں برائے من بعرستید اگرچہ ہرچہ بخواہید بارزش آن بخواہد بود۔ از حواہش میکنم کہ چیزے از من بخواہید کہ برائے شما فرستم۔ پیر معارف رشدیہ"

رسالہ نجم الغنی یہ نہج الادب کا زبان فارسی میں انتخاب ہے مطبع احمدی رامپور نے ۱۷ صفحات پر چھاپا ہے۔

منتہی القواعد عرف قواعد حامدی یہ زبان اردو مین نہایت مبسوط انتخاب نہج الادب کا ہے مطبع نیر اعظم مرادآباد نے ۴۸ صفحات پر چھاپا ہے۔

شرح نکتہ رسالہ عبدالواسع ہانسوی۔ یہ رسالہ منتہی القواعد کے ساتھ چھپا ہے فارسی زبان مین ہے۔

علم عروض وقافیہ ومعانی وبیان وبدیع

بحر الفصاحت۔ یہ کتاب علوم مذکورہ اور دیگر ضروریات علم ادب اردو وانشاپردازی کی مکمل کتاب ہے ایک بار مطبع سرور قیصری رامپور مین چھپی دوبارہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ میں تیسری بار پھر اضافہ ہوکر مطبع مذکور مین ۱۲۳۲ صفحات پر چھپی اور پنجاب یونیورسٹی کے اردو فاضل کے کورس میں داخل ہے۔

مفتاح البلاغت۔ یہ بھی علوم مذکورہ کا مستقل رسالہ ہے اور مطبع پیسہ اخبار لاہور نے ۴۸ صفحات پر چھاپا ہے۔

علم طب

خواص الادویہ۔ یہ ادویہ مفردہ کے بیان میں ہے ۲ جلدوں میں پیسہ اخبار لاہور نے چھاپا ہے بیش قیمت ہے بیان اردو میں ہے۔

خزانۃ الادویہ۔ یہ ادویہ مفردہ کے بیان مین چار جلدون میں ہے اور مطبع منشی نولکشور لکھنؤ نے

۳۷۲۰ صفحات پر چھاپا ہے روپے ۵ اسکی قیمت ہے یہ بھی اُردو زبان مین ہے اس کتاب پر آل انڈیا ویدک اینڈ طبی یونانی کانفرنس نے بصیغہ طبی نمایش سنہ ۱۹۲۱ء ایک تمغا اور شکریہ نامہ بھیجا۔

خزائن الادویہ۔ یہ اُردو مین ادویہ مفردہ کے بیان مین آٹھ جلدون مین ہے اور پیسہ اخبار لاہور نے چھاپا ہے چالیس روپیہ قیمت ہے۔

قرابادین نجم الغنی اسکو اول بار مطبع منشی نول کشور لکھنؤ نے ۸۰۶ صفحات پر چھاپا تھا اور اب دوبارہ اضافہ ہوکر بھی ۸۲۰ صفحات پر چھاپا ہے اُردو مین مرکب ادویہ کے بیان مین ہے اس کو بھی آل انڈیا ویدک اینڈ طبی یونانی کانفرنس نے پسند کیا ہے۔

علم فقہ

القول الفصیل فی شرح الطہر المتخلل۔ شرح وقایہ کے مسئلہ طہر متخلل کی شرح ہے عربی زبان مین ہے۔ تاریخ مذاہب الاسلام کے آخر مین یہ رسالہ مطبع احمدی رام پور مین سنہ ۱۹۱۰ء مین چھپا ہے۔

علم اصول فقہ

مختصر الاصول۔ یہ کتاب علم اصول فقہ مین اُردو زبان مین ہے اور مطبع نیر اعظم مراد آباد مین ۲۸۸ صفحات پر چھپی ہے۔

مزیل الغواشی۔ یہ اصول شاشی کی شرح اُردو زبان مین ہے ۴۷۶ صفحات پر مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین چھپی ہے۔

علم کلام

تہذیب العقائد۔ یہ زبان اُردو مین عقائد نسفی کی شرح ہے کئی بار مطبع نامی لکھنؤ مین چھپی ہے۔
تعلیم الایمان۔ یہ امام ابو حنیفہ کی فقہ اکبر کی اُردو مین شرح ہے مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین ۵۸۱ صفحات پر چھپی ہے۔

علم تصوف

تذکرۃ السلوک۔ اس اُردو کی کتاب مین علم تصوف کا بیان ہے اور آخر مین مصطلحات صوفیہ کی فہرست باعتبار حروف تہجی کے لکھی ہے مطبع نیر اعظم مراد آباد نے ۲۷۶ صفحات پر چھاپا ہے۔

علم فرائض

...اور اُسکے آخر مین ۲ فصلون مین ایک...

شرح سراجی۔ یہ زبان اُردو مین ہے اور
رام پور کے سرکاری مطبع مین ۴۴ صفحات پر چھپی ہے۔

عِلم منطق

معیار الافکار۔ یہ رسالہ زبان فارسی میں ہے اور مطبع احمدی رام پور مین چھپا ہے۔

عِلم اوراد

شرح چہل کاف۔ یہ رسالہ مطبع نیر اعظم مراد آباد مین چھپا ہے اور زبان اُردو میں ہے۔

علم فال[1]

مفتاح المطالب یہ رسالہ قرآن کی آیات سے فال نکالنے کے بیان مین ہے اور شیخ محی الدین...
عربی کے رسالہ عربی کا اُردو مین ترجمہ ہے مطبع سرور قیصری رام پور میں چھپا ہے۔

علم لغت

تسہیل اللغات۔ یہ کتاب زبان اُردو مین لغات و مصطلحات کتب درسیہ کے بیان مین...
اور دیباچے مین علم اصول لغت سے بحث کی گئی ہے ابھی صرف دو جلدین لکھی گئی ہیں جلد اول...
صفحات پر تلے موقافی تک ہے اور دوسری جلد ابتدائے سین مہملہ تک ۵۲۴ صفحات پر چھپی...

قسم علم

یہ کتاب علم اخبار کی قسم سے ہے اور یہ ایک ایسا علم ہے جسکے ذریعے سے اللہ تعالےٰ کے...
اسکے رسولون کی سنتین معلوم ہوتی ہین۔ اسی اخبار کے سبب سے اگلے وقتوں کے ا...
امیرون۔ عالمون۔ اور نیک و بد لوگوں کے حالات دریافت ہوتے ہین۔ اسی اخبا...
حاکم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے اگلے لوگوں نے یہ یہ کیا اور مجھے یہ کرنا چاہیے اور اس...
چیزوں کا حسن کو گذرے ہوے ایک زمانہ گذر چکا ہے اور بہت دور ہین جو حال...
اور یہ ایسی چیزین ہین جس کی فضیلتیں مسلم الثبوت ہیں۔ ہر ایک ملک کے اشخاص کی...
عقائد کی وجہ سے جدا جدا اخبار ہیں جو ان مین مشہور ہیں اور ہر ایک ملک میں ایسے...

[1] دیکھو کشف الظنون کی دوسری جلد مین صفحہ ۱۰ سطر ۱۲

ہین جن کو وہان کے علما اور سمجھدار لوگ ہر وقت مین جانتے ہین۔

حِصّہ۔ باب۔ فصل

اِس کتاب مین ایک دیباچہ و مقدمہ ہے فوائد فن تاریخ وجغرافیہ وغیرہ مین اور اُس کے بعد ترتیب
نوابون کے حالات ہین بغیر بابون اور فصلون کے۔ پہلے زمانے مین کتاب مقدمہ۔ ابواب۔ فصول
اور خاتمے پر منقسم ہوتی تھی۔ اب تحریرات انگریزی کی تقلید سے یہ بات اردو مین چھوٹتی جاتی ہے
جو اخبار کا ایک مضمون سا معلوم ہوتا ہے۔

طریق تعلیم

مین نے اس کتاب مین دو طریق اختیار کیے ہین (۱) ریاست حیدرآباد کے بیان مین جسقدر تاریخین
دستیاب ہوئین اُن سے اخذ کیا ہے (۲) جو کچھ اخبارات مین میری نظر سے گذرا اس کے مطابق
لکھا ہے بعض مقامات ایسے ہین جن مین مصنفون سے کسی وجہ سے غلطی ہوئی ہے وہ مقامات مینے
درست کر دیے ہین۔

معذرت

اس کتاب کے پڑھنے والون سے ملتجی ہون کہ اگر کوئی ایسی بات انکی نظر سے گذرے جو ناپسند ہو تو
اس سے چشم پوشی کرین۔

پیش کش

اب تک جو کچھ اس ریاست کی نسبت لکھا گیا ہے وہ نامکمل ہی نہین بلکہ اکثر مقامات پر غلط بھی
ہے۔ ریاستون کے واقعات قلمبند کرنے کا طریقہ کچھ ایسا کٹھن ہے کہ ہر شخص اُسپر حاوی نہین ہو سکتا
اور ہر مصنف کا کام نہین ہے کہ اسے اخیر تک خوش اسلوبی سے نبھائے۔
اگرچہ مشاغل علیہ اور تفکرات خانگی مین منہمک ہون اور اتنی مہلت بمشکل نکالکر اس کام کو پورا کیا
مگر خدا کا شکر ہے کہ مین اپنے ارادون مین کامیاب ہوگیا۔ مین نے اس مبحث پر کتابون کا پورا مطالعہ
کیا اور کل اہم واقعات تاریخی کا ایک بہت ہی مفید و بے تعصبانہ ذخیرہ فراہم کیا اور التزام کے
ساتھ واقعات کا ایک سچا نقشہ کھینچا۔ مین اپنی اس کتاب کو عام طور پر ملک کے شائقین علم
تاریخ کے اور خاص کر اس مشہور خطے کی پبلک اور نیز نواب میر عثمان علی خان آصف جاہ
سابع کی نذر کرتا ہون۔ جو تمام حیثیات سے اپنے پیشروون کے خلف الرشید ہین۔ وہ صاحب قلم

بھی ہیں۔ مالک لوا و علم بھی ہیں اور کمال دوست بھی ہیں اُن میں باپ داداؤں کی کل صفتیں ودیعت ہوئی ہیں اور تمام گذشتہ نوابوں کا عطر ہیں اور انھیں باتوں سے محبوب انام بن گئے اور اُن سے تعلق رکھنے والے اُنکے قدموں پر جان و مال نثار کرنے کو فخر سمجھنے لگے انھوں نے اپنے ملک کی علمی و زرعی ترقیات کے لیے کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی ہے جس سے اسکے مضبوط اساس ملک میں قائم ہو رہے ہیں اُن میں بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اسلام کی حقیقی روح رکھتے ہیں اور اسکے ہر حکم کے شیدائی ہیں۔ تمام ملک اپنے جوان بخت و بلند اقبال فرمان روا کی مستعدی و بیدار مغزی پر زبردست اعتماد رکھتا ہے۔ اور انکو ملک کا سچا ہی خواہ سمجھتا ہے۔ ہر مذہب کی رعیت کے ساتھ اُن کا سلوک قابل ستائش ہے اور حق یہ ہے کہ یہ صفت عموماً اسلامی حکومتوں کی خصوصیت رہی ہے کہ وہ اپنی رعایائے مختلف المذاہب کے ساتھ رواداری کا سلوک کرنے میں کبھی دریغ نہیں کرتیں ہندوستان کے ہر شعبۂ حیات پہ حملے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کے عہد سے شروع ہوئے تھے لہٰذا اسکے کارکنوں کی تحریریں جو قلمدان کی سیاہی سے ہندوستان کی روشنی کو تاریکی سے بدل رہی تھیں اعتبار کے قابل نہیں ہو سکتیں۔ الگزنڈر ہملٹن نے دو جلدوں میں اپنا سفرنامہ وسیع سیاحت میں کے چشم دید واقعات کا آزادانہ قلم سے لکھا ہے جو کہ زیر طبع ہوا ہے یہ شخص غیر ملک کا باشندہ تھا جس کا مذہب بھی اہل ہند کے مذاہب سے غیر تھا اور ایسا آزاد منش تھا کہ اُسنے اپنی قومی کمپنی پر سخت نکتہ چینیاں کی ہیں اور صاف الفاظ میں وہ بے عنوانیاں اور بے ایمانیاں دکھائی ہیں جو کمپنی کے کارپردازوں سے ہندوستان میں سرزد ہوتی تھیں۔

ہملٹن سندھ کے شہر ٹھٹھہ کے حالات میں جو اس وقت بہت آباد تھا اسلامی سلطنت کی رواداری کو ذیل میں لکھتا ہے سلطنت کا مسلمہ مذہب اسلام ہے لیکن اگر تعداد میں دس ہندو ہیں تو ایک مسلمان ہے ہندوؤں کے ساتھ مذہبی رواداری پورے طور سے برتی جاتی ہے پھر لکھتا ہے پارسی بھی ہیں اور وہ اپنے رسوم مذہب زردشت کے موجب ادا کرتے ہیں عیسائیوں کو پوری اجازت ہے کہ وہ اپنے گرجے بنائیں اور اپنے مذہب کی تبلیغ کریں پھر وہ شہر سورت میں پہنچکر وہاں کی حالت کا نقشہ یوں کھینچتا ہے اس شہر میں تخمیناً سو مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں لیکن کبھی کوئی سخت جھگڑا اُس کے اعتقادات اور طریقۂ عبادات کے متعلق نہیں ہوتا ہر ایک کو پورا اختیار ہے کہ جس طرح چاہے اپنے طریقے سے اپنے معبود کی پرستش کرے صرف اختلاف مذہب کی بنیاد پر کسی کو تکلیف دینا اور آزار پہنچانا اُن لوگوں میں بالکل مفقود ہے جن تواریخ میں یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہندوستان میں مسلمان بادشاہوں کا عہد حکومت ظلم و جبر اور مذہبی غیر رواداری کے واقعات کا سلسلہ تھا اُن تواریخ کے واقعات سے ہندوؤں کو یقین ہو جاتا ہے

کہ مسلمانون کے عہد مین اُن کے اسلاف پر سخت ظلم کیا گیا ہے اس وجہ سے ہندو مسلمانون سے نفاق اور اختلاف رکھتے ہین حالانکہ دراصل واقعات کچھ اور ہین۔ مسلمان بادشاہون نے ہندوؤن کے ساتھ بڑی مراعات کی تھین البتہ ملک گیری اور بات ہے ہندوؤن کے مذہب مین دخل نہین دیا ہندوؤن کو اعلےٰ مناصب دیے۔

مسلمانون نے جو مندر توڑے۔ غلام بنائے۔ خراج لیا۔ دولت لوٹی یہ اسی وقت تک تھا کہ اُنکے مخالف عرصۂ مصاف مین برسرپیکار رہے اور جب باہم میل ملاپ ہوگئے تو تمدن و تہذیب علم و فن بیع و تجارت اخلاق و سیاست کے خزانے اہل ہند کے سامنے ڈالدیے اور جو کچھ اُن کا کھویا گیا تھا صحیح معنے مین اس کا بدل پورا کردیا

انگریزون سے تعلقات پیدا ہونیکے قبل اور بعد کی حالت

اس کتاب مین یہ بھی دکھایا جائے گا کہ گذشتہ نوابون کے وقت مین پہلے ریاست کی کیا کیفیت تھی اسکے ہر صیغے کا انتظام کیسا تھا محاصل کی کیا حالت تھی امرا مین کیا اختلاف ہو رہے تھے اور ملک مین کس قدر شورش تھی اور سپاہ تنخواہ کی نایابی سے کس طرح ریاست کے ساتھ دست و گریبان تھی اور باوجود اس تباہ حالی کے مرہٹون کی محنتی اور سرفروش قومون نے ریاست حیدرآباد کو لوٹ مار سے خوان یغما بنا رکھا تھا۔ جنھون نے عالمگیر جیسے فتاح اور اسکے بیٹے شاہ عالم اور داؤد خان ناظم دکن اور امیرالامرا حسین علی خان فرخ سیر اور نظام الملک آصف جاہ اور اُنکے جانشینون کو مجبور و مقہور کرکے چوتھ اور سردیس مکھی کے عہدنامے لکھوائے۔ پھر انگریزی قہرمانی گرفت سے تمام خونی مناظر ایک دم کافور ہوگئے مرہٹون کی چوتھ سے نجات حاصل ہوئی ملک کی حالت دن بدن سُدھرنے لگی۔

(ب) اس کتاب کو پڑھنے سے یہ بات بھی روشن ہوجائے گی کہ جسقدر انگریزی کمپنی کے گورنر ہندوستان مین آتے رہے انکی منشاء کورٹ ڈائرکٹرز کی ہدایات کی بنیاد پر یہی تھی کہ ہم جب بھر زمین اپنی حکومت پر زیادہ نہ کرینگے مگر بمجبوری اپنی حفاظت اور بچاؤ کے واسطے انکو سوا سلطنت بڑھانے کے اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔

دکن مین سرکار کمپنی کے جانی دشمن ڈرو پلے۔ لالی۔ حیدرعلی۔ سلطان ٹیپو۔ پیشوا۔ مرہٹون اور پنڈارون وغیرہ سے لڑائیان ہوتی تھین اور انکے سبب سے صلحنامے اور عہدنامے لکھے جاتے تھے اور پھر عہد و پیمان کے ٹوٹنے سے تازی لڑائیان ہوتی تھین اور اُن سے برٹش انڈیا کے نقشے کا رنگ سُرخ ہوجاتا تھا جو انگریزی عملداری کا نشان ہے ان دشمنون کی فتح و شکست دونون اور ہندوستانی

رئیسون کی دوستی اور دشمنی اور قوت وضعف یہ سب سرکار انگریزی کی ترقی مرتبت اور اضافہ مدارج کی مردمان کے زینے بن گئے جس پر وہ آسانی چڑھ کر منظر سلطنت کو بڑھائی گئی۔

(ج) دولت آصفیہ کی اول سرکار کمپنی ایک مسکین پردیسی اور خراج گذار سی چنانچہ ۱۷۴۷ء میں انگریزون کے افسر بحری گریفن صاحب نے نظام الملک آصف جاہ اول کے بیٹے ناصر جنگ کو عرضی لکھی کہ ہم پر فرانسیسی بڑا ظلم وستم کرتے ہیں اور نواب کرناٹک چشم پوشی کرتا ہے حضور خیال کریں کہ کس مدت سے ہم یہاں رہتے ہیں اور ہندوستان کو کیا ساری دنیا کو سوائے نفع پہنچانے کے ہم کچھ کام نہین رکھتے ہم پر رحم فرمیے اور اس ظلم سے چھڑائیے بعد اسکے کمپنی نے نظام کو اپنا یار۔ وفادار سمجھا اور نظام کی فوج کی درستی کمپنی کے افسر کرنے لگے۔ ان سب مدارج کو طے کرکے سرکار کمپنی سلطنت تیموریہ کی جانشینی کی حیثیت اور اپنی قوت وصولت سے حیدرآباد دکن کی خود ریاست بخش بنی۔

کیا تماشا کہ پائی ہے کہ جب ریاست آصفیہ کی طرف سرکار کمپنی آنکھ۔ دوڑائی اور قدم نہیں بڑھائی تھی اور اس سے ہمیشہ مستدعی مدد تھی اور شمالی پانچ سرکارون ایلور۔ سیکاکول راجمندری مرتضے نگر (گنتور) اور مصطفے نگر (کونڈاپلی) کی بابت اسکو خراج دیتی تھی اسی کو زمانے کے انقلابات اپنے قوی ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے کس بلندی پر لے گئے اور اس معراج ترقی پر پہنچایا کہ نظام اسکے دست نگر اور فرمان بردار ہو گئے اور یہ تو ۱۸۲۹ء تک کی بات ہے کہ گورنر جنرل جو مراسلہ نظام کے نام لکھتے تو اس مین اپنے لیے نیازمند وغیرہ عقیدت وارادت کے الفاظ استعمال کرتے تھے اور نظام اپنی ذات کو گورنر جنرل کے مراسلوں میں ما دولت کے الفاظ سے تعبیر کرتے تھے۔

(د) انگریز یہاں ایک اجنبی ملک کے باشندے بن کر آئے تھے قومیت مذہب زبان غرض کوئی چیز بھی انکے اور اہل ہند کے درمیان یکسانیت پیدا اور رابطہ قائم کرنے کے لیے موجود نہ تھی لیکن انھوں نے اپنے طرز عمل سے ہندوستان والون کے دلوں میں اپنی الفت عزت۔ اور اعتبار کے جذبات پیدا کردیے اور اس میں روز افزون اضافہ ہوتا رہا۔ آج کل انکی عظمت وحشمت کا اندازہ لگانا دشوار ہے جس طرح وہ اپنے اصول حکمرانی اور صفات منصف مزاجی ومساوات پسندی کے اعتبار سے ہیچ یکتا ہیں اسی طرح رقبۂ سلطنت۔ مقبوضات کی کثرت اور آبادی وغیرہ کی حیثیت بھی انھین تمام موجودہ وسابقہ حکمران قوموں پر تفوق وترجیح دے رہی ہے۔ جن راجوں اور نوابوں کے پاس صدہا ہمراہی زرین پوشاکیں پہنے اور زرق البرق کپڑے ڈاٹے اور مسلح سپاہی آہنی خود چڑھائے تیس مارخان بنے ہوئے ساتھ موجود ہوتے ہاتھیوں اور گھوڑوں کے غول ہمراہ ہوتے وہ انگریزی سادہ وضع منتی بھر باقاعدہ سپاہ کے سامنے سرنگون ہو جاتے۔

جغرافیہ

دائرۃ المعارف مین لکھاہے کہ حیدرآباد کا ملک درمیان ۱۵ و ۱۳ ۲۱ عرض شمالی اور ۴۴ ۷۴ و ۱۳ ۸۱ طول مشرقی کے واقع ہے۔ یہ ملک جنوبی ہندوستان مین دکن کی اونچی ہموار زمین پر تکونی شکل مین واقع ہے۔ یہ ملک شمال مین خاندیس اور ملک برار سے جنوب مین دریاے تنگ بھدرا اور کشنا سے۔ مشرق مین دریاے وارشا اور گوداوری سے مغرب مین ضلع دھارواڑ۔ کلدگی۔ شولاپور اور احمدنگر سے محدود ہے۔ دکن کی اونچی ہموار زمین کی بلندی کا اوسط سطح سمندر سے ۱۲۵۰ فٹ ہے اور اسی قدر بلندی سطح زمین سے یہان کی اُن پہاڑیون کی ہے جو سب سے زیادہ اونچی ہین۔

ملک حیدرآباد دو بڑے بڑے اور تقریباً برابر حصون مین شمال و مغرب کی منارنما چٹانون اور جنوب و مشرق کی کنکر اور چونے کے پتھرون کی سرزمین سے تقسیم کیا گیا ہے جس سے یہ ملک گوداوری اور مانجرا کے دریاؤن سے مرہٹون کو جنوب کے تلنگون اور کنڑیون سے جُدا کرتا ہے۔ ویسا ہی کنکر اور چونے کی زمین کو پتھرون کے ملک سے اور اسی طرح چانول اور چشمون کی سرزمین کو گیہون اور روئی کے ملک سے جدا ہوتا ہے۔ اکثر اس ملک کا ریگستان ہے خاصکر اطراف حیدرآباد کی زمین سرخ ریگ دار ہے۔ سبزی صحرامین راستون کی سرخی کی بہار رہتی ہے۔

ریاست حیدرآباد سیاہی مائل بھورے پتھر اور بھربھرے پتھر اور چونے کی زمین کا علاقہ کہلاتا ہے بعض حصے بہت زرخیز ہین۔ مرآت آفتاب نما مین لکھا ہے کہ ملک حیدرآباد دوسری اقلیم مین واقع ہے بعض نے پہلی اقلیم مین بتایا ہے۔

مخصوص پانی کا بہاؤ شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف ہے اس جانب کو ملک کا ڈھال اورنگ آباد کے قریب دو ہزار فٹ سے لیکر رائے چور کے قریب ۱۲۰۰ فٹ اور کرنول کے قریب ۹۰۰ فٹ تک ہوجاتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے چشمون کے لیے پانی کے منابع کا سلسلہ بھی خاص خاص دریاؤن کے وادیون کو علیحدہ کرتے ہوے اس سمت کو جاری ہے۔

کارآمد معدنیات

قلمرو نظام کا بہت بڑا حصہ چمکدار چٹانون سے ڈھکا ہوا ہے اس لیے اقسام کے معدنیات بعض بہت اور بعض کم مقدار مین دستیاب ہوتے ہین۔ قدیم زمانے مین سواے الماس۔ سونا۔ لوہا اور عمارت کے پتھرون کے کسی اور دھات کی طرف خیال رجوع ہوا ہوا ایسا نہین پایا جاتا دریاے کشنا کی طرف پرتیال کے قریب الماس کھود کے نکالے جاتے تھے۔ کرنول کی کانون کے سبب سے

یہ ملک دنیا بھر کی تواریخ مین مشہور ہوا۔ مساکن فلسفی مین لکھا ہے کہ راول کندا ایک شہر ہے ۱۲
میل جنوبی عربی جانب گولکنڈے سے اس کے پاس ہیرے کی کان ہے جس کا ہیرا تمام کانون کے
ہیروں سے آب وتاب مین فایق ہے۔ پرتیال مین الماس رکھنے والا طبقہ دس یا بارہ انچ سے لیکر
اٹھارہ انچ تک ہے اسکو چودہ سے اٹھارہ فٹ کے دل والی سیاہ مٹی ڈھلکے ہوئے ہے ۱۲۴۸ھ
مین ایک الماس کا ٹکڑا ناتراشیدہ پانچ تولہ آٹھ ماشہ کا قصبہ جبٹ پول سے ہاتھ آکر نظام کے حوالے
مین۔ داخل ہوا۔ جوہریان بلدہ وبیگم بازار ٹکسال وغیرہ نے اسے دیکھکر ایسا عرض کیا کہ اگر پچاس ہزار
روپیے مزدوری کے مرمت ہون تو ہم سات تختیان ایسی تیار کرکے مدد کریں کہ اسکے آگے کوہ طور
بے طور اور راجہ پیر معلوم ہو مگر انکی عرض پر التفات ہوا یہ عہد حکومت نواب فریدہ علی خان کا تھا۔
ہر ایک طالب علم جس کو تاریخ کا شوق ہے جانتا ہے کہ گولکنڈہ ہیرے کی کان کا مرکز ہونیکی
وجہ سے تمام دنیا میں مشہور و معروف تھا۔ سوماہٹی تعلقہ مین ملتا ہے۔ عمدہ قسم کے لوہے کی
دھات جس میں سرخ اور مقناطیسی دھات ہوتی ہے یہ ملک کے بہت سے وسیع حصوں مین واقع
ہے۔ علاوہ مقناطیسی کچی دھات کے ایک قسم کی کچی دھات میدک اور الگنڈال سرکار مین پائی گئی
ہے عمدہ ترین فولاد کی ساخت میں جو دھات مستعمل ہے وہ مقناطیسی ریت اور لیٹرائٹ سے ملی
ہوئی ایک مٹی والی کچی دھات کی تھیل ہے اور مقدار میں ۲ سے ۲ حصہ تک رہتی ہے۔
کچے لوہے کی کانیں گلبرگہ۔ ورنگل۔ عادل آباد اور کریم نگر مین ہیں یہ اکثر شہروں میں پھیلا پایا جاتا ہے
اسکے نکالنے کے لیے زمین میں گڑھے کھودے جاتے ہین بعض مقامات میں نالوں کی تھاہ میں سے
نکلتا ہے۔ رتیلے ملکوں مین اسکے گول ٹکڑے اقسام کی جسامت کے سطح کے اوپر ہی پائے جاتے ہیں
سرخ اور مقناطیسی کچی دھاتیں سنگاریںی اور کوئلے کی کانون کے قرب وجوار مین موجود ہیں اور
بلنڈو کے ہمسایہ مین چونے کے پتھرون کے بڑے بڑے جمے ہوئے طبقے موجود ہین۔ میں اور
بسالٹ اور شاہ آباد کا پتھر قدیم زمانے سے مذہبی اور دنیاوی امور کی عمارتوں کے لیے بہت کچھ
کام مین لایا جاتا تھا اور اس کا واضح ثبوت شکستہ مندرون۔ مسجدوں اور مقبرون سے کہ ملک بھر
مین پھیلے ہوئے ہین بخوبی مل سکتا ہے۔ گولکنڈہ مین قبرون کے اوپر کا پتھر پالش کیے ہوئے بسالٹ
کا ہے اور ویسے ہی ہنمکنڈہ کے ہزار ستونی مندر کے ستونوں کا پتھر ہے جو پتھر مکہ مسجد میں کام
آیا ہے سو عمدہ صاف کیے ہوئے میں کا ہے اور یہی ناصاف کردہ پتھر قلعہ گولکنڈہ کی دیوارون
کے لیے کام میں لیا گیا ہے۔
سیلو کا پتھر جو سیمنٹ بنانے کے کام آتا ہے بکثرت ملتا ہے۔ گرانائٹ پیسل بنانے کے کام آتا ہے
تانبے کی کان چترلا مین پائی جاتی ہے ابرک کی کانین بھی ہیں۔ پٹاس اور سپید کھریا اور گیرو بھی

موجود ہین۔ سنگار بنی کوئلے کا معدن ہے۔ یہ کوئلے کا طبقہ وادی گوداوری مین جو بڑے کوئلے کے خانے جمع ہوے ہین اُن مین ایک اوپری طبقہ ہے اور ۲۶ میل مربع کی سطح رکھتا ہے۔
ممالک محروسۂ حیدرآباد مین زرخیز چٹانون کی کل سطح ۱۲۳۸ میل مربع ہے۔

پہاڑی سلسلے

قابل ذکر پہاڑی سلسلے جن کو فارسی اور اُردو کی تاریخون مین کتل کے نام سے ذکر کرتے ہین یہ ہین۔

(۱) سلسلۂ بالاگھاٹ یہ تعلقہ بلولی سے شروع ہوکر ضلع ناندیڑ اور ضلع پربھنی مین سے گذر کر تعلقۂ آشٹی مین جاکر ختم ہوا ہے ریاست کے اندر اسکی لمبائی دوسو میل اور چوڑائی تقریبًا ساڑھے چار میل ہے۔ اسکی اور چند شاخین بھی ہین۔

(۲) سیہادری پربت نرمل ضلع عادل آباد سے شروع ہوکر ریاست کے شمالی حصے کے ساتھ ساتھ پربھنی اور اجنٹا جا پہنچتا ہے جہان اس کا نام اجنٹا کی پہاڑیان ہین اور اسی جگہ اجنٹا کے مشہور غار ہین ریاست کے اندر اسکی لمبائی ڈھائی سو میل ہے اس کا تقریبًا سو میل حصہ اجنٹا کی پہاڑیان کہلاتا ہے۔

(۳) جالنہ کی پہاڑیون کا سلسلہ دولت آباد سے شروع ہوکر جالنہ پہنچتا ہے وہان سے علاقہ برار مین داخل ہوجاتا ہے اس کی لمبائی ریاست مین ایک سو بیس میل ہے۔

بعض اور بھی چھوٹی چھوٹی پہاڑیان ہین جن کی لمبائی زیادہ سے زیادہ پچاس میل ہوگی لیکن وہ اس وجہ سے قابل ذکر ہین کہ ان مین سے بہت سی چھوٹی چھوٹی ندیان نکلتی ہین مثلاً ڈھنگر کا سلسلہ (ضلع بیر اسکھی) گنڈر کا سلسلہ (ضلع کریم نگر) سرنالی کا سلسلہ (ضلع عادل آباد)

حیدرآباد مین کوئی پہاڑی سلسلہ تفریح بخش نہین

گو حیدرآباد کے ملک مین دس پہاڑیان ہین جو اطراف کے ملک سے پانسو فٹ بلند ہین اور انکی بلندی کا اوسط تین سو فٹ ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ملک بھر مین کوئی ایسی پہاڑ ہی نہین جو روساء حیدرآباد اور باشندگان ملک کے لیے موسم گرما مین مقام تفریح ہوسکے۔ برخلاف اسکے ملک کشمیر کے پہاڑون مین اعلے درجے کے میوون اور پھولون کی کثرت ہے آب و ہوا نہایت خوشگوار ہے جس سے خوشرو انسان پیدا ہوتے ہین اور اس مین ایسے کثیر مواقع ہین جو گرمی مین رہنے کے لیے بہشت برین کا سا لطف رکھتے ہین۔ کشمیر اپنی فرحت بخش آب و ہوا کے لیے نہ صرف ہندوستان

بلکہ دنیا بھر میں جنت نظیر کے نام سے مشہور ہے اور ہر شخص کے دل میں قدرتاً اُسکے دیکھنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے چنانچہ ہر سال ہزاروں ہندوستانی اور یورپین سیاح وہاں جاتے ہیں۔ شاہان تیموریہ کا ایک شاعر (عرفی) کیا خوب کہتا ہے۔

ہر سوختہ جانے کہ بہ کشمیر در آید گر مرغ کباب ست کہ با بال و پر آید

آثار قدیمہ

ریاست حیدرآباد میں پرانے آثار بہت زیادہ ہیں جن میں بدھوں۔ جینیوں اور دوسرے مذہب کے ہندوؤں کے مندر۔ مسلمانوں کے مقبرے۔ اور عیسائیوں کی خانقاہیں شامل ہیں ان تمام مقامات کی تعداد ۱۱۶ ہے ان میں ایلورا اور اجنٹا کے غار۔ ہانگل۔ پالم پیٹھ۔ مہادیو اور وشنو کے مندر جامع مسجد گلبرگہ۔ چاند مینار دولت آباد۔ چار مینار حیدرآباد۔ مکہ مسجد حیدرآباد کالی مسجد جالنہ۔ مقابر شاہی گولکنڈہ وغیرہ ہیں۔

دکن میں یوں تو کئی ایک علاقے ہیں لیکن آثار و عمارات اور تاریخی حیثیت سے اورنگ آباد کو جو خاص امتیاز حاصل ہے وہ آج ہندوستان کی کسی سرزمین کو نصیب نہیں ہو سکتا چنانچہ ان میں سے ایلورا کے غار۔ رابعہ دورانی کا مقبرہ۔ مسجد شائستہ خان۔ توپ قلعہ شکن جسے مینڈھا توپ بھی کہتے ہیں۔ چینی محل۔ مزار اورنگ زیب۔ رنگیم باولی۔ حوض قتلغ۔ معم اع۔ اور اہلیا بائی کا مندر محکمہ آثار قدیمہ ۱۹۱۴ء میں قائم ہوا تھا۔ اسنے بہت سی پرانی عمارتوں کو مخصوص کیا اجنٹا کے غاروں کی درستی کے لیے ایک خاص افسر مقرر کیا گیا غاروں کی تصاویر لی گئیں۔ اس محکمے نے بہت سی کتابیں شایع کیں۔ بعض حصوں میں قدیم اشیاء کی کھدائی کا کام بھی شروع ہوا۔

اب ہم بعض چیزوں کا کچھ ذکر کرتے ہیں۔

(۱) قصبہ ایلورا کے بیچا بیچ غار اورنگ آباد کے شمال و مغرب میں کوئی چودہ میل کے فاصلے پر واقع ہیں جس پہاڑی پر یہ غار ہیں اُسکی شکل ہلالی ہے یہ غار بدھ کی پرستش کے واسطے دولت مند اور مالدار راجوں کے کھدوائے ہوئے ہیں جو کہ بدھ مذہب کو مانتے تھے۔ پہاڑ کے چٹاں کھودے گئے اور مندر بنائے گئے اور ان راجوں نے جو بدھ کو مانتے تھے بدھ کی صورت کمرکوہ پر کندہ کرائی تھی جبکہ وشنو اور شیو کے مذہب نے بدھ کے مذہب پر غلبہ پایا اور بدھ کے پیرو ہندوستان سے خارج ہوئے تب یہ مندر برہمنوں کی پرستش کے لیے مخصوص ہوئے اور اس سبب سے دیکھا جاتا ہے کہ جان کے دیوتا وغیرہ کی صورتیں بدھ کی مورتوں کے پاس ہی بنی ہوئی ہیں جن شخصوں نے ان مندروں کو غور سے دیکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ دیوتاؤں کی صورتیں بدھ کی مورتوں کی بنسبت بہت بعد سے کندہ ہوئی معلوم ہوتی ہیں جس سے دریافت ہوتا ہے کہ وہ بدھ کی صورتوں سے

پیچھے بنی ہین جس وقت کہ سنگ تراشی کا فن کمال کو پہنچا تھا۔ بُدھ والے پہاڑون کو کاٹ کر مندر بنانے کا بہت شوق رکھتے تھے۔ ایلورا غار تقریبًا ایک عمودی پہاڑ کے ڈھالوان پر بنے ہین زمین کی اس طرح ساخت کی وجہ سے تقریبًا تمام غارون کے سامنے صحن ہین اور علاوہ اسکے چٹان کے باہر اکثر غارون کی دیوا بھی ہے اور دروازے بھی لیکن باوجود اسکے وہ باہر سے بالکل نظر نہین آتے اور جب تک لوگون کو ان کی کیفیت سے آگاہی نہو وہان سے گذرتے ہوے ان کا خیال بھی نہین آتا۔ تمدن ہند مین لکھا ہے کہ ایلورا کے بعض مندر میدان مین واقع ہوے ہین لیکن زیادہ تر زیر زمین ہین اور پہاڑ کو کھود کر بنائے گئے ہین ان مین کئی درجے ہین جو نہایت ہی موٹے اور عمدہ ترشے ہوے ستونون پر قائم ہین ایلورا مین سب سے شاندار مندر اندرا اور کیلاس ہین۔ ایسا قیاس کیا گیا ہے کہ ایلورا کے غار اور مورتین حضرت علیٰؑ سے پانسو برس پہلے کی بنی ہوئی ہین۔

(۲) ایلورا کے غارون کے بالکل قریب ایک تعلقہ آباد ہے اس مین ایک مندر نہایت خوبصورت سنگ سُرخ مین تراشا ہوا ہے۔ اس مندر کی صناعی قابل دید ہے جسکو رانی اہلیا بائی اندور نے بنوایا تھا۔ یہ مندر زمانہ حال کی عمارات مین ایک اعجوبۂ روزگار خیال کیا جاتا ہے کیونکہ یہ ہندو طرز تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔ مندر جس چبوتر پر بنایا گیا ہے اس کا دور ۸۳ × ۶۲ فٹ اور منڈپ سبھا کا ۲۷ فٹ ہے اس مندر مین نہایت خوبصورت مورتین کندہ ہین جو تناسب اعضا کے لحاظ سے بڑی موزونیت رکھتی ہین اسکے ستون بھی نہایت خوبصورت ہین بیرونی حصہ بھی خاص طرز پر تعمیر کیا گیا ہے جسکی دلفریبی اور نقاشی اگلے مصورون کی موشگافی کی رہین منت ہے۔

(۳) رابعہ دورانی کا مقبرہ جنھون نے تاج گنج کا مقبرہ دیکھا ہے وہ آسانی سے اس عمارت کا تصور کر سکتے ہین یہ مقبرہ شاہزادہ اعظم شاہ نے اپنی والدہ رابعہ دورانی بیگم محل اورنگ زیب کی یادگار مین بنوایا تھا۔ اس عمارت پر چھ لاکھ ۶۸ ہزار دوسو تین روپیہ سات آنہ لاگت آئی ہے۔ گو یہ عمارت تاج گنج کے مقبرے کی طرح شاندار نہین ہے تاہم نہایت خوبصورت اور سڈول بنی ہوئی ہے احاطے کی دیوار مین باہر کے رخ پر محرابین ہین اور جابجا برجیان اور چھوٹے چھوٹے منارے قرینے سے بنے ہوے ہین جنوبی دیوار مین ایک خوبصورت دروازہ ہے جسکے کواڑون پر پیتل کی پلیٹین چڑھی ہوئی ہین تین جانب وسیع بارہ دریان ہین جن سے مقبرے تک نقشین پتھرون کی چوڑی چوڑی سڑکین گئی ہین مقبرہ ۲۵ ۷ فٹ مربع مرتفع سنگ سرخ کے چبوترے پر بنا ہوا ہے۔ عمارت مثمن شکل کی ہے جسکے زاویے پر منارے ہین اور ہر منارہ پر دو دو گیلریان ایک وسط مین اور دوسری سرے پر بنی ہوئی ہین ان گیلریون کے اوپر برجیان ہین جن پر کلس چڑھے ہوے ہین۔ عمارت کے بیچون بیچ شاندار سنگ مرمر کا گنبد ہے جسکے نیچے نہایت خوشنما جالی کے اندر بادشاہ بیگم کا

سنگ مرمر کا مزار ہے۔ جنوب مشرقی گوشے کے دروازے مین محراب اور ستونون پر بے نظیر پھول پتیون کا کام بنا ہوا ہے اور مقبرے کے چارون طرف جو گیلری ہے اسکی تین کھڑکیون مین سنگ مرمر کی جالیون اور گل کاری کا کام بالکل تاج گنج کی طرح نفیس اور نازک ہے مقبرے کا فرش سنگ مرمر کا ہے نیچے کے حصے مین بھی اکثر جگہ سنگ مرمر سے کام لیا ہے استرکاری موتی کے چونے سے کی گئی ہے لیکن فرش پر تاج گنج کی طرح پچے کاری کا کام نہین ہے بلکہ اسکے بجاے پھول پتیان اور طرح طرح کی گل کاری کر دی ہے

(۴) ہنم کنڈہ مین ایک مندر ہے جسکے ہزار ستون ہین اس مندر کی عجیب وغریب صناعی ہے اگر کوئی یونان پرست اسکو دیکھ لے تو اسکی حیرانی کی کوئی انتہا نہ ہے سنگ خارا کو موم بنانے کے مقابلہ مین مرمر تراشی ایک ادنے درجے کی چیز رہ جاتی ہے۔ اکرو پولس کے مندر کی داستانین چلی آتی ہین وہان کی محیر العقول سنگ تراشی کے افسانون سے کتابین بھری پڑی ہین لیکن کوئی انصاف کی نظر سے اس مندر کے اندرونی دروازے کی چوکھٹ کو بھی دیکھ لے تو اسکو اپنی راے کی بے اعتدالی معلوم ہوجاے گی۔ دس دس بارہ بارہ انچون کے مربعون مین مختلف قسم کے ارباب رقص ونشاط کی سنگ ابھاری تصویرین نوک پلکون کی خوبی تناسب کا انتظام اور سب سے بڑی چیز باریک سے باریک نشیب وفراز کی رعایت عجیب ہے اس چوکھٹ مین کوئی ستار چھیڑ رہا ہے کوئی ڈھول لیے ہوے کھڑا ہے کسی کے ہاتھ مین چنگ ورباب ہے سب کے سب خدا کے بھجن مین مصروف ہین۔ چھوٹی سی زمین مین اس بلا کی صفائی اور نزاکت پیدا کرنا انھین کا حق تھا یہ تو باریک کام تھا بڑے پیمانے کا کام بھی عجیب وغریب ہے۔

(۵) قلعہ ورنگل کے بے شمار حسن کے ذرون مین سے جو مختلف مندرون مین بکھرے پڑے ہین ہم یہان صرف ایک چیز کا ذکر کرینگے۔ راج محل کے مشہور سنگی دروازے کے قریب ہی ایک مندر ہے جسکے صحن مین ایک چورخہ مورتی گڑی ہوئی ہے اس سہ پارہ کی لطافت کو الفاظ بمشکل ادا کر سکتے ہین چار انسانی شکلین ایک گول سیاہ پتھر کے استوانے مین ابھری ہوئی ہین چہرے اس قدرتی خوبی سے بناے گئے ہین کہ دیکھتے ہی کسی پرشوکت راجہ کا تخیل چشم بصیرت کے آگے پھر جاتا سر پر جو تاج ہین اسقدر الگ الگ ہین کہ سیاہ رنگ مین بھی انکی گوناگونی جھلکی پڑتی ہے۔

(۶) دولت آباد کا چاند منار بہمنی خاندان کی یادگار ہے دہلی کے قطب منار کے دو برس بعد علاء الدین بہمنی ۱۴۳۵ء مین تعمیر ہوا ہے اس کی وضع بتاتی ہے کہ یہ کسی ایرانی صاحب کمال کے ذوق صحیح کا نمونہ ہے۔ منار کی بالائی برجی ایرانی منارون سے بہت ملتی جلتی ہے اور اسکی ہر ہر منزل پر چھجے اور کٹہرے ہین ان کا پھیلاو بھی شمالی ہند کے منارون سے نہین ملتا۔ منار کا طول سو فٹ ہے اور اس مین تین منزلین ہین بالائی منزل کا دور نچلی منزل سے کم ہے اور مزید استحکام

کے لیے اسکے گرد پندرہ فٹ اونچا چبوترہ بنایا گیا ہے۔ اس منار کو دیکھیے تو قطب صاحب کی لاٹ
کی کیفیت نظر آتی ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ وہ بہت بڑے پیمانے پر ہے اور شکوہ و شوکت کا
حامل۔ یہ نزاکت اور سلیقے کا نمونہ ہے۔ تعمیر کے اعتبار سے یہ قطب منار کے استحکام اور خوبی کو نہین
پہنچ سکتا ہے۔ اور نہ اسکے عرض و طول مین وہ تناسب رکھا گیا ہے جو قطب منار مین پایا جاتا ہے

(۷) گلبرگہ کی سب چیزون سے دلکش چیز مسجد گلبرگہ ہے جو محمد شاہ اول بہمنی کے عہد حکومت کی تعمیر ہے
یہ مسجد قرطبہ یا دمشق کی تقلید مین نہین ہے بلکہ اپنی نظیر آپ ہے اس مسجد مین دو چیزین بہت نمایان ہین
ایک اسکے صحن کا نہونا دوسرے اسکے چھت کی ساخت۔ ترکون کو قبے بنانے کا عشق تھا۔ قبے کا آغاز
اور عروج دونون یون تو مسلمانون کے ممنون ہین لیکن اسکی تکمیل کا سہرا ان ہی ترکون کے
سر رہا۔ بیجاپور کا بولی گنبد اس کا ایک لاثانی نمونہ ہے کوئی شخص اگر اس مسجد کی چھت پر چڑھ کر
دیکھے تو اسکو نظر آئے گا کہ سجدہ گاہ کا قبہ سب سے بڑا ہے اور باقی تمام چھت چھوٹے چھوٹے قبون کو
ملا کر بنائی گئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے چھوٹے چھوٹے موتیون کی لڑی کے بیچ مین ایک
ورشا ہوا رہا ہے۔ اس مسجد کی کمانین سب کی سب نکیلی ہین جو دکن مین زیادہ تر مرغوب اور رائج ہین
دروازے دو ہین ایک شمال رویہ دوسرا جنوب رویہ۔ مسجد کی وسعت کا اس سے اندازہ ہو سکتا
ہے کہ اس مین چھ ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے ہین۔ اس مسجد کے متعلق صاحب واقعات بیجاپور نے
مختلف روایتین لکھی ہین اول یہ کہ یہ عمارت راجگان گلبرگہ کا دربار رہا تھا دوسرے یہ کہ یہ
چینیون کا بہت بڑا مندر تھا۔ دوسری روایت انکے نزدیک زیادہ مستند ہے اس لیے کہ
سنہ ۱۳۱۴ھ ہجری مین جب عماد جنگ بہادر صوبہ دار گلبرگہ نے بصرف ۳۴ ہزار روپیہ اس مسجد
کی مرمت کرائی تو بعض بعض جگہ جہان کا پلاستر گر گیا تھا دیوار پر مورتون کی تصویرین موجود تھین۔

(۸) بیدر مین کئی چیزین قابل دید ہین۔ احمد شاہ کا گنبد اور شہ نشین کی گلکاری۔ علاء الدین کا گنبد
اور مدرسہ کی تزئینی چینی کاری اور علی برید کے گنبد کا کام۔ مدرسہ اسکے بانیون کے ذوق علم کی
بہترین یادگار ہے۔ اسکی تمام عمارتون مین گنبدون اور کمانون کا استعمال اس بہتات سے کیا گیا ہے
کہ اور دوسری چیز مشکل سے نظر آتی ہے۔ اسکی ایک بقیہ کمان چاند منار کی یاد تازہ کرتی ہے
لیکن اپنے حسن اور تناسب مین اس کا مقابلہ نہین کر سکتی احمد شاہ کے گنبد کی رنگ کاری ہندوستان
کے قالین بافون اور رنگ کارون کے لیے اب بھی ایک انمول چیز ہے۔ شکر اللہ قزوینی نے
جو اس تمام گنبد کے کام کا اصلی حسن کا ہے تمام ایرانی رنگ کاری کے اعلے نمونون کو یکجا
کر دیا ہے۔ علی برید کا گنبد گو زوال کی یادگار ہے لیکن اس قدر بلند عمارت کا تناسب دیکھکر
عجیب لطف نظر پیدا ہوتا ہے۔ سامنے کھڑے ہو جائیے تو آپ پر اسکی وسعت اور بلندی کی

ہیبت طاری نہیں ہو سکتی۔ اندر کی گلکاری کا کیا کہنا لیکن یہاں جو چیز ہماری نظر میں عجیب معلوم ہوتی ہے وہ عطار کی رباعیاں ہیں ان کو ترسیمی شکل میں منقسم کر کے لکھا گیا ہے نستعلیق کو ترسیم میں منتقل کرنے کی یہ شاید پہلی کوشش ہے۔

(۹) دکن کی گولکنڈے کی چھوٹی سی قطب شاہی ریاست نے جو انمول آثار اپنے بعد قلعہ گولکنڈہ اور حیدرآباد میں چھوڑے ہیں وہ یقیناً حیرت انگیز ہیں چار مینار اور مکہ مسجد اپنی خوبی کی وجہ سے مشہور ہیں۔ مسجدوں کی بہتات میں سوائے قاہرہ کے بہت کم شہر حیدرآباد کا مقابلہ کر سکیں گے۔ شاہی محل سے لیکر گولکنڈے تک چلے جائیے مسجدوں کی دو قطاریں نظر کے سامنے رہتی ہیں اسی سلسلۂ مسجد کی درمیانی کڑی ٹولی مسجد ہے اس چھوٹی سی یادگار میں اس کے سیاہ پتھر کے کام بڑے ہی دلکش ہیں اور اس کی انوکھی دوہری کمانیں دونوں طرف دو چھوٹے چھوٹے پتھر کے مینار نہایت خوش ترین۔ اور اس کی چھت کے قریب سیاہ پتھر کی موتی چور کی تحریر ایک جدت ہے مجموعی حیثیت سے یہ عمارت گویا ایک چھوٹی سی آیت ہے اس مسجد کو عبداللہ قطب شاہ کے درباری امیر اور جنرل موسیٰ خان نے بنایا ہے گلزار آصفیہ کے مصنف نے اس مسجد کے متعلق لکھا ہے کہ جب موسیٰ خان مکہ مسجد کی تعمیر کا نگران مقرر ہوا تو اسکو فی روپیہ ایک پائی لینے کی اجازت بھی دی گئی تھی اور اسے انہیں جمع شدہ پائیوں سے یہ مسجد بنائی۔

(۱۰) حیدرآباد کی چار مینار کی عمارت بھی بڑی نامی ہے جس کو محمد قلی قطب شاہ نے جو شہر حیدرآباد کا بانی ہے بنوایا ہے یہ عمارت چونے اور پتھر سے بنوائی گئی ہے اسکے بنانے کی وجہ یہ ہے کہ غرۂ محرم سلسلہ ہجری روز پنجشنبہ کو کسی شخص نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کا تعزیہ شہر میں کھڑا کیا چونکہ ان دنوں وبا کا غلبہ تھا اسی عرصے میں اس کا سلسلہ موقوف ہو گیا تو لوگ یہ سمجھے کہ اس تعزیے کی یہ برکت ہے پس ایک عمارت اسی وضع کی سنگ بست بہت بلند تیار کرائی تاکہ دور سے چاروں طرف دکھلائی دے اور کوئی بلا اس طرف رجوع نہ کرے ارتفاع اس کا ۴۶ گز ہے اسکے چاروں کونے نہایت صحیح پیمائش سے نکالے گئے ہیں ہر کونے کا طول ساٹھ فٹ اور عرض ۴۲ فٹ ہے ہر کمان کا رخ ایک شاہ راہ کی طرف ہے انکے اوپر ایک اور منزل ہے جس تک پہنچنے کے لیے ایک زینہ بنا دیا گیا ہے اور دوسری منزل کے چاروں کونوں پر چار مینار بنائے گئے ہیں جن کی بلندی ۸۰ فٹ ہے اور پھر ہر مینار میں چار منزلیں بنائی گئی ہیں زمین سے ان میناروں کی بلندی ۱۶۰ فٹ ہے دیواروں کمانوں۔ چھت اور میناروں پر بیچ میں قسم قسم کے بیل بوٹے سے ہر میں اور ہر جگہ آرائش کی افراط نظر آتی ہے جو ہندو طرز تعمیر کی امتیازی خصوصیت ہے۔ ساری عمارت ہندو اور اسلامی مخلوط طرز تعمیر کا اچھا نمونہ ہے۔ قطب شاہیوں کے زمانے میں پہلے جسے میں مدینہ تھا

اوپر کی منزل پر طلبا کے لیے مسجد بنائی ہے یہین پانی کا خزانہ بھی ہے جس مین جل پلی کے تالاب سے پانی چڑھایا جاتا تھا اور سارے شہر مین تقسیم ہوا کرتا تھا۔ اس عمارت کی تعمیر پر دو لاکھ ہن[ل] یا نو لاکھ روپے صرف ہوے ہین۔ قطب شاہیون کے زوال کے بعد بہادر خان کے زمانے مین جو مغلون کی طرف سے یہان کا صوبہ دار تھا جنوب مغربی منار بجلی کے صدمے سے گر پڑا اسکی از سر نو تعمیر مین ساٹھ ہزار روپے صرف ہوے اور آصف جاہ ثالث کے زمانے مین ایک لاکھ کے صرف سے پوری عمارت کی استرکاری ہوئی۔ ویسرائے لارڈ ڈفرن کی آمد کے موقع پر ۱۸۸۶ء مین اسکے گرد لوہے کا کٹہرا بنا اور ۱۸۸۹ء مین دوسری منزل پر چارون کمانون کے اوپر ایک ایک گھنٹہ نصب کیا گیا۔ اب خاص خاص موقعون پر پوری عمارت بجلی کے قمقمون اور مصنوعی چاند تارون سے سجائی جاتی ہے جس سے رات کے وقت عجیب خوشنما منظر ہوتا ہے۔

(۱۰) حیدرآباد کی مکہ مسجد بھی نامی عمارات مین سے ہے اس مسجد کے متعلق ایک دلچسپ روایت مشہور ہے کہ سلطان محمد قطب شاہ نے اس کا بنیادی پتھر رکھتے وقت دکن کے مشہور عابدون اور زاہدون کو بلوایا اور اُن سے کہا کہ تم مین سے وہ شخص اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھے جسنے ایک وقت کی نماز بھی قضا نہ کی ہو لیکن جب اُن مین سے کوئی آگے نہ بڑھا تو خود سلطان نے یہ کہکر سنگ بنیاد رکھا کہ مین نے بارہ برس کی عمر سے ابتک تہجد بھی ناغہ نہین کی ہے یہ حیدرآباد کی سب سے زیادہ وسیع اور شاندار مسجد ہے اس مین دس ہزار آدمی نماز ادا کر سکتے ہین۔ عمارت کا طول ۲۲۵ فٹ ہے عرض ۱۸۰ فٹ اور بلندی ۷۵ فٹ ہے باہر چبوترہ عمودی شکل کا ہے اور ہر طرف ۳۳۰ فٹ طویل ہے۔ اس چبوترے کے پاس وضو کے لیے ایک بڑا حوض ہے جس کے سرے پر دو آٹھ آٹھ فٹ چوڑی پتھر کی سلین چبوترہ نما رکھی ہین انکے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ موضع میسرم کے کسی مندر سے لائی گئی ہین اس مسجد کے تین ہال ہین اور ہر ہال مین ۱۵ کمانین ہین عمارت کے اوپر شمال اور جنوب مین دو بڑی بڑی گنبدین ہین کمانون اور نمازگاہ کی جالیان نہایت نفاست سے ایک پتھر مین بنائی گئی ہین مسجد سے ملحق ایک چھوٹا سا حجرہ ہے جس مین موے مبارک اور دوسرے تبرکات محفوظ ہین سلطان قطب شاہ نے اس مسجد کا تاریخی نام **بیت العتیق** ۲۴ سنہ ہجری رکھا تھا مگر اورنگ زیب کی تسخیر کے بعد اس کا نام مکہ مسجد مشہور ہو گیا اور وہی ابتک قائم ہے اس مسجد کی تعمیر پر خرچ کا جو اندازہ کیا گیا ہے وہ تیس لاکھ ہن یا ایک کروڑ تیس لاکھ روپیہ ہے مسجد کے چبوترے سے ملے ہوے جانب جنوب آصف جاہی مزارات ہین

ل ہن ایک قسم کا سونے کا سکہ یعنی اشرفی تھی جسکی قیمت یہان سے للعہ معلوم ہوتی ہے اور سلطان ٹیپو کی تاریخ مین عہ۴ قیمت لکھی ہے وہ اس کا خاص سکہ تھا ۱۲

ان پر چھ سنگ مرمر کی جالیاں تھیں جو چبوترہ بڑھاتے وقت ہٹا دی گئیں لیکن وہ حصہ قبرستان کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے۔

(۱۱) گوشہ محل۔ یہ محل عبداللہ قطب شاہ کے زمانے مین سنہ ہجری مطابق سنہ ۱۶ء سے بننا شروع ہوا اور ابوالحسن تانا شاہ نے سنہ ہجری مطابق سنہ ۱۶ء میں اسکی تکمیل کی اس محل مین اس وقت ایک ہزار ہال تھے اور اسکی تیاری مین ۳ لاکھ ۴ ہزار روپیہ صرف ہوا تھا لیکن اب امتداد زمانہ کے باعث صرف چند ہال اور مکان باقی رہ گئے ہین جو فوج کے کام مین لائے جاتے ہین اس عمارت کے سامنے اس وقت بھی بہت وسیع حوض باقی ہے جسکے دیکھنے سے کسی قدر اندازہ ہوسکتا ہے کہ یہ محل پہلے کسقدر عظیم الشان رہا ہوگا۔

گولکنڈے کے آخری محاصرے کے موقع پر شاہزادہ شاہ عالم بن عالمگیر یہاں مقیم تھا اور یہ محل شاہی محلات کے استعمال میں رہا تھا اس لیے اس کا نام گوشہ محل (پردہ محل) مشہور ہوگیا اور یہ بھی مشہور ہے کہ اس محل سے قلعہ گولکنڈہ تک ایک زمین دوز راستہ بنایا گیا تھا جو اب بند کر دیا گیا ہے۔ صاحب تاریخ طرہ اسی محل کے متعلق لکھتا ہے کہ تانا شاہ نے گوشہ نامی ایک موضع میں ایک عظیم الشان محل بنوایا ہے جس کا رقبہ ۳۱۵ مربع فٹ ہے اور اسکی بلندی ۷۵ فٹ ہے اس محل کے سامنے ایک وسیع حوض بھی بنوایا ہے جس کا طول ۱۳۶۵ فٹ اور عرض ۱۲۴ فٹ اور عمق ۱۲ فٹ ہے اس حوض میں پانی حسین ساگر سے لایا جاتا ہے۔

حیدرآباد کی متبرک چیزین

نعل صاحب

رشیدالدین خانی مین لکھا ہے کہ نعل صاحب کی حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت کا خود میدان کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر پر تھا لڑائی کے وقت اسکی بیچ کا ٹکڑا کہ جسکو نعل کہتے ہین گر پڑا تھا۔ عرصے کے بعد کسی نے اسکو پالیا اور رفتہ رفتہ عادل شاہیوں کے عہد مین دست بدست بیجاپور آیا سلطان وقت نے اُسے خرید کے چاندی کے تعویذ میں رکھ کر اور اس پر صندل لگا کر لفظ اللہ کی صورت پر علم بنوا کر ہمیشہ عشرۂ محرم مین استادہ کرکے رسم تعزیت ادا کرتا تھا جب وہ سلطنت تباہ ہوگئی اور علم مذکور حیدرآباد مین آیا تو دہلی دروازے کے متصل اسکو کھڑا کرکے خاص و عام آکر عود جلانے اور پھول چڑھانے اور امام حسینؑ کی فاتحہ پڑھنے لگے اور اب تک یہ رسم جاری ہے شب عاشورہ کو اسکو نکالتے ہیں۔

اور مجھے ایسا تحقیق کو پہنچاہے کہ یہ ایک گھوڑے کا نعل ہے جسکی نسبت مشہور ہے کہ حضرت امام حسین کے گھوڑے کا نعل ہے یہ نعل قطب شاہیون کے زمانے مین اسوقت کے بادشاہ نے ایک سوداگر سے تبرک سمجھکر خریدا تھا اس نعل کو ایک لکڑی پر علم کی صورت نصب کرکے ایک خاص مکان مین رکھا گیا جسے نعل صاحب کی درگاہ کہتے ہین نعل صاحب پر اس قدر اعتقاد ہے کہ شاید اتنا کسی دوسرے پر نہ ہوگا نعل صاحب کے گروہ معتقدین مین سب سے بڑا امیر تمام شہر کے سائیسون کا ہے۔ حیدرآباد کے سنی شیعہ شریف رذیل امیر غریب غرض ہر جماعت اور ہر طبقے اور خاندان کے ممبر اسپر اعتقاد رکھتے ہین اور اس کے نام سے فقیر بنتے ہین عشرہ محرم مین نوین تاریخ کی رات کو نعل صاحب کی سواری نکلتی ہے

حسینی علم

آغا علی نام ایک شخص مدینے کو زیارت کے لیے گیا وہان ایک سیف جو حضرت امام جعفر صادق ع کی طرف منسوب تھی اسکے ہاتھ آئی وہ اسے لیکر کربلا آیا اور وہان کی اقامت کے زمانے مین ایک آہنی علم بنوایا اور سیف مذکور کو قبضے سے الگ کرکے اس علم کے وسط مین نصب کیا اور چند روز کے بعد اُسکو لیے ہوے حیدرآباد کی طرف آیا یہان قطب شاہیون کی حکومت تھی بادشاہ وقت نے اسکو بخواہش تمام طلب کیا اور جب علم مذکور شہر پناہ کے قریب پہونچا تو بادشاہ نے استقبال کیا اور بڑی تعظیم و تکریم سے ایک مکان مین رکھا اور طلا کارنہ نشان کیا اور علی الدوام عشرۂ محرم مین وہین استادہ کرنے کا حکم دیا اور اسکے عود اور پھول اور گذر اوقات مجاورین کے لیے وجہ کفاف مقرر کردی آغا علی کے پوتے داراب بیگ نے اس مکان مین نقار خانہ اور دو طرف خانقاہ بنوائی اب تک اسکی اولاد اہل خدمت ہے اور ہر سال عشرے مین ہر قسم کے آدمی کیا شیعہ کیا سنی کیا ہندو اپنی اپنی مقدرت کے موافق لنگر لیجاکر وہان چڑھاتے ہین اس ضمن مین چراغی کے ہزار بارہ سو روپے سواے مدد معاش سرکاری کے آغا کے متعلقین کو مل جاتے ہین۔

لنگر

ایام شاہ زادگی مین عبداللہ قطب شاہ سترھوین ذیحجہ کو من مورت نام ہاتھی پر سوار تھا کہ دفعتہً وہ ہاتھی مست ہوگیا اور جنگل کی راہ لی جلو کے آدمی پریشان اور خلقت سراسیمہ و حیران تھی سلطان کی ماں بخشی بیگم عرف بی بی صاحبہ الفت مادری کی وجہ سے بے قرار ہوگئی اور نذر مانی کہ اگر بیٹا صحیح سلامت آے گا تو ایک لنگر سونے کا ہاتھی کے لنگر کے موافق بنواکر حسینی علم کے پاس لیجاؤنگی

اور وہاں اسکے ٹکڑے کرکے فقرا اور مساکین پر تقسیم کردوں گی بی بی صاحبہ نے جنگل میں درخت درخت پر پانی کے کوزے اور کھانا بندھوا دیا کہ اگر میرا بیٹا اس درخت کے تلے سے گذرے تو اپنی غذا کرے ہاتھی کی مستی ایک مہینہ اور تین دن کے بعد سولھویں محرم کو اتری اور شاہزادہ جان سے سلامت گھر کو آیا پس بی بی صاحبہ اپنے وعدے کے موجب بارہ سیر سونے کا لنگر بنوا کر بیٹے کی کمر سے باندھ کر بڑے جلوس سے حسینی علم کو لے گئی اور وہاں اسکے ٹکڑے کرکے غربا کو بٹوا دیے بعد اسکے خاص و عام میں عشرۂ محرم کے اندر لنگر کشی کی رسم جاری ہوگئی۔

چشمۂ بی بی

بلدۂ حیدرآباد سے جنوب رویہ ایک صحرائے خوش فضا میں ایک چھوٹی سی پہاڑی پر ایک چشمہ تھا وہاں سیر کے لیے کبھی کبھی عبداللہ قطب شاہ کی ماں بخشی بیگم عرف بی بی صاحبہ جایا کرتی تھی کچھ عرصہ گذرنے کے بعد اس چشمے کا نام بی بی صاحبہ کا چشمہ ٹھہر گیا۔
انجام کار بعض بی بی صاحبہ کے اشتائے اسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کرا دیا لوگوں نے وہاں چلہ سایا اور مکانات تعمیر کرلے اب خاص و عام کے لڑکے بدلانے کے لیے جمعرات کو بغرض غسل وہاں جانے لگے اور منتیں ماں کے نیاز دیں کرنے لگے۔

علم بی بی

عبداللہ قطب شاہ کی ماں بختی بیگم عرف بی بی صاحبہ چونکہ شیعہ تھی اسلیے علموں کی معتقد تھی پس ایک علم اسد، محمد اور علی کے اسمائے طغرا کا اپنے ایک خدمتگار حیدر نام کے ذریعے سے بنوا کر شہر کے باہر شرقی جانب استادہ کرایا اور روشنی اور سواری کے تمل کا خرچ سرکار سے مقرر کرایا اس وجہ سے لوگ اسے بی بی کا علم کہتے ہیں اور بعضے حیدر کا علم بھی بولتے ہیں۔

مولا کا عرس

بلدۂ حیدرآباد کے شمال میں پانچ چھ کوس کے فاصلے پر موضع کھیرے کے قریب ایک پہاڑی واقع ہے جسکو عوام مولا کا پہاڑ کہتے ہیں اور اسکا ادب کرتے ہیں کہ کوہ شریف بولتے ہیں سابق میں اسی پہاڑ پر بابا سوامی کا ایک مندر تھا اور ہندو سال میں ایک مرتبہ اسکی جاترا کیا کرتے تھے بستر ہویں رجب کی رات کو یعقوب نام حبشی نے خواب دیکھا کہ ایک شخص آیا اور اس سے کہا کہ تمہیں حضرت علی نے یاد کیا ہے حبشی اسکے ساتھ ساتھ چلا جو اسے پہاڑی پر لے گیا حبشی نے یہاں دیکھا کہ

حضرت علیؑ ہاتھ ٹیکے ہوے موجود ہین اور بازوؤن پر تیر و کمان رکھا ہوا ہے حبشی آداب بجا لا کر سلامت کھڑا ہو گیا جب صبح ہوئی اور آنکھ کھلی تو وہ پالکی مین سوار ہو کر وہان گیا اور جس پتھر پر حضرت علیؑ کو دیکھا تھا وہان جا کر غور سے دیکھا تو سنگ خارا پر اُنکے ہاتھ کا نشان پایا اسنے اپنے خواب کو سچ جانا اور اس جگہ ایک محراب بنوا کر ہاتھ کے نشان کو ترشوا کر اس مین قائم کیا کبھی کبھی وہ حبشی فاتحہ کے لیے جایا کرتا تھا یہ بات ہندوؤن کو ناگوار گذری جب اسکی جاترا کا دن آیا اور بدستور انھون نے میلا کیا اتفاق وقت سے ابراہیم قطب شاہ اس شب کو مقام بالا حصار قلعہ گولکنڈہ پر چڑھا تھا جب جنگل کی طرف نظر کی تو اُسے دور سے ایک روشنی دکھائی دی۔ بادشاہ نے اُس کی کیفیت پوچھی اسکے ایک مقرب ہندو نے خوشامد کی راہ سے ظاہر کیا کہ اُودھر کبیرے کی پہاڑی ہے جسپر مسلمانون نے حضرت علیؑ کا چلہ بنا لیا ہے اور آج کی تاریخ سب جمع ہو کر جشن کرتے ہین سلطان نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو ہم بھی جاوینگے۔ ہندوؤن نے جب یہ سُنا تو مندر کو توڑ ڈالا اور مورتی کو جریال کی پہاڑی پر جو وہان سے دو کوس پر تھی رکھدیا اور یہان کے پوجاری کیا اور ملنکا مسلمان ہو کر مجاور بنے بادشاہ اپنے اقرار کے بموجب تیرھوین رجب کو جو حضرت علیؑ کی پیدایش کا دن ہے وہان گیا اور جشن ترتیب دیا۔ اُسکے بعد دوسری ایک پہاڑی پر جو یہان سے قریب تھی پتھر کا نشان قدم رکھوا کر اُسے قدم رسول مشہور کیا غرضکہ سترھوین رجب کو کہ حبشی نے خواب دیکھا تھا حضرت علی کا عرس ہونے لگا۔ میر نظام علی خان آصف جاہ ثانی نے یہان گھڑیال اور نوبت رکھوائی اور مصارفت کے لیے جاگیر مقرر کی اسی طرح علم بی بی اور مغل صاحب اور حسینی علم کے لیے بھی جُدا جُدا جاگیرین مقرر کین۔

تحقیقی بات یہ ہے کہ مولا نام ایک درویش اس پہاڑی پر رہتا تھا اور اُسکے پاس تبرکات اور بزرگون کے آثار تھے جب وہ مرگیا رنگ علی نام اس کا خادم ہر سال اس مہینے مین میلا اپنے پیر کے نام سے کرتا تھا جب بادشاہ وقت نے سُنا تو تبرکات اس سے منگوا کر مکہ مسجد مین رکھوا دیے اور رنگ علی کو بہت سی زمین حوالی بلدہ سے انعام مین دی پھر رنگ علی نے اپنے تکیے سے صندل لیجانا اور پہاڑ پر جانا اور وہان عرس کرنا مقرر کیا جس رسم کو دن بدن ترقی اور رونق حاصل ہوتی رہی یہ میلا ایک ہفتہ بلکہ دو ہفتہ کا ہے اطراف و جوانب کے دیہاتی آدمی اور بلدے کے بیوپاری و اہل حرفہ سابق سے وہان جاتے ہین دوکانین جمتے ہین پھر خیام و خرگاہ امرا کے روانہ ہوتے ہین اور مزدور مکانون کی مرمت کرتے ہین بعض نے مکان بنوا رکھے ہین باغ لگے ہین مسجدین۔ مقبرے۔ اور باؤلیان ہین اور وہ صحرا بھی دلکشا ہے آب و ہوا خوشگوار ہے دو روز اور سترھوین کو کہ یہ دو روز صندل وغیرہ [illegible] تمام خلقت کا رُخ اُس طرف کو

ہو جاتا ہے۔ یہ اصلیت اس عرس کی ہے اور یہ عرس اُس درویش مولا کا ہے لوگ حضرت علیؑ کا عرس خیال کرنے لگے۔

سرزمین کی بعض خصوصیات

اس خطے کو جس میں ریاست حیدرآباد واقع ہے چند ایسی خصوصیات حاصل ہیں جس سے روئے زمین کا بقیہ کرہ محروم ہے۔

پیدائش دنیا کے محققوں کا نظریہ (تھیوری) ہے کہ خطۂ دکن سب سے پہلے پانی سے برآمد ہوا اسلیے سب سے پرانا خشکی کا ٹکڑا ہے۔ بعض طبقات الارض کے ماہرین کناڈا (امریکا) کا بھی دکن کے ساتھ ساتھ پانی سے نکلنا بتلاتے ہیں لیکن محققین کا بڑا حصہ اس پر متفق ہے کہ کناڈا نے دکن کے بعد خشکی کی شکل اختیار کی ہے۔

(۲) حیدرآباد کے چاروں طرف جو پہاڑیاں ہیں وہ ایک خاص قسم کے سخت پتھر سے بنی ہیں جو دنیا میں کہیں اور نہیں پایا جاتا اس پتھر کو علم طبقات الارض کے مغربی (یوروپین) محقق بولڈر کہتے ہیں اسکی صورت یہ ہے کہ اسکے گوشوں کی جگہ محض گولائی ہے یہ پتھر چھوٹے اور بڑے ایک دوسرے پر الگ الگ نیچے اوپر رکھے ہوئے ہیں جس سے اونچی اونچی پہاڑیاں بن گئی ہیں۔ بعض بڑے بڑے سیکڑوں من کے پتھر دوسرے چھوٹے پتھروں سے اپنی گولائی کے ایک چھوٹے سے سرے کے ذریعے چسپاں ہیں اور اُس کا مادی جرم چھوٹے پتھر سے بالکل الگ ہے ان پہاڑوں میں جو دراڑیں ہیں وہ پتھر کے شق ہونے کی وجہ سے نہیں بن گئیں بلکہ پتھروں کی گولائی اور اُس کے باہمی تفاوت سے بنی ہیں۔ بعض تو ان میں اتنی بڑی ہیں کہ انسان دور تک ان میں آسانی سے چلا جا سکتا ہے اور آرام سے اُٹھ بیٹھ اور لیٹ سکتا ہے۔

دریا

حیدرآباد کے علاقے میں ۵ کے قریب دریا اور ندیاں ہیں ان میں سے دو بڑے دریا ہیں ایک گوداوری کہ ناسک احاطۂ بمبئی سے نکل کر ڈیڑھ سو میل تک احاطہ بمبئی میں چکر لگاتا ہوا پھلتمبہ ضلع اورنگ آباد کے مقام پر ریاست میں داخل ہوتا ہے وہاں سے یہ اورنگ آباد۔ پربھنی، ناندیڑ۔ نظام آباد۔ اور عادل آباد کے اضلاع میں سے ہوتا ہوا ایک جنوبی سمت اختیار کر لیتا ہے اور اضلاع کریم نگر اور ورنگل کی حد بناتا ہوا احاطہ مدراس میں داخل ہوتا ہے۔ ریاست کے اندر اس کی لمبائی سات سو میل ہے اسکے معاونوں میں پورنا اور مانجرہ اور پرن ہتہ ہیں۔ دوسرا کشنا یا کرشنا کہ مغربی گھاٹ سے نکل کر تین سو احاطہ بمبئی میں آتا ہے اور اچم پیٹھ ضلع رائچور

کے مقام پر ریاست میں داخل ہوتا ہے جسمین تنگ بھدرا اور بھیمہ ملتے ہین انکے ملاپ کے بعد جنوبی و مشرقی سمت اختیار کر لیتا ہے اور محبوب نگر اور نلگنڈہ اور ورنگل کو احاطہ مدراس سے الگ کرتا ہوا آگے نکل جاتا ہے۔ علاوہ انکے جو قابل ذکر ہین وہ یہ ہین مانجرہ ۴۷۵ میل۔ پاین گنگا ۲۰۷ میل۔ بھیما ۱۷۵ میل۔ تنگ بھدرا ۱۷۵ میل۔

موسے ندی اس وجہ سے قابل ذکر ہے کہ اس مین بارہا طوفان آکر شہر حیدر آباد کو جو اسکے کنارے بستا ہے برباد کر دیا ہے اور یہ اُن پہاڑون مین سے نکلی ہے جو شہر سے پچاس میل کے فاصلے پر مغربی جانب واقع ہین جاڑے اور گرمی کے موسم مین یہ بالکل بے حقیقت نالہ معلوم ہوتی ہے اور اگر برسات معمولی طور کی ہوتی ہے تو اس زمانے مین لوگ پایاب عبور کر سکتے ہین اور بعض ایام مین تو وہ اس قدر خشک ہو جاتی ہے کہ پانی کا نام تک باقی نہین رہتا اسپر کئی پل بنے ہوئے ہین ایک پل جو پُرانا کہلاتا ہے حیدر آباد کی آبادی سے ۱۹ سال قبل یعنی ۹۸۱ھ ہجری کا بنا ہوا ہے[۱] شہر کے پلون مین شمال مغرب جانب واقع ہے جس کا طول دو سو گز اور عرض ۳۴ فٹ ہے۔

آب پاشی کے ذرائع

مرہٹواڑہ مین زیادہ تر بارش پر زراعت ہوتی ہے۔ مرہٹواڑہ مین پانی کی باولیان ہین ان سے کام لیا جاتا ہے یا نہرون اور نالون سے چمڑے کے ڈول کے ذریعہ سے آب پاشی کی جاتی ہے اس غرض کے لیے بہت سے تالاب بھی تیار کیے گئے ہین ایسے تالاب تلنگانہ کے علاقے مین زیادہ ہین

تالاب

حیدر آباد مین کوئی قدرتی جھیل نہین ہے لیکن نالون اور ندیون پر بند لگا کر مختلف مقامات مین پانی روک کر تالاب بنا لیے گئے ہین تاکہ زراعت کے کام آئین۔ عموماً برسات مین پانی جمع کیا جاتا ہے چھوٹے بڑے تالابون کی تعداد ۱۷ ہزار ہے۔ تالاب جب بھر جاتے ہین تو یہان کے کاشتکار لوگ آرزو بارش کی بھر نہین کرتے۔ ان مین سے اہم تالاب یہ ہین۔

(۱) **پاکھال جھیل**[۲]۔ یہ تعلقہ پاکھال ضلع ورنگل مین ہے۔ اور پاکھال ندی پر دو ہزار گز لمبا بند لگا کر دو پہاڑیون کے درمیان پانی روکا گیا ہے جب یہ بھر جاتی ہے تو پانی کا رقبہ تیرہ مربع میل تک پہنچ جاتا ہے پانی کی گہرائی عموماً تیس چالیس فٹ تک ہوتی ہے۔

(۲) **جھیل رام پانہ**۔ (بقول راما پانہ جھیل) یہ بھی ضلع ورنگل مین ہے اس کا رقبہ تقریباً

[۱] دیکھو مولوی عبد الحلیم کی تاریخ دکن ۱۲

[۲] تاریخ قلمرو نظام مین پکھال جھیل لکھا ہے ۱۲

نو میل مربع ہے۔ ورنگل سے تیس میل شمال و مشرق میں ہے۔
(۳) **لکھنا درم کا تالاب** اس کا رقبہ آٹھ میل مربع ہے یہ رام پا یہ جھیل سے ۱۳ میل کے فاصلے پر ہے۔
(۴) **حسین ساگر** یہ حیدرآباد اور سکندرآباد کے درمیان واقع ہے اس کا رقبہ آٹھ میل مربع ہے۔ ریذیڈنسی کو پانی اسی سے ملتا ہے۔ قطب شاہیہ کا بنایا ہوا ہے ۱۲۷۵ھ ہجری میں ایک نہر موسی ندی سے کاٹ کر اس میں داخل کی گئی ہے۔
(۵) **میر ساگر** میر عالم کو فتح میسور کے سلسلے میں انگریزوں سے جو انعام ملا تھا اس کا بڑا حصہ اس تالاب پر صرف کیا گیا اسی ۱۲۱۱ھ ہجری میں میر عالم نے دریائے عیسے پر ایک سد سوا پانچ میل لمبا بنایا جسے یہاں کے آدمی سانکل کہتے ہیں۔ اس کی لاگت میں ساٹھ ہزار روپے صرف ہوے اور ایک نہر کاٹ کر تالاب میں ڈالی اسکی تیاری میں ایک لاکھ روپے صرف ہوے یہ تالاب عمیق عیدگاہ کے متصل ملدے کی مغربی جانب رکن الدولہ کے تالاب کے پاس بنایا گیا تھا تین لاکھ روپے اسپر صرف ہوے تھے سد کی کمانیں دوسری عمارت میں محرابیں ریذیڈنٹی کے انگریز انجینیر کی تحریر سے بنائی گئی تھیں تالاب سے نہر جاری کرکے اُسکے ذریعے سے حیدرآباد کی گلی گلی میں پانی پہنچایا تھا کہا نہاے بند تالاب سے چونے کا ملا ہوا پانی نکلنے لگا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ درزوں کے پتھر آپس سے جدا ہو گئے ہیں میر عالم کو تشویش ہوئی انھوں نے انجینیر سے اس کا سبب پوچھا تو اسنے جواب دیا کہ چونکہ تالاب کا ریت ابھی درزوں میں نہیں بھرا ہے جب تالاب سال بسال پانی سے لبریز ہوگا تو پھر یہ بات جاتی رہیگی میر عالم اس فکر میں تھے کہ مر گئے اور چونے ملے ہوے پانی کا نکلنا ۔۔ سال کے بعد بند ہو گیا
(۶) **تالاب سنگر بھوپالم** یہ تالاب بہت قدیمی ہے تعلقہ پلیڈو ضلع ورنگل میں واقع ہے۔ نہایت شکستہ حالت میں تھا ۱۳۲۰ھ فصلی میں بطور کار قحط اسکی مرمت کرائی گئی اس میں ۳۱ کروڑ ستر لاکھ مکعب فٹ پانی ٹھہر سکے گا اب ۱۳۲۵ھ فصلی مطابق ۱۳۳۴ھ ہجری ہیں۔
(۷) **تالاب رائن پلی** یہ ایک جدید تالاب ہے جو ایک چھوٹی ندی پر تعمیر کیا گیا ہے موضع رائن پلی کے حدود میں واقع ہونے سے اس کے نام سے موسوم ہو گیا ہے یہ موضع تعلقہ میدک ضلع مذکور میں واقع ہے اسکی پال یعنی بند مٹی کا بنایا گیا ہے جس کا طول ۲۸۴ فٹ اور بلندی ½۵۵ فٹ ہے اس میں تقریباً ۲۵ کروڑ ۷۵ لاکھ مکعب فٹ پانی کی سمائی ہے۔
(۸) **تالاب پاکل مرچیڈ** یہ تالاب مواضعات پاکل مرچیڈ اور نوکال کے حدود میں واقع ہے اسکا بند مٹی کا ہے جس کا طول ۲۶ فٹ اور بلندی ۳۶ فٹ ہے۔
(۹) **تالاب پایپر** یہ تالاب جدید ہے اور دریا لیرو پر موضع پائکن گوڑم کے قریب تعلقہ کھم تعلقہ سراںچہ

کی سرحد کے کنارے واقع ہے اس کا بند بالکل مٹی کا ہے جس کا طول ۴۷۰۰ فٹ اور انتہائی بلندی ۶۲ فٹ ہے اس مین تقریبًا دو ارب ۹۴ کرور اسی لاکھ مکعب فٹ پانی کی گنجایش ہے۔ اس مین سے دو نہرین نکالی گئی ہین ایک جانب راست سے اور دوسری جانب چپ سے۔

(۱۰) تالاب ویرا یہ خزانہ آب رود ویرا پر موضع گندرڈی مڑگو کے قریب تعلقہ کھمم مین واقع ہے اس کا بند پتھر اور چونے کا ہے جس کا طول ۳۵۸۹ فٹ عمق ۵۹ فٹ ہے اس مین دو کروڑ ۶۹ لاکھ مکعب فٹ پانی کے ٹھہرنے کی گنجایش ہے۔

(۱۱) حمایت ساگر میر عثمان علی خان نظام سابع کے حکم سے موسے ندی کے سیلاب سے محفوظ رہنے اور شہر حیدرآباد کے لیے پانی پینے کا بہم پہنچانے کی غرض سے دریاے عیسے پر جو دریاے موسے کا معاون ہے سنگ بستہ یہ خزانۂ آب پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے نام اس کا نظام کے بیٹے حمایت علی خان کے نام پر رکھا گیا ہے۔ اس مین معمولی زمانے مین تقریبًا تین ارب بیس لاکھ مکعب فٹ پانی کے سمانے کی گنجایش ہے اور طوفان کی حالت مین اس سے تقریبًا سہ گنا پانی روکا جاسکے گا جو بتدریج ندی مین خارج کیا جاے گا۔

(۱۲) عثمان ساگر یہ تالاب دریاے موسے پر اُسکی طغیانی کو روکنے کے لیے سنگ بستہ تعمیر ہوا اور نواب میر عثمان علی خان بانی کے نام سے پکارا جاتا ہے اسکی وسعت بھی قریب قریب حمایت ساگر ہی کی برابر ہے یہ حیدرآباد سے ۸ میل کے فاصلے پر ہے اس کا پختہ بند ۴۵۰۰ فٹ لمبا ہے تالاب ۶ میل لمبا ہے اور ۳ میل چوڑا ہے۔ ۵۳ فٹ گہرا ہے۔

(۱۳) نظام ساگر یہ خزانہ آب مستقر تعلقہ یلاریڈی سے تقریبًا آٹھ میل کے فاصلے پر مواضعات بنچہ پلی اور اچم پیٹھ کے درمیان تیار کیا جارہا ہے مانجرا ندی کا پانی اس مین روکا جائے گا خزانے کا بند بالکل سنگ بستہ ہوگا اس تالاب کے پانی کا پھیلاؤ تقریبًا پچاس مربع میل ہوگا جس جگہ بند تعمیر کیا جارہا ہے وہان ندی کی دو شاخین ہوگئی ہین جو ذرا نیچے جاکر پھر مل جاتی ہین بند کی انتہائی بلندی ندی کے سطح سے گیارہ فٹ اور اُسکے درمیانی حصے کا طول ۲۰۰۰ فٹ ہے اس کا بند پختہ ۱۱۰۰۰ فٹ بلند ہے گہرائی ۱۱۱ فٹ ہے اس خزانے کی چادر کا طول ۴۰۰۰ فٹ ہوگا جو متعدد حصون پر پھیلی ہوئی ہوگی۔ چادر سے بزمانہ طوفان غیر معمولی پانچ فٹ پانی گذرے گا۔ بغرض حفاظت اس چادر کے علاوہ ۱۹ بڑے دروازے مثل دروازہاے حمایت ساگر نصب کیے جائین گے جو طوفان کے وقت کھول دیے جائینگے۔

نہرین

ملک حیدرآباد مین کئی بڑی اور چھوٹی نہرین ہین۔

(۱) محبوب نہر یہ تعلقہ میدک میں موضع گھنسور کی حدود میں ماکرہ ندی پر پختہ سد تیار کرکے اس کی سیدھی جانب سے نکالی گئی ہے اور ساڑھے چوبیس میل لمبی ہے آخر میں پوسماکے تالاب میں گرجاتی ہے وہاں سے ۲۷ میل لمبی نہر پھر نکالی گئی ہے محبوب نہر کے سد سے تقریباً ایک ہزار فٹ جانب شمال سے ماکرا ندی کے جانب چپ بھی ایک دوسری نہر حال ہی میں تعمیر کی گئی ہے جو فتح نہر کے نام سے موسوم کی گئی ہے یہ تقریباً ڈیڑھ میل جانے کے بعد دو شاخوں میں منقسم ہوجاتی ہے اصل شاخ ½ ۷ میل طویل ہے۔

(۲) آصف نہر موسی ندی سے نکالی گئی ہے اور ۷۵ میل لمبی ہے۔

(۳) گنگاوتی نہر یہ تنگ بھدرا سے نکالی گئی ہے اسکے دو حصے ہیں اپر و لوئر۔ اپر ساڑھے بارہ میل لمبی ہے اور لوئر انیس میل۔

(۴) نہر بچاپال یہ تنگ بھدرا سے نکالی گئی ہے اور ساڑھے آٹھ میل لمبی ہے۔

(۵) نظام ساگر نہر ۷۲ میل لمبی۔ عرض انٹ۔ گہری ۷ فٹ اس کی ایک شاخ ۴۲ میل لمبی ہے۔

(۶) گنگاوتی نہر ۱۲ میل لمبی ہے۔

(۷) بیچل نہر ۳۸ میل لمبی ہے۔

جنگلات

ریاست آصفیہ کے جنگلات ۹۲۶۱ مربع میل ہیں۔ اعلے درجے کے جنگلات ورنگل۔ کریم نگر اور عادل آباد کے اضلاع میں ہیں۔ میدک۔ محبوب نگر۔ نلگنڈہ اور نگ آباد۔ ناندیڑ۔ گلبرگہ۔ اور رائے چور میں بھی جنگلات ہیں جن میں بیجے سار ساگوان۔ آبنوس۔ شیشم۔ ہلدو۔ اور کھیر وغیرہ رنگ نکالنے والے درخت مثلاً ہلیلہ سیاہ۔ تروڑ۔ (آول) اور املتاس موجود ہیں بعض جنگلات میں بسلوچن۔ شہد۔ موم۔ لاکھ اور کئی قسم کے گوند اور جو تسو دار زرد سا گھاس پیدا ہوتی ہے۔

شکار کے جانور

اقسام کے وحشی تمام ہندوستان میں حیدرآباد سے بڑھ کر ہیں یہاں شیر اور چیتے وغیرہ درندے تمام ریاست میں پلے جاتے ہیں اور پاکھال کے تالاب کے پاس جنگلوں میں ہاتھیوں اور جنگلی بھینسوں کا خوب شکار ہوتا ہے شمال و مغربی قسمت کے میدانوں میں بے حساب ہرنوں کے گلے ہیں۔ اور تمام قلمرو میں جنگل۔ نیل گائے۔ سانبھر بارہ سنگھے اور دوسرے اقسام کے چرند

باعتبار مذاہب کے تقسیم یہ تھی		
مذہب	آبادی	تناسب
ہندو	۱۰۶۵۶۴۵۳	۶۶ فی صدی
مسلمان	۱۲۹۸۲۷۷	۱۰ فی صدی
بھیل۔گونڈ۔کویا۔لمباڑا۔ اوریرکلہ قومین۔	۴۳۰۷۴۸	۷ فی صدی
عیسائی	۶۲۶۵۶	
جَینی	۱۸۸۵۴	
سکھ	۲۷۴۵	
پارسی	۱۴۹۰	
آریہ سماجی	۵۴۵	
برہمو سماجی	۲۵۸	
بُدھ	۱۰	
یہودی	۴	

ریاست کی وسعت

اس ریاست کا طول وعرض مختلف ہے زیادہ سے زیادہ ۵۶۴ میل طول اور عرض ۳۸۴ میل ہے رقبہ ۸۲۶۹۸ میل مربع ہے جس مین سے تقریبًا ۵۷ فی صدی کے قریب براہ راست حکومت کے زیرانتظام ہے ۳۲ فی صدی امراے پایے گاہ اور نیم مختار جاگیرداروں کے پاس ہے۔ ۱فی صدی صرف ذات نظام مین ہے اور باقی تعالی اراضی پر مشتمل ہے جو رقبہ حکومت کے زیرانتظام ہے اور دیوانی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اسکا ۱/۳ حصہ افتادہ اراضی پر مشتمل ہے جس مین اکثر قطعات صحرائی واقع ہین اور ایسی اراضی کا دوثلث ملک تلنگانہ مین ہے۔ اس ملک کی اصطلاح مین وکالت مطلقہ اور وزارت پر مدارالمہامی کا اطلاق ہوتا ہے۔

ذرائع آمدنی

ریاست کی آمدنی کے خاص محکمے چار ہین ایک مال جس سے تقریبًا سواتین کروڑ روپیہ سالانہ آمدنی

ہوتی ہے دوسرے کروڑگیری (چنگی) جس سے ایک کروڑ ۵ لاکھ روپے کی آمدنی ہوتی ہے تیسرے آبکاری جسکی آمدنی ڈیڑھ کروڑ سے زائد ہے چوتھے رجسٹریشن واسٹامپ جسکی آمدنی تقریباً پچیس لاکھ ہے اسکے علاوہ جنگلات۔ معدنیات ڈاک خانہ۔ کرنسی اور ریلوے بھی آمدنی کے محکمے ہیں اور ان سب سے مجموعی طور پر ریاست کو ساڑھے سات کروڑ کے قریب سالانہ آمدنی ہوتی ہے۔

شہر حیدرآباد

شہر حیدرآباد سطح سمندر سے کوئی ۱۷ فٹ بلندی پر موسے ندی کے جنوبی کنارے پر واقع ہے اور اسکے جغرافیہ اس کا عرض بلد شمالی ہیں ۱۷-۲۱-۲۵ درجہ ہے اور طول بلد مشرقی ۸۷-۳- ۱ درجہ ہے اور اس کا دائرہ تقریباً ۶ میل ہے۔ اور اسکے اطراف میں ایک دیوار ہے جسکے کونوں پر برج بنے ہوئے ہیں اس دیوار کی تعمیر مبارز خاں نے جو سلطنت تیموریہ کا آخیر صوبہ دار تھا شروع کی تھی اور نظام اول نے حیدرآباد کو اپنا دارالریاست مقرر کرنے کے بعد اسکی تکمیل کی۔ آباد اسکو قطب شاہیہ خاندان کے ایک بادشاہ نے کیا تھا جسکی تفصیل یہ ہے کہ گولکنڈے کے پانی کی حالت اچھی نہیں تھی اسلیے اسکے عوض اس خاندان کے پانچویں بادشاہ محمد قلی قطب شاہ ثانی المعروف بڑے ملک نے سنہ ہجری مطابق ۱۵۹۱ء میں اپنے پائے تخت کے لیے اس شہر کی بنا ڈالی اور نام اسکا بھاگ نگر (معنی بختاور شہر) اپنی معشوقہ بھاگ متی کے نام پر رکھا جب اچھا خاصا شہر بن گیا تو پہلے نام سے نادم ہو کر اس کا نام حیدرآباد مقرر کیا کیونکہ یہ لوگ شیعہ تھے جب عالمگیر نے اسے فتح کرنے کا ارادہ کیا تو دارالجہاد نام دیا جو انکی امام ابوحنیفہ کی رائے سے انتہائی غفلت تھی اس لیے کہ امام صاحب فرما چکے ہیں کہ اہل قبلہ کو جو مسلمانوں کے قبلے کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور قرآن کے ساتھ تمسک کرتے ہیں اور شہادتین کی تصدیق و اقرار کرتے ہیں کافر کہنا نہ چاہیے سو یہی حال شیعہ کا ہے کہ وہ دین محمدی کو حق جانکر ایمان لائے ہیں خلفائے ثلثہ کی خلافت سے انکار کرنا کسی طرح کفر کی سرحد تک نہیں پہنچا سکتا۔ جب شہر فتح ہو گیا تو عالمگیر نے فرخندہ بنیاد نام دیا

سلہ عالمگیر کو شیعوں سے سخت نفرت تھی چنانچہ جب وہ گجرات میں صوبہ دار تھا تو اسماعیلیوں کے داعی ملا قطب الدین کو مرتداد الالحاد کی سے جانشین کو بھی گرفتار کر لینے کا حکم لکھا چنانچہ احکام عالمگیری میں جسکو منشی عنایت اللہ نے جمع کیا ہے ایک حکم صفحہ ۲۴۲ پر اس امر میں مبتنی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے ہمکو اسوقت معلوم ہوا کہ ہاشمی جانشین قطب کا اس سے پہلے مقتول ہو چکا ہے بارہ داعیوں اور ۱۲۰ اسمٰعیلیوں کے ساتھ لوگوں کو اپنے اعتقادات فاسدہ کی طرف بلاتا ہے اور احمدآباد میں پہونچا ہے اور ایک لاکھ چودہ ہزار روپے اسکے مریدوں اور ان لوگوں کی رہائی کے لیے جمع ہوئے ہیں جو پہلے سے قید ہیں اور وہ روپے ابتک خرچ نہیں ہوئے ہیں اور کچھ اور پرانی کتابیں بھی ساتھ ہوئی ہیں بادشاہ نے وزارت پناہ کو حکم دیا کہ روپیہ اور کتابیں اور وہ سب آدمی جن کے نام فہرست میں مندرج ہیں قاضی ابوالفرح کے اتفاق سے بغیر کسی کی اطلاع کے حراست میں لیکر بادشاہ کے پاس بھیج دیے جائیں اور اس قوم کے بچوں کی تعلیم کے لیے شہروں پرگنوں میں معلم مقرر کر دیے جائیں تاکہ انکو اہل سنت کے عقائد سکھا دیں ۱۲ رسالہ تبصرہ میں لکھا ہے کہ بھاگ نگر سے ہی ہجری عام

اور گولکنڈے کا نام محمد نگر رکھا بعض کہتے ہین کہ اس شہر کی تعمیر چھ سات برس مین ختم ہوئی تھی مادۂ تاریخ آغاز یا حافظ (سنہ ۱۰۰۰) ہے اور تاریخ اختتام لفظ فرخندہ بنیاد (۱۰۰۶) ہے جیسا کہ مولوی عبد العلیم نے لکھا ہے۔ پس یہ نام عالمگیر کا رکھا ہوا نہین۔ وقائع راجپوتانہ کی تیسری جلد کے صفحۂ ۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ گولکنڈہ کی اصل گوال کنڈ ہے۔ یہ شہر والیان ملک حیدرآباد کا آج تک دار الحکومت ہے۔ ملک کے بڑے بڑے دفتر اور تعلیم گاہین یہین ہین اس کی آبادی بڑی گنجان ہے چار لاکھ سے زیادہ آدمی بستے ہین یہ آبادی کے لحاظ سے ہندوستان مین چوتھے درجے کا شہر ہے دن بدن شہر کے باہر آبادی پھیلتی جا رہی ہے۔ شہر مین آنے جانے کو موسی ندی پر چار پل بنے ہوے ہین۔ پرانا پل۔ مسلم پل۔ نیا پل۔ اور چادر گھاٹ کا پل۔ ان سب مین زیادہ آمد و رفت نئے پل پر سے ہوتی ہے کیونکہ اس پل سے جو سڑک جاتی ہے وہ شہر کے بیچون بیچ مین سے ہو کر گذرتی ہے۔ روزانہ ہزارون آدمی سیکڑون سواریان چلتی رہتی ہین۔ جانے والے اس پل سے شہر مین داخل ہوتے ہین پھر جہان انھین جانا ہو گھوم جاتے ہین۔ شہر کے اندر بڑا بازار پھیلا ہے جہان سڑک کے دائین بائین ولائتی اور دیسی سامان کی مختلف دوکانین لگی ہوئی ہین شہر حیدرآباد کو مطلق بلدہ بھی کہتے ہین۔ یہ شہر مدراس سے ۳۸۹ میل اور بمبئی سے ۴۹۴ میل اور کلکتے سے ۹۶۲ میل کے فاصلے پر ہے۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ کے بعد سلطان محمد قطب شاہ کی اسکے بعد سلطان عبد اللہ قطب شاہ کی اُسپر حکومت رہی پھر ابو الحسن تانا شاہ کی جسکو عالمگیر نے برباد کر دیا اور دکن کی دوسری اسلامی ریاستین بھی مٹا دین جو مرہٹون کا سر دابے ہوے تھین جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرہٹے خودسر ہو گئے اور انکی شورش کا سیلاب دہلی کی شہر پناہ کی چار دیواری تک پہنچنے لگا اور ان جفاکش قومون نے عالمگیر کی سلطنت کی جڑین ہلاتے ہلاتے اسکی عیش پسند اور آرام طلب اولاد کو عظمت و اقبال کے آسمان سے نیچے گرا دیا۔

جس طرح حیدرآباد کا کتابی نام فرخندہ بنیاد ہے اسی طرح اورنگ آباد کا کتابی نام خجستہ بنیاد ہے۔ اورنگ آباد کی بنا دکن کے ایک حبشی سردار ملک عنبر یا سیدی عنبر نے ڈالی تھی اور اس کا نام کھرکی[1] رکھا تھا جب اورنگ زیب عالمگیر اپنے باپ کے عہد مین دوبارہ دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا تو کھرکی کو اپنا دار الحکومت بنا کے اس کا نام اورنگ آباد رکھا ورنہ اسوقت تک اسکو کھرکی ہی کہا کرتے تھے اسکی تیاری اور آبادی کی تاریخ لفظ خجستہ بنیاد سے حاصل ہوتی ہے مرآت آفتاب نمائین لکھا ہے کہ اس شہر نے نظام الملک آصف جاہ اول اور ناصر جنگ کے عہد مین کمال رونق پائی مساکن فلسفی مین مذکور ہے کہ عنبر حبشی رودخانہ ترسول سے اپنی حویلی مین پانی کا نکم

[1] دیکھو مساکن فلسفی و جام جہان نما ۱۲ فرہنگ عثمانیہ مین کھڑکی لکھا ہے۔ ۱۲

لایا تھا اور بڑا تالاب بنایا تھا۔

صناعی اور کاریگری

حیدرآباد میں سنار اور سادہ کار عجیب و غریب کام کرتے تھے ریذیڈنٹ کرک پیٹرک کہتا تھا کہ یاقوت پورہ کے رہنے والوں کی سادہ کاری ہمارے ملک سے بہتر ہوتی ہے۔
تاریخ قلمرو نظام مین لکھا ہے کہ ورنگل میں قالین اور دھسے کثرت سے تیار ہوتے ہیں قالین کی تین قسمین ہین ریشم روئی اور اون ورنگل سے اقسام کے قالین اور دھسے یورپ کو جاتے ہیں اور بھونگیر کی شطرنجی مشہور ہے۔ حیدرآباد۔ اورنگ آباد۔ پیٹھن اور گدوال وغیرہ میں مشروع اور ریشمی کپڑا بہت اچھا بنتا ہے جسکے عورتیں پائجامے بناتی ہیں۔ چکن اور ریشمی کپڑا خاص کر کے اورنگ آباد اور پٹن میں تیار ہوتا ہے۔ پٹن کی مسندلیں طاس کلابتوں پھپوڑیاں۔ دوپٹے اور پگڑیاں مشہور ہین۔ کارچوبی کام میں ایک چھوٹے سے رنگین جانور کے پر استعمال کیے جاتے ہین جو جالنہ وغیرہ سے آتے ہیں۔ دوسری قسم کا کارچوب پھولوں اور پتیوں سے تیار ہوتا ہے زیرنگی کے پرون کو سونے اور چاندی کے بادلے کے ساتھ بیل کے تاروں میں ٹانکتے ہین۔ ٹوپیاں اور مخمل کے جوتے ایسے ہی زر بفت کے ہوتے ہیں۔ اورنگ آباد مین کمخواب اور پٹن میں زربفت بنتا ہے۔ ورنگل۔ نارائن پیٹھ۔ مٹواڑا اور حسین پرتا میں ساڑھیان۔ اوڑھنیان اور لنگ اور دوسرے ریشمی کپڑے تیار ہوتے ہیں۔ دیسیوں مین ریشم کے کیڑوں کی پرورش کا ایک عجیب قاعدہ ہے یعنی یہ کہ ان کیڑوں کے گھروں پر سوائے اس شخص کے کہ وہ جسکے سپرد ہیں دوسرے کی پرچھائیں تک پڑنے نہین دیتے کچا ریشم وہان سے دوسرے اضلاع کو کثرت سے جاتا ہے۔ ڈوریہ چیپورتی اور دالپورا در کرنول اور کڑپہ کا مشہور تھا اور محمود جانی وسحر جانی کڑپہ کی نہایت عمدہ ہوتی تھی ایک تھان محمود جانی کا دو روپے سے تیس روپے تک بکتا تھا اور سیکاکول کی آغا بانی کا ایک جوڑہ سو روپے کو اور پیوالے کے سیلے کا تھان میں روپے کو بکتا تھا۔ اور ہر ایک چیز خوشنما و مضبوط ہوتی تھی سونے اور چاندی کے تار ریاست کی دستکاریوں میں سے ہیں علاوہ اسکے کئی قسم کے رنگ جنگلی جھاڑیوں سے تیار ہوتے ہیں۔ شورہ اکثر مقاموں میں ہوتا ہے اور کاغذ پورے میں جو دولت آباد کے قریب ایک گاؤں ہے اقسام کے کاغذ تیار ہوتے ہیں لیکن سرعت سے انگریزی کاغذ اسکی جگہ پر مروج ہونے لگا ہے۔ گنا تمام ملک میں عام طور پر تیار ہوتا ہے جس کا شیرہ اقسام کے کاموں میں آتا ہے اور اسکی صاف کی ہوئی شکر بازار میں فروخت ہوتی ہے۔ موٹا نمک ریاست کے اکثر مقاموں میں پایا جاتا ہے جسکو کم دیش تحیر و جوش سے صاف کرتے ہیں رائے چور میں تمام کی مٹی

ہایت خوبصورت برتن جنکی مٹی چمکدار اور رنگین ہوتی ہے بنتے ہین۔ لاکھ کے زیورات جن پر جست کی
لعی ہوتی ہے بڑے بڑے قصبون اور شہرون مین بہت کثرت سے ہوتے ہین۔ حیدرآباد مین چوڑیون
کے جوڑے اُس وقت مین ایسے ہوتے تھے کہ ولیم پالمر صاحب نے ایک لاکھ روپے کے قریب جوڑے
مرواریدکے کامون کے بنواکر لندن کو بھیجے تھے لاکھ کی حمائل جو دو پیسے کو چوڑی فروش بیچتے تھے وہ
سونے کی حمائل کی طرح آب وتاب رکھتی تھی چوڑیان حیدرآباد کی ایک روپے سے تیس روپے
ک کی ہوتی تھین اور علی العموم پانچ روپے کو بکتی تھین لیکن کانچ اور لاکھ کی چوڑیان اب اس کثرت
سے نہین ہوتین جیسے پہلے ہوتی تھین کیونکہ باہر سے جو مال آتا ہے وہ اس سے بہت بہتر ہوتا ہے
چارون طرف اس ریاست کے قصبات مین ناریل۔ رامی۔ ارنڈی۔ تل اور السی وغیرہ کا تیل
کثرت سے نکالا جاتا ہے اور اسکے نکالنے کی نہایت آسان ترکیب ہے۔ صندل خس۔ لیمو اور
روساگھانس کا عطر بہت اچھا تیار ہوتا ہے۔ شراب کی ساخت علی العموم یہان کے لوگون کا پیشہ ہے
سب اقسام سے زیادہ مہوے کے پھولون کی شراب کی کثرت ہے۔ بوٹ۔ جوتے اور دوسرا
چمڑے کا اسباب تمام ریاست مین عام طور پر اچھا تیار ہوتا ہے اور یہان کے لوگ کتابون کی جلد
کے لیے عمدہ چمڑا تیار کرتے ہین اور پانی کی مشکین بھی اچھی بنتی ہین۔

قدیم اقوام

یہان کے پہاڑی لوگ آریا قوم سے متمیز ہونے کے لیے اپنے تئین اصلی باشندے کہلاتے ہین
جب ہندوستان مین آریا لوگون کی آمد شد ہوئی اور ایک کے بعد ایک گروہ یہان داخل ہونے
لگے تو جن قدیم باشندون نے آریا فاتحین سے لڑنا پسند نہین کیا وہ شدر یعنی غلام بنائے گئے
یہ قدیم باشندے بہت مضبوط تھے لیکن سادہ لوح تھے تصنع سے پاک تھے منوجی نے اپنے ضابطے
مین بیان کیا ہے کہ شدر خواہ زرخرید ہو یا بلا زرخرید اسکو مجبور کرنا چاہیے کہ وہ بطور غلام کے
کام کرے کیونکہ خود پیدا ہونے والے یعنے برما نے اسکو برہمن کی غلامی یا خدمت کے لیے پیدا کیا تھا
اگر اس کا آقا اسکو آزاد بھی کردے تو شدر غلامی سے آزاد نہین ہوسکتا کیونکہ یہ چیز اسکی پیدائشی ہے
غلامی کو اس سے کون دور کرسکتا ہے۔ برہمن کو اختیار ہے کہ شدر کے مال واسباب پر بلا کسی
پس وپیش کے قبضہ کرلے کیونکہ کوئی چیز جس کا وہ مالک ہے اسکی نہین ہے۔ شدر کا ترجمہ اگر
وحشی کیا جائے تو درست ہوگا۔ یہ فرقہ اپنی ذلیل حالت سے کسی اعلے رتبے پر نہین پہنچ سکتا تھا
بلکہ اس سے کھیتون مین سخت محنت لی جاتی تھی اور گانون کے باشندون کے کل نجس کام اس سے
ہی متعلق تھے ویدون کی تعلیم اسکے کانون تک پہنچانے کی سخت ممانعت تھی اگر بھولے سے

شودر کے ناپاک کانوں تک ویدوں کے پوتر (پاک) الفاظ پہنچ جائیں تو ان میں پارہ ڈال دیا جانا چاہیئے
ان لوگوں میں بھی دو تفریقیں کی تھیں۔
(الف) جو برتن چھونے کے قابل تھے جیسے نائی۔ کمہار۔ اور کہار وغیرہ۔
(ب) جو برتن چھونے کے قابل نہ تھے جیسے بھنگی اور چمار وغیرہ۔ اسی پچھلی قسم کو **اچھوت** کہتے ہیں اگر کوئی اونچی ذات کا ہندو کسی اچھوت سے چھو جائے گا تو اُسے نہا دھو کر لباس بدلنا ضروری ہو گا۔
یہ حشر اُن قدیم باشندگان ہند کا ہوا جنھوں نے آریوں کی اطاعت قبول کر لی تھی یا مفتوح ہو گئے تھے اور جو شودر بنائے گئے تھے اور جنھوں نے آریوں کی اطاعت قبول نہیں کی ان کا مقابلہ کیا ملام نہیں ہے آریوں نے سمجھ لیا کہ ایسے آدمی شودر نہیں کہے جا سکتے تو انھوں نے ان کو برہمن چھتری ویش اور شودر کے سوا پانچویں ورن میں رکھا اور انکو **نشاد** یعنی چنڈال و بدمعاش خطاب دیا۔
قدرتاً آریوں نے ایسے قدیم باشندوں کو مقابلے شودروں کے زیادہ نفرت سے دیکھا۔ تلسی داس کی رامائن میں گوہراج نشاد کی نسبت کہا ہے کہ جو شخص پاپک اور ویدوں میں ذلیل ہے جسکے سائے کے چھونے سے بھی نہانا لازم ہوتا ہے یعنی اگر کسی شخص پر کسی نشاد کا سایہ پڑ جائے تو اسکو اپنے آپ کو پاک کرنے کے لیے نہانا لازم ہوگا اس گوہراج کی ریاست پریاگ یعنی الہ آباد سے اجودھیا یعنی فیض آباد تک پھیلی ہوئی تھی۔
نشاد کی قوم میں جنگلی لوگوں کے دو طبقے تھے ایک تو شاہی طبقہ دوسرے وہ لوگ جو زیادہ امیر اور خوش حال نہیں تھے لیکن وہ لوگ اپنی آزادی کے لیے مقابلے میں جان دینے کو ترجیح دیتے تھے نشاد ہمالیہ کے پہاڑوں سے نکل کے راجپوتانے اور دکن میں چلے آئے اور یہاں کے پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوئے۔ جوں جوں زمانہ گذرا اور اُن غیر تربیت یافتہ فرقوں نے جنگل میں پناہ لی تو اُن کی زشت روئی کے بیان میں زیادہ ترقی ہوئی یہاں تک کہ آریہ شاعر اور پوجاریوں نے **راکشس** اور دیو کے الفاظ انھیں کی نسبت استعمال کیے ہیں اور دسیو یعنی دشمن جو انکی نسل کا نام تھا رفتہ رفتہ چھوت یا بریت کے معنے میں مستعمل ہونے لگا وید کے زمانے سے کم سے کم ایک ہزار سال کے بعد سکندر اعظم کے ساتھیوں نے بھی جب وہ ہند کی مہم پر آئے تھے ایسے ایک غیر آریا فرقے کی ہیئت کا بیان کیا ہے لیکن کل غیر آریہ فرقے وحشی نہ تھے کیونکہ دسیو یعنی غیر آریا کے صاحب دول ہونے کا ذکر آیا ہے اور وید کے بھجنوں میں انکی ساٹھ گڑھیوں اور بڑے قلعوں کا بیان ہوتا ہے یہ بہت سی زبانیں بولتے تھے ان میں سب سے بڑی موجودہ تامل زبان کی ایک بہت پرانی بولی تھی جو جنوبی ہند میں بولی جاتی تھی چونکہ وہ ہزاروں سال سے گرم ملک میں رہتے چلے آئے تھے اس سے

سانولے ہوگئے تھے۔

مدراس مین **آئر** اور **نائر** جو دو قومین مشہور ہین یہ آریہ اور غیر آریہ کی مترادف ہین۔ اسوقت ہندوستان مین چھ کروڑ اچھوت اقوام آباد ہین۔ ہندوؤن کو بہت بڑی غفلت کے بعد یہ سمجھ آئی کہ اگر وہ اچھوت اقوام کو اپنے اندر جذب نہ کرینگے تو وہ ہندوستان مین صرف پندرہ کروڑ رہ جائینگے اور ممکن ہے کہ مسلمان یا عیسائی ایک دن باعتبار آبادی ان کی ہمسری کا دعوے کرنے لگین وہ شب و روز تڑپ رہے ہین کہ ایک ہی لمحہ مین اچھوتون کو اپنے اندر داخل کر لین اسوقت یہ تحریک تمام ہندو قومیت کی روح و روان ہے اس معاملے مین سیاسی ہندو کلیۃً طور پر متفق اور متحد ہین اور سب نے یہ طے کر لیا ہے کہ اچھوت اقوام کی اصلاح کی جاے چھوت چھات سناتن دھرم کا جو قدیمی ہندو مذہب ہے ایک اہم ترین اصول ہے اور یہ اتنا قدیم ہے جتنا ہندو دھرم اگر زمانہ حال کے رفارمر سیاسی اغراض کے لیے اسکی اہمیت غیر سناتن تعلیم کی رو سے کم کرنا چاہین تو ان کا اثر سناتن دھرمیون پر ہرگز نہین پڑ سکتا۔

سناتن دھرمی ہندو مسئلہ شدھی سے زیادہ اس مین سخت ثابت ہونگے۔ اور کسی کا یہ کہنا کہ مسلمان حکمرانون نے اپنے ذاتی اغراض کے لحاظ سے ہندوؤن مین اچھوت ذاتون کی ایجاد کی ہے کسی سناتن دھرمی کے عقائد مین ذرہ برابر گڑبڑ پیدا نہین کر سکتا جن صاحبون نے ہندو مذہب کی تواریخ پڑھی ہین وہ بھی جانتے ہین کہ چھوت چھات مسلمانون کے عرب مین نمودار ہونے سے ہزارہا سال پیشتر اہل ہنود مین رام چندر جی اور سری کرشن جی کے زمانون مین رائج تھی ان کو واقعات سے معلوم ہوگا کہ رام چندر جی نے چند خدمات کے صلے مین بھیل اور کیوٹ لوگون کو اس سے مستثنے کیا تھا اور سری کرشن جی کی وجہ سے گوالون کو اس سے نجات ملی تھی کوروونکے زمانے مین جو چلیتا چمار کا قصہ ہوا تھا وہ بھی نظر سے گذرا ہوگا وہ لوگ جو مسئلہ آواگون پر اعتقاد رکھتے ہین اس بات پر مجبور ہین کہ جنم بدلنے کے لیے انسان کی زندگی کے مختلف مدارج علی الترتیب اعمال قائم کرین اور فی الحقیقۃ ان کو ایک درجہ اچھوت کا بھی رکھنا لازمی ہے اچھوت اقوام کی درستی اور ان کی تعداد مین کمی محض انسان کے افعال پر منحصر ہے۔ اچھوت اقوام یقیناً علیحدہ نہین بنائی گئی ہین یہ خود حضرت انسان کے افعال قبیحہ کی ساختہ پرداختہ ہین۔

دکن مین نشاد کے بہت سے قبائل ہین مثلاً کولی۔ گونڈ۔ بھیل۔ کویا۔ یاکالس وغیرہ وغیرہ یہ لوگ جس مذہب کی پیروی کرتے ہین وہ بالکل ایک ابتدائی شکل مین ہے۔ نیچر مین جو چیز انھین عجیب و غریب معلوم ہوتی ہے وہ اسکی پرستش کیا کرتے ہین لیکن ان مین سے جن لوگون کا میل جول میدان اور شہر کے لوگون سے خاصکر نیچ قوم کے ہندوؤن سے ہو جاتا ہے تو وہ رفتہ رفتہ ان ہی کا

مذہب انہی کے دیوتا اور ان ہی کے طریقۂ پرستش کو اختیار کر لیتے ہیں اور پھر اپنے پرانے دیش و مذہب کو خارج کر کے اُس کی جگہ پر ہندو برہمن کو مقرر کرتے ہیں جو ضروری مذہبی رسومات کو ادا کرتا ہے اصلی باشندوں میں سے جو سب سے زیادہ تعداد میں ہیں وہ گونڈ ہیں۔

سپاہ

نظام چونکہ اول نمبر کے رئیس ہیں اس لیے وہ اپنی شان کے مطابق فوج رکھتے ہیں انکی فوج دو قسم کی ہے ایک باقاعدہ اور دوسری بے قاعدہ اور ماسوا اسکے پائگاہ کی فوج بھی ہے جو خود نظام اور اُنکے امرا کے زیر حکم ہے۔

پہلی فروری ۱۸۸۴ء کو نظام نے ایک فرمان جاری کیا تھا اسکے مطابق تمام جنگی فوج کی افسری مہاراجہ سرکشن پرشاد صاحب کو دی گئی اور وہ اُسکے منتظم مقرر ہوئے۔ باقاعدہ فوجوں میں امپیریل سروس کی فوجیں اور گولکنڈہ برگیڈ جمعیت نظام۔ میسرم پلٹن شامل ہے تمام باقاعدہ فوجیں اسلیے باقاعدہ کہلاتی ہیں کہ ان میں جنگی قواعد اور طرز جدید کے حربی فنون سکھلائے گئے ہیں اور ویسی وردیاں دی گئی ہیں لیکن باوجود اسکے ایسا نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ ویسی ہی مکمل ہیں جیسا کہ ایک پوری باقاعدہ فوج ہونی چاہیے۔ واقعی یہ فوجیں حیدرآباد امپیریل سروس فوج سے جو کسی وقت انگریزی پلٹنوں کے ساتھ دوش بدوش آمادہ جنگ ہو سکتی ہیں کبھی مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ بقول گلمر راوٹ نظام کی فوج اٹھائیس ہزار ہے اور اس کا سالانہ خرچ ستر لاکھ روپیہ ہے بعض کہتے ہیں کہ ریاست حیدرآباد کی تربیت یافتہ افواج کی تعداد بیس ہزار ہے جسکا سالانہ خرچ ۱۶ لاکھ روپیہ ہے۔ میسرام

ریاست کے سکے

ریاست میں خوبصورت نوٹ اور سکے جاری ہیں پہلے زمانے میں اس ریاست کا سکہ بہت بھدہ اور بدصورت تھا اور اب روپیہ اور اشرفی پر چار مینار کی تصویر بنائی گئی ہے اور دوسری طرف عربی خط کی عبارت ہے۔ ۱۱۵ ریاستی روپے ۱۰۰ انگریزی روپے کی برابر ہیں اور نوٹ تو ہندوستان میں سوائے اس ریاست کے غالباً اور کسی ریاست میں نہیں ہیں اور نواب میر عثمان علی خان کے پہلے یہاں بھی نوٹ جاری نہیں تھے ان نوٹوں کا کاغذ نہایت دبیز اور مضبوط اور چکنا ہوتا ہے اور انکی چھپائی رنگین اور نہایت خوشنما ہوتی ہے۔ عبارت اس نوٹ پر اُردو زبان میں چھپی ہوتی ہے۔ اور نوٹ کی پشت پر بھی نہایت خوبصورت پھول لوٹے جاتے ہیں نوٹ کی رقم چھپی ہوئی ہوتی ہے۔

ڈاک خانے کے ٹکٹ

اس ریاست کے ڈاک خانے مین جو ٹکٹ اور کارڈ و لفافے مروج ہین وہ بھی نہایت خوبصورت ہین اور عربی حروف اُن پر نقش ہین ڈاک خانے کی مہرین بھی اُردو زبان مین ہین لیٹر بکس اور ڈاک خانے کے بورڈ وغیرہ انگریزی ڈاک خانون کی طرح سُرخ نہین ہین بلکہ زرد رنگ ہین جو حیدرآباد کے دربار ریاست کا رنگ ہے۔

ریاست حیدرآباد کا جھنڈا

ریاست کے جھنڈے کا رنگ زرد ہے اور وسط مین ایک خوبصورت نیلا نشان بنا رہتا ہے یہ جھنڈا حیدرآباد کے تمام فوجی اور سرکاری عمارتون پر لہراتا ہے۔ اس جھنڈے کے متعلق ٹائمز آف انڈیا لکھتا ہے کہ سرکار آصفیہ کے زرد جھنڈے اور اس مین نیلا نشان بنانے کے متعلق ایک قصہ وابستہ ہے روایت ہے کہ نظام الملک میر قمرالدین خان ایک مرتبہ کسی مہم پر جارہے تھے ایک فقیر نے آپ کو اس مہم کے سر ہونے کی دعا کی اور ایک تعویذ کی طرح چپاتی دی جو ایک میلے کپڑے مین بندھی ہوئی تھی مہم سر ہونے پر یہ ہدایت کردی تھی کہ حیدرآباد کا زرد جھنڈا اور اس مین نشان ویسا ہی بنایا جائے جیسا کہ اس پیر مرد نے دیا تھا۔

ریاست کی آب و ہوا

ریاست کے جو مقامات خط استوا کے نزدیک ہین وہان سال بھر شدت کی گرمی ہوتی ہے اور قطب کے قریب کے مقامات مین ہمیشہ سخت سردی پڑتی ہے۔ عام طور پر ریاست مین نہ تو بہت سردی پڑتی ہے نہ بہت گرمی۔

موسمی ہوائین

ریاست کی حدود مین موسمی ہوائین جنوب و مغرب کی طرف سے آتی ہین عام طور پر بارش کم ہوتی ہے۔ علاقہ تلنگانہ مین اوسط ۲۲۔ انچ اور مرہٹواڑہ مین اوسط ۲۸۔ انچ ہے موسم تین ہین برسات۔ جاڑا۔ گرمی۔

زراعت

ریاست حیدرآباد ایک زراعتی ملک ہے اور آبادی کا بڑا حصہ زراعت پر ہی زندگی

بسر کرتا ہے حکومت کی طرف سے ترقی زراعت کے لیے کوشش جاری ہے نہروں اور تالاوں کے علاوہ روئی کی کاشت کے کھیت۔ ریشکر کی کاشت۔ تماکو۔ ارنڈ وغیرہ بوئے گئے ہیں۔ سرکاری تجارب کیے جارہے ہیں۔ محبوب نگر میں ریشم کے کیڑوں کی پرورش کا انتظام کیا گیا ہے۔ اوپل مین ہڈیوں کی کھاد کے فوائد دکھلائے جارہے ہیں۔ سنگاریڈی میں میووں اور ترکاریوں کی کاشت نمونے کے طور پر کی جاری ہے۔ ہر قسم کے اناج اور پھل اور ترکاریاں ریاست میں پیدا ہوتی ہیں۔

بڑے بڑے جاگیردار

ریاست حیدرآباد میں پانچ دس بیس اور پچاس لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی رکھنے والے جاگیردار موجود ہیں یا بالفاظ دیگر ریاست حیدرآباد کے اندر جیند۔ نابھ۔ مالیر کوٹلہ وغیرہ جیسی ریاستیں موجود ہیں جن کا تعلق حکومت انگلشیہ سے نہیں بلکہ براہ راست ریاست نظام سے ہے۔

ذات خاص نظام

صرف خاص کی آمدنی جسکی تعداد اندازاً ایک کروڑ روپیہ سالانہ ہے نواب کے پرائیوٹ اخراجات اور اسٹاف پر خرچ ہوتی ہے اور علاوہ اسکے از روئے قانون ریاست وہ سرکاری خزانے سے بھی روپیہ لینے کے مستحق ہیں۔ نواب کے اسٹاف کی تعداد اتنی ہی ہے کہ جتنی یورپ کے بادشاہوں کے خاص ملازموں کی ہے یہاں کے خزانے کے جواہرات کو دیکھکر یورپ کے شاہزادے بھی متعجب ہوجاتے ہیں۔ یہاں کے نواب لوگوں سے میل جول کم رکھتے ہیں۔ خسروانہ مزاج کی عام طور پر مذمت کی جاتی ہے مگر یہ نامناسب ہے کیونکہ مزاج چاہے خسروانہ ہو یا جمہوریت پسند اگر انسان کا میلان خاطر بہی نوع انسان کی بہبودی کی جانب ہوگا تو اس سے بہت فائدہ متصور ہوسکتا ہے۔

نظام کی ریاست کی اولیت

دولت آصفیہ کو جو اول نمبر کی ریاست کہتے ہیں تو یہ باعتبار تمول اور زرخیزی کے سمجھنا چاہیے نہ باعتبار وسعت کے کیونکہ اس کا رقبہ بحالات موجودہ اگرچہ بیاسی ہزار چھ سو اٹھانوے میل مربع ہے تو ریاست کشمیر کا مجموعی رقبہ بھی اسی کے قریب قریب یعنی اسی ہزار نو سو میل مربع ہے اور اگر نظام کی سلامی ۲۱ ضرب توپ ہے تو دوسرے بہت سے حکمرانوں کی بھی اسی قدر ہے۔
حق یہ ہے کہ حیدرآباد کی حکومت اگرچہ نوابی کہلاتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کھلے خوش

ایک شاہی ہے جو بات یورپ کے بادشاہون کو بوجہ پارلیمنٹون اور رعایا کی مداخلت اور بیرونی و داخلی اولوالعزمانہ کامون کی ضرورت کے حاصل نہین وہ حیدرآباد کی نوابی مین حاصل ہے۔
۸۲۶۹۸ میل کے ۵۲۹۲۶۷۲۰ - ایکڑ ہوتے ہین اس زمین کی تفصیلی کیفیت یہ ہے۔

مقبوضۂ سرکار	۲۹۷۰۲۶۷۶	ایکڑ
صرف خاص یا پائگاہین اور جاگیرات	۲۲۳۴۹۷۸۹	"
انعام اور مقطعہ	۸۷۳۹۵۵	"

سنہ ۱۹۱۲ء سے سنہ ۱۹۲۲ء تک ابتدائی دس سال مین سرکاری زمینون اور قابل زراعت زمینون مین جو ترقی ہوئی اسکی کیفیت ذیل کے نقشے سے معلوم ہو سکتی ہے۔

سرکاری زمینین	مرہٹواڑہ	۹۶۷۵۳	ایکڑ
ایضاً	تلنگانہ	۱۰۶۰۸۱۰	"
درست کردہ زمینین	مرہٹواڑہ	۱۲۱۳۹۳	"
ایضاً	تلنگانہ	۷۹۰۶۶۳	"

ریلوے

ریلوے اور سڑکون کے متعلق ہمارے پاس سنہ ۱۹۲۳ء تک کے اعداد و شمار ہین حیدرآباد مین ریلوے کی بڑی لائن بھی ہے اور چھوٹی لائن بھی۔ بڑی لائن واڑی جنکشن ضلع گلبرگہ سے شروع ہوکر سکندرآباد اور حیدرآباد ہوتی ہوئی ورنگل چلی جاتی ہے وہان سے بمبیر واڑہ ضلع مدراس کی طرف نکل جاتی ہے اسکی لمبائی تین سو دس میل ہے۔ حسین ساگر سے حیدرآباد اور دھوماٹکل سے سنگارینی کے کوئلے کی کانون تک بیس میل اور شمار کر لیجیے اس طرح بڑی لائن مجموعی طور پر ۳۳۰ میل ہے۔ چھوٹی لائن کا نام حیدرآباد گوداوری والی ریلوے ہے جو حیدرآباد سے منواڑ تک ۳۹۱ میل ہے۔ اورنگ آباد۔ دولت آباد۔ پورنا۔ جالنہ وغیرہ کے مشہور اسٹیشن اس لائن پر ہین پورنا سے ہنگولی تک جو لائن ہے اسکی لمبائی ۵۰ میل ہے۔ سکندرآباد کرنول لائن مین سے سنہ ۱۹۲۲ء تک ایک سو نو میل لمبی لائن بن چکی تھی اور بھی کئی شاخین تیار ہو رہی ہین۔
ریاست حیدرآباد کی ریلوے گاڑیون پر نہایت خوبصورت سنہرا ہلال چمکتا ہوا لگا ہوتا ہے۔

نسب نامۂ نظام

بانی اس ریاست کے نظام الملک آصف جاہ اول ہین جن کا اصلی نام میر قمرالدین خان ہے

جو اورنگ زیب کی فوج میں ترکمانی افسر تھے اور انھوں نے دربار دہلی سے انحراف[1] کر کے بڑی ریاست قائم کی لوگ ان کو قوم ترکمان[2] سے جانتے ہیں جو ترکوں میں سے ایک گروہ ہے بعض نے وجہ تسمیہ ترکمان کی یہ لکھی ہے کہ جب ترکوں نے توران و روم سے ایران میں نقل مکانی کی تو انکی اولاد ایران میں ترکمان کہلانے لگی اور صاحب حبیب السیر نے لکھا ہے کہ چونکہ یہ لوگ نسبت ترکوں کے کم رتبہ ہیں اس لیے ترکمان کہلانے لگے مان تشبیہ کا فائدہ دیتا ہے یعنی ترکوں کی مانند جیسے آسمان کہ گردش کرتا ہے آس بمعنی چکی اور مان کلمۂ تشبیہ ہے کیونکہ چکی کی طرح دورہ کرتا ہے انکے گروہ گرگان سے خوارزم تک اور یہاں سے بلخ۔ بخارا سمرقند۔ مرو اور سرخس تک جنگلوں میں رہتے ہیں اور خانہ بدوشوں کی طرح کپڑے اور بالوں کے خیمے میں گرم و سرد مقاموں میں زندگی بسر کرتے ہیں اور خانہ بدوشی کی حالت میں مقامات بدلتے رہتے ہیں انکے بہت سے گروہ ہیں ان میں سے بعض نے آذربائیجان میں برسوں سلطنت کی ہے۔

لیکن ہندوستان میں جو کتابیں متداول ہیں ان میں لکھا ہے کہ میر قمرالدین خان کے اجداد پدری کا سلسلۂ نسب شیخ شہاب الدین سہروردی کو پہنچتا ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں اور نانا ان کا سعد اللہ خان وزیر اعظم شاہ جہان شہنشاہ ہندوستان کا ہے۔ میر قمرالدین خان کے دادا عابد خان بن عالم شیخ بن الہ داد شیخ بن عبدالرحمن شیخ عزیزان ہیں عالم شیخ سمرقند کے علمائے متبحر سے تھے اور عبدالرحمن شیخ نہایت متورع تھے۔ ابتدائے عمر سے مشت خاک کو بزرگوں کے دامن میں باندھ دیا تھا اور خود ان بہار زندگی کے پھول ہوتے ہیں انھیں بزرگوں کے روضوں پر چڑھایا تھا جن کی برکت نے انھیں وہ مرتبہ بخشا کہ خود صاحب ارشاد ہو کر شیخ کہلائے اور ہزاروں آدمی انکے معتقد ہوئے جنکی وہ اصلاح باطنی کرتے تھے۔

نوابان حیدرآباد کے ناموں کے ساتھ الفاظ میر و خواجہ کے لکھے جانے کی وجہ

نوابان حیدرآباد کی نسل تاتاریوں سے ہے اور مذہب ان کا سنت و جماعت حنفی ہے ان کے ناموں کے ساتھ جو میر کا لفظ لکھا جاتا ہے تو اس سے وہ میر نہ سمجھنا چاہیے جو شیعیان لکھنو کی اصطلاح ہے بلکہ یہ میر ترکی کا لفظ افسر اور سردار کے معنے میں ہے جیسے میر لشکر۔ میر منشی۔ میر آب۔ میر سامان میر آتش۔ اور میر ایسا کہ مولوی صہبائی کی کلیات میں مرقوم ہے۔ جو لوگ اسکو امیر کا مخفف

له الاسم دیکھو لغی مولفہ مولوی حامی ۱۲

[1] عبد امجات کی جلد نہم میں یہی لفظ لکھا ہے مگر میرے نزدیک انحراف کی جگہ آزادی حاصل کرنا پسندیدہ ہے ۱۲
[2] آرنلڈ نے لکھا ہے کہ جب اول اول ترک خاندان سلمان ہوئے تو ان نومسلموں کا نام دوسرے ترکوں سے ممتاز ہونے کے لیے جو پہلے مشرف با سلام ہوئے تھے ترکمان رکھا گیا ۱۲

جانتے ہین جو عربی کا اسم فاعل ہے اور امارت بمعنی حکومت سے مشتق ہے یہ انکی غلطی ہے
لفظ خواجہ کا استعمال بھی انکے اسلاف کے نامون کے ساتھ تعظیم واظہار سرداری کی وجہ سے
کیونکہ یہ لفظ ترکی مین مالک اور خداوند کے معنے مین ہے اگرچہ توران مین اس لفظ کا اطلاق
پر بھی ہوتا ہے لیکن یہ لوگ صدیقی شیوخ سے ہین اور سید وہ آدمی ہے جو آنحضرت صلی اللہ ع
کے نواسون کی اولاد سے ہو۔ کتب تواریخ مین خاندان آصفیہ کے سوا دوسرے اکثر معزز قوا
کے نامون کے ساتھ بھی لفظ خواجہ کا الحاق ہوا ہے جو سید نہین ہین۔

عابدخان کا ہندوستان مین وارد ہونا اور شاہجہان شہنشاہ ہندوستان کے دربار مین باریاب ہونا

ان کو خواجہ عابد بھی کہتے ہین اور تواریخ مین عام طور پر عابد قلی خان کے نام سے مشہور ہین تاتارستان
مین سمرقند سے تین کوس کے فاصلے پر ایک بستی مین جس کا نام علی آباد ہے پیدا ہوے تھے انکی والدہ
میر حیدر کے صلب سے تھی جو ایک صحیح النسب سید تھا۔ عابد خان سمرقند مین تحصیل علمی کرکے بخارا
کو چلے گئے اور اپنے تبحر علمی کی بدولت اولاً وہان منصب قضا حاصل کیا۔ اسکے بعد شیخ الاسلام کے
درجے کو پہنچ گئے۔ شاہجہان شہنشاہ ہندوستان کے جلوس کے انتیسوین سال زیارت حرمین شریفین
کے قصد سے کابل اور کابل سے ہندوستان مین آئے اور بادشاہ کی نعمت ملازمت سے شرف اندوز
ہوے۔ بادشاہ نے خلعت اور چھ ہزار روپیہ عطا کیا یہان سے رخصت ہوکر حرمین کو گئے اور وہان
حج وغیرہ سے فارغ ہوکر ہندوستان مین آگئے۔

ایک سخت غلطی کی اصلاح

تاریخ فرخ آباد اور تاریخ مالوہ کی دوسری جلد مین ہے کہ شیخ عالم مع اپنے دونون بیٹون میر شہاب الدین
و میر بہاء الدین کے سمرقند سے روانہ ہوے اور ہندمین آکر قریب شاہجہان آباد (دہلی) کے پہنچے شاہجہان
بادشاہ کو انکی آمد کا حال معلوم ہوا تو شیخ کے استقبال کے واسطے شاہزادہ ولی عہد دارا شکوہ کو بھجوایا
جب شیخ عالم قریب مکانات شاہی کے پہنچے تو بادشاہ نے شیخ سے ملنے کو تا دیوان خاص قدم بڑھائے
بہت تعظیم و تکریم کی قصر دولت مین رہنے کو جا دی شیخ نے چند روز آرام کیا بعدہ سفر کا سرانجام کیا۔

ؔلہ شہاب الدین شاہجہان بادشاہ روز یکشنبہ ۲۲ جمادی الاولی سنہ ۱۰۳۶ ہجری (مطابق سنہ ۱۶۲۶ء) کو مقام لاہور مین
اورنگ نشین سلطنت دہلی ہوا۔ اور مدت سلطنت ۳۲ سال چند ماہ ہے ۱۲

بادشاہ نے پانچ لاکھ روپے نقد دیے اور بھی تحفے نذر کیے شیخ مع اپنے فرزندوں کے حج کرنے کو تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر جلد کوسدھارے۔ میر شہاب الدین شیخ کی لاش وطن میں لائے اپنے بزرگوں کے مدفن میں دفن کیا میر بہاء الدین کو سمرقند میں سجادہ نشین کیا۔

تاریخ فرخ آباد میں لاش کے وطن میں لانے کا ذکر نہیں ہاں یہ لکھا ہے کہ شہاب الدین خان نے وطن میں لوٹ کر شاہ جہاں کو عرضی لکھی کہ میں نے پیرزادگی کا خیال چھوڑ دیا ہے بزرگوں کا سجادہ چھوٹے بھائی بہاء الدین کے حوالے کر دیا ہے جو ارشاد ہو تعمیل کی جائے بادشاہ نے جواب لکھا کہ اگر تم نے ہماری نوکری کا ارادہ کیا ہے تو اطمینان سے چلے آؤ۔ جب دارالسلطنت میں آکر شاہ جہان کے پاس حاضر ہوئے تو بادشاہ نے خدمت ترخانی صدر الصدوری کی عطا کی اور منصب پنجہزاری تک عزت بڑھائی اور خطاب خواجہ محمد عابد خان بہادر کا دیا۔ عابد خان نے سمرقند سے اپنے فرزند ارجمند کو بلا لیا اور سعد اللہ خان وزیر شاہ جہاں کی بیٹی سے اس کا بیاہ کیا۔ بادشاہ نے عابد خاں کے فرزند اکبر کو میر شہاب الدین خان خطاب دیا جب عابد خاں نے ملک بقا کی راہ لی شہاب الدین خاں نے اپنے باپ سے زیادہ ترقی کی اور نگ زیب عالمگیر نے سے امیر کبیر کیا غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ لقب سے خطاب دیا منصب ہفت ہزاری کا عطا فرمایا سپہ سالاری اور امیر الامرائی کا عہدہ پایا۔

یہ بیان بہت لغو ہے کیونکہ ہندوستان میں جو تاریخ کی کتابیں ہوا ان حیدرآباد کے معتبر اشخاص نے لکھی ہیں ان سے یہی ثابت ہے کہ عابد خاں شہاب الدین خان کے باپ کا نام ہے جن کو سب سے اول غازی الدین خان فیروز جنگ کا خطاب ملا تھا اور خود عابد خاں شاہ جہاں کے پاس آئے تھے نہ عالم شیخ اور شاہ جہاں نے جو رقم دی تھی وہ چھ ہزار سے زیادہ نہ تھی یہ قول لغو بھی سمجھے کہ پانچ لاکھ روپے بیچارہ شیخ اپنے سفر میں ساتھ کیسے لے جا سکتا تھا اور حرمین سے شیخ کی لاش وطن کو لیجا سکتے افسوس کا مقام تھا حرمین کی موت و تدفین کو ہر مسلمان وطن کی موت و تدفین پر ترجیح دیتا ہے اور بہاء الدین خان عابد خاں کے بھائی کا نام ہے۔

اور ترخان تلمے دوقانی کے فتحے سے سلاطین ترکستان کے یہاں کا خطاب ہے کہ نہایت دی عزت کو یہ خطاب دیا جاتا اور اس کا ایسا رتبہ سمجھا جاتا کہ اگر کسی کو مار ڈالتا تو مواخذہ نہ ہوتا اور جس وقت چاہتا دربار میں بغیر اطلاع کے حاضر ہو جاتا عربوں نے اسکو معرب کر کے ترخان جمع سائی ہے۔

شجرہ ان کا اس طرح ہے۔

عبدالرحمن شیخ عزیزان

الہ داد شیخ

عالم شیخ

میر بہاءالدین خان | عابد خان | حیدر خان | عبدالرحمن خان

حامد خان | محامد خان | میر شہاب الدین خان المخاطب بہ غازی الدین خان فیروز جنگ اول | مجاہد خان | عبدالرحیم خ...

میر قمرالدین خان المخاطب بہ نظام الملک آصف جاہ اول

عابد خان کا اورنگ زیب عالمگیر کے رفقا مین داخل ہونا

عابد خان ہندوستان مین واپسی کے بعد شاہزادہ اورنگ زیب بن شاہ جہان کے ملازمون مین
ہوگئے اورنگ زیب ان دنون دکن مین متعین تھا۔ مرآت عالم مین لکھا ہے کہ جب عالمگیر نے
باپ کی علالت کا حال سنا تو برہان پور سے روانگی کا ارادہ کیا اور شہر سے باہر باغ گلال باڑ
آکر قیام کیا اور ان دنون مین دوسرے امرا کے ساتھ خواجہ عابد خان کو **عابد خانی** خطا
اور دوسری کتابون مین ہے کہ خطاب کے ساتھ منصب سہ ہزاری و پانصد سوار کا بھی بخشا تھ
یہ روانگی عالمگیر کی ولی عہد سلطنت داراشکوہ کی مرضی کے خلاف تھی اس لیے اسنے بادشاہ ک
عالمگیر کے روکنے کے لیے بادشاہی فوجین روانہ کین جنگی سپہ سالاری مہاراجہ جسونت سنگ
والی جودھپور کے سپرد ہوئی وہ اجین مین آیا اور یہان سے بھی چل کر کاچرودہ سے تین کو
ٹھہرا۔ اورنگ زیب نہین چاہتا تھا کہ لڑائی ہو اور جسونت سنگھ کے پاس ایک قاصد بھ
کہ ہمارا ارادہ جنگ کا نہین ہے صرف باپ کی ملازمت کی نیت ہے ہمارے ساتھ تم
خدمت مین چلو۔ یا ہمارے سر راہ سے ہٹ کر جودھپور اپنے وطن کو چلے جاؤ۔ مہاراجہ ن

…تُسا اور جنگ وپیکار کے لیے آمادہ ہوا۔ روز جمعہ ۲۲ رجب سنہ ۱۰۶۸ ہجری مطابق سنہ ۱۶۵۸ء
کو لڑائی ہوئی مہاراجہ کے بڑے بڑے سردار کام آئے اور بے تعداد راجپوت سپاہی و
سوار مقتول ہوئے یہ لڑائی اجین کے قریب ملوچپور گاؤں پر جس کا نام بعد کو فتح آباد ہوا
واقع ہوئی تھی اور مہاراجہ اپنے بچے کھچے سپاہیوں کے ساتھ اپنی راج دھانی کو چلا گیا۔

عابد خان کا عروج وترقی

اس جنگ میں عابد خاں نے بڑی بہادری دکھائی جن ہاتھوں میں کبھی کتابیں رہتی تھیں اُن ہاتھوں نے اس معرکے میں ایسی شمشیر زنی کی کہ اورنگ زیب بہت خوش ہوا اور اس فتح کے بعد عابد خاں کے منصب میں ہزاری ذات اور دو سو سوار کا اضافہ کرکے چار ہزاری ذات اور ۸ سو سوار کے منصب پر پہنچا دیا چنانچہ عالمگیر نامے میں ہے اور اورنگ زیب ابوالمظفر محی الدین عالمگیر کے لقب سے روز جمعہ یکم ذیقعدہ سنہ ۱۰۶۸ ہجری (مطابق سنہ ۱۶۵۸ء) کو اعز آباد متصل سرہند میں تخت نشین ہوا۔ اور اپنی تخت نشینی سے چوتھے سال (سنہ ۱۰۷۱ ہجری میں) شیخ میرک کی جگہ جو بہت بوڑھا ہو گیا تھا کل ملک کی صدارت کا عہدہ عطا کیا اور سنہ ۱۰۷۴ ہجری میں منصب چار ہزاری ذات اور ڈیڑھ ہزار سوار کا بخشا۔ عالمگیر نامے میں اس کو یوں ادا کیا ہے کہ سنہ ۱۰۷۴ ہجری میں عابد خاں کو بادشاہ نے اصل واضافہ ملا کر چار ہزاری ذات اور پندرہ سو سوار کے منصب پر پہنچا دیا اور ایک ہاتھی بخشا اور سنہ ۱۰۷۷ ہجری میں صدارت کل ممالک سے معزول ہو کر اجمیر کے صوبہ دار بنائے گئے سنہ ۱۰۸۱ ہجری میں مبارز خاں کی جگہ ملتان کے صوبہ دار ہوئے سنہ ۱۰۸۵ ہجری میں صوبہ داری ملتان سے معزول کرکے بادشاہ نے اپنے پاس بلا لیا اور قافلہ حجاج کا میر حاج بنا کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ کیا۔

قلیچ[ٹہ] خان کا خطاب پاکر جنگی مہمات میں مصروف ہونا

سنہ ۱۰۹۰ ہجری میں راجپوتانے کی مہم کے اثنا میں عالمگیر نے عابد خاں کو نامہ قلیچ خاں کا خطاب دیا اور اُن کے بیٹے میر شہاب الدین خاں کی معرفت گھوڑا ساز طلائی کے ساتھ بندر سورت میں اُن کے پاس بھجوایا۔ پھر عابد خاں بادشاہ کے پاس آ گئے۔ سنہ ۱۰۹۱ ہجری میں شاہزادہ محمد معظم کے ساتھ شاہزادہ محمد اکبر کی بغاوت کو مٹانے کے لیے مقرر ہوئے چونکہ آپ عالمگیر سے منحرف ہو کر بھاگ گیا تھا۔ عابد خاں شاہزادہ محمد معظم سے رخصت حاصل کیے بغیر بادشاہ کے پاس چلے آئے اس لیے …

لہ دیکھو اورنگ نامہ ۱۲ [illegible] باب اللام کے کسرے سے ترکی میں شمشیر کے معنے میں ہے ۱۲

شجرہ ان کا اس طرح ہے۔

عبدالرحمٰن شیخ عزیزان

|

الہ داد شیخ

|

عالم شیخ

میر بہاءالدین خان	عابد خان	حیدر خان	عبدالرحمٰن خان

حامد خان	محامد خان	میر شہاب الدین خان المخاطب به غازی الدین خان فیروز جنگ اول	مجاہد خان	عبدالرحیم خان

|

میر قمر الدین خان المخاطب به نظام الملک
آصف جاہ اول

عابد خان کا اورنگ زیب عالمگیر کے رفقا مین داخل ہونا

عابد خان ہندوستان مین واپسی کے بعد شاہزادہ اورنگ زیب بن شاہ جہان کے ملازمون مین منسلک ہوگئے اورنگ زیب ان دنون دکن مین متعین تھا۔ مرآت عالم مین لکھا ہے کہ جب عالمگیر نے اپنے باپ کی علالت کا حال سنا تو برہان پور سے روانگی کا ارادہ کیا اور شہر سے باہر باغ گلال باڑی مین آکر قیام کیا اوران دنون مین دوسرے امرا کے ساتھ خواجہ عابد خان کو **عابد خانی** خطاب دیا اور دوسری کتابون مین ہے کہ خطاب کے ساتھ منصب سہ ہزاری وپانصد سوار کا بھی بخشا تھا چونکہ یہ روانگی عالمگیر کی ولی عہد سلطنت داراشکوہ کی مرضی کے خلاف تھی اس لیے اسنے بادشاہ کو ورغلاکر عالمگیر کے روکنے کے لیے بادشاہی فوجین روانہ کین جنکی سپہ سالاری مہاراجہ جسونت سنگہ راٹھور والی جودھپور کے سپرد ہوئی وہ اجین مین آیا اور یہان سے بھی چل کر کاچرودہ سے تین کوس پر آکر ٹھہرا۔ اورنگ زیب نہین چاہتا تھا کہ لڑائی ہو اور جسونت سنگھ کے پاس ایک قاصد بھیجکر کہلایا کہ ہمارا ارادہ جنگ کا نہین ہے صرف باپ کی ملازمت کی نیت ہے ہمارے ساتھ تم بادشاہ کی خدمت مین چلو۔ یا ہمارے سر راہ سے ہٹ کر جودھپور اپنے وطن کو چلے جاؤ۔ مہاراجہ نے اس پیام کو

ہ سا اور جنگ و پیکار کے لیے آمادہ ہوا۔ روز جمعہ ۲۲ رجب ۱۰۶۸ھ ہجری مطابق ۱۶۵۸ء کو لڑائی ہوئی مہاراجہ کے بڑے بڑے سردار کام آئے اور بے تعداد راجپوت سپاہی و سوار مقتول ہوے یہ لڑائی اجین کے قریب بلوچپور گاؤں پر جس کا نام بعد کو فتح آباد ہوا واقع ہوئی تھی اور مہاراجہ اپنے بچے کھچے سپاہیوں کے ساتھ اپنی راج دھانی کو چلا گیا۔

عابدخان کا عروج و ترقی

اس جنگ میں عابدخاں نے بڑی بہادری دکھائی جن ہاتھوں میں کبھی کتابیں رہتی تھیں اُن ہاتھوں نے اس معرکے میں ایسی شمشیر زنی کی کہ اورنگ زیب بہت خوش ہوا اور اس فتح کے بعد عابدخان کے منصب میں ہزاری ذات اور دوسو سوار کا اضافہ کرکے چار ہزاری ذات اور نہ سو سوار کے منصب پر پہنچا دیا جیسا کہ عالمگیر نامے میں ہے اور اورنگ زیب ابوالمظفر محی الدین عالمگیر کے لقب سے روز جمعہ یکم ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ ہجری (مطابق ۱۶۵۸ء) کو اعز آباد متصل سرہند میں تخت نشین ہوا۔ اور اپنی تخت نشینی سے چوتھے سال (۱۰۷۱ھ ہجری میں) شیخ میرک کی جگہ جو بہت بوڑھا ہو گیا تھا کل ملک کی صدارت کا عہدہ عطا کیا اور ۱۰۷۱ھ ہجری میں منصب چار ہزاری ذات اور ڈیڑھ ہزار سوار کا بخشا عالمگیر نامے میں سکو یوں ادا کیا ہے کہ ۱۰۷۱ھ ہجری میں عابدخاں کو بادشاہ نے اصل و اضافہ ملاکر چار ہزاری ذات اور پندرہ سو سوار کے منصب پر پہنچا دیا اور ایک ہاتھی بخشا اور ۱۰۷۷ھ ہجری میں صدارت کل ممالک سے معزول ہوکر اجمیر کے صوبہ دار بنائے گئے ۱۰۸۰ھ ہجری میں سادر خاں کی جگہ ملتان کے صوبہ دار ہوے ۱۰۸۵ھ ہجری میں صوبہ داری ملتان سے معزول کرکے بادشاہ نے اپنے پاس بلالیا اور قافلۂ حجاج کا میر حاج بناکر مکہ معظمہ کی طرف روانہ کیا۔

قلیچ[1] خان کا خطاب پاکر جنگی مہمات میں مصروف ہونا

۱۰۸۹ھ ہجری میں راجپوتانے کی مہم کے اثنا میں عالمگیر نے عابدخاں کو غائبانہ قلیچ خاں کا خطاب دیا اور انکے بیٹے میر شہاب الدین خاں کی معرفت گھوڑا ساز طلائی کے ساتھ مندسور میں انکے پاس بھجوایا۔ پھر عابدخاں بادشاہ کے پاس آگئے۔ ۱۰۹۱ھ ہجری میں شاہزادہ محمد معظم کے ساتھ شاہزادہ محمد اکبر کی بغاوت کو مٹانے کے لیے مقرر ہوے جو اپنے باپ عالمگیر سے منحرف ہوکر بھاگ گیا تھا۔ عابدخاں شاہزادہ محمد معظم سے رخصت حاصل کیے بغیر بادشاہ کے پاس چلے آئے اس لیے

[1] دیکھو اورنگ نامہ ۱۲ قلیچ بائے اور لام کے کسرہ سے ترکی میں شمشیر کے معنے میں ہے ۱۲

بادشاہ ناراض ہوگیا اور سلام کو نہ بلایا چار ماہ کے بعد قصور معاف کر دیا ۱۶ جمادی الاولی ۱۰۹۴ھ کو رضوی خان کے انتقال کر جانے پر دوبارہ صدارت کل ممالک کا عہدہ ملا۔ ۲۴ شوال ۱۰۹۳ھ کو شاہزادے کے ساتھ دکن میں مہم جنگ کی تیاری کے لیے بھیجے گئے۔ رخصت کے وقت بادشاہ نے خلعت اور گھوڑا اور نقارہ مرحمت کیا جب بادشاہ خود دکن میں پہنچا تو انہیں ۳ ذیقعدہ ۱۰۹۶ھ کو بیدر کا حاکم کر دیا اور ہتنی اور ارزہ بخشی جب بادشاہ شولاپور سے بیجاپور کی طرف روانہ ہوا تو عابد خان بیجاپور کے نواح میں سلام کو حاضر ہوئے عالمگیر نے خاص اپنا ترکش اور کمان عطا کی۔ اور مورچوں کی خدمات انکے سپرد کیں آخر کار قلعہ مذکور صلح کے ساتھ مفتوح ہوگیا۔

ماہولی کی قلعداری

احکام عالمگیری کے صفحہ ۷۰ ۵ میں لکھا ہے کہ عابد خان قلعدار ماہولی کی واجب العرض کے انتخاب سے جو قطب الدین خان سجادہ نشین تلکوکن نے پیش کی ہے معلوم ہوا کہ چھ ہزار پیادے مرہٹوں کے قلعے کے گرد قابو حاصل کرنے کی فکر میں ہیں اور محافظوں کی تنخواہ اور ذخیرہ ۴ سال سے نہیں پہنچا ہے اگر علی الحساب دس ہزار روپے محافظوں کی تنخواہ اور جنس ضروری کی خرید کے لیے خزانہ تلکوکن سے مل جائیں تو قلعے کی حفاظت ہوسکتی ہے اسلیے بادشاہ نے زین العابدین خان کو حکم دیا کہ اگر قلعہ دار اس قلعے کی حفاظت کرسکتا ہو تو خزانہ تلکوکن سے اس قدر روپیہ دیدے ورنہ حقیقت نفس الامر سے اطلاع دے اور وزارت پناہ یہ روپیہ محافظان قلعہ کی تنخواہ میں جنکی موجودات سابق میں عابد خان کی مہری پہنچی ہے علی الحساب دیدیں اور ذخیرہ ضروری کا سرانجام کردیں۔

گولکنڈے کی جنگ میں مجروح ہوکر وفات پانا

تیسویں سال جلوس مطابق ۱۰۹۷ھ ہجری میں عالمگیر نے حیدر آباد کی طرف عزمیت کی تو گولکنڈے کے قریب افسروں کو حکم ملا کہ محصورین کی بھیر کو جو قلعہ کی دیوار کے باہر ٹھہری ہوئی تھی بھگا دیں عابد خان نے خوب جانفشانی کی اور قلعے کے قریب پہنچ گئے اتفاقاً سیدھے ہاتھ کے شانے پر توپ کا گولہ لگا ہاتھ جدا ہوگیا شدید تکلیف کی حالت میں وہاں سے گھوڑے پر سوار ہوکر اپنے زخم کو معمولی ظاہر کرتے ہوے تاکہ سپاہی بے حوصلہ نہوں اپنے کیمپ میں آئے جملۃ الملک اسد خان مزاج پرسی کو پہنچے تو اس وقت جراح شانے میں سے ہڈی کی کرچیں نکال رہا تھا اور وہ چار زانو بیٹھے ہوے باتیں کر رہے تھے اور دوسرے ہاتھ سے قہوہ پی رہے تھے اور بخندہ پیشانی حاضرین سے کہہ رہے تھے کہ جراح اچھا کاریگر ہے۔ آخر کار اس زخم کے صدمے سے جان بر نہ ہوے ۲۴ ربیع الاول ۱۰۹۸ھ کو

نگر لے آخرت ہوئے۔ ان کا مرقد حیدرآباد سے تین کوس پر شمال و مشرق کی جانب ہے۔

سیرت و اخلاق

عابد خان المخاطب بہ قلیچ خان جنھوں نے ہندوستان میں خاندان آصفیہ کے اوج کا سنگ بنیاد رکھا بڑے نیک۔ خوش اخلاق۔ دیانت کیش۔ اور صاحب علم و فضل امیر تھے ایک طرف وہ اپنے خاندان کی سب سے بڑی میراث یعنی علم و فضل کے یکتا سرمایہ دار تھے دوسری طرف وہ اعلے درجے کے پرہیزگار اور متقی بزرگ تھے تیسری طرف سپاہ گری اور نظم امور سلطنت میں آپ کا پایہ نہایت بلند تھا۔ اتنے جامع فضائل کا بزرگ آپ کے خاندان میں آپ کے بعد پیدا نہ ہوا۔ آپ کے جانشینوں میں آپ کے فرزند ارجمند نواب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ اور آپ کے پوتے نواب میر قمرالدین خان بہادر نظام الملک آصف جاہ اگرچہ قیادت اوج اور انتظام ملک میں آپ سے بہت آگے نکل گئے لیکن علم و فضل کی میراث کو اس اعلیٰ پیمانے پر قائم نہ رکھ سکے جیسے عابد خاں نے اسے قائم رکھا تھا۔

اولاد

(۱) میر شہاب الدین خان المخاطب بہ غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ معروف بہ خان فیروز جنگ یہ بڑے بیٹے تھے۔

(۲) مجاہد خان جس نے منصب مناسب پر ترقی پائی یہ شہاب الدین خان کے حقیقی چھوٹے بھائی ہیں یہ منجھلے بیٹے تھے مآثرالامرا میں انکو خواجہ محمد عارف بھی لکھا ہے یعنی مجاہد خان خواجہ محمد عارف

(۳) محامد خان یہ بھی شہاب الدین خان کے حقیقی بھائی ہیں۔

(۴) حامد خان تاریخ فتحیہ میں لکھا ہے کہ حامد خان جو عمدۃ الملک خان فیروز جنگ کے سوتیلے بھائی تھے انکو عالمگیر کے وقت میں ماہی مراتب اور منصب اور خطاب بہادری ملا تھا فرخ سیر کے عہد میں سہہ ہزاری منصب کو پہنچ گئے تھے۔ محمد شاہ کے عہد میں ان کا خطاب **معز الدولہ صلابت جنگ** ہو گیا تھا۔ یہ عابد خان کے تیسرے بیٹے تھے مآثرالامرا میں حامد خان کی جگہ حمید خان بھی لکھا ہے اور کہا ہے کہ ان کو عالمگیر کے اکتیسویں سال جلوس میں **خانی** خطاب اور ایک ہتنی انعام میں ملی تھی اور گجرات واودھ کے نائب صوبہ دار ہو گئے تھے۔

(۵) عبدالرحیم خاں یہ بھی فیروز جنگ کے سوتیلے بھائی تھے عالمگیر کے عہد میں انکو **خانی** خطاب ملا تھا اور عالمگیر کے بیٹے شاہ عالم بہادر شاہ کے وقت میں جبکہ **قلیچ خان** خطاب ملا دلاور علی کی لڑائی میں نظام الملک کی ہراول کی فوج کے سردار تھے اور عالم علی خان کی لڑائی میں سیدھے

پاتھ کی فوج کے افسر تھے۔ لڑائی فتح ہونے کے بعد ۱۱۳۳ھ ہجری مین پنجہزاری ذات و پنجہزار سوار کے منصب کو پہنچکر نصیر الدولہ صلابت جنگ خطاب پایا مآثر الامرا مین اسی طرح لکھا ہے۔

میر شہاب الدین خان المخاطب

بہ غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ

یہ عابد خان المخاطب بہ قلیچ خان کے بڑے بیٹے اور آصف جاہ اول کے باپ ہین انکے باپ انکو وطن مین چھوڑکر ہندوستان مین آگئے تھے یہان جم جانے کے بعد انکو اپنے پاس بلایا کہتے ہین کہ ایک دن سبحان قلی خان والی توران فالیز کی سیر کو گیا تھا اس موقع پر میر شہاب الدین نے خواجہ یعقوب جوئباری اور رستم بے اتالیق سے کہا کہ میرا باپ ہندوستان مین مجھکو طلب کر رہا ہے اور خان رخصت نہین دیتے چونکہ وقت آپہنچا تھا یہ دونون شخص خان کے پاس گئے اور عرض کیا کہ شہاب الدین کو انکے باپ کے پاس چلے جانے کی اجازت دیدی جائے خان نے شہاب الدین کو اپنے پاس بلاکر فاتحہ پڑھی اور کہا کہ تم ہندوستان کو جاتے ہو وہان بڑے آدمی ہو جاؤگے اتفاقاً ایسے رتبے کو پہنچے کہ سلاطین بلخ و بخارا کی دولت و مکنت انکے سامنے بے حقیقت تھی۔

ہندوستان مین ورود

عالمگیر کی تخت نشینی سے بارھوین سال (۱۰۸۰ھ ہجری) مین میر شہاب الدین خان ہندوستان مین آئے اور بادشاہ کی ملازمت سے باریاب ہوئے بادشاہ نے ان کو منصب سہ صدی ذات اور ستر سوار کا دیا۔

راج سنگھ اول رانائے اودیپور پر شاہی فوج کشی مین

شہاب الدین خان کا شریک ہونا

یہ رانا ایک سخت مزاج شخص تھا اُسنے اپنے ایک پرہت اور چارن وغیرہ کو غصے مین مارڈالا تھا جس کے کفارے مین غیر قوم والون کے مقابل لڑکر مارا جانا عمدہ سمجھا گیا تھا شروع مین عالمگیر کے ساتھ اسنے اطاعت شعاری کا برتاؤ کیا تھا چنانچہ آداب عالمگیری مین کہ جس کے اصل مسودات کا کاتب منشی والاشاہی شیخ ابوالفتح ساکن ٹھٹہ المخاطب بہ قابل خان اور جمع کرنے والا

تبع محمد صادق متوفی ۱۰۹۲ھ ہجری ہے ایک فرمان عالمگیر کا رانائے مذکور کے نام مندرج ہے
اس سے یہ امر بخوبی روشن ہے۔

عمدۂ اخلاص کیشان دولت خواہ زبدۃ الاعیان والاشباہ خلاصۃ الاماثل والاقران نقاوۃ النظائر والاخوان سلالۂ ودودیت متان سزاوار لطف واحسان مخلص باختصاص ودودی درست اخلاص رانہ راجسنگھ عالی مقدار مستوجب العنایت را ماراج سنگھ مشمول توجہات شاہی مستظہر و مستبشر بودہ بداند عریضہ ات مشتمل بر حسن عقیدت واخلاص و ارشادی تہور شعار راو کیسری سنگھ بحضور پرنور و حوالہ یافتن بعضے ملتمسات تقریر او در حینیکہ خاطر حق شناس حقیقت اساس انتظار آں داشت رسیدہ فیض اندوز مطالعہ خاص گردید مومی الیہ بشرف مراحم خسروانہ امتیاز یافت و آنچہ در باب بعضے محال و آثار ابائی چتور وسلوک بدستور سلاطین ماضین التماس نمودہ تمامہ در حیز پذیرائی یافت باید کہ آں عمدہ راجہائے بلند مقدار عنایات والطاف والائے شاہی را در جمیع مواد شامل حال خود دانستہ مطمئن خاطر بودہ خود را از راہ بارالاخود تصور نماید الحال بکرم الہی خلعت عطیات دیر پیشگاہ والا آنچہ بایستے کرد مصلحت مقتضی آں شد بوجہ احسن در آئین بیک نعل آمد و در تعمیم عزم مقصد حقیقی حالت منتظرہ نماند چنانچہ روز یکشنبہ بیست یکم ماہ حال ساعت کوچ رایات عالیات مقرر و منظم گشتہ است آنکہ فوج شایستہ آں کہ سر آمد راجہائے بلند مقدار فرداً کہ شدہ باشد سر گردگی پسر یا برادر او در رکاب نصرت نصاب برسد و بہیچ من الوجوہ توقف و اہمال واقع نشود تا تائید مؤید حقیقی تحصیل مطلبے کہ پیش نہاد ہمت والا است دائم

کرنیل جیمس ٹاڈ نے جو ایک مراسلہ رانائے مذکور کا اپنی کتاب تاریخ راجستان میں عالمگیر کے نام نہایت گستاخی وجسارت آمیز مضمون کا نقل کیا ہے وہ اس فرمان کو دیکھتے ہوئے بالکل جعلی و غلط معلوم ہوتا ہے۔

جب اس رانائے جودھپور کے راٹھوروں کی مدد پر کمر باندھی اور عالمگیر سے سرکشی کی تو بادشاہ نے اراضی کے ساتھ راجپوتانہ پر چڑھائی کی اور رجب ۱۰۹۰ھ ہجری مطابق جولائی سنہ ۱۶۷۹ء میں راجپوتوں اور رانا کی تنبیہ کے لیے اجمیر کو روانہ ہوا رانا پہاڑوں میں گھس گیا حسن علی خان بہادر عالمگیری رانا کے تعاقب میں مامور تھا اسکی خبر نہیں ملی تھی بادشاہ نے آدمی رات کے وقت میر شہاب الدین خان کو بلایا اس زمانے میں یہ قلیچوں کی جماعت کے ساتھ شاہی دولت خانے کی حفظ و حراست کے لیے اسکے آس پاس مقیم تھے بادشاہ نے کہا کہ حسن علی خان چند روز سے

رانا کے تعاقب مین گیا ہوا ہے اس کا پتہ نہین تم جا کر اسکی خبر لاؤ باوجودیکہ انکو میواڑ کے پہاڑون اور راستون کی کیفیت معلوم نہ تھی مگر تلاش مین قلعچیون کی جماعت کے ساتھ چل نکلے دو روز و شب کے بعد حسن علی خان کی خبر لیکر واپس آگئے رات کو بادشاہ کے حضور مین بخشیون کی وساطت سے پہنچے منصب مین دو سو کا اضافہ ہوکر ہفت صدی کو پہنچ گئے **خانی** خطاب ملا فیل اور کمان اور ترکش بھی بادشاہ نے بخشا اور بادشاہ نے احکام دیگر حسن علی خان کے پاس لوٹا دیا جیسا کہ آثر عالمگیری مین مذکور ہے اور یہ بھی اسی کتاب مین آیا ہے کہ حسن علی خان پہاڑ کے درے سے گذر کر رانا تک پہنچ گئے مگر انکے آنے سے قبل رانا خیمے اور دوسرا اسباب چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اس سفر مین کثرت سے غلہ لشکریون کے ہاتھ آیا جس سے ارزانی ہوگئی ساتوین محرم سنہ ۱۰۹۱ ہجری کو حسن علی خان خیمے وغیرہ جو رانا سے ہاتھ آسے تھے بیس اونٹون پر لدوا کر واپس آگئے۔

جلد دوم تاج التواریخ مطبوعہ مطبع نصرت المطابع دہلی مؤلفہ مولوی نصرت علی دہلوی کے صفحہ ۲۲ مین مذکور ہے کہ رانا کی شکست کے بعد منجملہ ان قیدیون کے جو عالمگیر کے دربار مین زندہ گرفتار ہوکر آسے ایک رانی اودیپوری (اودیپور کے رانا کی بیٹی) بھی تھی جس کی عمر قریباً ۲۵ سال کی ہوگی اس وقت تک اس لڑکی کی شادی نہین ہوئی تھی جس کو حسین اور خوبصورت پاکر عالمگیر نے اپنے محل مین داخل کیا شاہزادہ محمد کام بخش اسکے بطن سے پیدا ہوا جس کا بیاہ بادشاہ نے جمیلۃ النسا عرف کلیان کنور دختر امرچند ہمشیرہ جگت سنگھ زمیندار منوہرپور سے کیا۔ یہ بائی اودیپوری ہتیار بند اور دلیر تھی اور مردون کے پہلو بہ پہلو داد مردانگی دیتی تھی اس لیے رانا کی طرف سے اسکو بالکل آزادی حاصل تھی یہ اکثر اوقات گھوڑے پر سوار ہوکر جابجا گشت کرتی اور جب کوئی عظیم الشان جنگ پیش آتی تو ہتیار بند میدان جنگ مین جاکر جوہر دکھاتی اسنے ابتک اپنے لیے کوئی شوہر تجویز نہین کیا تھا۔ حدیقۃ الاقالیم مین لکھا ہے کہ یہ عورت عالمگیر کے بعد شوہر کی رحلت اور اپنے بیٹے کام بخش کی مفارقت اور اعظم شاہ کے جسکو اسنے بیٹا بنایا تھا مارے جانے کے غم سے مرگئی۔

بعد اسکے میر شہاب الدین خان درگداس راٹھوڑ اور سونگ کی تنبیہ کے لیے مامور ہوکر سروہی کی طرف بھیجے گئے۔

شاہزادہ محمد اکبر کی بغاوت مین شریک نہ ہونا

عالمگیر نے جو اپنے شاہزادے محمد اکبر کو بڑی فوج دیکر راجپوتون کی تنبیہ کے لیے مقرر کیا تھا درگداس نے جو ایک بڑا چالاک راٹھوڑ تھا شاہزادے کے پاس ایک لسان چارن کو بھیجکر اسے باپ سے مخالف کراکے اپنے ساتھ ملا لیا جب یہ راز مخفی برملا ہوا وہ خیمے خیمے مین سب چھوٹے بڑون کو خبر

معلوم ہوگئی کہ ورگداس تیس ہزار راجپوت سوار لیکر محمد اکبر سے مل گیا اور یہ خبر بھی عالمگیر کو معلوم ہوئی کہ محمد اکبر نے تخت پر جلوس کیا اور سکہ جاری کیا اور بادشاہ کی طرف لڑنے کے ارادے سے آرہا ہے تو بادشاہ نے اسکے تدارک کی فکر کی بادشاہ نے شہاب الدین خان کو بطریق ہراولی بھیجا کہ وہ محمد اکبر کے لشکر کی خبر تحقیق لائے (جسکو راجپوتوں نے اپنے سد دست سے مسدود کر رکھا تھا) اور اپنے حقیقی چھوٹے بھائی مجاہد خان سے خط وکتابت کرے وہ محمد اکبر کے ساتھ تقاضائے وقت ومصلحت رفاقت مین شریک ہوے تھے اور منتظر تھے کہ کوئی موقع ملے تو یہان سے نکل جائیں شاہزادے نے میرک خان کو جو اس کا معتبر ملازم تھا میر شہاب الدین خان کے پاس بھیجا اور بہت سے وعدے کرکے عالمگیر سے منحرف کرنا چاہا شہاب الدین خان نے میرک خان کو حیلہ وحوالہ میں رکھا اور بعاوت مین شامل ہوے۔

مجاہد خان کو جب اپنے بھائی کے نزدیک آنے کی خبر پہنچی تو اُسے محمد اکبر سے التماس کیا کہ اگر حکم ہو تو میں جاکر اپنے بھائی کو استمالت کرکے اپنے ساتھ لے آؤں۔ محمد اکبر نے اسکو اجازت دی۔ لقدر جنس جو لے جاسکا وہ لے باقی اسباب کو وہیں چھوڑ بھائی کے پاس پہنچا دونوں متفق ہوکر اور تمام راستہ دوڑدوں میں طے کرکے بادشاہ کے پاس آگئے بادشاہ کو اُکے آنے سے بڑی خوشی ہوئی شہاب الدین خان کو **شہاب الدین خانی** خطاب دیا اور عرض کرر کی داد وعلی بخشی۔ مجاہد خان سے اکبر کے لشکر کی حقیقت اور موافق ومنافق اور مجبور وغیر مجبور کی تعداد پوچھی کہ اس اثنا مین محمد اکبر کے لشکر سے اور مردم روشناس بادشاہ کے پاس آنے شروع ہوے مجاہد خان کے چلے آنے کے بعد محمد اکبر کے لشکر مین تزلزل پیدا ہوا اس کا دربار لوٹا کوئی راستے اور امیر اسکے پاس سے بادشاہ کے پاس چلے آئے اور بہت سے بھاگ گئے۔ راجپوت یہ دیکھکر کہ سارا مقابلہ ہمارے سر آپڑے گا اپنے گھروں کو چلے گئے یا بادشاہ کے پاس چلے آئے اور محمد اکبر بھی دکن کی طرف فرار ہوگیا۔

خاندیس اور مالوے کی تسخیر مین حصہ لینا

احکام عالمگیری مین لکھا ہے کہ عالمگیر نے اپنے شاہزادے کی استدعا کے موجب شہاب الدین خان فیروز جنگ کو حکم دیا کہ شاہزادے کی خدمت مین پہنچکر مرہٹوں کے کشت وخون کوا پنے ذمے سمجھے اور انکو خاندیس اور مالوے سے نکالدے۔

دکن مین مرہٹون پر کامیابیان حاصل کرنیکے صلہ مین مناصب مین ترقی ہونا

جب عالمگیر دکن مین آیا تو ۱۰۹۳ھ ہجری مین شہاب الدین خان کو نواح جنیر کے متمردوں کی تادیب کے لیے

مقرر کیا اور گرز برداروں کی جو احدی بھی کہلاتے تھے داروغگی سے مکرم خان کو معزول کر کے یہ خدمت بادشاہ نے شہاب الدین خان کی غیبت میں انکے نام مقرر کر دی اور ایک دوسرے امیر کو اُن کا نائب بنا دیا۔

جنیر کے علاقے میں پہنچکر شہاب الدین خان نے اتنے رستمانہ حملے کیے کہ دشمن مغلوب ہو گئے اور تمام علاقہ لٹ گیا۔ بقول خافی خان اسی سال عالمگیر نے اُن کو قلعۂ رام سیج کی تسخیر کے لیے بھیجا تھا جو کہ قلعہ دار وہان کا نہایت کوشش سے مقابلہ کر رہا تھا اور قلعے میں توپ بھی تو لکڑی اور چمڑے سے توپ بنا کر اس سے گولہ باری موقع پر کرا تا۔ خان فیروز جنگ فتح کرنے سے عاجز ہو گئے اس لیے بادشاہ نے انھیں اپنے پاس بلا کر خان جہان کو فتح کے لیے مامور کیا۔ بادشاہ نے ۱۰۹۴ھ ہجری میں اُن کو خطاب **غازی الدین خان** عطا کیا جو تین پشتوں تک خاندان آصفیہ کا خاص خطاب رہا اور ۱۰۹۵ھ ہجری میں قلعہ راہیری کی تسخیر کے لیے جہان سنبھاجی رہتا تھا بھیجے گئے یہ شخص شیواجی کا بیٹا تھا اور اپنے باپ کی طرح عجیب فتنہ پرداز تھا۔ باوجود وصف شجاعت اور تدبیر کے قزاقی اور عیاری میں بھی نظیر نہین رکھتا تھا۔

۱۰۹۱ھ ہجری میں شیواجی نے راہیری میں انتقال کیا تو یہ باپ کا قائم مقام ہوا۔ شہاب الدین خان نے راہیری کے تمام علاقے کو برباد کر کے بڑے بڑے سرداران مرہٹہ کو قتل کیا بادشاہ نے خطاب فیروز جنگ عطا فرمایا اور نقارہ مرحمت کیا۔ ۱۰۹۶ھ ہجری میں ماہی مراتب بخشا۔

بیجاپور کی تسخیر میں کارگذاری

عالمگیر نے ۲۴ جمادی الاولی ۱۰۹۶ھ ہجری کو بڑے ساز و سامان کے ساتھ بیجاپور کی تسخیر کے لیے فوج بھیجی اور خود بھی دکن میں آکر کبھی برہانپور میں کبھی اورنگ آباد میں کبھی احمد نگر میں رہتا تھا رات دن اسی مہم کا اہتمام پیش نظر تھا۔ لیکن جب یہ مہم کسی سے سر نہ ہو سکی تو خود بیتابانہ ماہ جمادی الاخرے ۱۰۹۶ھ ہجری میں کوچ کر کے غرۂ رجب کو شولاپور کے علاقے میں آیا۔ ۱۶ رجب کو کندنول کے مقام سے لشکر بیجاپور کی حملہ آور سپاہ کی کمک کے لیے بھیجا اور شاہزادہ محمد اعظم کو شاہ کا خطاب دیکر کل سپاہ کا اہتمام اسکے ہاتھ میں دیکر اُدھر کو روانہ کیا جو بھاری لاؤ لشکر کے ساتھ پہنچکر بیگم حوض پر اُترا۔

طول محاصرہ کی وجہ سے اعظم شاہ کے لشکر پر قحط عظیم واقع ہوا کسی طرف سے رسد نہین آتی تھی کیونکہ سنبھاجی نے اپنی فوج سے ہر طرف کے راستے بند کرا دیے تھے راستوں پر اسکے سپاہی

سلہ احدی پہلے یکے کہلاتے تھے اکبر نے احدی خطاب دیا ۱۲

متعین تھے اور خود عالمگیر کے مقبوضات میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا تھا۔ رسد کی یہاں تک قلت ہوئی کہ چوپائے اور آدمی بھوک کی تکلیف سے ضائع ہونے لگے لشکر کے آدمی گھوڑے اونٹ بیل اور گائیں وغیرہ کاٹ کوٹ کر کھانے لگے جو کچھ گھوڑے باقی تھے ان میں ہڈی اور پوست کے سوا کچھ نہ رہا تھا یہاں تک کہ شاہزادے کی محل خاص جانی بیگم اپنے ہاتھی پر سے تیر زنی کرتی اور امرا کو تسلی و دلاسا دیتی جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو خان فیروز جنگ کے ساتھ پندرہ میں ہزار بیلوں پر رسد لدوا کر اور اسکے بھائی مجاہد خان اور تیر انداز خان اور دوسرے امرائے تجربہ کار کو ہمراہ کر کے شاہزادے کے لشکر میں بھیجا جب یہ قافلہ پرگنہ اندی کے پاس بیجاپور سے پندرہ میں کوس پر پہنچا اور بیجاپور کے سرداروں کو جنھوں نے مرہٹوں سے ملکر شاہزادے کے لشکر کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا اس کا حال معلوم ہوا تو چند ہزار سوار و پیادے شاہزادے کے محاصرے کے لیے چھوڑ کر چالیس پچاس ہزار سوار اور دو لاکھ کے قریب پیادہ کر غازی الدین خان سے لڑنے اور رسد چھینے کو بھیجے مقابلے کے وقت فیروز جنگ اور انکے بھائی مجاہد خان نے دشمن سے خوف نہ کھا کر ایسی مردانگی سے تیغ زنی کی کہ مجبور ہو کر دشمن نے پیٹھ دکھا دی ان جیروں کے پہنچ جانے سے لشکر کو رفاہ حاصل ہو گئی سب نے تعریف کی اور شاہزادے نے جوش ہو کر غازی الدین خان کو گلے سے لگا لیا اور طرح طرح نوازشات سے سرفراز کیا جب یہ خبر عالمگیر کو پہنچی تو بہت مسرور ہوا اور کئی طرح کے سلوک کیے اور فرط عنایت سے فرمایا کہ جس طرح اللہ نے فیروز جنگ کی طرف سے خاندان تیموریہ کی عزت قائم رکھی اسی طرح اسکی اور اسکی اولاد کی روز قیامت تک آبرو قائم رہے خافی خان اور میر عالم نے اسی طرح لکھا ہے۔ تاریخ بیجاپور میں آیا ہے کہ آخر کار بادشاہ نے اعظم شاہ کو اپنے پاس بلا لیا اور لڑائی کا تمام اہتمام فیروز جنگ کے ہاتھ میں دیا ایک بار شہاب الدین خان کو معلوم ہوا کہ چھ ہزار جنگی پیادے بیرا نایک زمیندار سکرا کی طرف سے رسد کا سامان بیجاپوریوں کے لیے لیکر آ رہے ہیں انھوں نے دھاوا کیا اور تمام آدمیوں کو تہ تیغ کر کے رسد چھین لی اور لشکر میں لے آئے عالمگیر نے بیجاپور کے قلعے کی تسخیر کے لیے اپنی تمام ہندوستان کی اکثر سپاہ بھیج دی تھی اور طرح طرح کے سامان جنگ بھیجتا رہتا تھا مگر پھر بھی قلعہ فتح نہ ہوا۔ آخر کار خود اس لڑائی کا اہتمام شروع کیا اور اپنے خیموں سے کوچ کر کے غازی الدین خان کے مورچوں سے ایک کوس کے فاصلے پر آ کر ٹھہر گیا جب بیجاپوریوں کو یقین ہو گیا کہ قلعہ اب نہیں بچ سکتا تو صلح کرنے پر آمادہ ہوئے اور غرہ ذیقعدہ سنہ ۱۰۹۷ ہجری کو سعید خان ترین مفتی عبدالرؤف خان۔ شیخ حسین مفتی سید مخدوم شرزہ خان اور حافظ اسمٰعیل رات میں غازی الدین خان کے پاس آئے اور بات کر کے رات ہی میں لوٹ گئے پھر دوسری ذیقعدہ کو شرزہ خان و عبدالرؤف خان

شب مین غازی الدین خان کی ملاقات کے لیے آے اور صلح کا عہد و پیمان کر کے رات ہی مین لوٹ گئے اور سلطان سکندر عادل شاہ سے کہا کہ قلعہ عالمگیر کے سپرد کر دیجیے ۲۴ ذیقعدہ ۱۰۹۷ھ کو سکندر عادل شاہ قلعے سے باہر آیا اور عالمگیر کے پاس جا کر ملازمت حاصل کی بادشاہ نے اسکی بہت عزت کی اور ایک لاکھ روپیہ سالانہ اُسکے مصارف کے لیے مقرر کر دیا۔ عبد الرؤف خان میانہ اور سید مخدوم شرزہ خان کو منصب ہفت ہفت ہزاری دیکر اول کا خطاب دلیر خان اور دوسرے کا رستم خان مقرر کیا اور بیجاپور کا نام دار الظفر رکھا اور بیجاپور کی فتح کا سہرا غازی الدین خان فیروز جنگ کے سر پر سجایا اس فتح کا مادہ تاریخ سد سکندر گرفت ہے جس سے ۱۰۹۸ ہجری برآمد ہوتے ہین لیکن بیجاپور کی تاریخ مین جس کا نام بساتین السلاطین ہے ۱۰۹۷ھ ہجری سال فتح لکھے ہین شاید مادہ تاریخی مین ایک عدد کی بیشی یا بساتین السلاطین مین ایک عدد کی کمی ہوگی لیکن مجمع الملوک سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے جو رسد پہنچائی تھی اسوجہ سے عالمگیر نے یہ عزت بخشی کی چنانچہ اسکی اصل عبارت یہ ہے "بسبب رساندن رسد در تسخیر بیجاپور بحکم سلطانی شد کہ فتح آنجا بنام او نویسد" خان موصوف سے اس موقع پر ایسی عمدہ بہادری اور خدمات عالی ظہور مین آئین کہ سابقہ القاب پر **فرزند ارجمند** کا لفظ اضافہ ہوا۔ بادشاہ نے دستخط خاص سے یہ فقرہ وقائع نگار کل کو لکھ بھیجا کہ وقائع مین داخل کرے "بدستیاری فرزند بے ریو و زنگ غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ مفتوح شد" مجمع الملوک مین بھی بساتین السلاطین کے مطابق ہے آثر عالمگیری مین لکھا ہے کہ بادشاہ نے بیجاپور کا نام دار الظفر رکھا تھا۔

قلعۂ اودگیر کی فتح۔ اور گولکنڈے کی کشایش مین کوشش

برہان پور کی تسخیر کے بعد خان فیروز جنگ نے قلعہ ابراہیم گڑھ عرف **اودگیر** کو جسے گلزار آصفیہ مین **اتیگر** اور حدیقۃ العالم مین اتیگیر لکھا ہے جبرًا و قہرًا فتح کر لیا۔ گلزار آصفیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خان فیروز جنگ کی فتح کی یادگار مین اسکا نام **فیروز گڑھ** مقرر ہوا یہان ایک پہاڑی پر جس کا نام اتیگر ہے ایک قلعہ ہے پس اسکی مناسبت سے سرکار فیروز گڑھ اتیگر بولتے ہین۔ پھر بادشاہی فوج مین شامل ہونے کو گولکنڈے کی طرف چلے گئے۔ خافی خان کہتا ہے کہ عالمگیر نے خان فیروز جنگ کو شاہزادہ محمد اعظم شاہ کے ہراول مین ۲۵ ہزار سوارون کے ساتھ مقرر کیا تھا اور تمام سواران مغلیہ کی تنخواہ نقد مقرر کر دی تھی تاکہ کچھ چڑھا ہوا نہ رہے اور پیچھے سے شاہزادے کو چالیس ہزار سوار اور کافی توپخانہ دیکر بھیجا تھا شاہزادے نے اپنی بیگمات کو گوشہ محل مین ٹھیرایا عالمگیر نے بیجاپور مین ڈیڑھ مہینہ قیام کیا اور دوسری ذیحجہ ۱۰۹۷ھ ہجری کو یہان سے کوچ کر کے

۲۸ ذیحجہ کو شولاپور پہنچا اور وہاں ایک ماہ تک ٹھہر کر ۲۹ محرم ۱۰۹۸ ہجری کو گلبرگہ کی طرف روانہ ہوا وہاں سے بیدر ہوتا ہوا حیدرآباد کی طرف متوجہ ہوا اور ۴ ربیع الاول کو گولکنڈے سے ایک کوس پر مقام کیا اور قلعے کے محاصرے میں مصروف ہوا یہ قلعہ شہر حیدرآباد سے جنوب و مغرب میں کوئی چھ میل کے فاصلے پر ہے۔

سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ حیدرآباد کی فتح کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی بلکہ ہر ایک بات میں بادشاہ اور بادشاہی فوج کو ندامت اٹھانی پڑتی تھی۔ ایک مرتبہ بہت سے مشورے اور گفتگو کے بعد یہ قرار پایا کہ خان فیروز جنگ جو ان دنوں بڑی چلتی تلوار تھے رات کو شبخون کریں اور کمندیں ڈال کر قلعہ پر چڑھ جائیں چنانچہ وہ ایک شب بڑے بڑے جاں نثار سپاہیوں کو ساتھ لیکر رات بھر اندھیری رات کی تاریکی میں چھپے رہے صبح ہوتے ہی کمندیں اور رسے لگا دیے اور جب سپاہی اوپر چڑھنے لگے تو حاجی محراب مقرب خاص کہ اکثر معاملوں میں جیسے نگہداشت اس کا کام تھا فیروز جنگ کی کارروائی دیکھنے میں کہیں چھپا ہوا تھا وہ اسی وقت دوڑا آیا بادشاہ ابھی سجادے پر تھا کہ دور سے ہی مجرائے سلام مبارکباد کرنے لگا اور کہا کہ فوج قلعے پر چڑھ گئی اور ملک زیب بھی خوشی کے مارے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ فتح کے شادیانے کیوں نہیں بجواتے ساتھ ہی پوشاک پہن کر سواری منگوائی اور خود تماشا دیکھنے کو تیار ہوا تمام آس پاس کے لوگ آتے تھے اور آداب تسلیمات عرض کرکے مبارکبادیں دیتے تھے اتنے میں خبر آئی کہ منصوبہ الٹا پڑا اور جاں نثاروں کو بڑی چشم زخم پہنچی صورت یہ ہوئی کہ برجوں کے پہرے دار اور ملک رسد کے سپاہیوں کی پاؤں کی آہٹ سنکر بیدار ہوگئے مگر چپکے بیٹھے رہے آہستہ آہستہ ہتھیار لگا کر مقابلے کے لیے تیار ہوگئے اور لوہے کے پنجے ہاتھوں میں چڑھا لیے جوں ہی شاہی لشکر کے سپاہیوں نے فصیل سے سر نکالا کہ قلعے والوں نے پہلے ہی داڑھیں پکڑیاں اور چوڑے اڑا دیے بعد ان کے سر کھسوٹ اور منہ نوچ کر اس طرح ڈھکیلا کہ اوپر والوں نے پیچھے والوں کو لیتے ہوئے زمین پر آ کر دم لیا جو زندہ رہے خراب خستہ لوٹتے پیٹتے ڈیروں میں آ گئے حالت یہ تھی کہ کسی کی صورت نہ پہچانی جاتی تھی

۲۴ ذیقعدہ ۳۱ سنہ جلوسی مطابق ۱۰۹۸ ہجری کو آٹھ ماہ اور چند روز متواتر کوشش کے بعد گولکنڈے کا قلعہ مفتوح ہوا اور تاناشاہ ابوالحسن قطب شاہ کو بادشاہ نے قید کرکے دولت آباد بھیج دیا میرے نزدیک مد سکندر گرفت اسی قلعے کی فتح کی تاریخ ہے جو مورخوں کی غلطی سے بیجاپور کی فتح کے موقع پر لکھدی گئی ہے تاناشاہ اپنی جوانی میں بالکل عیش و عشرت میں مصروف تھا اس لیے امور ریاست کی طرف اسکی توجہ مبذول نہیں ہوئی شہاب الدین خان نے اس محاصرے میں بڑی کوشش اور بہادری ظاہر کی اور جو بہت سے زخم کھائے۔ اسکے باپ بھی اس

محاصرے مین زخمی ہو گئے تھے جن کا دوران محاصرہ مین انتقال ہو گیا تھا۔ حیدرآباد کے مفتوح ہونے کے بعد ہفت ہزاری ذات اور ہفت ہزار سوار کا منصب بادشاہ نے شہاب الدین خان کو دیا۔ بادشاہ کے حکم سے روح اللہ خان نے دوسری صفر سنہ ۱۰۹۹ ہجری کو قلعہ سکر پر قبضہ کر لیا یہ قلعہ بام نایک کے ہاتھ مین تھا جو عادل شاہیون کا ایک ماتحت تھا بادشاہ نے اس قلعے کا خطاب **نصرت آباد** مقرر کیا بام نایک خود قلعہ حوالے کر کے بادشاہ کے پاس چلا گیا تھا۔
تنبیہ نصرت آباد نام سکھر علاقہ سندھ کا ہے پس صحیح ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بام نایک کے قلعے کا نام **نصرت گڑھ** رکھا ہو گا جیسا کہ بعض کتب مین نظر سے گذرا ہے۔
غرہ ربیع الاول کو بادشاہ حیدرآباد سے کوچ کر کے بیدر پہنچا اور وہان سے ۲ جمادی الاولی کو گلبرگہ مین آیا اور وہان سے چل کر ۲۲ ماہ مذکور کو بیجاپور مین پہنچ گیا اسی زمانہ مین قلعہ ملیگاؤن جو بیجاپور کے توابع سے تھا شاہزادہ محمد اعظم کی کوشش سے فتح ہوا بادشاہ نے اسکو **اعظم گڑھ** اور بقولے **اعظم نگر** خطاب دیا۔ ۱۸ شوال سنہ ۱۰۹۹ ہجری کو میر شہاب الدین خان کی کوشش سے **ادھونی** کا مضبوط قلعہ فتح ہوا۔ سیدی مسعود خان بیجاپوری جو عادل شاہیون کا بڑا عمدہ سردار تھا اور اس قلعے کی محافظت کے لیے مقرر تھا وہ اول اول لڑا تھا پھر صلح سے قلعہ دیدیا اس لیے عالمگیر نے مسعود خان کو خطاب خانی اور ہفت ہزاری منصب عطا کیا اور قلعے کا خطاب **امتیاز گڑھ** مقرر ہوا جب خان فیروز جنگ نے عرضداشت بھیجی تو بادشاہ نے شادیانے کا نقارہ بجوایا اور فیروز جنگ کے لیے خلعت بھیجا خان فیروز جنگ قلعے کا تمام سامان ضبط کر کے بادشاہ کے پاس ۵ صفر سنہ ۱۱۰۰ ہجری کو حاضر ہوے بادشاہ نے بہت مہربانی فرمائی اور پہلے نکے قلعدار کو حکم دیا کہ خان فیروز جنگ کے ساتھ رہے اور اسکو مراد آباد مین جاگیر بخشی۔
عالمگیر کے بڑے شاہزادے محمد معظم نے بیجاپور کے محاصرے کے وقت سکندر عادل شاہ سے خفیہ خط و کتابت کی تھی جس کی خبر بادشاہ کے کانون تک پہنچ گئی تھی مگر یقین کے درجے کو یہ بات نہین پہنچی تھی محض ایسا گمان تھا۔ گولکنڈے کے ایام محاصرہ مین ابوالحسن تاناشاہ کے ساتھ بھی شاہزادے نے خط و کتابت کی تھی بعض آدمیون کے ہاتھ اسکے خط آ گئے وہ انھون نے بادشاہ کو دکھا دیے بادشاہ بہت ناراض ہوا اور تمام کارخانے اور مال و اسباب ضبط کر کے معظم اور اسکے دونون بیٹون کو نظر بند کر کے ایک خیمے مین رکھا۔
عالمگیر کو گولکنڈے والون سے اسلیے عداوت ہو گئی تھی کہ ۲۷ صفر سنہ ۱۰۶۷ ہجری کو شیواجی نے جو مرہٹہ کی ریاست کا مشہور بانی تھا آگرے سے مفرور ہونے کے بعد گولکنڈے مین پہنچکر اپنے تئین ظاہر کیا تو قطب شاہیون نے اسکو روپے اور فوج سے مدد دی تھی۔

وبائے طاعون میں خان فیروز جنگ کا نابینا ہوجانا

ابھی عالمگیر بیجاپور میں تھا اور اسی سنہ ۱۱۰۰ ہجری میں شہاب الدین خان کو سلکے استیصال کے لیے مامور کیا تھا کہ نصف محرم سے بیجاپور میں طاعون پھیل گیا اتنا زور ہوا کہ لوگوں کو مردوں کا دفن کرنا مشکل ہوگیا عادل شاہ کی ایک بیگم بھی اسی میں مرگئی تو اس کا جنازہ دفن کرنے کے لیے نوباغ کی طرف لیے جاتے تھے کہ جنازے کے اٹھانے والوں میں سے راستے میں ۱۶-آدمی جاں بحق مرگئے جو آدمی اس وبا میں مرنے سے بچ گئے ان کے دماغ پر ایسا مادہ پڑا کہ بینائی جاتی رہی گونگے اور بہرے ہوگئے۔ خان فیروز جنگ بھی اسی عارضے میں نابینا ہوگئے اگرچہ بموجب ضابطہ کے عالمگیر کے حضور میں نہ پہنچ سکے لیکن سرداری و فوج کشی کے معاملے میں کوئی تفاوت نہ پڑا۔ عالمگیر کو ان سے محبت تھی انکے نابینا ہونے کے بعد جو شقہ ان کو اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور کلمات طیبات اور رموز اشارہائے عالمگیری میں موجود ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔

خان فیروز جنگ

میں چاہتا ہوں کہ واسطے عیادت اس دل خواہ کے خود ارادہ کروں لیکن کس منہ سے اور کس طرح سے پھروں اسواسطے سیادت خان کو یاشا بھیجتا ہوں کہ تا آنکھوں سے دیکھے اور مافی الضمیر اظہار کرے اور پورس میوہ جو کچھ کہ ہم بھیجا ہے انگور ہیں لیکن اطبائے یونانی واسطے اس عمدہ مجلسان مزاج دان کے مضر کہتے ہیں۔ اس واسطے ہم نے بھی اپنے اوپر ناگوار کیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بعد صحت کامل اور شفائے عاجل کے یک جا کھائیں گے بعد اسکے یہ شعر لکھا ہے ؎

یارب ایں آرزوئے من چہ خوش ست ‏ ‏ تو دریں آرزو مرا برساں

اس شقے کو دیکھتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ یہ حکایت جو مشہور ہے کہ عالمگیر نے شہاب الدین خان کی کورنگی کے بعض ارادوں پر مطلع ہو کر انکی آنکھوں کے معالجے کو اشارہ کیا کہ اس طرح دوا کرے کہ نابینا ہوجائے یہ افواہ محض غلط ہے یا کچھ اس کا وجود ہوگا العلم عند اللہ لیکن عالمگیر بہت کینہ ور اور صاحب غضب تھا۔ اگر اس امر کی کچھ اصلیت ہوتی تو شہاب الدین خان کے پرو پرزے جھاڑ دیتا بلکہ ملک عدم کو پہنچا دیتا عالمگیر کے دل میں انکی خیراندیشی باتی جمی ہوئی تھی جب آخر آخر میں شہاب الدین خان نے مخالفان دکن کی تنبیہ میں کمر اغماض کیا تو کسی نے عداوت کی وجہ سے یہ بات بادشاہ سے عرض کردی اسے جواب دیا کہ حاشا خان فیروز جنگ ایسا کفران نعمت نہیں کرے گا۔

اور حق تحقیق یہ ہے کہ ضرور انھوں نے مخالفان بادشاہ کی جنبہ داری کی ہوگی جس کا وہ نتیجہ ہوا اولاً

ایسا جواب عالمگیر کی مصلحت اور حکمت عملی کی وجہ سے ہوگا۔

باوجود نابینائی کے رستمانہ معرکہ آرائیان جاری تھین

قلعہ ادھونی کی فتح کے بعد خان فیروزجنگ سنتا مرہٹہ کی سزا کے لیے مامور ہوے جسنے عالمگیر کی عمدہ فوج کو برباد کر دیا تھا اور امراے بادشاہی کو قید و قتل کیا تھا وہ قلعہ چنجی کے مفتوح ہوجانے کے بعد ستارہ کی طرف بھاگ گیا اسکو دھنا جادو کے ساتھ قدیم سے عداوت تھی اس لیے اس ملک مین شورش برپا کی لیکن یہان شکست فاش کھائی اور بحالت تباہ آوارہ پھرنے لگا۔ ایسے وقت مین ناگوبا میان نام مرہٹہ نے اسکے ساتھ دغابازی کی اور سرکاٹ کر دھنا جادو کے پاس لے چلا راستے مین شہاب الدین خان کے آدمیون کے ہاتھ آگیا۔ خان مسطور نے سنتا کا سر خواجہ بابے بلے تورانی کے ساتھ بادشاہ کے ملاحظے کے لیے بھیجدیا جس کو بادشاہ نے اس خوشخبری کے صلے مین خوش خبر خان کا خطاب دیا۔ سنہ ۱۰۱۰ ہجری مین اسلام گڑھ عرف دیوگڑھ کی مہم کے لیے مامور ہوے جسکو انھون نے فتح کرلیا بعد اُسکے لشکرگاہ اسلام پوری کی محافظت اُنکے سپرد ہوئی

شہاب الدین خان کی سپاہ کا تزک

جب بادشاہ نے کھیلنا کو فتح کرکے بہادرگڑھ کو مراجعت کی تو نواب نے لشکرگاہ سے اپنی فوج مرتب کرکے بھیجی جو چار کوس جریب تک بادشاہ کی نظر سے گذری بادشاہ اس فوج کو ملاحظہ کرکے بہت خوش ہوا کسی دوسرے امیر کی سپاہ کا یہ ٹھاٹ اور ایسا درست سامان اور ایسی آن بان نہ تھی اور بادشاہ کے واسطے بہت کچھ پیش کش بھی بھیجا تھا یہان تک کہ بادشاہ نے فیروزجنگ کی بعض توپین پسند کرکے اپنے ساتھ کے توپخانے مین شامل کرلین اور اپنے پوتے شاہزادہ بیدار بخت کو بطور سرزنش کے لکھا کہ تمھارے محاصل اور آمدنی خان فیروزجنگ سے بہت زیادہ ہے مگر ایسا شایستہ سامان تمھارے پاس مہیا نہین خان فیروزجنگ اپنے پاس سے توپین اور گجنال اور شترنال اور گھڑنال ضرورت سے زیادہ تیار رکھتا ہے۔

نیما سیندھیا کی سرکوبی کے صلے مین

شاہزادۂ محمد اعظم عالی جاہ کی طرف سے سپہ سالار کا خطاب ملنا

حدیقۃ العالم مین لکھا ہے کہ سنہ ۱۱۱۵ ہجری مین نیما سیندھیا کے تعاقب پر مامور ہوے اور

یہ لفظ جیم تازی و جیم فارسی دونون سے دیکھنے مین آتا ہے کہین جینجی نظر سے گذرا ہے ۱۲

99235

سپہ سالار کا خطاب ملا اور سپاہی آخر کار بادشاہی نوکر ہوگیا۔ شاہ عالم بہادر شاہ کے انتقال کو بڑا پار گیا اور منصب دار بنا دیا گیا لیکن مآثر الامراکی دوسری جلد کے صفحہ ۸۷۷ میں مرقوم ہے کہ کسی وجہ سے یہ خطاب موقوف رہا۔
اب میں اس معاملے پر روشنی ڈالتا ہوں کہ یہ خطاب شاہزادے عالی جاہ محمد اعظم نے بخشا تھا عالمگیر نے جب سنا تو اسے ناگوار ہوا اور کئی وجہ سے اس کو اس خطاب کے قابل نہ پایا چنانچہ رقعات عالمگیری جس کا نام قائم کرائم ہے اور سید اشرف خان میر محمد حسین نے اسے جمع کیا ہے اسکے صفحہ ۷۷ میں مرقوم ہے کہ بادشاہ نے عالی جاہ محمد اعظم کو لکھا کہ خان فیروز جنگ کار خود را ناتمام گذاشتہ با خود یکہ فرزند زادہ خود در برہان پور آمد بدیدنش رفتہ روانہ برار شد سپہ سالاری او بسبب آرزوئے دلیل معلوم شد آخر عیب ست دریں مادہ بہ فرمان رفتہ و بہ ناگفتہ ایم شاید منصب سپہ سالاری ارجا کردند سوالے عنایا بہ حیثیت منصب بادشاہی بدون حسن خدمت و لودن رکاسلی شود فرزند عالی جاہ ہم نمے کند بحضور تعریف نیند یا خود نوکر دار ند ماین میعہ نصرت جنگ و فیروز جنگ ست این نور الانصار را این کار چہ کار الی آخرہ۔
اسکی تائید احکام عالمگیری سے بھی ہوتی ہے جسکے صفحہ ۲۸ مین لکھا ہے۔
نشان مکرمت عنوان مشتمل برآنکہ چون عریضۂ عالی بلحاظ مقدس مبنی شدہ کہ خان فیروز جنگ بخطاب سپہ سالار مخاطب گشت لہٰذا آن مرشد زادہ آفاق خان مذکور را سپہ سالار قلمی فرمودہ بودند فقرات نشان مرقوم ہشتم ذی القعدہ از نظر مبارک گذشت و بخط قدسی موشح گردید کہ الانسان مشتق من النسیان چون گمان کار کردہ خود ناکردہ کردن و بادہ فساد ربع ناکردہ معاودت نمودن او چون رسیدن فرزند زادہ نور الانصار بیرون شہر برہانپور بعزیمت تنبیہ کفرہ فجرہ تشرف نالوا و سروع ہمراہ نرفتن و برار شتافتن الی آخرہ غرض کہ دونوں تحریروں سے مستفاد ہوتا ہے کہ عالمگیر نے بیٹے کو لکھا ہے کہ خان فیروز جنگ کو سپہ سالار کا خطاب دیئے جاتا تھا اور عالمگیر کو خان فیروز جنگ کی یہ بات ناگوار تھی کہ اس کا پوتا شہر برہانپور کے باہر پہنچا اور اسکی شرکت نہوئے اور سرکش کے باغیوں کی سرادہی میں ہی کی اور برار کو چلے گئے اور اپنے کام کو ادھورا چھوڑ دیا نشان شاہزادے کے فرمان کو کہتے ہیں اور ایسا خطاب کہ شاہزادے سے شاہی کہلاتا ہے جیسا کہ مرآت واردات میں ہے

محمد اعظم خلف اورنگ زیب کی شہاب الدین خان سے نخوت

۲۷ ذیقعدہ سنہ ۵۱ جلوس مطابق سنہ ۱۱۱۸ ہجری روز جمعہ کو پہر دن چڑھے پچاس سال ۲۷ یوم سلطنت کر کے عالمگیر نے وفات پائی خان فیروز جنگ اسوقت برار کے گورنر تھے اور

ایلچپور مین ان کا قیام تھا اگرچہ شاہزادہ محمد اعظم بن عالمگیر کے ساتھ اُنکو بہت عقیدت اور اخلاص اور ربط تھا مگر شاہزادہ بوجہ اپنی جبلی نخوت اور فطری غرور کے خان مذکور کے ساتھ مناسب برتاؤ نہین کرتا تھا اور اپنے بھائی محمد معظم سے جنگ کے لیے روانہ ہوا تو ایسے سردار کو ساتھ نہ لیا محمد معظم لاہور سے روانہ ہوا اور اعظم شاہ مع اپنے بیٹے بیدار بخت کے احمدنگر سے چلا ذوالفقار خان نے اورنگ آباد کے علاقے مین شرف نیاز حاصل کیا۔ اعظم شاہ نے ان سے کہا کہ جو کچھ مناسب وقت ہو تم بھی عرض کرو التماس کیا کہ شہنشاہ مرحوم (عالمگیر) کی طرح قبائل کو دولت آباد مین رکھدیا جاے اور آپکے ساتھ کے آدمی بہت بے سروسامان ہین اُنکو خزانے سے دو ماہ کی تنخواہ مرحمت ہوجاے تاکہ سپاہ گری کا سامان درست کرلین اور روانگی فردا پور کی پہاڑی کی طرف سے نہو بلکہ دیول گھاٹ کی طرف سے عزیمت فرمائی جاے تاکہ شہاب الدین خان بھی ساتھ ہوجائین۔ اعظم شاہ نخوت و غرور سے سرمست تھا جواب دیا کہ قبائل کو ایسی حالت مین چھوڑ جانا چاہیے تھا کہ مقابل دارا شکوہ کے پلے کا ہوتا اور معظم کا حال معلوم ہے اس سے اندیشہ نہین کہان دارا شکوہ اور کہان وہ۔ مجھے اپنی سپاہ سے پوری توقع ہے بادشاہی آدمی صرف مبارک سلامت کے کام کے ہین انسے کیا ہوسکتا ہے اور ایک نابینا کے لیے (مراد اس سے شہاب الدین خان ہین) راہ راست کو چھوڑنا مناسب نہین۔ یہ شاہزادے کی نہایت نخوت تھی حالانکہ تمام تورانی شہاب الدین خان کی اطاعت مین سرگرم تھے اور انکی سرداری کو مانتے تھے۔ جب اعظم شاہ نربدا سے اتر گیا تو شہاب الدین خان کو لکھا کہ برار سے آکر برہان پور مین ٹھہر جائین۔

بمقام جاجمو قریب دھولپور دونون شاہزادون کی فوجون کا مقابلہ ہوا اس جنگ و جدل کے کشت و خون سے بدتر حال ہندوستان کی تاریخ مین مسلمانون کے عہد کا درج نہین ہوا ہے اعظم شاہ اور اسکے بیٹے بیدار بخت نے ۱۱۱۹ ہجری مطابق ۱۷۰۷ء مین ہلاک ہوکے اپنے دعوے کو ختم کیا اور محمد معظم الملقب بہ شاہ عالم بہادر شاہ پر قلمرو ہندوستان کی بادشاہت مسلم ہوئی اور شاہ عالم کی سریر آرائی کے بعد فیروز جنگ گجرات کا صوبہ دار مقرر ہوا جسکا دارالحکومت احمد آباد مین تھا۔

خان فیروز جنگ کا شاہ عالم کے حکم سے سپاہ کی تیاری کرکے مارواڑ کے راجپوتون کی جنگ کے لیے روانہ ہونا اور مقام مقصود تک پہونچنے سے قبل بیمار ہو کر مرجانا

مرآت احمدی مین لکھا ہے کہ جب اجیت سنگھ مہاراجہ جودھپور نے عالمگیر کی وفات کے بعد

احمیر پر قبضہ کرلیا اور ملک مین فساد کرنے لگا تو شاہ عالم بہادر شاہ نے احمیر کا ارادہ کیا اور خا(ن)
فیروز جنگ کو حکم بھیجا کہ عمدہ لشکر اور آراستہ توپخانہ لیکر احمد آباد گجرات سے ہمارے پاس
آجاوے اسکے ساتھ یہ حکم بھی بھیجا کہ اپنی قدیمی فوج کے سوا ایک لاکھ اور پچیس ہزار روپے ماہوا(ر)
کے تین ہزار سوار اور پانچ ہزار پیادے فی نفر سوار ۳۵ روپے ماہوار اور فی پیادہ چار روپے
ماہوار کی شرح سے بھرتی کریں بادشاہ نے عبدالحمید خان دیوان صوبہ کو حکم بھیجا کہ جب سے
خان فیروز جنگ احمد آباد سے روانہ ہوکر سہ بندی کی بھرتی شروع کریں تو بموجب سرشتہ
نگہداشت بخشی صوبہ کے رسید لیکر تنخواہ کے روپے انکو دیدے دیوان مذکور نے آٹھ ماہ اور
۲۴ یوم کی تنخواہ کے حساب سے گیارہ لاکھ روپے اُن کے حوالے کردیے اور دیوان صوبہ
کو بادشاہ نے یہ بھی حکم دیا کہ پانچ توپیں اور پچاس گاڑیان اور ڈیڑھ سو شتر مال اور تین ہزار
بان اور ہزار من بارود اور سو من ہتھیار توپخانہ سرکار سے اور دو سو بیلدار اور سو شتر دار
اور سو بہشتی اور ہزار من سیسہ خام فیروز جنگ کی فوج مین بھیجادے۔
سنہ ۲۱ ہجری میں خان فیروز جنگ بیمار ہوگئے جب صحت حاصل ہوئی تو سادات اور مشائخ
اور منصبدارون اور اعیان شہر کی ضیافت کی اور تین رات سابرمتی ندی کے کنارے روشنی
کرائی اور آتشبازی چھڑوائی
مہر علی خان وقایع نگار نے بادشاہ کو خان فیروز جنگ کے متعلق چند باتین لکھدی تھیں اسلیے
نواب نے اسکے ساتھ بدسلوکی کی اور چند ساعت تک اسکو کوتوالی مین قید رکھا پھر چھوڑ دیا
اور محمد محسن سوانح نویس کو صحن جامع مسجد مین بعد الفراغ نماز کے آدمیوں کے سامنے دولدوایا
کریم الدین خان اور کانداس پیشکار کو دباکر ایک لاکھ روپے وصول کرکے مارواڑ کی طرف
روانہ ہوے۔ موضع اجیر میں جو خاص احمد آباد کے پرگنے سے متعلق تھا تین کوس کے فاصلے پر
سابرمتی کے کنارے ٹھہرے اور دوبارہ جشن منایا اور یہاں سے کوچ کرکے زمینداران ضلع
سابرمتی سے پیشکش لیتے ہوے موضع والاسہ متعلقہ پرگنہ ایڈر مین پہنچے اور یہاں چند مقام
کیے۔ بادشاہ نے خان فیروز جنگ کی درخواست پر پچاس جاسوس سات سات روپے
ماہوار کے مرہٹوں اور راجپوتون کی خبرین بہم پہنچانے کے لیے خان فیروز جنگ کے لشکر مین
مقرر کرادیے جو انکو خبرین دیتے رہین اور وہ بادشاہ کے حضور مین بھیجواتے رہین خان فیروز جنگ
لشکر لیکر مقام والاسہ سے آگے بڑھے اور زمینداران واستہ سے پیشکش وصول کرنے کو ٹھہر گئے
(ان مین) بھی کسی قدر کمزوری باقی تھی مرض نے عود کیا اور استسقا کی علامات ظاہر ہوئیں مرض دن (بدن)
(بڑھ)تا چلا اس لیے پیچھے کو لوٹ گئے اور منزل بمنزل کوچ و مقام کرتے ہوے احمد آباد مین

جا پہنچے اور یہان صاحب فراش ہو گئے اور معالجہ کچھ اثر پذیر نہوا۔ یوم چہارشنبہ ۷ اشوال سنہ ۱۱۲۲ ہجری کو انتقال کیا انکی لاش دہلی کو لے گئے اور اجمیری دروازے کے متصل اس مسجد اور خانقاہ مین جو اپنی زندگی مین تیار کرائی تھی اور مدرسے کے نام سے مشہور ہے مزار شاہ وجیہہ الدین کے پڑوس مین مدفون ہوے۔

ضبطی اموال فیروزجنگ

جب رحلت فیروزجنگ کی خبر بادشاہ کو پہنچی تو دیوان صوبہ کے نام حکم بھیجا کہ انکے تمام مال و اسباب کو حفاظت مین رے لے کوئی چیز نکلنے نہ پاے اور اسکی فہرست دفتر معلے مین ارسال کردے۔ بادشاہ کو یہ پرچہ لگا کہ خان فیروزجنگ کے متصدیون نے انکے خزانے کا روپیہ اپنی مرضی سے سپاہیون اور شاگرد پیشہ کو تنخواہ مین بغیر لینے رسید کے دینا شروع کردیا ہے اور قرضہ ادا کرنے کے بہلانے سے خود روپے لے رہے ہین۔ اور جے کشن دیوان کارخانے کے کاغذات کو بدل رہا ہے بادشاہ نے امانت خان اور محمد بیگ خان کو حکم بھیجا کہ تمام مال و اسباب اور زر نقد ضبط کرلین اور جسنے اُن کا کچھ لے لیا ہو اس سے بازپرس کرکے وصول کرین اور تمام حقیقت کو لکھ لین اور تمام کاغذات پر قبضہ کرلین تاکہ کوئی بدلنے نہ پاے اور سب متصدیون سے زنجیر بندی کے ساتھ ضمانت لے لین۔ ابھی امانت خان بندر سورت سے پہنچنے نہ پایا اتفاقاً محمد بیگ خان نے جے کشن دیوان اور الماس و مصاحب و نیک روز خواجہ سرایان فیروزجنگ کو گرفتار کرلیا۔ اکرام اللہ خان نے جسکے سپرد آصف الدولہ اسد خان اور دوسرے بڑے بڑے جاگیردارون کی جاگیرین تھین ظاہر کیا کہ مجھ سے جبراً و قہراً خان فیروزجنگ نے ایک لاکھ روپیہ بے موجب مانگا تھا میرے پاس ذاتی روپیہ موجود نہ تھا جاگیرات کے محاصل مین سے انھین دیدیا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دیوان صوبہ خان فیروزجنگ کے مال مین سے اتنا روپیہ اکرام اللہ خان کو دیدے۔ خان فیروزجنگ کی نعش جو لوگ دہلی کو لیے جارہے تھے بادشاہ نے حکم دیا کہ انھین کے ساتھ تمام مال اور جانور بھیجدیے جائین۔

خان فیروزجنگ کی خصوصیت

یہ انھین کی خصوصیات سے ہے کہ باوجود نابینائی کے دو بادشاہون نے انکی جگہہ کسی کو سرداری اور فوج کشی اور انکی حکومت کا کام سپرد نہ کیا وہ اپنے کامون پر تاحیات سرفراز رہے اور یہ محض انکی اصابت رائے اور حسن تدبیر کی وجہ سے تھا کہ ان باتون سے مقبول سلاطین

اور محبوب انام بن گئے اور انکے ماتحت تو انکے قدموں پر جان و مال نثار کرنے کو فخر سمجھنے لگے

اخلاق

نواب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ بڑے دلیر سپاہی بڑے کاردان سپہ سالار اور صاحب تدبیر امیر تھے اللہ تعالی نے انہیں ہر مہم میں کامیابی عطا کی ان کی بلند شخصیت کے متعلق اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ عالمگیر جیسا ہمہ صفت موصوف اور نکتہ مزاج انہیں بہت عزیز رکھتا تھا اور ہر نازک مہم کو انہیں سے متعلق کرتا تھا۔

خافی خاں لکھتا ہے کہ امارت و بلندی مرتبہ کی اعلٰے ترین چوٹیوں پر پہنچ جانے کے بعد بھی نواب فیروز جنگ کی خوش اخلاقی میں کوئی فرق نہ آیا جس شخص سے بات کرتے تھے اتنی نرمی اور محبت سے کرتے تھے کہ وہ شخص حیران رہ جاتا تھا۔

صاحب حدیقۃ العالم کہتے ہیں کہ طبع موزوں رکھتے تھے کبھی کبھی بطور اہل ایران کے شعر بھی کہتے تھے۔

بیگمات اور اولاد

ابتدا میں اورنگ زیب عالمگیر کے حکم سے علامی سعد اللہ خاں کی بیٹی کو اپنے نکاح میں لائے تھے جسکے بطن سے قمر الدین خان جنہیں آصف جاہ اور نظام الملک کے خطابوں سے بڑی شہرت ہوئی پیدا ہوئے اس بیگم کے مرنے کے بعد اسکے بھائی حفظ اللہ خاں عرف میاں خاں کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے انکے نکاح میں آئیں جن کی اولاد نہ رہی۔

قمر الدین خان المخاطب بہ چین قلیچ خان بہادر آصف جاہ نظام الملک فتح جنگ

نواب آصف جاہ ۱۴ ربیع الثانی ۱۰۸۲ھ ہجری کو شاہ جہان کے مشہور وزیر علامی سعد اللہ خاں کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے تاریخ ولادت لفظ نیک بخت سے برآمد ہوتی ہے۔ مرآت آفتاب نما میں لکھا ہے کہ قمر الدین خان ۲۷ جلوس عالمگیری مطابق ۱۰۹۴ھ میں بادشاہ کی ملازمت سے شرفیاب ہوئے اور چار صدی کا منصب پایا اور دوسرے سال خطاب خانی ملا اور ۱۱۰۰ھ ہجری میں منصب دو ہزاری ۔ ذات و پانصد سوار کا پایا اور

سنہ ۱۱۰۱ھ ہجری مین ترددات نمایان کے جلدو مین بہادر کا خطاب بادشاہ کی طرف سے ملا اور سنہ ۱۱۰۸ھ ہجری مین عالمگیر نے **چین قلیچ خان** کے خطاب سے سرفراز کیا اور اسی سال باپ سے آزردہ ہوکر بادشاہ کے لشکر مین پہنچے ایک ماہ کے بعد باریاب ملازمت ہوے اور روح اللہ خان خانسامان کی پیش دستی مین مقرر ہوے۔ سنہ ۱۱۰۹ھ ہجری مین مفسدان ناکوری کی تنبیہ کے لیے مامور ہوے اور بادشاہ نے خنجر خاص بخشا۔ اور سنہ ۱۱۱۰ھ ہجری مین مرہٹون کی تنبیہ کے لیے کوٹھ وکن کی طرف اضافہ ہزاری ذات کے ساتھ بھیجے گئے جب سزا دیکر لوٹے تو بادشاہ کے حکم سے بخشی الملک مخلص خان نے دروازہ برہم پوری و اسلام پوری تک استقبال کیا۔ اور سنہ ۱۱۱۲ھ ہجری مین کرناٹک کے فوجدار[1] معمور خان کے عزل کے بعد انکو وہان کا فوجدار بنادیا اور زمرد کی انگوٹھی جسپر چین قلیچ خان بہادر کندہ ہوا تھا انکو عنایت کی سنہ ۱۱۱۴ھ ہجری مین بیجاپور کی نظامت پر بھیجے گئے سرپیچ اور گھوڑا اور ہاتھی بادشاہ نے دیا۔ حدیقۃ العالم مین لکھا ہے کہ اسی سال ملکوکن عادل آباد خانی کے فوجدار بنائے گئے جو بیجاپور کے صوبے سے ملحق ہے بعد اسکے سیف خان کے تغیر کے بعد فوجداری اعظم نگر بیلگانون اور تھانہ داری سات کانون کی ملی اور بادشاہ نے بلگام انعام مین کرور[2] دام دیے انھون نے سید نیاز خان کو اپنا نائب بنایا سنہ ۱۱۱۵ھ ہجری مین اسکو بادشاہ نے اپنے پاس بلالیا تو سیف خان ولد فقیر اللہ خان نائب ہوا سنہ ۱۱۱۶ھ ہجری مین واکن کھیڑہ[3] کی محافظت کے جلدو مین پنجہزاری ذات و پنج ہزار سوار ایک اسپہ کے منصب پر پہنچ گئے اور حدیقۃ العالم مین آیا ہے کہ سنہ ۱۱۱۶ھ ہجری مین رستم دل خان کے تغیر کے بعد کرناٹک کے فوجدار ہوے اور سوارون کا اضافہ ہوا اور پانچ لاکھ دام انعام پاے۔ اسی سال نصرت آباد سنکر و مدکل سے برہان الدولہ سرفراز خان و کامل خان کے عزل کے بعد وہان کے حاکم بنائے گئے کتابون کے بیانون مین بہت اختلاف ہے اور سنہ ۱۱۱۷ھ ہجری مین فیروز نگر وغیرہ کے فوجدار بنائے گئے مرآت آفتاب نما مین اسی طرح ہے۔ اور خزانہ عامرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب چین قلیچ خان کا خطاب عطا ہوا تو اس وقت پنجہزاری منصب دیا گیا تھا۔ بعض کہتے ہین کہ سنہ ۱۱۱۷ھ ہجری مین عالمگیر نے نظام الملک کو بیدر کے قلعے کی تسخیر کے لیے بھیجا محصورین نے شدید مقابلہ کیا مگر نظام الملک پائل کی ایک پہاڑی پر قابض ہوگئے جسپر قبضے کے بعد محصورین زیادہ دیر تک مدافعت نہین کرسکتے تھے حملے مین وہ گھوڑا مارا گیا جسپر وہ سوار تھے۔ عالمگیر نے اپنی خاص سواری کے گھوڑون مین سے ایک عمدہ گھوڑا عنایت کیا جسکی زین جواہرات سے

[1] فوجدار حاکم بیرون شہر ۱۲ [2] مناصب امرا و سلاطین اور خراج کے حالات مین جب دام کا بیان آتا ہے تو اس سے مراد ایک روپے کا چالیسوان حصہ ہوتا ہے ۱۲ ماخوذ از تسہیل اللغات مولفہ مولف این کتاب [3] کہین واکن کڑھ لکھا ہے کہین واکن کہیر لکھا ہے کہین واکنکیرہ مندرج ہے ۱۲

مرصع تھی اور ایک مرصع تلوار عطا کی۔ عالمگیر کے اواخر عہد میں نظام الملک بیجاپور کی صوبہ داری پر سرفراز تھے ۱۱۱۸ ہجری میں عالمگیر نے احمد نگر میں انتقال کیا روحؓ وریحانٌ وجنتُ نعیمٌ تاریخ وفات ہے۔ ہائے کیا کیا اولوالعزمیاں دکھائیں دکن کی اسلامی ریاستوں میں کیسی کیسی خونریزیاں کیں انجام یہ کہ خاک۔ مرآت جہاں میں لکھا ہے کہ ایام مرض میں عالمگیر اس بیت کی تکرار کیا کرتا تھا۔

امید بستہ برآمد ولے چہ فائدہ زانک امید نیست کہ عمرے گذشتہ باز آید

نظام الملک بادشاہ کی میت کے ساتھ اورنگ آباد گئے اور وہاں سے بارہ میل کے فاصلے پر خلدآباد کے شمالی اور جنوبی پھاٹکوں کے درمیاں اپنے آقا کو دفن کیا۔ اس کام سے فارغ ہوئے تو عالمگیر کے بیٹوں میں تخت نشینی کے لیے جنگ شروع ہو چکی تھی اعظم شاہ اور معظم شاہ میں آگرے کے قریب لڑائی ہوئی جس میں اول الذکر مارا گیا اور آخر الذکر شاہ عالم بہادر شاہ کے لقب سے ہندوستان کا بادشاہ بن گیا۔ قمرالدین خاں دکن سے دہلی میں آگئے اور شاہ عالم کی ملازمت سے باریاب ہوئے بادشاہ نے چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کا منصب اور خطاب خان دوران اور ماہی مراتب سے سرفراز کر کے اودھ کا صوبہ دار کر دیا۔ میر عبدالجلیل بلگرامی نے انکی تاریخ لفظ خاندوران بہادر میں پاکر ملاحظے میں گذرانی۔

ترک دنیا و گوشہ نشینی۔ مگر اُس پر قائم نہ رہنا

تھوڑے ہی عرصے میں امرائے شاہی سے ناچاقی ہو کر نظام الملک نے منصب سے دست برداری کر کے لباس فقیری پہن لیا اور دہلی میں گوشہ نشین ہو گئے البتہ کبھی کبھی واسطے زیارات شائخ کبار اور ملاقات بزرگان روزگار کے جایا کرتے تھے محمد معظم بہادر شاہ معروف بہ شاہ عالم ۵ سال ایک ماہ ۲۱ یوم سلطنت کر کے لاہور میں مرگیا تو ہر ایک شاہزادہ انکی استمالت کرنے لگا چنانچہ جہاندار شاہ نے ایک فرمان لکھکر بھیجا کہ ہم نے تمکو ہفت ہزاری ذات اور ہفت ہزار سوار کا منصب اور غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ خطاب عطا کیا جلد ہمارے پاس آجاؤ مگر وہ بدستور تارک دنیا رہے شاہزادوں میں بادشاہت پر لڑائی ہوئی شاہ عالم کا بڑا بیٹا معزالدین جہاندار شاہ سب پر غالب آیا اور پنجشنبہ ۲۰ ربیع الاول ۱۱۲۴ ہجری مطابق ۱۷۱۲ء کو تخت نشین ہوا جب جہاندار شاہ دہلی میں آگیا تو آصف الدولہ جملۃ الملک نواب اسد خاں نے میر قمرالدین خاں کو سمجھا کر اپنے ساتھ بادشاہ کے پاس لیجاکر ملازمت کرائی چنانچہ پھر امارت کے میدان میں قدم رکھا منصب اور خطاب سے بدستور سرفراز رہے جہاندار شاہ کے عہد میں

ذوالفقار خان امیرالامرا وزیر با اختیار تھے اور کوئی کام بغیر اسکے مشورے کے نہ ہو سکتا تھا اور وہ عالمگیر کے عہد سے نظام الملک کے ساتھ ہمچشمی کی وجہ سے دل مین کدورت رکھتے تھے گو بظاہر مدارا سے پیش آتے تھے اس لیے انھون نے نظام الملک کو معقول جاگیر نہ دی تین لاکھ روپے اس طرح مقرر کیے کہ ایک لاکھ نقد خزانۂ دہلی سے ملتے رہین اور دو لاکھ روپے آگرے کے خزانے پر مقرر کیے اور شاہزادہ اعزالدین کی کمک پر متعین کیا ابھی نظام الملک سپاہ کی تیاری اور سامان جنگ کی درستی مین مصروف تھے اور آگرے سے پانچ کوس پر پہنچے تھے کہ اعزالدین کے فرار ہو جانے کی خبر سنکر ایک دن مین آگرے مین آکر اعزالدین سے مل گئے جہاندار شاہ بھی آگرے کی طرف شاہزادے کی مدد کو آیا اور فرخ سیر کے ہاتھ سے شکست کھائی۔

فرخ سیر کی مسند نشینی میر قمرالدین خان کے منصب وخطاب مین افزایش ہوکر برہانپور کی حکومت حاصل ہونی

جہاندار شاہ گیارہ مہینے بادشاہ رہکر اپنے بھتیجے فرخ سیر سے شکست کھانے کے بعد پکڑا گیا اور قلعۂ دہلی مین مارا گیا روز جمعہ ۲۳ ذیحجہ ۱۱۲۴ھ ہجری کو فرخ سیر تخت نشین ہوا اسکے سکے پر یہ بیت مسکوک ہوئی تھی۔

سکہ زد از فضل حق بر سیم وزر بادشاہ بحر و بر فرخ سیر

جعفر زٹلی نے اس سکے کو یون تبدیل کیا۔

سکہ زد بر دانہ موٹھ و مٹر بادشاہ مردگان فرخ سیر

اور تاریخ جلوس یہ لکھی۔

آمد بہ تخت شاہی فرخ سیر دبنگے حارص بہال مرہم دل سخت ہمچو سنگے
تاریخ سلطنت را جستم بعقل و دانش آمد ندائے ہاتف گفتا کہ غول دنگے

حروف غول دنگے سے تاریخ جلوس سلطنت نکلتی ہے۔ یہ سکہ اور تاریخ میر جملہ کے توسط سے بادشاہ تک پہنچی بادشاہ نے اسکے قتل کا حکم دیدیا جعفر چھپ گیا چند دنون کے بعد بادشاہ نے معافی بخشدی اور اپنے پاس بلاکر خلعت مرحمت کیا تاریخ فتحیہ مین اسی طرح لکھا ہے لیکن گفتا کے بعد کاف بیانیہ مع الف بھی تاریخ مین داخل ہے اسلیے کہ غول دنگے کے صرف ۱۱۱۰ عدد ہین اور کاف مع الف کے ۱۱۲۵ ہوتے ہین ممکن ہے کہ آخر ذیحجہ ۱۱۲۴ھ کا ڈھول ہوکر ابتدائے محرم ۱۱۲۵ھ سمجھ لیا گیا ہو یا تخت نشینی کی رسم ایام محرم تک ہوئی ہو۔

یہ بادشاہ ایسا کمزور تھا کہ اسکے وقت میں حسن علی خان المخاطب بہ عبداللہ خان قطب الملک وزیر اعظم اور انکے بھائی امیرالامرا حسین علی خان کا دور دورہ ہوگیا بادشاہ کی کوئی حقیقت نہ رہی یہی دونوں بھائی اسکو بادشاہی پر پہنچانے والے تھے فرخ سیر نے ابتدائے عہد میں امرا کو خاص حکومتوں پر بھیجا منجملہ کے قمرالدین خان کو برہانپور کی صوبہ داری عنایت کرکے منصب سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار دو اسپہ وسہ اسپہ اور خطاب نظام الملک فتح جنگ سے سرفراز کیا جو پانچویں جمادی الاولیٰ سنہ دو جلوس فرخ سیر میں داخل برہانپور ہوے۔ اس سے قبل وہ مرادآباد میں ایک بلوے کے فرو کرنے کو بھیجے گئے تھے اور یہ علاقہ انکی جاگیر میں دیا گیا تھا۔

دکن کی حکومت پر منصوبی و معزولی

جب مرہٹوں نے دکن میں زور پکڑلیا تو قطب الملک نے اس مہم کو بادشاہ سے قمرالدین خان نظام الملک کے سپرد کرایا۔ نظام الملک دکن میں پہونچے وہاں کی حالت ابتر پائی مرہٹوں نے ہر جگہ میں اودھم مچا رکھا تھا اور ہر مقام پر بدنظمی رونما تھی لیکن نظام الملک نے شہرۂ آفاق تدبیر اور حسن انتظام پر اصلاح شروع کردی اور ایک ہی سال میں ہر جگہ سے بدنظمی کا داغ دھوڈالا مزید اصلاحات شروع کرنے والے تھے کہ دکن کی صوبہ داری ضمیمہ سپہ سالاری امیرالامرا حسین علی خان کے نام پر مقرر ہوئی اور وہ دکن کی طرف روانہ ہوے اور نظام الملک بادشاہ کے طلبیدہ ۱۱ ماہ جمادی الاخری سنہ ۔۔ جلوس فرخ سیر میں دہلی میں آے اعتمادالدولہ نے پیشوائی کرکے بادشاہ کے حضور میں پیش کیا نظام الملک نے ایک ہزار اشرفیاں اور دو ہزار روپے بطور نچھاور کے نذر کیے بادشاہ نے خلعت خاصہ اور سرپیچ مرصع بخشا دوسرے روز گیارہ لاکھ روپے جو نظام الملک نے زمینداران دکن سے وصول کیے تھے بادشاہی خزانے میں داخل کیے جیسا کہ مرآت جہاں نما میں ہے۔

فرخ سیر کا سیدوں کے ہاتھ سے مارا جانا
سیدوں کا نظام الملک کے ساتھ عقد مواخات باندھنا

حسین علی خان کے بڑے بھائی عبداللہ خان جو فرخ سیر شہنشاہ ہندوستان کے وزیر اعظم تھے لائق فائق آدمی تھے مگر عیاش اور کاہل بھی تھے یہی باعث تھا کہ انکی وزارت کا کام انکے نائب رتن چند کی سعی و اہتمام پر موقوف تھا جسکی سخت تدبیروں اور خود مختاری کے طور سے

بدولت انتظام اُس کا عام پسند نہ تھا غرضکہ نائب کی بدکرداری اور منیب کی غفلت شعاری سے فرخ سیر کو یہ جرات ہوئی کہ وہ اپنی پوری خودمختاری کی تدبیر سوچنے لگا اور اس کے اس ارادے کے جابجا چرچے ہوے کہ وہ اپنے وزیر کو پھانسنا چاہتا ہے۔ عبداللہ خان نے اپنے خلاف سازشون سے خوف کھا کر اپنے بھائی حسین علی خان کو خاندیس سے بلایا امیرالامرا نے راجہ ساہو والی ستارہ سے شنکرجی ملہار اور محمد انورخان برہانپوری کی معرفت صلح کرلی سوائے دس روپے سیکڑہ سردیس مکھی کے جو پہلے سے مقرر تھی اب فی سیکڑہ ۲۵ روپے چوتھ ۶ صوبہ دکن سے لینے کی سند اسکے نام لکھدی اور کوکن جو اس کا قدیمی راج تھا اسکی سند بھی دیدی اور اپنے بھتیجے عالم علی خان کو اورنگ آباد مین مقرر کرکے دہلی کو روانگی کی تیاری کی۔

نظام الملک جو صوبۂ دکن کے تغیر کے بعد بادشاہ کے پاس آگئے تھے چندروز یہان رہے مگر لیکن دربار کا رنگ دیکھکر یہان سے علیحدگی چاہی اور مرادآباد کی جاگیر کی طرف جانے کی اجازت مانگی کیونکہ یہان کی آب و ہوا اچھی تھی اور شکار بھی ادھر خوب ملتا تھا اور نظام الملک شکار کے بڑے شائق تھے رخصت کے وقت بادشاہ نے کہا کہ مرادآباد کا ملک وسیع ہے دہلی اور آگرے سے اسکی حدود ملحق ہین اور کوہستان سوالک کی طرف زمیندار بہت سے ہین تمکو اختیار ہے جہان چاہو شکار کھیلو اور ملک کا بندوبست اچھی طرح کیجیو اور توپ ملک جنگ کو جو اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ سفر ملک مین تھی اور اب آگرے کے قلعے کے دروازے کے سامنے رکھی ہوئی ہے منگا کر اپنے ساتھ رکھیو۔ چنانچہ نظام الملک اس ملک مین آے اور خوب شکار کیا او سرکش زمینداروں کو سزاے واقعی دیکر اُن سے پیش کش وصول کیا۔

فرخ سیر کا دل قطب الملک وزیر اعظم سے مکدر ہوگیا تھا اسلیے انکی جگہ محمد مرادخان کشمیری کوکہ اُس کا خطاب اعتقاد خان مقرر کیا تھا وزیر بنانے کی نیت تھی چنانچہ مرادآباد سے نظام الملک کو بلا کر انسے اور جے سنگھ راجہ جیپور و خاندوران و غازی الدین خان سے مشورہ کیا اور مشورے کی بنا اسپر قرار دی کہ تم سب متفق ہوکر یہان وزیر کو تباہ کردو بعد اسکے ہم اعتقاد خان کو وزیر بنادینگے لیکن یہ بات امرا پر ناگوار گذری کہ ایک ادنے درجے کا کشمیری آدمی اس قدر ترقی کرجاے بادشاہ نے نظام الملک کو یہ کہا کہ تم وزیر کی تباہی کے بعد صوبہ داری دکن کا خلعت پہن کر دکن کو چلے جائو اور امیرالامرا جو راہ مین ہین انھین برباد کر دیجو۔

کوئی مشورہ بادشاہ کا سرسبز نہوا کہ امیرالامرا دہلی پہنچگئے اور انھون نے شہر مین داخل ہوکر بادشاہ کو زندہ چھوڑنا اپنی سلامتی کے لحاظ سے مناسب نہ سمجھا اور اسکو سیدون کے آدمی محل سے پکڑلائے

لہ مکھی بضم اول سرداری و سرگروہی دیس یعنی ملک و ضلع ۱۲

جہاں وہ خان بجائے بیٹھا تھا اور ربیع الثانی سنہ ۱۱۳۱ ہجری مطابق فروری ۱۷۱۹ء میں اسکو خفیہ جیب مرواڈالا جب فرخ سیر سے تخت خالی رہا تو سیدوں نے رفیع الشان کو رفیع الدرجات کے لقب سے تخت نشین کیا اس انقلاب کے وقت نظام الملک دہلی میں تھے اور صرف مرادآباد کی جاگیر اُنکے نام تھی رفیع الدرجات کی تخت نشینی کے وقت نظام الملک اور خاندوراں منصور جنگ و غازی الدین خاں و غالب جنگ قلعے سے باہر تھے سیدوں نے اس واقعہ کا حال لکے کہلا بھیجا اور عنایات شاہی کا متوقع کیا اور قلعے میں ملایا ان امیروں نے قلعے میں پہنچکر اول قطب الملک سے ملاقات کی اور اسکے ذریعے سے بادشاہ کے حضور میں گئے اور خلعت پاکر لوٹ آئے۔

قطب الملک وزیر اپنے بھائی امیر الامرا کے ورود سے دس بارہ روز پہلے نظام الملک کے مکان پر جاکر ان کو اپنے ہاتھی پر بٹھاکر فرخ سیر کے پاس لے گئے تھے اور صوبۂ پٹنہ کی نظامت کا خلعت دلادیا تھا اور انھوں نے مقتضائے وقت کے موجب اکراہ کے ساتھ قبول کرلیا تھا اب اس وقت دونوں بھائیوں نے انسے عقد مواخات باندھا۔ وزیر اعظم کہا کرتے تھے کہ ہم تین بھائی ہیں بڑے ہم ہیں نظام الملک بیچ میں اور حسین علی خاں خرد ہیں۔

نظام الملک کو مالوے کی صوبہ داری ملنی

مرآت جہاں نما وغیرہ میں لکھا ہے کہ سادات بارہ کے دل میں تیموریہ سلطنت کے امرا کا سید رعب تھا اس لیے کمال الحاح کے ساتھ نظام الملک کو کہلایا کہ اگر مرضی ہو تو پٹنہ کے صوبے کو تشریف لیجائیں اور مرضی ہو تو مالوے کی صوبہ داری قبول کریں نظام الملک بھی دربار سے کنارہ کشی کو بہتر سمجھے انسے مرادآباد کی جاگیر لے لی گئی اُنھوں نے مالوے کی حکومت قبول کرکے روانگی کی رفیع الدرجات بادشاہ سے رخصت حاصل کی خلعت ملکر اجازت ہوگئی۔ روانگی کے وقت تمام بیٹوں اور محل کے آدمیوں اور تمام کارخانوں اور اپنے رفقا کو ساتھ لیکر اور فوج بھرتی کرکے دار الفتح اجین کی طرف راہی ہوئے اور انتظام میں مصروف ہوئے ادھر رفیع الدرجات سل کی بیماری سے تین مہینے کے بعد مرگیا تب اسکے بڑے بھائی کو رفیع الدولہ محمد شاہ جہاں ثانی کے لقب سے تخت پر بٹھایا مگر اُسکی عمر نے بھی وفا نہ کی چنانچہ وہ بھی تین مہینے سے کم عرصے میں جہان فانی سے گذرا اگرچہ اسکے مرنے سے سیدوں کو تھوڑا بہت تردد لاحق ہوا مگر بعد اسکے شاہزادہ روشن اختر میرزا شاہ عالم بہادر شاہ کو ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۱۳۱ ہجری میں ابو الفتح ناصر الدین محمد شاہ کے لقب سے تخت پر بٹھایا۔

شاہ آباد مانڈو ملک مالوہ کی حکومت مرحمت خان پسر امیر خاں کے سپرد تھی یہ امیر خاں عالمگیر کے

عہدمین کابل کا حاکم تھا جب امیر الامرا دہلی کو لوٹ رہے تھے تو اُسنے انسے ملاقات نہ کی تھی اس
امیرالامرا نے اُسکو معزول کرکے خواجم[^1] قلی خان تورانی کو مانڈو کی فوجداری پر مقرر کیا اور نظام الم
کو لکھا کہ اس کو وہان جما دین۔ خواجم قلی خان جب وہان پہنچا تو مرحمت خان نے حکومت اسکے
مین دینے سے انکار کیا اور کہا کہ تنخواہ سپاہ سہ بندی کی اول ادا کردو جب تک ان کو تنخوا
ملے گی مین عمل و دخل نہ دونگا آخر کار دونون نے واقعات سے نظام الملک کو آگاہ کیا نوا
میر حفیظ اللہ خان کو جو اسوقت مین انکے بیٹے غازی الدین خان فیروز جنگ کی سرکار کا بخشی
فوج دیکر مانڈو کو بھیجا اور اپنی سرکار سے سہ بندی کی تنخواہ بھجوا کر خواجم قلی خان تورانی کو قبضہ لا
اور ابوالخیر خان کو بھیجکر مرحمت خان کو اپنے پاس بلا لیا اسکے ساتھ دو سو سوار تھے۔ نظام الملک
اسکی ذات کی تنخواہ دو ہزار روپے ماہوار اور سوارون کی آٹھ ہزار روپے ماہوار مقرر کردی او
سرونج ملک مالوہ کی حکومت اپنی طرف سے اُسے دیدی اور خود مندسور وغیرہ محالات مالوہ
کے انتظام کے لیے ٹھہر گئے یہان کے زمیندار راجپوت قوم کے لوگ تھے تاریخ فتحیہ مین
اسی طرح لکھا ہے۔

نواب نظام الملک و سادات بارہ کے درمیان اختلاف کا آغاز

مرآت جہان نما مین ذکر کیا ہے کہ ایسی ابتری کے وقت مین نظام الملک نے ملک گیری کی جی مین
ٹھہرا کر ۱۱۳۲ ہجری مین پیادہ و سوار کی بھرتی شروع کی اور دکن کی طرف کوچ کیا۔ حدیقۃ العالم
مین ہے کہ ۱۱۳۲ ہجری مین نظام الملک نے نواح سرونج سے سفر کیا اور یہ مشہور کیا کہ بادشاہ
کے پاس جاتا ہون اور اس ضلع کا بندوبست مقصود ہے کچھ دور دہلی کی طرف چلکر دکن کو لوٹ گئے
اور منتخب اللباب کی دوسری جلد مین آیا ہے کہ حسین علی خان امیر الامرا نے خواجم قلی خان تورانی
کو مرحمت خان ولد امیر خان کی جگہ مانڈو مین حاکم مقرر کیا مرحمت خان نے اپنی خودداری کی حفاظت
کی تدبیر کی جب خواجم قلی خان نے حسین علی خان کو اس امر کی شکایت لکھی تو انھون نے مرحمت خان
کے ذلیل کو چشم نمائی کی اور نظام الملک کو لکھا کہ مرحمت خان کو قلعے سے نکالکر خواجم قلی خان کی
حکومت جما دین۔ اور مرآت جہان نما سے ثابت ہے کہ دلاور خان بخشی کو جو کوٹے مین راو بھیم سنگھ
کی مدد کے لیے مقیم تھا امیر الامرا نے لکھا کہ نظام الملک صوبہ دار مالوہ سے جنگ کا ارادہ ہے
تم کوٹے کے راو بھیم سنگھ اور نرور کے کچھواہہ راجہ گج سنگھ کے اتفاق سے لڑائی کا انتظام کرو
اُسنے بیس ہزار سپاہ سادات بارہ او رافاغنہ مالوہ اور اس ضلع کے راجپوتون سے مرتب کر کے

[^1]: فتحیہ مین بیگلر خان بجائے خواجم قلی خان کے لکھا ہے ۱۲

نظام الملک سے مخالفت شروع کی اور ابتداً اس طرح کی کہ مرحمت خاں کو مانڈو کی حکومت سے معزول کرکے خواجم قلی خاں کو اسکی جگہ منصوب کیا یہ بات نظام الملک کو ناگوار گذری محمد خاں کی معرفت جو انکی طرف سے دلی میں وکیل تھا امیر الامرا حسین علی خاں کو مکرر لکھا کہ میری طرف سے اب تک کوئی بات خلاف قاعدہ ایک حتی کے طور میں نہیں آئی ہے۔ پھر کس لیے سرداران دربار نے اس صوبے کے کاموں کی خرابی کی طرف کمر باندھی ہے اور مرحمت خان کو جو کچھ بھی انتظام کر رہا تھا کیوں معزول کر دیا ہے۔ محمد خان نے نظام الملک کی یہ تحریرین امیر الامرا اور اُسکے بھائی قطب الملک کے سامنے پیش کین لیکن کوئی صفائی ہوئی بلکہ الٹا یہ اثر ہوا کہ نظام الملک کو بھی معزول کرکے سراول شدید مقرر کردیے کہ انھیں بادشاہ کے پاس لے آئیں نظام الملک سیدوں کے ارادوں سے خوب واقف تھے اور اس وجہ سے بہت سے سرداران قوم کے عیال واطفال کو اپنے ساتھ لے گئے تھے ان واقعات سے مخالفت پر آمادہ ہوے۔

صاحب منتخب اللباب کہتا ہے کہ مرحمت خان توجہ لینے اظہار تمرد کے حضور میں جانے کے قابل رہا تھا اور نظام الملک غیور آدمیوں کو اپنی رفاقت مین لینا مصلحت سمجھتے تھے اُنھوں نے محمد غیاث خاں کے مشورے سے مرحمت خان کی استمالت کرکے اپنا رفیق بنالیا اسے بھی نظام الملک کی حمایت کو غنیمت سمجھا اس لیے قلعہ مانڈو سے نکلکر نظام الملک کے پاس آگیا اور خواجم قلی خاں قلعے میں داخل ہوگیا حسین علی خاں نے نظام الملک کو لکھا کہ مرحمت خاں کو اپنے ساتھ رکھنا اور فلاں پرگنے کے زمیندار کو بدلنا بہتر ہوا اور بہت سی باتیں ایسی تحریر کیں جن سے مواخذہ ثابت تھا اور اُسکے وکیل سے خلاف یہ سخت وسست باتین کہیں اگرچہ نظام الملک نے تمام باتوں کے راستی کے طور پر معقول جواب دیے لیکن حسین علی خان نے انھیں قبول نہ کیا اور یہ لکھا کہ میں چاہتا ہوں کہ خود دکن کے انتظام کے لیے مالوے میں قیام کروں اور آپ کے لیے صوبۂ آگرہ۔ ملتان۔ الہ آباد اور برہان پور میں سے جو نسا آپ کے پسند ہو اسکی سند بھیجدوں نظام الملک آٹھ ماہ کی فرصت مین سات آٹھ ہزار سوار اور عمدہ توپخانہ اور دوسرا سامان جنگ تیار کرکے بجائے خود ہوشیار اور خبردار ہوگئے تھے اور دکن کی عزیمت کا ارادہ کر رہے تھے کیونکہ یہ ملک خزانوں اور سپاہ کا معدن ہے۔ اسی ضمن میں انکو انکے وکیل وغیرہ کی تحریرین پہنچ گئیں کہ امیر الامرا وغیرہ نے شرارت ذاتی اور خباثت باطنی سے چند سرداروں کو آپ کی ظلبی کے لیے مقرر کیا ہے۔ گرز برداروں کے بھیجے سے قبل بادشاہ کے بھی شقے اور دوسرے خیر خواہوں کے خطوط خصوصًا دیانت خاں کی تحریر پہونچی کہ فرصت وقت نہیں رہی جو کچھ ہو سکے جلد عمل میں لائین۔

نظام الملک کی سادات بارہ کے احکام کی تعمیل سے گریز

تاریخ فتحیہ مین لکھا ہے کہ نظام الملک کو بادشاہ کا فرمان اور قطب الملک ورامیر الامرا اعتماد الدولہ محمد امین خان چین بہادر نصرت جنگ کے (جوان دونون طوعاً وکرہاً دونون بھائیون کے شریک حال ہوگئے تھے) خط اس مضمون کے پہنچے کہ صوبۂ مالوہ صوبجات دکن سے بہت نزدیک ہی یہ صوبہ بھی صوبہ داری دکن کے شامل ہوکر امیر الامرا کے نام مقرر ہوگیا ہے آپ کو چاہیے کہ دلجمعی کے ساتھ دربار مین چلے آئے یہان پہنچنے کے بعد آگرے کی صوبہ داری آپ کو دیجاے گی حالانکہ فرخ سیر کے عہد مین دونون بھائیون نے نظام الملک سے بھائی چارہ کرکے مالوے کی حکومت اُنکے حوالے کردی تھی نظام الملک نے جواب مین لکھا کہ اب دل نہین چاہتا کہ نوکری کرون اگر رخصت مل جاے تو بیت اللہ کو چلا جاؤن یا ایسا کیا جاے کہ پرگنۂ ڈاسنہ جو دہلی سے دس کوس کے فاصلے پر دریاے جمنا کے اس پار ہے اور اس پرگنے سے دس لاکھ روپے بطریق آل تمغا میرے والد (خان فیروز جنگ) کے لیے عہد عالمگیر بادشاہ سے مقرر تھے اور اُنھون نے **غازی الدین نگر** قصبہ آباد کیا تھا اس پرگنے کو میرے واسطے بطریق آل تمغا[1] مقرر کردین تاکہ وہان رہ کر یاد الہی اور دعاے بادشاہی مین مشغول رہون دونون بھائیون نے کہلایا کہ اسکے کیا معنے ہین ہمارے اور آپکے درمیان تو اخوت قائم ہوگئی ہے اور موافقت کے وعدے ہوچکے ہین آپ وہان کے انتظام سے فارغ ہوچکے ہین اب دربار مین آکر یہان کے کامون مین مدد دیجیے نظام الملک کی یہ تحریر مندسور مین پہنچی تھی اسکے پہنچنے کے بعد اجین مین آگئے لیکن شہر مین داخل نہوے اور بخشیون کو حکم دیا کہ چونکہ برسات کا موسم قریب آگیا ہے ہم سرونج مین جو اجین سے اسی کوس آگرے کی طرف ہے قیام کرینگے کسی پیادہ و سوار ملازم کو اجین مین نہ چھوڑین بلکہ ساتھ رکھین اور رحمت خان کو جو ضلع سرونج مین تین ہزار سوارونکے ساتھ انتظام ملکی مین مصروف تھا مخفی لکھ بھیجا کہ بہت جلد ہمارے پاس آجاو چنانچہ وہ فی الفور چلکر قصبہ کانٹھیہ مین جو اجین سے سات کوس پر سرونج کی طرف واقع ہے نواب کی لشکر گاہ مین داخل ہوگیا۔ اسکے ساتھ مالوے سے دلیر خان روہیلہ بھی شریک ہوکر آگیا یہ شخص بھوپال والے دوست محمد خان سے

[1] آل تمغا (بلا اضافت لام) لغوی معنی سرخ مہر مجازاً فرمان بادشاہی جو جاگیر وغیرہ کی نسبت عطا ہو۔ تحقیق مقام یہ ہے کہ آل اگر مہر سرخ کے معنے مین لیا جاے اور تمغا مہر کے معنے مین تو ترکیب مقلوب یعنی تمغاے آل بمعنی مہر سرخ ہوگا جیسا کہ اہل لغات نے لکھا ہو کہ تمام زمانہ قدیم مین بادشاہی مہر شنجرف سے ثبت کیجاتی ہو دوسری صورت یہ ہو کہ آل بمعنی نسل اور تمغا بدستور بمعنی مہر قرار دیا جاے اس صورت مین بھی ترکیب مقلوب ہوگی اور اسی کو ترجیح ہو اسلیے کہ جو عطیات شاہی نسلاً بعد نسلٍ ہوتے ہین اسی سے فرمان سند کو آل تمغا کہتے ہین ۱۲۔ آصف اللغات مولفہ مولف این کتاب

ہمچشمی وہمسری کا دعوی رکھتا تھا سروج مین مرمت خان کے ساتھ شامل ہوگیا تھا نواب نے صبح کو کوچ کا نقارہ بجوا دیا اور گرز برداروں کو جو انھین دربار مین لیے آے تھے اور وزیر اعظم وامیر الامرا کے خط بھی لاے تھے بلا کر جواب انکے حوالہ کیا اور پانسو روپے انکو انعام میں دیے امیر الامرا کے خط کو جو انھی گوند لگا کر لانے میں سدھین کیا تھا اپنے منشی کے حوالے کرکے حکم دیا کہ زور سے پڑھ کر حاضرین دربار کو سنادے اسوقت وہاں دو تین سو آدمی حاضر تھے سب نے سنا مضمون اس کا یہ تھا۔

کہ جس وقت بادشاہ شہید یعنی فرخ سیر کا واقعہ ظہور مین آیا تو ہمارے اور آپ کے درمیان بھائی چارہ ہوگیا ہم نے اس وقت درخواست کی تھی کہ ترک نوکری کرکے گوشۂ عزلت اختیار کرین اور پرگنہ ڈاسوآل تمغا کے طور پر ہمکو مل جاے تاکہ اسکے محاصل کی آمدنی سے بسراوقات ہوتی رہے یا زیارت مکہ مکرمہ کی اجازت دیدی جاے آپ نے اصرار کے ساتھ ہم کو مالوے کی صوبہ داری دی اور اب ایسا لکھتے ہو کہ مالوے کا صوبہ جو دکن سے تعلق رکھتا ہے وہ امیر الامرا کے نام پر مقرر ہوا ہے۔ حالانکہ عالمگیر بادشاہ غزا وجہاد کے لیے برسوں دکن میں رہے اور اس ملک کی تسخیر میں نہایت کوشش کی ہم نے اور ہمارے والد وجد امجد نے اس ملک میں جانفشانیاں کین اور بڑھ بڑھ کر تلوارین ماریں۔ جہاد اور غزا کرکے شعائر اسلام کو قائم کیا۔ اب کفار نابکار نے مسجدیں توڑ کر انکی جگہ مندر علانیہ بولنے شروع کردیے ہین اور ان میں ڈھول اور گھنٹیاں بجاتے اور گاتے ہین۔ الحمد للہ کہ ہمارے اور آپ کے درمیان محبت والفت واخوت واتفاق متحقق ہے پس اس صورت مین تمام ممالک محروسہ بادشاہی کے اکیس صوبوں مین سے پندرہ صوبوں کا آپ اور آپ کے بھائی انتظام کریں اور چھ صوبوں کا انتظام یہ تیسرا بھائی کرے گا اور رونق ورواج اسلام مین کوشش کریگا اور اللہ کی قوت ومدد ونصرت سے پرادھر کو روانہ ہوتا ہے اور اس خط کے حاشیے پر جو منشی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا یہ مصرع اپنے ہاتھ سے تحریر کیا سه ہمہ کار جہاں ناموس وننگ ست + اور خطوں کو گرز برداروں کے حوالے کیا اور سواری کا ہاتھی طلب کرکے سوار ہوکر سات کوس پر مقام کیا۔ اور اجین کو پیچھے چھوڑ کر دکن کی عزیمت کی۔

دکن کی طرف عزیمت اور قلعۂ آسیر پر قبضہ

نظام الملک دکن کی طرف لمبے لمبے کوچ کرنے لگے کیونکہ برسات کا موسم قریب آچکا تھا اور مالوے کی مٹی سیاہ اور لیسدار ہے برسات میں اُسپر چلنا دشوار ہے یہان تک کہ دریاے نربدا کے کنارے پہنچے جو مالوے اور دکن کی حدود پر واقع ہے اور غرۂ رجب ۱۱۳۲ھ ہجری کو اُس کو

پایاب عبور کر کے سرکار بیجاگڑھ یا بیجانگر[۱] عرف کھرگون مین پہنچے یہان کا فوجدار رستم بیگ خان جو
حسین علی خان کا ایک رفیق تھا اور انکی نمک حرامی دیکھ کر دل مین اُن سے بہت مکدر تھا ایک
شایستہ جماعت کے ساتھ آکر نظام الملک کا رفیق بن گیا نواب نے اسکی عزت و توقیر کی اور سرکار
مذکور کی حکومت اسپر بحال رکھ کر اپنے ہمراہ لیا اور فتح سنگھ زمیندار کمرائی بھی نظام الملک کے پاس
آگیا نواب نے مرحمت خان۔ محمد غیاث خان۔ عزیز بیگ خان۔ سعد الدین خان۔ قادرداد خان
اور متوسل خان وغیرہ سے مشورہ کر کے بیجاگڑھ سے برہانپور کی طرف راہی ہوے جو بیجاگڑھ سے
چالیس کوس پر ہے نواب کو یہ خبر ملی کہ انوار اللہ خان کی بے خبری اور بخل کی وجہ سے تنخواہ قلعے
کے احشام اور ہزاریون اور سدیوالون کو نہین پہنچی ہے تو انھون نے خسرو چیلہ کو اسلام اللہ خان
ہزاری و چھجل سدیوال و میارام وغیرہ کے پاس روانہ کیا خسرو نے حسن تدبیر سے احشام اور ہزاریون
کو لالچ دیکر نواب کا طرفدار بنا لیا۔ دوبارہ نظام الملک نے میر حفیظ اللہ خان اور اس چیلے کو اُن
لوگون کے پاس بھیجا جو عہد و میثاق تازہ طور پر پختہ کر کے لوٹ آے اور بعض کتابون مین یون لکھا
ہے کہ قلعہ آسیر سے عثمان خان احشام کی طرف سے ایک معتمد خسرو چیلہ کی وساطت سے جو سابق
مین عثمان خان کا مزنی اور سوال و جواب کا واسطہ تھا نظام الملک کے لشکر مین آیا اور سادات
کی نمک حرامی اور اپنی پریشان حالی کا قصہ بیان کیا اور استدعا کی کہ نواب اپنی طرف سے قلعداری
مجھے عطا کردین محمد غیاث خان اسکو نظام الملک کے پاس لے گیا اور فتح قلعہ کی بشارت دی نواب
نے معتمد مذکور کو انعام لائق دلوایا۔ جب نظام الملک باندھار کے میدان مین آکر فروکش ہوے
تو ہزاری اور سدیوال اور احشام کے معتمد استقبال کو آے اور نواب کے آدمیون کو قلعہ حوالے
کرنے کے لیے لے گئے۔ طالب خان نجم ثانی جو وہان کا قلعدار تھا قلعہ حوالے کرنے پر راضی نہ تھا
مخالفت کرنے لگا۔ نظام الملک کی طرف سے مرحمت خان چار آدمیون کے ساتھ اسکے پاس گیا
اور باہر سے طالب خان کے پاس پیغام بھیجا کہ مین آپ سے ملنے آیا ہون اسنے جواب دیا کہ ایک
آدمی ساتھ لیکر آجائیے مرحمت خان سید حبیب کو ساتھ لیکر قلعدار کے پاس گیا اور اُسکو نشیب و فراز
سمجھایا اور نواب صاحب کی اطاعت پر راضی کر لیا۔ اور بعض کتابون مین یون لکھا ہے کہ آسیر کا
قلعدار طالب خان نجم ثانی بوجہ کم جاگیر ہونے کے بہت پریشان حال رہتا تھا اسکے ساتھ کے
سپاہیون کو تنخواہ مدت سے نہ ملی تھی جب نواب نظام الملک قلعہ آسیر کے قریب پہنچے تو اسنے
خسرو چیلہ کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ بوجہ کمی تنخواہ و نایابی تنخواہ کے میرے ساتھ کے آدمی بہت شکستہ
حال ہو رہے ہین اگر روپیہ مرحمت ہو جاے تو قلعہ حوالے کر دیا جاے نواب نے اپنے
خزانے سے خسرو چیلہ کے ہاتھ سپاہیون کی تنخواہ بھیجدی اور میر حفیظ اللہ خان بخشی اور اپنے بیٹے

[۱] بیجاپور ... تھی لکھا ہے ۱۲

غازی الدین خاں فیروز جنگ کو اسکے ساتھ کر دیا جنھوں نے ۱۳ رجب ۱۱۳۲ھ ہجری کو قلعے پر قبضہ کر لیا اور یہاں پانچ توپیں تھیں وہ اٹھوا لیں حالانکہ جلال الدین اکبر نے ایک سال کی مدت میں اسکو فتح کیا تھا نظام الملک خود بھی اس قلعے پر چڑھے اور اس کا ملاحظہ کیا اور اپنی بیگیات کو مع بڑے بیٹے غازی الدین خان فیروز جنگ اور میر احمد خان ناصر جنگ کے وہاں چھوڑا اور دوسرے سرداروں وسپاہیوں کو بھی حکم دیا کہ اپنی عورتوں کو یہاں چھوڑ دیں اور سب کے لیے مکان مقرر کر دیے حتے کہ بہیر کے آدمیوں کی عورتوں کے لیے بھی مکانات دلوائے اور خود جریدہ برہانپور کیطرف عازم ہوے **فائدہ** یہ قلعہ آسا اہیر نے بنایا تھا جو خاندیس کا نامی زمیندار تھا آسا نام تھا اور اہیر قوم تھی اہیر ہندی میں گایوں کے چرواہے کو کہتے ہیں رفتہ رفتہ حروف میں تخفیف ہوا آسیر کہلانے لگا۔ سراج الدین علی خان آرزو نے مثمر الفوائد میں لکھا ہے کہ آسیر الف ممدودہ سے تاثیر کے وزن پر خاندیس کے ملک میں ایک قلعہ ہے اکثر پردازان زبان فارسی نے الف مقصورہ کے ساتھ فعیل کے وزن پر استعمال کیا ہے اور یہ انکی غلطی ہے اور مساکن فلسفی میں ہے کہ خاندیس کا پہلے نام دان دیس تھا جب شاہزادہ دانیال پسر اکبر کی جاگیر میں مقرر ہوا تو خاندیس کے ساتھ ملقب ہوا

برہان پور کی تسخیر

نظام الملک نے محمد غیاث خان کو برہان پور کے فتح کرنے کے لیے آگے سے بھیجدیا سادات بارہ کہ غایت غرور سے نظام الملک کو اپنا مقابل نہ جانتے تھے اور سوائے اطاعت کے وہ انکی قوت متخیلہ میں نہیں سماتے تھے یہ خبر سنکر متحیر ہوگئے اور مشورے کرنے لگے اخلاص خان کہ بڑا عالم وفاضل اور حسین علی خان کا مصاحب تھا اسے صریح شمشیر کشی سے منع کیا اور بیعت کی باتیں کہنے لگا لیکن دوسرے مشیروں نے امیر الامرا کو جنگ پر آمادہ کر دیا اس لیے انھوں نے فوراً دلاور علی خان کو لکھا کہ چند راجوں کو ساتھ لیکر نظام الملک کے تعاقب میں جائے اور اپنے بھتیجے عالم علی خان کو بھی تاکید لکھا کہ ساری فوج لیکر فردا پور کی پہاڑی سے اُترکر نظام الملک کا سد راہ ہووے سید عالم علی خان نے نظام الملک کے عبور نربدا کی خبر سنکر اپنے رفیقوں کے مشورے سے محمد انور خان کو جو رفیع الدرجات کے عہد سے صوبجات دکن کی بخشی گری پر متعین تھا اور اسی کے ساتھ صوبہ برہانپور کی نیابت بھی اسکے نام تھی اور اس کا بھائی انوار اللہ خاں یہاں کی حکومت اور اس صوبے کی دیوانی پادشاہی کا کام کرتا تھا برہانپور کی حفاظت کے لیے فوراً بھیجدیا اور اسکے ساتھ راؤ سالکرم مرہٹہ کو بھی کیا یہ لوگ لمبی لمبی منزلیں کرتے ہوے عادل آباد میں کہ برہان پور سے بارہ کوس پر ہے جا پہنچے اور چاہتے تھے کہ راتوں رات چلکر برہانپور میں داخل ہو جائیں برہانپور میں ان دنوں انوار اللہ خاں

موجود تھا اُسنے محمد غیاث خان کے ادھر آنے کی وجہ سے شہر کے دروازے بند کر کے شہر پناہ کا انتظام ساکنان شہر سے کرا لیا تھا اور محمد غیاث خان نے لال باغ مین اُتر کر مورچے تیار کر لیے تھے محمد انور خان چاہتا تھا کہ شہر مین گھس کر اسکی حفاظت کرلے جب محمد غیاث خان کو محمد انور خان کی آمد آمد کا حال معلوم ہوا تھا تو انکی روک تھام کے لیے دریاے تپتی سے فوج کے ایک دستے کا عبور کرا دیا تھا لیکن محمد انور خان وغیرہ ہوشیاری سے رات کی تاریکی مین شہر مین داخل ہوگئے جو کہ شہر کے رہنے والے جانتے تھے کہ محمد انور خان سے کچھ نہو سکے گا جمع ہو کر اُسکے پاس آے اور کہنے لگے کہ محمد غیاث خان نے زینے بنواے ہین ضرور وہ آج شہر کو لے لیگا شہر کے لوگون کی بربادی جان و مال کے نقصان۔ اور ناموس کی بے آبروئی کا گناہ تمھاری گردن پر رہے گا۔ بہتر یہ ہے کہ تم شہر سے باہر نکلکر جنگ کرو ورنہ عنقریب بلواے عام ہونے والا ہے اور تمھارے ہاتھ سے شہر نکلجائیگا محمد انور خان کو شجاعت و جوانمردی کا کچھ حصہ نہ ملا تھا بدحواس ہو کر ۱۶ رجب ۱۱۳۲ھ ہجری کو الغیاث کہتا ہوا محمد غیاث خان کے پاس چلا گیا اسنے شہر مین داخل ہو کر امن عام کا اعلان کر دیا۔ ۱۷ رجب کو نظام الملک لال باغ مین پہنچ گئے انور خان اور انوار اللہ خان اور راؤ بنا لکر اور شرفاے شہر محمد غیاث خان کے ذریعے سے نواب کے سلام سے بہرہ یاب ہوے۔

منتخب اللباب مین لکھا ہے کہ تسخیر برہانپور سے دو تین دن قبل سیف الدین علی خان برادر امیر الامرا حسین علی خان کی والدہ اور اُنکے گھر کی عورتین اور بال بچے اور نوکر چاکر اورنگ آباد سے عالم علی خان کے پاس سے دہلی کی روانگی کے ارادے سے برہانپور مین آکر ٹھہرے تھے جنکے ساتھ چودہ پندرہ لاکھ روپیہ تھا جب نظام الملک کا قبضہ برہانپور پر ہو گیا تو سیف الدین علی خان کے متعلقین دل مین بہت ڈرے نظام الملک کے بعض کوتاہ اندیش مصاحبون نے ان سے کہا کہ محمد انور خان اور سیف الدین علی خان کے عیال و اطفال کا زر و مال آپ لیکر سپاہ پر صرف کردین انھون نے جواب دیا کہ ہمنے محض افضال الٰہی کے بھروسے پر باوجود عسرت اور تہیدستی کے کمر عزیمت باندھی ہے اگر کامیاب ہوے تو تمام ملک و مال ہمارا ہے اور اگر خدانخواستہ اسکے برعکس ہوا تو کس لیے آخرت کا وبال گردن پر رکھین ان عاجزون اور بچون اور محمد انور خان کا مال ہماری ہمت کے سامنے کوئی حقیقت نہین رکھتا ہمکو تو منظور خاطر بادشاہ کا استقلال ہے انشاء اللہ اس صدق نیت سے بڑے بڑے خزانے ہمارے تصرف مین آئینگے۔ سیف الدین علی خان کے اہلکار کو طلب کر کے خلعت دیا اور انکی والدہ کے واسطے کھانے کی چند ہنگیان بھیجین اور معتمد و فہمیدہ آدمی خان مذکور کی والدہ کے پاس بھیجکر تسلی و تشفی خاطر کی اور کہلایا کہ یہ سب بچے ہماری اولاد کی طرح ہین اگر یہان رہینگے تو ہم اُنکے خرچ اور مصارف کے لیے کافی انتظام کر دینگے اور اگر پختہ ارادہ جانے کا ہے تو جمعیت انکے ساتھ

جاکر دریائے نربدا تک پہنچا دیگی۔ چونکہ ان کا ارادہ روانگی کا تھا لڑکون کو نظام الملک کے پاس بھیجکر کہلایا کہ چند سال سے بیٹے کو نہیں دیکھا ہے اسکی ملاقات کے لیے اورنگ آباد سے چل کر یہاں تک پہنچی ہوں دہلی جاؤنگی چنانچہ نظام الملک نے ایک اچھا درقہ ساتھ کرکے روانہ کردیا۔

سید دلاور علی خان سے جنگ کی تیاری

اب نواب نظام الملک کو پے در پے یہ خبرین پہنچنے لگیں کہ دلاور علی خان بخشی جانب امیر الامرا کوٹے کے راو بھیم سنگھ اور نرور کے کچھواہہ راجہ گج سنگھ اور دوست محمد خان کو ساتھ لیے ہوئے تیرہ چودہ ہزار سواروں کے ساتھ مالوے کی ریاست کے نام سے ادھر آرہا ہے اور نواب سے لڑنے کے لیے نربدا کو عبور کرلیا ہے یہ دوست محمد خان نوابان بھوپال کے مورثوں میں ہیں وہ اسوقت تین چار ہزار سوار اسکے ساتھ تھے اور مالوے سے شریک ہوئے تھے۔ امیر الامرا نے جسقدر آدمی دلاور علی خاں کے ساتھ کردیے تھے وہ سب چیدہ اور کارگذار تھے اور نظام الملک کو یہ بھی پرچہ لگا کہ اورنگ آباد سے عالم علی خان بھی نواب کے مقابلے کے ارادے سے روانگی پر آمادہ ہے نظام الملک نے اپنی سرکار کے بخشیون کو بلاکر ملازمون کے ناموں کے کاغذات ملاحظہ کیے۔ چنانچہ لال ناج کی منزل میں نواب نے یوسف محمد خان مصنف تاریخ فتحیہ کو جو اُس زمانے میں داغ تصیحہ کا داروغہ تھا خلوت میں بلاکر کہا کہ نئے گھوڑے بھرتی کرنے کے کام میں تاکید رکھیں تاکہ جلد گھوڑے داغ ہوجائیں اور آدمی چوکی مین داخل ہوکر فوج میں شامل ہوجائین مرحمت خان روبرو حاضر تھا سابق سے نواب کی سرکار مین ضابطہ تھا کہ سوائے ترکی و تازی کے اور رعایت کے طور پر یابو بھی لکھا جاتا تھا چھوٹے عربی و جنگلہ کو راس میں لکھتے تھے اگر ایسا ہوجاتا تو داروغہ اور متصدیاں داغ مواخذہ کرتے تھے یوسف محمد خان نے عرض کیا کہ مرحمت خان کے ساتھ جسقدر سوار آئے ہیں حضور کی نظر سے انکے گھوڑے گذرے ہیںگے نواب نے مسکرا کر اپنے چہرے پر ہاتھ رکھکر کہا کہ الغرض گدھا ہی ہو تو بھی اسے راس ہی لکھو۔ یوسف محمد خان نواب سے رخصت ہوکر مرحمت خان کے مکان پر آیا اور دونوں نے بیٹھکر ایک جلسے مین بائیس سو راس لکھ لیا جنکے چہرون کے اوراق پہلے سے تیار تھے اور تیاری سرشتہ کے بعد گھوڑوں کو داغ کرلیا دلیر خان کے ساتھ کے اکثر سوارون کے پاس گھوڑے اچھے نہ تھے

نواب نے اپنے افسروں سے مشورۂ جنگ کیا تو اس وقت یہ طے پایا کہ ایک طرف سے عالم علی خان اور دوسری طرف سے دلاور علی خان آرہا ہے اور دونوں ٹرا سازو سامان رکھتے ہیں ایسا ہونا چاہیے کہ دونوں ملنے پائین بلکہ انکے مل جانے سے قبل ایک ایک سے نپٹ لیا جائے پس اول دلاور علی خان سے لڑنا چاہیے۔

جنگ سید دلاور[1] علی خان و نظام الملک

نظام الملک نے لال باغ حوالی شہر برہانپور سے دریاے نربدا و ضلع کھرگاہی کی طرف کوچ کیا ایک ہزار سوار برہانپور کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیے گئے۔ نواب کے ساتھ کل چھ ہزار سوار اور بارہ توپین اور ستر جزائرا اور پندرہ فیتر نال تھے۔ دلاور علی خان آب نربدا سے موضع حسن پور سرکار ہنڈیہ پر آیا اور بعض نے لکھا ہے کہ سواد رتن پور جادرہ سرکار ہنڈیہ مین نربدا سے بارہ کوس پر جنگ ہوئی تھی روز جمعرات ۱۳ شعبان ۱۱۳۲ ہجری کو ہنگامۂ کارزار گرم ہوا۔ نظام الملک نے اس طرح فوجون کی صف آرائی کی پیش لشکر[2] کی فوج کی سرداری محمد غیاث خان و شہامت خان و محمد خان کو دی اور سیدھے ہاتھ کی سپاہ کی افسری عوض خان کے سپرد کی یہ شخص نواب کا رشتہ دار تھا اور اول فرخ سیر کی طرف سے پھر امیر الامرا کی طرف سے صوبہ برار وایلچپور کی نیابت پر مامور تھا۔ جب نظام الملک برہانپور مین آ گئے تو تین سو سوارون کے ساتھ آ کر اُن سے مل گیا نواب نے علاوہ اسکے آدمیون کے اپنی طرف سے بھی اس وقت اسکے ساتھ سپاہ متعین کی تھی اور اسی طرف محتشم خان نبیرہ شیخ میر عالمگیری (جسکے سپرد برہانپور مین منصب دارون کی بخشی گری تھی) اور رحیم خان مقرر ہوے اور الٹے ہاتھ کی طرف کی سپاہ کی افسری مرحمت خان کو دی اور اسی طرف قادرداد خان انصاری نبیرۂ اسد خان شاہ جہانی جو نواب سے مان کی طرف سے قرابت قریبہ رکھتا تھا مقرر ہوا اور اسی طرف فتحیاب خان کہ فتح اللہ خان عالمگیر شاہی کا بھتیجا تھا بھیجا گیا اور حکیم تقی عقب لشکر کی حفاظت کے لیے مامور ہوا۔ اور نواب نے اپنے چچا عبدالرحیم خان کو اس فوج پر سردار کیا جو التمش[3] اور ہراول کے درمیان تھی۔ اور نواب نے رنبھا مرہٹہ کو حکم دیا کہ اپنی قوم کے شیوے کے موافق قزاقی[4] جنگ کرے اور ہر طرف لوٹ مار سے دشمن کو ستاتا رہے یہ شخص قوم سے بنالکر تھا اور عالمگیر کے عہد سے پنجہزاری منصب رکھتا تھا اور عالمگیر کے وقت مین اکثر نواب کے ساتھ متعین رہا کرتا تھا اور اس زمانے مین شنکرا ملہار برہمن کی خصومت کی وجہ سے عالم علی خان نے اسے قید کر دیا تھا وہان سے بھاگ کر نظام الملک کے پاس چلا آیا تھا۔

دلاور علی خان جسکی فوج دو کوس پر تھی وہ تیاری کر کے کوٹے کے مہاراو بھیم سنگھ اور نرور کے گج سنگھ اور بھوپال کے دوست محمد خان اور سید شیر خان بارہ والے اور فرحت خان

---

[1] یہ نام بعض کتابون مین دلاور خان مذکور ہے خاصکر تاریخ فتحیہ کے مولف یوسف محمد خان نے جو اسکے تمام معرکون مین نظام الملک کے ساتھ رہتا تھا صرف دلاور خان ہی اپنی کتاب مین ہر جگہ جہان اس کا نام آیا ہے لکھا ہے ۱۲ [2] وہ فوج جو لشکر سے آگے ہو ۱۲ [3] ... [4] دشمن کو چارون طرف سے دھاوے کر کے تباہ کرنے کی لڑائی ۱۲

اور ناہر خان نامی افغانوں کے ساتھ سوار ہوکر ایک ٹیلے پر کھڑا ہوا اور دونوں طرف کے مخالف ایک دوسرے کو دیکھنے لگے نواب کے ہراول میں سے محمد غیاث خاں بھی اپنے آدمیوں کو لیکر ٹیلے پر کھڑا ہوگیا اور قلب لشکر کی سپاہ اس ٹیلے کی تلی میں جا پہنچی جس میں نظام الملک بھی ہاتھی پر سوار موجود تھے نواب نے یوسف محمد خانکو حکم دیا کہ محمد غیاث خان سے جاکر کہو کہ تم اس بلندی پر کھڑے ہوکر دشمن کے اور ہمارے درمیان حائل ہوگئے تم اس پشتے پر جاکر کھڑے ہو جاؤ جو ہماری سواری کے پشتے سے جانب چپ واقع ہے اور توپوں کے سر کرنے میں جلدی نہ کیجو جب مخالف کی طرف سے توپیں چھوٹنے لگیں تو تم بھی گولہ ماری کرانا۔ چنانچہ وہ اس پشتے کی طرف کہ الٹی طرف منھ کے سامنے حائل تھا جاکر کھڑا ہوگیا اور نظام الملک کی سواری اس پشتے پر پہنچی جس پر پہلے محمد غیاث خان کھڑا ہوگیا تھا اور دست راست کی طرف کہ عوض خان تھا اسکی ہراولی پر عزیز بیگ خان اور محمد انور خاں مغل بخشی رسالہ خاص اپنے رسالوں کے ساتھ مقرر ہوئے اُنکے سامنے چھوٹا سا پشتہ تھا جسکو دلاور علی خان کی فوجوں نے تیار کیا تھا محمد انور خان مغل اپنے رسالے کے ساتھ اسپر چڑھ گیا تھا اور جو لوگ اسپر سارے تھے پسپا ہوگئے یہ حال دیکھکر دلاور علی خان کی طرف سے سید شیر خان بارہ و رحمت خان وناہر خان اپنی اپنی جمعیتوں کو ساتھ لے کر آئے اور محمد انور خان سے لڑائی شروع ہوگئی چونکہ دشمن کے آدمی زیادہ تھے اور محمد انور خان کی جماعت کم تھی اسواسطے یہ لوگ پائداری نہ کرسکے یہ حال دیکھ کر عزیز بیگ خان وعوض خان اپنی جمعیتوں کے ساتھ مخالف کی طرف گئے اور بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ عزیز بیگ خان کی سواری کے ہاتھی کے جھولے میں آگ لگکر گرمی اُسے بڑی کوشش سے بجھایا اور عوض خان اور اسکے بیٹے جمال خان اور عظمت خان افغان نے داد مردانگی دی چنانچہ سید شیر خان وغیرہ مارے گئے اور رحمت خان اور ناہر خان زخمی ہوئے اور اس وقت عظمت خان گھوڑے سے اتر کر لڑ رہا تھا کہ مارا گیا یہ حال دلاور علی خان پشتے پر چڑھا ہوا دیکھ رہا تھا وہ اپنے بہت سے ساتھیوں کے ساتھ پشتے سے اتر کر عوض خان پر ٹوٹ پڑا اسکے ساتھ سپاہ کم تھی بہت سے آدمی اسکے مارے گئے اور زخمی ہوئے عوض خان نے کار مردانہ کیا اسکی خواصی میں جو شخص بیٹھا ہوا تھا وہ مارا گیا اور اس کا بیٹا جمال خان کہ تیر اندازی کررہا تھا زخمی ہوا۔ نظام الملک نے عبدالرحیم خان وقادرداد خان کو ایک جماعت کے ساتھ عوض خان کی مدد پر روانہ کیا اس وقت عوض خان کے آدمیوں میں تزلزل پیدا ہوگیا تھا اکثر ساتھی خصوصاً مغل پسپا ہوگئے تھے بہت تھوڑے سے آدمی باقی رہ گئے تھے۔
دلاور علی خان نے ہیئت مجموعی کے ساتھ عوض خان کو سامنے رکھ لیا اور اسکے سپاہیوں کو بھگاتا ہوا نظام الملک کے سیدھے ہاتھ کی طرف لے گیا عوض خان خود اسی جگہ پر قائم رہا اور دشمنوں پر

تیراندازی کررہا تھا۔ دلاور علی خان نے اس میدان مین کھڑے ہوکر دیکھا کہ خاص نظام الملک کے ساتھ کی سپاہ یہان کھڑی ہے اور ریاست داری کا سامان ماہی مراتب وغیرہ تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ یہان موجود ہے ان کا خیال کرکے اپنے سیدھے ہاتھ کی سپاہ کی طرف منحرف ہوا اور سپاہ خاص کے سامنے آیا اُسکے آنے سے اس سپاہ مین عجیب تلاطم پیدا ہوگیا سعداللہ خان وزیر شاہ جہان کا پوتا متوسل خان نواب کے قریب ایک ہاتھی پر بیٹھا ہوا موجود تھا وہ تیر مارتا ہوا دشمن کی طرف بڑھا اب تھوڑے سے آدمی آکر نظام الملک کے ساتھ کی فوج مین مل گئے اور نظام الملک کا ہاتھی بھی مخالفون کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاقاً ایک سوکھا ہوا نالہ وہان حائل تھا جس مین دو سو عرب پیادے برقنداز کہ ہر ایک پندرہ روپے ماہوار کا نوکر تھا چھپے ہوے بیٹھے تھے اور اسماعیل خان خویشگی بھی مع اپنے رسالے کے نالے کے کنارے پر موجود تھا اُسنے اپنے آدمیون کو لڑنے کا حکم دیا اور خود گھوڑے سے اتر کر نشان زمین مین گاڑدیا اور یہ سب تیرزنی کرنے لگے اور ان عربون نے بھی اوپر چڑھ کر مخالفون پر بندوقون سے آتش باری شروع کی جسوقت نظام الملک و متوسل خان نالے سے عبور کرنا چاہتے تھے کہ ایک گولی دلاور علی خان کی ابرو پر پوست مال لگتی ہوئی نکل گئی جسکے صدمے سے وہ بے ہوش ہوگیا ہاتھی بان ہاتھی کو لوٹا کر پشتے پر کھڑا ہوگیا جب اسکو غش سے افاقہ ہوا نظام الملک کو نزدیک دیکھ کر دوبارہ ہاتھی بڑھالایا اسکے بندوق جزائل کی گولی ایسی کھائی کہ کام تمام ہوگیا اور حوضے مین گر گیا مگر ہاتھی اس کا اسی طرح کھڑا تھا نواب کے ساتھ جسقدر آدمی کھڑے تھے انھون نے کہا کہ الحمدللہ مخالف کا کام تمام ہوگیا اور نواب سے کہا کہ آپ اس جگہ سے آگے نہ بڑھین نواب نے کہا کہ ابھی مہاراؤ بھیم سنگھ و گج سنگھ و دوست محمد خان افغان اپنی اپنی سپاہ کے اور توپون کے ساتھ پشتے پر صحیح و سالم کھڑے ہین شاید دلاور علی خان نے کسی حکمت سے اپنے کو کشتہ دکھایا ہے وہان چلو اور اُنسے جنگ کرو اور اپنے فیلبان کو جس کا نام چاند تھا حکم دیا کہ ہاتھی مخالفون کی طرف بڑھالے۔ اس وقت شیخ ابوالخیر نواب کی خواصی مین بیٹھا ہوا تھا نواب نے اس سے فرمایا کہ جسوقت ہماری سواری کا ہاتھی دلاور علی خان کے ہاتھی کے پاس پہنچے اگر وہ زندہ ہوا تو اُٹھ بیٹھے گا اور اگر مارا گیا ہوگا تو نہ اُٹھے گا پس اگر زندہ ہوا اور مجھ سے مقابلہ کرے تو تم اسے مارڈالنا اور اگر تم سے مقابلہ کرے گا تو ہم مارڈالین گے دونون ہاتھی ملے تو معلوم ہوا کہ وہ مرچکا ہے بعد اسکے نواب کا ہاتھی اس میدان مین کھڑا ہوا۔ اور راب مہاراؤ بھیم سنگھ و گج سنگھ بہت سے راجپوتون کے ساتھ پشتے سے شمشیر بدست اُترے اور محمد غیاث خان کے مقابل آئے مرحمت خان الٹی طرف سے جھپٹ کر محمد غیاث خان کا شریک ہوگیا بھیم سنگھ اور گج سنگھ بھی ہاتھیون سے اُتر پڑے اور انکے ساتھی گھوڑون سے اُتر آئے اور لڑائی دست بدست شمشیر اور کٹار اور برچھی

کی جاری ہوئی محمد غیاث خان اور مرحمت خان نے کوشش کرکے راجپوتوں کا کام تمام کردیا محمد
غیاث خان اور مرحمت خان کے بہت سے ساتھی کام آئے اور دوست محمد خان افغان بغیر
اسکے کہ جنگ کرے میدان سے بھاگ گیا اور فتح کا نقارہ بجنے لگا اور بہت سامال لشکریان
نواب کے ہاتھ لوٹ میں آیا لشکرگاہ مخالفین میں بہت سے آدمیوں نے کھانا تیار کرلیا تھا
جو نواب کے آدمیوں کے نصیب ہوا۔ دلاور علی خان کے ساتھ کی چار ہزار سپاہ کام آئی اور
نظام الملک کی طرف سے نامی آدمی صرف بدخشی خان و تبریز خان مارے گئے۔

نواب نے کوتوال لشکر کو طلب کرکے حکم دیا کہ منادی کردے کہ لڑائی میں جو کچھ ہوا سو ہوا
اب کوئی آدمی ہمارے لشکر کا مخالف کے لشکر کے آدمیوں سے متعرض ہو اور توپخانہ وغیرہ سامان
جنگ جو کچھ لوٹ لیا گیا ہے اُسے جمع کرلے چنانچہ سات سو جزائر اور سات توپیں اور دو سو ضرب
پھروا اور سات آٹھ ہاتھی نواب کی سرکار میں داخل ہوئے اور رات وہیں بسر کی اور اپنے زخمیوں
اور کشتوں کی خبرگیری کی اور جن جن سرداروں اور روشناسوں نے جانفشانی کی تھی اُن سے نہایت
دلجوئی و شفقت و لطف و کرم سے پیش آئے اور ان کو روپیہ دیا اور دل کو بھی۔ یہاں مقام کیا اور
بخشی کو حکم دیا کہ قلعہ آسیر اور برہانپور اور دوسرے مقامات کو فتح کرنے کے تہنیت نامے لکھکر روانہ
کرے بخشی نے عرض کیا کہ آج تیرھویں تاریخ ہے اور اس تاریخ کو منحوس جانتے ہیں نواب نے
فرمایا کہ ۱۳ کے ایک طرف تاریخ مبارک ۱۲ دوسری طرف ۱۴ واقع ہوئی ہے تیرھویں تاریخ اگرچہ
نحوست رکھتی ہے تو وہ ہمارے مخالفوں پر واقع ہوچکی عوض خان جمال خان عبدالرحیم خان
رعایت خان سعدالدین خان مرحمت خان متوسل خان۔ قادرداد خان محمد غیاث خان اور
رحیم خان کو ایک ایک ہاتھی بخشا اور بہت سے منصبداروں اور روشناسوں اور جمعداروں
کو گھوڑے اور خلعت اور تلواریں دیں اور تنخواہیں بڑھائیں۔ پندرھویں کو برہانپور کی طرف
کوچ کیا اور وہاں پہنچکر لال باغ میں اترے یہاں انور خان جاگیردار مرتبے پور اپنے آدمیوں
کے ساتھ سلام کو آیا اسکو نواب نے ہاتھی اور پانچہزار روپے دیے یہ شیخ نظام مشہور کا پوتا ہے
اور دلاور علی خان وغیرہ کے تابوت عالم علی خان کے پاس بھجوادیے۔ تاریخ فتحیہ میں اسی طرح
مذکور ہے غلام امام ابن محمد منتہو خان نے رشیدالدین خانی کے صفحہ ۲۳۹ میں جو لکھا ہے کہ دلاور علیخان
نے اتنی کوشش سے حملہ کیا کہ نظام الملک کی فوج ہراول متزلزل ہوگئی۔ نظام الملک متفکر ہوئے
محمد ابوالخیر خان اسوقت نواب کی خواصی میں بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے نواب کو متفکر پاکر کہا
کہ یہ وقت کشش و کوشش کا ہے۔ تامل و تفکر نظام الملک نے انکی طرف متوجہ ہوکے فارسی
زبان میں کہا کہ قلعہ آسیر چند کردہ ہست۔ خان مذکور نے ناگاہ جواب دیا کہ اس وقت ایک طرح

ارشاد کرنا غیر مناسب ہے حضور کو جو کچھ ارشاد فرمانا ہو بلا حرکت سر و گردن کے ارشاد فرمائین بندہ جواب با صواب گذارش کریگا اور آسیر کا قلعہ یہی ہے کہ حکم ہو کہ فیل خاصہ کے پانون مین زنجیر ڈالدین اگر وقت موعود آپہنچا ہے تو خیر رضا بقضا نظام الملک نے فیلبان کو اشارہ کیا اُسنے ہاتھی کو آگے کی طرف ہُولا یہ دیکھتے ہی نواب کے آدمی جو انکے پاس کھڑے تھے رستانہ حملہ کرنے لگے دلاور علی خان بھی گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے رفقا کے ساتھ حملہ کنان نظام الملک کے ہاتھی تک آپہنچا اسوقت ابوالخیر خان نے جو نظام الملک کی خواصی مین تھے بندوق سر کی اسکے سینے مین گولی لگی اور وہ زمین پر گر گیا میدان نظام الملک کے ہاتھ رہا۔ نظام الملک ہاتھی سے اُترے ہمراہیون نے نذرین دکھلانے کا ارادہ کیا چونکہ محمد ابوالخیر خان زخمی تھے اُنکے اترنے مین دیر ہوئی نواب نے کہا کہ تامل کرو ابوالخیر خان کو اتر جانے دو اول ہم انکی نذر لے لین پھر سب کی لین گے اس لیے کہ ہماری فتح انکی صلاح سے ہوئی ہے چنانچہ ایسا ہی عمل مین آیا۔

یہ حکایت محض بے اصل معلوم ہوتی ہے اور شیخ ابوالخیر اور انکی اولاد کی فضیلت دکھلانے کے لیے گھڑی گئی ہے یوسف محمد خان کا بیان واقعی ہے۔

یہی غلام امام نے خورشید جاہی مین بیان کیا ہے کہ محمد ابوالخیر خان کو محمد شاہ نے خطاب خانی دیا تھا۔ گلزار آصفیہ مین لکھا ہے کہ ابوالخیر خان شیخ زادہاے فاروقی سے ہین نسب انکا شیخ فریدالدین شکر گنج کی طرف پہنچتا ہے انکے بزرگ میرپور سرکار خیرآباد ملک اودھ کے رہنے والے تھے چندے شکوہ آباد صوبۂ آگرہ مین رہے تھے اسلیے شکوہ آبادی مشہور ہو گئے جیسا کہ تاریخ فتحیہ مین ہے اور گلزار آصفیہ مین بجاے شکوہ آباد کے فیروز آباد لکھا ہے مآثر الامرا مین ہے کہ انکے باپ بہاءالدین عالمگیر کے عہد مین شکوہ آباد کی صدارت و احتساب کا کام کرتے تھے ابتدا مین ابوالخیر خان کا منصب سہ صدی تھا اور مدت تک مرحمت خان کے ساتھ مانڈو مین رہے تھے جب نظام الملک مالوے کو جانے لگے تو انکے ساتھ ہو گئے چونکہ بہادر اور صاحب رائے و تدبیر تھے نواب کے مشورے مین شریک ہو گئے اور نواب نے انکو دو ہزار و پانصدی منصب اور خانی خطاب اور جاگیر دیکر بنی نگر عرف اشنور کا فوجدار کر دیا اور سنہ ۱۱۳۲ ہجری مین دھار اور مانڈو کی حکومت دی بعد اسکے انکی جگہ قطب الدین خان کو ملی اور انکو نواب نے اپنے پاس بلا لیا پھر حفیظ الدین خان کے ساتھ صوبہ خاندیس مین مقرر رہے اور مرہٹون کی سرکوبی مین پوری کوشش کی تو منصب چار ہزاری ذات دو ہزار سوار کو پہنچکر بہادر کا خطاب اور علم و نقارہ پایا۔ کبھی گلشن آباد و میدک مین فوجدار رہے کبھی خاندیس مین مقرر رہے کبھی بگلانہ کے فوجدار بنائے گئے۔ سنہ ۱۱۵۰ ہجری مین بابونایک سردار مرہٹہ نے جب چوتھ کے لیے کرناٹک حیدرآباد کی طرف شورش کی تو انھون نے کرنول

اور کڑپہ کے نوابوں کی مدد سے اسکو تباہ کر کے تمام سامان لوٹ لیا۔ اسکو ناصر جنگ نے خطاب شمشیر بہادر دیا اور صلابت جنگ نے امام جنگ خطاب اور جھالردار پالکی دی۔ اسکے دو بیٹے تھے۔ (۱) تیغ جنگ محمد ابو الفتح خان المخاطب بہ ابو الخیر خان (۲) شیخ ابو البرکات المخاطب بہ امام جنگ محمد بہاء الدین خان بہادر۔ ابو البرکات نوجوانی میں رہگرائے عالم آخرت ہوئے ابو الفتح اپنے باپ کے بعد آصف جاہ ثانی کے عہد میں ابو الخیر خان بہادر تیغ جنگ کے خطاب سے مخاطب ہوئے رکن الدولہ کے مارے جانے کے بعد منصب پنجہزاری ذات اور تین ہزار سوار کو پہنچے جھالردار پالکی اور شمس الدولہ خطاب پایا۔ پھر شمس الملک شمس الامرا مارے گئے اسکے بیٹے فخر الدین خان ہوئے جنکا خطاب شمس الامرا امیر کبیر ہے۔

عالم علی خان نائب دکن سے جنگ کی تیاریان

جب دلاور علی خان کی بربادی کی خبر امیر الامرا حسین علی خان کو پہنچی تو وہ بہت غضبناک ہوئے اور خود اس مہم پر روانگی کو تیار ہوئے لیکن رفقا نے کہا کہ یہ شکست سرداران فوج کی غفلت سے ہوئی ہے آپ خود نہ جائیں اس مہم کو سرانجام دینے کے لیے عالم علی خان کافی ہے یہ شخص دکن کا نائب اور امیر الامرا کا بھتیجا اور متبنے بنایا تھا اورنگ آباد میں مقیم تھا جب اسکو امیر الامرا نے لکھا کہ نظام الملک کا قلع وقمع کردے تو اسنے تمام ملک دکن کی فوجیں اپنے پاس ملالیں۔ اس وقت کے نامی آدمی محمود خان خویشگی و امین خان دکنی و ترکتاز خان مغل و لودی خان دیوان وغیرہ بادشاہی آدمی جو امیر الامرا کے رفیق تھے اسکے ساتھ موجود تھے۔ اسکے سوا شنکرا ملہار برہمن بھی ہمراہ تھا اس کا مختصر حال یہ ہے کہ اسنے ایلور کا قلعہ جو ارکاٹ کے متصل ہے عالمگیر بادشاہ کے آدمیوں کے حوالے کر دیا تھا بادشاہ نے خوش ہو کر اسکو پنجہزاری منصب دیا اور یہ شخص دکن کے پختہ کار اور مدار آدمیوں میں شمار ہوتا تھا جب کہ امیر الامرا نے دکن میں مرہٹون سے صلح کی اور انکے حق سالانہ سردیس مکھی کے علاوہ جو ملک کی آمدنی سے دس روپے سیکڑہ مقرر تھی ۲۵ روپیہ فی سیکڑہ چوتھ کے نام سے امیر الامرا نے ساہو راجہ والی ستارہ کے لیے مقرر کیے تو یہ تمام معاملات اسی کے ذریعے سے طے پائے تھے اور امیر الامرا ہندوستان کو روانہ ہوئے تھے تو دس بارہ ہزار سواران مرہٹہ آٹھ آنے روز پر نوکر رکھکر دہلی کو ساتھ لے گئے تھے یہ بھی شنکرا ملہار کے ذریعے سے بھرتی ہوئے تھے۔ امیر الامرا نے یہ تمام مرہٹے اور اپنی سرکار کے تھوڑے سے آدمی اور بادشاہی نوکر اورنگ آباد کو عالم علی خان کے پاس شنکرا ملہار کی ماتحتی میں بھیجے تھے۔ چونکہ عالم علی خان نوعمر ناتجربہ کار تھا شنکرا ملہار راؤ کو اس کا اتالیق بنایا مرہٹوں اور سادات کے درمیان تمام معاملات ملکی و مالی کے معاملہ کی درستی اسی شنکرا کی رائے

اور ذریعے سے تھی اور اسکی کوشش سے راجہ ساہو کی ۱۵ ہزار فوج بھی مرہٹہ سردار بالاجی بشوناتھ وغیرہ کی ماتحتی مین عالم علی خان کے پاس آگئی تھی یہ تمام لشکر ساتھ لیکر عالم علی خان اورنگ آباد سے نظام الملک کے استیصال کے لیے روانہ ہوا جب نواب کو معلوم ہوا کہ عالم علی خان فردا پور کے گھاٹ سے گذر کر آرہا ہے تو نواب بھی کوچ کا نقارہ بجوا کر لال باغ سے روانہ ہوئے برسات کا موسم تھا دریاے پورنا برہانپور سے بارہ کوس کے فاصلے پر عادل آباد کے تلے جاری ہے اور اسوقت چڑھا ہوا تھا عالم علی خان کی سپاہ عادل آباد پر آکر اس دریا کا اُتار نہونے سے رُک گئی نواب نظام الملک اسکے کنارے کنارے چلے تاکہ گھاٹ ہاتھ آئے ایک دن بارش زیادہ تھی اور سیاہ مٹی سرزمین کی بھیگ کر چپکتی تھی۔ مرہٹون نے دریا کو جریدہ عبور کرکے بہت سی بہیر کا سامان لوٹ لیا نظام الملک نے محمد غیاث خان و عوض خان و راو رنبھا کو اُنکی تنبیہ کے لیے مقرر کیا جنھون نے مرہٹون کو مار کر بھگا دیا اور بہت سی گھوڑیان چھین لین۔ کثرت بارش کی وجہ سے رسد ملنی مشکل ہوگئی غلہ گران ہوگیا گھانس اور چارہ ہاتھ نہین آتا تھا کالی مٹی سے ایک عجیب مصیبت پیش آرہی تھی۔ نظام الملک کو یہ خبر ملی کہ برار کی طرف ایک گھاٹ ہے وہان سے آسانی سے عبور ہوسکتا ہے اس طرف کا ارادہ کیا۔ کوچ کرنے کو تھے کہ خانسامانی کے متصدیون اور دوسرے آدمیون نے آکر عرض کیا کہ مودی خانے کا سامان اُٹھوانا مشکل ہے کیونکہ باربرداری کے بیل کچھ مر گئے اور کچھ مرہٹے لوٹ کرلے گئے اور توپون کی گاڑیون کے بیل دانہ چارہ نہ ملنے سے کمزور ہوگئے ہین ایسی کیچڑ اور بارش مین توپین نہین کھچ سکتین اسی طرح اکثر بہیر کے آدمی حادثات کی وجہ سے چلنے کی طاقت نہین رکھتے نواب نے کہ سوار ہوکر روانگی کو تیار کھڑے تھے حکم دیا کہ مودی خانے کی جنس کی نسبت اعلان کرین کہ جو لشکری چاہے لیلے اور چند بڑی بڑی توپون کو کیچڑ مین داب دین بیلون کو ان لوگون کو دیدین جن کو باربرداری کی ضرورت ہو اسی دن اسکی تعمیل ہوئی اور بہر دن گذرے وہان سے روانہ ہوگئے غرضکہ پندرہ بیس کوس کی مسافت بہزار خرابی طے کی اور دریا سے اتر گئے اور بہیر میدان وسیع مین دلدل پیش آئی سوار دن کا اس مین گذرنا مشکل ہوگیا بہت سے لوگ پیدل ہوکر وہان سے گذرے اور جسقدر لاغر گھوڑے تھے اس مین پھنس گئے چنانچہ تیرہ سو گھوڑے ایسے پھنسے ہوے رہ گئے شام کو قصبہ بالاپور سے تین کوس پر ایک ویران گانون مین مقام ہوا یہان عید ہوئی اور کچھ دانہ اور گھانس مل گیا۔ عالم علی خان بھی اسی گھاٹ سے اتر کر مقابلے کو آیا اگرچہ ایک ہی ساحل پر دونون فوجین مقیم تھین مگر بادل کی گرج بجلی کی کڑک دمک سے دست بدست لڑائی پر نوبت نہین پہنچ سکتی تھی تیر و تفنگ سے جنگ جاری تھی۔ تاریخ چغتائی کا مولف محمد شفیع متخلص بوارد لکھتا ہے کہ نظام الملک نے عالم علی خان کو کہلایا کہ ابھی تمھاری عمر

ایسے ہولناک معرکوں کے مرتکب ہوئے کی ہیں بہتر ہے کہ تمام مال واسباب و دولت لیکر دہلی کو چلے جاؤ تمھارے چچا جہاں دیدہ اور کم سال ہیں انکے ساتھ شامل ہو کر معرکہ آرائی کیجیو اور اگر یہ بات گوارا ہو تو چپ سے اورنگ آباد میں قیام کرو اور چچوں کے آجانے کے بعد جو تمھارے بزرگ ہیں میدان کارزار گرم کیجیو مگر عالم علی خاں نے یہ مانا۔

عالم علی خاں اور نظام الملک میں جنگ۔ عالم علی خاں کو شکست

یکشنبہ ۶ شوال ۱۱۳۲ھ ہجری کو لڑائی کے لیے سوار ہوئے اور بہیر وغیرہ کو لشکرگاہ میں چھوڑا اور مآثر الامرا میں عوض خاں قسورہ جنگ کے حال میں اس جنگ کا سال ۱۱۳۳ھ ہجری غلط لکھا ہے۔ نواب نے اپنے ہراول میں محمد غیاث خاں کو رکھا۔ عوض خاں اور اپنے چچا عبدالرحیم خاں کو سیدھی طرف مقرر کیا اور رحمت خاں وغیرہ بیگ خاں کو الٹی جانب متعین کیا۔ اور محتشم خاں ملتمش و متوسل خاں و قادرداد خاں کو سیدھی اور الٹی جانب کی نگرانی کے لیے حکم دیا اور فوج کے پچھلے حصے کی نگرانی کے لیے رستم بیگ خاں اعظم شاہی کو بھیجا یہ شخص امیر الامرا کی جانب سے بیجاپور عرف کھرگوں کا فوجدار تھا اور نواب کے پاس پھیکر انکی ملازمت اختیار کرلی تھی اور اسی کام کے لیے میر سیف الدین علی بخشی رسالہ کو بھی ادھر متعین کیا اور اموہ نام دیکھو پرگنہ ستیر کو جسکے ساتھ ایک جمعیت تھی اسی جانب بھیجا اور خود درمیان لشکر میں ہاتھی پر سبز عماری میں سوار ہو کر کھڑے ہوئے اور رنبھا مرہٹہ کو چاروں طرف کی نگرانی کے لیے مامور کیا

دوسری طرف عالم علی خاں نے اپنی سپاہ کی یوں صف بندی کی کہ سیدھی طرف غالب خاں پسر رستم خاں دکنی اور مرزا علی خاں کو بھیجا۔ اور الٹی جانب امین خاں۔ کپی پسر شیخ نظام مشہور اور جرکتا رخاں تورانی اور فدوی خاں دیوان دکن اور لشکر الملہار کو بہت سے مرہٹوں وغیرہ کے ساتھ متعین کیا اور پیش لشکر میں منہور خاں حبشی حسن خاں ہی عم داؤد خاں حیات الدین خاں امیر خاں۔ مرادرخان عالم۔ محمد اشرف خاں بخشی مٹھے خاں۔ محمدی بیگ۔ رجاہت طلب خاں خواجہ رحمت اللہ خاں اور ایک جماعت بہادراں دکن و بارہ کی اور بارہ ہزار پیادہ کرناٹکی و فیلان مست جنگی و توپخانہ شایستہ کو رکھا۔

عالم علی خاں کے ساتھ تمام سپاہ تیس ہزار کے قریب تھی۔ تاریخ مظفری میں لکھا ہے کہ نظام الملک کے ساتھ بھی توپیں بہت تھیں جن میں سے کچھ تو سابق سے انکے ساتھ تھیں اور باقی قلعہ آسیر و قلعہ برہانپور اور لشکر دلاور علی خاں سے ہاتھ آئی ہوئی تھیں نظام الملک نے لڑائی سے ایک روز قبل دن میں توپوں کو دشمن کے سامنے نمودار کر کے شب میں کچھ توپیں کمیں گاہ میں توپ اندازان رومی و فرنگ

کی تجویز سے چھپا کر کھڑی کرادی تھین۔

غرضکہ ۶ شوال کو لڑائی شروع ہوئی نظام الملک قدم قدم فوج کے ساتھ بڑھتے تھے کہ یکایک توپون کے فیر ہونے لگے اور بان بھی چھوٹے ابتدا مین کئی گولے عالم علی خان کے توپخانے سے نواب نظام الملک کے لشکر کی طرف گیے اور اس سے کوئی ضایع نہوا اور نظام الملک کی طرف سے پہلے فیر مین لطیف خان پوار کے حوضے مین ایسا گولہ لگا کہ حوضہ ناکارہ اور اوندھا ہوگیا اور حوضہ نشین تلے گرگیا اور بڑا تزلزل پیدا ہوگیا بعد اسکے عالم علی خان کی فوج ہراولی مین سے متہور خان سترہ فیل سوارون کے ساتھ اور غالب خان اور مٹھے خان اور صلابت خان پانچ چھ ہزار سوارون کے ساتھ نظام الملک کی فوج ہراولی پر حملہ آور ہوے۔ اس معرکے مین محمد غیاث خان نے بڑی بہادری دکھائی محمد غیاث خان کی پہلے سے ایک آنکھ خارج تھی اسوقت دوسری آنکھ بھی تیر سے جاتی رہی جب اسکی فوج نے اپنے سردار کا یہ حال دیکھا تو استقامت نہ کرسکی۔ عالم علی خان نے اپنے ہاتھی پر فیلبان کی جگہ متہور خان کے سالے تہور دل خان کو بٹھا دیا تھا وہ فوراً تیزی کرکے متہور خان تک پہنچ گیا اور عالم علی خان کے میمنہ مین سے غالب خان اور مرزا علی خان وغیرہ بھی پیش قدمی کرکے مرحمت خان اور عزیز خان پر ٹوٹ پڑے نظام الملک کی طرف سے عبدالرحیم خان اور نواب کے بڑے بیٹے کا بخشی حفیظ اللہ خان و دلیر خان روہیلہ جمعدار مالوہ کہ دونون ایک ہاتھی پر تھے تیزی سے محمد غیاث خان کی جگہ آگئے اور سیدھی طرف سے متوسل خان اور الٹی جانب سے قادر داد خان اور محتشم خان مدد کو پہنچ گئے۔ عالم علی خان کی صف میسرہ کے سردار امیر خان و ترکتاز خان و فدوی خان دیوان عوض خان کے مقابل پہاڑ کی طرح جمکر کھڑے ہوگئے ایسے وقت نظام الملک اپنی رکاب کی سپاہ کو لیکر جا پہنچے اور خوب کشت وخون ہوا کہ متہور خان زخمی ہو کر کام آیا۔

تاریخ مظفری مین بیان کیا ہے کہ عالم علی خان کے سواران دلیر نے نظام الملک کی سپاہ پر دھاوا کیا نواب کے گولہ اندازون نے چارون طرف سے قابو پاکر کیا رگی توپین سر کردین دکن کے بہادر اور دوسرے بہت سے آدمی کھیت رہے۔ ایسی حالت مین نظام الملک کے بندوقچیون نے دوڑ کر گولیون پر رکھ لیا اور تیر اندازون نے تیرون سے چھید دیا۔ عالم علی خان کی بڑھی ہوئی سپاہ مین تزلزل و تخلل پیدا ہوگیا۔ عالم علی خان ہاتھی پر بیٹھا ہوا یہ حال دیکھ رہا تھا جسکے پیچھے غیاث الدین خان تھا اور دوسرے اور بھی پندرہ بیس فیل سوار تھے ان سب نے ہراول کی کمک کے لیے حملہ کردیا اور غضب داد مردانگی دی کہ نظام الملک کے آدمیون نے بھاگنا شروع کردیا اور ایسی تدبیر سے بھاگے کہ عالم علی خان اور اسکے ساتھیون کو جو تعاقب کررہے تھے کمین گاہ کی توپون کے سامنے لے آئے کہ یکایک تمام توپین چھوڑدی گئین جن کے دھوین سے تاریکی چھاگئی جب دھوان مٹا تو معلوم ہوا کہ عالم علی خان

کے بہت سے دلاور مقتول پڑے تھے جن میں غالب خان۔ غیاث الدین خان شمشیر خاں محمد ظہور خان خواجہ رحمت اللہ خان۔ مٹھے خان محمدی بیگ اور دوسرے ہزاروں جان باز تھے۔ یہ صورت دیکھ کر عالم علی خاں خود بڑھا۔ نظام الملک کی طرف سے حفیظ اللہ خان اور دلیر خاں روہیلہ اور اختصاص خاں عالم علی خان کے روبرو ہوئے اور باہم تیر و تلوار سے لڑائی ہونے لگی اور اسماعیل خاں و متوسل و سید سلیمان قادری اپنے ہاتھیوں کو خود انکس سے ہانکتے تھے متوسل خاں کا لطیف خاں اور اُسکے بھائی جوہر خان سے مقابلہ ہوگیا کہ اس عرصے مین جوہر خاں نے ہاتھی پر سے طپنچہ متوسل خاں کے شانے مین مارا اور ایک تیر اُسکے حلقوم میں لگایا وجود ان دو زخموں کے اُسنے ہمت کرکے اپنے مقابل کے تینوں فیل سواروں کو مار لیا۔ اختصاص خاں کی تلوار سے عالم علی خاں کا ہاتھ بیکار ہوگیا آخرکار میر حفیظ اللہ خاں کے ہاتھ سے عالم علی خان مارا گیا۔ اور اُسکے ۱۹ فیل سوار بھی کام آئے عالم علی خاں کا ہاتھی مع جسد کے نظام الملک کے سامنے آیا اُسوقت فتح کی تہنیت کے شادیانے بجنے لگے غالب خاں مارا گیا اور دوسرے بھاگ نکلے نظام الملک کے لشکر کے پچھلے حصے کے آدمیوں پر مرہٹون نے حملہ کرکے خوب لوٹ مار کی چنانچہ خالص نواب کی سواری کی پالکی اور اشرفیوں سے لدے ہوئے تین اونٹ اور چند ڈولیاں جن مین کمانیں لدی ہوئی تھیں لیکر چلے گئے عالم علی خان کا کیمپ جسقدر اوباشان لشکر کی لوٹ سے بچا تھا نظام الملک کی ضبطی مین آیا ۔

نظام الملک کا گذر جبکہ لشکر الملہار۔ متہور خاں اور ماہر خان زخمیوں کے پاس ہوا تو انکو پہچانکر اٹھوالیا اور اپنے دولت خانے کے دروازے کے سامنے لائے اسماعیل خاں خویشگی نے ہم قومی کی وجہ سے متہور خاں کو مانگ لیا اور ماہر خاں کے علاج معالجے کے لیے بھی حکم دیا اور لشکر الملہار کو دوملتان کے حوالہ کر دیا اور حکم دیا کہ قید رکھ کر معالجہ کرے اور عالم علی خاں کے جسد کو کفن پہنا کر اورنگ آباد کو جہاں امیر الامرا کی بیگم رانی موجود تھی بھیجدیا اور سید سلیمان عرف جو حضرت پیران پیر سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھا اور نواب اسے پندرہ روپے روز دیتے تھے وہ بھی اس معرکے مین لڑکر زخمی ہوچکا تھا۔ نواب مالاپور کے نزدیک اپنی خیمہ گاہ میں چلے آئے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرائی مگر سید سلیمان ایک رات سے زیادہ زندہ نہ رہا اسی شب صبح کے قریب مرگیا نواب کو متوسل خاں کے زخمی اور محمد غیاث خاں کے اندھا ہوجانے کا افسوس ہوا دوسرے دن نواب اورنگ آباد کی طرف روانہ ہوئے جب عالم علی خاں کے مارے اور نظام الملک کے اورنگ آباد کی طرف کوچ کرنے کی خبر اورنگ آباد پہونچی تو رانی وغیرہ امیر الامرا کی بیگمات اور راجہ تولارام کارندے نے جو یہاں مقیم تھے سید مبارک خاں قلعہ دار دولت آباد کو جو وہاں سے پانچ کوس تھا لکھا کہ ہم بھی ناموس سادات ہیں اور تم بھی سید ہو ہماری ناموس کی حفاظت کرو

اور اپنے پاس پناہ دو سید مبارک خان سادات بخارا سے تھا اسکے بزرگ اچھ مین رہنے لگے تھے
اور یہ شخص عہد عالمگیر سے دولت آباد کا قلعدار تھا جبکہ امیر الامراد کن کے صوبہ دار تھے تو سید مبارک
نے اُن کی اطاعت نہ کی تھی لیکن اسوقت ناموس قومی کے جوش سے اپنے پاس بلالیا تو لا رام
نظام الملک کے اورنگ آباد پہنچنے سے پہلے ہی تمام سامان اور بیگمات کو لیکر دولت آباد پہنچ گیا
اور توشے خانے اور فراش خانے کا جو اسباب نہ لیجا سکا وہ میر کمال الدین خان ہمشیرہ زادہ خان مذکور
کے پاس جو وہان کا قلعدار تھا چھوڑ گیا اور دیوان کو بھی چھوڑ دیا تھا جو دلاور علی خان اور عالم علی خان کے
مارے جانے کی وجہ سے خوف زدہ ہو رہے تھے لیکن نظام الملک نے کسی کے ساتھ دشمنی نہ کی۔

رفیقوں اور جان نثاروں کی قدر افزائی

نظام الملک نے اورنگ آباد پہنچکر اپنے رفیقوں اور جان نثاروں کی قدر دانی کی اور انکو مناصب
اور انعام و عنایات سے سرفراز کیا چنانچہ **عوض خان** کا منصب اصل و اضافہ کے بعد پنجہزاری
ذات و پنجہزار سوار کا ہوگیا اور خطاب عضد الدولہ بہادر قسورہ جنگ اور ہاتھی و جواہر دیکر برار کا
صوبہ دار کر دیا۔ اپنے چچا **عبدالرحیم خان** کو جو چین قلیچ خان خطاب رکھتے تھے اصل و اضافہ کے
بعد پنجہزاری ذات اور پنجہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر نصیر الدولہ خطاب دیا اور فیل و جواہر اور جاگیر
عطا کی۔ اور محمد امین خان اعتماد الدولہ کے بھائی **غیاث خان** کو جن سے نواب کی پھوپھی بیاہی تھی
پنجہزاری ذات اور پنجہزار سوار کا منصب اور ظہیر الدولہ خطاب اور ہاتھی اور جواہر دیا۔ اور راجین کا
حاکم کر دیا۔ یہی منصب **مرحمت خان** کو دیکر خطاب مرحمت خان بہادر غضنفر جنگ اور فیل
اور جواہر اور چند لاکھ کی جاگیر اور برہانپور کی حکومت دی۔ اور **متوسل خان** کو سہ ہزاری ذات
و دو ہزار سوار کا منصب اور خطاب بہادر اور ہاتھی و جواہر اور گھوڑا اور علم و نقارہ بخشا۔
یہی منصب و عطایا **عزیز بیگ خان** اور **سعد الدین خان جہان شاہی** کو جو پہلے
برہانپور مین مامور تھا۔ اور یہی منصب **جمال خان** پسر عوض خان عضد الدولہ کو دیا **محتشم خان**
کو سہ ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب اور علم و نقارہ دیا اور صوبجات کی بخشی گری
مرحمت کی اور **علی اکبر خان** کو کہ ہرات کا رہنے والا اور صحیح النسب سید تھا اور ان فتوحات
سے پہلے صوبہ خاندیس مین مامور تھا اور اس لڑائی مین خوب جانفشانی کی تھی منصب اور جاگیر

سلہ پنجاب مین پانچون دریاؤن کے سنگم (اتصال) کے نزدیک سکندر اعظم ہندوستان سے واپسی مین ایک معقول عرصے تک ٹھیرا اور ایک
قصبہ آباد کیا جسکا نام اسکندریہ رکھا یہ قصبہ آج کل اچھ کہلاتا ہے اور بہاولپور سے ۴۳ میل کی مسافت پر ہے اور اب اس سے
چالیس میل جنوب کی طرف مٹھن کوٹ کی جانب وہ دریا بہتے ہین ۱۲ تسہیل اللغات مولفہ مولف این کتاب

اور خلعت فاخرہ دیا اور قلعہ و شہر آسیر کا حاکم بنا دیا اور ایک لاکھ روپیہ نقد بھی مرحمت کیا۔ یہ مقام افواج ہند کی سر راہ پر واقع تھا۔ اور راؤ رنبھا کو کوشش و جانفشانی کے صلے میں راجہ امرت راؤ خطاب دیا۔

نواب کے طالع کی یاوری دیکھ کر بادشاہی بہت سے ملازم جو دکن میں تھے اسکے پاس آکر مورد مراحم ہوئے نواب نے انکو خطاب اور مناصب مناسب عطا کیے چنانچہ **فدوی خان** جسکو فرخ سیر نے دکن کی دیوانی عطا کر کے امیر الامرا کے پاس بھیجا تھا اور امیر الامرا کے تغلب کی وجہ سے اسکے ہاتھ میں کام نہ تھا نظام الملک نے اسکو یہی عہدہ دیکر حکم دیا کہ بالاستقلال کام کرے **متہور خان** خویشگی اور **ترکتاز خان** اور **امین خان** اور **ناہر خان** غوری اور عالم علی خاں کے دوسرے چھوٹے بڑے افسر نواب کی طرف رجوع کرنے لگے اور انھوں نے ہر ایک کے ساتھ سلوک کیا **سیادت خان اوغلان** جو احمد نگر کا قلعدار تھا نظام الملک کے پاس حاضر ہوا چونکہ قدیم سے تعلق رکھتا تھا اسکو بھی اعزاز و اکرام کے ساتھ انعام دیکر پھر اسی قلعے کی حراست کے لیے بھیجدیا۔ اسکی حقیقت یہ ہے کہ اوغل ترکی زبان میں پسر کو کہتے ہیں اور اوغلان اوغل کی جمع ہے اوغلان بخارا میں ایک جماعت کا خطاب تھا جو شرافت و سیادت میں ممتاز تھی اس خاندان میں سے ایک شخص عالمگیر کے عہد میں آیا چونکہ نظام الملک کے والد فیروز جنگ کا استاد زادہ تھا انکی سفارش سے عالمگیر کے پاس پہنچ گیا اور شاہزادہ کام بخش کی تعلیم کے لیے مقرر ہو گیا رفتہ رفتہ ہزاری منصب اور خدمات حضور سے سرفراز ہو گیا اور جو مطالب فیروز جنگ کے ہوتے وہ بادشاہ سے عرض کرتا اور جو احکام انکے نام صادر ہوتے وہ انکو پہنچوا دیتا۔ اُسنے رامیری کے قلعے کو آگ دیکر مرہٹوں کو خوب قتل کیا اسلیے سیادت خان خطاب پایا اسکے انتقال کے بعد اسکے بیٹے کو بھی یہی خطاب ملا اور عرض بیگی اردو کی اور اس فوج کی سرداری پر مامور ہوا جو مرہٹوں کی تنبیہ کے لیے بھیجی جاتی تھی اسی رسالے میں داخل ہو گیا تھا امیر الامرا حسین علی خاں کے عہد سے احمد نگر کی قلعداری پر منصوب تھا۔ یہ قلعہ دکن کے قلعوں میں نہایت مضبوط مشہور تھا۔

قطب الملک اور امیر الامرا پر شکستوں کا اثر

دہلی میں جب ان شکستوں کی خبر پہونچی تو امیر الامرا اور قطب الملک اس واقعہ جانکاہ سے مطلع ہو کر بہت مغموم ہوئے اور انھوں نے چاہا کہ اعتماد الدولہ محمد امین خاں سے جو نظام الملک کے رشتہ دار تھے پرخاش کریں اور اس شکست کا بدلہ لیویں گو اعتماد الدولہ کے پاس نہ انکی ہمراہ سپاہ بھی نہ توپخانہ مگر کمر ہمت چست باندھ کر مقابلے میں قائم رہے سیدوں نے اُنپر ہاتھ نہ ڈالا

یہ محمد امین خان میر بہاء الدین بن عالم شیخ کے بیٹے ہین اور عالم شیخ عابد خان کے باپ ہین عابد خان خاندان آصف جاہیہ کے مورث اعلی ہین دونون کا سلسلہ نسب یون ہے۔

عالم شیخ

عابد خان	میر بہاء الدین خان
شہاب الدین خان فیروز جنگ	محمد امین خان اعتماد الدولہ
قمرالدین خان نظام الملک	قمرالدین خان اعتماد الدولہ

محمد شاہ شہنشاہ ہندوستان کی وزارت سے اعتماد الدولہ محمد امین خان اور نظام الملک قمرالدین خان اور اعتماد الدولہ قمرالدین خان ایک بعد دوسرے کے سرفراز ہوے۔

نظام الملک کی بغاوت فرو کرنے کے لیے امیر الامرا حسین علی خان کا بادشاہ کو ساتھ لیکر دکن کی طرف روانہ ہونا

امیر الامرا نے خود اس بغاوت کو دبانے کے لیے روانگی کا ارادہ کیا مگر یہان کے دربار کی یہ حالت تھی کہ محمد شاہ سیدون کے تسلط سے نہایت پریشان تھے اور اُنکے دباو سے آزادی حاصل کرنے کے لیے نہایت مخفی طور پر تدبیرین سوچتے تھے اور اس بڑے خوفناک ارادے مین انکے صلاح کار محمد امین خان اعتماد الدولہ تھے اور رفتہ رفتہ یہان تک نوبت پہنچی کہ ایک گروہ سیدون کے خلاف قائم ہوگیا جس مین سید محمد امین معروف بہ سعادت خان برہان الملک بانی ریاست اودھ کا جو حضرت موسی کاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہین دوسرا نمبر تھا۔ اگرچہ یہ سازش ہزار پردون مین کی گئی مگر سیدون کے دلون پر بُرے بُرے خیال گذرنے لگے۔ جب نظام الملک کی بغاوت فرو کرنے کے لیے دکن کو جانے کا کام سیدون پر آپڑا تو اُنھون نے بادشاہ کو قابو مین رکھنے کے لیے یہ بات قرار دی کہ امیر الامرا حسین علی خان بادشاہ اور بعض مشتبہ امیرون سمیت دکن کو روانہ ہون اور قطب الملک عبد اللہ خان دلی مین موجود رہین اور بادشاہ کے منافع ومضار کی نگرانی کرین دونون بھائی بہت غور وخوض کے بعد آگرے سے روانہ ہوے۔ چنانچہ حسین علی خان نے دکن کو اور عبد اللہ خان نے دلی کو باگ اُٹھائی اور سازش کرنے والون نے دونون کی جدائی سے قیاس کیا کہ مراد پوری ہونے کا موقع ہاتھ آیا۔

سیدون کی تباہی

برہان الملک سعادت خان کے دل مین ہمیشہ فرخ سیر کے خون ناحق کا بغض جوش مارتا تھا

انھوں نے میر حیدر خان کاشغری برادر شاپور خان کو جو اُن کا رفیق تھا امیر الامرا کے قتل کے لیے آمادہ کیا اور یہ راز ان تینوں شخصوں (برہان الملک اور اعتماد الدولہ محمد امین خان اور میر حیدر خان) نے یہاں تک مخفی رکھا کہ بادشاہ اور قمر الدین خان پسر اعتماد الدولہ محمد امین خان تک کو واقف ہونے دیا۔ البتہ دو عورتین آگاہ تھین ایک بادشاہ کی والدہ دوسری صدر النسا جسکو عبد اللہ خان کی وجہ سے عزت و ترقی حاصل ہوئی تھی مگر خالم شاہی سے ثابت ہوتا ہے کہ بادشاہ بھی اس مشورے مین شریک تھا اور اسنے میر حیدر سے کہا تھا کہ اگر تم نے حسین علی خان کو مار ڈالا اور خود زندہ رہے تو ہفت ہزاری منصب پر پہنچا دوں گا اور اگر تم مارے گئے تو تمھاری اولاد کے ساتھ بڑا سلوک کروں گا چہارشنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۱۳۲ھ ہجری کو فتح پور سے ۳۵ کوس پر مقام ٹوڈہ میں بادشاہ کا قیام ہوا۔ امیر الامرا حسین علی خان خیمہ سلطانی سے نکلکر اپنے لشکر کو عازم ہوئے اسوقت میر حیدر خان نے ایک عرضی اعتماد الدولہ محمد امین خان کی شکایت میں لکھی اور امیر الامرا کو دینے کے لیے چلا امیر الامرا اتھالردار پالکی میں سوار گلال باڑی کے پاس پہنچے تھے کہ میر حیدر خان نے عرضی کا کاغذ دور سے بلند کیا امیر الامرا نے اسکو پاس بلالیا اسنے عرضی دیدی وہ پڑھنے لگے اور میر حیدر پالکی کا پایہ پکڑکر ساتھ چلنے لگا اور اپنا حال عرض کرتا جاتا تھا جسوقت امیر الامرا عرضی کی طرف بالکل متوجہ ہوگئے تو میر حیدر نے دفعتہً اُنکے پیٹ مین چھرا مارا کہ جگر کے پار ہوگیا اسوقت امیر الامرا کے منہ سے صرف یہ نکلا کہ بادشاہ کو مارڈالو اور حیدر بیگ خان کے سینے پر ایک لات ماری اس حرکت سے پالکی کو جھٹکا لگا اور لاش زمین پر گرگئی جیسا کہ جلد دوم تنقیح الاخبار مین ہے وہاں کے ہمراہیوں نے میر حیدر کا بھی کام تمام کردیا۔ جب امیر الامرا مرگئے تو مغلوں نے ان کا سر کاٹ لیا اور بادشاہ کے پاس لے گئے اس قوی وزیر کے مرنے سے اسکی فوج میں ہل چل پڑگئی اور اسکے رشتہ داروں اور رفیقوں اور سازش کرنے والوں اور انکے رفیقوں میں بڑا جھگڑا قائم ہوا۔ سعادت خان بادشاہ کے ان دشمنوں کو صاف کرکے جو حرم سرائے بادشاہی کے دروازے پر بادشاہ کے قتل کرنے کے لیے بھیج گئے تھے بادشاہ کو باہر لائے اور انکو اُسپر آمادہ کیا کہ اپنے خیرخواہوں کی سرداری اختیار کرکے سیدوں سے علانیہ جنگ کریں اعتماد الدولہ محمد امین خان نے بادشاہ کو اپنے ہاتھی پر بٹھایا اور خود بھی اسی مین بادشاہ کے ساتھ بیٹھے۔ حیدر قلی خان نے توپخانے کے سپاہیوں کو مستعد کرکے امیر الامرا کے طرفداروں پر جو عیرت خان کی سرکردگی مین آمادۂ جنگ تھے گولہ باری شروع کی اس عرصے مین امیر الامرا کا تمام کیمپ لٹ گیا اور عیرت خان بھی مارا گیا سیدون کا گروہ میدان سے بھاگ نکلا اور بہت سے سیدوں نے نوج کے اس حصے سمیت جو کسی فریق کا مددمعاون ہوا تھا بادشاہ کی اطاعت اختیار کی محمد شاہ نے اعتماد الدولہ

محمد امین خان چین[1] بہادر کو ہشت ہزاری ذات او ر ہشت ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ کا منصب دیا اور اپنا وزیر بنا کر وزیر الممالک خطاب عطا کیا اور ڈیڑھ کروڑ دام بخشے کہ چالیس دام کا ایک روپیہ ہوتا ہے اور شمس الدولہ کو میر بخشی کیا اور وزیر الممالک کے بیٹے قمر الدین خان کو بخشی دوم کیا اور سعادت خان برہان الملک کو محمد ہادی موسوم بہ کامور خان کے تذکرۃ السلاطین چغتائی کی روایت کے موافق شش ہزاری ذات اور پنجہزار سوار کا منصب اور حیدر قلی خان کو ہفت ہزاری ذات اور شش ہزار سوار دو اسپہ کا منصب دیکر دہلی کو کوچ کیا۔ عبد اللہ خان ابتک دلی نہ پہونچے تھے کہ بھائی کی سناونی پہنچی انھون نے دلی مین رفیع القدر کے بڑے بیٹے ابراہیم کو جو مقید تھا ابو الفتح ظہیر الدین محمد ابراہیم کے لقب سے بادشاہ بنایا اور اسکے نام کی منادی کرائی اور اسکی طرف سے لوگون کو مراتب عنایت کیے اور اپنی فوج لیکر آگرے کی جانب روانہ ہوے اور بہت سے ٹوٹے پھوٹے سید بھی اُنکے پاس آگئے جو بادشاہ کی اطاعت کے بعد اسکو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ نوین محرم ۱۱۳۳ ہجری کو بادشاہ کی فوج شاہ پورے سے گذر کر بٹھری اور قطب الملک حسن پور مین بادشاہ کے لشکر سے تین کوس کے فاصلے پر آکر مقیم ہوے۔ ۱۳ محرم سنہ مذکور کو بڑی بھاری لڑائی ہوئی جمعرات کا تمام دن لڑائی مین بسر ہو کر جمعہ کی جسوقت تھوڑی سی رات گذری تو بادشاہی توپخانے نے اتنے گولے مارے کہ عبد اللہ خان کے اکثر ہمراہی مقتول و مجروح ہوے اور اکثر ہاتھی نشینون نے بھاگنا شروع کیا جنکو گنوارون نے لوٹ لیا تمام رات بھی لڑائی جاری رہی ۱۴ محرم کو جمعہ کے دن عبد اللہ خان کے ساتھی ایک لاکھ سوارون مین سے صرف پندرہ سولہ ہزار سوار باقی رہ گئے۔ محمد شاہ آٹھ نو پہر شب و روز بہ نفس نفیس میدان جنگ مین اپنے جان نثارون کے ساتھ موجود رہے۔ بادشاہ نے یورش کا حکم دیا ادھر سے نجم الدین علیخان اور دوسرے سادات بارہ نے جو نہایت دلیر تھے قدم جرات آگے بڑھایا دونون طرف سے تیر و تفنگ سے آگ برسنے لگی ہتیارون کے دل جلنے لگے۔ حیدر قلی خان اور دوسرے جوانمرد ایسی سرعت سے عبد اللہ خان پر ٹوٹ پڑے کہ انکو اظہار بہادری کا موقع ہی نہ ملا اسوقت انکے ہمراہ دو تین ہزار سوار تھے اور وہ ہاتھی پر بیٹھے ہوے تھے انھون نے خیال کیا کہ اگر مین ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہو جاؤنگا تو سواران ہمراہی گھوڑون سے اتر کر جانفشانی کرینگے چنانچہ وہ ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوے سرداران ہمراہی نے جوانکے ہاتھی کو

[1] چین بکسر جیم فارسی بمعنی صادق و راست ضد دروغ یہ لفظ ترکی زبان کا ہے جیسا کہ قاموس اللغۃ العثمانیہ مین مولوی محمد علی الافسی باش کاتب محکمۂ بدایت بیروت نے لکھا ہے اور کتاب لغات ترکیہ مین مولانا مہدی تبریزی نے لکھا ہے کہ یہ قصبات کی اصطلاح ہے ۱۲

خالی دیکھا تو یہ سمجھے کہ شاید عبداللہ خان مارے گئے یا یہ سمجھے کہ آخرکار شکست ہوگی عبداللہ خان کو تنہا چھوڑ کر میدان سے بھاگنے لگے عبداللہ خان کے ہاتھ پر تلوار کا زخم پہنچا تھا اور پیشانی پر تیر لگا تھا حیدر قلی خان نے انکو گرفتار کر کے شال سر پر باندھ دی اور نجم الدین علی خان مجروح بھی گرفتار ہوئے سلطان ابراہیم بھی گرفتار ہوا چونکہ اسے عبداللہ خان کی شرکت مجبوری اختیار کی تھی اس لیے اسکی جان بخشی ہوئی اور دوسرے سردار بھی گرفتار ہوکر آئے قطب الملک عبداللہ خان وزیر اعظم اور نجم الدین علی خاں بادشاہ کی قید میں ہوئے۔

پت پر گنج دلی میں پانی کی قلت سے کربلا کا عالم تھا ۱۱۲۲ھ ہجری میں قطب الملک نے شاہجہانی نہر سے ایک شاخ کٹوا کر پٹ پر گنج میں جاری کی۔

نظام الملک کے دکن میں انتظامات

عالم علی خان پر فتحیابی کے بعد نظام الملک اورنگ آباد میں داخل ہوئے اور وہاں بہت سی سپاہ نوکر رکھ لی اور وہاں سے احمد نگر جاکر لوٹ آئے یہاں خبر ملی کہ حسین علی خان مارے گئے اور عبداللہ خان پکڑے گئے۔ نظام الملک نے اسی وقت بادشاہ کے پاس مبارکباد کو جانے کے ارادے سے عماد الملک مبارز خان ہیبت جنگ کے اتفاق کے ساتھ برہانپور کی طرف کوچ کیا کہ اس عرصے میں یہ خبر بھی آپہنچی کہ اعتماد الدولہ محمد امین خان وزیر اعظم ہوگئے جس زمانے میں کہ وہ اختیار غالب تھا تو بادشاہ نے کئی بار مخفی رقعے لکھکر نظام الملک کو بلایا تھا اور لکھا تھا کہ وزارت تم کو دیدی جائے گی جب محمد امین خان وزیر باستقلال ہوگئے تو نظام الملک نے خیال کیا کہ مبادا میرے وہاں پہنچنے سے باہم پرخاش و ناخوشی پیدا ہوجائے ادھر ملک حیدرآباد میں ابھی خاطر خواہ انتظام پورا ہوا تھا اسلیے قرداپور سے اورنگ آباد کی طرف لوٹے اور عماد الملک مبارز خان کو حیدرآباد کو رخصت کیا اور عضد الدولہ عوض خان کو اورنگ آباد کا نائب ناظم بناکر چھوڑا اور آپ انتظام ملکی کے لیے بیجاپور کی طرف گئے وہاں مفسدون اور سرکشوں کو سزائیں دیں اور انکو مطیع کیا اور بیجاپور سے اس طرف تالیکوٹہ تک پہنچے تھے کہ اعتماد الدولہ محمد امین خان کے مرنے کی خبر آئی جنھوں نے ۱۱۳۳ھ ہجری میں اس سنبھی سرائے سے کوچ کیا تھا تین روز تک انکی تعزیت میں نوبت بھی موقوف رہی یہ محمد امین خان نظام الملک کے اپنے فیروز جنگ کی وجہ سے عالمگیر کے وقت میں اعزاز منصب کو پہنچے تھے اور صدر الصدور بنا دیے گئے تھے اور تین ہزاری پانصدی منصب پایا تھا بیجاپور میں سوگ کے مراسم ادا کر کے قصبہ ادونی میں جسکو امتیاز گڑھ بھی کہتے ہیں آئے یہاں سعادت اللہ خان ارکاٹ سے اور دلیر خان

میانہ شاپور دنبکا پور سے اور عبد النبی خان میانہ گڑپہ سے اور ابراہیم خان و داؤد خان قصبۂ کرنول سے آکر نظام الملک سے ملے اور اُن کے ساتھ رہے پھر انکو نواب نے خلعت دے دیکر رخصت کر دیا اور قصبۂ کوڑ شکال جو بیجا پور اور حیدر آباد کے درمیان واقع ہے اس کا زمیندار نہایت سرکش تھا کہا کرتا تھا کہ میری پالکی کا ایک بانس دنیا دار بیجا پور کے کندھے پر ہے اور دوسرا بانس دنیا دار حیدر آباد کے کندھے پر ہے نواب کی فوج کی آمد آمد کی خبر سنکر ڈر کر بھاگ گیا نواب کے آدمیون نے اسکے قصبے پر قبضہ کر لیا لیکن عماد الملک مبارز خان کی سفارش سے جو حیدر آباد سے نظام الملک کے ساتھ تھا نواب نے اسکی خطا معاف کی اور اسنے آکر سلام کیا نواب نے اس سے پیش کش لیکر اور علاقہ اُس کا اُسپر بحال کر کے یہان سے کوچ کیا عماد الملک مبارز جنگ کو حیدر آباد کو رخصت کر دیا اور لوٹ کر اورنگ آباد مین آئے۔

انتظام ملکی کے بعد دہلی کو روانگی

اورنگ آباد مین کئی فرمان بادشاہ کے انکی طلبی مین آئے نواب نے جلدی جلدی انتظام کیا دیوانی دکن کی کچہری عضد الدولہ بہادر قسورہ جنگ کے حوالے کی اور صوبجات دکن کی دیوانی فدوی خان سے نکالکر دیانت خان خوافی کے سپرد کی اور دکن کی بخشی گری محتشم خان سے نکالکر عمدۃ الملک امیر خان کے بیٹے اسد اللہ خان کو جو عالمگیر کے عہد مین صوبہ دار کابل تھا دی اور اسکو عضد الدولہ کے ساتھ اورنگ آباد مین چھوڑا اور خود برہانپور کا ارادہ کیا یہان نواب کے چچا نصیر الدولہ حاکم تھے یہان سے نربدا کے پار ہوے یہان سے مالوے مین آئے دتیا۔ اور۔ اورچھا۔ اور چندیری کے زمیندار فوجین لیکر نواب کے ساتھ ہوے۔ راجہ شتر سال بوندیلہ نے بھی اپنے وکلا کو تحفے اور ہدیے دیکر نواب کے پاس بھیجا اور راجہ چھتر سنگھ پسر راجہ گج سنگھ زمیندار نرور جو دلاور خان کے ہمراہ نواب سے لڑکر آرا گیا تھا دل مین بہت خوف زدہ تھا مگر نواب کے پاس چلا آیا اور یہ بھی ساتھ ہوا نظام الملک آگرے پہنچے برہان الملک یہان کے ناظم تھے انھون نے چند کوس سے استقبال کیا اور ضیافت کی نظام الملک نے انکی حویلی پر کھانا کھایا انھون نے بہت سے ہاتھی گھوڑے جواہر و پشمینہ اور پارچہ انداز وغیرہ پیش کیے نواب نے صرف ایک ترکی گھوڑا اور ہتھوڑا اکپر اقبول کر کے باقی معاف کیا یہان ایک دو مقام ہوے۔ برہان الملک کو ہاتھی گھوڑے و جواہر دیکر دہلی کی طرف آئے گرمی کا موسم تھا جمنا کے کنارے کنارے سفر کیا اور بارہ پولہ مقام مین کہ دہلی کے پاس ہے جا پہنچے یہان مقام کر کے خواجہ قطب الدین بختیار چشتی اوسی کاکی اور نظام الدین اولیا نور اللہ مرقدہما کے مزارات پر گئے شام کو لشکر گاہ مین واپس آئے راستے مین بھی بادشاہ کے دو فرمان اشتیاق آمیز

اور جلد پہنچنے کی بات کہے گئے تھے اور بادشاہ نے ولائتی مواکہات اور کلگی کے پان اور برف بھیجی تھی اور دو تین منزل سے عظیم اللہ ظہیر الدولہ رعایت خان جو نظام الملک کے پھوپھی زاد بھائی اور چچا زاد بھائی بھی ہوتے تھے نظام الملک کو لینے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ ۱۱ ربیع الثانی ۱۱۳۶ھ ہجری کو بارہ پولہ مقام میں پہنچے کہ پھر تو بدر الدین خان پسر اعتماد الدولہ قمر الدین خان اپنے باپ کی فوج اور سواری اور بہت سے امرا کو لیکر گئے تھے اور جب سر راہ یہ لوگ ملے تو نواب نے گھوڑے سے اتر کر بدر الدین خاں اور کئی معززین سے معانقہ کیا اور ڈیرے میں پہنچکر رخصت کردیا اسوقت بدر الدین خاں نے اپنے باپ کی زبانی کہا کہ میں اپنے والد کے انتقال کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکا نظام الملک نے کہا کہ تم نے ہمارے سلام کے بعد کہیو کہ جب ہم بادشاہ سے رخصت ہوکر قیام گاہ کو لوٹیں گے تو تمھارے مکان پر تعزیت کو آئینگے نظام الملک کے ٹھہرنے کے لیے عالی شان خیمہ کھڑا تھا جس میں دیوان خانہ بھی تھا۔

امیر الامرا صمصام الدولہ خان دوران بہادر کے رسم استقبال کا نظارہ

بارہ پولہ میں شب گذر کر صبح کو خاندوراں بہادر منصور جنگ میر بخشی دوسرے امرا کے ساتھ نواب سے ملنے بطور استقبال کے آئے۔ نظام الملک خیمے کے دیوان خانے میں شان و تحمل کے ساتھ بیٹھ گئے اور یوسف محمد خاں مصنف تاریخ فتحیہ کو جو ان دنوں دیوان خانے کا داروغہ تھا حکم دیا کہ دیوان خانے کے دروازے کے باہر تک پیشوائی کرکے امیر الامرا اور انکے ساتھیوں کو لے آئے اور چوبداروں کو بھی لوازم اہتمام کا تاکیدی حکم دیا تھا

امیر الامرا کے ساتھ آدمیوں کی کثرت تھی۔ اکثر ہندوستانی رایان اعظم شاہی ان کے رفیق تھے اور ہر ایک کو منصب و خطاب و سرپیچ ہائے مرصع اور کلگی ہائے مرصع بادشاہ سے دلوادی تھیں یہ سب لوگ امیر الامرا کی پالکی کے آگے آگے چل رہے تھے اس وقت بڑا ہجوم ہوگیا اور نظام الملک کا حکم تھا کہ کسی کو روکا نہ جائے۔ امیر الامرا کی پالکی پہنچی تو اسوقت حاجی بیگ خاں دماری بیگ خان اعظم شاہی نے جو یوسف محمد خاں سے قبل سے باتیں کر رہے تھے امیر الامرا سے التماس کیا کہ ہمیے کئی بار جن یوسف محمد خاں اعظم شاہی کی تعریف آپ کے سامنے کی تھی یہ یوسف محمد خاں یہی ہیں امیر الامرا یوسف محمد خان کی طرف متوجہ ہوئے انہوں نے عرض کیا کہ نواب سلامت ایک امیر دوسرے امیر کے یہاں اسی طرح آتا ہے امیر الامرا نے کہا کہ تم کیوں نہیں روکتے انہوں نے جواب دیا کہ مجھے میرے آقا نے منع کر دیا تھا اسلیے نہیں روکا تب امیر الامرا نے کہ یہ باتیں سن رہا تھا اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کرکے کہا کہ یارو خداداد منتظمے دم قسمے کے واسطے یہ مکان میرا نہیں ہے

نواب نظام الملک کا ہے کس لیے مجھے بدنام کرتے ہو پھر یوسف محمد خان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اگرچہ نواب صاحب نے تم کو اہتمام کرنے سے منع کیا ہے مگر مین کہتا ہون کہ تم اہتمام کرو پھر یوسف محمد خان نے ایک اشرفی جیب سے نکالکر نذر کی۔ امیر الامرا نے ہاتھ بڑھایا اُسنے دونون ہاتھون سے اُنکے قدم لیے امیر الامرا نے معانقہ کیا اور نذر معاف کی۔ امیر الامرا صحن دولت خانہ مین کہ بہت وسیع تھا ایک سوامرا کے ساتھ چلے جب نصف صحن مین پہنچے تو نظام الملک جو خیمہ دیوان خانہ مین بیٹھے ہوے تھے چند قدم زیر فرش تک آئے اور امیر الامرا سے گلے ملے اور اپنے پاس بٹھاکر انکے ہمراہیون کی نذرین لین۔ قہوے اور عطر و پان کی رسم ادا ہوئی۔

نظام الملک کی بادشاہ کی خدمت مین باریابی

اور عہدۂ وزارت پانا

نظام الملک کی سواری بھی تیار تھی دونون سردار اپنے اپنے ہاتھیون پر بیٹھ کر شہر کی طرف چلے اور قلعے مین پہنچکر بادشاہی ملازمت سے سرفراز ہوے نظام الملک نے ہزار اشرفیان اور دو ہزار روپے نثار کے لیے نذر کیے اور تخت کو بوسہ دیا۔ بادشاہ نے خلعت شش پارچہ چار قبۂ زردوزی اور سرپیچ مرصع الماس جس مین زمرد بھی تھے اور قیمت اسکی ۳۲ ہزار روپیہ تھی اور فیل سامان طلائی کے ساتھ اور دو گھوڑے جن مین سے ایک گھوڑا عربی ساز و لگام مرصع کے ساتھ تھا اور دوسرا عراقی جسپر ساز مینا کار تھا مرحمت کیے اور رخصت ہو کر جامع مسجد شاہ جہانی مین جس کا نام **جہان نما** ہے اور قلعے کے باہر ہے جاکر نماز ظہر پڑھی اور لباس بدل کر قمرالدین خان اعتماد الدولہ کے مکان پر انکے والد کی فاتحہ کو گئے۔ اعتماد الدولہ اسد خان کے مکان مین رہتے تھے۔ مکان سے نکلکر نقارخانے کے دروازے کے باہر پیشوائی کی اور پیادہ پا آکر سلام کیا نظام الملک نے پالکی سے اُتر کر انکو سینے سے لگایا رسم تعزیت ادا کرکے اپنے ہاتھی پر سوار ہو کر لشکرگاہ مین جو بارہ پولہ کے پاس تھی چلے آئے دوسرے دن مقام ہوا آج اعتماد الدولہ بھی ملنے آئے۔ بعد مسافت کی وجہ سے نظام الملک بارہ پولہ سے اپنا کیمپ اٹھواکر باغ کلان کے پاس شاہ گنج کے متصل خیمے ڈیرے کھڑے کراکر یہان رہنے لگے چونکہ یہ مقام پہاڑی سے اتصال رکھتا تھا اسلیے گنج پہاڑ کہلاتا تھا اور دربار مین آتے جاتے رہے امیر الامرا اور اعتماد الدولہ بھی پہنچکر نظام الملک سے ملتے رہتے تھے۔ چند روز کے بعد ساعت سعید پہنچگئی تو بادشاہ کے فرمانے سے ۵ جمادی الاولے سنہ ۱۱۳۴ ہجری کو امیر الامرا انکے کیمپ مین جاکر اپنے ساتھ دربار مین لے گئے۔ آج **وزارت کل** کا

عہدہ بادشاہ نے اُن کو دیا اور خلعت خاصہ اور سرپیچ اور جیغہ اور قلمدان مرصع سے سرفراز کیا اور الماس گران بہا کی ایک انگوٹھی دی اور ۸ ماہ شعبان کو سعداللہ خان کی حویلی رہنے کو دی ۹ کو نواب موصوف حویلی مین داخل ہوے۔

بادشاہ اور اسکے مُصاحبون کی نظام الملک سے ناموافقت و منافرت

حیدرقلی خان معزالدولہ جس کا منصب ہفت ہزاری ذات وہفت ہزار سوار کا تھا اور میر آتشی یعنے توپخانے کی افسری کی خدمت رکھتا تھا۔ ۱۱ شعبان ۱۱۳۴ھ ہجری کو بادشاہ نے اسے احمدآباد گجرات کا ناظم بھی مقرر کردیا۔

عیدالفطر کے دن نظام الملک نے ایک ہزار اشرفیاں نذر کین ۱۴ محرم ۱۱۳۵ھ ہجری کو۔ ان کے بیٹے غازی الدین خان کو مالوے کی صوبہ داری ملی اور خلعت خاصہ عطا ہوا اگرچہ تھوڑے دنون پہلے نظام الملک کو اپنے تقرر سے آگاہی ہوگئی تھی مگر انھوں نے یہ مناسب سمجھا کہ دارالسلطنت میں حکومت کرنے کی نسبت دکن کی خودمختاری اہم و اعظم ہے علاوہ اسکے خود مرہٹون سے معاملون کا جھگڑا قائم تھا جسکی حکومت باقاعدہ تھی جاتی تھی اور دکن کے معاملوں کے قابل تصفیہ ہونے کے بدون اُن کا آنا مقصود نہ تھا۔

القصہ نظام الملک حصول وزارت کے بعد کچھ مدت دہلی میں رہے دربار کی حالت بہت سقیم تھی اصلاح کی کوششیں کین وہ چاہتے تھے کہ کل سلطنت پر عالمگیر کا دور دورہ واپس آجائے مگر بادشاہ نہایت طامع تھا کچھ نفع کرا دیا جاتا تو لے لیتا۔ دوست اور دشمن میں اسکو امتیاز نہ تھا عیش ونشاط کا پتلا تھا صلاح کار اسکے اسی طریقے کے جوان جوان آدمی تھے۔ اور بادشاہ کی معشوقہ ایسی حاوی ہوگئی تھی کہ بادشاہ کی رانی مہر اسکے قبضے میں رہتی تھی اور اپنی مرضی کے موافق ستعمال اس کا کرتی تھی چنانچہ نظام الملک آکر پشیمان ہوے جنھوں نے عالمگیر کی آنکھین دیکھی تھیں اور باوصف اسکے کہ جوڑ توڑ اور تدبیر و رسائی کے دھنی تھے انتظام سلطنت کے لیے نہایت لائق وفائق تھے اور انکو منظور بھی یہی تھا مگر زور قوت سے حکومت کے چلانے کی جرأت رکھتے تھے اور بادشاہ کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے انھوں نے کوئی چال ایسی نہ چلی کہ بقول انکے [1] روح را صحبت ناجنس عذابیست الیم + خود بادشاہ بھی اسکے شایستہ چال چلن سے تنگ آگیا تھا اور اس لیے کہ وہ کاروبار سلطنت پر بادشاہ کی توجہ چاہتے تھے نہایت لاچار ہوگئے اور بادشاہ کی یہ صورت تھی کہ اسکے سوا کوئی بات اسکو بھاتی نہ تھی کہ اسکی صحبت کے

[1] بعض کتابوں میں دوزخ شریک بس لکھی ہے ۱۲

آوارہ مزاج ہم پیالہ وہم نوالہ نظام الملک کے قدیمی لباس اور اُنکے درباری آداب قاعدون کی نقالین کرکے قہقہے لگائین اور بادشاہ انکو دیکھا کرے۔

کل کاروبار نظام الملک کے سپرد ہو گئے اور ہر مقدمہ انکی صلاح سے طے ہونے لگا مگر اس دیرینہ سال نے عالمگیر کے عالم دیکھے ہوے تھے دربار کے رنگ دیکھکر بہت گھبرایا اور بادشاہ کو صلاحیت پر لانا چاہا یہان کے رنگین مزاج بھی اس سے گھبراے اور اپنے توڑ جوڑ مارنے لگے چونکہ نظام الملک ایک رتبے کے شخص تھے اُنکے وار انکے مقابلے کے قابل تو نہوتے تھے البتہ دق کرتے تھے چنانچہ ایک دن بادشاہ نے ملبوس خاص کا خلعت دیا اہل دربار کو اس کا داغ ہوا چنانچہ توڑ اس کا یہ کیا کہ اسی رات کو ناچ کے جلسے مین ایک بھانڈ نے بادشاہ کو بہت خوش کیا یارون نے اسے بھی ملبوس خاص کا خلعت دلوا دیا اسپر بھی اس دل شکستہ نے جو طریقے اور آئین بادشاہی دربارون کے ہین وہ جاری کرنے شروع کیے۔ خلوت وجلوت مین بادشاہ کے وقتون کی تقسیم کی اور کاروبار ملک پیش کرنے لگے۔ رنگین مزاجون نے نظام الملک کی ہنسی اڑانی شروع کردی رنگیلے بادشاہ کو کچھ تو خود یہ کام وبال معلوم ہوتے تھے اور کچھ امیرون نے بہکایا چنانچہ نظام الملک کی عرض ومعروض پر بادشاہ کی بھی وہ توجہ نہ رہی ایک امیر نے اپنی جگہ یہ بھی کہا کہ کیسا بندر کی طرح بادشاہ کے سامنے اچھلتا پھرتا ہے نظام الملک کو بھی دم دم کی خبر لگتی تھی منکر کہا کہ اگر یہی حال ہے تو دیکھو گے کہ فصیل قلعہ کے ایک ایک کنگرے پر بندر ناچے گا۔

بادشاہ کے مشیرون کا حیدر قلی خان کو نظام الملک سے لڑا دینا

نظام الملک کی کامیابی

حیدر قلی خان کے آدمیون سے گجرات کا انتظام خاطر خواہ نہو سکا اس لیے وہ خود وہان بادشاہ کی طرف سے بھیجا گیا اُسنے وہان پہنچکر بڑا تسلط جمایا تمام خالصے کے پرگنے اور امراے شاہی کی جاگیرین جو حاضر دربار تھے ضبط کرلین اور انکے گماشتون کو صاف صاف جواب دیدیا۔ بیس ہزار سوار نوکر رکھے جن مین سے چھ ہزار مغل تورانی تھے جو پیشتر سے اسکے ملازم تھے اور ان پر اسکو بھروسا تھا اور جو بادشاہی فرمان نصیحت وپند کا پہنچا اس کا یہی جواب دیا کہ مین نے اس ملک پر اپنے زور بازو سے قبضہ کیا ہے سپاہیون پر تقسیم کرکے کھاتا رہونگا اگر کسی مین دم ہو تو آکر میرے ہاتھ سے نکال لے اس وقت بادشاہ کے رفیقون نے یہ سوچا سمجھا کہ نظام الملک اور میر حیدر قلی دونون کو لڑا کر دربار کا زیادہ محتاج ومتوسل بنا دین چنانچہ حیدر قلی کو لکھا گیا کہ وہ اپنی حکومت کو نظام الملک

کے حوالے کردے اور نظام الملک کو خلعت خاصہ و فیل و جواہر و زرہ داؤدی و جمدھر مرصع اور
دس لاکھ روپے مصارف کے واسطے دیے گئے اور وزارت کا کام اُنکے بڑے بیٹے غازی الدین خان
فیروز جنگ کے حوالے مع نظامت صوبۂ اجین کے کیا گیا۔ نظام الملک سنہ ۱۱۳۵ ہجری میں دہلی
سے نکلے اور جھالوہ تک گئے انھوں نے دیانت خان دیوان دکن اور محتشم خان بخشی اور عضدالدولہ
عوض خان اور نصیر الدولہ عبدالرحیم خان کو اورنگ آباد اور برہان پور سے اپنے پاس مع سپاہ کے
بلا لیا مگر بادشاہ کے صلاح کاروں کی تدبیر اس لیے یکایک مایوسی پر تمام ہوئی کہ نظام الملک
اُنکے مدبر مخالف نے اپنی فکر و غور کو اکھیڑ پچھاڑ میں ایسے معقول طریقے سے برتا کہ اُنکے حریف
حیدر قلی خان کی فوج مغلیۂ تورانی نے حیدر قلی خان سے کہدیا کہ ہم نظام الملک سے جو ہمارے
صاحبزادے اور پیرزادے ہیں نہیں لڑتے اور گجرات کے جس قدر سپاہی بھرتی کیے تھے انکی
بے وفائی شہرۂ آفاق ہے انھوں نے بھی مقابلے سے عاجزی ظاہر کی۔ حیدر قلی خان اپنی جان
بچانے کے لیے مجنونانہ حرکات کرنے لگا۔ اور داڑھی کے بال اکھیڑنے لگا اور اُسکے آدمی جوق جوق
الگ ہونے لگے۔

ابھی نظام الملک صوبۂ مالوہ کے ملک جھالوہ میں پہنچے تھے اور عضدالدولہ بھی فوج لیکر ساتھ
مل گئے تھے کہ یوسف محمد خان نے جو آج کل ہرکاروں کا داروغہ تھا یہ خبر نواب کو پہنچا دی۔
نظام الملک کہنے لگے کہ جب ہم دہلی سے چلے تھے تو یہ خیال دل میں آیا تھا کہ اگرچہ حیدر قلی خان
شیعہ ہے مگر اہل قبلہ ہے اللہ تعالیٰ کریم و قادر ہے ہمکو نصرت۔ رعب عطا کرے گا۔ اس وقت
صرف یوسف محمد خان اور ہاشم خان ہی تھے یوسف محمد خان نے مولوی روم کی مثنوی کا یہ شعر پڑھا؎

ہیبت حق است این از خلق نیست　　　ہیبت این مرد صاحب دلق نیست

نواب نے پسند کیا اور شکر الٰہی بجا لائے اور کئی بار اس شعر کو خود بھی پڑھا اور یوسف محمد خان کی تعریف
کی حیدر قلی خان مجبور ہوکر ساگواڑہ کے رستے سے رانا ے اودیپور کے ملک میں چلا گیا اور منصب
و خطاب سے معزول ہوا۔

بعض کہتے ہیں کہ واقعی وہ اس صدمے سے مجنون ہو گیا تھا اور خود کشی کر لی اور رحمت افزا
میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ بادشاہ نے نظام الملک کو لکھا کہ حیدر قلی خان سے جنگ نہ کرو
کہ اسنے اطاعت شعاری کی عرضیاں لکھی ہیں۔ تماشا یہاں ہوا کہ جنون کا عارضہ ہو گیا۔
نظام الملک نے اپنی بڑی حکومت پر گجرات کے زرخیز صوبے کو اضافہ کیا۔ اپنا ملکی معاش سے
اُنکے چچا حامد خان کو دربار سے معز الدولہ صلابت جنگ کا خطاب ملکر احمد آباد کی نظامت
اُنکے نام مقرر ہوئی چنانچہ نظام الملک نے انھیں گجرات کو بھیجدیا اور اہلکاران عمارت جاگیر وغیرہ

کو موافق ضابطے کے مقرر کرکے وہان بھیجدیا اور متوسل خان وغیرہ اپنے رفقا کو وہان کا فوجدار بنادیا اور عضد الدولہ و نصیر الدولہ وغیرہ منصبدارون کو جو دکن سے آے تھے خلعت اور ہاتھی گھوڑے اور تلوارین دیکر رخصت کردیا اور اجین کی نظامت جو فیروز جنگ کے نام تھی اپنے پھوپھی زاد بھائی عظیم اللہ خان پسر رعایت خان ظہیر الدولہ کو دیدی اور صلابت خان وجوان مرد خان و صفدر خان وغیرہ مردمان سکناے احمد آباد کو جو نواب کے پاس آے تھے خلعت دیے اور اس صوبے کے متعلقات کو اُنکے حوالے کرکے اُدھر کو بھیجدیا۔

دوست محمد خان مورث نوابان بھوپال کو مغلوب کرنا

دوست محمد خان افغان اجین کے صوبے مین فوجدارون اور زمیندارون کی نوکری کیا کرتے تھے اور صوبہ مذکور کے بادشاہی اور زمیندارون کے چند پرگنے دبالیے تھے اور دو مقامون پر قلعے بنالیے تھے اور آس پاس کے محالات مین دست تعدی دراز کرتے تھے۔ اور دلاور علی خان اور نظام الملک سے جب لڑائی ہوئی تھی تو یہ دوست محمد خان دلاور علی خان کے ساتھ شریک تھے اور بغیر اسکے کہ جنگ کرین میدان سے بھاگ گئے تھے جیسا کہ تاریخ فتحیہ مین مذکور ہے اور بقول تاج الاقبال تاریخ بھوپال ان کا بھائی اس جنگ مین دلاور علی خان کا شریک ہوکر مارا گیا تھا۔ بہرصورت اس سفر مین دوست محمد خان نظام الملک کے پاس آگئے تھے۔

نواب نظام الملک نے ان کو کہلایا کہ محالات بادشاہی پر دست درازی چھوڑدو اور اپنے قلعے سرکاری آدمیون کے حوالے کردو تمھارے لیے جاگیر اور منصب مقرر کردیا جائے گا اور سرکاری ملازمت مین داخل ہوجاؤ انھون نے یہ بات قبول کرنے سے انکار کیا۔ نواب نے خیال کیا کہ دوست محمد خان نافرمانی کرتے ہین اور جبکہ وہ خود ہمارے پاس آگئے ہین تو انھین قید و قتل کرنا آئین سرداری کے خلاف ہے ان سے کہلادیا کہ ہمارے لشکر سے چلے جاؤ اور اپنے جس قلعے کو مضبوط سمجھتے ہو اس مین جاکر بیٹھ جاؤ اگر تمھارے پاس سیسہ و بارود نہو تو ہم اپنی سرکار سے دیتے ہین یوسف محمد خان مصنف تاریخ فتحیہ نواب کے اور اُنکے درمیان سوال وجواب کررہے تھے اور دو تین دن سے سوال وجواب جاری تھے۔ سرکاری آدمیون نے پہنچکر انھین گھیر لیا انھون نے یوسف محمد خان سے کہلایا کہ مجھے ان آدمیون کے ہاتھ سے بچائیے جو کہ یہ کام سپاہیون کا نواب کے حکم سے نہ تھا اسنے نواب سے عرض کردیا نواب نے کوتوال لشکر کو حکم دیا کہ وہ خود جاکر ان آدمیون کو منع کردے جو دوست محمد خان کو گھیرے ہوے ہین اور انکو حکم پہنچادیا کہ دلجمعی کے ساتھ جہان چاہین چلے جائین انکی روانگی سے چند روز بعد نواب کوچ کرتے ہوے اُنکے ایک قلعے کے پاس

جس کا نام اسلام گڑھ ہے اور جواب نظام ٹیکری کے نام سے معروف ہے ٹھہرے اس قلعے میں لڑائی کا کافی سامان موجود تھا اور توپخانہ جمع تھا دو ماہ تک لڑائی جاری رہی بہت سے آدمی محصورین کے اسی طرح بہت سے آدمی محاصرین کے مارے گئے۔
دیکھو اس پٹھان نے نظام الملک کا ناطقہ بند کر دیا اور بادشاہ کے مقرب لوگ نہایت نازک و آرام طلب ہوتے تھے نظام الملک وہاں حکمت عملی سے غالب آجاتے تھے۔ آخر کار طرفین میں اس پر صلح ہوگئی کہ دوست محمد خاں وہ قلعہ سرکاری آدمیوں کے حوالے کر دیں اور اپنے بیٹے یار محمد خان کو نواب کے ساتھ کر دیں اُسے نواب کے کہنے سے اسلام گڑھ خان چند کے حوالے کر دیا جو عالمگیر کے عہد سے اُس طرف کا زمیندار تھا اور خان چند کو نواب نے اپنی طرف سے خلعت و شمشیر عطا کر کے اور منصب میں اضافہ کر کے وہاں رکھدیا۔ دوست محمد خان کو سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار کا منصب دیا اُن کے بڑے بیٹے یار محمد خان کو بھی منصب مناسب دیکر ساتھ لیا اور وہ تاج الاقبال کے قول کے مطابق ۱۱۵۳ہجری تک نظام الملک کے ساتھ رہے اور دکن کو انکے ساتھ چلے گئے تھے جب انکے باپ اس سال میں انتقال کر گئے اور نظام الملک کو اس واقعے کا حال معلوم ہوا تو یار محمد خان کو بلا کر کہا کہ تمھارے والد کا انتقال ہو گیا ہے انھوں نے جواب دیا کہ اگر ایک پٹھان مر گیا تو کیا ہوا آپ کی ذات میرے واسطے باپ کی جگہ ہے نظام الملک اس جواب سے خوش ہوئے اور اُس کو نوابی کا خطاب و خلعت خاصہ اور ماہی مراتب و نقارہ و نشان و صاحب و جتر و آفتابی اور کافی سپاہ دیکر بھوپال کی طرف رخصت کر دیا۔

دہلی میں آمد بادشاہ اور نظام الملک میں بدستور منافرت رہنا

نظام الملک ماہ شعبان ۱۱۵۳ہجری میں دہلی کی طرف آئے دارالسلطنت کے حوالی میں پہنچے تو صمصام الدولہ امیر الامراخاں دوران نے استقبال کیا سلخ رمضان سنہ مذکور کو بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے ایک ہزار اشرفیاں بطور نثار نذر کیں خلعت خاصہ اور سرپیچ و پہونچا مرصع و اسپ و فیل سے معتبر ہوئے بادشاہ نے بہت مہربانی فرمائی اور اُنکے چھوٹے بیٹے احمد خاں نے ایک اشرفیاں نذر گذرانیں اسکو بھی خلعت وجیغہ مرصع ملا ماہ ربیع الثانی ۱۱۴۶ہجری میں نظام الملک کے بیٹے غازی الدین خان کو خلعت فاخرہ اور سرپیچ مرصع بادشاہ نے عطا کیا اور نیابت وزارت کا عہدہ دیا۔ نویں جمادی الاولی سنہ مذکور کو بادشاہ نے مبارز خاں صوبہ دار حیدرآباد دکن کی صوبہ داری کی نیابت عطا کی نظام الملک کی واپسی پر بھی بادشاہ کی اور انکی باہمی نفرت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ پڑی چنانچہ انکو مالوہ کی حکومت سے معزول کر کے بادشاہ نے انکی جگہ گردھر بہادر کا

بھیجا جس نے مالوے مین پہنچکر اُسپر قبضہ کیا مگر یہ شخص باجے راؤ کے حملون سے محفوظ نہ رہ سکا۔

نظام الملک کا اپنے چچا حامد خان حاکم گجرات کو بغاوت پر آمادہ کرنا

سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ نظام الملک نے پیلاجی اور کنتھاجی سرداران مرہٹہ کو اپنے چچا حامد خان سے موافق کرکے اشارہ کیا کہ تعاقب اختیار کرین۔ حامد خان نے بموجب ایماکے جاگیرداروں کے گماشتون اور محمد شاہ بادشاہ کے فوجدارون کو برطرف کرکے اپنا قبضہ کرنا شروع کردیا اور اخبار اس تمرد و نافرمانی اور مرہٹون کی اعانت کے بادشاہ کے حضور مین پہنچے ارکان دولت کو تدارک اس کا مشکل ہوا۔ بادشاہ نے تورانیون کا غلبہ دیکھکر قطب الملک کو جو اسوقت تک محبوس تھے رہا کردیا اور معتمد کے ذریعے سے پیغام دیا کہ اب تم کچھ کر سکتے ہو انھون نے جو جواب عرض کرایا اس سے ان کا مکر و فریب سمجھکر مسموم کرکے جان لے لی۔

مرزا محمد رفیع المخاطب بمبارز الملک سربلند خان کو گجرات کی صوبہ داری ملنا

۱۱۳۷ھ ہجری مین نظام الملک نے میر علی اکبر دیوان برہانپور کو اپنے پاس بلا لیا اور محمد عاقل خان کو وہان کی دیوانی دی اور ارادت خان کو دکن کا دیوان بنایا مبارز الملک سربلند خان تونی جس کا اصلی نام مرزا محمد رفیع ہے جو پہلے کابل کا ناظم تھا اور آج کل وہان سے معزول ہو کر خانہ نشین تھا سکو سزاے حامد خان باغی کے واسطے متعین اور گجرات کی حکومت پر مقرر کیا چونکہ مدت سے بیکار تھا ساز و سامان ناقص ہو رہا تھا ۱۱۳۷ھ ہجری مین ایک روز خزانۂ بادشاہی سے نقد پچاس لاکھ روپیہ جیسا کہ راحت افزا مین ہے سامان کی درستی کے لیے ملکر حامد خان کی تادیب اور تسخیر گجرات کے لیے مامور ہوا یہ شخص امید وزارت بھی رکھتا تھا۔ اور ۲۲ رجب ۱۱۳۷ھ ہجری روز جمعہ کے پچھلے دن مین قطب الملک وزیر اعظم کے بھائی نجم الدین علی خان کو بادشاہ نے قید سے رہائی دیکر خلعت مع شمشیر عطا کرکے سربلند خان کے ساتھ رخصت کیا دونون سردار شہر مین سے ایک ہاتھی پر سوار ہو کر داخل خیمہ ہوے رفقاے قدیم اور سادات کی قوم نجم الدین علی خان کے پاس جمع ہو گئی مبارز الملک سپاہ دوست تھا اور کوئی صوبہ ایسا نہ تھا جہان چند سال حکومت نہ کی ہو اسکے رفیق اور ملازم سابق جو اس روز کے منتظر تھے تھوڑے عرصے مین حاضر ہو گئے۔ مبارز الملک نے نیابت کی سند شجاعت خان گجراتی کو بھیجدی اور حامد خان کمزوری کی وجہ سے گجرات سے بھاگ گیا اور موضع دوحد مین مقیم ہو کر تین لاکھ روپیے کے جواہر اور دوسرا سامان کسبریون کے پاس گروی رکھ کر روپیہ سود پر قرض لیکر گشتیاے باندھ

۱۱۳۷ھ راحت افزا مین اسی طرح ہے ۱۲

کے لیے بھیجے اور اسکو کمک کے لیے ملایا اور کنتا مرہٹہ بھی حامد خان کے پاس آگیا جب خوب سپاہ جمع ہو گئی تو گجرات پر چڑھائی کی شجاعت خان مقابل ہوا بڑا بھاری مقابلہ ہوا یہاں تک کہ حامد خان اور شجاعت خان کی سواری کے ہاتھی مل گئے۔ حامد خان کی سواری کے ہاتھی نے شجاعت خان کی سواری کے ہاتھی کو دبا لیا اور دانتوں سے اسکو پست کر دیا حامد خان تیر اندازی میں بے مثل تھے انھوں نے شجاعت خان کی چھاتی مین ایک تیر مارا اور انکی خواصی مین شیخ رایت اللہ بیٹھا ہوا تھا اسے اس وقت ایک برچھا شجاعت خان کے سینے میں ایسا مارا کہ جان نکل گئی ایک سیف الدین آدمی شجاعت خان کی خواصی میں تھا اسنے تلوار کو قوت روحانی سے علم کرکے اور کھڑے ہو کر حامد خان پر پھینکا حامد خان کے ہاتھ کی کمان کاٹ کر جھینگلیا پر پہنچی اور اسے زخمی کر کے خضر خان پر گری خان مذکور نے اپنا ہاتھی بڑھا کر اسکی گردن پکڑ لی اور تلے ڈالدیا اور اپنے آدمیون کو تاکید کی کہ اسکی محافظت کریں اسکے بعد حامد خان کی طرف سے فتح کے شادیانے بجنے لگے۔ حامد خان احمد آباد میں داخل ہو کر بندوبست کرنے لگے۔ شجاعت خان کا بھائی ابراہیم قلی خان گجرات میں تھا اسے حامد خان کے غایہ نشین ہونے کی خبر سنکر محمد علی خان کو اسکے پاس بھیجکر استمالت کی تھی اور ملنا چاہا تھا حامد خان نے جواب دیا کہ دو تین آدمیون کے ساتھ آکر ملے۔

شجاعت خان کا ایک دوسرا بھائی جس کا نام رضا قلی خان اور خطاب رستم علی خان تھا بندر سورت کا حاکم تھا اسکو اپنے بھائی کے مقتول ہونے کا حال معلوم ہوا تو جہان اسکی آنکھومین تاریک ہو گیا اور غم و غصہ سے لڑائی کا سامان کرنے لگا اور اس ملک کے زمینداروں سے جو مدت سے اُسکے شناسا تھے مدد مانگی اور پیلاجی گائیکواڑ کو بھی جو اُس مرحلہ آور رہا تھا متفق کر لیا رستم علی خان نے اپنے بھائی ابراہیم علی خان کو جو حامد خان سے ملنے گیا تھا لکھا کہ تمھاری غیرت پر لعنت ہے کہ تمنے اپنی حمیت کو کھو دیا جب یہ خط رستم علی خان کا ابراہیم قلی خان کو پہنچا تو عقل و ہواس جاتے رہے اسنے محمد علی خان کو جو سلام اور ملاقات کا باعث ہوا تھا ملاکر حامد خان سے ملنے سے عذر کیا اور اپنے ہمراہیوں کو کہ دسے آدمی تھے زعفرانی لباس پہنایا جو جان سے ہاتھ دھو لینے کی علامت ہے گویا جس طرح بیاہ سے جاتے ہیں اسی طرح خوش خوش لڑائی میں جان دینے جاتے ہیں اور عوماً آغاز دربار کے وقت دارالامارت میں پہنچا دروازے کے محافظ دیکھکر ڈر گئے اور بھاگ نکلے ابراہیم قلی خان رفقا کے ساتھ دیوان خانے میں داخل ہوا بھارامل کو جو بندر کے متصدی نظام الملک کا بھائی تھا زخمی کیا حامد خان کے آدمی بھاگنے لگے وہ اسی ہیئت سے محل میں داخل ہوا حامد خان اپنے بیٹے مرحمت خان کا ہاتھ پکڑ کر محل کی کھڑکی میں سے ہو کر باہر نکل گیا ابراہیم قلی خان محل میں داخل ہو کر حامد خان کو تلاش کرنے لگا اس

کو مار ڈالا جب یہ خبر موحش بھی رستم علی خان
عرصے مین چارون طرف سے سپاہی جمع ہوگئے اور سب کو بندر سورت
کو پہنچی تو اور زیادہ غم و غصہ مین مبتلا ہوا اور لڑائی کے ارادہ سے پیلاجی کے ساتھ حامدخان
سے نکلا اور تمام سپاہ قدیم و جدید اور مرہٹون کو ساتھ لیکر ہر روز تین چار کوس چلتا تھا
بھی لڑائی کے لیے دھنیون کی سپاہ کے ساتھ کہ بقول راحت افزا بیس ہزار کے قریب سوار تھے
اور بعض نے چوبیس ہزار تعداد بتائی ہے اور کنتھاجی بھی ہمراہ تھا احمدآباد سے نکلے دریاے مہی کے
کنارے دونون لشکر مقابل ہوے کو بیون نے کہ ایک فرقہ ہے رات کو حامدخان کے لشکر مین
گھس کر چوری اور دست درازی شروع کردی اس لیے حامدخان کے لشکر پر ہراس غالب ہوگیا
حامدخان کی لشکرگاہ موضع اراس مین کہ مہی کے کنارے پر واقع ہے قائم ہوئی اور میر نتھو
وصلابت خان کہ عمدہ جمعدار تھے حامدخان کے لشکر مین آکر شریک ہوگئے پانی انکے لشکر سے
دور تھا گھوڑے پانی پی کر دیر مین پہنچتے تھے ایک دن کہ گھوڑے پانی پر گئے ہوے تھے
رستم علی خان کو مشورہ دیا گیا کہ گھوڑے پانی پینے گئے ہوے ہین حامدخان کے پاس اس وقت
فوج قلیل ہے اسپر حملہ کردینا چاہیے رستم علی خان فرصت وقت کو غنیمت جانکر لڑائی کے
لیے سوار ہوا اسکی سواری کی تیاری کی خبر داروں نے حامدخان کو پہنچادی اور نقیبون نے فوج
کی تیاری کے لیے صدا بلند کی جلدی سے فوج آراستہ ہوگئی۔ پیلاجی گائیکواڑ اگرچہ بظاہر
رستم علی خان کے ساتھ تھا مگر در پردہ کنتھاجی کی وجہ سے حامدخان کی طرف مائل تھا۔ بڑی
سختی سے طرفین نے جنگ کی کہ لوگ تعجب کرتے تھے ہر طرف سے لڑائی کا بازار گرم تھا لیکن
آج لڑائی کا فیصلہ نہوا دوسرے دن بھی لڑائی سختی سے ہوئی اور لوگون مین یہ خبر اڑی کہ حامدخان
مارے گئے۔ رستم علی خان کی طرف فتح و تہنیت کے شادیانے بجنے لگے دوسرے دن جب سورج
نکلا تو قضیہ برعکس ہوگیا کہ رستم علی خان کنتھاجی کی غداری سے مارا گیا اسکے جلدو مین نظام الملک
کے چچا حامدخان نے اپنے ممالک مقبوضہ سے چوتھ اور سردیس مکھی مرہٹون کے لیے مقرر کردی۔
حامدخان دوبارہ احمدآباد کو چلے گئے۔ چونکہ سپاہ کی تنخواہ چڑھ گئی تھی حامدخان نے احمدآباد کی
رعایا اور شہر کے رہنے والون پر بڑی سختی کرکے اُنسے روپیہ وصول کیا راحت افزا کا مصنف
کہتا ہے کہ اس ظلم و ستم کے بیان کرنے سے زبان قاصر ہے اسوقت سے تعدی اور جبر و ظلم کا
راستہ ایسا کھلا کہ جو کوئی حکومت پر آیا اُسنے کچھ اور ظلم بڑھایا کمی کسی نے نہین کی۔ یہ نہایت
پر رونق شہر ان کارروائیون سے خراب ہوگیا اور باشندے وہان سے نکل نکل کر
باہر جانے لگے۔

جب یہ خبر مبارز الملک کو آگرہ اور اجمیر کے دورا ہے پر جہان وہ وزارت کی

امید پر مقیم تھے ملی تو انھوں نے متردد ہو کر بادشاہ سے استمزاج کیا چونکہ تورانیوں کا نصیبہ عروج پر تھا گجرات کی طرف کوچ کا حکم دیا اور بادشاہ نظام الملک کی فتنہ پردازی سے آزردہ ہو کر اسکے خلاف ہو گیا۔ بعض خدمات جو اعتماد الدولہ قمرالدین خان کے نام تعین دوسروں کے حوالے ہوئیں۔ ۱۱۳۲ھ ہجری میں سربلند خان گجرات کو گیا اور نجم الدین علی خان نسبت بے اسائی کے چند روز کے توقف میں پرانے رفیقوں کو جمع کر کے سربلند خان کی رفاقت پر آمادہ ہو کر اس سے حامد خان کنتھاجی اور پیلاجی گائیکواڑ کے ساتھ متفق ہو کر بقصد محاربہ گجرات سے نکلا مبارز الملک نے حامد خان کو بہت سی نصیحتیں لکھیں مگر کچھ فائدہ نہوا حامد خان نے اپنے بخشی امام خان کو مع فوج کے مقابلے پر بھیجا انھوں نے لڑکر اسے بھگا دیا۔ اور امام خان میدان جنگ میں مارا گیا اور شیخ اللہ یار بلگرامی مبارز الملک کا بخشی اور سردار معتبر دوسری راہ سے احمد آباد کے قلعے میں داخل ہو گیا اور شہر پر قبضہ کر لیا حامد خان تھوخان و صلابت خان جماعہ داران مالوہ کے مشورے سے جو اسکی رفاقت میں تھے لڑائی سے بچ کر اورنگ آباد کو چلے گئے یہاں انکے اور عضد الدولہ کے درمیان رنجش پیدا ہو گئی اور ۱۱۳۸ھ ہجری میں نواب نے ان کو مادیر کا صوبہ دار بنا دیا۔

دوسرے سال نظام الملک نے مرہٹوں کو سربلند خان کی لڑائی پر آمادہ کیا اور حامد خان کو شریک کر کے گجرات کو بھیجا اسکے پہنچنے کے بعد گجرات میں سخت لڑائیاں ہوئیں مرہٹوں نے بیل نگر اور بدھ نگر جاگیر امیر الامرا کو لوٹ لیا جانہ زاد خان ولد سربلند خان اور نجم الدین علی خان نے مع سات ہزار سوار و پیادہ کے مقابل ہو کر مرہٹوں کے نوکروں کو بھگا دیا اور دریائے نرمدا تک تعاقب کیا حدود گجرات کو صاف کر دیا گجرات کے حاکم سربلند خان نے حامد خان کے نکالنے میں کامیابی تو حاصل کی مگر مدت کے جھگڑوں کھیڑوں کے بعد چوتھ وغیرہ محصولوں کے استحکام پر مجبور ہوا جنکو حامد خان نے اپنی ضرورت سے مقرر کیا تھا۔

نظام الملک اور بادشاہ کی صحبتوں کی بے لطفی

امرائے خاص نے۔ چاہا کہ نظام الملک کے قدم دہلی میں جم جائیں اس لیے بادشاہ کے مزاج کو ہر وقت انکی طرف سے مکدر کرتے رہے انھوں نے اس مرتبہ صحبت بادشاہی کو اور بھی زیادہ بے رونق دیکھا جب کسی شخص کو کسی خدمت پر بھیجا جاتا تو بادشاہ ایک لاکھ روپے سے کم پیشکش نہ لیتا سوائے اس ایک لاکھ کے دربار کے اُن لوگوں کو کہ جو درمیان میں واسطہ ہوتے روپے دینا پڑتے جب منصوب وہاں پہنچ جاتا تو لاکھ روپے مہر الیکر اطلاعی کا مدعی ہوتا اور وہاں کے اہلکاروں اور محافظان دفتر اور متسدیوں اور تحویلداروں سے دس دس پانچ پانچ ہزار روپے وصول کرتا۔

یوسف محمد خان لکھتا ہے کہ جب اول اول دو تین دن نظام الملک بادشاہ کے پاس گئے تو بد انتظامی ملک کا کوئی ذکر نہ کیا بادشاہان سلف کے حال اور مقولے سُناتے رہے ایک دن ہمایون بادشاہ کا تذکرہ ہوا نظام الملک نے اُن کا ایران جانا اور شاہ صفوی کا اُنکی مہمانی کرنا بیان کرکے کہا کہ آج کل شاہ ایران کو بہت سے مصائب درپیش ہین اور وہ اپنے ملک پر تسلط کرنے سے عاجز ہین اگر حضور ایک فوج کسی سردار کے ماتحت وہان بھیجکر اُن کا تسلط کرادین تو حضرت کی نیک نامی ہوگی بادشاہ نے کہا کہ اس کام پر کسے مقرر کیا جاے نظام الملک نے جواب دیا کہ اگر مجھے سامان کافی مل جائے تو مین اس خدمت کو بجالا سکتا ہون نظام الملک کی غیبت مین بادشاہ کے مصاحبون نے عرض کیا کہ اگر یہ کام ان سے لیا گیا اور یہ کام پورا ہوگیا تو پھر کون ایسا شخص ہے جو ان کا مقابلہ کرسکے گا اور اس وقت کیا حال ہوگا بادشاہ نے بات کو ٹالدیا

خافی خان لکھتا ہے کہ ایک روز نظام الملک نے بادشاہ سے عرض کیا کہ

(۱) اراضی خالصہ کا موجودہ نظام ملک کے لیے نقصان رسان ہے اسے موقوف کردیا جائے

(۲) پیش کش کے نام سے جو رشوتین لی جاتی ہین بند کردی جائین اس لیے کہ بادشاہ کے لیے باعث ہتک ہے۔

(۳) اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کی طرح جزیہ لگایا جائے۔

جزیہ کیا چیز ہے ؟

فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ جزیہ بکسر اول اس مال کو کہتے ہین جو کفار ذمی سے لیا جائے یہ مشتق ہے جزاء بمعنی بدلہ سے اس لیے کہ وہ بدلہ ہے ترک اسلام کا اور باقی رہنے کا کفر پر۔

سیاسی اغراض والے کہتے ہین کہ مسلمانون کا جزیہ عیسائی قومون مین ایک وحشیانہ ٹکس سمجھا جاتا ہے ان کو اور غیر قومون کو یہ خیال ہے کہ اسلام یہ ٹکس متعصبانہ اس لیے مقرر کرتا ہے کہ مسلمانون کی عزت و عظمت اور تسلط غیر قومون پر ظاہر ہو اور یہ بھی وہ خیال کرتے ہین کہ جزیہ مسلمان بنانے کا ذریعہ جبراً ہے جب جزیہ دینے والا جانتا ہے کہ اگر مسلمان ہوجاؤن گا تو اس محصول سے بچ جاؤن گا وہ لالچ مین آکر مسلمان ہوجاتا ہے مگر اس جزیے کو ایسا خیال کرنا اور شریعت مصطفوی کو ایسا سمجھ لینا فقط غیر قومون کا تعصب مذہبی ہے جب شریعت اسلام کے موافق ہندوون پر جزیہ لگایا ہے تو مسلمانون پر زکوۃ بھی لگائی ہے (انتہٰی)

اکبر سے پہلے بعض بادشاہ ہندوون سے جزیہ لیتے رہے سلطنت کے انقلاب مین کبھی موقوف ہوجاتا تھا کبھی مقرر ہوجاتا تھا جب اکبر کی سلطنت نے استقلال پکڑا تو اُسنے جزیہ معاف کردیا

اکبر نے خود فرمایا کہ عہد سلف میں جو یہ امر تجویز کیا گیا تھا سبب یہ تھا کہ ان لوگوں نے اپنے مخالفوں کے قتل و غارت کو مصلحت سمجھا تھا چنانچہ اس نظر سے کہ ظاہری انتظام قائم رہے یعنی جو باتیں چھپی ہیں وہ دبی رہیں جو ظاہر ہیں اپر دباؤ پہنچے اور اپنی ضروریات کے لیے ساماں ہاتھ آئے کچھ روپیہ قرار دیا اور اس کا نام جزیہ رکھا اب کہ ہماری خیر اندیشی اور کرم بخشی اور مرحمت عام سے غیر ملت شماس یک جہتان ہم دین کی طرح کمر باندھ کر موافقت پر جان دیتے ہیں اور خیر خواہی بادشاہانی میں جان نثاری کی حد سے گذر گئے ہیں کیونکر ہو سکتا ہے کہ اہل خلاف سمجھکر انھیں بے عزت اور قتل و غارت کیا جائے اور ان جان نثاروں کو مخالف قیاس کیا جائے۔ لیکن عالمگیر نے اس پالیسی کو ترک کر دیا کیونکہ وہ مذہبی خدمات میں ڈوبا ہوا تھا اور جو ہندو دبے ہوئے تھے ان سے جزیہ لینا شروع کر دیا مگر زبردستی پر یہ قانون اس کا نہ چل سکا اور اسکے ان خیالات کا یہ نتیجہ ہوا کہ چند سال میں ہی مرہٹوں کے ہاتھ سے سلطنت کی دھجیاں اڑ گئیں۔

فرخ سیر کی قید و معزولی کے بعد شمس الدین ابو البرکات رفیع الدرجات کی سلطنت کے دن ہی اول روز دیوان میں راجہ اجیت سنگھ والی جودھپور اور راجہ رتن چند کی آرزو کے موافق جزیے کی معافی کا حکم دیا گیا۔

نظام الملک کی دربار سے علیحدگی

نظام الملک نے صحت نے مزہ دیکھکر بادشاہ سے عرض کیا کہ مدت سے مرض بواسیر میں مبتلا ہوں اور دہلی کی آب و ہوا میرے ناموافق ہے اور فرخ سیر کے عہد میں مراد آباد کو میں گیا تھا تو وہاں کی آب و ہوا اور سیر و شکار سے مجھے بہت فائدہ ہوا تھا کیونکہ اودھر چرند پرند اور شیر کثرت سے ملتے ہیں اور میری طبیعت کو شکار سے بہت رغبت ہے اگر اجازت ہو تو چند روز اُدھر جاکر شکار کروں اور اس بات پر بہت اصرار کیا آخرکار بادشاہ نے خلعت رخصت اور طرہ الماس کہ اپنی پگڑی میں رکھتے تھے عنایت کیا بادشاہ کے گلے میں مصحف کی ہیکل تھی اُسے اُتار کر نظام الملک کو دی اور کہا کہ یہی قرآن ہمارے تمہارے درمیاں ہے۔ تمہاری طرف سے بھی کوئی برائی سرزد ہو نظام الملک نے آواز بلند کہا کہ یہی قرآن درمیاں ہے کہ فدوی کی طرف سے بدایت نہوگی اور فاتحہ پڑھکر رخصت ہو کر حویلی کو آئے دو تین دن کے بعد جمنا کے دوسرے کنارے پر خیمے کھڑے کرائے اور اپنے بڑے بیٹے غازی الدین خاں فیروز جنگ کو جو اپنے دادا کا ہم نام و ہم خطاب تھا بادشاہ کے پاس چھوڑا نیابت و زارت اس سے متعلق ہوگئی اور نظام الملک روز پنجشنبہ ۲ ربیع الاول سنہ ۱۱۳۶ ہجری کو دار السلطنت سے روانہ ہوگئے اسوقت نواسے کے

ساتھ چار پانچ ہزار سے زیادہ سپاہ نہ تھی اور کچھ توپین اور کارخانے ساتھ تھے انکو درست کرکے ہمراہ لیا اور جوق جوق آدمی چارون طرف سے نوکری کی امید پر آنے لگے لیکن وہ نوکر کم رکھتے تھے نظام الملک سیر کرتے ہوے دریاے گنگا کے کنارے پہنچے اور قصبہ سورون مین کہ شکار بکثرت سے ہے مشغول شکار رہوے اور یہان سے احمد آباد۔ گجرات اور اجین جانیکی اجازت مانگی فرمان اجازت پہنچ گیا اور بعض کہتے ہین کہ اجازت نہین مانگی تھی بطور خود کوچ بکوچ آگرے کو اور وہان سے اجین کو گئے اور نربدا کا عبور کر لیا یہ تدبیر انکی خودمختاری کا ظہور رواد عا تھا یہانتک کہ بادشاہ نے بھی یہی تصور کیا۔ بادشاہ نے مصاحبون کے سمجھانے سے نیابت وزارت سے غازی الدین خان کو معزول کیا۔ اعتماد الدولہ قمر الدین خان کو اسکی جگہ وزارت پر مقرر کیا اور مبارز خان حاکم حیدرآباد کو یہ ایما کیا گیا کہ نظام الملک کو دکن کے قبض و تصرف سے خارج کرے اور آپ انکی جگہ قابض و متصرف ہو جاوے۔

خواجہ محمد المخاطب بہ عماد الملک مبارز خان صوبہ دار شاہی سے نظام الملک کا لڑنے پر آمادہ ہونا

سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ امراے بادشاہ نے نظام الملک کی آزردگی پاکر مبارز خان حاکم حیدرآباد کو جس کا اصلی نام خواجہ محمد ہے حکم دیا کہ اگر ممکن ہو تو صوبہاے مذکور نظام الملک کے نائبون سے چھین لیوے اور عنقریب نظامت دکن کا فرمان صادر کیا جاے گا اور پانچ لاکھ روپے تیاری جنگ کے لیے دیے گئے۔ افاغنہ کرناٹک و سعد اللہ خان نائتہ[ف] کہ ارکاٹ مین تھا انکو لکھا گیا کہ دکن کی صوبہ داری عماد الملک کو دی گئی ہے اسکے مدد و معاون رہین اور بعض اہل تحقیق یہ کہتے ہین کہ بادشاہ نے علانیہ فرمان نہین بھیجا تھا بلکہ در پردہ اشارہ کرایا تھا عماد الملک بڑا کارگذار اور مستعد آدمی تھا وہ کار مفوضہ کے اہتمام و انصرام مین جی سے مصروف ہوا اور بادشاہ کے نام اور اپنے رعب و داب اور نیز اپنے حریف نظام الملک کے خاص خاص

ف نائتہ وہ آدمی جو قوم نوائت سے ہو حدیقۃ العالم مین لکھا ہے کہ نوائت کی قوم شرفاے عرب سے ہے جب یہ لوگ اول اول مدراس مین ارکاٹ و کرناٹک کی طرف آے تو لوگ انکو نو وارد کہنے لگے نو وارد کا نوائت ہو گیا اور نوائت جمع ہے نائت کی اور مآثر الامرا سے ثابت ہے کہ نو آمد سے نوائت ہو گیا ہے سری رنگ پٹن کا نواب حیدر علی بھی نوائت سے تھا اسکو جونایک کہتے ہین یہ نائت کی تبدیل ہے قاموس مین لکھا ہے کہ نوتی کشتیبان کے معنے مین ہے نواتی جمع ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ عرب جہازران یہان آکر آباد ہو گئے ہون گے انکی اولاد نوائت کہلائی ۱۲

مخالفون مثل اولاد شیخ نظام اور شیخ سہلج سرداران دکن کے ذریعے سے فوج کی فراہمی میں کامیابی حاصل کی۔ نظام الملک کو جب یہ حال معلوم ہوا اور دہلی کے وقائع نگار نے لکھے ملنے کا حال لکھا تو انھوں نے حسب موافق اپنے دستور کے زور وقوت سے زیادہ تدبیر سے کام اپنا نکالتے تھے کئی مہینے تک مبارز خان کو خط وکتابت پر لگائے رکھا اور مبارز خان کے رفیقوں کو توڑنا اور جدا کرنا شروع کیا اور جبکہ اس قسم کی دشمنی سے تھوڑی سی کامیابی حاصل کی تو آخر لڑنے پر آمادہ ہو کے مبارز خان اورنگ آباد کو عازم ہوا حالانکہ نظام الملک کی وجہ سے ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار کا منصب اور حکومت ایک پالکی پائی تھی نظام الملک نے اسکو پند ونصائح کے خط لکھے اور پرانی صحبتیں یاد دلائیں اور ہر طرح دلجوئی کی۔ عبد النبی خان میانہ نے اپنے بیٹے عبد الفتاح خان کو کڑپہ سے بھیجا اور ابراہیم خان مخاطب بہ بہادر خان برادر داؤد خان پنی کرنول سے آیا اور غالب خان معہ فوج کے ساتھ سعادت اللہ خان کی طرف سے آیا اور سرکار بنکاپور کے فوجدار کا بیٹا دولہ خان بھی آیا اسکے ساتھ بنکاپور کی سرکار کا اختیار کارگذار علی خان بھی تھا ان سب کے ساتھ سپاہ تھی اور سب عماد الملک کے لشکر سے ملحق ہو گئے مبارز خان کے ساتھ پچاس ہزار سپاہ ہو گئی وہ اورنگ آباد جا پہنچا نظام الملک کی نصیحتوں نے کچھ اثر نہ کیا مبارز خان عمر رسیدہ آدمی تھا سپاہ لیکر عین برسات میں روانہ ہوا جب نظام الملک کو اسکی روانگی کا حال معلوم ہوا تو اورنگ آباد سے اللہ پر بھروسا کر کے روانہ ہوئے راستوں میں کثرت سے کیچڑ تھی موسلا دھار مینہ برس رہا تھا اسی حالت میں لشکر کھیڑہ میں پہنچے اسوقت بھی اسکو خط لکھے کہ لڑائی سے باز آئے مبارز خان کو ہدایت خان دیوان صوبجات دکن اور انور خان بخشی صوبجات مذکور اور دوسرے مامور آدمیوں نے بھی لڑائی کی ترغیب دی تھی۔ ترکتاز خان نام ایک تورانی آدمی کا بیٹا تھا عالمگیر نے اسکے باپ کو بیکا نارخانی خطاب دیکر مرہٹوں سے لڑنے کے لیے بھیجا تھا یہ ترکتاز خان دکن میں پیدا ہوا تھا اور اپنی وضع مرہٹوں کی سی بنالی تھی اور اُسنے بہت موافقت پیدا کرلی تھی جو فوج راجہ ساہو کی طرف سے لاے راؤ کے ساتھ آکر نظام الملک کے لشکر سے ملی تھی اس میں شامل ہو گیا تھا اسکو حکم ہوا کہ فوج لیکر مبارز خان کی فوج کے اطراف میں لوٹ مار کرتا پھرے۔

میدان جنگ میں صف بندی

نظام الملک نے قادر داد خان وطالب محی الدین خان واسماعیل خان خویشگی اور کوجا چند پسر راجہ ستر سال اور سر قندار خان میر آتش کو ہراول میں رکھا اور غیاث خان و محتشم خان کو بہت سی سپاہ دیکر سید سے ہاتھ کی طرف متعین کیا اور الٹے ہاتھ کی طرف نسیر الدولہ

عبدالرحیم خان صوبہ دار برہانپور اور سید غضنفر خان بخشی فیروز جنگ اور خواجم قلی خان کو سپاہ اور توپخانہ کے ساتھ بھیجا اور اس فوج کی افسری جو قلب لشکر اور سپاہ ہراول کے درمیان تھی ارادت خان نبیرہ اعظم خان شاہ جہانی کے حوالے کی جو دہلی سے ہمراہ ہو گیا تھا اور ظہیر الدولہ رعایت خان اور بہادر دل خان قلماق اور دوسرے بہت سے آدمی محمد غیاث خان اور اس فوج کے درمیان جو بیچ میں تھی مقرر ہوئے اور الٹے ہاتھ کی سپاہ اور درمیان لشکر کی سپاہ میں حفیظ الدین خان و محمد سعید خان پسر ہائے نواب سعد اللہ خان جنکی حقیقی بہن نواب کے نکاح میں تھی مقرر ہوئے اور نواب درمیان لشکر میں کھڑے ہوئے جنکے ساتھ حرز اللہ خان و خواجہ عبداللہ خان و رستم بیگ خان اعظم شاہی کہ جو ان دونوں سائر کا افسر تھا اور راجہ گوپال سنگھ گوڑ اور ہمت یار خان متعین تھے اور چند آدمی کہ کہا قاصہ چلہ دار ہاتھوں میں لیکر نواب کی سواری کے ساتھ تھے۔ اور محمد غیاث خان کے سیدھے ہاتھ کی طرف عضد الدولہ اور ان کا بیٹا جمال خان و عزیز بیگ خان و متہور خان خویشگی اور سرداران افواج دکن مقرر ہوئے اور مرہٹوں کی جو فوج باجے راؤ کے ساتھ آئی تھی اسے نواب نے حکم دیا کہ اپنی قوم کے دستور کے مطابق چاروں طرف مبارز خان کی فوج میں لوٹ مار کرے اس فعل کو دکن کی اصطلاح میں **بر کی گرمی** کہتے ہیں۔

دوسری طرف مبارز خان نے محمد بیگ خان و غالب خان باشندۂ ارکاٹ کو اگلی فوج میں رکھا۔ اور خواجہ محمود خان مبارز خان کا منجھلا بیٹا قلب لشکر کی سپاہ اور ہراول کی سپاہ کے درمیان مقرر ہوا اور الٹے ہاتھ کی طرف ابراہیم خان پنی اور عبدالفتاح خان میانہ اور رندولہ خان میانہ اور علی خان (جو کمسن سال آدمی تھا) مقرر ہوئے اور سیدھی طرف دلاور خان و مبارز خان کے دو بیٹے خواجہ مسعود خان اور خواجہ اسد اللہ خان مقرر ہوئے۔ اور خود مبارز خان اپنے ۱۵ سالہ لڑکے حامد اللہ خان اور دوسرے رفقا کے ساتھ کھڑا ہوا۔

جنگ

قصبۂ شکر کھیڑہ صوبۂ برار کے پاس اورنگ آباد سے چالیس کوس پر ہے جیسا کہ فتحیہ میں ہے اور مآثر الامرا میں ساٹھ کوس لکھا ہے یہاں ۲۴ محرم ۱۱۳۷ ہجری کو عین دوپہر کے وقت طرفین سے گولوں اور بانوں کی بارش شروع ہوئی مبارز خان شکر کھیڑے کے حوالی میں نظام الملک کی فوج کے سامنے تھا اپنے الٹے ہاتھ کی طرف یہ بیت پڑھتا ہوا ؎ غرض نقشیست کز ما یاد ماند + کہ ہستی را نمے بینم بقائے + بڑھا اس وقت کیچڑ کی وجہ سے پیادے اور سوار اسکے ساتھ نہ چل سکے نظام الملک کی طرف سے انکی خاص رکاب کی سپاہ اور دوسرے سرداروں نے اس طرف توجہ کی جدھر

مبارز خان آتا تھا اور توپخانے کو کہ پشتے پر نصب تھا چاہا کہ سیدھی طرف جا کر لگا دیں جدھر مبارز خان
کی سپاہ آنے لگی تھی اس ضمن میں ابراہیم خان وغیرہ افغان جو مبارز خان کی سیدھی طرف تھے
توپوں کے سامنے پہنچ گئے قادر داد خان وغیرہ ہراول کے آدمی کہ توپوں کے پیچھے کھڑے تھے
انھوں نے کہا کہ توپیں اور طرف مت ہٹاؤ بلکہ ان کو سر کر دو جو افغان سامنے آ رہے تھے سب انکے
تیروں سے مارے گئے ابراہیم خان اور عبدالفتاح خان کام آئے اور دمدولہ خان زخمی ہو کر گر گیا
ادھر اسماعیل خان اور اس کا بیٹا مارے گئے اس عرصے میں نصیر الدولہ عبدالرحیم خان وغیرہ سفر علی
نظام الملک کے لشکر میں سے ہراول کی کمک کو جا پہونچے غضنفر خان مارا گیا اسوقت مرزا محمد
بیگ خان و غالب خان مبارز خان کی فوج کے ہراول میں سے اس فوج کے روبرو آ پہنچے
جو ہراول اور قلب لشکر کے درمیان تھی اور مبارز خان کی دست چپ کی فوج سے دلاور خان
وغیرہ عضد الدولہ و محمد غیاث خان کے مقابلے میں آئے اور خوب معرکہ آرائی ہوئی اسوقت
مرزا محمد بیگ و غالب خان مارے گئے اور الٹے ہاتھ کی فوج سے خواجہ اسد اللہ خان و مسعود خان
وغیرہ فوج عضد الدولہ کے مقابل پہنچ گئے اس طرف سے متہور خان خویشگی و عزیز بیگ خان ہارجا
و جلال خان ان سے مقابلہ کرنے لگے۔ نظام الملک کے سردار خوب جانفشانیاں کر کے زخمی ہوئے
خواجہ مسعود خان و اسد اللہ خان پسران مبارز خان مارے گئے اس صدمے سے دلاور خان ایسا
گھبرایا کہ ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہو کر نظام الملک کے ہاتھی کے پاس الامان کہتا ہوا
جا پہونچا اور خواجہ محمود خان بھی جو مبارز خان کی اس فوج میں تھا جو قلب لشکر اور ہراول کے
درمیان تھی گھوڑے پر سوار ہو کر نظام الملک پاس آ گیا۔

مبارز خان نے یہ حال دیکھا تو اپنے تیسرے بیٹے حامد اللہ خان اور رفقا کے ساتھ اپنے ہاتھی کو
نظام الملک کے ہاتھی کی طرف بڑھایا اس کا فیلبان گولی سے مارا گیا تو مبارز خان خود فیلبان کی
جگہ بیٹھ گیا اور اسوقت تیر زنی کرتا تھا حامد اللہ خان بھی تیر زنی کرتا تھا اس عرصے میں نظام الملک
کے تیر سے مبارز خان کا کام تمام ہو گیا۔ عضد الدولہ جو مبارز خان کے ہاتھی کے قریب ہاتھی پر چڑھا
ہوا تھا وہ مبارز خان کا سر کاٹ کر نیزے پر بلند کر کے نظام الملک کے پاس لے گیا انھوں نے حکم دیا
کہ نیزے پر سے اتار کر ہاتھی پر اسکے جسد کے پاس ڈالدو اسوقت ظہیر الدولہ عنایت خان نے
خوب جنگ کی بہادر دل خاں جو ہاتھی پر سوار تھا شمس کے فیل سواروں کے ہجوم میں پہنچ گیا
اور خوب شمشیر زنی کی اسی طرح مرزا اللہ خان و خواجہ عبداللہ خان و اعتماد خان خانساماں
و ہاشم علی خان بخشی اور اس کا بھائی قوی دل خاں کہ دونوں ایک ہاتھی پر تھے اور رستم بیگ خان
بخشی اپنی اپنی جگہوں سے حرکت کر کے نظام الملک کے ہاتھی کے سامنے آ کر خوب لڑے

اس وقت بانون کے شور وغل سے اکثر آدمیون کے ہاتھی بگڑکر بھاگنے لگے تھے چنانچہ ہاشم علیخان قوی دل خان۔ حفیظ الدین خان اور محمد سعید خان کے ہاتھی بھی بھاگ کر نواب کی رکاب کی فوج کے پیچھے پہنچ گئے۔ ان مین سے محمد سعید خان کا ہاتھی پھر اپنی جگہ پر آگیا اور محمد سعید خان تیر اندازی کرنے لگا حفیظ الدین خان کے فیلبان نے کہا کہ ہاتھی میرے قابو سے باہر ہوگیا ہے تو وہ ہاتھی سے اُترکر گھوڑے پر سوار ہوکر نظام الملک کے پاس آگیا اور تلے سے عرض کیا کہ اپنے ہاتھی پر سے ایک کمان اور چند تیر مرحمت کردیجیے نظام الملک نے جواب دیا کہ اب تیر اندازی کا موقع نہین ہے شمشیر سے لڑو بعد اسکے حفظ الدین خان نے یوسف محمد خان سے کہا کہ مجھے ایک کمان اور چند تیر دیدو اسکے پاس صرف ایک کمان تھی۔ وہان سرکاری چوبدارون کا مردہ بھگونت نام گھوڑے پر سوار کھڑا تھا اسکے دوش پر چلہ دار کمان موجود تھی اس سے کمان اور چند تیر لے دیے اور چند تیر اپنے پاس سے دیدیے حفیظ الدین خان نے شمشیر زنی شروع کی۔ اب حفیظ الدین خان نے یوسف محمد خان سے کہا کہ نواب کی سواری خاص کا ہاتھی جسپر عماری کسی ہوئی ہے خالی کھڑا ہے اور اسکے پہلو مین نواب کا فیل ہے آؤ ہم تم اس خالی عماری والے فیل پر سوار ہوجائین یوسف محمد خان نے کہا کہ اگرچہ بے حکم فیل خاصہ پر سوار ہونا بے ادبی ہے لیکن اسوقت مضائقہ نہین ہے۔ بغیر اسکے کہ فیل کو بٹھائین کھڑے ہوے ہاتھی پر سوار ہوجائین چونکہ یوسف محمد خان کے جسم پر زرہ اور چلتہ اور خود تھا وہ کود کر سوار نہو سکا حفیظ الدین خان کود کر سوار ہوگیا اور تیر اندازی کرنے لگا بڑا بھاری رن پڑا امین خان دکنی کہ اورنگ آباد مین رہتا تھا اور اس کا بیٹا مقرب خان اور بھتیجا خان عالم بھی ساتھ تھے اور نظام الملک نے انکے ساتھ بڑے بڑے احسان کیے تھے جب مبارز خان اور نظام الملک کی لڑائی ٹھن گئی تو امین خان اورنگ آباد سے مبارز خان کے پاس چلا گیا تھا اور اس کا بیٹا اور بھتیجا نظام الملک کے پاس رہ گئے تھے۔ پس اس لڑائی مین امین خان مبارز خان کی طرف تھا اور اس کا بیٹا اور بھتیجا نظام الملک کی جانب۔ اس وقت امین خان اپنے دکھنی رفیقون کو ساتھ لیکر بیٹے اور بھتیجے کے پاس پہنچ گیا امین خان کے بیٹے مقرب خان نے بہت سے دکھنیون کو مارکر باپ کا بھی سر کاٹ لیا ایک پہر تک جنگ جاری رہی اور آج کوئی سردار ایسا نہ تھا کہ اُسنے لڑائی مین کچھ حصہ نہ لیا ہو حتے کہ بہادر علی خان برادر زادہ رستم بیگ خان کہ اس دن نظام الملک کی خواصی مین تھا اول بندوقین مارتا رہا بعد اسکے تیر زنی کرنے لگا عصر کے وقت نظام الملک اپنی لشکرگاہ مین کہ میدان معرکہ سے آدھ کوس تھی آگئے اور اپنے لشکر کے زخمیون کی تشفی کی اور مبارز خان کے طرفدارون مین سے دلاور خان۔ خواجہ محمود خان۔ قزلباش خان تینون سالم اور خواجہ عبداللہ خان زخمی نظام الملک کے خیمۂ خاص کے دروازے پر آگئے۔ حکم ہوا کہ دلاور خان۔ خواجہ عبداللہ خان کو اپنے خیمے مین

لیجاکر حفاظت کرے اور خواجہ محمود خان و خواجہ حامد اللہ خان پسران مبارز خان و قزلباش خان کو اہتمام خان اپنے خیمے مین لیجاے اور حامد اللہ خان کا علاج کرے اور یہاں مقام کرکے مبارز خان اور اسکے دونون بیٹون مسعود خان و اسد اللہ خان کی لاشون کو شکر کھیڑے کے باہر دفن کرادیا اور باقی کشتون کو ایک گڑھے مین دفن کرادیا۔ ظہیر الدولہ رعایت خان کے زخم کاری لگے تھے دو شب کے بعد مرگیا وانسے اس کا تابوت اورنگ آباد کو بھجوادیا۔

لفنسٹن صاحب نے تاریخ ہندوستان مین لکھا ہے کہ چونکہ بادشاہ نے مبارز خان کو علانیہ حکم اس مہم کا نہ دیا تھا اگرچہ در پردہ وہی باعث تھا تو نظام الملک نے بادشاہ کے مدد فطرت پر سبقت لیجانا چاہا اور ماہ اکتوبر ۱۷۲۴ء مطابق محرم ۱۱۳۷ ہجری مین مبارز خان کا سر مبارکبادی سرکوبی کے طریقے پر بڑی دھوم دھام سے بادشاہ کے دربار مین روانہ کیا مگر اس قول مین یہ بات غلط ہے کہ سر بھی بھیجا تھا کیونکہ یوسف محمد خان اسوقت کے حاضرین مین سے ہی اسکے سامنے نظام الملک نے جسد کے ساتھ سر دفن کرادیا اور جبکہ وا سنے سر سپرد کر تو رہنے ہی نہ دیا تو دہلی کو بھیجا انکی مروت کب گوارا کرتی۔ سیر المتاخرین مین تو یہ لکھا ہے کہ نظام الملک نے اس فتح کی عرضی مع فہرست نام مقتولان و اموال معروضہ و اثر پہلے مدد مبارک کے ارسال حضور کی۔

خورشید جاہی مین مبارز خان کے مارے جانے کی بھی عجیب کیفیت لکھی ہے کہ مبارز خان کے ہراول مین اسکے دو بیٹے مسعود خان و اسد اللہ خان تھے وہ سب سے اول تیر قضا کے نشانہ ہے اس واقعہ ہائلہ سے مبارز خان کی عقل جاتی رہی اختیار فتح و شکست کا بالکل نہ رہا اپنی زندگی سے بیزار ہوکر گلے کے کپڑے کو کھینچا اور ہاتھی کو بڑھایا اس کی طرف کی لڑائی اس حرکت سے بگڑ گئی کشتوں کے پشتے لگ گئے فیلبان زخمون سے چور ہوکر گرپڑا مبارز خان فرط غم سے مبہوت ہوکر بجاے فیلبان کے آپ جا بیٹھا اور نظام الملک کے فیل خاصہ کا متلاشی تھا آخرکار دو چار زخم کھاکر جان بحق تسلیم ہوا۔

اس لڑائی مین بقول مؤلف سیر المتاخرین چار ہزار آدمی اور چار ہاتھی مبارز خان کی طرف کے مارے گئے۔

جان نثارون کو انعام و اکرام

مبارز خان کی جنگ کے بعد نظام الملک نے اپنے جان نثارون کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا چنانچہ عوض خان عضد الدولہ قسورہ جنگ کو کہ سابق سے ہفت ہزاری ...

عرض کیا کہ علی اکبرخان وہان کی دیوانی پر مقرر تھا اُسنے خدمات کی بجاآوری مین کوئی قصور نہین کیا ہے یہ کام محررون کا تھا جو خبر لکھنے پر مامور تھے نواب نے کہا کہ ہم صحبتان اخبار سے دریافت کرکے ہمکو اطلاع دیتا یوسف محمد خان نے جواب مین کہا الخبیثات للخبیثین والطیبات للطیبین جناب پر روشن ہے پس علی اکبرخان کو ایسے خبیثون سے صحبت رکھنے کا کیا کام تھا نظام الملک یہ جواب سنکر زنانے مین چلے گئے صبح کو وہان سے کوچ ہو کر چار کوس جریبی مسافت طے کی اور داروغگی خواصون اور سلاح خانے کی یوسف محمد خان کو دیکر خلعت سہ پارچہ عطا کیا۔ اور جگبت راو یلمہ زمیندار سوریاپیٹ جو مبارزخان کی جنگ مین خوب کام کر چکا تھا منصب سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار کو پہنچا اور قلعہ داری قندھار کی گوپال سنگھ گوڑ کو ملی یہ قلعہ زمین دوز قلعون مین سے نہایت مستحکم مشہور تھا اور اس مین حاجی سیاح کا مزار تھا اس لیے قندھار حاجی سیاح کے نام سے مشہور تھا گوپال سنگھ بھی اس لڑائی مین شریک تھا اسکو پرگنہ وکلور کہ اس طرف تھا جاگیر مین ملا اور خلعت مرحمت ہوا اور حسام اللہ خان قلعدار اودگیر آکر نواب کے سلام سے مشرف ہوا۔ اسی طرح نظام الملک متواتر کوچ و مقام اور سیر و شکار کرتے ہوے قلعہ بیدر مین پہنچے۔ میر گلان نام تورانی اثنل کہ عہد عالمگیر مین گرزبردارون کے زمرے مین تھا اور محمد شاہ کے عہد سے اسوقت تک قلعہ بیدر کا قلعدار تھا اور قصبہ ناندیر مین رہتا تھا وہ سلام کو حاضر ہوا چونکہ قدیم سے دولت خواہ تھا اسکو خلعت عنایت ہوا اور اس سے ترکی مین بھی اکثر کلام کرتے تھے۔

حیدرآباد۔ بھونگیر اور نوجر پر قبضہ

جب قصبۂ کوہیر مین کہ حیدرآباد کے مشہور مقامون مین سے ہے پہنچے تو یہان نظام الملک کو خبر ملی کہ کاظم علی خان پسر حاجی منصور (جو مبارزخان کی طرف سے پرگنہ بھونگیر کا فوجدار تھا) شہامت خان پسر مبارزخان کے اغوا سے (جسکو مبارزخان میدان جنگ کی روانگی کے وقت گولکنڈے کی صوبہ داری اور حیدرآباد کی نیابت پر چھوڑ گیا تھا) اسوقت جماعت فراہم کرکے فتنۂ و فساد پر آمادہ ہوا ہے اور قلعہ نوجر مین کہ جنگ سے پہلے مبارزخان یہان نو ماہ تک مقیم رہا تھا ملک تلنگ کا آپاراو بھی مورچے تیار کرکے لڑنے کو آمادہ ہے۔ نظام الملک نے ایک فوج اہتدا خان خانساماں کی سرداری مین کاظم علی خان پر بھیجی اور دوسری فوج سیف علی خان بخشی دوم کی ماتحتی مین آپاراو کی سرکوبی کو روانہ کی اور شریف محمد خان کو جو شاگرد پیشہ کا بخشی تھا اہتدا خان کی نیابت مین دیوانی و خانسامانی کا کام ملا اور یوسف محمد خان کو تن بخشی گری کی خدمت تفویض ہوئی نظام الملک کوچ بکوچ حیدرآباد کی طرف چلے مبارزخان کے بیٹے خواجہ احمدخان

معروف۔ شہامت خان نے جو حیدرآباد میں باپ کا نائب تھا قلعہ گولکنڈہ کو ہمراہیوں کے میل سے صندل خان خواجہ سرا کے ہاتھ سے جو مبارز خان کے دوسرے بیٹے کی طرف سے یہاں کا نگہبان تھا نکالکر تمام مال و اسباب اور زر نقد اور عورتیں اور بال بچے اس قلعے میں رکھکر متحصن ہوگیا تھا یہ قلعہ نہایت مضبوط اور ملک تلنگانہ کا دار الصدر تھا مبارز خان کے مارے جانے اور نظام الملک کے نزدیک پہنچنے کی خبر سنکر ان میں نہایت خوف و ہراس پیدا ہوا اکثر مالدار اور تاجر شہر سے نکلکر قلعۂ گولکنڈہ میں جاکر پناہ گزین ہوئے اور دوسرے لوگ جو شہر میں رہ گئے تھے وہ بھی خائف تھے آخر ربیع الثانی سنہ ۱۱۳۷ ہجری میں نظام الملک حیدرآباد پہنچکر موسی ندی کے کنارے آئے اور باغ گوشہ محل میں اترے۔ خان سپار خان ولد رستم دل خان میرہ خان سپار خان یعنی کہ عالمگیر کے عہد میں حیدرآباد کا ناظم تھا۔ نظام الملک نے اسکو صوبۂ حیدرآباد کا ناظم بنادیا اور سیف الدولہ کو کہ اس سے پیشتر نواب کے بڑے بیٹے کے لشکر اور بازار کا کوتوال تھا حیدرآباد کی کوتوالی دی اور آتش خان کو جو نظام الملک کے لشکر کا کوتوال تھا چنگی کا افسر کیا اور سب کو خلعت دیکر رخصت کیا اور قلعہ گولکنڈہ کی تسخیر دوسرے وقت پر منحصر رکھکر اودھر کی طرف روانہ ہوئے۔

اہتدا خان جو کچھ دنوں پہلے کاظم علی خان کے سمجھانے کے لیے بھونگیر کی طرف گیا تھا۔ کاظم علی خان نے اسکی نصیحت نہ مانی لڑائی ہوئی اور اہتدا خان کے آدمیوں کے ہاتھ سے کاظم علی خان مارا گیا اور قلعہ بھونگیر مفتوح ہوگیا۔ اہتدا خان نظام الملک کے پاس آگیا اور اسکو خلعت ملا۔ دو ہاتھی جو مبارز خان کے کیمپ کی لوٹ سے اسکے ہاتھ آئے تھے وہ اسنے اب تک سرکار میں داخل نہ کیے تھے اس لیے نواب کے دل کو اسکی طرف سے کسی قدر گرانی تھی اب اہتدا خان یوسف محمد خان کے ڈیرے پر وہ ہاتھی لیکر آیا اور کہا کہ نواب کی سرکار میں یہ دونوں ہاتھی داخل نہ کرنیکی وجہ سے بے حد شرمندہ ہوں تم سے امید ہے کہ نواب کے پاس جاکر وقت مناسب میں اس کا میری طرف سے یوں عذر کردو کہ میرا بھتیجا علی قلی خاں نوجوان ہے اور ولایت سے تازہ آیا ہے اسنے ان کو روک لیا تھا اور نواب سے انکو فیل خانے میں داخل کرنے کی اجازت لے لی چنانچہ ایک دن موقع پاکر یوسف محمد خان نے یہ بات آب و تاب اور اہتدا خان کے عجز و الحاح کے ساتھ عرض کی نواب نے فرمایا کہ کیا کرنا چاہیے۔ یوسف محمد خان نے کہا کہ وہ حضور کا سدوم جان نثار ہے مبارز خان کی جنگ میں بہت جانفشانی کی تھی اور اب قلعہ بھونگیر کو فتح کیا ہے نواب نے کہا کہ اچھا دونوں ہاتھی لے سکتے۔ یوسف محمد خان نے عرض کیا کہ دونوں ہاتھی اہتدا خاں حضور میں لاکر سلام گاہ میں آنکس کندھوں پر رکھکر کھڑا ہو میں جاکر کہوں کہ یہ ہاتھی نواب نے تمکو بخشے آداب بجالاؤ فرمایا کہ ہاتھیوں کے لانے اور آنکس کندھے پر رکھنے کی ضرورت نہیں ہے تم جاکر

کہدو کہ ہاتھی تمکو بخشے گئے حاضر ہوکر آداب تسلیمات بجا لاؤ۔

القصہ نظام الملک اسی طرح شکار کرتے ہوے نوجر کے پاس جا پہنچے ان دنون وہ حکام جو مبارز خان کی طرف سے پرگنون اور قلعون اور سرکارون مین متعین تھے آ آکر سلام کرتے رہے بعض اپنی خدمات پر مقرر رہے اور بعض کا تغیر و تبدل ہوا۔ آپا راؤ نوجر کے قلعے مین مستعد مقابلہ ہوگیا اگرچہ قلعہ خام تھا مگر دیوار بہت عریض تھی اور آس پاس خندق بھی تھی اور لڑائی کا سامان جمع تھا نظام الملک نے اس کا محاصرہ کرلیا دو ماہ تک لڑائی جاری رہی آخرکار بیلدارون اور تبردارون نے صحرا سے تاڑ کے درخت کاٹ کر مٹی اور پیڑون سے قلعے کے چارون طرف حصار بنا لیا اور مضبوط دمدمہ تیار کرلیا اسپر بڑی بڑی توپین چڑھادین اور گولے مارنے شروع کیے بہت سے قلعہ نشین مارے گئے اور نواب کے لشکر سے بھی کچھ آدمی کام آئے آخرکار آپا راؤ نے عاجزی کرکے معافی مانگی اور قلعے کا تمام نقد و جنس ملازمان نواب کے سپرد کرکے دست بستہ حاضر حضور ہوا اور قدمون پر گر گیا حکم ہوا کہ اسکے ہاتھ کھولدو اور اسکو خلعت مرحمت ہوا نواب نے اسکو نوجر کا پرگنہ جاگیر مین دیدیا اور قلعے کا نام **اسلام آباد** مقرر کیا اور حیدرآباد کی طرف کوچ ہوا۔

اُن محالات کا انتظام جو سرکارین کہلاتے ہین

نواب ابھی اسلام آباد مین مقیم تھے کہ سیکاکول کے محال کی فوجداری حفیظ الدین خان و محمد سعید خان کے سپرد ہوئی یہ دونون بھائی ادھر رخصت ہوے اس سرکار کا نام سیکاکل اور سکاکول بھی لکھا ہے اور کہین چکاکول بھی نظر سے گذرا ہے اور سرکار فیروز نگر عرف راے چور اور بیجاپور کی فوجداری طالب محی الدین خان پر مقرر ہوئی اور مرزا علی نامی کہ برسون تک یوسف خان کے ساتھ فوجداری قمر نگر عرف کرنول مین رہا تھا اور چند گانون فیروز نگر کے اس کی جاگیر مین تھے اور اس ضلع کا واقف کار تھا اسکے ساتھ بھیجا گیا۔ اور راہستہ اخان سرکار مچھلی پٹن کو جو عمدہ سرکار تھی اور عمدہ بندر تھا اور تھوڑے سے یورپین تاجر یہان رہتے تھے بھیجا گیا تھا اُسنے وہان انتظام کرکے مالگذاری وصول کی اور خواجہ رحمت اللہ خان اور خواجہ عبداللہ خان کہ دونون مغل تورانی اور بھائی تھے اور مبارز خان کی طرف سے محالات سیکاکول اور راجبندری کے منتظم تھے نظام الملک کے پاس آگئے اول کو دیوانی سرکار کی خدمت ملی اور دوسرے کو خانسامانی کی اور سرکار راجبندری کی خدمت بدستور سابق عبداللہ خان پر بحال رہی اور سرکار مرتضے نگر عرف کونڈیر کی حکومت خواجہ عبداللہ خان کے سپرد ہوئی کہ یہ شخص

عہد عالمگیر بادشاہ میں دیوانی تن[1] کی خدمت رکھتا تھا اور مبارز خان کے وقت سے اس سرکار کا فوجدار تھا۔ اسپر یہ خدمت بحال رہی۔

مرتضےٰ نگر کا یہ عرف فتحیہ مین ہے اور دوسری تواریخ مین دوسرا نام گنتور لکھا ہے۔ نواب عماد اللہ خان کو ابو الوفا خان خطاب دیا اور فوجداری سرکار ایلور کی فیض اللہ خان کے حوالے کی اور خانی خطاب بھی دیا اور خدمت فوجداری سرکار مصطفےٰ نگر عرف کونڈپلی کی آقا معین خان مغل ایرانی کو دی یہ بھی مبارز خانی تھا اسکو معین خانی خطاب ملا کونڈپلی نام فتحیہ مین ہے اور دوسری کتابوں مین کونڈویر لکھا ہے۔ خواجہ محمود خان و خواجہ حامد اللہ خان پسران مبارز خان و دلاور خان و قزلباش خان کہ میدان کارزار مین ہاتھ آئے تھے اور اتک نظر بند تھے انکو نظام الملک نے رہا کر کے خلعت و منصب دیا۔

قلعہ گولکنڈہ کا صلح کے ساتھ ہاتھ آجانا

بوجہ خزائن و سامان حرب و ضرب کی موجودگی کے ایک سال تک مبارز خان کے بیٹے نے قلعہ حوالے نہ کیا اور یہ شہرت دی کہ میرے نام حکم قلعداری کا بادشاہ کی طرف سے آرہا ہے اور جابجا قلعہ داروں اور زمینداروں کو احکام لکھے کہ فوجیں کمک کے لیے لائیں اور نظام الملک کی حکومت مین درامداری شروع کی اور مدت سے جو قیدی قلعے مین محبوس تھے انکو فساد پھیلانے کے لیے رہا کر دیا چنانچہ اس فتنہ انگیزی سے کاظم علی خان ولد منصور خان فوجدار بھونگیر بہت سے آدمیوں کے ساتھ مارا گیا۔ نظام الملک نے دلاور خان کو گولکنڈے کی طرف بھیجا کہ وہاں جاکر مبارز خان کے بیٹے خواجہ احمد خان کو سمجھا دے کہ اگر اطاعت کر کے قلعہ ہمارے آدمیوں کے حوالے کر کے ہمارے پاس آجاوے گا تو تمام جانور اور سامان نقد و جنس جو کچھ کہ اسکے باپ اور بھائیوں کا ہے اس سے مزاحمت ہوگی اور دوسرے بھائیوں کی طرح منصب اور جاگیر پاوے گا اور اگر راہ راست پر نہ آیا تو نقصان اٹھاوے گا۔ دلاور خان عمر رسیدہ آدمی اور احمد خان کا خسر اور خالو تھا اسنے گولکنڈے مین جاکر احمد خان سے ملاقات کی اور اسکو سمجھایا وہ راہ راست پر آگیا اسنے آکر حوالی شہر حیدرآباد میں نواب سے ملاقات کی اور احمد خان کی طرف سے عرض کیا کہ آج کل دہلی میں بڑا اختلال پیدا ہے اس لیے تمام عورتوں اور بچوں کو اس قلعے مین رکھا ہے اور دلا

[1] سلاطین کے زمانہ حکومت میں، فقط ہندوستان میں تنخواہ کے معنے میں مستعمل تھا چنانچہ دفتر تن اور دیوان تن سے مراد دفتر تنخواہ و دیوان تنخواہ ہوتی تھی۔ اور ایں دامہا را تن تابید بوتے اور مراد اس سے ایں دام ہا را تنخواہ تابید رکھتے ۱۲ تسہیل اللغات مولفہ مولف ایں تاریخ

...ہنے کے یہان متعلقین مع مجھکو دین مٹا نہ وجود کا خلاف اہل بالکل تک جب صاحب نواب
ہجری ۱۱۳۸ سنہ کنجیان کی قلعہ نے خان احمد تو کرلی منظور بات یہ نے الملک نظام دین اجازت کی
ذات پنجہزاری منصب اسکو نے نواب دین کردی حوالے کے آدمیون کے الملک نظام مین
بھائی دوسرے اسکے اور کیا مرحمت بہادر خان شہامت خطاب اور دیا کا سوار ہزار چار اور
دیا بہادر خان مبارز خطاب اور منصب کا سوار ہزار ایک اور ذات پانچہزاری کو خان محمود
ذات دوہزاری منصب اسکو تھا گیا ہو زخمی لڑکر خوب جو خان مبارز پسر خان احمداللہ خواجہ اور
پانصدی و دوہزار کو شاہی عالمگیر خان ضیاءاللہ ولد خان امان اللہ اور دیا کا سوار ہزار ایک اور
اسکے اور بیٹون چھوٹے دوسرے کے خان مبارز اور دیا منصب کا سوار ہزار ایک اور ذات
لاکھ چند سے آباد حیدر نواح اور کیے عطا خطاب اور مناسب مناصب کو دارون رشتہ چند
اللہ فرائض کہ کہا اور دیا کردی معاف نقد زر اور اسباب و مال تمام کا خان مبارز اور دی جاگیر
الملک نظام تھا مبتلا مین وغیرہ نزلہ سے ابتدا خان شہامت ۔کرلین تقسیم باہم موافق
خان یار ہمت ۔رہے ساتھ ہمارے تمہاری جمعیت اور رہو مین آباد حیدر خود تم کہ دیا حکم اسکو
نواب کرکے انتظام کا ادھر دی نظامت کی آباد حیدر کو خان اللہ خیر اور قلعداری کی گولکنڈے
صاحب کرناٹک کی طرف روانہ ہوے۔

ملک کرناٹک پر قبضہ

سلام فوجدار و قلعدار کے وہان تو آئے لیے کے انتظام کے کرناٹک ملک الملک نظام
خان رندولہ اور کڑپا فوجدار میانہ خان النبی عبد چنانچہ رہین بحال انپر خدمات وہ اور
بادشاہ سے وقت کے خان مبارز جنگ بعد کے خان ابراہیم باپ اپنے کر کرنول
او ہوے حاضر پاس کے نواب تھا ہوا مرخص جگہ کی باپ اپنے کر ہو رہا پھر اور تھا نظربند
شرفیاب سے ملازمت کی نواب سب یہ اور آگیا سے پور بنکا بھی خان المجید عبد بیٹا کا
کے ملکیتہ ۔آیا بھی وہ تھا فوجدار کا پوری کرناٹک جو افغان خان طاہر سوا انکے
د ارکاٹ یہان تو کیا قیام نے الملک نظام روز چند سے وجہ کی مصلحتون بعض
نیو بد زمیندار اور پٹن[1] رنگ سری زمیندار اور خان اللہ سعادت نائب کا
آ پاس کے نواب لیکر نے جمعیتین کی سوار پیادہ کے کرناٹک و بیجاپور صوبہ گیر پالہ
طرف کی قلعے کے ادھونی عرف گڑھ امتیاز الملک نظام سے یہان کیے نذر

---

[1] سرنگاپٹم بھی یہی ہے ۱۲

وحداری رمدولہ خاں سے نکال کر شاداللہ خاں میرۂ عنایت اللہ خاں داماد مبارز خاں کے حوالے کی اور قلعے کی قلعداری بدستور سابق سلطان علی خان پر بحال رکھ کر خلعت عنایت کیا یہاں سے روانہ ہو کر قصبۂ گلبرگہ میں پہنچکر گیسودراز کی زیارت کی یہاں سے چل کر قلعہ فتح آباد عرف دھارور میں پہنچے برسات کا موسم آگیا تھا یہاں مقام کیا اور عضدالدولہ قسورہ جنگ جو اورنگ آباد سے استقبال اور سلام کو آئے تھے انھیں رخصت کیا کہ شہر میں پہنچکر مقام کریں اس عرصے میں سلطان جی بنالکر جو راجہ ساہو کا سر لشکر تھا اس سے جدا ہو کر نواب کے پاس آگیا اور نواب کی رفاقت اختیار کی نواب نے اسے سات ہزاری منصب دیکر پاتھری صوبہ برار کا محال جاگیر میں دیا۔

بادشاہ کی طرف سے خطاب

آصف جاہ نے حیدر آباد کو دارالریاست قرار دیا اور مقرر وقتوں میں تحفہ تحائف اور نذرین بادشاہ کو بھیجتے رہے مگر آیندہ سے ساری باتوں میں خودمختاری کیے گئے بادشاہ نے انکی استمالت مناسب جانی اور فرمان تقرری صوبۂ دکن مع خلعت و فیل خاصہ سواری اور جواہر پیش بہا اور خطاب آصف جاہ سے سرفراز کیا
دیکھو نظام الملک کا نصیبہ کہ چار صدی منصب سے شروع ہو کر ایسے رتبے کو پہنچے کہ دوسروں کو ہفت ہزاری منصب دینے لگے۔ سادات بارہ کی بے وفائی۔ بادشاہ کی نفاق مزاجی اور صوبہ داران دکن کی اولوالعزمی دلیرائی نے اس ملک میں انکے قدم جمادیے اور درجۂ امارت و صوبہ داری مالوہ سے تمام قلمرو دکن کا فرماں روائے مستقل بنا دیا کمزور سلطنت دہلی کا امیر کوئی دباؤ بجز اخلاقی اثر کے نہ رہا۔ آصف جاہ کو یہ فتوحات ہر گز انکی خاص سپاہ کی بہادری کی وجہ سے حاصل نہیں ہوئیں بلکہ انکے اخلاقی تفوق اور صبر و تحمل اور تدبیر و فطرت کی وجہ سے وقوع میں آئیں جس کا مقابلہ سلطنت کے امرا ہر گز نہیں کر سکتے تھے۔

مرہٹوں سے معاملات

الفنسٹن صاحب نے تاریخ ہندوستان میں لکھا ہے کہ اگرچہ نظام الملک آصف جاہ اپنے بادشاہ محمد شاہ کے قبض و قابو سے دور پڑے تھے مگر اپنے ہمسایہ مرہٹوں سے نامون و مسوط نہ تھے اور اب حال ان کا یہ تھا کہ اُن کی قوت بڑے بڑے قابل سرداروں کے ہاتھوں میں پہنچکر نہایت مجتمع ہو گئی تھی اور آصف جاہ کی تاب و مقاومت سے بہت زیادہ بڑھ گئی تھی آصف جاہ

اپنی مشہور عام تدبیرون کی حسن شایستگی سے ایک مدت تک مصروف اس بات مین رہے کہ
مرہٹون کی قوت کو اپنی طرف سے لوٹا کر دلی والے مخالفون کی جانب متوجہ کرین اگرچہ کئی صوبے
آصف جاہ کے قبض و تصرف سے نکل گئے مگر انکی حکومت خاص دکن مین ایسی دھوم دھام سے
جم گئی اور انھون نے اس ارادے پر کمر باندھی کہ اپنے خوفناک ہمسایون کی حکومت کو مغلوب
کرین چنانچہ انھون نے اُنکے باہمی نزاعون سے اپنے آپ کو فائدہ پہنچایا انھون نے پہلے پہل
باجے راؤ کے دشمن پرتھی ندی سے راہ و رسم اپنی جاری کی قریب تھا کہ ایک ایسا عہدنامہ
حاصل کرین کہ جسکی رو سے چوتھ اور سردیس مکھی انکی دارالریاست کے گرد و نواح کے ملکون مین
باقی نرہے اور اسکے عوض مین کسی قدر ملک اور کسی قدر روپیہ نقد ٹھہرا لیا جاے مگر باجے راو اس
انعام کی رو و رعایت سے جسکے ذریعے سے مرہٹون کے استحقاق و دعوے محدود و معین نہوتے تھے
اور نیز اپنے پُرانے حریف پرتھی ندی کے بیچ مین پڑنے سے عہد مذکور کی تکمیل و تعمیل مین خلل انداز ہوا
اور آصف جاہ کو اس خط و کتابت سے یہی فائدہ حاصل ہوا کہ مرہٹون کے وزیرون مین رشک
و حسد کا مضمون مشتعل ہوا۔ اسی قسم کا دوسرا ارادہ آصف جاہ کا بہت بڑے پایے کا تھا۔ بیان
اس کا یہ ہے کہ مرہٹون کی ریاست کا دوسرے دعوے دار سنبھاجی ثانی نبیرہ شیواجی اپنے چچازاد
بھائی راجہ ساہو کی دولت و اقبال کے مقابلہ مین پھیکا پڑا تھا اور یہ تالہ صوبہ بیجاپور مین بسر کرتا تھا
اور اسکے خاندان کا جنوبی حصہ اُسکے قبض و تصرف مین تھا مگر باقی سارے ملک کا دعویدار رکھتا
آصف جاہ نے اس دعویدار کی حمایت پر کمر باندھی اور اسکو بلا کر بلاتصنع یہ شبہ ظاہر کیا کہ چوتھ
وغیرہ حقوق کا روپیہ جو میرے ملک سے مرہٹون کا حق مقرر ہے وہ سنبھاجی کا حق ہے یا راجہ ساہو
کو پہنچتا ہے جس کا سپہ سالار اور وزیر باجے راؤ تھا اور فریقین سے کہلا بھیجا کہ ہر دعویدار اپنے
استحقاق دعوے کو بوجوہ و دلائل ثابت کرے ساہو سنکر نیلا پیلا ہوا اور غیظ و غضب کے مارے
آپے سے نکل گیا اور باجے راؤ اس کا غصہ نکالنے کا ایسا ذریعہ تھا جو لڑنے مرنے پر مستعد و آمادہ
رہتا تھا۔ حاصل یہ کہ سنہ ۱۱۴۰ ہجری مین برسات کے اختتام پر باجے راو نے آصف جاہ کے
ملک پر حملہ کیا۔ نظام الملک راو سنبھا کو ساتھ لیکر اور اپنی فوج بھی لیکر مقابلہ کو چلے اور عضدالدولہ
عوض خان کو ہراول مین باجے راؤ کے مقابل بھیجا۔ ۲ ربیع الاول سنہ ۱۱۴۰ ہجری کو مقابلہ ہوا۔
باجے راو پسپا ہوا نظام الملک عضدالدولہ کو اسکے تعاقب پر مامور کرکے خود بھی پیچھے پیچھے چلے
باجے راو نے برہانپور کا قصد کیا مگر جبکہ نظام الملک آصف جاہ اس شہر کی اعانت کو روانہ
ہوے جن کا شریک اب سنبھاجی مذکور بھی ہو گیا تھا تو باجے راو نے اپنے پہلے کوچ کی سمت
کو بدل کر بڑی تیزی و تندی سے گجرات پر یورش کی جہان ابتک چوتھ اسکی مستحکم نہوئی تھی

چنانچہ اس صوبے کو جلا پھونک کر باشندوں کے قتل سے لہو کی ندی نالے بہائے نظام الملک یہ سنکر کہ باجی راؤ گجرات کو چلا گیا برہانپور میں لوٹ آئے اور لال باغ میں ٹھہرے اور عاقل خاں کو برہانپور کی دیوانی سے معزول کرکے دوبارہ علی اکبر خاں کو مقرر کیا اور دکن کی دیوانی کی نیابت علی اکبر خاں سے لیکر عاقل خان کو دی اور شہر کی حکومت حاجی تفقد علی خاں سے نکالکر شرف الدین خاں کو دی اسکے بعد نظام الملک خود پے در پے کوچ کرکے سورت کے قریب پہنچ گئے۔ اس حرکت سے مبارز الملک سربلند خاں ناظم گجرات کو خیال ہوا کہ نظام الملک باجی راؤ سے موافقت کرکے اس ملک کی تسخیر کا ارادہ کر رہے ہیں پریشان ہوگیا یہاں تک کہ باجی راؤ گجرات سے لوٹ گیا نظام الملک باجی راؤ کی دارالحکومت کی بربادی کا ارادہ کرکے پونا کی طرف کوچ کرکے احمد نگر تک آئے کہ اس عرصے میں انکو مخبروں نے خبر دی کہ باجی راؤ اورنگ آباد کو جا رہا ہے نظام الملک اورنگ آباد کی طرف لوٹے تو باجی راؤ کساری کی پہاڑی کی راہ سے نکلا اور بیتا پور جا پہنچا اور نواب کے لشکر کے اطراف کو لوٹتا مارتا رہا اور انکی فوج کے گرد و نواح کے شہر و دیہات کو اجاڑنا شروع کیا اور اپنی قوم کی معمولی تدبیروں سے انکی رسدوں کو مسدود کیا غلے کا ایک دانہ نظام الملک کے لشکر میں نہ پہنچنے دیا۔ جب کوئی پانی کا نالہ راستے میں آتا تو نظام الملک کے لشکریوں کو پانی بھی نہیں پینے دیتا اور مقابلہ اس طرح کرتا کہ لوٹتا مارتا اور بھاگ جاتا اس جنگ قزاقی سے انکی فوج تھک گئی یہاں تک کہ نظام الملک نے سنبھاجی سے تعلق توڑ کے اور عضد الدولہ کی معرفت صلح ان دو شرطوں پر ہوئی کہ ایک تو باجی راؤ سنبھاجی سے دشمنی رکھے اور دوسرے چوتھ سے زیادہ ملک سے وصول نہ کرے چنانچہ صلحنامے کے مکمل ہونے کے بعد باجی راؤ کے موکاسدار جابجا قائم ہوئے۔ راحت افزا میں مرقوم ہے کہ روز سہ شنبہ غرہ محرم سنہ ۱۱۴۳ ہجری کو دکن میں ایسی شدت کی بارش ہوئی کہ حیدرآباد میں موسی ندی نے ایسی طغیانی کی کہ دروازے گر گئے پانی میں غرق ہوگئے جو تماشائی کے قلعے پر اور پشتہ پر چڑھے ہوئے تھے ڈوب گئے۔

عضد الدولہ عوض خان کی موت

سنہ ۱۱۴۳ ہجری میں عضد الدولہ عوض خاں بہادر مر گئے نظام الملک اورنگ آباد میں تھے انہیں بہت رنج ہوا عضد الدولہ نواب کی قرابت اور دوسری خصوصیات کی وجہ سے اکثر کاموں میں نواب سے استمزاج نہیں کرتے تھے انکی اجازت کے بغیر احکام جاری کردیتے تھے اس وجہ سے انکی وفات کے بعد نظام الملک نے کہا کہ اب میں کل دکن کا صوبہ دار ہوگیا۔

عوض خاں کی نسبت مآثر الامرا میں لکھا ہے کہ ان کا نام خواجہ کمال ہے اور نبیرہ میر بہاء الدین

سمرقندی کے نواسے ہین انکے نکاح مین خدیجہ بیگم صبیہ قلیچ خان تھی عالمگیر کے عہد مین توران سے ہندوستان مین آے اور خان فیروزجنگ کے ذریعے سے عوض خان خطاب پایا فرخ سیر کے عہد مین برار کے صوبہ دار ہوے اور امیر الامرا حسین علی خان کی نیابت مین مقرر تھے جب برہانپور مین نظام الملک پہنچے تو وہان سے انکے پاس آگئے اور دلاور علی خان کی لڑائی مین انکے ساتھ تھے انکے بہت سے آدمی کام آے اس لڑائی مین ان کا ہاتھی کسی قدر بگڑ گیا تھا لیکن انھون نے دامن ہمت کو ہاتھ سے نہ دیا اور عالم علی خان کی لڑائی مین بھی خوب کام کیا جسکے صلے مین نظام الملک کی طرف سے عضدالدولہ قسورہ جنگ خطاب پایا گلزار آصفیہ مین کشور جنگ غلط لکھا ہے۔

اور راحت افزا مین بیان کیا ہے کہ ۱۱۴۲ھ ہجری مین نواب کے چچا حامد خان کا انتقال ہوا جو غازی الدین خان فیروزجنگ کے بعد سب سے بڑے تھے اور شجاعت اور دلیری اور ہمت مین مشہور تھے اور دبدبۂ عظیم رکھتے تھے اور ستر برس کی عمر کو پہنچ گئے تھے اور ناندیر کے صوبہ دار تھے انکی وفات سے ایک سال بعد عضدالدولہ قسورہ جنگ نے انتقال کیا نواب آصف جاہ اورنگ آباد کو گئے اور انکے بیٹے جمال خان کو جو عضدالدولہ کی نیابت کرتے تھے معزول کر کے شجاعت خان کو یہ عہدہ دیا اور نصیرالدولہ کو اپنے پاس بلایا جب وہ فرداپور کی پہاڑی تک پہنچے تو انکو معزول کر کے حفیظ الدین خان کو انکی جگہ مقرر کر دیا جب نصیرالدولہ وارد لشکر ہوے تو حفیظ الدین خان کو حکم دیا کہ نوبت بجاتا ہوا نصیرالدولہ کے ڈیرے کے پاس سے گذر کر برہانپور چلا جاے۔ جب وہ برہانپور پہنچا تو چند روز کے بعد موہن سنگہ زمیندار برہونی کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا اور محال راجپور کا محاصرہ کر لیا۔ اوںلی

ملکی انتظام۔ نواب محمد خان والی فرخ آباد سے ملاقات

نظام الملک نے جمال خان پسر عضدالدولہ کو جو صوبہ برار کا نائب تھا معزول کر کے اسکی جگہ شجاعت خان کو مقرر کیا اور نصیرالدولہ کو برہانپور سے بلایا جب فردا پور کی پہاڑی مین پہنچا تو اسکی جگہ حفیظ الدین خان کو کہ نظام الملک کا رشتہ دار تھا مقرر کیا اس زمانے مین نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کو بادشاہ نے مالوے کا صوبہ دار کر کے بھیجا تھا وہ اجین مین پہنچا تھا نظام الملک جو برہانپور مین آگئے تھے۔ چند روز کے بعد موہن سنگھ زمیندار براولی کی تسخیر کے لیے جو سرکشی کر رہا تھا روانہ ہوے جب اکبرپور کی پہاڑی مین پہنچے تو موہن سنگھ پہاڑون مین گھس گیا اور پیشکش قبول کر کے صلح کر لی۔ نواب محمد خان نربدا کے کنارے آیا اور نظام الملک سے ملاقات کی اور دو تین روز مہمان رہا اسکے واپس جانے کے بعد نظام الملک خود بھی نربدا کو عبور کر کے اسکے کیمپ مین گئے

رمضان مین یومیہ داران برہانپور کے بابت حکم دیا کہ جو کوئی شہنشاہ عالمگیر کے حکم سے یومیہ پاتا ہے اس کا ایک حصہ موقوف کرکے دو حصے بحال رکھین اور جو کوئی دوسرون کی اسناد سے یومیہ پاتا ہے اس کا ایک حصہ قائم رکھکر دو حصے بند کردیں۔ عید کے دن اکبر پور سے کوچ ہوا حفیظ الدین خان کہ راج پور تک ہمراہ تھا اسکو رخصت ملی اور ابوالخیر خان اور میر اکبر علی خان بعہدہ دیوانی تمام علیخان کو دوسرے منصبداروں کے ساتھ برہانپور کی طرف رخصت کیا اور آپ پہاڑون کے رستے سے باجی راؤ کی تادیب کو کہ خاندیس میں لوٹ مار کر رہا تھا خاندیس مین آئے اور نکلانہ صوبہ خاندیس تک اس کا پیچھا کیا وہ بھاگ کر گجرات کی طرف چلاگیا نواب اس کا تعاقب چھوڑ کر اورنگ آباد مین آگئے۔

نواب کا مرہٹون مین فساد پیدا کرنا۔ آخرکار مرہٹون سے سلطنت کے خلاف میل ہوجانا

بعد اسکے آصف جاہ اسپر آمادہ ہوے کہ مرہٹوں کی حکومت کے توڑنے کا کوئی اور ذریعہ پیدا کرین غرض کہ یہ بات انھوں نے دباری خاندان کے ایک سردار کے ذریعے سے جس کا نام سنباجی تھا حاصل کی جو مرہٹوں کی فوج کا موروثی سپہ سالار اعظم تھا اور اسکی بدولت مرہٹوں کی قوت گجرات میں قائم ہوئی تھی اور جبکہ اس سردار نے اپنی محنتوں اور مشقتوں کے ثمروں کو باجی راؤ کے قبض و تصرف میں دیکھا تو وہ نہایت برہم ہوا اور رشک و حسد اسکے اس فضل و فوقیت کے دیکھنے سے بہت زیادہ ہوگیا جو باجی راؤ کو حاصل تھی یعنی وہ ساہو راجہ کی جانب سے مدار و کل اسکی حکومت کا کام کاج کرتا تھا حاصل یہ کہ ان باتوں کے دیکھنے اور آصف جاہ کی کمک پر بھروسا کرنے سے دباری نے ۳۵ ہزار آدمی اکٹھے کیے اور دکن کو اس غرض سے روانہ ہوا کہ باجی راؤ کے حال چال سے راجہ کو چھڑا لے اگرچہ باجی راؤ کی فوج اس قدر کثرت سے نہ تھی مگر جو کچھ تھی وہ نہایت جرار تھی باجی راؤ نے متفق گروہوں یعنی سنباجی اور آصف جاہ کے مقابلے مین بہت شتابی برتی چنانچہ اسے حسب قاعدہ آصف جاہ کو لڑائی جاری کرنے کی فرصت نہ دی اور نربدا پار ہوکر گجرات میں داخل ہوا اور بڑودے کے متصل دباری سے مقابلہ کیا انجام اس کا یہ ہوا کہ شوال سنہ ۱۱۴۳ ہجری مطابق سنہ ۱۷۳۱ء مین اسکے سورما سپاہی دباری کے آزمودہ کاروں پر سبقت لے گئے اور شکست اسکے ہاتھ رہی دباری مارا گیا۔ باجی راؤ نے صلح میں نرمی برتی اور اسکے شیرخوار بچے کو کافی خراج پہنچاتے رہنے کے وعدے پر اسکی جگہ راجہ کردیا

اور اس کی مان کو اس کا محافظ مقرر کیا اور گجرات کا انتظام اسکی طرف سے بیلاجی کنوار کو سونپا جو اسکے باپ کا رفیق اور اسکے خاندان کا مورث اعلے تھا۔ اگرچہ باجے راو کو یہ بات اب حاصل تھی کہ وہ آصف جاہ کو انکی فتنہ و فطرت کا اب مزہ چکھاے مگر دونون باہم رضامندی اور صلح رکھنے کے فائدون کو سمجھنے لگے چنانچہ باجے راؤ نے یہ تصور کیا کہ دور و دراز کی مہمون مین باہر جانا آصف جاہ جیسے فتنہ انگیز ہمسایہ اور قوی دشمن کی عداوت سے اپنی بڑائی کو جو خاص اپنی قلمرو مین حاصل ہے بڑی جوکھون مین ڈالنا ہے اور آصف جاہ نے اور اندیشون کے علاوہ بہت فکر و غور کے بعد سمجھا کہ مین نے بادشاہ کا مقابلہ کیا ایسا نہو کہ انتقام اس کا اس طور پر لیا جاے کہ میری نیابت کو باجے راؤ کے نام منتقل کر دیا جاے جسکے قبض و تصرف مین یہ منصب بیکار نہوگا غرضکہ یہ دونون فریق اپنی اپنی راہ کو ہو لیے اور باجے راو کی واپسی پر تھوڑی مدت گذری تھی کہ آصف جاہ اور باجے راو دونون صاحبون نے باہم خفیہ قول و قرار کیا کہ باجے راؤ کی حکومت کے آصف جاہ ممد و معاون رہین اور باجے راو مالوے پر چڑھائی کرے اور اپنی فتوحات بادشاہ کے باقی ملکون پر پہنچاے۔

بہرصورت بادشاہ اور وزیر کی باہمی عداوت کا یہ نتیجہ ہوا کہ مرہٹے زور پکڑ گئے۔ کتب سیر و تواریخ کی سیر کرنے والے اس بات سے خوب واقف ہین کہ اسلام اور اہل اسلام کو جو گزند باہمی خانہ جنگیون سے پہنچی وہ اغیار سے نہین پہنچی۔

دوستون سے جان پہ صدمے اٹھائے اسطرح دشمنون کی بھی عداوت کا گلہ جاتا رہا

اسی مین ترک مٹے۔ ایران مٹا۔ ہندوستان ہاتھ سے گیا مگر عقل کے اندھے کچھ نہین دیکھتے سمجھتے تھے ان کو مطلقاً کوئی احساس نہین ہوتا تھا بلکہ دن بدن انکی عقلین خراب ہوتی جاتی تھین۔ دوسرون کے ہاتھون مین کٹھ پتلیان بنکر اپنی حماقت و سفاہت کا تماشا اہل عالم کو دکھلانے مین محو تھے۔

مرہٹون کی چوتھ اور سردیس مکھی

مرہٹون نے یہان تک زور پکڑا کہ باجے راو نے محمد شاہ سے استدعا کی کہ مالوے اور گجرات کی چوتھ اور سردیس مکھی مہری فرمان کے ذریعے سے حسب ضابطہ عنایت ہو۔ چوتھ اور سردیس مکھی کی اصلیت یہ ہے کہ آخر عہد مین عالمگیر نے یہ قرار دیا تھا کہ مرہٹون کو محاصل ملکی سے فی سیکڑہ نو روپے سردیس مکھی کے دیے جائین بادشاہ نے میر ملنگ کو مرہٹون کے پاس پختگی معاہدہ کے لیے بھیجا مگر ابھی میر ملنگ مرہٹون کے پاس پہنچنے نہ پایا تھا کہ عالمگیر کی نیت نے پلٹا کھایا اور

سلہ ۵۲ و سلہ ۵۳ دیکھو ترجمہ تاریخ ہندوستان مولفہ الفنسٹن صاحب جو سر سید احمد خان نے کرایا ہے ۱۲

اسے اُلٹا ملا لیا۔ شاہ عالم بہادر شاہ پسر عالمگیر کے عہد میں مرہٹوں کے لیے فی سیکڑہ دس روپے سردیس مکھی کے قرار پائے اور بادشاہ نے سند لکھدی۔ اور داؤد خاں کی حکومت کے زمانے میں سوائے سردیس مکھی کے محاصل ملکی کا چوتھا حصہ بھی مقرر ہوا لیکن سند باضابطہ نہ دی گئی۔ امیرالامرا حسین علی خاں نے چوتھ کی سند بھی لکھدی۔ رفتہ رفتہ مرہٹے شریک غالب ہوگئے اور بعث قوت حاصل کرلی جیسا کہ سرو آزاد میں مولوی غلام علی آزاد نے لکھا ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ امیرالامرا نے بتوباتھ وجماجی برہمن مدارالمہام سرکار راجہ ساہو کی وساطت سے یہ قرار دیا کہ جو کچھ عمال بادشاہی ملک سے وصول کریں چوتھا حصہ اس کا راجہ ساہو کے کارندوں کو دیں اور فی سیکڑہ دس روپے سردیس مکھی کا رعایا سے مرہٹوں کو وصول کرادیں چنانچہ مرہٹوں کے دیس مکھ مقرر ہوے اور دواصلات پر انکے دستخط کرانا قرار پائے اور دیہات تو آباد میں ایک حصہ رعایا کا اور ایک حصہ مرہٹوں کا اور ایک حصہ جاگیردار سرکار کا مقرر ہوا اور سند اسکی امیرالامرا نے اپنی مہر سے لکھدی راجہ ساہو نے سند حاصل ہونے کے بعد بتوباتھ اور جماجی کو پنڈت بدعاں مقرر کرکے اور اپنی فوج دیکر امیرالامرا کے ساتھ کردیا مجمع الملوک میں اس طرح لکھا ہے لمحے راؤ نے مرہٹوں کے دستوں کو ہدایت کی کہ آگرے تک دھاوے کریں اور خود دکن کی اندرونی حالتوں کی درستی میں مصروف رہا۔ اگرچہ دربار محمد شاہی نے بڑے بڑے ٹھاٹ اُنکے مقابلے کے لیے درست کیے اور بڑی بڑی بھاری فوجیں جنکے سردار عیاش۔ آرام طلب اور افسردہ پژمردہ تھے انکے مقابلے پر بھیجے گئے لیکن اسکے سوا کوئی فائدہ حاصل نہ کیا کہ مرہٹوں کی فوجوں کی سعی و محنت کے مقابلے میں بادشاہی فوجوں کو ذلت حاصل ہوئی مجبور ہوکر بادشاہ نے مرہٹوں کے بعض مطالبات کو قبول کرکے انکو خوش کرنا چاہا معملہ اُنکے یہ حق بھی عنایت ہوا تھا کہ وہ راجپوتوں سے خراج وصول کریں اور آصف جاہ کی قلمرو سے جو حق انکو ملتا ہے اسکو اپنی مرضی کے موافق بڑھاویں اور یہ حق اس لیے دیا گیا تھا کہ آصف جاہ اور راجپوتوں سے مرہٹے لڑتے رہیں اور وہ بھی اطمینان سے نہ بیٹھیں یہ تدبیر کچھ کچھ کارگر ہوئی کہ دونوں فریقوں میں نوک جھوک چلی گئی۔

اُس لڑکی کی آمد جو میر احمد خان سے منسوب تھی۔ مرہٹوں کے تھو کیہ دلیت کو سزا۔ مظفر خان سے مرہٹوں کا مقابلہ نہ ہوسکنا

سنہ ۱۱۵۰ ہجری میں فاطمہ بیگم نواب کی پھوپھی اہلیہ ظہیرالدولہ اپنے ساتھ روشن الدولہ ظفر خاں بخشی سوم بادشاہ کی دختر کو جو نواب کے بیٹے میر احمد خاں سے منسوب تھی شادی کے لیے دہلی

سے لیکر چلی روشن الدولہ نے عطا علی خان کشمیری کو جو سلاح خانہ بادشاہی کا داروغہ تھا اسکے ہمراہ امیرانہ جہیز کرکے اپنی دختر کے ساتھ بھیجا تھا نظام الملک کی طرف سے محتشم خان بخشی اور بدیع الزمان خان وغیرہ رسالہ دار استقبال کو گئے اور حفیظ الدین خان و ابوالخیر خان نے برہانپور سے اور خواجم قلی خان نے کھرگون سے پیشوائی کرکے اورنگ آباد مین پہنچا دیا۔

اس زمانے مین مرہٹون کے ٹھوکیہ دلپت نے آسیر کی رعایا کو جب بہت ستایا تو وہان کے عامل انند روپ نے ابوالخیر خان کو بلایا وہ تین سو سوارون اور نورالدین خان کوتوال کو ساتھ لیکر پندرہ کوس کا راستہ چار پہر مین طے کرکے اسپر حملہ آور ہوے اور سو آدمی اسکے مار ڈالے وہ بھاگ گیا ابوالخیر خان نے سارا سامان لوٹ لیا اور لوٹ آئے۔

سنہ ۱۱۴۷ ہجری مین نواب کو خبر لگی کہ صمصام الدولہ کا بھائی مظفر خان بادشاہ کے دربار سے مرہٹون کی تنبیہ کے لیے مامور ہوا ہے نظام الملک کو اسکے برہانپور تک پہنچنے کا گمان تھا لیکن وہ بغیر لڑے بھڑے سرونج سے دہلی کو لوٹ گیا نظام الملک جو اسکے انتظار مین برہانپور مین تھے اورنگ آباد کو چلے آے۔ سنہ ۱۱۴۷ ہجری مین غرۂ شوال کو نظام الملک کے بیٹے نظام علی خان آصف جاہ ثانی پیدا ہوے۔ سنہ ۱۱۴۸ ہجری مین نظام الملک نے حفیظ الدین خان کو برہانپور سے بدلکر نصیر الدولہ کو وہان کا صوبہ دار کردیا اور حفیظ الدین خان کو بگلانہ و ندربار کا فوجدار بنا دیا نظام الملک نے سفر سوندوا۔ ومدنور سے معاودت کی اور آخر شعبان مین برہانپور آے یہان ساڑھے تین ماہ مقیم رہے حفیظ الدین خان رخصت لیکر مع کل مال و اسباب ماہ شوال سنہ ۱۱۴۸ مین دہلی کی طرف گیا اور بگلانہ کی فوجداری متوسل خان کے سپرد ہوئی جو نواب کا رشتہ دار تھا اس ساڑھے تین ماہ کی مدت مین بادشاہ کے فرمان مکرر نواب کی طلب مین آتے رہے۔

نظام الملک کے بیٹے احمد خان کی نظر بندی

اسی زمانے مین بعض اطوار احمد خان ناصر جنگ سے نواب کے مزاج کے خلاف واقع ہوے تھے مثلاً دستار کھڑکی دار باندھنے لگے حالانکہ نواب کو ایسی دستار ناپسند تھی اور کئی بار انکو منع بھی کیا تھا۔ نواب نے ایک نئی بندش دستار کی خرتبہ وار عمامے کی طرح ایجاد کی تھی جو دستار آصف جاہی کہلاتی ہے۔

نواب نے ناصر جنگ کو اپنے پاس سے جدا کرکے حکم دیا کہ قلعہ گولکنڈہ مین جہان ناصر جنگ کی ماں اور دوسری بیگمات بیشتر سے رہا کرتی تھین جاکر رہین اور وہان کے قلعدار عطا یار خان کو حکم دیا کہ احمد خان کے پاس سوائے محمد سناء مولوی محمد خان و شعور خان ناظر انشا کے متعدد نین

کوئی اور شخص نہ جایا کرے۔ تھوڑے دنوں کے بعد جب نواب اورنگ آباد سے لوٹ کر حیدرآباد میں آئے تو ناصر جنگ کی والدہ کی سفارش سے نواب نے اُن کا قصور معاف کر دیا اور برار کے صوبے میں بعض محالات جو حیدرآباد سے اتصال رکھتے تھے جاگیر میں مرحمت کیے اور حکم دیا کہ اُدھر جا کر اس ملک کے مفسدوں کو سزا دیں۔

کرناٹک وغیرہ کے انتظام کو روانگی

برسات کے بعد نواب آصف جاہ نظام الملک کرناٹک کی طرف گئے اور سوندھیہ دھور کے علاقوں میں پہنچے اور اُدھر کے متمردوں کو سزائے قرار واقعی دیکر ان سے پیشکش لیا۔ بسمرا کے محال کا فوجدار طاہر خان جو فوت ہو گیا تھا یہ جگہ دلاور خان کے بیٹے دل دلاور خان کو دی اور دلاور خانی خطاب عطا کیا اور بسواپٹن کا قلعدار اسکے چھوٹے بھائی کو بنایا عبد النبی خان میانہ کہ کڑپا کا فوجدار تھا وہ مر گیا تھا اس کا بیٹا عبد الفتاح خان نامی تھا نواب کے پاس آیا اور انکی ملازمت سے فیضیاب ہوا چونکہ بہت ذی عزت تھا نواب اسکی فرودگاہ پر اسکے باپ کی تعزیت کے لیے گئے نامبردہ باوجود نابینائی کے اپنے نقارخانے تک استقبال کو آیا اور مجرا و سلام کیا نواب نے اپنی سواری کی پالکی روک کر فرمایا کہ کس لیے تم نے یہ تکلیف کی اور کہا کہ اپنے آدمیوں کو لیکر چلے آؤ اور آپ آکر اسکے خیمے میں بیٹھ گئے اسنے حاضر ہو کر دست بستہ عرض کیا کہ میں قوم افغان اور زمرہ مسلمانان میں سے ہوں اور جگہ سو کر اٹھتا ہوں اور وضو کرتا ہوں تو کلمہ لا الہ الا اللہ نواب آصف جاہ زبان سے کہتا ہوں یہ بات بے ساختہ سپاہیانہ اسکی زبان سے سنکر نواب نہایت خوش ہوے خلعت خاصہ اسے مرحمت کیا اور اسنے جسقدر جواہر ہاتھی گھوڑے اور سامان نذر کیا تھا کچھ اس میں سے قبول فرمایا باقی معاف کر دیا اسی طرح ان اضلاع کے اور بھی افغان جاگیردار آئے اور سلام و مجرا کر کے موافق مراتب کے خلعت وغیرہ پاکر اپنی اپنی جاگیروں کو رخصت کر دیے گئے۔

عبد الفتاح خان و عبد المجید خان و رمدلہ خان نے جو بڑی بڑی رقمیں مدد کی تعیین مراجعت کے وقت نواب نے انسے یہ کہا کہ تم نے میدان جنگ میں کام آئے اور ملک کے بندوبست کے واسطے سپاہ بھرتی کی ہے اور تم لوگ ہم سے اخلاص رکھتے ہو اور فوج کے سردار ہو اور دکن کے ہر مقام اور ہر صوبے میں جہاں ہم کھینچتے ہیں جا کر خدمات ادا کرتے ہو اسوقت اُن لوگوں نے عرض کیا کہ صوبجات دکن ہی پر کیا منحصر ہے جہاں حضور ہندوستان یا کابل میں جائیں گے ہم جاں نثاری کی رکاب سعادت میں ساتھ رہیں گے اور جانفشانی کریں گے

اس سوال وجواب کے بعد نواب نے ہرایک کا روپیہ لسے معاف کردیا اور کہا کہ تم مین سے ہرایک سردار اپنا ایک ایک نائب مقرر کرکے کچھ سپاہ اسے دیکر نائب ناظم حیدرآباد کے ساتھ متعین کردے تاکہ نائب ناظم حیدرآباد مین پہنچکر اپنے کامون کو انجام دے اور ہم کو بادشاہ نے مبالغے کے ساتھ بلایا ہے اس لیے دہلی کو جاتے ہین ہم جسے حیدرآباد مین نائب مقرر کرین تم ہمیشہ اسکی اطاعت مین سرگرم رہیو اور انکو حسب حال خلعت وجواہر و گھوڑے دیکر رخصت کیا ان لوگون کی جمعیت نواب کے ساتھ رہی نواب اس تمام لاو لشکر کے ساتھ گلبرگہ مین آے اور حضرت شاہ گیسو دراز کے مزار کی زیارت کی اور وہان سے حیدرآباد آے یہان یوسف محمد خان تاریخ فتحیہ آصفیہ کے مصنف کو جو ساتھ تھا فوجداری وصوبہ داری پرینڈا و بیجاپور کی مرحمت کی اور حیدرآباد سے اورنگ آباد مین آے اور اپنے بیٹے احمد خان ناصر جنگ کو اپنا نائب مقرر کیا اور صوبجات دکن اور دیوانی سرکار عالی کی کچہریان انوار اللہ خان دیوان کے حوالے کین اور حکم دیا کہ اگر کسی شخص کے تغیر وتبدل کی ضرورت ہو تو ہمارے دستخطون کی جگہ انکے دستخط کراے جائین اور مہر خاص انوار اللہ خان کے سپرد ہوئی اور حکم دیا کہ جب سیاہ یا دوسرے کارخانون کے کاغذات پر مہر لگانے کی احتیاج ہو تو یہ لگایا کرین نصیرالدولہ عبدالرحیم خان بہادر کہ عضدالدولہ عوض خان بہادر کی وفات کے بعد خاندیس اور اورنگ آباد کی نظامت پر مامور تھے انکو حکم ہوا کہ برہانپور مین رہا کرین اور خود نواب بادشاہ کی ملازمت کے لیے دہلی کی طرف روانہ ہوے۔

نظام الملک آصف جاہ کی دہلی مین آمد

نظام الملک آصف جاہ کو جیسا کہ بادشاہ کی عادت سے اندیشہ تھا ویسا ہی اسکی ناتوانی سے خوف درپیش تھا یعنی جب بادشاہ نہوگا تو بلاشبہ آصف جاہ کی خبر لی جاے گی دہلی کے دربار نے بھی آصف جاہ سے رفاقت کی التجایش کی اور بڑے اصرار سے اپنے پاس بلالیا اس لیے کہ وہ دربار اب اُن کو اپنی مفسد رعیت نہین سمجھتا تھا بلکہ ایسا رفیق اُن کو جانتا تھا کہ جنکے ذریعے سے مرہٹون کی بلا اُنکے سر سے ٹلنی ممکن تھی جو اُنکے سرون پر کھیل رہی تھی اور مرہٹون کے مواعید کا اعتبار نہ تھا۔

نظام الملک نے ۷ ذی الحجہ ۱۱۴۹ھ ہجری کو دہلی کے ارادے سے کوچ کیا اور خیمے جو تاپتی ندی کے کنارے کھڑے تھے ان مین داخل ہوے۔ اور ۱۹ کو برہانپور سے کوچ کیا۔ میر اکبر علی خان دیوان برہانپور کو نصیرالدولہ کی نیابت مین وہان کا صوبہ دار بنایا اور منزل راجورہ سے خواجہ

عبداللہ خان وجیہ اللہ خان کو رخصت دی اور صوبہ داری دکن کی نیابت کی سند جنگ
اورنگ آباد سے کوچ ہوا اپنے بیٹے ناصر جنگ کے واسطے لکھ کر انکی معرفت ارسال کی اور
صاحبزادے کی اطاعت میں سرگرم رہنے کے امرا کے نام احکام صادر ہوئے جب آصف جاہ
دہلی کے قریب پہونچے اور چند کوس شہر رہ گیا تو امیر الامرا صمصام الدولہ خان دوران بخشی الممالک
اور اعتماد الدولہ قمرالدین خان وزیر الممالک نے بادشاہ کے حکم سے استقبال کیا آخر ربیع الاول ۱۱۵۰ھ
میں دہلی میں داخل ہوئے۔ امرائے مذکور الصدر آصف جاہ کو بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ نے
ان کو **وکالت مطلق** کا منصب عطا کیا جو دربار دہلی میں سب سے بڑھ کر منصب تھا وزیر
اور بخشی سب اسکے زیر دست تھے وکالت مطلق کے موافق خلعت وجواہر وفیل سار طلائی کے ساتھ
اور اسپان عراقی وعربی سے سرفراز ہوئے اور بادشاہ کے حکم سے کچہری وکالت میں کرسی ومسند
اکے بیٹھنے کے لیے تیار ہوئی اور ساعت سعید میں حکم ہوا کہ کام کرنے لگیں پچھلے زمانے میں سلاطین
تیموریہ کے عہد میں چار آدمی وکالت مطلق کے مرتبے کو پہنچے تھے۔ وزیر اور میر اور بخشی وغیرہ
بڑے بڑے دہدے کے کارپرداز وکیل مطلق کے اجلاس میں حاضر ہو کر کاغذات اور واقعات
سنتے ہیں اور کاغذات پر اسکے دستخط کراتے ہیں لیکن امیر الامرا کا مرتبہ اس سے بھی اعلیٰ ہوتا تھا
خان نے انکی آمد کی تاریخ یوں کہی ہے۔

صد شکر کہ ذات دیں پناہی آمد — رونق دہ ملک بادشاہی آمد
تاریخ رسیدنش بگوشم ہاتف — گفت آیت رحمت الٰہی آمد

عامرہ میں لکھا ہے کہ آصف جاہ نے صلے میں ہزار روپے اور گھوڑا سار نقرئی کے ساتھ بخشا
مرسی میں تحریر کیا ہے کہ دو ہزار روپے دیے تھے۔

بادشاہ اور آصف جاہ کے مزاجوں کی ناموافقت

تاریخ فتحیہ آصفیہ میں لکھا ہے کہ اس وقت صحبت نے مرہٹی سابق کی طرح بادشاہ کا رویہ نہ تھا
اس لیے سلطنت کا اعتبار دلوں سے گر گیا تھا چنانچہ (۱) پہلے زمانے کی بہ نسبت لباس میں بڑا
تغیر پیدا ہو گیا تھا پہلے بادشاہ دستار سر پر باندھتے اور جامہ پہنتے اور کمر باندھتے تھے اس میں بڑا
فرق پڑ گیا تھا (۲) اب تخت رواں یا گھوڑے یا ہاتھی پر بیٹھ کر نکلتے تو حقہ پیتے چلتے تھے لکہ دونوں
طرف دو حقے رکھے جاتے تھے (۳) بہ نسبت نام جواہر سرا پردے شیشے تھے کہ اسکو سرداری لیے
رو برو رہنے پر نیکر ہیٹھتے تھے (۴) ہندوستان میں یہ قاعدہ ہے کہ ایک بازار معین ہوتا ہے کہ
اس میں آدمیوں کی روز مرہ کی ضرورت کی اشیا جمع ہوتی ہیں جو مول لینے والے خرید لیتے ہیں

...بازار کو چوک اور گذری بولتے ہین اب بادشاہ نے یہ بندوبست کیا تھا کہ برج مثمن کے تلے
...ے جمنا کے ریت مین کہ برسات کے علاوہ وہ جگہ خشک رہتی ہے گذری لگوائی۔ گھوڑے ہاتھی
...ے۔ بھینس۔ بکری مرغی وغیرہ لوگ بیچنے کو لاتے تھے بادشاہ تخت روان پر بیٹھ کر گذری مین جاتے
...ر دوسرے آدمیون کی طرح چیزین مول لیتے پھرتے اور انکو خرید کے تخت روان پر رکھ لیتے (۵)
...ھر ہی ایک باغ تیار کرایا تھا کہ خاص خاص آدمی اسے عیش محل کہتے تھے اور عوام مین بکر آباد کے
...م سے مشہور ہو گیا تھا۔ ان باتون سے آصف جاہ کو بادشاہ کی صحبت ناپسند تھی۔

آصف جاہ کو دربار دہلی سے آگرے اور مالوے کی صوبہ داری پر بھیجدیا جانا باجے راو کا انکے مقابلے کے لیے دکن سے آنا اور راستے مین نہایت منہزم کرکے دہلی کی واپسی پر مجبور کرنا۔

...دو ماہ کے بعد محمد شاہ نے آگرے کی حکومت راجہ جے سنگھ سے نکالکر اور مالوے کی حکومت باجے راو
سے نکالکر آصف جاہ کے حوالے کردی وہ انتظام کی غرض سے سرکھرہ کی راہ سے آگرے مین آئے
چندروز وہان توقف کیا محی الدین قلی خان برادر علاتی حفیظ الدین خان کو آگرے کا نائب صوبہ بنادیا
اور جمنا کو عبور کرکے اٹاوے تک پہنچے یہ ملک آگرے کے صوبے سے متعلق تھا یہان کا انتظام کرکے
کالپی آئے یہان سے دوبارہ جمنا کو عبور کرکے دھامونی کو آکر چندروز وہان ٹھہرے پھر بوندیلون کے
علاقے مین آئے یہان کا راجہ اپنی جماعت کے ساتھ ہمراہ ہوا۔ باجے راو بھی بہت سی سپاہ کے
ساتھ دکن سے نظام الملک سے لڑنے اور انکے تباہ کرنے کو مالوے کی طرف آیا اور ملہار جی ہلکر کہ
مالوے مین تھا قبل اس سے کہ باجے راو کا لشکر پہنچے فتنہ و فساد پیدا کرنے لگا اور میر مغانی کو جو اس
صوبے مین جاگیرات سرکار کا عامل تھا اور تین چار سو سے زیادہ آدمی اسکے ساتھ نہ تھے لڑکر مار ڈالا
آصف جاہ کے ساتھ ۳۴[ل] ہزار سپاہ تھی توپخانہ اُن کا نہایت عمدہ تھا۔ لیکن بیان الواقع مین لکھا
ہے کہ بادشاہ کے دل مین آصف جاہ سے بدگمانی تھی اس لیے وہ اپنی بڑی فوج کو جو پچاس ہزار
کے قریب تھی دکن مین چھوڑ کر تین ہزار آدمیون کے ساتھ دہلی کی طرف آئے تھے۔
بہر صورت وہ سرونج کی جانب بڑھے اور باجے راو ایسی فوج سمیت نربدا پار اترا جو بقول اسکے
اسّی ہزار تخمیناً تھی اور نظام الملک آصف جاہ کی فوج ہمراہی سے زیادہ تھی۔ الفنسٹن صاحب

ل دیکھو الفنسٹن صاحب کی تاریخ ۱۲

کہتے ہیں کہ اس کم ہمتی کے لحاظ سے آصف جاہ کو لڑائی سے انکار رہا اس لیے مناسب نہ تھا
کہ قائم لڑائیوں میں مرہٹے ایسے مرد نہ تھے کہ دھاک انکی بائی جائے اور سارے دشمنوں کی نسبت
خصوص انکے مقابلے میں یہ بات حاصل کرنی ایسی بہت بڑی بات نہ تھی کہ لشکر کشی کے آغاز میں
لڑائی اپنی اپر جتائی جائے لیکن آصف جاہ نے غالبًا اپنے توپخانے کے بھروسے اور نیز اس حزم و
احتیاط کے سہارے پر جو انکی اصل طبیعت اور پیرانہ تجربہ کاری کا مقتضا تھا دھاوے کا عمدہ مقام
و موقع بھوپال کے قلعے کے متصل تجویز کیا اور وہ دیتے دیتے قلعے بھوپال کے پاس جو یار محمد خان پسر
دوست محمد خان کے ہاتھ میں تھا جا پہونچے مگر مقام کی عمدگی سے باجی راو جیسے قوی دشمن کے
مقابلے میں کچھ فائدہ حاصل ہوا کیونکہ مرہٹوں نے بھوپال سے دو تین کوس پر پہونچکر گرد و نواح کے
ملک کو ویران اور انکی رسدوں کو چاروں طرف سے مسدود کر دیا اور آنکی فوجوں کے ہر ایسے
کنارے پر پھیل پڑے جسے اپنی صفوں سے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تھا اور انکی ذاتی فوج اور کمکی فوج
کی درمیانی آمد و شد کی راہ کو برابر بند رکھا انکی فوج کے پچھلے حصے کا افسر ایسر سنگھ بوندیلوں کا راجہ تھا
جب وہ اپنے خیمے میں اترا تو ملہار راو نے اُسپر حملہ کر دیا بہت بھاری لڑائی ہوئی نظام الملک خود
مدد کو آگئے رات کو لڑائی بند ہوگئی یہاں بھی کامل ایک ماہ تک کشت و خون رہا یہاں تک رسد
کی کمی ہوئی کہ ایک سیر جوار ایک روپے کو نہیں ملتی تھی نظام الملک کا لشکر بہت منہزم ہوگیا
مذکورہ بالا مہموں سے آصف جاہ کا یہ حال ہوا کہ ایک مہینہ یا چھ ہفتوں کے آخر میں شمال کی جانب
کو لوٹے اور غالب ہے کہ دانے چارے کی کمی کوتاہی سے بہت سے مویشی انکے ضائع ہوگئے تھے
اگرچہ بہت سا اسباب اپنا بھوپال میں چھوڑ آئے تھے مگر باوصف اسکے بھی بھاری توپوں کا سلسلہ
انکے ساتھ موجود تھا چنانچہ اسی باعث کوچ و مقام انکے آہستہ آہستہ ہوتے تھے اور مرہٹوں کی
دوڑ دھوپ انکے حق میں زیادہ خرابی کا باعث ہوئی تھی اگرچہ مرہٹے توپخانے کی وجہ سے عام
حملہ نہ کر سکے مگر بانوں کی بار بار نے بہت برا حال انکی سپاہ کا کیا اور مرہٹے سوار انکے پیچھے لگے
لپٹے چلے آتے تھے یہاں تک کہ تین تین چار چار میل کے دو چار کوچ و مقاموں کے بعد آصف جاہ
اپنے نوشتہ تقدیر یعنی باجی راو کی شرائط کی اطاعت پر مجبور ہوے چنانچہ عہدنامے کے ذریعے سے
اس سارے ملک کے حوالے کرنے کا اقرار کیا جو نربدا سے چنبل تک واقع ہے اور اس میں مالوہ
بھی شامل ہے اور نہایت قول و قسم سے یہ زبان اسکو دی کہ اس عہدنامے کو بادشاہی مہر و دستخط
سے مزین کرا دوں گا علاوہ اسکے پچاس لاکھ روپیہ نقد بادشاہی خزانہ سے دلا دوں گا۔ یہ واقعہ
رمضان ۱۱۵۰ ہجری مطابق فروری ۱۷۳۸ء میں پیش آیا۔ بعد اسکے آصف جاہ کی دوڑ دھوپ
ترک ہوئی چنانچہ وہ دلی کو راہی ہوے دلی میں پہنچنے کے بعد انکے پاس خبر آئی کہ رگھو بھوسلا

زمیندار صوبہ برار نے جو راجہ ساہو کا چچا زاد بھائی تھا شجاعت خان الہ آبادی کو جو آصف جاہ کی طرف سے صوبہ برار کے انتظام پر مقرر تھا مار ڈالا اور بہت سا روپیہ ایلچ پور سے اسولئے لیا کہ اس ملک کو تاراج نہ کرے گا اور چماجی نے برہانپور کے علاقے مین لوٹ مار شروع کر دی نصیر الدولہ ناظم برہانپور نے لڑنے کی تیاری کی اور شہر کو مضبوط کر کے متحصن ہوگیا باجے راؤ نے ممالک مذکورہ پر قبضہ کیا مگر اس عہدنامے کے استحکام موعودہ سے پہلے نادرشاہ کی ہندوستان پر چڑھائی نے سب کی توجہون کو اپنی طرف مصروف کرلیا۔

نادرشاہ کی چڑھائی سلطنت دہلی کی تباہی آصف جاہ کی کارروائی

نادرشاہ کی چڑھائی کے وقت دہلی کا دربار مرہٹون کے خوف وہراس اور اپنے خانگی فسادون مین ایسا مبتلا تھا کہ نادرشاہ کی میل وحرکت پر بہت سی توجہ نہ کرسکا اسکو جمنا تک کوئی چھوٹی بڑی روک بھی پیش نہ آئی یعنے دلی سے سو میل کے اندر بلا تکلف بڑھا چلا آیا اور کسی نے چون بھی نہ کی اور جب وہ وہان پہنچا تو ہندوستانی فوج کے قرب وجوار مین اپنے آپ کو پایا۔ ریاست رامپور کے کتب خانے مین قلمی کئی خطوط کا مجموعہ ہے جسکے اوپر ضیافت نامہ ہمایونی لکھا ہے کیونکہ پہلا خط شاہ طہماسپ ایرانی کا ہے جو اسنے اپنے امرا کو ہمایون بادشاہ کی مہمانی کی بابت لکھا ہے ایک خط نادرشاہ کا بھی ہے جو اُسنے اپنے بیٹے رضا مرزا کو فتح ہندوستان کے متعلق ۲۴ ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ ہجری کو لکھا ہے اس مین نادرشاہ لکھتا ہے جب مین دہلی کی طرف بڑھا تو سنا کہ محمد شاہ اور اُن کا وزیر قمر الدین خان اور وزیر کے بیٹے اور خاندوران میر بخشی وامیر الامرا اور نظام الملک تورانی ناظم کل ملک دکن اور غازی الدین خان اور امیر خان ایرانی اور صلابت خان ایرانی اور سربلند خان ایرانی اور محمد خان بنگش لشکر بے تعداد کے ساتھ کرنال مین مورچہ بند ہین مجھکو جب اسکی خبر ہوئی تو جاسوس فقرا کے بھیس مین اصل حال کے دریافت کرنے کو بھیجے دو روز کے بعد وہ واپس آئے اور کہا کہ ۱۵۰۴۶ توپین اور زنبورک اور صف شکن اور بادلیج[1] وغیرہ لشکر کے گردا گرد کھڑی کر کے ان کو زنجیرون سے باندھ دیا ہے اور توپچیون کی عورتین اور بچے توپون کے پاس بیٹھے ہوے ہین چونکہ اسوقت ایسی باتون کا بیان کرنا مناسب نہ تھا کہ غازیون کی تشویش کا باعث ہوتین اسلیے مین نے اُن کو قید کرادیا کہ انشاءاللہ فتح کے بعد چھوڑ دیے جائینگے۔

مولف کہتا ہے کہ سلطان الحکایات مین لکھا ہے کہ اسوقت محمد شاہ کے ساتھ پانچ لاکھ سوار

[1] بلے معروف سے ایک قسم کی توپ ہے ۱۲ تسہیل اللغات مولفہ مولف این کتاب

اور آٹھ لاکھ پیادے اور آٹھ ہزار توپیں تھیں۔ مگر نادرشاہ کے جاسوسوں کا بیان اور اس کتاب کا بیان مبالغہ آمیز ہیں۔

بڑی جدوجہد کے بعد محمد شاہ سے تھوڑی سی فوج جمع ہو سکی تھی بعد اسکے نادرشاہ لکھتا ہے کہ مین اور آگے کو کوچ کر کے دو فرسنگ پر ٹھہرا۔

اور دوسرے دن خود تھوڑے سے آدمیون کے ساتھ محمد شاہ کی فوج کا تاؤ بھاؤ لینے کو گیا۔

جبکہ مجھکو ۱۴ ذیقعدہ ۱۱۵۱ہجری کو یہ خبر ملی کہ سعادت خان برہان الملک میر محمد امین نیشاپوری ایرانی ناظم اختر نگر عرف اودھ اپنے بادشاہ کے لشکر مین وارد ہونے والا ہے تو مین نے سات ہزار آدمی دہلی کے رستے مین بھیجے تاکہ اُسکے آدمیون کو قتل و غارت کرین میرے آدمی دو ساعت نجومی کے بعد محمد امین کے بخشی اور اسکے رشتہ دار شیر جنگ کو پکڑ لائے مینے بخشی کے قتل کا حکم دیا اسی وقت قراول خبر لائے کہ سپاہ ہند مسلح ہو کر میدان جنگ مین آگئی ہے مینے بھی تیاری کی اور کرنا اور کوس اور طبل وغیرہ رزمیہ باجوں کے بجانے کا حکم دیا خاندوران اور اسکے رفیق اور ہاتھی گھوڑے جزائر[1] کے پہلے ہی فیر مین مارے گئے مینے خدا کے تعالے کا شکر ادا کیا عین لڑائی مین محمد حسن اصفہانی غلام خالصہ شریفہ چار ہزار غلاموں کے ساتھ برہان الملک کے پاس پہنچا اور اسکے ہاتھی کو گھیر لیا اور حسن فوراً برہان الملک کے ہودے میں چڑھ گیا اور اسکو پکڑ کر میرے پاس لے آیا مین نے کرنا وغیرہ شادیانے کے باجے بجوائے جب شام ہو گئی اور لشکر ہند نے اتنا صدمہ اٹھایا تو وہ مضمحل ہو کر لوٹ گیا میری طرف فتح کا نقارہ بجا اور جب برہان الملک کو خلعت فاخرہ پہنا دو دن کے بعد صلح کی سلسلہ جنبانی کے لیے نظام الملک آیا اسکو بھی خلعت فاخرہ دیا اور دوسرے دن محمد شاہ کو ہماری ملاقات کے لیے لائے چونکہ مین اور محمد شاہ سلسلہ ترکمانیہ سے ہین اس لیے ہندوستان کا تاج برادر مہربان محمد شاہ کے سر پر پھر رکھا اور ہندوستان کی بادشاہت اُنکے تفویض کر دی اور اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا۔ (انتہیٰ)

بیان الواقع مین لکھا ہے کہ آصف جاہ اور اعتماد الدولہ بادشاہ کو سوار کر کے برہان الملک کی لشکرگاہ تک کہ لٹ چکی تھی لائے لیکن نادرشاہ واپس چلا گیا تھا۔ آصف جاہ نے نہایت دانشمندی سے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر رات میں ان دونوں امرا کی ہزیمت کی خبر مشہور ہو گئی تو تمام لشکر میں پریشانی پھیل جائے گی اور بہت سے آدمی بھاگ جائیں گے پس یہ بہتر ہے

[1] جزائر یا جزائل لڑائی کا ایک ہتیار ہے جو بڑی بندوق ہوتی ہے لیکن کتب تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جزائل پہلی بار دلی میں توپ کی صورت پر ہوتی تھی جس سے بندوق اور رائفل کے معنے میں لکھا ہے اور یہ غلطی ہے مرزا رفیع السودا کا شعر ہے ؎ زہ زہ کہ آخر شب وہ تنگ پلے دامن + اس پہ پر جہان سے جزائل کی ہو دے مار + مستفاد از قسمی اثبات مولفہ مولف این کتاب

کہ یہ مشہور کر دیا جائے کہ قزلباش بھاگ نکلے۔ برہان الملک اُنکے تعاقب مین گئے ہین اسلیے شادیانے کی نوبت بجوادی جائے اس سے لشکر مین ابتری نہ پڑے گی۔ آصف جاہ چونکہ عمر مین سب امرا سے بڑے تھے اور لڑائی کے کام مین مہارت اچھی رکھتے تھے اس لیے انکی راے سے اسوقت تمام کام ہوتا تھا۔

برہان الملک نے امیر الامرا صمصام الدولہ خاندوران کی وفات کی خبر سنی تو منصب امیر الامرائی کے امیدوار ہوے نادرشاہ سے مصلحت آمیز باتین کرکے اسکو اس بات پر راضی کرلیا کہ حضور ایک معقول نذرانہ لین اور یہین سے واپس تشریف لے جائین نادرشاہ اس بات پر راضی ہوگیا۔ برہان الملک نے اس تمام مضمون کو ایک کاغذ مین تحریر کرکے بادشاہ کے ملاحظے کے لیے آصف جاہ کے پاس بھیجدیا۔ جب یہ رقعہ پہنچا آصف جاہ اور محمد شاہ کہ نہایت متردد تھے بہت خوش ہوے محمد شاہ کے حکم سے آصف جاہ بہت جلد نادرشاہ کے پاس گئے اور ملازمت حاصل کرکے بہت گفتگو کے بعد یہ ٹھہرا کہ دو کروڑ روپے مصارف جنگ اور خرچ راہ کے لے لیجیے اور یہین سے واپس چلے جائیے نادرشاہ نے یہ بات منظور کرلی اور آصف جاہ سے عہد و پیمان کرکے وہان سے رخصت ہوے اور چونکہ صلح کا عہد و پیمان کر آے تھے امیر الامرائی کے خواستگار ہوے بادشاہ نے انکے التماس کے موافق صمصام الدولہ کے انتقال کے دن ہی **امیر الامرائی** کا خلعت آصف جاہ کو عطا کر دیا۔ برہان الملک کو جب یہ خبر پہنچی کہ آصف جاہ نے امیر الامرائی کا رتبہ پایا تو بے قرار ہوگئے اور نادرشاہ سے عرض کیا کہ لشکر محمد شاہ مین آصف جاہ کو پورا قابو حاصل ہے انکے سوا کوئی کچھ نہین کرسکتا۔ انکے نزدیک ایک دو کرور روپے کوئی حقیقت نہین رکھتے اس قدر روپیہ تو مین بھی اپنے گھر سے دے سکتا ہون باقی امرا اور خزانہ بادشاہی اور مہاجنون کا کیا ذکر ہے اگر حضور دلی کو جو تیس چالیس کوس سے زیادہ دور نہین تشریف لے چلین تو حصول مدعا ممکن ہے نادرشاہ اس بات سے بہت خوش ہوا اور محمد شاہ کو مع خدم و حشم اپنے پاس بلالیا اور اسکو ساتھ لیکر عازم دہلی ہوا۔ ۸ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ ہجری روز پنجشنبہ کو محمد شاہ اور ۹ ذی الحجہ روز جمعہ کو نادرشاہ قلعۂ دہلی مین داخل ہوے۔ نادرشاہ نے تھوڑی سی فوج کو شہر مین منقسم کرکے یہ حکم دیا کہ فوج کے قانون کی سخت پابندی عمل مین آے اور محمد شاہ کی حفظ و حراست کے لیے پہرے بٹھاے جائین۔ دوسرے دن عید قربان آئی چونکہ دوہرا دربار تھا اس لیے بڑی دھوم کا تزک و احتشام ہوا مگر قربانی اس عید کی عجیب و غریب ہوئی یعنے عصر کے وقت تمام شہر مین امن و امان عیش و عشرت ہو رہی تھی جو دفعتہ بھنگڑ خانے مین بیٹھے بیٹھے ایک بھنگڑ بولا واہ محمد شاہ رنگیلے آخر بادشاہی پیچ کھیل ہی گیا دوسرا بولا کیا اسنے کہا حرم سرا مین موقع تاک کر ایک

قلماقنی سے مغلے (نادرشاہ) کو مروا ڈالا یہ ہوائی دفعۃً اڑی اور ہوا کی طرح تمام شہر مین پھیل گئی اور جون ہی کہ دلی کے گلی کوچون میں یہ خبر پھیلی تو ہندوستانیون کی نفرت بلا مزاحمت ظاہر ہوئی اور ایرانیون کا قتل ہونا شروع ہوا اور چونکہ ایرانی سپاہی جگہ جگہ پھیلے ہوے تھے اسلیے بہت سے لوگ اکے ہندوستانیون کے غیظ وغضب کی قربانی ہوے ہندوستانی امیروں نے ایرانیون کے بچانے مین کوشش نہ کی بلکہ بعض امیروں نے ایرانیوں کو قاتلون کے حوالے کیا جو اسکے محل سرائے کی حفظ وحراست کے لیے متعین کیے گئے تھے سات سو سے ایک ہزار تک ایرانی قتل ہوے نادرشاہ نے اول اول تو فساد کو دبانا چاہا اور اس بات کے دریافت ہونے سے کہ وہ رنجیدہ ہوا کہ وہ فسادات بھر رات برپا رہا اور ترل کی جگہ اسکو ترقی حاصل ہوئی باوصف اسکے صبح کو گھوڑے پر سوار ہو کر اس نظر سے باہر نکلا کہ اسکو جیتا جاگتا دیکھ کر پھر امن وامان قائم ہو جائے اور جبکہ وہ باہر نکلا تو اسے گلی کوچوں مین اپنے ہموطنوں کی لاشوں کو پڑا ہوا دیکھا مگر اسپر بھی اسکو جوش نہ آیا یہاں تک کہ لوگ اِدھر اُدھر سے پتھر پھینکنے لگے اور چاروں طرف سے تیر اور بان اُسپر برسنے لگے اور یہ نوبت پہنچی کہ ایک سردار اس کا جو اسکے پہلو میں جاتا تھا اس گولی کا نشانہ ہوا جو خاص اُسپر چھوٹ کر آئی تھی۔ غرضکہ نادرشاہ نے یہ دست درازیاں دیکھیں تو وہ بہت غصے ہوا اور قتل عام کا حکم دیکر کہدیا کہ جہانتک کوئی قزلباش مرا ہوا نظر آئے ایک آدمی جیتا نہ رہے یہ کہکر ترپولیہ تک آیا اور روشن الدولہ کی مسجد مین جو سنہری مسجد کہلاتی ہے آکر قتل عام کی علامت ظاہر کی یعنی تلوار کھینچکر مسجد میں بیٹھ گیا چنانچہ صبح سے بہت دن چڑھے تک وہ حکم قائم رہا اور اسکی بدولت وہ صورتیں پیش آئیں جو لوٹ مار اور پاداش وتدارک کی نظر سے پیدا ہو سکتی ہیں یعنی شہر کو چند مقاموں سے ایسا جلایا پھونکا کہ وہ آتش باری کا تماشا اور خونریزی وویرانی کا نمونہ بن گیا نادرشاہ کا غصہ خدا کا قہر بادشاہ اور امیر سب دیکھتے تھے اور دم نہ مار سکتے تھے ایک خواجہ سرا محمد شاہ کے پاس روتا ہوا آیا اور کہا کہ حضور کے باپ دادا کی رعیت سب قتل ہو گئی بادشاہ بھی آبدیدہ ہوا اور اتنا کہا

س　دیدۂ عبرت کشا قدرتِ حق را ببیں　　شامتِ اعمال ما صورتِ نادر گرفت

دوپہر کے قریب جب عالم میں کہرام مچ گیا تو جبر سے آصف جاہ سے رجوع کی وہ تلوار گلے میں ڈالے سر برہنہ کیے خاموش نادر کے سامنے جا کھڑے ہوے اور رونے لگے نادر کے دل میں بھی خدا نے رحم ڈالا پوچھا کہ چہ می خواہی اُنھوں نے یہ شعر پڑھا س

کسے نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی　　مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

لے قلماقنی اوراردابیگنی اُن عورتوں کو کہتے تھے جو اسلحہ سے مسلح رہتی تھیں اور حرم سرا میں سپاہیوں کی طرح پہرے وغیرہ کا کام کرتی تھیں ۱۲

نادر نے شرما کر سر جھکا لیا تلوار میان مین کی اور کہا کہ بریش سفیدت بخشیدم اسی وقت ایرانی نقیب اور چاؤش امان امان کہتے ہوے دوڑے اور پل کے پل مین امن ہو گیا انتظام اس کا ایسا معقول تھا کہ جسوقت قتل کی بندش کا حکم صادر ہوا تو اسی وقت فوج نے تسلیم کیا اور کسی نے دم نہ مارا اور تلون کے ہاتھ جہان کے تہان رہ گئے۔

کرنال کے میدان مین برہان الملک سعادت خان بانی ریاست اودھ نے نادر شاہ کو ترغیب دی کہ دہلی چلکر روپیہ وصول کرے اور شہنشاہی کارخانون اور خزانون پر ہاتھ مارے لیکن یہ بدنیتی انکو راس نہ آئی دلی کے پہنچنے پر تھوڑی مدت گذری تھی کہ وہ مر گئے جنکے مرنے کی تاریخ حسب حال ہے۔ بے سعادت نمک حرام بمرد۔ یہان ایک اور تبہ کار نادر شاہ کے حضور مین پیش ہو گیا اس گھر کے بھیدی نے ہر ایک چیز اور ہر ایک مالدار کا پتا بتا کر نادر شاہ کا دست تصرف دراز کرایا اور ذرا بھی کوئی مالدار نظر آیا تو اسپر ایک رقم مقرر کرا دی۔ نام اس شخص کا جگل کشور ہے۔

اب تفصیل تمام زر نقد اور اسباب کی جو نادر شاہ نے لیا تاریخ تیموریہ سے نقل کرتا ہون

	زر نقد یا مال و اسباب کہان سے لیا	تعداد روپیہ یا قیمت مال
(۱)	خاص بادشاہی خزانون سے	ساڑھے تین کروڑ روپیہ
(۲)	جواہر خانہ خاص سے جواہر	قیمتی پندرہ کروڑ روپیہ
(۳)	مرصع اور سونے چاندی کے برتن	قیمتی ڈیڑھ کروڑ روپیہ
(۴)	تخت طاؤس و تخت روان	قیمتی تین کروڑ روپیہ
(۵)	اسباب سلاح خانہ و فراش خانہ و آبدار خانہ و خوشبودار خانہ و باورچیخانہ و کرکری خانہ و زین خانہ	تخمیناً پندرہ کروڑ روپیہ
(۶)	شاہی ہاتھی خانے سے	۵۰۰ ہاتھی
(۷)	شاہی اصطبل سے	۲۰۰۰ گھوڑے
(۸)	نواب مظفر خان و خاندوران خان کا وہ مال و اسباب و زر نقد جو میدان جنگ مین اُن کے لشکر گاہون کی لوٹ سے ملا اسی طرح برہان الملک کی لشکرگاہ کا مال و اسباب اور دلی مین جو برہان الملک سے زر نقد ملا۔	سات کروڑ روپے سے زیادہ کا۔

(9)	اہلکاروں۔ امیروں سوداگروں اور سرداروں سے		دو کروڑ بارہ لاکھ روپیہ
(10)	آصف جاہ سے		ایک کروڑ روپیہ
(11)	اعتماد الملک قمر الدین خان وزیر اعظم سے		״
(12)	لطف اللہ خان سے		״
(13)	نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد سے		دو لاکھ روپیہ
(14)	رائے خوش حال چند پیشکار بخشی گری سے		پونے تین لاکھ روپیہ
(15)	شیخ سعد اللہ دیوان تن سے		اڑھائی لاکھ روپیہ
(16)	ٹاکر مل دیوان خالصہ سے		ساڑھے تین لاکھ روپیہ
(17)	سیتا رام خزانچی خزانۂ عامرہ سے		تین لاکھ روپیہ
(18)	جگل کشور سے		اڑھائی لاکھ روپیہ
(19)	سبحان رائے وکیل باقاعدہ دکن سے		ڈیڑھ لاکھ روپیہ
(20)	رائے بودھ رائے پیشکار خالصہ سے		پونے تین لاکھ روپیہ

اسی طرح دوسرے اکابر علما و فضلا و قاضی القضات میں سے کسی کو نہ چھوڑا سب سے روپیہ وصول کیا ان لوگوں پر ساول اور چوبدار اور سپاہی نہایت سخت مزاج مسلط کیے خدا کی پناہ۔ جو لوگ استطاعت اس قدر روپے کے دینے کی نہ رکھتے تھے جس قدر ان سے مانگا جاتا تھا تو ان میں سے کسی نے زہر کھا لیا کسی نے ہتیار سے خودکشی کر لی چنانچہ اللہ وردی خان قراول بیگی اور اعتماد الدولہ قمر الدین خان وزیر کے سالے کامیاب خان اور سعد اللہ خان دیوان تن کے بھائی ان تینوں نے مسموم پانی پی کر جان دی اور شیر افگن خان نے خنجر سے خودکشی کر لی اور خالق یار خان نے پیش قبض مار کر جان دی۔

نظام الملک کی قلمرو میں مرہٹوں کی مفسدہ پردازی ناصر جنگ کا ان سے لڑنا

نادر شاہ کی چڑھائی کے وقت گوپال راو زمیندار برار نے قلعہ ماہور پر کہ وہاں کا قلعدار عزیز اللہ خان تھا مکر و فریب سے قبضہ کر لیا اور بالاجی راو نے نواح برہانپور میں تاخت و تاراج سے بربادی پھیلائی نصیر الدولہ حسین قلیچ خان نے شہر کو مضبوط کر لیا۔ بالاجی راو نے متصدیوں کی جاگیریں جو دربار دہلی اور ریاست حیدرآباد کی طرف سے رکھتے تھے ضبط کرنی شروع کر دیں۔ آخر کار نادر شاہ کی مراجعت کی خبر پہنچی اور نواب نظام الملک آصف جاہ کے بیٹے احمد خان نظام الدولہ

جاگیرون کی ضبطی
ناصرجنگ کا پیغام نقش بندخان کے ذریعے سے پہنچا تو برہانپور کے علاقے کے
سے ہاتھ اٹھالیا اور ۴ ربیع الاول ۱۱۵۲ ہجری کو برہانپور سے پونا کی طرف چلا گیا چند روز کے
بعد ناصرجنگ کی مخالفت پر آمادہ ہوا اور چاہا کہ حکومت سے خاندان آصف جاہی کو اٹھادے
اور اورنگ آباد کی جنوبی جانب آیا ناصرالدولہ کے پاس جسقدر سپاہ تھی اسکو جمع کرکے اورنگ آباد
سے پونا کی بربادی کے لیے کوچ کیا مقابلے کے بعد غالب آیا اور بلجے راو کو بھگا کر گنگا کے اس
پار مقام کیا اور ۲۸ شوال ۱۱۵۲ ہجری سے عید قربان تک طرفین مین لڑائی ہوتی رہی بلجے راو
کے پاس پچاس ہزار سپاہ تھی اور ناصرجنگ کے پاس بمشکل دس ہزار آدمی ہونگے آخرکار صلح ہوگئی
اور اسکو سرکار کھرگون اور ہانڈیہ دیدی گئین۔ بلجے راو وہان سے مالوے کی طرف چلا راستے مین
نربدا کے کنارے ۱۲ محرم ۱۱۵۳ ہجری کو اپنی موت سے مرگیا۔ نظام الملک جو باجے راو اور
ناصرجنگ کی مخالفت کی خبر سنکر دہلی سے چلے تھے مصالحت کی خبر سنکر لوٹ گئے جب یہ حال
محمدشاہ بادشاہ کو معلوم ہوا تو ہرکارے کے پرچے پر یہ لکھا کہ آفرین ایسے باپ پر کہ جس سے ایسا بیٹا وجود
مین آے اور نظام الملک کو حضور مین بلاکر بہت تحسین و آفرین کی اور مبارکبادی اور دوسرے
اچھے اچھے آدمیون نے بھی آکر مبارکباد کی نذرین گذرانین اور نظام الملک شکر خدا بجالاے مگر
ان لوگون کی سمجھون پر افسوس ہوتا ہے کہ دو سرکارین بلجے راو کو دیکر پیچھا چھڑایا اور اسکو اپنی فتح
سمجھے۔ مرہٹون کا بھاگنا کوئی تعجب کی بات نہین وہ لڑائی اسی طرح لڑتے تھے۔

احمدخان ناصرجنگ کی باپ سے بغاوت

نادرشاہ کی واپسی اور صمصام الدولہ امیرالامرا کے مارے جانے اور محمدشاہ کی بے پروائی
اور قمرالدین خان وزیر کے شراب و کباب اور عیش و عشرت مین پڑ جانے سے دہلی کا انتظام روزبہ
روز بگڑنے لگا آصف جاہ دہلی مین مقیم تھے اور دکن مین ان کا بیٹا میراحمدخان نظام الدولہ
ناصرجنگ انکی نیابت مین کام کررہا تھا جسکی اتالیقی مین خواجہ عبداللہ خان تھا ناصرجنگ نے
باجے راو کے مرجانے کے بعد دکن کو متمردون سے خالی پاکر پاؤن اندازے سے بڑھایا اور عزل
و نصب حاکمون کا شروع کردیا کارہاے مالی انوار اللہ خان دیوان کے سپرد تھے ناصرجنگ نے
فوج کی بھرتی شروع کی۔ جمال خان پسر عضدالدولہ مرحوم سے ان دنون بسبب کسی تقصیر کے خطاب
قسورہ جنگ چھین لیا گیا تھا اور ناصرجنگ کے ساتھ متعین تھا اسکو دس لاکھ روپے خزانے سے
دیے تاکہ سامان درست کرے اور فوج بھرتی کرے اور قسورہ جنگ کا خطاب بحال کیا اور
عبدالعزیزخان فوجدار جنیر بن عبدالرسول خان اور ہمت خان تعلقہ دار جالنہ کو بلایا اور متہورخان

خویشگی کو بھی شریک مشورہ کیا جب یہ صورت اور صاحبزادے کی نیت انوار اسد خان دیوان نے دیکھی تو ناصر جنگ سے کہا صوبۂ حیدرآباد میں ہر قسم کے سرکاری کارخانے ہیں اور وہاں سے روپیہ بھی حاصل ہو سکتا ہے مجھے حکم ہو کہ میں وہاں جا کر انتظام کروں اور وہ اس طرح اجازت لیکر چلا گیا اور ناصر جنگ سے کنارہ کش ہو گیا۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ بعض فتنہ انگیز مصاحبوں جیسے عبدالعزیز خان و فتح یاب خان و جمال خان وغیرہ کے مشورے سے خالصے کے علاقے جسے چاہتے دیتے اور طالب محی الدین خان کو جو نظام الملک کے ماموں کا بیٹا تھا اور متوسل خان و حمزہ اللہ خان کا بھائی تھا اور اعوتی کا عہدہ دار تھا جو درحقیقت بیجاپور کی صوبہ داری ہے محاصرے میں تنگ پکڑا اور رشتہ داری کا لحاظ نہ رکھا اور یہاں تک بے مروتی کی کہ اسے حفظ آبرو کے لیے زہر کھا لیا ناصر جنگ نے اسکی بھی پرواہ کر کے اسکی خدمات ہمت خان اپنے ماموں کو دیدیں نصیر الدولہ نے یہ تمام معاملات نے کم و کاست نظام الملک کو لکھ بھیجے اس لیے ناصر جنگ اور جمال خان اسکے استیعمال کی فکر میں ہوے۔

نظام الملک نے بیٹے کی سرکشی پر مطلع ہو کر محمد شاہ سے اطلاع کر کے اصلاح معاملہ کے لیے رخصت لی اس وقت بادشاہ نے اپنی دستار سربستہ نظام الملک کے سر پر رکھدی اور وہ ۱۱۵۳ھ ہجری میں عازم دکن ہوے۔ دہلی کو جب آئے تھے تو فوج اور توپخانہ انکے ساتھ کم تھا گھوڑے ہاتھی فوج اور توپیں ناصر جنگ کے پاس چھوڑ آئے تھے جیسا کہ تحفہ میں لکھا ہے نواب آگرے اور راجپوتانے سے گذر کر صوبہ مالوہ میں پہنچے تو یار محمد خان پسر دوست محمد خان اسلام نگر اور بھوپال سے نواب کے پاس آئے نظام الملک نے انکو ماہی مراتب دیا۔ بھوپال کے عجائب خانے میں اس ماہی مراتب کی نشانی اب تک موجود ہے جو نظام الملک نے فرماں روائے بھوپال کو عطا کیا تھا۔ نصیر الدولہ عبدالرحیم خان نے برہانپور سے اپنے بخشی عبدالوہاب خان کو فوج دیکر استقبال کے لیے بھیجا جو نربدا کے کنارے نظام الملک کے پاس پہنچ گیا اور خود بھی برہانپور سے تین منزل چل کر نظام الملک کا استقبال کیا نظام الملک نے برسات میں دریائے نربدا کو عبور کر کے سلخ شعبان ۱۱۵۳ھ ہجری کو برہانپور میں داخل ہوے اور دو ماہ تک یہاں رہے۔

ناصر جنگ کا مغویوں کی بے وفائی دیکھ کر گوشہ نشین ہو جانا

ناصر جنگ کو یہ خیال رہا کہ بادشاہ کی چڑھائی اور سفر دور دراز نے باپ کو ضعیف الحال کر دیا ہوگا اسلیے اطاعت نہ کی اور انھوں نے سید منور خان خویشگی اور میر علی اکبر پیرزادے اور حکیم عبدالحسین خان کو جو پہلے نظام الملک کا خانساماں تھا اور ان دونوں ناصر جنگ کی

دیوانی وخانسامانی اس سے متعلق تھی نظام الملک کے پاس بھیجکر بعض تکالیف شاقہ کا پیغام باپ کو دیا۔ نظام الملک بیٹے کے ارادۂ دلی سے آگاہ ہوئے شفقت پدری سے بیجاپور کی صوبہ داری دینے کے لیے فرمایا تاکہ بیٹا علانیہ باغی نہوجائے متہور خان مرد دانا وعاقل تھا وہ جواب پاکر تو بیٹھ رہا اور عبدالحسین خان کی معرفت جواب ناصر جنگ کے پاس بھیجدیا۔ ناصر جنگ نے پھر اگلی درخواست عبدالحسین خان کی معرفت نظام الملک کے پاس پہنچائی اور وہی جواب پایا اپنے باپ کے عطیے کو قبول نہ کیا اور خود مختاری کا اعلان کردیا نظام الملک نے بیٹے کے ارادے سے آگاہ ہوکر عید کے دن عید کی سواری بڑے تجمل سے کی تاکہ لوگون کے دل سے یہ خیال دور ہوجائے کہ ان مین کسی قسم کی کمزوری آگئی ہے اسوقت نواب کے ہمراہ فوج بہت کم تھی اور جو لوگ ہمراہ تھے وہ بھی ناصر جنگ کی ہواخواہی کا دم بھرتے تھے۔ مغویون نے ناصر جنگ کو صلاح دی کہ سدراہ ہوجائے دکن کی فوج کے بہت سے افسرون نے رفاقت کا وعدہ کیا مگر نظام الملک کی آمد کا حال سنکر انجام کو سوچکر شریک نہوے اور یہ عذر کرنے لگے کہ ولی نعمت کے سامنے تلوار لیکر کھڑا ہونا نامناسب ہے ناصر جنگ نے فوج کا یہ رنگ دیکھ کر نظام آباد سے تمام سپاہ اور کارخانے ہاتھی گھوڑے بخشی الملک دکن محتشم خان بہادر کے ساتھ کرکے باپ کے پاس بھیجدیے اور خود صمصام الدولہ شاہنواز خان وجمال خان وعبدالعزیز خان ومیر صفی الدین خان بہادر صفی الدولہ طالب جنگ میر آتش دکن وصف شکن خان مجاہد جنگ وفتح یاب خان وہمت یار خان ومیر شمس الدین بخشی دیوسف محمد خان امرا کے ساتھ نظام آباد عرف اجنٹا سے اورنگ آباد پہنچکر شاہ برہان الدین کے روضے مین جو دولت آباد سے پانچ میل پر ہے گوشہ گزین ہوا۔ نظام الملک نے یہ حال سنا تو تاسف کیا اور مکرر لکھا کہ بیجاپور کو چلے جائین اور ولایتی وہندوستانی میوے بھیجے مگر بیجاپور کی حکومت ناصر جنگ نے نامنظور کی۔

نظام الملک کی عرضی کا ترجمہ جو انھون نے بادشاہ کو اس بغاوت کے باب مین لکھی تھی

نظام الملک نے اس وقت ایک عرضی بادشاہ کو لکھی جسکو حدیقۃ العالم مین نقل کیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ چار سال تک عقیدت سرشت حضور مین حاضر رہا تو اس ملک مین عجیب انقلاب اختلال پیدا ہوگیا جو لوگ ناصر جنگ کے ساتھ تھے انھون نے بدباطنی سے اس ناتجربہ کار کو بکا دیا کہ وہ دکن کے صوبے پر اپنے آپ کو مستقل فرمان روا جاننے لگا اور میرے مالوے مین پہنچنے کے بعد پرخاش کا ارادہ کیا اور خطوط لکھ کر حیدرآباد سے لوگون کو بلایا چنانچہ جمال خان پسر عضد الدولہ مرحوم

نے باوجود بیابت صوبہ داری برآورد تنخواہ محالات مشروطہ کے ناصر جنگ سے دس لاکھ روپیے نقد اور گیارہ
لاکھ روپیے فدوی کی جاگیر کے محالات سے سپاہ کی بھرتی کے بہانے سے لیے عبدالعزیز خاں نے
ناصر جنگ سے ۲۲ لاکھ روپیے کے محالات صوبہ داری اور ملک آباد کی تقریب سے لیے اور اُسکے
منصب میں ترقی ہوئی اور اُسنے اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں اور متوسلوں اور خان عالم وجانوجی
وغیرہ کے لیے قسم قسم کی تدبیروں اور فریبوں کے ساتھ جاگیریں حاصل کرلیں اور طرح طرح کے
خیال رکھے اور اپنے مقاموں سے فوجیں لیکر ناصر جنگ نے خرد کی رفاقت اختیار کی اور یہ ارادہ
تھا کہ فدوی کے ساتھ جنگ وجدل کریں اور اس ناتجربہ کار نے ان فریبیوں کو اپنا رفیق دلی سمجھ لیا
تھا اور باوصف اسکے کہ پہلے ان لوگوں کے ساتھ رعایتیں ہوچکی تھیں اسلیے انکے دل گئے تھے
مگر ناصر جنگ نے اور بھی زر نقد اور نامناسب منصب اور بے جا خطاب اور بے قیاس جاگیریں
عطا کرکے اپنا طرفدار بنایا اور شورش پر مہیا کیا اور اس سے غافل تھا کہ جدھر بھی نقصان پہنچے گا
نہایت برا ہے الغرض اگر اس کا ارادۂ فاسد کامیاب ہوجاتا تو حرام خوراں ناحق شناس کے ہاتھ
سے وہ کب سلامت رہ سکتا اور مملکت کی تقسیم ہوکر تھوڑے سے عرصے میں آمدنی کی کمی اور تقاضا
تنخواہ اسکو مصیبت میں ڈالدیتے ہرچند فدوی نے نصیحت اور تہدید کی باتیں لکھیں اور اسکے فعل کے
برے نتائج اسکو بتائے مگر اسکی عقل پر پردے پڑگئے تھے اس لیے کچھ نہ سمجھا۔ جہالت کی وجہ سے
گمراہی کا راستہ چلنے لگا اور تیس ہزار سوار جرار اور توپخانہ بسیار لیکر فرداپور کی پہاڑی پر برہانپور
سے تیس کوس کے فاصلے پر آکر مقیم ہوا اور بہادل متہور خان کو سفیر بناکر میرے پاس یہ پیغام دیکر
بھیجا کہ تمام ملک دکن کی حکومت مستقلاً اسکے ہاتھ میں چھوڑ دی جائے اور یہ فدوی دہلی کو لوٹ
جائے اس کا جواب معقول جس میں اسکی بہتری متصور تھی کہلا بھیجا خاں مذکور نے بھی اسکو لکھا مگر
وفور غرور سے اسکی سمجھ میں کچھ نہ آیا دوبارہ اپنے خانساماں عبدالحسین خاں کو بھیجا اور انہیں باتوں کا اعادہ کیا
جب فدوی نے خیال کیا کہ اس کا مزاج فاسد کسی دوائے تدبیر سے اصلاح پذیر نہیں ہوسکتا تو اس
قانون کے مطابق کہ آخری علاج داغ ہے اسکے دفعیے کے لیے اسباب جمع کرنے شروع کیے اور تھوڑے
سے عرصے میں بہت سی سپاہ فراہم کرکے ارادہ کیا کہ برہانپور سے آگے بڑھ کر اس کوتہ اندیش کے
مادۂ فساد کو درست کرے جب یہ حال اسکے شرکائے مفسدین کو معلوم ہوا تو ڈر گئے اور لڑائی کا
خیال چھوڑ دیا اور اس سے جدا ہونے لگے نظام الدولہ نے جب یہ حال دیکھا کہ تمام اہل سرداروں
کے عزم کا ورق لوٹ گیا اور اب کوئی چارۂ کار نہ رہا تو دل میں خوف زدہ ہوکر شاہ برہان الدین
کے روضے میں جاکر پناہ گزیں ہوا اور محتشم خاں بخشی مسند اماں رکن خاں عالم اور سمباجی وغیرہ
مفسدان دل اور نظام الدولہ کی سپاہ اور توپخانہ جمعیت میرے پاس آگیا اللہ کا شکر ہے کہ فساد عظیم

غبار جو تفرقے اور تشویش کا باعث تھا دفع ہوا لیکن اب تک مضبوط قلعے مثل ورنگڑھ و قلعہ خنیر وغیرہ فتحیاب خان اور دوسرے مخالفون کے ہاتھ مین ہین اور مقاہیر نے حیدر آباد کو خالی پاکر فساد پیدا کر دیا ہے اور رگھوجی نے جو از سر نو ملک کرناٹک پر قابض ہو گیا ہے مضبوط سپاہ جمع کر کے حیدر آباد تک پریشانی پھیلا دی ہے اس وجہ سے فدوی کا ارادہ ادھر انتظام کی غرض سے جانے کا ہے۔ (انتہیٰ)

مصاحبون کے اغوا سے ناصر جنگ کا دوبارہ جنگ پر آمادہ ہونا

نظام الملک نے ۲۸ شوال ۱۱۵۳ھ ہجری کو دریاے تپتی کو عبور کیا بارہ روز تک دریاے پورنا کے کنارے پڑے رہے اور شدت بارش مین کہ بے وقت پانی پڑ رہا تھا محتشم خان وغیرہ امراے دکن نظام الملک سے آکر ملے نواب نے کہا کہ دکن کا لشکر دریاے پورنا کے اس پار عادل آباد پر اترے۔ انوار اللہ خان دیوان بھی حیدر آباد سے آگیا اسوقت بالاجی پسر باجے راو متوفی کہ مالوے کے قصد سے نکلا تھا اسنے نظام الملک سے ملنے کا پیام بھیجا نواب نے اپنے چچا روشن الدولہ کو پیشوائی کے لیے روانہ کیا وہ اپنے سردارون جیسے بیلاجی جادو و ہلکر و کوڑیا وغیرہ کے ساتھ آکر ملا اور دو تین دن تک پورنا کے کنارے مقام کر کے مالوے کو روانہ ہو گیا۔ یہان سے نظام الملک نے ابو الخیر خان کو دو ہزار پیادون اور تین سو سوارون کے ساتھ اسکے تعلقے کو اور ۱۱ ذیقعدہ ۱۱۵۳ھ کو نصیر الدولہ کو بھی برہانپور کو رخصت کر دیا اور خود نظام الملک پورنا سے عبور کر کے خاندیس کی طرف چلے گئے اور کساری کی پہاڑی کے پاس پہنچے اور قلعہ تلنگہ کو کہ گلشن آباد عرف میدک کے قریب ہے مفتوح کر کے نام اس کا فتح مبین رکھا۔ پھر فردا پور کی پہاڑی کی طرف لوٹ کر اورنگ آباد کی طرف روانہ ہوے اور وہان جا پہنچے۔ عبد العزیز خان ناصر جنگ سے جدا ہو کر نظام الملک کے پاس چلا آیا تھا انھون نے اسپر کچھ التفات نہ کیا بلکہ حرز اللہ خان نے کلمات ناملائم اپنی زبان سے اسکی نسبت کہے اس لیے وہ بھاگ کر پھر روضے مین چلا گیا اور ناصر جنگ کو لڑائی پر آمادہ کیا چنانچہ اسنے روضے سے کوچ کیا اور قلعہ اورنگ گڑھ عرف ملھیر کی طرف چلا گیا جسکو فتحیاب خان نے مکر و حیلہ سے متوسل خان سے لیا تھا اور محالات گرد و نواح پر تصرف شروع کیا اس وقت اُسکے ساتھ بقول تاریخ فتحیہ دو ہزار آدمی سے زیادہ نہ تھے اور خزائن بھی بہت کم تھین ہمت یار خان اس سے جدا ہو کر نظام الملک کے پاس چلا گیا ناصر جنگ کے پاس عمدہ فوج فراہم نہ ہو سکی۔ عبد العزیز خان اور فتحیاب خان کی کوشش سے اکثر گاؤن کے گنوار نوکر ہوے توپخانہ و جزائر و بان وغیرہ لڑائی کا کوئی مسالا اسکے ساتھ نہ تھا بڑی مشکل سے

چار ہزار سوار فراہم ہوسکے جیسا کہ گلزار آصفیہ و تحفۂ آصفیہ میں ہے۔ حدیقۃ العالم میں لکھا ہے کہ سات ہزار سوار جمع کر لیے۔ عین برسات میں نظام الملک اورنگ آباد میں ٹھہرے ہوئے تھے اور انہوں نے قاعدہ مستمرہ کے موافق ہاتھی گھوڑے بیل وغیرہ اورنگ آباد سے تیس تیس چالیس چالیس کوس پر چرائی کو بھیجدیے تھے اور اپنی فوج کے آدمیوں کو انکے وطنوں کو رخصت کر دیا تھا نواب جریدہ اورنگ آباد میں رہ گئے تھے ناصر جنگ کو مخبروں نے بتایا کہ یہ موقع اچھا ہے چنانچہ اسنے اورنگ آباد کا ارادہ کیا اور ملہیر کے قلعدار نجابت خاں پسر نجابت خاں کو ساتھ لیا اور جلدی سے کوچ کر کے کساری کی پہاڑی سے گذر کر موضع جانیگاؤں وانکلہ میں جا پہنچا نظام الملک کو اسکی حرکت کا حال معلوم نہ تھا اس گاؤں میں متوسل خاں کا ایک حلوہ دار آیا اور ناصر جنگ کی سپاہ کا حال معلوم کر کے لوٹ گیا اور متوسل خاں سے سارا حال کہدیا وہ حلوہ دار کو اپنے ساتھ نظام الملک کے پاس لے گیا اور تمام حال اسکی زبانی سنوادیا نواب نے شاشب دیوان اور بخشی اور خانساماں وغیرہ کو بلا کر تمام پیادہ و سوار کو دو ماہ کی تنخواہ دلوائی توپوں کے بیل علاقہ دور دست میں چرائی کو گئے ہوئے تھے توپوں کے لیجانے کی یہ تدبیر کی کہ جہاں جہاں شہر میں بیل ہاتھ لگے لیکر توپیں اسے کھنچوا کر عیدگاہ میں شباشب پہنچوادیں صبح ہوتے ہی نظام الملک نے کوچ کر کے شہر کے باہر مقام کیا لیکن بہت تھوڑے آدمی رکاب میں تھے۔ نواب کے ہراول اور کوتوال کے آدمی شہر بھر میں پھر کر آدمیوں کو باہر لانے لگے چنانچہ تھوڑے سے آدمی جنکے گھوڑے چرائی پر تھے وہ پیادہ پا آکر جمع ہو گئے اس طرح رات عیدگاہ میں بڑی ہوشیاری سے بسر کی اور شاہ ولی خاں نامی فقیر کو کہ سید لشکر خاں کا رفیق تھا آصف جاہ نے اپنے بیٹے ناصر جنگ کے پاس بھیجکر نصیحت کرائی جو روضے میں فوج لیکر آگیا تھا اسنے جا کر سمجھایا مگر ناصر جنگ پر اثر نہ ہوا شاہ ولی خاں لوٹ گیا سہ شنبہ اٹھارھویں جمادی الاولی سنہ ۱۱۵۳ ہجری کو ابوالخیر خاں جو قلعہ مونگیر کے بندوبست میں مصروف تھا الاپور کی پہاڑی سے گذر کر نظام الملک کے پاس آگیا۔ ۱۹ جمادی الاولی روز چہارشنبہ کو ناصر جنگ شاہ برہان الدین کے روضے کے متصل پہنچ گیا اور مستعد جنگ ہوا اس وقت سپاہ کی کمی کی وجہ سے نظام الملک کے لشکر میں خوف و ہراس تھا ناصر جنگ روضے سے کوچ کر کے شہر کی طرف روانہ ہوا اور اسکے مصاحبوں نے یہ مشورہ دیا کہ شہر اورنگ آباد کو سیدھی طرف چھوڑ کر دہلی دروازے کی طرف جاویں کہ جسکے پاس سرائے ہرسول واقع ہے اور اس میں توپ اور دھکلہ اور بان اور بارود کا ذخیرہ بہت تھا اسپر قبضہ کریں اور شہر اورنگ آباد میں داخل ہو جائیں اس ارادے سے وہاں سے کوچ کر کے ناصر جنگ اور اسکی جمعیت کٹی گھاٹی تک پہنچی اور یہاں ناصر جنگ نے ظہر کی نماز باجماعت پڑھی

اور یہان یہ قرار پایا کہ اُدھر نہ چلنا چاہیے بلکہ براہ راست نظام الملک کے مقابلے مین پہنچنا چاہیے۔
اس طرح چلنے سے ناصر جنگ کی فوج کی ترتیب بگڑ گئی۔

باپ بیٹون کی جنگ

نظام الملک نے لڑائی کے لیے یون صف بندی کی کہ متوسل خان اور اسکے بیٹے حرز اللہ خان اور خواجم قلی خان کو سب سے آگے رکھا اور سیدھے ہاتھ پر ابو الخیر خان و رحیم اللہ خان پسر محمد غیاث خان و جمیل بیگ خان کو مقرر کیا اور الٹی طرف مبارز خان و خواجہ حامد اللہ پسر عماد الملک مبارز خان و مقرب خان و خان عالم خان کو متعین کیا بعض کہتے ہین کہ الٹی طرف صرف ابو الخیر خان تھے اور منور خان خویشگی و سلیم خان کو ہر طرف مدد پہنچانے کے لیے مقرر کیا ناصر جنگ کے پیش لشکر مین عبد العزیز خان و فتحیاب خان تھے۔ ۲۰ جمادی الاولی ۱۱۵۴ھ کو ناصر جنگ لڑائی کے لیے سوار ہو کر اورنگ آباد کی طرف چلا تو نظام الملک کے مخبرون نے خبر دی کہ ناصر جنگ کٹی گھاٹی سے اُتر رہا ہے جب ہرکارے کی زبان سے یہ لفظ انھون نے سنا تو تفاول لیکر دو مرتبہ اس لفظ کو اپنی زبان سے ادا کیا اور دعیہ حرز پڑھکر ظہر کے آخر مین ہاتھی پر سوار ہوے۔ ناصر جنگ کے آدمیون نے نہایت بے ترتیبی سے مقابلہ کیا اسکی فوج مین اکثر قصباتی نئے آدمی نوکر تھے توپون کی آواز سنتے ہی بھاگ نکلے توپون کے دھوین کی وجہ سے اندھیرا چھا گیا تھا اس لیے ناصر جنگ کے بہت سے آدمی شہر کی طرف چلے گئے عبد العزیز خان و فتحیاب خان بھی راہ بھولکر دوسری طرف چلے گئے ناصر جنگ اور جمال خان اور دوسرے کئی فیل سوار اسوقت دیوار اراد را ساپورہ کے پاس پہنچگئے نظام الملک کی طرف سے بان مارنیوالون نے جو دیوار کی پناہ مین بیٹھے ہوے تھے اتنے بان مارے کہ چھ سات فیل سوار کہ اسوقت ناصر جنگ کے ساتھ تھے بھاگ نکلے صرف ناصر جنگ کا ہاتھی باقی رہ گیا جسکے ساتھ دو سو سوار سے زیادہ نہ تھے اور دو تین فیل سوار بھی آکر مل گئے یہ لوگ نظام الملک کی توپون کی گاڑیون کی طرف بڑھے تو تمام گولہ انداز و بان انداز بھاگ گئے ناصر جنگ وہ توپین اپنے آدمیون کے حوالے کرکے آگے بڑھا اسوقت سرمست خان بنی جو شہر ایلچپور صوبہ برار کا ناظم تھا تین چار سو آدمیون کے ساتھ جو گھوڑون سے اُتر پڑے تھے مقابلہ مین آیا اسکو ہٹا کر ناصر جنگ آگے چلا کہ اسوقت نظام الملک کے سیدھے اور الٹے ہاتھ کے سپاہی جمع ہو کر سد راہ ہوے ناصر جنگ یہان بہت تھوڑے سے آدمیون کے ساتھ کھڑا ہو گیا سخت لڑائی ہوئی عبد العزیز خان کہ دیر سے اسکی سواری کا متلاشی تھا یہان اپنے پچاس ساٹھ سوارون کے ساتھ آکر ناصر جنگ کا شریک ہو گیا اسوقت

کودھا پچند جو نظام الملک کی سب سے اگلی فوج میں شامل تھا ناصر جنگ کے ہاتھی کے پاس جا پہنچا اور بندوق سے محمد حامد کو جو ناصر جنگ کے فیل جانے کا افسر تھا اور آج کے دن اسکے فیلبان کی جگہ ہاتھی پر بیٹھا ہوا تھا مار ڈالا۔ ناصر جنگ خود ہاتھی کو چلانے لگا دو زخم تیر کے پوست مال ناصر جنگ کے لگے باوجود اسکے وہ ہاتھی کو ہولتا ہوا آپ کے ہاتھی تک پہنچ گیا اب نظام الملک کے ساتھیوں نے اسکے ہاتھی کو گھیر لیا اسوقت متوسل خاں اور اس کا بیٹا ناصر جنگ کے سامنے آئے اور باہم تیر اندازی ہونے لگی متوسل خان نے تیر سے اسکو مار ڈالنا چاہا اسکے بیٹے محی الدین خاں نے منع کر دیا چاروں طرف سے دلاوروں نے ناصر جنگ کے ہاتھی کو گھیر لیا سید لشکر خاں نے چستی سے اپنا ہاتھی ٹکی برابر لا کر اسے اپنے ہاتھی پر لے لیا اور نظام الملک کے لشکر میں فتح کے شادیانے بجنے لگے اور ناصر جنگ کے ساتھی جو اسوقت تک موجود تھے بعض مارے گئے بعض زخمی ہوئے بعض بھاگ گئے عشاکی نماز کے وقت نظام الملک دو گھنٹے میں کہ عیدگاہ کے نزدیک اورنگ آباد سے عربی جانب ہے بر پا تھا داخل ہوئے ناصر جنگ کے لیے علیحدہ خیمہ کھڑا کر دیا گیا جس میں اسکو رکھا گیا اور چونکہ اسکے کپڑے خون آلودہ تھے نظام الملک نے اپنے پہننے کے کپڑے نکلوا کر بھیجدیے اور جو دو شالہ اوڑھے ہوئے تھے وہ بھی بھیجدیا اور جراح مقرر کر دیے اور کہنے لگے کہ خدا کا شکر ہے کہ اسنے آج تین باتوں کی خوشیاں مجھے دیں (۱) فتح کی (۲) سلامتی فرزند کی (۳) بیٹے کے شجاعت کے امتحان کی کہ بچپن سے اسکے مزاج کی وجہ سے جس بات کی توقع تھی وہ آج ظہور میں آگئی باوجودیکہ اسکے ساتھ تھوڑے سے آدمی تھے لیکن میدان سے منہ نہ موڑا

شرکائے ناصر جنگ

صبح کو میدان جنگ سے چلے گئے اسکے ساتھیوں کی نسبت جنھوں نے کفران نعمت کرکے بھر جنگ کی شرکت کی تھی مقربوں نے مختلف باتیں کہیں نظام الملک نے کسی کو سزا نہ دی کہنے لگے کہ ہر ایک نے اپنی کردار کے موافق میدان کارزار میں سزا و جزا پائی ہم کو یہ منظور نہیں کہ اب کچھ انسے کہیں انکے لیے اسی قدر سزا کافی ہے کہ ان کو نوکر نہ رکھیں گے ناصر جنگ کا قلمدان نواب نے اپنے میر منشی موسوی خاں کے حوالے کر دیا وہ قلمدان کھول کر ۳۸ عرضیاں ان امرائیں دولت کی جنھوں نے شرکت کا وعدہ کیا تھا اور اکثر ان میں سے اسوقت حاضر تھے قلمدان سے نکالکر نواب کے پاس لایا اور عرض کیا کہ ملازموں کی اس قدر عرضیاں ہاتھ لگی ہیں اول نواب نے ٹالا اور کچھ جواب نہ دیا جب دوسری بار پھر موسوی خاں نے کہا اور ایک عرضی کھول کر پڑھنے کا ارادہ کیا تو نواب نے کہا بیہ تکلیف مت کرو اور سب کو تلف کرا دیا کہ طرفین کے مزاجوں میں کدورت پیدا نہ ہو اور انشائے راز ہوا اور بزرگاں سے کہا کہ اگر بادشاہ سلامت اور انکے شاہزادے کے درمیان ایسا ماجرا پیش آتا

توہم بھی ایسا کرتے اسکے بعد کہا کہ ان آدمیون نے کیا بُرا کیا اول مصلحت وقت کی وجہ سے میرے بیٹے سے موافقت کی اور جب ہم اسکی سرکوبی کے لیے متوجہ ہوے تو ہماری صولت وشوکت اُسکے دل مین ڈال کر اسکی فوج کو پراگندہ کردیا یہانتک کہ ہمارا بیٹا صحیح وسلامت ہمارے ہاتھ آگیا۔ جسوقت ناصرجنگ ہاتھ آیا اسوقت حرزاللہ خان نبیرۂ سعداللہ خان وزیر نے صمصام الدولہ شاہ نوازخان سے جن کا اصلی نام عبدالرزاق خان ہے بوجہ پاس آشنائی کے کہا کہ بیٹا باپ کے مکان پر جاتا ہے تم کہان جاتے ہو جو کچھ رفاقت کی شرط تھی بجالاے اب اس مہلکے سے اپنے آپ کو نکال لو شاہ نوازخان یہ بات سنکر ہاتھی سے اُتر گئے اور کنارہ کش ہوے پانچ سال تک نظام الملک کے معاتب رہے عزلت کے ایام مین مآثرالامرا وغیرہ کے لکھنے مین مصروف رہے۔ سنہ ۱۱۶۰ ہجری مین نواب نے ان کا قصور معاف کرکے بدستور سابق دیوانی برار کی خدمت عطا کردی نواب نے جمال خان کو بھی خانہ نشین کردیا اور ابراہیم خان پسر حاجی محمد علی خان اور مرزا احسن رضا خان المخاطب بہ ناصر قلی خان قلعہ دولت آباد مین جاکر پناہ گزین ہوے تھے اور دوسرے آدمی دوسرے مقامات پر روپوش ہوگئے تھے انکے حالات کے معترض نہوے لیکن جاگیرین ان سب کی ضبط کرلین جو علانیہ شریک تھے۔

ناصرجنگ کی گرفتاری سے رہائی تک کے وقعات

گرفتاری کے بعد نواب نے حکم دیا کہ ناصرجنگ کو شب مین علیحدہ خیمے مین حفاظت سے رکھین۔ صبح کو جمعہ کے دن ۲۱ ماہ جمادی الاولی سنہ ۱۱۵۴ ہجری کو ناصرجنگ کو عبدالعزیزخان معروف بہ مقبول عالم کی اس حویلی مین جو نئی تیار کی ہوئی تھی بطور نظربندون کے رکھا اور حویلی پر چوکی پہرہ لگادیا اور سید لشکرخان سے کہا کہ اسکی احتیاط ومحافظت کرے اور سید لشکرخان کو اس کارگذاری کے جلدو مین نصیرجنگ خطاب دیا اور حکم دیا کہ کوئی شخص ہمارے سامنے ناصرجنگ کا نام نہ لے اگر اشد ضرورت پیش آے تو صرف میر احمد خان کے نام سے یاد کرے اس فتح کی نواب نے دو نذرین لین ایک فتح کی دوسرے سلامتی ناصرجنگ کی جیساکہ حدیقۃ العالم مین مذکور ہے اور رشیدالدین خانی مین یون لکھا ہے کہ فتح کے بعد اول نذر ابوالخیرخان کی ہوئی خان مذکور نے دو نذرین پیش کین جب نظام الملک نے اسکا سبب پوچھا کہ یہ دوسری نذر کیسی ہے تو انھون نے جواب دیا کہ صاحبزادے کی سلامتی کی پھر سب نے دو دو نذرین گذرانین نظام الملک کو کمال سرور حاصل ہوا۔ نواب اکثر کہا کرتے تھے کہ میر احمد کے چیچک نکلی اور نہایت بیتاب تھا تو ہم نے محل کے بعض آدمیون کے کہنے سے وہ کام کیا جو ہماری شان کے خلاف تھا یعنے اپنے ہاتھ سے گدھے کو دانہ کھلایا یہ وہی

میر احمد ہے تھوڑے دنوں کے بعد ناصر جنگ کے رحم مبدل ہو گئے۔ نظام الملک اواخر شعبان ۱۱۵۵ھ ہجری میں قلعہ ملہیر کی جانب روانہ ہوئے اور ناصر جنگ کو پالکی میں سوار کرا کے جس پردے پڑے ہوئے تھے لشکر کے پیچھے پیچھے ساتھ رکھا قلعہ ملہیر کے پاس پہنچکر جلال الدین خاں صوبہ دار بگلانہ کو جو شجاع الدولہ والی بنگالہ کا داماد تھا قلعے کی تسخیر کے لیے مقرر کیا اسے تھوڑے سے عرصے میں قلعے میں تزلزل ڈالدیا اہل قلعہ نے محصور ہو کر قلعہ حوالے کیا نظام الملک نے میر رنگ کو کہ پہلے مدد مارا اور سلطان پور کا فوجدار تھا یہاں کا قلعہ دار بنا کر فوجداری بگلانہ خواجم قلی خاں کے حوالے کی اور لوٹ کر حیدرآباد کی جانب چلے۔ راستے میں قلعہ قندھار مین مقام ہوا اور وہاں کے قلعدار راجہ گوپال سنگھ کو موقوف کر کے برق انداز خان کو وہاں کا قلعدار بنایا۔

یہاں ناصر جنگ کو پاس بلایا آپ تخت چوکی پر بیٹھے بخشی الملک محتشم خان اُسکے ہاتھ رومال سے باندھ کر سامنے لے گیا تو اسنے حکم دیا کہ کھولدو ناصر جنگ بہت رویا اور اس بیت کی تکرار کرنے لگا۔ بیت

کال شکے مادر برادے نہ مدے حلے شیرم رہرادے نہ مدے

اسوقت نظام الملک اور دوسرے حاضرین پر رقت طاری ہو گئی ناصر جنگ کو وہ خلعت جو اسکے لیے پہلے سے منگا رکھا تھا پہنا کر رخصت کیا اور محتشم خاں کی معرفت کہلا بھیجا کہ موسم گرم ہے اور تم میں بھی ابھی نقاہت باقی ہے چند روز یہاں رہو اور برق انداز خاں جو وہاں کا قلعدار تھا اسکی حفاظت اور خدمت کرتا رہا نواب یہاں سے ہاتھی پر سوار ہو کر چلے جب تک قندھار نظر آتا تھا ادھر ہی دیکھتے رہے۔ اور آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔

اسی سال چند بیگمات کی سفارش سے اس کا قصور معاف کر دیا اور سید شریف خان بخشی کو حکم دیا کہ فوج اور فیل سواری اور نشان و نقارہ قلعہ قندھار میں لیجا کر ناصر جنگ کو پالکی میں بٹھا کر لے آئے اُسنے ظاہر ہو کر باپ کے قدموں پر سر رکھ کر بہت لجاجت اور زاری کی اس کا جرم معاف کر کے آغوش میں لیا اور پند و نصائح کے کلمات کہے رشید الدین خانی اور تاریخ فتحیہ وغیرہ میں اسی طرح لکھا ہے۔ سرو آزاد میں بیان کیا ہے کہ ۱۱۵۴ھ ہجری میں آصف جاہ نے ناصر جنگ کو قید کیا تھا اور ۱۱۵۵ھ ہجری میں قصور معاف کیا۔

فتحیہ میں ذکر کیا ہے کہ ناصر جنگ کی رہائی کے بعد نواب نے حکم دیا کہ جب ہم یاد کیا کریں تب سلام کو آیا کرے اور چند روز تک اسی طرح رکاب میں رہے اور علیحدہ خیمہ اسکے لیے استادہ ہوتا اور راستے میں پیچھے چلتا اور اس کا نام نظام الملک کے دربار میں صرف میر احمد کہہ ہوتا جب اس ضلع کا انتظام کر چکے تو صوبہ برار کی طرف چلے اور ناصر جنگ کو پھر بلا کر خلعت و شمشیر

اور کنا ٹکبخشی اور خطاب بھی بحال کردیا البتہ لفظ نظام الدولہ سلب کرلیا اور حکم دیا کہ جب حضور مین آوے تو ہتیار باندھ کر آیا کرے اور جسقدر اُسکے کارخانے اور جانور نظام الملک کی سرکار مین ضبط ہوگئے تھے وہ سب واپس کردیے اور نوبت کا سامان بھی سرکار سے دیکر اسکے دروازے پر خیمہ نقارخانہ استادہ کرایا۔ اور جبکہ اورنگ آباد پہنچے اور پھر وہان سے حیدرآباد کو چلے تو ناصر جنگ کو اورنگ آباد کی نیابت صوبہ داری عطا کی اور زلد رک کو آپ چلے آے۔

اس زمانے مین انوار اللہ خان دیوان سرکار مرض آکلہ مین علیل ہوگیا تھا رخصت لیکر برہانپور آگیا وہان پہنچکر بہت کچھ معالجہ کیا حکیم محسن خان و حکیم معصوم خان اور ڈاکٹر کا علاج ہوا لیکن فائدہ حاصل نہوا آدھی زبان گل کر گر گئی ماہ صفر ۱۱۵۵ہجری مین مرگیا اور شاہ برہان راز الٰہی کے مقبرے مین مدفون ہوا اسکی جگہ دیوانی کی خدمت خدا بندہ خان نبیرہ امیر الامرا شایستہ خان کے سپرد ہوئی یہ شایستہ خان عالمگیر کا ماموں ہے اور یہ شاہ برہان غیر ہین ان برہان الدین سے جو خلد آباد مین کہ اورنگ آباد کے قریب ہے مدفون ہین۔

نواب کا حیدرآباد مین ورود اور حکام اضلاع کا تغیر و تبدل

نظام الملک ۱۱۵۵ہجری مین حیدرآباد مین آے اور یہان تعلقہ دارون کے عزل و نصب مین مصروف ہوے کیونکہ ایک دو سال سے زیادہ کسی کو ایک کام پر نہین رکھتے تھے۔ خواجہ مومن خان پسر عضد الدولہ کو حیدرآباد کا صوبہ دار کیا اور اپنے مامون کے بیٹے حرز اللہ خان کو ناندیر کی حکومت پر بھیجا اور ہمت یار خان کو ادھونی ورلے چورہ وغیرہ مضافات بیجاپور پر بدستور ناصر جنگ کے عمل کے مطابق بحال رکھا بعد اسکے اورنگ آباد آگئے اس زمانے مین مرزا باقر علی خان داماد مرشد قلی خان آیا یہ مرشد قلی خان شجاع الدولہ ناظم بنگال کا داماد تھا چندروز کے بعد مرشد قلی خان بھی آیا نواب نے دونون کے حال پر مہربانی مبذول کی بعد اسکے شجاع الدولہ حاکم بنگالہ کی بیٹی آئی جو مرشد قلی خان کی بی بی تھی۔ اس کا خطاب مہمان بیگم مقرر ہوا۔

کرناٹک وغیرہ پر فوج کشی

۱۱۵۵ہجری مین کرناٹک کی طرف نظام الملک کا جانا نہوا تھا اس لیے وہان کے بڑے بڑے زمیندارون نے جیسے سری رنگ پٹن کا زمیندار ہے پیش کش مقرری نہ بھیجا تھا نواب نے ناصر جنگ کا نظام الدولہ خطاب بحال کرکے اور دوسری عنایات سے خوشنود کرکے اس طرف روانہ کیا اور اس طرف کے زمیندارون کو حکم بھیجے گئے کہ ناصر جنگ کی خدمت مین حاضر ہوکر

پیش کش ادا کرین۔ تاریخ فتحیہ مین اسی طرح لکھا ہے اور ناصر جنگ کی جگہ نصیر الدولہ کو برہانپور سے بلا کر ناظم مقرر کر دیا اور اسکے بیٹے مجاہد خاں کو نظامت برہانپور کی نیابت دی اور پورن چند سرکار نصیر الدولہ کا دیوان انکی جاگیر کے انتظام کے لیے برہانپور مین رہا۔ حدیقۃ العالم میں آیا ہے کہ نظام الملک خود کرناٹک اور ارکاٹ کو گئے تھے اور ناصر جنگ کو ساتھ لے گئے تھے اس عرصے میں خبرداروں نے خبر دی کہ ہمت یار خان حاکم بیجاپور پٹھانوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ کیفیت اسکی یہ ہے کہ ہمت خاں بن الف خاں بن ابراہیم خاں بیجاپوری قلعدار و جمعدار کرنول نے پچاس ہزار روپیہ سالانہ خراج کا اپنے ذمے قبول کیا تھا چند سال یہ رقم ادا کرنے مین تعلل کیا جب نظام الملک بادشاہ کی آمد کے زمانے مین دہلی گئے ہوے تھے تو ہمت خان نے زر خراج مطلق نہ دیا۔ نظام الملک نے دہلی سے ہمت یار خاں کو لکھا کہ کئی سال کا چڑھا ہوا زر خراج ہمت خان سے وصول کرے ہمت یار خاں نے بہت سی سپاہ جمع کرکے ہمت خان کو لکھا کہ یا تو زر پیشکش بھیجو ورنہ پٹھانوں کی عورتوں کو قید کرکے اپنے لشکریوں کے حوالے کر دوں گا ہمت خان ایک ہزار سوار اور دو ہزار پیادے جمع کرکے مقابلے کو نکلا اگرچہ ہمت یار خان کے پاس دس بارہ ہزار سوار و پیادے تھے مگر سب اسکی سخت مزاجی و بدزبانی کی وجہ سے ناراض رہتے تھے کہ شریف و رذیل آدمیوں کو گالیاں دیتا رہتا تھا لڑائی کے وقت سب نے کوتاہی کی اور وہ مارا گیا نواب نے یہ خبر سنکر ناصر جنگ کو خلوت میں بلا کر مشورہ کرکے اُدھر روانہ ہوے۔

سنہ ۱۱۵۶ ہجری میں کرناٹک کے بندوبست کے ارادے سے ادھونی کے ضلع میں آئے ہمت خان خوف زدہ ہوا کیونکہ ہمت یار خاں کو قتل کر چکا تھا۔ درمیان استدعائے عفو جرائم کی لکھیں نواب نے قصور معاف کیا چونکہ رگھو جی کی تنبیہ کے لیے کرناٹک کا ارادہ تھا کرنول کو تیس کوس چھوڑ کر کرناٹک کی طرف چلے ہمت خاں خود حاضر ہوا نواب نے اس کا قصور معاف کرکے کرنول کو واپس کیا جب نظام الملک ارکاٹ کے نواح میں پہنچے تو قلعہ ترچناپلی کو جو مرہٹوں کے ہاتھ میں تھا فتح کرنے کا ارادہ کیا اور ایام محاصرہ مین ۲۱ ربیع الثانی کو نواب کے چچا عبدالرحیم خاں نصیر الدولہ کی وفات کی خبر پہنچی نصیر الدولہ کا بیٹا مجاہد خاں جو برہانپور میں نائب ناظم تھا اپنی جگہ عبدالوہاب خاں اور خواجہ محمد اشرف خاں کو چھوڑ کر اورنگ آباد آگیا اور انتظام کرنے لگا نظام الملک نے یہ خبر سنکر علی اکبر خاں کو برہانپور کی صوبہ داری اور سرکاری جاگیروں کا کام دیکر ادھر بھیجا اور برہانپور کے صوبے کے حکام کو حکم نامے لکھوا دیے کہ اسکی اطاعت کریں اول تو مجاہد خان و عبدالوہاب خاں کام اسکو سپرد کرنے سے انکار کرکے مقابلے کو آمادہ ہوے آخرکار حکم کی تعمیل کی۔ نظام الملک نے قلعہ ترچناپلی کا ملک نواب کے ہاتھ سے فتح کرکے عبداللہ خاں کو ہزاری منصب دیکر صاحب نوبت بنا دیا اور وہاں کی

حکومت اسکے ہاتھ مین دیدی وہ خلعت پہنتے ہی شادی مرگ ہوگیا اس لیے وہان کا حاکم نورالدین خان شہامت جنگ گوپاموی کو مقرر کیا۔ یہ انورالدین خان نواب نظام الملک کی وزارت دہلی کے زمانے مین راجہ جے سنگھ سوائی والی جیپور سے تصفیہ کا سبب ہوا تھا اور بالاگھاٹ کی حکومت اپنے نواسے ہدایت محی الدین خان پسر متوسل خان بہادر رستم جنگ کو دی جنکو نواب نے سعداللہ خان بہادر مظفر جنگ خطاب دیا تھا۔ ۱۱۵۵ھ ہجری مین اورنگ آباد اور برہانپور کے انتظام کی غرض سے نواب ترچناپلی سے چلے آئے۔ اس عرصے مین نواب کے پاس خبر آئی کہ عبدالعزیز خان عرف مقبول عالم بادشاہ سے گجرات کی صوبہ داری حاصل کرکے آیا تھا اور جنیر مین فوج اور سامان جمع کر رہا تھا فتحیاب خان پسر نجابت خان اور دوسرے رفقائے ناصر جنگ جیسے ابراہیم خان و ناصر قلی خان و محمد تقی خان اسکی رفاقت پر کمربستہ ہوے اسکے بعد ہی یہ خبر آئی کہ مقبول عالم قصبہ اکلیر کے قریب آیا تھا آپاجی گائیکواڑ مرہٹہ نے اس سے لڑائی کی ماہ ذیقعدہ ۱۱۵۷ھ ہجری مین عبدالعزیز خان مفقودالخبر ہوگیا اور فتحیاب خان مارا گیا اور بقیہ آدمی خراب و خستہ ہوکر بھاگ گئے۔ ۱۱۵۸ھ ہجری مین نظام الملک اورنگ آباد مین پہنچگئے وہان سے ابوالخیر خان کو بہت سی سپاہ کے ساتھ بابونایک سردار مرہٹہ کی تنبیہ کے لیے بھیجا جو شورش کرتا تھا خان مذکور اسے سزا دیکر واپس آگیا نظام الملک نے اُسے چار ہزاری ذات و دو ہزار سوار کا منصب اور بہادری کا خطاب اور علم و نقارہ مرحمت کرکے برہانپور کو بھیجدیا۔ ۱۱۵۸ھ ہجری مین نظام الملک کسی قدر علیل ہوگئے۔ ۱۱۵۹ھ ہجری قلعہ بالکنڈہ کا جو حیدرآباد سے متعلق تھا اور بعض مرہٹون کے قبضے مین تھا محاصرہ کرکے منور خان برادر مقرب خان دکنی کے ہاتھ سے نکالا جو مرہٹون کا ایک امیر تھا اور اس سال اکثر امرا مثل محتشم خان و مشہور خان و جمال خان و چندر سین جادو مر گئے۔ ۱۱۶۰ھ ہجری مین نواب نے برہانپور کی نظامت مومن خان پسر عضدالدولہ کو دی اور بگلانہ کی فوجداری پر ابوالخیر خان کو بھیجدیا۔

نواب کی طرف سے مرہٹون کے ساتھ چوتھ و سردیس مکھی و محصول رہداری کا عمدہ طور پر سمجھوتہ

منتخب اللباب مطبوعہ کی دوسری جلد کے صفحہ ۷۳۰ مین لکھا ہے کہ مرہٹہ جاگیرداروں سے قسم قسم کے ظلم کے ساتھ چوتھ لیتے تھے اور اس کے سوا دس روپیہ سیکڑہ سردیس مکھی کے نام سے رعایا اور زمینداروں سے وصول کرتے تھے اور اسوجہ سے گماشتے ہر ہر ہفتے و ماہ مین بدلتے تھے جو رعایا کے

لو میلے سے زیادہ فرمائش کرتے تھے اور جاگیرداروں کے حاکموں وکاردوں کو نہایت زحمت پہنچاتے تھے نظام الملک آصف جاہ نے اسپے یہ کہا کہ مین چوتھ کی عوض میں نقد روپیہ دست برداشتہ اپنے خزانہ حیدرآباد سے دیا کرونگا اور سردیس مکھی کے نام سے جو رعایا سے دس روپیہ سیکڑہ لیا جاتا ہے وہ معاف کرکے گماشتے اٹھالیے جائیں چنانچہ یہ طے پاکر وہ گماشتے جو سردیس مکھی کے نام سے دس روپیہ سیکڑہ رعایا سے لینے کے لیے مقرر تھے جس سے رعایا اذیت پاتی تھی اور وہ گماشتے جو راہداری کا محصول وصول کرنے کے لیے مقرر تھے جس سے مسافروں اور راہگیروں اور بیوپاریوں کو تکلیف ہوتی تھی موقوف ہوگئے۔

سخت قحط سالی

سنہ ۱۱۶۰ ہجری مین اورنگ آباد اور بندر سورت اور احمد آباد اور اکثر ممالک جنوبی ہند میں خشک سالی سے بہت سخت قحط واقع ہوا کہ اسی روپے کو ایک پلہ غلہ ملنا مشکل ہوگیا۔

آصف جاہ کا احمد شاہ بن محمد شاہ کی وزارت کے عہدے کو قبول نہ کرنا

سنہ ۱۱۶۱ ہجری میں ہندوستان پر احمد شاہ ابدالی کے حملے کی آصف جاہ کو خبر پہنچی جسکی تفصیل یہ ہے کہ احمد شاہ ابدالی نے صوبہ لاہور وملتان پر چڑھائی کی اور اس ملک کو دل کھول کر لوٹا جبکہ اسکو سلطنت ہند کی بدنظمی اور دربار کی بے خبری کی خبر پہنچی تو دلی کی تسخیر کا ارادہ کیا اور لاہور سے دلی کی طرف کوچ جاری کیا محمد شاہ بادشاہ نے اُسکے مقابلے کے لیے اپنی تمام فوج اور توپخانہ اپنے ولی عہد شاہزادہ احمد کے ساتھ کرکے اور ابو المنصور خان صفدر جنگ صوبہ دار اودھ اور اعتماد الدولہ قمر الدین خان وزیر کو اسکے ساتھ کرکے روانگی کا حکم دیا شاہزادہ احمد تمام لشکر اور امرا کے ساتھ سرہند سے گذر کر دریائے ستلج کے کنارے ماچھی واڑے میں پہنچا اور احمد شاہ ابدالی لودھیانہ کی راہ سے بالا بالا داخل سرہند ہوا اور ۱۳ ربیع الاول سنہ مذکور کو اس مقام کو لوٹ لیا۔ ہندوستانی فوج اور سرہند کتنی مگر ابدالی فوج کے خوف سے خندق میں مستور تھی۔ ۲۲ ربیع الاول کو اعتماد الدولہ قمر الدین خان اپنے خیمے میں چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ابدالی کے لشکر مین سے ایک گولہ آکر اُسکے لگا اور فوراً مر گئے۔ ۲۸ ربیع الاول کو بڑی بھاری لڑائی ہوئی اور ہندوستانی توپ کے گولے سے احمد شاہ کی توپوں کی گاڑیوں میں آگ لگ گئی بہت سے افغان خاک پر لوٹ گئے یہاں تک کہ میدان جنگ میں ٹھہرنے کی ہمت نہ رہی شاہ ابدالی رات کو وہیں ٹھہرا اور صبح کو میدان جنگ سے کوچ کر گیا چونکہ محمد شاہ کی طبیعت ان دنوں علیل تھی شاہزادے کو

عجلت کے ساتھ اپنے پاس طلب کیا۔ شاہزادہ اور سپاہ ابھی پانی پت کے متصل پہنچے تھے کہ
۲۷ ربیع الثانی سنہ ۱۱۶۱ ہجری مطابق ۵۔ اپریل سنہ ۱۷۴۸ء کو محمد شاہ نے انتقال کیا۔ ۲ جمادی الاولی
سنہ ۱۱۶۱ ہجری کو صفدر جنگ نے شاہزادہ احمد کے سلطنت ہندوستان کا بادشاہ ہونے کا اعلان
کردیا۔ آصف جاہ برہانپور مین تھے کہ محمد شاہ اور قمرالدین خان وزیر کی وفات کی خبر پہنچی نواب
نے انکے سوگ مین تین دن تک نوبت بجنے سے بند رکھی جب احمد شاہ کے جلوس کی خبر آئی تو
جشن جلوس کی خوشی کا حکم دیا۔

احمد شاہ ہندوستانی نے اپنے باپ محمد شاہ کا جانشین ہوکر فیروزمندون کی لوٹ مار سے سلطنت
کو حفظ و حراست مین رکھنے کی غرض سے وزارت کا عہدہ آصف جاہ کے سپرد کرنا چاہا مگر جبکہ
آصف جاہ نے دہلی آنے سے انکار کردیا اور صفدر جنگ کو لکھا کہ جو بہتر سمجھو کرو تو احمد شاہ نے
صفدر جنگ کو اپنی وزارت سپرد کی جیسا کہ الفنسٹن صاحب کی تاریخ مین ہے۔ اور تاریخ فتحیہ
مین یون لکھا ہے کہ مرہٹون کی جنگ کا قوی احتمال تھا اس لیے نواب نے ناصر جنگ کو کرناٹک
کی طرف سے اور اپنے نواسے ہدایت محی الدین خان کو بیجاپور سے اور شریف خان کو برار سے
اور ابوالخیر خان ناظم خاندیس کو برہانپور سے اور دوسرے سردارون اور فوجدارون کو دوسرے
ملکون سے فوجین لیکر بلایا اور ستر ہزار کے قریب فوج جمع ہوگئی جب مرہٹون کو اس تیاری کا
حال معلوم ہوا تو انھون نے نواب سے صلح کرلی۔ اس عرصے مین احمد شاہ بن محمد شاہ نے انھین دہلی کو
انتظام سلطنت کے لیے بلایا اور انکی طلبی مین بادشاہ کے مکرر فرمان آئے چونکہ مرہٹون سے صفائی
ہوگئی تھی اس لیے تمام سردارون کو اپنی اپنی جگھون مین بھیجدیا اور خود اورنگ آباد مین آئے
اور وہان سے برہان پور کی عزیمت کی اور ہندوستان کی روانگی کا ارادہ تھا کہ شدت مرض کی
وجہ سے نہ جاسکے۔

ایک عجیب وغریب افواہ

گیان پرکاش کے مؤلف نے ذکر کیا ہے کہ ایک دن نادر شاہ نے سعادت خان برہان الملک
اور آصف جاہ نظام الملک کو چند سخت اور نا ملائم الفاظ کہے نظام الملک ایک عیار آدمی
تھے انھون نے سعادت خان سے کہا کہ اب زندگی بے لطف ہے اور ایک شربت کا پیالہ زہر کے
بہانے سے پی لیا نواب سعادت خان کہ نہایت غیور تھے اور مردمی کا طنطنہ رکھتے تھے واقع مین
زہر کھاکر مرگئے نادر شاہ ابھی دلی مین مقیم تھا۔

عمادالسعادت مین اس واقعہ کو یون لکھا ہے کہ ایک دن نادر شاہ نے نظام الملک کو

طلب کر کے فرمایا کہ اسے پڑھیے تو نے ہمکو قندھار تحریر کیا تھا کہ اگر حضور اشرف ہندوستان تشریف لائیں گے تو پچاس کروڑ روپے کا انتظام کر دونگا اور جو کچھ بادشاہ و امرا سے ہاتھ لگیگا وہ علاوہ ہوگا۔ اب وہ روپے کہاں ہیں جا آج اور کل کی مہلت ہے پرسوں تک اگر حاضر نہ کر سکے گا تو تیری کھال نکلوا دونگا۔ آصف جاہ نادرشاہ سے رخصت ہوکر برہان الملک کے پاس آئے اور بادشاہ کی ساری تقریر سنا کر کہا کہ بھائی آج یہ آفت ہمارے سر پر ہے کل تمھاری خیر نہیں اب کوئی صورت آبرو بچانے کی باقی نہیں ہے میں وہی آصف جاہ ہوں کہ کئی بار دکن کو فتح کیا ہے مدت العمر میں ۸۰ لڑائیاں سر کی ہیں تف ایسی زندگی پر کہ بڑھاپے میں ایک گدا سے قزلباش جیسے نام و نشان اگر میرے ساتھ ایسا سلوک کرے میں تو اب اس بات کو بہتر جانتا ہوں کہ اپنی جان کو ہلاک کر ڈالوں اور زہر کا پیالہ پی لوں میرے اور نادر کے سوال و جواب قیامت میں ہوں گے برہان الملک صاف دل تھے انھوں نے آصف جاہ سے کہا کہ آپ اپنے مکان کو تشریف لے گئے کہ میں بھی ایسا ہی کروں گا آصف جاہ رخصت ہوکر اپنے مکان کو گئے اور برہان الملک نے ایک شربت کے پیالے میں زہر ملا کر پی لیا اور چادر اوڑھ کر سو رہے اور مر گئے نظام الملک نے زہر نہیں کھایا آرام سے اپنے دیوان خانے میں سو گئے جب بیدار ہوئے اور برہان الملک کی خودکشی کی خبر سنی تو بظاہر تاسف کیا اور باطن میں مسرور ہوئے۔ عماد السعادت کا مؤلف آگے چل کر اس حکایت کی تکذیب کرتا ہے اور تحفۃ العالم میں بھی لکھا ہے کہ نظام الملک آصف جاہ نادرشاہ کے منظور نظر تھے۔

آصف جاہ کی وفات

تاریخ فتحیہ میں لکھا ہے کہ نظام الملک اگرچہ دو سال سے کم و بیش عوارض متضادہ رکھتے تھے اور لاغر ہو گئے تھے سلس البول وضعف باصرہ و بواسیر کا عارضہ لاحق تھا سوء القنیہ کا اثر پیدا ہو گیا تھا پھر بھی نواب ہر وقت سفر اور شکار اور ریاست کا کام اور دربار کرنے میں مصروف تھے دوا بھی چلی جاتی تھی لیکن پرہیز کافی نہیں کرتے تھے جب دہلی جانے کے ارادے سے برہانپور میں پہنچے تو مرض نے دبا لیا جا بجا مگر جبکہ برہانپور سے چار پانچ کوس کوڑاڑہ نام مقام میں پہنچے جو مشہور شکارگاہ ہے اور وہاں نیل گایوں کا شکار کیا اور اپنے ہاتھ سے بندوقیں چھوڑتے تھے اور شکار کا گوشت کھاتے تھے قوی کمزور ہو گئے تھے معدہ جواب دے چکا تھا صاحب فراش ہو گئے لاچار ہوکر دہلی کا ارادہ فسخ کر کے اورنگ آباد کو پلٹے اور اورنگ آباد سے حیدرآباد کی طرف ۲۷ جمادی الاولی سنہ ۱۱۶۱ ہجری کو کوچ کر کے ریں آباد میں مقام کیا مرض دن بدن بڑھتا گیا

بے وقت بارش اور ژالہ باری کی کثرت مین وہان سے کوچ کرکے موہن نالے کے قریب تپتی کے ساحل پر خیمہ زن ہوے یہان طبیعت ایسی بگڑی کہ ۴ جمادی الاخری سنہ ۱۱۶۱[1] ہجری روز دوشنبہ کو جیسا کہ منعم خان نے سوانح دکن مین لکھا ہے اور ۵ جمادی الاخری سنہ مذکور روز یکشنبہ کو شاہ تجلی علی مصنف تزک آصفیہ کے قول کے مطابق برہانپور کے علاقے مین عصر کے وقت یہ پیر کہن سال اس سراے کہن سے رخصت ہوا۔ ناصر جنگ ساتھ تھے اور نظام الملک کے انتقال سے دو ایک روز پیشتر سے کاغذون پر دستخط کرتے تھے اور تمام اہلکار اُن سے رجوع کرنے لگے تھے انھون نے باپ کی لاش کو غسل و کفن دلوا کر اور نماز جنازہ پڑھوا کر اور اسی شان کے ساتھ کہ زندگی مین سواری کرتے تھے اس جگہ جہان خیمہ نصب تھا امانت کے طور پر زمین مین دفن کر دیا اور وہ مقام انکے **مغسل** کے نام سے مشہور ہو گیا وہان باغیچہ تیار ہوا اور اوقاف مقرر ہوے متولی اور حفاظ بٹھاے گئے تھوڑے دنون کے بعد لاش وہان سے اٹھوا کر **خلد آباد** کو جو دولت آباد سے شمال مین پانچ میل پر اور اورنگ آباد سے بارہ میل پر واقع ہے بھجوا دیا جہان قلعے کے قریب شاہ برہان الدین غریب (یا مسافر) کے روضے مین گنبد سے باہر مرقد شیخ کی پائنتی مائل بقبلہ دفن ہوے اور علیحدہ حجیرہ بنوا دیا گیا موجودہ زمانے مین صورت اسکی یہ ہے کہ خلد آباد کے شمالی اور جنوبی پھاٹکون کے درمیان اورنگ زیب عالمگیر کا مقبرہ ہے آصف جاہ اور انکی بیوی کا مقبرہ اورنگ زیب کے مقبرے کے مقابل ہے دونون قبرین سنگ سماق کے چبوترے پر جس مین سنگ مرمر کی پچیکاری ہے بنی ہوئی ہین اور انکے اطراف مین سنگ سماق کی دس فٹ اونچی جالی ہے۔ خلد آباد کو **روضہ** کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہان شاہ برہان الدین کا مقبرہ ہے اور اسکے سوا دوسرے بہت سے بزرگ مدفون ہین یہان پندرہ سے بیس تک گنبد دار مقبرے ہین

تاریخ فرشتہ مین لکھا ہے کہ جب سلطان علاء الدین کانگوی بہمنی نے تخت مملکت دکن پر جلوس فرمایا تو اول یہ حکم دیا کہ پانچ من سونا اور چاندی شیخ برہان الدین کے پاس جو دولت آباد مین رہتے تھے واسطے ترویح روح نظام الدین اولیا دہلوی کے پہنچا دین۔

نواب آصف جاہ نے ۹۷ سال کی عمر پائی۔ خلد منزلت اور متوجہ بہشت تاریخ رحلت ہے اور لقب بعد الوفات **مغفرت مآب** مقرر ہوا۔ ۱۶ برس کی عمر مین باپ کے قائم مقام ہوے ۳۴ برس امارت کی اور ۲۹ برس دکن کے چھ صوبون کی ریاست کی۔ لیکن ریاض الامرا مین رحمان علی نے لکھا ہے کہ ۱۰۴ سال کی عمر پائی تھی اور مولوی ذکاء اللہ نے تاریخ ہندوستان مین سو سال کی عمر لکھی ہے انکے سال ولادت کو دیکھتے ہوے یہ غلطی معلوم ہوتی ہے۔

---

[1] دیکھو رشید الدین خانی و خورشید جاہی و گلزار آصفیہ و حدیقۃ العالم و فتحیہ ۱۲

نواب کے عہد کی تعمیرات

آصف جاہ کے حکم سے اتنی عمارات تیار ہوئیں (۱) برہانپور کی شہر پناہ کی فصیل جو ۱۱۴۱ھ میں انہوں نے بنوانی شروع کی تھی عرصۂ دس سال کے بعد بنکر تیار ہوئی اس شہر کو امیر جان فاروقی نے حضرت برہان الدین اولیاء کے نام سے ۸۱۰ ہجری میں آباد کیا تھا۔ (۲) نظام آباد کی بستی مرواپور کی پہاڑی پر بساکر مسجد کارواں سرائے دولت خانہ اور وہاں کا پل بنوایا اس آبادی کا آغاز ۱۱۵۱ھ ہجری میں ہوا تھا چنانچہ رب اجعل ہذا البلد آمنا سے اسکی تاریخ برآمد ہوتی ہے (۳) شہر پناہ حیدرآباد کی فصیل کو ختم کیا (۴) ہرسول کی نہر جو اورنگ آباد کے شہر کے بیچ میں جاری ہے مدت سے ٹوٹی ہوئی تھی درست کرائی (۵) نوکھنڈہ وغیرہ کی عمارت بھی اورنگ آباد میں آپ نے بنوائی ہے۔

اسکے سوا خلوت مبارک۔ جوانگاہ۔ دیوان عام۔ جلوخانہ اور دولت خانہ حیدرآباد مع محلہ دروازۂ جوانگاہ مذکور بھی اسکے بنوائے ہوئے ہیں۔

جلوخانہ ڈیوڑھی کا دروازہ کلاں کمان جو راستہ کلاں چوک لاڈ بازار کی طرف نمایاں ہے اسکی ساخت عجیب ہے کہ اگر راستے میں کھڑے ہو کر باہر کی طرف سے دیکھیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سے نواب کی سواری کا خاص ہاتھی جسکی اونچائی آٹھ ہات کی تھی اسکی سواری کی خاص زردعماری کے ساتھ جو تمام سرکاری عماریوں سے بڑی تھی اس میں سے کیسے جاسکتا ہوگا۔ حالانکہ وہ آسانی و فراغت سے اندر چلا جاتا تھا اگر جلوخانے کے اندر سے دیکھیں تو عماری زرد خاصہ کے کلس سے کمان ایک گز اونچی نظر آتی ہے۔

نواب کی بیگمات

(۱) نورالنساء بیگم صبیہ قمرالدولہ وزیر شاہ عالم اول
(۲) عمدہ بیگم۔
(۳) مادر صلابت جنگ۔
(۴) مادر بسالت جنگ۔
(۵) مادر ہمایون جاہ وغیرہ وغیرہ۔

بیٹے

چھ بیٹے چھوڑے۔

(۱) میر محمد پناہ المخاطب بہ امیر الامرا فیروز جنگ غازی الدین خان بہادر بطن نور النسا سے اور بعض نے لکھا ہے کہ سیدۃ النسا کے بطن سے تھے جو گلبرگہ کی ایک سیدزادی تھی۔
(۲) نظام الدولہ ناصر جنگ میر احمد خان بہادر یہ میر محمد پناہ کے حقیقی بھائی تھے۔
(۳) امیر الممالک آصف الدولہ صلابت جنگ میر سید محمد خان بہادر۔
(۴) اسد جنگ نظام الدولہ نظام الملک آصف جاہ ثانی میر نظام علی خان بہادر۔
(۵) برہان الملک بسالت جنگ میر محمد شریف خان بہادر انکی مہر مین یہ الفاظ تھے امیر الامرا شجاع الملک عماد الدولہ میر محمد شریف خان بہادر بسالت جنگ فدوی جان نثار شہنشاہ شاہ عالم بہادر شاہ۔
(۶) ناصر الملک ہمایون جاہ میر مغل[۱] علی خان بہادر
یہ چارون جداگانہ ماؤن سے تھے۔

بیٹیان

(۱) خیر النسا بیگم بطن نور النسا بیگم سے۔
(۲) بادشاہ بیگم بطن سیدۃ النسا بیگم سے۔
(۳) محسنہ بیگم یہ بھی اسی بیگم کے بطن سے تھی۔

مذاق سخن سنجی

آصف جاہ شعر و شاعری سے بھی شغل رکھتے تھے صاحب دیوان ہین اول شاکر تخلص تھا پھر آصف مقرر کیا۔ ان کا دیوان قلمی اور مطبوعہ دونون میری نظر سے گذرے ہین جنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مضامین مین بلند خیالی مفقود ہے۔ زور سخن بہت کم ہے۔ قریب قریب تمام کلام کا یہی حال ہے اور باوجود اسکے بعض شعرون سے معانی حاصل کرنے مشکل ہین یہ انکے دیوان کا انتخاب ہے۔

غزل

روشنے دارد ز عشق ماہ رویت کار ما ہم سری با عرش جوید گوشۂ دستار ما

---

[۱] شاہ عالم نامے مین لکھا ہے کہ نظام الملک آصف جاہ اول کے بیٹے مغل علی خان اپنے بھائی آصف جاہ ثانی کے عہد حکومت مین اُنسے مخالفت کرکے شاہ عالم ثانی کے پاس الہ آباد مین آگئے ضابطہ خان کا جو ملک بادشاہ نے ضبط کر لیا تھا مغل علی خان کو سرہند کا فوجدار کر دیا مرہٹون نے بھی ہزار سوار انکے ہمراہ کیے مگر سکھون سے شکست پائی اور کشتی کے ذریعے سے جمنا مین چلکر دہلی مین بادشاہ کے پاس آگئے۔

سکہ بگیرم پا بیرنگ حسن آمد عشق تو کمتر از زلفت نباشد رشتۂ زنار ما
صرف کن اے بوالہوس ہمہ نقد خویش را جز متاع درد عشقے نیست در بازار ما
با درش ہر گز نمے آید کہ مارا درد اوست با وجودیکہ آنکہ گفتش زردی رخسار ما
ہرچہ مے باید ز مشک و عنبر مارا ز دوست زلف خوشبوئے تو باشد طبلۂ عطار ما

حیف آصف عشق ایک کشتہ ہم پنہاں نماند
آشکارا مے کند فریاد دل بیمار ما

عاشق ز موج گریہ دلے شاد مے کند ہر روئے آب خانۂ آباد مے کند
محبوب رخ نماید و پوشد و سر کشد ایں طرح تازہ ایست کہ ایجاد مے کند
شیدا ی ما ز بسکہ فغان کسے بلم صرف نفس بہ پرسش فریاد مے کند
تکلیف کار سخت بود از کمال یار شیریں ترحمے کہ بفرہاد مے کند
خوباں ز دل تمام فراموش گشتہ اند ہر کس بہ طرح تو دید ترا یاد مے کند

آصف تو خواستی ز محبت نشان یار
رو کن بدل کہ با تو چہ استاد مے کند

بر تغافل کرد چوں آں مہ تغافل گفت بس بس تأمل کرد و در ہر کس تأمل گفت بس
نالۂ عاشق بگلشن کرد تا حشر آشکار گل شنید ایں شور و خوبی خار را و بلبل گفت بس
از زمیں یک جلوۂ آں شمع گلشن رنگ باخت خواست آں مہ جلوۂ دیگر کند گل گفت بس
پیچ و تار زلف مشکین نگار را زمیں تا ز حد بگذشت در گلزار سنبل گفت بس
ہر شیق بستن عید دل ما آں نگار آں قدر ہا زد گرہ در مو کہ کاکل گفت بس

بیش ازیں ورد دو رویت آصف تحمل چوں کند
آں قدر ہا کرد تا او را تحمل گفت بس

از یار جدا شدن چہ مشکل راضی بقضا شدن چہ مشکل
با خلق رفیق مے تواں شد ہمراہ وفا شدن چہ مشکل
با او کہ ز خویش باید م رفت پا بستہ بقا شدن چہ مشکل
شوے کہ برکند از سلامے مشغول دعا شدن چہ مشکل
خواہی کہ بہ پیش تو بیایم راضی برضا شدن چہ مشکل
تا سایۂ آں پری ست در دل دریا جدا شدن چہ مشکل
ما خواست حیات ما حمایت بے تو بقا شدن چہ مشکل

آصف افتاد سنگدل یار
بیگانه ز ما شدن چه مشکل

فصل بهار رفته و بی گل نشسته‌ایم — در آتش از مفارقت گل نشسته‌ایم
طوفان گریه در نظر و ناله در جگر — موقوف لب کشودن بلبل نشسته‌ایم
سودای خام سود و زیان آفت دلی ست — دانسته در پناه توکل نشسته‌ایم
تا وقت مل نمی رسد از جا نمی رویم — در راه سیل حادثه چون پل نشسته‌ایم
گل گوش چون بنالهٔ بلبل نمی کند — ما نیز در مقام تغافل نشسته‌ایم
هرگز بزلف او نفگنده ایم پنجه — چون شانه بی نصیب ز سنبل نشسته‌ایم

آصف به بزم لاله عذاران ز بیم غیر
چون غنچه با هزار تامل نشسته‌ایم

بیچون و چراست آن یگانه — جز او نبود درین میانه
هستی ست بافتراے کارم — خرد می کند و منم بهانه
در جمله جهان نظر چو کردم — چون او نبود یکی یگانه
در مد نگاه تابش نیست — جز سینهٔ عاشقان نشانه
از صید من و جفاے آن شوخ — گویند بهر کجا فسانه
از نغمهٔ تازهٔ مزاجش — خوانند بهر طرف ترانه
چشم تر من خزانه هست — هرگز نشود کم این خزانه
محوش شده ام دگر ندانم — دل از کف من ربود یا نه

خوبی که ربود دل ز آصف
نازد بجمال او زمانه

اے که در حسن خویش زیبائی — جان فزائی چو ناز فرمائی
درد و شورے رفیق خویش بساز — در رهش اے دلم که تنهائی
من چه گویم بغمزهٔ دل بر — در چنین کار ها تو دانائی
غفلت و هوشیاریم گوید — گاه با ما و گاه بی مائی
در کف تست اختیار دلم — می کند دل هر آنچه فرمائی
به بود از گشتنت اے شوخ — گر بدارد مدار پیش آئی

چشم را او بهشت نگشاید — تا با آصف تو روے ننمائی

		رباعی		
	اے جلوۂ تو صبح یار چون زیست مگو ہر شیوۂ باطلی دگر چیست مگو		دیوانہ شدی عشق او کیست مگو عاشق شدن و در حال خود گم گشتن	

نواب نظام الملک آصف جاہ کی وصیتیں

نظام نے وصیت نامہ اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جانے سے چند ساعت پہلے لکھا تھا اور یہ اُسکے فرزند نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے نام تھا جو بعد میں جانشین بنا۔ سے چونکہ یہ آخری وقت کی تحریر ہے اسے ہر حالت میں تکلف اور تصنع سے پاک سمجھنا چاہیئے یہ وصیت نامہ ۱۷ کلموں پر مشتمل ہے مضمون اس کا یہ ہے۔

مرہٹوں سے ملت

رئیس دکن اگر اپنی جان کی سلامتی۔ جنگ و جدل سے امن۔ اور ملک کی آبادی میں ترقی کا خواہاں ہے تو اسکے لیے لازم ہے کہ وہ مرہٹوں کے ساتھ جو اس ملک کے زمیندار ہیں صلح رکھے اور حتے المقدور رشتۂ موافقت نہ توڑے البتہ اگر مجبوری کی صورت پیش آئے تو وہ معذور ہوگا

بنی آدم کے ساتھ نرمی

آدمی اللہ تعالےٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں انکی تباہی میں تامل سے کام لے کیونکہ وہ گیہوں اور جوار نہیں ہیں جس کی ہر سال کاشت کی جاتی ہے ہاں مجرم کو قاضی کے حوالے کرے جو اپنے فرائض مہمہ کو عدل کے ساتھ بجا لاتا ہو قاضی شرع شریف کے مطابق جو فیصلہ کرے رئیس اُسے نافذ کردے اور اپنی طرف سے کبھی قتل کا حکم نہ دے۔

مملکت کا دورہ

رئیس مملکت کے نظم و نسق اور اپنی زندگی کو سفر پر موقوف رکھے اور نئے مقام کی آب و ہوا اور سایۂ دار چشموں کو کبھی ہاتھ سے نہ دے اللہ تعالےٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ سیروا فی الارض (یعنی زمین میں پھرو) اس ارشاد ربانی میں اشارہ ہے کہ سفر کرو اور امور ریاست کی انجام دہی سفر پر موقوف ہے۔ ان چھاونیوں میں چند دن کی اقامت ضروری ہے کیونکہ سفر میں تمام جانور تھک جاتے ہیں سپاہیوں کو اُنکے وطنوں کے قریب متعین کرنا چاہیئے تاکہ وہ بے چلے جائیں کر

باعث وہ اپنے فرائض زوجیت ادا کرنے سے محروم نہو جائین اور اس طرح اُن کی نسل منقطع نہو جائے۔

خلق خدا کی خدمت

مخلوق کے کامون کا رئیس کی ذات سے متعلق ہونا محض اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ لازم ہے کہ ادائے فرض وواجب کے بعد وہ اپنی گرانمایہ اوقات کو نظم امور متعلقہ مین تقسیم کر دے وہ کسی وقت بیکار نہ بیٹھے رات دن خلق خدا کے دینی و دنیوی امور کی خبر گیری کرتا رہے تاکہ اسکی عاقبت بخیر ہو۔

بزرگان دین کی عزت

جاننا چاہیے کہ ہماری ریاست بزرگون کے انفاس پاک کی برکت کا نتیجہ ہے مین نے اسوقت تک کہ وقت رحلت ہے دعا کرنے والون کی عزت و توقیر کو تمام امور ریاست پر مقدم رکھا ہے انکے بغیر جنگ اور لشکر بھی کام نہین دے سکتے ہین ہمیشہ غربا و فقرا سے جو رحمت ایزدی کا دروازہ ہین استمداد کرتا رہا ہون۔ اس کام مین مین نے ہمیشہ سبقت کی ہے اس لیے کہ یہ سنت محمدی ہے۔ ہر رئیس کو اسی طریق پر عمل پیرا رہنا چاہیے۔

حق تلفی نہ کی جائے

زمین و آسمان اور مخلوقات پہلے سے چلے آرہے ہین اس لیے روے زمین کو صرف اپنا حصہ سمجھکر کسی کا حق تلف نہ کیا جاے اور ہر شخص کی محبت و مودت کا پاس ملحوظ رکھا جائے۔

نظم و نسق کے متعلق ہدایات

تاریخ وغیرہ کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ ملک دکن چھ صوبون پر مشتمل ہے ان مین سے ہر صوبے مین مستقل اور ذی حشمت بادشاہ تھے۔ اس ملک مین لاکھون سپاہی اپنا پیٹ پالتے تھے حضرت خلد مکان (اورنگ زیب عالمگیر) کے عہد سے یہ ساری سرزمین ایک شخص سے متعلق ہوگئی رفتہ رفتہ حضرت حق سبحانہ نے محض اپنے کرم سے یہ سرزمین مجھ گنہ گار کو عطا فرمادی اور سب مجھے ساری خلقت پر مقدم بنا دیا۔ اسوقت تک مخلوق خدا کی جو کچھ پاسبانی و قدردانی مجھ سے بن پڑی کرتا رہا۔ لازم ہے کہ میرے بعد ہر خاندان کی خبر گیری کی جاے انکے افراد کو باری باری

سرکاری کاموں پر مامور کیا جائے خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان ہوں۔ عہدے دار سال بسال بدلے جاہییں۔ مدرجۂ آخر ہر دو سال کے جاتے پر ان کا تغیر و تبدل ضروری ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ ایک کے دائمی تقرر سے دوسرے محروم ہو جائیں۔ اس طریق کار کی جو کبھی پیروی کروا اور لیے حاشیوں سے بھی کہ اویں لیے جن لوگوں کو لطف و عنایت سے عمر بھر میں جمع کیا ہے ان میں سے ہر شخص نے بھائی کے اعتبار سے جو ہر بار رہے ان کی بھلائی برائی کو برداشت کیا جائے اور خدمات لائقہ پر مامور رکھا جائے۔

بھائیوں سے حسن سلوک

چھوٹے بھائیوں کو اپنے بیٹے سمجھو اں کی پرورش و تربیت میں سعی بلیغ سے کام لو انکے مراتب کے بڑھانے میں سرگرم رہو اں پر شفقت و تلطف مبذول رکھو تاکہ وہ عموار ہیں رہیں یقین کر لو کہ وہ وقت بار و اور تقویت ناموس ہیں جب تک خوش حال رہیں گے تمھارے زوال کے خواہاں ہیں ہونگے البتہ بھوکے اور مفلس ہو جائیں گے تو حکومت آصفیہ پر فتنہ و فساد کے دروازے کھول دیں گے اور اسکی زمین ٹکڑے ٹکڑے کر کے بیچ کھائیں گے ہدایت محی الدین خان کو اپنے بیٹوں کی طرح سمجھو اپنی شفقت و عنایت سے اپنے ابنا سا لو اور اسے برباد کرنے کی فکر نہ کرو۔

رذیلوں سے بچو

تعارفوں کی باتیں نہ سنو۔ رذیلوں اور عامیوں کو اپنی محفل میں بار نہ دو اس لیے کہ اس وجہ سے حکومت کے وقار و داب کو نقصان پہنچتا ہے اور کمینے لوگ دربار فرماں روا میں باریابی کے گھمنڈ کی بنا پر خلق خدا کو آزار و ایذا پہنچانے کے درپے ہو جاتے ہیں۔

دیوان وتحصیل زرسرکار

ادنے درجے کے آدمی اعلےٰ منصب پر اور اعلےٰ درجے کے ادنے منصب پر مامور کرو اس طریق عمل سے سرکاری کاموں کو نقصان پہنچتا ہے اور انکی حیثیت گھٹ جاتی ہے۔ دیوانی پورن چند سے متعلق ہے جو سرکار کے بقایا روپے کی تحصیل کا کام بہتر طریقے پر کرتا ہے اگر اسکو مزید دس سال تک بر سر کار رکھو تو مناسب ہے ورنہ جس طرح چاہو کرو۔

شاہان تیموریہ کی ارادت

اس بات کو ہر لحظہ پیش نظر رکھو کہ دکن کی ریاست اطاعت اور خدمت گذاری پر موقوف ہے

حضرت ظل سبحانی (شہنشاہ دہلی) کی ارادت مندی و نیاز کیشی مین کسی وقت بھی کوتاہی واقع نہونے دو اگر ایسا ہوا تو اللہ تعالے کے نزدیک پرسش کے مستوجب ٹھہروگے اور دنیا کے نزدیک ہدف طعن و تشنیع ہوگے۔

ایران کا قہرمان بادشاہ نادرشاہ جب دہلی پہنچا تھا تو ایک روز اُسنے فرط عنایت سے کام لے کر ہندوستان کی سلطنت مجھے دیدینے کے متعلق ذکر کیا مین نے فی الفور عرض کیا کہ ہم لوگ آبا واجداد سے بادشاہ کے نوکر چلے آتے ہین آپ جو تجویز کر رہے ہین اسکی وجہ سے مین نمک حرام بن جاؤن گا اور حضرت بادشاہ مجھے بدعہد اور قول و قرار کا جھوٹا مشہور کرینگے۔ چونکہ نادرشاہ سخن سنج و معنی آفرین طبیعت رکھتا تھا اس لیے میرے جواب سے بہت خوش ہوا اور میری تعریف کی۔

صلح کوشی

جنگ مین حتی الامکان اقدام نکرو خواہ طرف ثانی کی جمعیت کتنی ہی قلیل و حقیر کیون نہو اس معاملے مین خدا کی ذات اقدام کو پسند نہین کرتی اور خدا خود فرماتا ہے کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ (کتنی ہی قلیل جمعیتین کثیر جمعیتون پر غالب ہوئین) جس حد تک ممکن ہو لڑائی جھگڑے کو روکنے کی کوشش کرو۔ اگر فریق ثانی پیش قدمی کرتا جاے تو اس صورت مین حق کو اپنی طرف جانکر لاچار قدم اٹھایا جاے اور عجز و نیاز کے ساتھ خدا سے مدد مانگ کر اپنے مقام پر ثابت قدمی اور رسوخ اختیار کیا جاے جس حد تک ممکن ہو قبلہ رو ہو کر جنگ کرو فتح خدا کی قدرت و اختیار مین ہے۔

مختلف قومون کا اخلاق

اتنی مدت مین تجربے سے جو کچھ معلوم ہوا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دکن کے تمام باشندون مین سے برہانپور اور بیجاپور کے لوگ زیادہ غرض پرست ہین انکے قول و فعل پر قطعًا اعتماد نہ کرنا چاہیے ان لوگون کو گجراتیون اور کشمیریون کی طرح سمجھ کر ان سے احتراز کیا جاے اور انکے معاملے مین احتیاط سے کام لیا جاے۔

مال و اسباب

اللہ تعالے کے فضل و کرم سے جو سامان اس وقت مہیا ہے اگر اسے احتیاط کے ساتھ آہستہ آہستہ خرچ کروگے تو نسلاً بعد نسل پشتہا پشت تک کفایت کریگا ورنہ دو تین سال سے زیادہ مدت تک کام نہین دے سکے گا۔

سپاہ کی دل جمعی

جو کچھ اس وقت حرانے مین موجود ہے وہ سپاہ کی دل جمعی کے لیے ہے تباہی حرانے کی وجہ سے تمام سرکاری کام اچھی طرح چلتے ہیں اور دشمن اور لشکر دشمن خود بخود پریشان ہوجاتا ہے حدا کا شکر ہے کہ حکومت کے آغاز سے لے کر اس وقت تک کہ رحلت کا وقت ہے سپاہ کی تنخواہ تین ماہ سے زیادہ کبھی میرے ذمے نہیں رہی۔ لیکن اسکے باوجود مین سپاہ سے اتنا ڈرتا ہوں کہ مخالف سپاہ سے اتنا نہین ڈرتا۔ سپاہیون کو کبھی اپنی طرف سے بددل نہ کرو اس لیے کہ وہ تمام اوقات انتظام سلطنت کے رفیق اور معاون ہین۔

دکھنی برہمن

دکن کے برہمن سب کے سب کشتنی و گردن زدنی ہیں علی الخصوص اس قوم کے دو سرگروہ جن میں ایک کا نام موروا اور دوسرے کا نام رام داس ہے۔ یہ حکومت کی عمارت کو منہدم کرنے والے ہین ہمنے انھین قلعۂ محمد نگر (گولکنڈہ) مین قید کر دیا ہے انھین قید رکھنا حکومت کے نظم و حوش حالی کے لیے ضروری ہے انھیں کبھی قید سے رہا نہ کرنا۔ پنڈت جانہ سے مراد اس قوم کا قید خانہ ہے۔

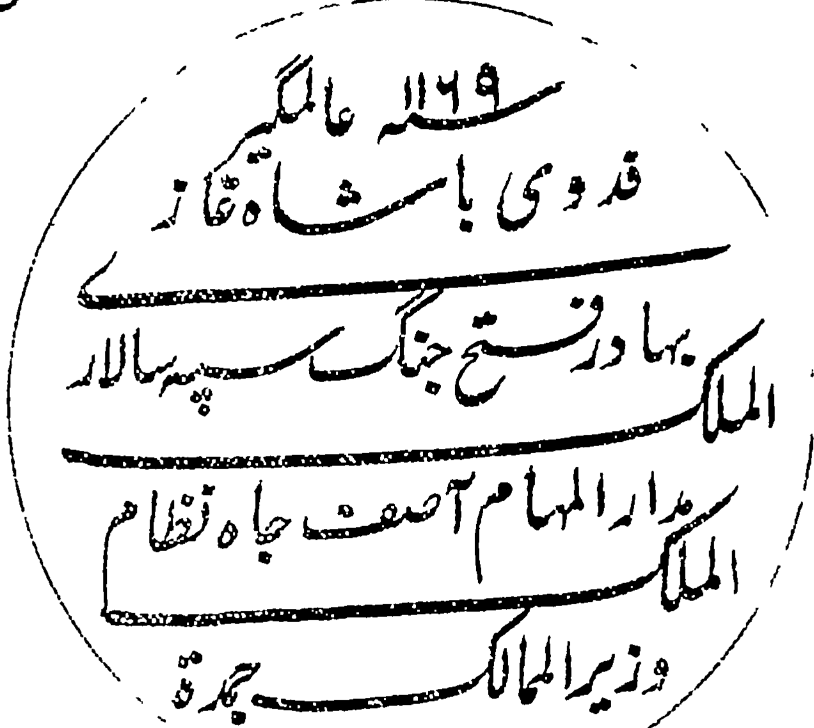
دعاے خیر

اب جاؤ اپنے کارخانے کے لوگوں کو کام پر لگاؤ۔ اب دو تین گھنٹے سے زیادہ وقت حیات باقی نہیں ہے مینے تمھیں حدا کے حوالے کیا وہ تمھیں ہدایت دے ہر حال مین تمھارا مددگار و معین ہو اور اپنی عنایات کا سایہ تمھارے سر پر ہمیشہ قائم رکھے۔

آصف جاہ کی مُہر

حدیدۂ عبرت مین ورراؤ کے کئی پروانے نقل کیے ہیں ایک فرمان آصف جاہ کا بھی ہے یہ فرمان آگرے کے ماتحت پرگنۂ حویلی گوالیار وغیرہ کے چودھریوں قانون گویوں۔ مقدموں رعایا اور مزارعوں کے نام ہے جس میں لکھا ہے کہ ایک لاکھ کئیں ہزار چھ سو ۲۲ دام پرگنات مذکورہ میں رفعت پناہ فدا علی خاں کے محال جاگیر کی بابت مقرر ہوے ہین اس لیے اسکے حقوق دیوانی کو راستی کے ساتھ موافق ضابطے کے دیتے رہیں اس فرمان پر تاریخ ۱۴ ربیع الاول ۲ جلوس

مرقوم ہے اسکے اوپر ایک چوڑی اور گول مہر لگی ہوئی ہے۔ صورت اُسکی یہ ہے۔



اشتباہ اس مہر مین سنہ ۱۱۶۹ کندہ ہین اور عالمگیر سنہ ۱۱۱۸ ہجری مین رہگراے عالم آخرت ہوا تھا۔ اور خود آصف جاہ نے سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین وفات پائی ہے۔ جس طرح جریدۂ عبرت مین پایا مین نے اسکی نقل کردی ہے۔

اخلاق و عادات

(۱) تاریخ فرخ سیر موسوم بہ اقبال نامہ مین لکھا ہے کہ آصف جاہ نظام الملک بہادر پیوستہ در اندیشۂ آنکہ ہرچہ باشد از ما باشد و ہر کہ باشد از ما۔ دیگرے منظور نظر ایشان نمے شد۔

(۲) خدابندہ خان نبیرۂ امیر الامرا شایستہ خان کو نظام الملک پانسو روپے ماہوار دیتے تھے اور اپنی سرکار کی دیوانی کی خدمت لیتے تھے یہ شایستہ خان اورنگ زیب کا ماموں تھا خدابندہ خان کا خرچ زیادہ تھا اس تنخواہ سے گذر بسر نہین ہوسکتی تھی بعض امرا کے ذریعے سے عرض کرایا کہ حضور کا ایک ادنے متصدی اتنی آمدنی رکھتا ہے کہ سات آٹھ اونٹ باربرداری کے لیے پاس رکھتا ہے اور مین حضور کی سرکار کا دیوان ہون میرے ساتھ کم سے کم پچاس اونٹ ہونے چاہیین پانسو روپے ماہوار کا ورما ہہ میرے اخراجات کو کافی نہین ہن نظام الملک نے جواب دیا کہ کوئی متصدی سات آٹھ روپے سے زیادہ نہین پاتا اور اپنے حسن سلوک سے اپنے کام کے لیے رضامندی کے ساتھ ایک پیسہ بھی رسم حق تحریر کے نام سے لے لیتا ہے خدابندہ خان چاہتا ہے کہ اپنے کارخانے کے اخراجات بھی ہماری سرکار سے حاصل کرے

شخص متوسط نے عرض کیا کہ خدا سدہ حال متدین آدمی ہے جو کچھ سرکار سے مقرر ہے اسی پر قناعت کرتا ہے یہ بات سنتے ہی اس تکیے سے جو کمر کے پیچھے رکھا ہوا تھا کمر ہٹا کر بیٹھ گئے اور جھڑک کر کہا کہ یہ کیا صفت ہے ایسی دیانت داری تو اس مکان کے ستونوں میں بھی ہے کارداں آدمی کو چاہئے کہ سلیقہ کاردانی سے روپیہ پیدا کرکے کھائے اور دوسروں کو کھلائے نہ یہ کہ مال سرکار کے نقصان کا روادار ہو۔ معلوم ہوا کہ اس میں کام کا سلیقہ نہیں ہے۔

(۳) ایک دن فرمایا کہ میر محمد حسین خاں مغرب کے وقت محل کی ڈیوڑھی پر حاضر ہو جائے چنانچہ وہ حاضر ہوا اور ڈیوڑھی کے ناظر نے اس وجہ سے کہ نواب آصف کے معمول سے زیادہ چراغ جلوائے جب اس کو خاں مذکور کی حاضری کی خبر ہوئی تو باہر نکلے یکایک ان چراغوں پر نظر پڑی فرمایا کہ یہ زائد چراغ کیسے جلائے ہیں لوگوں نے کہا کہ ناظر ڈیوڑھی نے آپکے آنے کی وجہ سے جلوائے ہیں نواب نے کہا کہ جب ہم نکلتے ہیں تو روشنی ہمارے ساتھ ہوتی ہے ان زائد چراغوں کا حساب کہاں پڑے گا خانساماں نے کہا کہ حضور لاکھوں روپیہ سرکار میں خرچ ہوتا ہے اور یہ آدمی بھی آپکے تصدق سے ہزاروں روپیہ پیدا کرتے ہیں اگر چراغ کے تیل کے لیے ایک پیسہ خرچ ہو گیا تو کیا مضائقہ حضور اس کا تصور معاف کریں فرمایا کہ لاکھوں کا بجا خرچ مضائقہ نہیں ہے اور بیجا خرچ کرنا ممنوع ہے اللہ نے فرمایا ہے لایحب المسرفین۔ یہ آدمی کہ بڑی سختیاں جھیلتے ہیں ان کا حق ہے ہم نہیں چاہتے کہ انکے اہل و عیال کے حق کا ایک پیسہ بھی ہماری سرکار میں خرچ ہو۔

(۴) جب نواب نے نوکری ترک کرکے عزلت گزینی اختیار کی تھی تو جواہر خانے کے علاوہ مرصع آلات اور زیورات سے جواہر نکلوا کر انکی جگہ اسی چہرے اور نمونے کا کم قیمت جواہر ٹھادیا تھا جب پھر بادشاہی منصب حاصل کیا اور صاحب اقتدار ہوئے تو کسی سے اس پرسش نہ کی۔

(۵) خافی خاں نے لکھا ہے کہ ایک بار متصدیوں نے نواب سے عرض کیا کہ دائود خاں اپنی اپنی حکومت کے زمانے میں بیس لاکھ روپے کے قریب ضلعداری و فوجداری و راہداری کی بابت رعایائے صوبہ جات دیں دمالاگھاٹ سے مرہٹوں کی مشارکت سے کہ دونوں تیر و شکر کی طرح مل گئے تھے اپنی سرکار میں لیتا تھا اس کے لیے کیا ارشاد ہے جواب دیا کہ ہم نے معاف کیا اور دیوانی کے اہلکاروں کو تاکید بلیغ تھی کہ پرگنات و معاملات میں عاملوں اور جاگیرداروں کو لکھدیں کہ آئندہ ضلعداری و فوجداری و راہداری اور دوسرے بدعات کے نام سے جسکو ظالم حکام نے قائم کیا ہے ایک پیسہ رعایا سے وصول نہ کریں کہ ہم نے ان بدعات کو موقوف کر دیا اور رعایا کو معاف کر دیا۔

(۶) مزاج میں اتنا رحم تھا کہ حدا اپنے حکم سے کسی سارق کا ہاتھ نہیں کٹواتے اور نہ کسی پر قصاص جاری کرتے تھے حکام کو حکم تھا کہ بموجب شرع کے عمل کریں علما صلحا و فقرا سے محبت رکھتے تھے

(۷) ایک دن نواب صاحب موسم گرما مین تیسرے پہر کے وقت دولت خانے کی چھت پر
بیٹھے ہوے تھے کہ تیز پرواز کبوترون کا گروہ انکے پاس سے گذرا یہانتک کہ نواب کے بدن کو
کبوترون کے پرون کی ہوا لگی کہنے لگے کہ یہ کبوتر کس کے ہین اور کس بے کار شخص نے ایسی تضیع
اوقات کی ہے حاضرین نے جواب دیا کہ صف شکن خان یہان سے قریب رہتا ہے اکثر
اوقات ایسے لہو و لعب مین بسر کرتا ہے۔ ان دنون خان مذکور بوجہ موافقت ناصر جنگ کے
معتوب اور خانہ نشین تھا نواب نے کہا کہ ہمارا قصور ہے کہ ایسے کارطلب آدمی کو بے کار بٹھا رکھا
ہے اور بیکاری کے زمانے مین آدمی ہر ایک ایسے شغل کو جو کبھی اس کا مرتکب نہوتا تھا اختیار
کرنے لگتا ہے دوسرے روز خان مذکور کو طلب کرکے خانسامانی کی خدمت حوالے کردی۔

(۸) نواب نہایت متحمل تھے انکے تحمل کی ایک حکایت یہان بیان کی جاتی ہے کہ ایک دن
نواب کے سامنے متہور خان نے سید عالم علی خان کے نام کے ساتھ شہید کا لفظ استعمال کیا آپنے
کہا کہ جو مسلمان کسی مسلمان کے ہاتھ سے مارا جاے وہ شہید نہین ہوسکتا متہور خان نے بے باکانہ
کہا کہ تب تو حضرت امام حسین ع کا شمار بھی شہیدون مین نہوگا نواب خاموش ہو رہے۔

(۹) نواب آصف جاہ بہت غریب نواز تھے اسکے متعلق گلزار آصفیہ مین ایک حکایت لکھی
ہے کہ جلوخانے کا دروازہ جو کونے مین ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ جب دولت خانہ اور جلوخانہ
بن رہا تھا اسوقت نواب صاحب دہلی مین تشریف رکھتے تھے جلوخانے کے متصل چوک کی جانب
ایک پٹوے کا مکان تھا جو ریشم کا کام کیا کرتا تھا داروغہ وغیرہ نے اسکو بہت کچھ فہمایش کی کہ بہت سا
روپیہ لےکر یہ مکان دیدے کیونکہ بغیر اسکے شامل کیے جلوخانہ سرکار کا دروازہ کلان بد اسلوب
ہوا جاتا ہے یا تو جس محلے مین چاہے اس سے بڑا مکان تجھے بنواے دیتے ہین وہ ہرگز راضی نہوا
کہتا تھا کہ میرے باپ دادے یہان مرکر چکے ہین اور اب میری نوبت پہنچی ہے اور مین بھی
اولاد رکھتا ہون میری اولاد مجھے نفرین کریگی مجھے اسکے فروخت کرنے سے معاف رکھیے اگر زبردستی
لین تو سرکار مالک ہے جب یہ خبر نواب صاحب کو پہنچی تو داروغہ عمارات کو حکم بھیجا کہ جلوخانے
کے دروازے کو کونے مین بنوالے ہرگز ہرگز پٹوے کا مکان نہ لے۔

لطیفہ

شریف خان تمباکو بہت پیتا تھا نواب کے سامنے ایسا نہین ہوسکتا تھا تو مجلس سے اٹھ کر
باہر جاکر پی آتا تھا نواب کو جب یہ حال معلوم ہوا تو ایک روز بطور لطیفے کے کہنے لگے
کہ امت محمدی کے لوگ اگرچہ بلاشبہ جنتی ہین لیکن جو لوگ تمباکو کی عادت رکھتے ہین تم وہان
وہ ضرور آگ کے محتاج ہونگے اور بہشت مین آگ ہے نہین پس انکو آگ کی طلب کی د

دوزخ میں جانا پڑے گا شریف خان نے جواب دیا کہ ہم کو اس کی فکر نہیں کیونکہ حضور کے لیے قہوے
کی تیاری کے واسطے انگیٹھی آئے گی تو ایک دو انگارے اس میں سے لیکر چلم پر رکھ لیے جاوینگے۔

لباس

جشن کے دن تو لباس کی آرایش اور فرش و فروش کی زیبایش اور مسند پر بیٹھنے اور جواہر
پہننے کی طرف مصروف ہوتے تھے۔ باقی دوسرے دنوں میں بے تکلفانہ لباس مثل شہنشاہ
عالمگیر کے پہنتے تھے۔

تقسیم اوقات

نماز صبح اور ورد و وظائف کے بعد دوپہر تک ریاست کا کام انجام دیتے تھے اور تمام کلی
و جزئی امور میں بذات خود مصروف ہوتے تھے۔ سہ پہر کی نماز پڑھ کر قرآن مجید پڑھتے اور
احادیث نبویہ سنتے اور اہل اللہ و علما و فقرا کی باتیں کرتے اور کبھی کبھی شعرا سے بھی اختلاط
کرتے۔ شعرا قصیدے انکی مدح میں پڑھتے جو صلے کے قابل ہوتا اس کا صلہ دیتے مزاج
میں تعصب نہ تھا۔

نظام الدولہ ناصر جنگ میر احمد خان بہادر کی مسند نشینی

نظام الملک آصف جاہ کے بڑے بیٹے غازی الدین خان دہلی کے دربار میں امیر الامرا تھے
ناصر جنگ جن کا اصلی نام میر احمد ہے جو باپ سے بغاوت سنہ ۱۱۵۴ ہجری مطابق سنہ ۱۷۴۱ء میں
کر چکے تھے باپ کی بیماری کی حالت میں ہیں تھے باپ کی موت کی وجہ سے تین دن تک نوبت
کا بجنا موقوف رکھا تیسرے دن فاتحہ سوم سے فراغت پائی چوتھے دن کہ ۹ جمادی الاخرے
کو بھی نوبت بجوا کر برہانپور سے اورنگ آباد آنے کے لیے سوار ہوئے میر احمد خاں[1] دیوان کو برہانپور
کا صوبہ دار بنایا اور خواجہ مومن خاں کو اس عہدے سے ہٹا دیا صوبہ دار مذکور ایک منزل تک
ساتھ رہا دوسری منزل سے واپسی کی اجازت ملی وہ برہانپور میں ٹھیر گیا اور تنخواہ داروں کے
تقاضے سے مجبور ہو کر اپنا سامان بیچکر انکی تنخواہ ادا کر کے تقاضے سے نجات پائی ناصر جنگ نے
اورنگ آباد میں پہنچکر اپنی والدہ کے پاس حاضر ہو کر جو وہاں مقیم تھیں مراسم تعزیت و تہنیت ادا کیے
پھر شکر کھیڑے کے راستے سے چل کر حیدر آباد آئے برسات آ گئی تھی اس لیے وہاں قیام کیا

لہ دیکھو حدیقۃ العالم ۱۲

...کاظم علی خان کے بیٹے میر عبدالرزاق خان کو شاہ نواز خان خطاب دیکر **دیوانی** اور
...**المہامی** دی اور **موروپنڈت** کو راے **بشن داس** خطاب دیکر انکی پیشکاری
...ر کیا۔ اور عبدالحسین خان ابن حکیم تقی خان کو دلیر خان کی جگہ توپخانے کا افسر اعلیٰ بنایا
...قاضی محمد دائم کو کہ سابق مین خواجم قلی خان کا رفیق تھا اور علم سے بہرہ رکھتا تھا اور شعر و سخن سے
...ذوق تھا اور صوفی تخلص کرتا تھا ہزاری کا منصب دیکر صدر دکن بنایا۔ اور اپنی سرکار کے
...نسامان عوض بیگ کو شاہ بیگ خان کا خطاب دیکر خانسامان کل مقرر کردیا اور اس جگہ سے
...تراب خان بہرام جنگ کو ہٹا دیا شاہ بیگ خان نے اختیارات کل ہاتھ مین لے کر اکثر
...منصبداران سرکار سے مواخذہ کیا۔

اس عرصے مین ایک مدعی ریاست دکن کا دعوے دار کھڑا ہو گیا تھا اور وہ ہدایت محی الدین خان
مظفر جنگ آصف جاہ کا لاڈلا پیارا نواسا تھا وہ سعد اللہ خان وزیر شاہ جہان کا پوتا تھا اسکو
نانا نے بڑے ناز و نعم سے پالا تھا اور آصف جاہ کے عہد سے رائچور اور ادھونی کا حاکم تھا اور
نانا نے اپنے بیٹے ناصر جنگ کو وصیت لکھ مرا تھا کہ میرے اس جیتے نواسے کو اپنے بیٹے کی طرح سمجھین
تاریخ فتحیہ مین ہے کہ نظام الملک کے سامنے ناصر جنگ اور مظفر جنگ کے رتبون مین کوئی تفاوت
معلوم نہین ہوتا تھا اس لیے دونون مین ہمچشمی تھی اس زمانے مین جو بادشاہ کی طرف سے خلعت سوائے
نامی ناصر جنگ اور دوسرے امرا و بیگمات اور رشتہ دارون کے لیے جدا جدا نام وار آئی تو ناصر جنگ
نے بادشاہ کے حکم کے موافق ہر ایک کو اسکے نام کی چیز دیدی مگر اپنے بھانجے کو محروم رکھا جس سے
مظفر جنگ کے دل مین زیادہ توہم پیدا ہوا چنانچہ بعد اسکے جو مامون بھانجون مین ہمچشمی کی وجہ سے
جھگڑے پیدا ہوے انھون نے حکومت آصفیہ کو شدید نقصان پہونچایا انھین فتنہ انگیزیون نے
دراصل سب سے پہلے فرانسیسون کے عمل و دخل کا دروازہ کھولا بعد ازان انگریزون کے تسلط
کا راستہ صاف کیا انھین کی وجہ سے نواب ناصر جنگ مارے گئے خود مظفر جنگ مقتول ہوا
صلابت جنگ کو اغیار کا دست نگر ہونا پڑا اور انجام کار مین نظام علی خان آصف جاہ ثانی کی
ساری عمر تسلط اغیار کے حلقے کاٹنے مین گذر گئی مگر وہ نہ کٹ سکے اگر مظفر جنگ امن و چین
سے اپنے نانا کی عطا کردہ حکومت پر قائم رہتا تو حکومت آصفیہ کی تاریخ کسی دوسرے
رنگ مین لکھی جاتی اسی طرح اگر اودھ کے نواب شجاع الدولہ اپنی کمزوری اور اولوالعزمی
کو کام مین نہ لاتے یا مرشد آباد کے نواب سوچ سمجھکر کام کرتے تو ہندوستان کی تاریخ کا
اسلوب عام بھی بالکل اور ہوتا۔

ناصر جنگ کی دہلی کو روانگی اور راستے سے واپسی

اب ایک طرف تو نواب ناصر جنگ کا بھانجا مظفر جنگ دکن کی صوبہ داری کا دعویدار تھا اور دوسری طرف چندا صاحب کرناٹک کی نظامت چاہتا تھا۔ چندا صاحب ارکاٹ کے رؤسائے نوائت سے تھا اس کا اصلی نام حسین دوست خاں ہے اور یہ شخص سید محمد خاں آخری ناظم ارکاٹ کا بہنوئی تھا جسکو نواب آصف جاہ اول نے نظامت سے بے دخل کرکے اسکی جگہ انورالدین خاں شہامت جنگ گوپاموی کو ناظم مقرر کیا۔ دکن میں نصف صدی سے فرانسیسیوں نے ساحل کارومنڈل پر ایک گاؤں خرید کر اسکو اپنا بندرگاہ بنا رکھا تھا اور اس میں تجارتی کوٹھیاں بھی بنالی تھیں آج کل اس گاؤں کو پانڈیچری کہتے ہیں جسکو کہیں پانڈوچری لکھا ہے کہیں پھلچری بتایا ہے اور فارسی کی کتابوں میں پھلچری مرقوم ہے۔ سلطنت فرانس کی طرف سے یہاں ان کا ایک صدر عامل یا گورنر بھی رہتا تھا یہ مقام اتک فرانسیسیوں کے قبضے میں ہے اسوقت یہاں کا گورنر ڈوپلے تھا۔ اسی طرح انگریزوں نے بھی مدراس اور بنگال میں اپنی تجارتی کوٹھیاں بنا رکھی تھیں اور وہ بھی تجارت کیا کرتے تھے۔

ہندوستان میں ایک طرف تو سلطنت تیموریہ کے کھنڈر پر بہت سی چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستیں قائم ہوکر ایک دوسرے سے لڑتی رہتیں اور دوسری طرف یہ غیر ملکی تاجراں کو آپس میں لڑاکر اور ان کو اس طرح کمزور کرکے ان کے ملک پر قبضہ کرنے کی فکر میں رہتے ناصر جنگ نے مظفر جنگ کو اپنے پاس بلایا اسے اطاعت نہ کی اور جواب دیا کہ اس علاقے کی حکومت نانا صاحب نے مجھے عطا کی ہے مجھے معاف رکھیے یہ جواب ناصر جنگ کو ناگوار ہوا اگرچہ کہ اسوقت بادشاہ نے ان کو ہندوستان میں بلایا تھا اور ادھر جانے کا ارادہ تھا تحمل کرکے تدارک کا معاملہ دوسرے وقت پر منحصر رکھا۔

احمد شاہ بادشاہ دہلی نے ناصر جنگ کو احمد شاہ ابدالی کے خوف سے اپنی امداد و اعانت کے لیے اس فوج ہمت بلایا تھا جو اکی سعی و ہمت سے فراہم ہو سکتی تھی اور بادشاہ نے خاص اپنے ہاتھ سے الکوشقہ لکھکر بھی بھیجا اور جاوید خاں خواجہ سرا نے بھی جسکو نواب بہادر خطاب دیا تھا لکھا کہ آپ کے آنے پر یہاں کے کام منحصر ہیں۔ ناصر جنگ ۱۱۶۲ ہجری میں باوجود ہدایت محی الدین خاں کی بغاوت کے دہلی کے روانہ ہوئے اور قاضی محمد دائم کو انوالخیر خاں کی جگہ بگلانہ کی حکومت پر بھیجا اور انوالخیر خاں کو باوصف معزول کردینے کے شمشیر بہادر کا خطاب دیا اور سید شریف خاں کو شجاعت جنگ خطاب دیکر برار کا صوبہ دار بنایا اور سید لشکر خاں کو

نصیرجنگ خطاب دیکر اورنگ آباد کی حکومت پر رکھا اور خود دہلی کو چلے اور ظفرآباد[5] کے رستے سے
گوداؤد خان پنی اور اسکے متعلقین کے لیے آل تمغا تھا روانہ ہوے راستے مین ظفرآباد سے آگے
بڑھکر صف شکن خان پٹھانون کے ہاتھ سے اس تہمت کی وجہ سے مارا گیا کہ ایک پٹھان کی
کنیز اسکے اشارے سے بھاگی ہے اور ماہ جمادی الاولی سنہ ۱۱۶۲ ہجری مین ناصرجنگ برہانپور
پہنچے اور شاہ نوازخان کو دکن کی کارگذاری کے لیے مقرر کردیا اور اسکو اپنی انگوٹھی دیکر کہا کہ
یہ مہر سلیمان ہے اسکو قدر سے رکھیو اور آپ پانڈھار کے نالے پر اپنے والد کی برسی کے لیے چار روز
مقیم رہے اور پھر دہلی کی طرف کوچ کیا اور محل کی بعض خدمت گذار عورتون کو منصبداران برہانپور
کے ہمراہ اورنگ آباد کو بھیجدیا۔

کنارہ نربدا تک پہنچے تھے کہ احمدشاہ ہندوستانی کو یہ بات دریافت ہوئی کہ احمدشاہ درانی اپنی
قلمرو کے مغربی حصے مین مصروف و مشغول ہے چنانچہ اس خبر کو سنکر اسکے اوسان درست
ہوے اور انتظام اپنی قلمرو کا اپنی مرضی کے موافق پورا کرنا چاہا اور ناصرجنگ کی مدد کی کچھ
ضرورت نرہی اس لیے احمدشاہ کا دوسرا شقہ خاص اپنے ہاتھ کا پہنچا کہ اب ادھر کا ارادہ فسخ
کردین اور ناصرجنگ کو ہدایت محی الدین خان کی بے اعتدالیون کی خبرین بھی پے درپے
پہنچ رہی تھین اس لیے اورنگ آباد کو لوٹے اور خواجم قلی خان کو برہانپور کی نظامت دی
اور بادشاہ کے پاس عرضی بھیجدی جس کا مضمون یہ تھا۔

اس سے پہلے حضور کا شقہ وارد ہونے کی وجہ سے باوجود اس بات کے کہ اس ملک مین موانع
موجود تھے مگر فدوی اورنگ آباد سے دہلی کو روانہ ہوگیا تھا فوجون کی درستی اور آدمیون کو علاوہ
تعینات کرنے اور اسباب سفر مہیا کرنے اور دشمنون کے دفع کرنے کے واسطے امرا اور مین توقف
واقع ہوا سب طرف سے اطمینان کرکے برہانپور مین پہنچا اور فوج کو مسلح اور سامان جنگ ایسا
آراستہ کرکے کہ حضور کے احکام کی بجا آوری کابل اور بنگالے تک ہوسکے قصد آستان بوسی کے
لیے روانہ ہوگیا اور اس عزیمت مین لاکھون روپیہ صرف ہوگیا۔ تمام سپاہ کو اضافے اور رفقا
کو رتبے دیکے پے درپے کوچ کرکے نربدا تک آیا تھا اور عبور کی تیاری کر رہا تھا اور حضور کی
قدمبوسی کے شوق مین راستے بھر نہایت شادان و فرحان تھا اور باوجود بادوباران کی کثرت
اور راستون مین کیچڑ کے حائل ہونے کے تین سو کوس کی مسافت کو خیال مین نہین لایا کہ ۱۷-
جمادی الاولی سنہ ۱۱۶۲ ہجری کو کہ صبح کو نربدا سے عبور ہونے والا تھا کہ شقہ قدسی حضور کے

[5] خورشید جاہی مین ظفرآباد بیدر کا خطاب بتایا ہے مآثرالامرا و حدیقۃ العالم سے بھی یہی ثابت ہے اور
منتخب اللباب مین ظفرآباد نام احمدآباد کا بیان کیا ہے ۱۲

علہ بعض نسخون مین ... خطاب ... ۱۲

ہاتھ کا لکھا ہوا صوبجات دکن کی تفویض اور دوسرے عطیات کی خوشخبری کے ساتھ بھیجا ت
وسپاس ادا کیا اور اسکے ساتھ نسخ عزیمت کے مضمون کو معلوم کرنے سے دل کو صدمہ ہوا چونکہ ح
کے حکم کی فرمان بری اہم ہے اور اس سے انحراف کرنا ممنوع ہے قصہ مختصر میل کتا ہوا لوٹ آیا
اواخر جمادی الاخری میں دریائے نرمدا کے کنارے سے لوٹ کر دریائے تپتی سے باوجود شدت
بارش کے عبور کیا اور بڑی تکلیف کے ساتھ اورنگ آباد میں داخل ہوگئے۔

مظفر جنگ کا ناصر جنگ سے اختلاف کرکے ارکاٹ کو فرانسیسوں کی مدد سے فتح کرلینا

سعد اللہ خاں مظفر جنگ نے بھی مشہور کردیا کہ دہلی کے بادشاہ نے مجھے صوبہ دار مقرر کیا ہے
اور پچیس ہزار سپاہ جمع کرکے گولکنڈے کے اردگرد تاک لگائے پھرنے لگا حسین دوست خاں
عرف چندا صاحب کو کہ روسائے نوائت سے تھا جنکی اصل شرفائے عرب سے ہے اور سعادت اللہ خاں
کا پوتا اور علی دوست خاں دیوان و فوجدار ارکاٹ کا داماد اور سید محمد خاں آخری ناظم ارکاٹ کا
پھوپی تھا جب اس نوجوان کے ارادوں کا علم ہوا تو اسے عرض کرایا کہ فدوی حضور پر جان نثاری
کے لیے حاضر ہے مظفر جنگ نے کہا کہ آؤ بھائی تمھارا گھر ہے وہ اسکے پاس آیا اُسی
ساری سپاہ نوکر تھی اس سے وعدہ ہوگیا کہ کرناٹک کا نواب بنادوں گا وہ مظفر جنگ کو ارکاٹ
اور کرناٹک کی تسخیر کی تحریک کرنے لگا جب شاہ نواز خاں اور سید لشکر خاں کو مظفر جنگ کا ارادہ
معلوم ہوا تو ان دونوں نے نصائح کے خط لکھے۔

نظام الملک آصف جاہ اول کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ کرناٹک کا علاقہ
سنہ ۱۱۵۰ ہجری میں ریاست آصفیہ سے ملحق ہوا تھا اور آصف جاہ اول کی طرف سے انورالدین خاں
گوپاموی اس کا ناظم تھا۔ چندا صاحب بھی حکومت کا خواہاں تھا بھلا ایسے وقت میں چندا صاحب
اپنے دوست ڈوپلے کو کیوں۔ یاد کرتا جو اسوقت تک انگریزوں کی طرح ایک تجارتی قوم کا افسر
تھا۔ اسکو لکھا کہ آپ ہمارا ساتھ دیجیے وہ اس تمنا ہی میں بیٹھا تھا چار سو ولایتی سپاہ اور دو ہزار
ہندوستانی سپاہ ریتیوں کے پاس روانہ کی اور مسیر دوتول کو اس کا افسر مقرر کیا اور یہ سب سپاہ
چالیس ہزار ہوگئی اور ملک کرناٹک میں داخل ہوکر تحصیل خراج میں مصروف ہوئی انورالدین خاں
جو ایک سو سات برس کا بوڑھا تھا دشمنوں کو اپنے ملک سے نکالنے کے لیے لشکر لیکر آیا مگر اس کا
لشکر اعدا سے نصف تھا ۱۶ شعبان سنہ ۱۱۶۲ ہجری مطابق ۱۱ جولائی سنہ ۱۷۴۹ع کو آمبور کے

مقام پر لڑائی ہوئی فرانسیسی لشکر کی تیزدستی سے مظفرجنگ کی فتح ہوگئی اور انورالدین خان میدان جنگ میں کام آیا اس کا بڑا بیٹا محمد محفوظ خان گرفتار ہوا چھوٹا بیٹا محمد علی ترچناپلی میں بھاگ گیا اس کا سارا کنبہ اور خزانہ وہیں تھا۔ مظفرجنگ میدان جنگ میں مظفر و منصور ہو کر دوسرے روز ارکاٹ میں آیا وہاں اپنے آپ کو صوبہ دار دکن اور چندا صاحب کو کرناٹک کا نواب بنایا۔ پھر پانڈیچری میں ڈوپلے کے ساتھ جشن اڑانے آیا مشرقی ملکوں میں جو ایسی تقریبوں میں دھوم دھام کا سامان ہوتا ہے اس میں کوئی بات اسوقت ڈوپلے نے اٹھا نرکھی مظفرجنگ نے اسکو اکیاسی گانون جاگیر میں دیے محمد علی جو یہ سمجھکر ترچناپلی میں آیا تھا کہ وہ سارے دکن کے قلعوں میں مستحکم ہے اب اسنے دیکھا کہ وہ چندا صاحب کے فتحمند لشکر اور فرانسیسی سپاہ کے آگے مقابلے کی تاب نہ لائے گا اس لیے اسنے مدراس میں انگریزون سے اپنی استعانت چاہی۔ پہلے انگریزون نے کچھ ہچر مچر اس سبب سے کی کہ وہ فرانسیسون سے ڈرتے تھے کونسل پہلے ہی دیبی کوٹی کی مہم پر واویلا کر رہی تھی۔ امیرالبحر بسکاون بہت سی سپاہ لیکر ابھی ولایت جاچکا تھا مگر پھر بھی انھون نے ایک سو بیس آدمیون کا لشکر محمد علی کے پاس بھیجدیا۔ ڈوپلے نے چندا صاحب سے کہا کہ اب جلدی سے چلکر ترچناپلی کو فتح کیجیے نہیں تو نواب اور اسکے مددگار اپنا کام ایسا استحکام کے ساتھ کرینگے کہ آپ کو پھر دقت پڑے گی جو کام اسوقت آسان ہے وہ مشکل ہوجائے گا یہ انکی رائے بھی اگر فتح ہوتے ہی چندا صاحب ترچناپلی پر چلا جاتا تو پھر کوئی کانٹا کرناٹک کے دامن میں نہ اٹکتا مگر اس کے کہنے پر بھی چندا صاحب اپنے پرانے دشمن راجہ تنجور سے جھگڑنے لگ گیا اس سے روپیہ وصول کرنے کے واسطے شہر تنجور پر چڑھ گیا دو مہینے یہاں محاصرے میں صرف کیے یہ راجہ بھی سرتیلا تھا اسنے کہا کہ ستر لاکھ روپیہ آپ کو دونگا اور کاریکل کے قریب اسی گانون آپکے فرانسیسی دوستون کو دیتا ہون مگر روپیہ یک مشت دینے کو نہیں ہے یہ عنایت کیجیے کہ باقساط لیجیے ان دم دھانسون میں دیر اتنی لگادی کہ ناصرجنگ کروفر کے ساتھ لشکر لیکر کرناٹک پر چڑھ گئے چندا صاحب کے حواس باختہ ہوئے پانڈیچری کی طرف دوڑے گیا اگر چندا صاحب ڈوپلے کا کہنا مان لیتا اور یون وقت نہ کھوتا اور چال نہ چوکتا تو محمد علی کا ستیاناس ہوچکا تھا۔

ناصرجنگ کی مظفرجنگ کے خلاف فوجکشی

ان دو اولوالعزم دشمنون کے نکالنے کے لیے ناصرجنگ نے بھی تیاری شروع کی دریاے کشنا کے جنوبی علاقون کے تمام راجاؤن اور نوابون کے نام حکم جاری کر لے

کہ لشکر میرے ساتھ لے چلنے کو تیار رکھو انھوں نے بھی اس حکم کو سر آنکھوں سے مانا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب ناصر جنگ کا استحقاق ریاست مانتے تھے۔ کڑپا۔ کرنول۔ اور سیوانور کے بڑے نامی گرامی پٹھان نواب جو پشتہا پشت سے ریاست و حکومت کرتے تھے اور کلانوں میں بڑے جوانمرد سپاہی گنے جاتے تھے اسکے ساتھ ہوے۔ ناصر جنگ سمجھتے تھے کہ فقط یہ دھمکی اجتماع لشکر کی مظفر جنگ کو ڈھیلا کر دیگی مگر جبکہ انھوں نے دیکھا کہ وہ سر پر چڑھا آتا ہے اور تیور پر بل رہا ہے تو انھوں نے تین گروہ مرہٹوں کے دس دس ہزار سپاہیوں کے نوکر رکھے ان میں سے ایک جماعت کا سرگروہ مراری راؤ تھا جو ۱۱۵۷ہجری مطابق ۱۷۴۳ء میں ترچناپلی کا حاکم تھا۔ اب مظفر جنگ نے تیور کو چھوڑا اور چندا صاحب اور وہ دونوں ڈوپلے کے پاس صلاح و مشورے کے لیے پانڈیچیری گئے اسے اپنے دوستوں کی نہایت تسلی و تشفی کی پانچ لاکھ روپیہ قرض دیا اور سوا اسکے اور روپیہ بھی دینے کا اقرار کیا اور دو ہزار ولائتی سپاہ مقرر کر دی اور اسکا افسر معہ تیر وتول کو مقرر کیا اور حکم دیا کہ یہ سارا لشکر ولانور میں کہ جہاں مظفر جنگ کا لشکر ہے چلا جائے ۱۱۶۳ہجری میں نواب ناصر جنگ ارکاٹ کے پاس پہنچے تو انور الدین خاں مقتول کا بڑا بیٹا محمد محفوظ خاں مکر و حیلہ کے ساتھ مظفر جنگ کی قید سے چھوٹ کر ناصر جنگ کے پاس آگیا اسکے ساتھ اسوقت ہزار سوار تھے اور اس کا چھوٹا بھائی محمد علی خاں جو قلعہ ترچناپلی میں قدم جمائے ہوئے تھا اسکو بھی نواب نے ترچناپلی سے ملایا اسے آکر ملازمت حاصل کی اور باپ کا خطاب انور الدین خاں پایا اور انگریزوں کو استعانت کے واسطے خط لکھا اسلیے کہ انگریزوں نے ۱۷۴۷ء ہی سے اس سے پیغام و سلام شروع کر دیے تھے۔ انسپکٹری گریفس صاحب نے انکو عرضی لکھی تھی کہ ہم پر فرانسیسی بڑا ظلم و ستم کرتے ہیں اور نواب کرناٹک چشم پوشی کرتا ہے حضور خیال کریں کہ کس مدت سے ہم یہاں رہتے ہیں اور ہندوستان کو کیا ساری دنیا کو سوائے نفع پہنچانے کے ہم کچھ کام نہیں رکھتے ہم پر رحم کیجیے اور اس ظلم سے چھڑائیے۔ اسپر ناصر جنگ نے نواب کرناٹک کے نام حکم جاری کر دیا تھا کہ انگریزوں کی قوم فرماں بردار اور خدمت گذار ہے انپر کسی قسم کا جور و جفا نہونے دو مگر نواب کرناٹک کا تو وہ حال تھا جو جانی داد خاں کمپنی کے گماشتے نے ۷ مارچ ۱۷۴۷ء کو لکھ بھیجا کہ جو فرانسیسی اونے ولائتی یہاں آتے ہیں وہ نواب کو پہلے پیش کش میں کوئی تحفہ اور ہدیہ گذرانتے اور پھر جو اپنا کام نکالتے ہیں صرف اسی طریقے سے انگریز بھی اپنا کام نکال سکتے ہیں اب ناصر جنگ کے پاس مارچ ۱۷۵۰ء کے مہینے میں ہر طرف سے لشکر آنا شروع ہوا تین لاکھ لڑنے والے سپاہی جن میں آدھے سوار تھے اور باقی پیادے اور آٹھ سو توپیں اور تیرہ سو ہاتھی جمع ہو گئے اور ناٹرالکرام میں سواروں کی تعداد ستر ہزار

اور پیادون کی ایک لاکھ لکھی ہے اور محمد علی خان چھ ہزار سوار لیکر اسی لشکر سے آملا۔ راحت افزا مین لکھا ہے کہ محمد علی خان کے ساتھ چار ہزار سوار اور پانچہزار پیادے اور چار ہزار تلنگے اور ایک ہزار فرنگی تھے غرضکہ یہ تمام لشکر قلعہ جنجادر کے پاس پہنچا جس کا مظفر جنگ نے محاصرہ کر رکھا تھا محمد دائم و نظر بیگ خان و مورو جی پنڈت جو راے لشن داس کے ساتھ مخاطب ہوا تھا اور سلطان جی و راجہ رام چندر و پسران جانوجی وغیرہ سرداردون کو بیس ہزار سوار اور اسی قدر پیادون کے ساتھ ناصر جنگ نے آگے سے بھیجدیا ناصر جنگ کی سپاہ کے آمد آمد کے خوف سے مظفر جنگ ڈر کر پانڈیچری کی طرف چل دیے اور تین کوچ کرکے اس مین داخل ہوگئے مظفر جنگ کا دیوان شیش راو چار ہزار سوارون کے ساتھ تحصیل زر کے لیے پیچھے رکھا گیا تھا وہ ناصر جنگ کی فوج ہراول کے ہاتھ آگیا اور اسکے سوار لٹ گئے اس خبر کو سنکر ناصر جنگ خوش ہوے کہ یہ پہلی فتح تھی۔ ناصر جنگ بھی فوج مرتب کرکے پانڈیچری کی طرف بڑھے۔

انگریزون کا ناصر جنگ کو اور فرانسیسون کا مظفر جنگ کو مدد دینا اور مظفر جنگ کی گرفتاری

راحت افزا مین لکھا ہے کہ مظفر جنگ نے پانڈیچری مین اپنی فوج ترتیب دی اور چندا صاحب پانچہزار سوار اور دس ہزار قواعددان پیادون اور دو ہزار فرانسیسون اور بھاری توپخانے کے ساتھ مظفر جنگ کا شریک ہوا غرضکہ مظفر جنگ ۲۵ ہزار سوارون دس ہزار تلنگون اور چار ہزار فرانسیسون کے ساتھ پانڈیچری سے کوچ کرکے ناصر جنگ سے لڑنے کو چلا ڈوپلے نے یہان تک کہا تھا کہ چار لاکھ سوارون کا مینے انتظام کر لیا ہے اور اپنے افسرون اور مظفر جنگ کے سردارون کو تاکید کردی کہ جو کوئی لڑائی مین کوتاہی کریگا مین اُسے جیتا نچھوڑونگا مظفر جنگ نے اپنی مان اور بیوی اور دوسری مستورات کو پانڈیچری مین چھوڑا اور لڑنے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ ناصر جنگ کا لشکر بھی آگیا تھا اور دونون لشکرون کے درمیان چھ کوس کا فاصلہ رہ گیا تھا ناصر جنگ نے اپنے مصاحبون سے کہا کہ سعد اللہ خان نے اپنی مان اور بیوی کو جو میری رشتہ دار ہین فرانسیسون کے سپرد کردیا ہے اس جنگ کے بعد دوسری لڑائی اُن کی رہائی کے لیے پیش آنے والی ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ سعد اللہ خان کو سمجھایا جاے پس محمد انور خان کو اُن کے پاس بھیجا جسکی زبانی یہ کہلایا اور اپنا مہری عہدنامہ بھی بھجوایا کہ ہم نے تمھاری تقصیرات سے درگذر کی اور تمھارا قدیمی ملک جو نواب آصف جاہ کے عہد سے

تمھارے پاس تھا تم پر بحال رکھا اور سپاہ کی تنخواہ جس قدر تمپر چڑھ گئی ہے وہ ہم ادا کر دینگے چاہیئے کہ ہم سے آکر مل لو اور جو ہنگامہ آرائی کی ہے اس سے دست برداری کرو تاکہ مسلمانوں کا خون بچے اور ناصر جنگ نے محمد انور خان کو تاکید کر دی کہ یہ بات مظفر جنگ کے کان میں کہے کوئی دوسرا اس بات سے واقف ہو محمد انور خان نے اسکے پاس پہنچکر پیام پہنچایا مگر انھوں فرانسیسوں کے بہکانے کے اعتماد پر نہ مانا اور محمد انور خان کو واپس کیا۔

میجر لارنس چھ سو گورے سینٹ ڈیوڈ سے لیکر اسوقت آکر ناصر جنگ کے لشکر میں شامل ہوا کہ مظفر جنگ کا لشکر سامنے پڑا ہوا تھا کپتان ڈالٹن اور ایک میجر یہ دو شخص کونسل کے سفیر بنکر ناصر جنگ کے روبرو گئے وہ انسے بہت خاطر سے پیش آئے اور کہا کہ سارے لشکر کی سپہ سالاری میجر لارنس نے لیں تو بڑی عنایت کریں اور دشمن پر جلد حملہ کر دیں اسپر میجر لارنس نے حملہ کرنے کے لیے یہ عذر کیا کہ اگر مین ابھی حملہ کرتا ہوں تو خون ریزی بڑی ہوگی فرانسیسوں کی توپون سے بڑا نقصان ہوگا اگر حضور لشکر کو حرکت دیکر پانڈیچری اور لشکرگاہ کے درمیان آجائین تو حملہ کرکے دشمن کو تباہ کر سکتا ہوں اسپر ناصر جنگ نے کہا کہ میں نظام الملک کا بیٹا ہو کر اس ذرا سے لشکر کے روبرو اپنے لشکر کا منھ موڑوں یہ نہیں ہو سکتا میں یون ہی اسکو خاک میں ملائے دیتا ہوں میجر صاحب نے کہا کہ جو مرضی مبارک ہو بندہ خدمت گذاری کے لیے سب طرح حاضر ہے اگر میجر مذکور ناصر جنگ کا کہنا مان لیتا تو بڑا نام پیدا کرتا وہاں دشمن کے لشکر میں بڑی ابتری پڑ رہی تھی جسکی تفصیل یہ ہے کہ تنجور کی جنگ میں جو فرانسیسی افسر مظفر جنگ کے ساتھ تھے انھوں نے پہلی قسط کا روپیہ راجہ تنجور سے وصول کر لیا تھا اور ان افسروں مین تقسیم ہو گیا تھا جب یہ سپاہ پانڈیچری میں آئی تو بہت سے افسروں نے رخصت اپنی آسایش کے لیے لی ان کے قائم مقام اور نئے افسر مقرر ہو کر اس لشکر عظیم الشان کے مقابلے میں بھیجے گئے وہ اس سپاہ کو دیکھکر گھبرائے کہ اس آگ کے آگے ہم رکھے گئے اور پہلے افسر روپے کے مزے اڑانے کے لیے پیچھے رہے ہم کو انکی برابر روپیہ مل جائے تو ہمارا دل لڑنے کو چاہے جسکا اسی بات وہ ایسا پھیرے کہ ڈوپلے بھی ان کا کچھ علاج نہ کر سکا ایک ہنگامہ بغاوت برپا ہوا نہ سپاہی افسر کی سنتے تھے نہ افسر سپاہی کی یہ لشکر فرانس میں ابتری ہو رہی تھی جس وقت میجر لارنس ناصر جنگ کے لشکر میں آیا اسوقت ایک لطیفہ یہ ہوا کہ موشیر دوتول نے میجر لارنس کو لکھا کہ یورپ میں ہماری قوموں میں اتفاق ہے مگر یہاں اتفاق سے تم ہم مخالف جانبوں میں ہین آپ اپنے لشکر کا مقام ٹھیک ٹھیک بتلا دیجیے تاکہ کوئی میرا گولہ آپ کے لشکر میں نہ جائے لارنس نے لکھا کہ میری توپ کا حصہ ہی میرا مقام آپ کو بتلائے گا اگر کوئی گولہ آپ کے لشکر سے میری سپاہ کو نشانہ بنائے گا

تو میری توپون کے منھ بھی اس کا جواب دینگے میری نیت مین بھی یہ بات ہرگز نہین ہے کہ کسی فرنگی کا خون بہاؤن لڑائی کے وقت شور قیامت برپا تھا توپون کے گولے سردارون کے سرون پہ جاتے تھے ناصر جنگ نے افسرون کو کہا کہ جلد پیش قدمی کرو تاکہ آج ہی لڑائی کا فیصلہ ہوجائے اور اپنے ہاتھی کو آگے بڑھایا اور مظفر جنگ کی طرف سے پیش لشکر کی فوج جو ایک عمیق نالے کے کنارے پر پہنچ گئی تھی تیر و تفنگ سے لڑنے لگی چار گھڑی دن باقی رہے تک لڑائی جاری رہی دو توپون نے ایک گولے سے انگریزون کا مزاج پوچھا انگریزون کی بھی توپون نے گولون سے جواب دیا کہ ہان بہت اچھا ہے میر نجف علی خان پسر میر دولت علی خان ناصر جنگ کے سامنے کھڑا تھا اُسنے اُنسے کہا کہ حکم ہو تو مظفر جنگ تک پہنچکر اس سے لڑائی شروع کر دون ناصر جنگ نے اپنے سر کی قسم دیکر کہا کہ اب آگے نہ جاؤ نالۂ عمیق سامنے ہے اس سے عبور مشکل ہے مصلحت یہ ہے کہ آج ممبر کرین صبح کو لڑائی کر کے ہدایت محی الدین خان کو گرفتار کرین گا مغرب کی نماز پڑھکر ناصر جنگ خود ہاتھی پر سوار ہو کر پھرے اور سب کو شبخون کا اندیشہ دلا کر ہوشیار رہنے کی تاکید کی جو کہ سپاہی اور افسر تھک گئے تھے۔ اس لیے خود ناصر جنگ ہر ایک کو تاکید کرتے پھرتے تھے سری رنگ پٹن کا رہنے والا ایک سردار جس ہاتھی پر سوار تھا مظفر جنگ کی طرف سے توپ کا گولہ ہاتھی کے دانت پر لگ کر اڑ گیا تھا اسکے صدمے سے ہاتھی گر گیا تھا اور اس سردار کے چوٹ لگ گئی تھی مظفر جنگ نے اسکی احوال پرسی کو میر نذر علی خان برادر میر نجف علی خان کو بھیجا اور اسی طرح عمائد کو جا بجا احوال پرسی کے لیے بھیجتے رہے اور حکم دیا کہ تمام آدمی گھوڑون پر سوار کھڑے رہین اگر تھک جائین تو آدھے سوار کھڑے رہین اور آدھے اتر جائین آدھی رات گئے بعد ناصر جنگ خیمے مین چلے گئے اور سردارون کو تاکید کی کہ وار وار سے لشکر کی حفاظت کرین۔

مظفر جنگ کے لشکر کا یہ حال یہ ہوا کہ آفتاب نے پردہ شب مین منھ چھپایا اُدھر تیرہ فرانسیسی افسرون نے سرکشی کر کے لشکر سے منھ چھپا کر اپنا راستہ لیا انکے سپاہیون نے بھی افسرون کے قدم پر قدم رکھا موسیو دتول کو ہول اٹھا کہ اب کیا دشمن سے لڑون گا لشکر کو کوچ کا حکم دیدیا چندا صاحب اور مظفر جنگ سمجھاتے رہے مگر انکے پانون نہ ٹکے چندا صاحب نے جب فرانسیسون کی یہ صورت دیکھی اور ناصر جنگ کی ہیبت دل مین بیٹھی تو وہ بھی آدھی رات کو پانڈیچیری کی طرف دال فے عین ہوا ناصر جنگ کے لشکر مین رات مین یہ خبر اڑی کہ مظفر جنگ بھاگ گیا مگر دن کو معلوم ہوا کہ چندا صاحب اور فرانسیسی پانڈیچیری کی طرف اپنا توپخانہ لیکر بھاگ گئے ہین اس سبب سے مظفر جنگ کی فوج بھی بھاگ گئی صرف پانچہزار سوار و پیادے باقی رہ گئے ہین اور جنرائل انداز بھی انکے پاس حاضر ہین اور مظفر جنگ کھڑے ہین

ناصرجنگ نے فوج کے سرداروں کو حکم دیا کہ تعاقب کرکے چندا صاحب اور فرانسیسوں کو گھیر لین چنانچہ تیس ہزار سوار اور تیس ہزار پیادوں نے تعاقب کیا اسوقت مین مظفرجنگ کا شتر سوار آیا جسکی زبانی بھانجے نے حاضر ہوکر ماموں سے عرض کرایا کہ آپ بڑے ہین میں چھوٹا ہون مجھ خطاوار کا قصور خدا کے واسطے معاف کیجیے ماموں نے پیار اخلاص کی باتین زبان سے بہت بنائیں اور مناسب یہ سمجھا کہ کسی کو پیشوا بھیجکر بلالے۔ سید شریف خان اور امانت خان نے عرض کیا کہ جنگ ایسی سخت ہو چکی ہے تو ایسی آسانی کے ساتھ مظفرجنگ کا آنا اچھا نہیں تمام مین مشہور ہو جائے گا کہ مخاصمین مین صلح ہو گئی فتح کی شہرت جاتی رہیگی اسوجہ سے ناصرجنگ نے بھانجے کو بلاکر قید کرنے کا ارادہ کیا تاکہ اُنکے سر سے داعیہ بھی جاتا رہے اس لیے شاہ نواز خان اور سید محمد دائم رسالہ دار فتح رسالہ کو حکم دیا کہ مظفرجنگ کی فوج کو منتشر کرکے اُسکے ہاتھی کو اپنے رسالہ میں لاکر انکی دلجمعی کرکے ملازمت کا وعدہ کرین دونوں رسالہ دار گئے اور تعمیل کی واپس آکر بیان کیا کہ ان کی فوج منتشر ہو گئی اور وہ آگئے ہین یہ سنتے ہی فتح کے شادیانے بجنے لگے اور مظفرجنگ کو شاہ نواز خان کے خیمے میں لے گئے بعد اسکے ناصرجنگ نے میریکف علی خان کو حکم دیا کہ تم ان کو اپنے کیمپ مین لیجاکر حفاظت سے رکھو اور چوکی پہرہ خوب مقرر کرکے ان سے خدمتگار اور شاگرد پیشہ علیحدہ کرکے ہمارے معتمد خدمتگار مقرر کردو اور حراست کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑو غرض اس طرح پیار اخلاص سے بھانجے کو بلاکر ماموں نے پھانسایا۔ خیرخواہوں نے ناصرجنگ سے بہت کچھ عرض کیا کہ مظفرجنگ کو زندہ رکھنے کا وقت نہیں ہے انھیں مار ڈلیے انکو زندہ چھوڑنے کی حالت مین فتنہ و فساد باقی رہیگا مگر ناصرجنگ نے اس کا جواب نہ دیا۔

ناصرجنگ کے پیش لشکر کی سپاہ اور انورالدین خان مقتول کا بیٹا اور مراری راؤ اور دوسرے سردار جو چندا صاحب کی سپاہ اور فرانسیسوں کے تعاقب میں گئے ہوئے تھے اُن سے اور مفروروں سے پانڈیچیری تک راستے بھر لڑائیاں ہوتی رہیں بہت فرانسیسی اور تلنگے مارے گئے اور بہت سے بچ کر نکل گئے چندا صاحب پانڈیچیری میں جا بسیا اور وہاں قلعہ بند ہوگیا جب اس فتح نے مظفرجنگ اور چندا صاحب کے لشکر کو متفرق اور منتشر کردیا اور بھانجہ بھی بس میں آگیا تو ناصرجنگ کو اپنے صوبہ دار دکن ہونے میں کوئی دغدغہ باقی نہ رہا۔

ناصرجنگ کی فوج کا پانڈیچیری کی فتح مین ناکامیاب ہونا

مظفرجنگ کے قید ہونے کے بعد ایک روز ناصرجنگ زرمکا دین مقیم رہے تاکہ

زخمیون کی مرہم پٹی ہو جاے پانڈیچری مین ڈوپلے سعد اللہ خان مظفر جنگ کی مان اور بیگم کی حفاظت کرنے لگا ناصر جنگ پانڈیچری کا قلعہ فتح کرنے اور عورتون کو چھڑانے کو روانہ ہوے اور وہان سے پانچ کوس پر پہنچکر مورچے جمانے کی فکر کرنے لگے چونکہ قلعہ مضبوط تھا اور ہر طرح کا سامان جنگ اس مین موجود تھا کوئی سردار اسکے لینے کی جرأت نہ کرتا تھا میر نجف علی خان پسر میر دوست علی خان نے کہا کہ مجھے حکم ہو تو مین مورچون اور یورش کے مقام کو جاکر دیکھون اسکو جانے کا حکم ہوا وہان گیا اور مورچے قائم کرنے کا نقشہ تجویز کرکے ناصر جنگ سے آکر بیان کیا انھون نے حکم دیا کہ اس طرح مورچہ بندی کی جاے۔ فرانسیسی توپین بہت تیزی سے فیر کرتی تھین کوئی شخص مورچون مین قیام کرنے کی جرأت نہین کرتا تھا میر نجف علی خان اور اسکے بھائی بند جرأت کرکے بڑھتے اور لوٹ آتے یہ خبرین ہلکارے ناصر جنگ کو پہنچاتے رہتے نواب نے میر نجف علی خان کو بلاکر کہا کہ کتنی فوج اور توپین وغیرہ تمکو چاہیین تاکہ فرانسیسی قلعے سے باہر نہ نکل سکین اسنے کہا کہ چار ہزار سوار اور دو ہزار پیادے اور دو ہزار جزائل انداز اور بیس توپین مل جائین تو فرانسیسیون کا قافیہ تنگ کرسکتا ہون ناصر جنگ نے حکم دیا کہ بخشیون اور رسالہ دارون کے نام لکھکر پیش کرے اسکے معروضے کے مطابق محمد یعقوب خان ڈیڑھ ہزار سوارون کے ساتھ اور نصیب یار خان سات سو سوارونکے ساتھ اور سید نجم الدین خان ہزار سوارون کے ساتھ جملہ چار ہزار اور دو سو سوار مقرر ہوے اور ناصر قلی خان بخشی جزائل اندازان دو ہزار جزائل کے ساتھ اور ناصر علی بیگ رسالہ دار دو ہزار پیادون کے ساتھ اور قاسم علی خان پانچ فیتجی بان اور پچاس بان اندازون کے ساتھ اور مراد علی خان داروغہ توپخانہ جنسی بادشاہی بیس توپون کے ساتھ مقرر ہوے اور یہ سب مجتمع ہوکر مورچون مین آے اور دریافت کیا کہ کس طرح جنگ کی جاے نجف علی خان نے کہا کہ اتوار عیسائیون کی عبادت کا روز ہے اور دو کوس پر ان کا گرجا ہے وہ قلعے سے نکلکر وہان جاوینگے جیسے ہی وہ جمع ہون فوراً گھیر کر قتل کرڈالین سب سنکر گھبراے اور باہم کہنے لگے کہ میر نجف علی خان نے ہمارے تباہ کرنے کا ارادہ کیا ہے اور سب جمع ہوکر شاہ نواز خان کے پاس گئے اسنے کہا کہ میر نجف علی خان تو اپنی جان سے ہاتھ دھوے ہوے ہے اور ہم آقا کے حکم سے اسکے ساتھ ہین مگر سپاہی گھسنا تو مانین گے اور لڑنے کی جرأت نہ کرسکین گے۔ شاہ نواز خان نے نجف علی خان کو بلاکر کہا کہ یہ لوگ ایسا کہتے ہین جب فرانسیسیون سے مقابلہ پڑے گا سب بھاگ جائین گے تمکو تنہا چھوڑ دینگے یہی بات نواب ناصر جنگ سے کہی نواب نے اپنے ہاتھ سے رقعہ لکھکر ہر سردار کو بھیجا کہ میر نجف علی خان کی رفاقت کرنی چاہیے جیسا کہ تم نے اقرار کیا ہے سب نے کہا

کہ صرف ہم جان و دل سے اسکی بات کو مانینگے حکم ہوا کہ لشکر سے جدا ہو کر توپخانہ جنسی سے آگے
بڑھ کر اتریں چنانچہ ایسا ہی ہوا سنیچر کا دن اسی طرح بسر ہوا دوسرے دن اتوار کو فرانسیسوں کی
عبادت کا دن تھا میر نجف علی خان اپنے رفقا اور خاص سپاہیوں کے ساتھ سوار ہو کر لشکر سے
باہر آیا اور سرداران فوج سے کہلایا کہ میں وعدے پر سوار ہوا ہوں تم بھی اپنی جمعیتوں کے ساتھ
سوار ہو جاؤ لیکن کوئی سوار نہوا اور کوئی لڑائی کی ہمت نکر سکا میر نجف علی خان گھوڑے سے اترا
اور سب سرداروں کو جمع کر کے کہا لیکن کوئی لڑائی کی جرأت نکرتا تھا مجبور ہو کر وہ اپنے عزیزوں
اور رشتہ داروں کو ہمراہ لیکر لڑنے کو گیا جب فرانسیسوں نے دیکھا کہ تھوڑی سی جماعت آرہی ہے
تو دلیری کر کے سامنے آئے میر نجف علی خان نے خوب لڑائی کی چند فرانسیسی اور تلنگے مارے گئے
شام تک لڑائی جاری رہی ہر چند سرداران فوج کو کہلایا مگر کوئی آگے نہ بڑھا جب رات کا اندھیرا
چھا گیا تو طرفین اپنے اپنے مقاموں کو لوٹ گئے فرانسیسوں کے آدمی کمین گاہ میں چھپ گئے۔
میر نجف علی خان سرداروں کے پاس آیا اور کہا کہ آپ صاحبوں نے جنگ میں شرکت نہ کی
یہ مناسب ہے کہ رات کو ہوشیار رہو کہ مبادا فرانسیسی شب خون ماریں یہ کہکر بعض شب کے
وقت ناصر جنگ کے پاس جا کر سب حال بیان کیا نواب نے بہت مہربانی فرمائی
اور کہا کہ اب تم اپنی مرضی کے موافق سپاہ بھرتی کرو۔ پہر رات باقی رہے جب فوج کے آدمی غافل
ہو گئے تو فرانسیسوں نے شبخون مارا بہت سے آدمیوں کو قتل کیا اور سب کو لوٹ لیا اور سردار
بھاگ گئے صبح کو یہ خبر ناصر جنگ کو پہنچی تو حکم دیا کہ کوئی مفرور ہمارے لشکر میں نہ آنے پائے دو دن
کے بعد چند دوسرے رسالہ دار میر نجف علی خان کے ساتھ کر کے بھیجے میر نجف علی خان نے جا کر
چند تلنگوں کو گرفتار کر لیا باقی بھاگ گئے۔

ناصر جنگ اور اُن کے مددگاروں میں عناد و اختلاف اور ڈوپلے کی فند و فطرت

اب کڑپا اور کرنول اور سیوانور کے پٹھان نواب جو بے عذر حکم کے ساتھ ہی ناصر جنگ کے
ہمراہ لڑائی میں شریک ہوئے تھے اپنی خدمات کے صلے میں چڑھے ہوئے خراج کی معافی کے
طالب ہوئے اور مظفر جنگ کے ساتھ جو انھوں نے سلوک کیا اسکے شاکی ہوئے ناصر جنگ
کی بے ایمانی معاملے کے ساتھ انکو سخت ناگوار تھی جب یہ انکی درخواست خاطر خواہ نہ سنی گئی
تو انکی نیت بگڑ گئی ظاہر میں وہ تیرو شکر رہے مگر باطن میں رہزن گئے فرانسیسی سپاہ کا

یون سرکشی کر کے لشکرگاہ سے پھر جانا مظفر جنگ کا قید ہو جانا اسکے لشکر کا تتر بتر ہو جانا ان سب باتون نے پانڈیچری مین تہلکہ ڈالدیا گو اس کا صدمہ سب سے زیادہ ڈوپلے کے دل پر ہوا مگر اسکی عقل اسوقت بھی سلامت رہی اول اُسنے اپنے لشکر کا انتظام تدبیر اور تعزیر سے کیا۔ پھر اسنے سوچا کہ ناصر جنگ کے دربار مین اگر کوئی فساد برپا ہو تو اسے دریافت کیجیے اور اگر نہو تو اسے پیدا کیجیے اُسنے اسی وقت کہ یہان مظفر جنگ اور چندا صاحب کی حمایت سب طرح کر رہا تھا ایک خط ناصر جنگ کو یہ لکھ بھیجا تھا کہ میرے اور آپ کے درمیان رنجش کا سبب انور الدین تھا میری قوم کا جانی دشمن وہ تھا اسکے واسطے ضرورت مجھے چندا صاحب اور مظفر جنگ کو دوست بنانے کی پڑی اب انور الدین مارا گیا سبب فساد رفع ہوا میرا عناد اتحاد سے بدل گیا مین نے آپ کی خاطر سے تنجور کو بچوادیا اور ترچناپلی پر حملہ نہ کرنے دیا اب آپ مظفر جنگ کو اسکی جاگیر دیدیجیے اور چندا صاحب کے قصور معاف کر کے اسے کرناٹک کا نواب بنا دیجیے اسکا بیٹا تلنگون کی جمعیت کے ساتھ ہمرکاب رہے گا۔ ارکاٹ بدستور انور الدین مرحوم کے عہد کے مطابق ہمین اجارے مین دیدیجیے ہم کچھ اضافہ دینگے اور حیدر آباد کے ساہوکارون سے ضمانت دلادینگے پانڈیچیری ارکاٹ کی سرزمین پر آباد ہے اسکی سند عطا کر دیجیے آپ کی سرکار کا جھنڈا وہان اڑاتے رہین گے مین آپ کا فرمان بردار ہون حاضرین دربار جیسے شاہ نواز خان و محمد انور خان و اسلم خان و سید شریف خان و امانت خان و رضوی خان وغیرہ نے ان مراتب کو پسند کیا مگر قاضی دائم جو شریک مشورہ تھا اسنے ناصر جنگ سے کہا کہ فرانسیسی تنگ ہو گئے ہین قریب ہے کہ پانڈیچری کو چھوڑ کر بھاگ جائین گے یہ تقریر کر کے ناصر جنگ کو صلح کی طرف مائل نہونے دیا اور جو تحائف ڈوپلے نے بھیجے تھے وہ واپس کر دیے۔ ڈوپلے کو یقین تھا کہ اگر انگریز ناصر جنگ کے لشکر مین اسوقت بیچ مین آکر نہ کود پڑتے تو اسکی صلح ہو جاتی۔ ناصر جنگ نے ڈوپلے کو خط لکا جواب نہ دیا۔ پھر اسنے اور ایک طومار ناصر جنگ کو لکھا کہ مین جانتا ہون کہ آپ کا مزاج صلح جو ہے اس لیے مین نے فرانس کے لشکر کو بلالیا ہے کچھ وہ میدان جنگ سے بھاگا نہین ہے جیسا کہ آپ کے لشکریون کو یقین ہے مراجعت کے وقت جو اسپر حملہ ہوا اور اسنے جو گشت و خون لشکر حملہ آور کا کیا وہ اس بات کا ثبوت ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ مظفر جنگ پر رحم فرمائیے اور مجھے سفیر بھیجنے کی اجازت دیجیے ناصر جنگ نے سفیرون کے آنے کی درخواست منظور کی پانڈیچری سے دو ممبر کونسل کے آئے وہ فارسی اور دیسی زبان خوب جانتے تھے انھون نے درخواست کی کہ مظفر جنگ عتاب مین ہے اسکے بیٹے کو آپ باپ کی جاگیر مرحمت فرمائیے اور چندا صاحب کو کرناٹک کی نوابی عنایت کیجیے۔ کارپردازان ناصر جنگ نے چندا صاحب کے لیے

تو یہ کہدیا کہ محمد علی وہاں کا نواب مقرر ہو گیا ہے۔ مظفر جنگ کے لیے گو وہ کھلا چاہتے تھے مگر ناصر جنگ سے کہتے ہوئے جان نکلتی تھی آٹھ روز تک یہ سفیر یہاں رہے اور ڈوپلے کا اصلی مطلب جو اس سفارت سے تھا وہ حاصل ہوا کہ اسکی نوابوں سے جو ناصر جنگ کی گھات میں بیٹھے تھے خط و کتابت شروع ہوئی اور انکی سازش میں اسکی بھی شرکت ہو گئی۔ میجر لارنس اس تمام معاملے کو تاڑ گیا مگر وہ یہاں کی زبان سے ناآشنا تھا جب اُسے تمام سازش سے ناصر جنگ کو مطلع کرنا چاہا تو کہاں سے بولتا ناچار ترجمان بیچ میں کھڑا کرنا پڑا اس نے جا کر کچھ سے کچھ مطلب بنا کر ناصر جنگ سے کہدیا جب سفیر پھر کر آئے تو چندا صاحب نے لشکر جمع کرنا شروع کیا اور ڈوپلے نے بھی یہ ارادہ کیا کہ فرانسیسی سپاہ کی شان دکھلائے اور اپنے دوست نوابوں کو اپنی لڑائی کا ارادہ بتلائے اب میجر لارنس نے ناصر جنگ سے درخواست کی کہ محمد علی نے جو مدراس کے پاس زمین دی ہے اس حسن خدمت گذاری میں اسکی سند عطا کی جائے مگر شاہنواز خاں مدار المہام نے اس میں خلل اندازی شروع کی اور کہا کہ یہ درخواست جب منظور ہوگی کہ وہ لشکر کے ساتھ ارکاٹ میں جائے مگر میجر لارنس اس اندیشے سے کہ کہیں چندا صاحب اور فرانسیسی انگریزی کمپنی کے ملک پر حملہ کر دیں اور نقصان ہم اٹھائیں بے لطف ہو کر قلعہ سینٹ ڈیوڈ کو چلا گیا۔ دس دن تک اور مورچے قائم رہے کہ اس عرصے میں برسات کا آغاز ہوا پانڈیچری اور اسکے اطراف میں ایسا ریگستان ہے کہ برسات میں چلنا مشکل ہوتا ہے اس لیے برسات کا موسم بسر کرنے کے لیے ارکاٹ میں چلے آئے جو وہاں سے تیس کوس پر تھا اور برسات کے بعد لڑائی کا ارادہ کیا۔

جب ناصر جنگ کا لشکر چلا گیا تو فرانسیسیوں نے اس ملک پر جو مظفر جنگ نے دیا تھا قبضہ کرنا شروع کیا ناصر جنگ بےخبر ہوئے کہ کیا ہو رہا ہے وہ مظفر جنگ کو قید کر کے خواب غفلت میں پڑے عیش و عشرت کے غلام بن گئے کام پر دل نہ لگایا عیاشی نے دوستوں کی نگاہ میں ذلیل کر دیا کاہلی نے دشمنوں کو اوپر دلیر بنا دیا نوابوں نے ان کو ادھر ادھر کی لذائذ نفسانی میں پھنسایا ادھر ڈوپلے کو جنگ و پیکار کے لیے اکسایا ڈوپلے نے بھی انکے مشورے پر کام کیا۔ ترنی وادی ایک شہر تھا وہ قلعہ سینٹ ڈیوڈ سے پندرہ میل اور ارکاٹ سے بیس کوس اور پانڈیچری سے آٹھ کوس پر تھا اور قلعہ اور حصار بنا ہوا تھا اس میں بالمسرام کا بت خانہ تھا محمد علی نے وہاں سپاہ رکھ چھوڑی تھی ڈوپلے نے پانسو فرانسیسی سپاہ بھیجکر اسکو خالی کرا لیا سپاہی بت کی طرح خاموش بیٹھے رہے اور تھانے کو چھوڑ کر چلے گئے محمد علی نے جب یہ سنا تو وہ بیس ہزار سپاہ اور بہت سی توپیں لیکر دوڑا مگر فرانسیسیوں سے اکیلا لڑتا ہوا ڈرا میجر لارنس کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ سپاہ سے مدد کیجیے اور سارا خرچ لیجیے اس شیر مرد نے بھی درخواست منظور کی کپتان کوپ کو چار سو گوروں اور

پندرہ سو کالون کی سپاہ دیکر روانہ کردیا کچھ دن ان دونون لشکرون کے ملنے مین توقف ہوا جب وہ مل گئے تو محمد علی نے درختون سے بھری ہوئی ایک جگہ اقامت لشکر کے لیے پسند کی اسکے گرد خندق کھودی۔ کپتان کوپ نے سمجھایا کہ حکم دیجیے تو مین بت خانہ ابھی لیتا ہون محمد علی نے لشکر کو حکم دیا مگر لڑائی کے نام سے ہر ایک کا منھ زرد ہوا کسی نے قصد جنگ کا نہ کیا جب کپتان کوپ لشکر فرانس کے قریب پہنچگیا تو افسر فرانسیس نے کہلا بھیجا کہ تم میرے قریب اتنے کیون آتے ہو ابھی مین تم پر بم کے گولے مارتا ہون کپتان نے جواب دیا کہ ہم نواب کے دوست ہین جب تک جان مین جان ہے اسکی جان کے ساتھ ہین جہان اس کا نشان جائے گا وہان ہمارا قدم ساتھ آئے گا اس جواب پر فرانسیسون نے انگریزی لشکر پر گولہ مارا ان دونون مین کشت و خون شروع ہوا اب محمد علی اور کپتان کی رایون مین اختلاف ہوا کہ کپتان کوپ نے سپاہ کی تنخواہ مانگی وہ محمد علی سے ادا نہ ہوسکی اس لیے میجر لارنس نواب سے ایسا خفا ہوا کہ اُسنے کپتان کوپ کو حکم دیا کہ وہ قلعہ سینٹ ڈیوڈ مین چلا آئے جب انگریز چلے گئے تو ڈوپلے نے اپنا لشکر ترہی وادی کے قریب جمع کیا جس مین اٹھارہ سو فرانسیسی سپاہ اور ڈھائی ہزار ہندوستانی سپاہ اور ایک ہزار چندا صاحب کے سوار اور بارہ میدانی توپین تھین اور محمد علی کے پاس پانچ ہزار پیادے اور پندرہ ہزار سوار تھے۔ ۲۱- اگست ۱۷۴۹ء کو فرانسیسون نے اسپر حملہ کیا اور محمد علی کی دھجیان اڑائین وہ بہت خرابی و پریشانی اٹھا کر دو چار خدمتگارون کے ساتھ ارکاٹ پہنچا۔

پانڈیچیری سے ناصر جنگ کی معاودت راستے مین بعض قلعون پر جنگ

جب ناصر جنگ پانڈیچیری سے لوٹے اول روز دو کوس چلے تاکہ آدمیون کا جو اسباب خراب ہوگیا ہے اُسے درست کرلیا جائے پھر چار کوس چلے یہان خبر ہوئی کہ راستے مین ایک قلعہ ہے جس کا نام وندواسی ہے اور نہایت مضبوط ہے قلعدار وہان کا چندا صاحب کا رشتہ دار ہے اور چندا صاحب کی بیوی وہان رہتی ہے بہت سا روپیہ جمع کرلیا ہے اطاعت کسی کی نہین کرتا۔ ناصر جنگ نے ادھر سے کوچ کا حکم دیا اور کہا کہ اگر قلعدار اطاعت کرلے تو ارکاٹ مین برسات بسر کی جائے ورنہ قلعے کے پاس برسات بسر کی جائے اور قلعہ فتح کیا جائے میر اسد خان قلعدار جبیت بیٹ نے کہ ادھر کے

قلعوں سے واقف تھا بیان کیا کہ وہ قلعہ بڑا مضبوط ہے اور سامان اس میں کافی جمع ہے اگر قسمت نے یاوری کی تو قلعہ فتح ہوجائے ورنہ ایسی برسات میں فتح اسکی مشکل ہے سب کے مشورے کے بعد یہ قرار پایا کہ میر یوسف علی خاں جاکر اس قلعے کو دیکھ کر اسکی حالت بیان کرے اور قلعدار کی استمالت کرکے اسے اطاعت پر مائل کرے اگر وہ آکر مل لے تو خیر ورنہ محاصرہ کیا جائے میر یوسف علی خاں سے جب یہ کہا گیا تو اسنے نواب سے کہا کہ قلعدار مطیع نہیں ہے اگر فوج لے کر جاؤں گا تو بغیر جنگ کے قلعے میں داخل ہونا مشکل ہے اگر تنہا جاؤں گا تو وہ بیگانے آدمی کو اندر کیسے جانے دے گا اسلیے مناسب یہ ہے کہ عنایت نامہ اپنا مہری نواب ناصر جنگ مرحمت کریں تاکہ قلعدار اندر داخل ہونے دے بعد دیکھنے کے جیسا حال ہوگا عرض کروں گا ناصر جنگ نے کہا کہ میرے اجداد نے وعدہ خلافی نہیں کی ہے عنایت نامہ میرے معاہدے کے ہے معاہدہ کرکے پھر محاصرہ کرنا مناسب نہیں ہے جس تدبیر سے ہوسکے قلعے کے اندر جاکر اس کا حال دیکھکر بیان کرو میر یوسف علی خاں خدا پر توکل کرکے چل کھڑا ہوا تین دن کے بعد وہاں جا پہنچا اور ہرکارہ قلعدار کے پاس بھیجا کہ مجھے نواب نے بھیجا ہے تاکہ تم سے سوال وجواب کروں کل پہر دن چڑھے قلعے کے پاس پہنچ جاؤں گا اپنی ملاقات سے مسرور کیجیے اور نواب کے کلمات سن لیجیے جب ہرکارہ پہنچا تو قلعدار کو تشویش ہوئی اور قلعے کے استحکام میں کوشش کرنے لگا دوسرے دن میر یوسف علی خاں قلعے کے پاس پہنچ گیا قلعدار نے اپنے داماد کو پانسو سواروں اور ہزار پیادوں کے ساتھ استقبال کو بھیجا غرض اسکی یہ تھی کہ کیفیت وحالت معلوم کرے کہ کس لیے آتے ہیں بہت کچھ اسے ٹٹولا اصل حال نہ کھلا جب قلعے کے دروازے کے پاس پہنچے تو کھل کر اسنے معلوم کیا کہ آپ کس غرض سے آئے ہیں میر یوسف علی خان نے کہا کہ والیان ملک کے احکام ہر ایک سے کہنے کے قابل نہیں ہوتے اس قدر سوال وجواب ہوکر قلعے کے دروازے میں داخل ہوئے اور کسی کو یہ جرأت ہوئی کہ منع کرتا جب میر یوسف علی خان دیوان خانے میں پہنچ گیا تو قلعدار دیکھتے ہی خلوت خانے میں گیا صرف میر یوسف علی خان اور اسکے بھائی میر محمد علی خاں کو بلاکر سوال وجواب کیے آخر کار ناصر جنگ کے دبدبے سے ڈر کر یہ اقرار کیا کہ اپنے بیٹے کو دس لاکھ روپے دیکر نواب کے پاس بھیجے گا چنانچہ اسنے ایسا ہی کیا دو تین روز کے بعد ناصر جنگ ارکاٹ میں داخل ہوگئے۔

فرانسیسیوں سے ناصر جنگ کا بگاڑ

ناصر جنگ نے ارکاٹ میں آکر یہ حکم بھیجا کہ مسلی پٹم (مچھلی بندر) کی فرانسیسی کمپنی کی کوٹھی اور سارا سامان واسباب اس کا ضبط ہو نواب کے اہلکاروں نے بغیر کسی سختی کے اس اسباب کو

قرق کرکے مہرین اپنی لگادین مگر ڈوپلے یہ بات سنکر سخت ناراض ہوا برق کی طرح تڑپا بادل کیطرح گرجا اور طوفان کی طرح برسنے لگا اور فوراً لشکر بھیجکر راتون رات اسکو لے لیا اور اسپر اپنا قبضہ جمالیا چونکہ فرانسیسون کے قلعے قریب قریب تھے اس خیال سے کہ مبادا وہ لوگ دغا کرین اور فوج جرائی کے لیے منتشر نہو جاے ناصر جنگ نے صف شکن خان وغیرہ چند سردارون کو محمد علی خان کے ساتھ بیس ہزار سوار و پیادے دیکر اور جزائل انداز ساتھ کرکے قلعہ تری وادی کی طرف بھیجا اس قلعے پر فرانسیسون نے قبضہ کرلیا تھا اور چار ہزار تلنگے اور ہزار فرانسیسی اسکی محافظت کرتے تھے اور چارون طرف فصیلون پر توپین چڑھی ہوئی تھین فرانسیسی دن بھر توپین مارتے رات کو شبخون کی فکر مین باہر نکل آتے بیس دن تک یہ حال رہا بعد اسکے ناصر جنگ نے ترک طہماسپ خان کو ایک ہزار سوار دیکر چلی کوٹے کے گڑھی پر جہان فرانسیسون کا تھانہ تھا بھیجا اور میر امیر شاہ کو تھوڑے سے سوار و پیادے کے ساتھ شیو گنجی پر بھیجا اسی طرح رسالہ دارون کو ہر ایک مقام پر متعین کیا اور خود تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ ارکاٹ مین عیش و عشرت کرنے لگے۔ ادھر ڈوپلے نے ڈھائی سو فرانسیسی اور بارہ سو ہندوستانی سپاہ اور چار توپین موشیر بوسی کے اہتمام مین دیکر قلعہ نصرت گڑھ عرف جنجی کی طرف روانہ کیا یہ قلعہ کرناٹک کے قلعون کی ناک تھا اور بہت استوار تھا اس کا فتح کرنا دشوار تھا موشیر دتول کا بھی لشکر موشیر بوسی سے مل گیا اُسکو معلوم ہوا کہ حصار کے اندر تری وادی کی بھاگی ہوئی پانچہزار سپاہ موجود ہے اور ایک توپخانہ ہے جسکے فرنگی مہتمم ہین ان دلاور جوانمردون نے اس قلعے پر اس تیز دستی اور سلیقے سے حملہ کیا کہ ہتیلی پر سرسون جمائی اور چوبیس گھنٹون مین فتح پائی فتح کرنیوالون کو خود حیرت تھی کہ اتنا بڑا کام اتنی تھوڑی دیر مین کیونکر ہوا اس فتح مین فرانسیسون کی توپین کیا چھوٹین کہ انکی ہمت و شجاعت و جرأت کی آواز سارے ہندوستان مین گونج گئی۔

برہان پور کا حال

سنہ ۱۱۶۳ ہجری مین سید لشکر خان اور ابوالخیر خان برہانپور مین آے یہان کا صوبہ دار خواجم قلی خان تھا جو بڑے استقلال سے کام کر رہا تھا یہان ابتری اسلیے پیدا ہو گئی کہ ماناجی نکم پسر سنکراجی نکم نے جو چند پرگنون کا سردیس مکھ کا نائب تھا چھ ہزار سوار جمع کرکے برہانپور کے علاقے مین لوٹ مار شروع کردی خواجم قلی خان نے اسکی تنبیہ کا انتظام کیا اور عبدالنظر خان بخشی منصبداران اور محمد ناصر خان بخشی سائر کو فوج دیکر اسکی سزا کے لیے بھیجا لڑائی ہوئی پانی کی کمی سامان کی قلت گرمی اور لو کی کثرت کی وجہ سے آدمی پریشان ہوگئے عبدالنظر خان نے خوب کوشش کی لڑائی ہوئی بہت سے مخالف مارے گئے

اور بقیہ بھاگ گئے ادھر سے نامی آدمیوں میں سے کفایت خان کے بیٹے مرزا کے سر میں گولی لگی اور مارا گیا اور سید معزالدین خان جماعہ دار کا بیٹا مارا گیا اسکے بعد جواہم قلی خان اور احمد میر خان دیوان کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا اسکی وجہ ناصر جنگ کی فرانسیسون کے مقابلے میں ربونی کی شہرت تھی پس جو لوگ ناصر جنگ کی مخالفت کی گھات میں بیٹھے ہوے تھے وہ شورہ پشتی کی تیاری کرنے لگے چنانچہ احمد میر خان نے سپاہ کی بھرتی شروع کردی اور جرانہ و دروازہ قلعہ برہان خان جرانہ اور توپخانہ جس رکھا ہوا تھا قبضہ جمایا ہر طرف مسلح آدمی مقرر کردیے یہاں کا دستور تھا کہ عید کی نماز کو صوبہ دار سنواڑہ دروازے سے باہر جاتا اور راج پورہ دروازے سے واپس داخل ہوتا احمد میر خان کا مکان سواڑہ دروازے کے قریب واقع تھا احمد میر خان نے عید اضحےٰ کے موقع پر اپنے دروازے کے چاروں طرف سے توپیں۔جرائل۔رام جنگی اور شیر بچے لگادیے اور آدمی بٹھاکر انتظام کرلیا تھا۔تاہم ناظم صوبہ سواڑہ دروازے ہی سے عید قربان کی نماز کو گیا۔جب نواب ناصر جنگ کو دونوں کے اختلاف کا حال معلوم ہوا تو دونوں کو تہدیدی احکام لکھے۔

ناصر جنگ کے قتل کی سازش اور اس مین اعدا کی ناکامیابی

قوم نوائت اور ناصر جنگ کے بعض رشتہ داروں نے صلاح کی کہ سعداللہ خان مظفر جنگ کو چھڑالیں جسو تھا رام داس پنڈت کہ دیوان ریاست کی پیش دستی میں کام کرتا تھا اس کام کے واسطے زیادہ کوشش کررہا تھا اور سعداللہ خان مظفر جنگ کو ارکاٹ کے قلعے میں سے نکالنے کی فکر کی چنانچہ یہ بندوبست کیا کہ ایک کدال اسکے پاس بھیجیں جس سے وہ آہستہ آہستہ قلعے کی دیوار چھیلتے رہیں جب تھوڑا سا کام باقی رہے تو ایک اونٹ اور سامان دیوار کے پاس بہنچا دیا جائے گا کہ تمام دیوار کھود کر اور اونٹ پر بیٹھکر وہ پانڈیچیری کو بھاگ جائیں محافظوں کو اس کا پتا لگ گیا انھوں نے یہ واقعہ میر یوسف علی خان تک پہنچایا جسکے سپرد سعداللہ خان کی حراست تھی اور اس کا بھائی میر یوسف علی خان اس حراست کے کام پر متعین تھا اسنے نواب کے پاس جاکر اسے سارا ماجرا کہدیا اسکے بعد محافظت میں اتنی کوشش شروع ہوئی کہ جب مظفر جنگ رفع حاجت کو جاتے اسوقت بھی آدمی ساتھ رہتا جب یہ تدبیر کارگر ہوئی تو مفسدوں نے ناصر جنگ کے قتل کی صلاح کی چنانچہ مرزا محمد خان بختی وشاہ بیگ خان سامان وشیخ محمد سعید رسالہ دار وغیرہ افسروں نے اسپر اتفاق کرلیا اور ہمت خان افغان نواب کرنول وعبدالنبی خان حاکم کڑپا وعبدالحکیم خان زمیندار ساور

سب اس مشورہ مین شریک ہوگئے اور ڈوپلے اور چندا صاحب کو لکھا اور باہم اتفاق کرلیا اور یہ مقرر ہوا کہ جو کچھ ناصر جنگ کے خزانے اور جواہر خانے مین ہے اسکو باہم بانٹ لین گے اور دریاے کشنا کے پار سارا ملک پٹھانون کو دیا جاے گا اور تمام بندر گاہین فرانسیسون کو ملین گی اور دریاے کشنا کے اس پار مظفر جنگ کی حکومت رہیگی جب یہ راز کسیقدر برملا ہوا اور میر نجف علی خان کو اسکی اطلاع ہوئی جسکے سپرد ناصر جنگ کی ساری سپاہ تھی تو اُسنے ناصر جنگ سے سارا حال کہدیا مگر ناصر جنگ نے اپنی صفائی طینت سے جواب دیا کہ ہم نے انکے ساتھ کونسی بدسلوکی کی ہے جو ایسی غداری کرینگے چند روز کے بعد حیلہ بازون نے میر نجف علی خان کو جو ناصر جنگ تک تمام حال پہنچا دیا کرتا تھا دربار سے علیحدہ کرنے کی تدبیر کی۔ موقع پاکر ایک روز ناصر جنگ سے عرض کیا کہ میر نجف علی خان کے پاس عمدہ سپاہ جمع ہے اور خود بھی دلاور آدمی ہے مدت سے سردار جا بجا فتوحات کے لیے گئے ہوے ہین ان سے کوئی کام نہ نکلا اور عرصے سے محمد علی خان مورچہ بندی کیے ہوے ترودی مین پڑا ہے اور اسکے ہاتھ سے کبھی کچھ ظہور مین نہ آیا اگر وہان میر نجف علی خان بھیجدیا جاے تو فرانسیسون کو جلد مغلوب کرلے ناصر جنگ نے کہا کہ یہ مشورہ بہت مناسب ہے چنانچہ میر نجف علی خان کو بلاکر حکم دیا اسنے عرض کیا کہ اس شرط سے مین اس مہم پر جاتا ہون کہ تمام امرا کو واپس بلالیا جاے اور مجھے بھیجدین تاکہ جو کوئی کام ظہور مین آے میرا نام ہو اس جواب سے ناصر جنگ ناخوش ہوے یہ سوال و جواب ۲۰ ماہ رمضان ۱۱۶۳ھ ہجری کو ہوے تھے غدارون نے یہ قرار دیا کہ ناصر جنگ جب عیدگاہ کو نماز کے لیے جائین تو وہان قتل کردیے جائین۔

اہل غرض نے نواب سے پھر عرض کیا کہ میر نجف علی خان نے آپکے فرمانے کی تعمیل نہ کی ناصر جنگ انکے مکر و فریب سے غافل تھے دوسرے دن میر نجف علی خان کو بلاکر کہا کہ ہماری خاطر سے تم وہان چلے جاو چونکہ خان مذکور کو واقعہ عید کی اطلاع مل چکی تھی یہ بات تو اسنے بیان نہ کی اس غرض سے کہ دل اُن کا کبیدہ ہوجاتا دوسری تکالیف شاقہ بیان کرنے لگا چنانچہ عرض کیا کہ اول تین لاکھ روپے خزانے سے خرچ فوج کے لیے مرحمت ہوجائین دوسرے دو بڑی بڑی نامی توپین ہمراہ کی جائین اور جسقدر فوج محمد علی خان کی ماتحتی مین ہے میرے تابع رہے چونکہ ناصر جنگ کی موت قریب پہنچی تھی سب باتین قبول کین تب بھی خان مذکور نے اتنا ٹالا کہ کہا کہ عید کی نماز کے بعد روانہ ہونگا۔ غرض یہ تھی کہ عید الفطر کی نماز سے فارغ ہوکر نواب صاحب کو دولت خانے مین پہنچاکر جاوے۔ چار گھڑی شب باقی رہے کوچ کا نقارہ بجوایا اور بھیر و بنگاہ کو روانہ کردیا صبح کے قریب نواب کو خبر ملی کہ محمد علی خان کو فرانسیسون نے تباہ کردیا یہ سنتے ہی نواب نے شاہ نواز خان و موسوی خان و مستعد خان و سید دائم و محمد انور خان و مرزا محمد خان وغیرہ

بلایا اور میر نجف علی خاں کو اپنے ہاتھ سے رقعہ لکھا کہ روانگی ملتوی کرکے جلد ہمارے پاس آجائے جب تمام آدمی دربار میں جمع ہو گئے تو ناصر جنگ نے آنکھوں سے آنسو جاری کرکے اور حیرت زدہ ہو کر کہا کہ یہ کیا آفت ہے کہ بیس ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادے چار ہزار تلنگون اور فرانسیسوں سے بھاگ نکلے اور تمام لشکر لٹ گیا اب میں عید کی نماز کو نہ جاؤں گا بلکہ فرانسیسوں کی جانب کوچ کروں گا سرداروں نے کہا کہ عید کی نماز پڑھکر اُدھر روانہ ہوجیے نواب نے قبول کرلیا ملالت دلی کے ساتھ نماز کو گئے میر نجف علی خاں نے ایسا انتظام کیا تھا کہ کوئی ناصر جنگ تک نہ پہنچ سکا اور بخیریت واپس ہو گئے اس عرصے میں خبر آئی کہ فرانسیسوں نے قلعہ چھچی بھی لے لیا اور چیت پیٹ کے پاس پہنچ گئے ہیں اور ان کا ارادہ ہے کہ شہر ارکاٹ پر شبخون ماریں اس کام میں ان لوگوں کا اشارہ شامل تھا جو نواب سے تعلق رکھتے تھے یہ خبر سنتے ہی چوتھی شوال ۱۱۶۳ھ ہجری کو چاشت کے وقت عین شدت بارش میں ناصر جنگ نے ارکاٹ سے کوچ کیا وہ یہ سمجھے کہ میری چڑھائی کی دھمکی کچھ ڈوپلے کی سختی کو ڈھیلا کر دیگی کچھ میں اسکے ساتھ نرمی کروں گا تو صلح کا معاملہ ہو جائے گا اس لیے دو اپنے سفیر بناکر ڈوپلے کے پاس صلح کا پیام لیکر بھیجے ڈوپلے نے یہ دیکھ کر کہ شکار دام کے قریب آیا اور منہ پھیلایا اور پہلی درخواستوں پر یہ اور درخواست بڑھائی کہ شہر مچھلی پٹن اسکو دیدیا جائے اور قلعہ چھچی فرانس والوں کے قبضے میں اسوقت تک رہے جب تک ناصر جنگ اورنگ آباد جائیں ناصر جنگ نے یہ درخواستیں قبول نہیں کیں اور انھوں نے سید شریف کو برار کا صوبہ دار بناکر ادھر بھیجدیا اور ابوالخیر خاں کو معزول کرکے سید لشکر خاں کو اورنگ آباد کا ناظم بناکر روانہ کیا ابوالخیر خاں اپنے قبائل کے پاس کرناپور میں تھے آکر رہنے لگے۔

فرانسیسوں سے جنگ کے لیے ناصر جنگ کی ارکاٹ سے روانگی اور راستے میں کئی قلعوں پر اُن کی طرف سے فوج کشی

جب نواب ناصر جنگ نے فرانسیسوں کی مہم کے لیے روانگی کا ارادہ کیا تو اسوقت اُنکے پاس سپاہ کم تھی تمام فوج و سپاہ چراگاہوں کو گئی ہوئی تھی تھوڑے سے آدمی ساتھ تھے مگر نجف علی خاں کی تمام و کمال سپاہ موجود تھی محمد علی خاں بھی بھاگی ہوئی فوج لیکر آگیا تین چار دن میں چاروں طرف سے سپاہ جمع ہو گئی کثرت بارش کی وجہ سے نواب کا لشکر پندرہ دن میں تین میل چلا فرانسیسوں نے

ملہ یہ بیان راحت افزا میں ہے جو محمد علی ابن محمد صادق حسینی نے نواب میر نجف علی خاں سالار جنگ کے حکم سے لکھی ہے ۱۲

یہ خبر سنی تو قلعہ جیت بیٹ سے اُٹھکر قلعہ چنجی مین متحصن ہوگئے یہ قلعہ بہت مستحکم تھا ایک طرف اسکے پہاڑ تھا بالاحصار اس کا جس کا نام راج کیدہ تھا کمال مضبوط تھا ایک تختے پر راستہ مقرر تھا اگر تختہ کھینچ لیا جاتا تو پھر کوئی اوپر نہین چڑھ سکتا تھا جب وہ قلعہ فرانسیسون نے لے لیا تو ناصر جنگ کی تمام ہمت اُسکی تسخیر پر مصروف ہو گئی چنانچہ اس قلعے کی فتح تدبیر نقل مجلس تھی اسی عرصے مین یہ خبر آئی کہ فرانسیسون کے دو گروہ ہوگئے ہین ایک گروہ قلعہ چنجی مین مقیم ہے اور دوسرا گروہ قلعہ سلٹ کھیڑہ مین چلا گیا ہے ان کا یہ ارادہ ہے کہ اگر نواب ناصر جنگ قلعے کی فتح کا ارادہ کرین اور چنجی کا محاصرہ کرین تو سلٹ کھیڑہ انکے لشکر کے عقب مین واقع ہوگا اور اس طرح دونون طرف سے انکو گھیر لیا جاے گا رسد اور غلہ اور دانہ و چارہ بند کرکے لشکر کو عاجز کر دیا جاے گا اور دونون طرف سے شبخون مارینگے۔

جب ناصر جنگ کو یہ حال معلوم ہوا کہ فرانسیسی میرے لشکر کو دو طرف سے ستانے کی فکر مین ہین تو میر نجفت علی خان کو قلعہ شکنی کا بہت سامان دیکر سلٹ کھیڑہ پر دھاوے کا حکم دیا اور خود قلعہ چنجی کے محاصرے کو بڑھے میر نجفت علی خان خدا پر توکل کرکے قلعہ سلٹ کھیڑہ کی طرف روانہ ہوا تمام لشکر تعجب کرتا تھا کہ ایسا مستحکم قلعہ اور اسکی حراست فرانسیسون کے ہاتھ مین ہے نجفت علی خان اسکو کیسے فتح کر سکے گا راستے مین قلعہ ارنی تھا میر نجفت علی خان نے سے فتح کیا یہان بہت سا مال و اسباب حاصل ہوا۔ اور وہان نائب رکھکر چودھوین شوال کو قصبۂ کلپاک مین جہان فرانسیسون کا تھانہ قائم ہوگیا تھا جا پہنچا ایک پہر مین اسے فتح کرکے پچاس فرانسیسی اور سو تلنگے گرفتار کیے یہان بھی تھانہ قائم کرکے ۱۶ شوال کو قصبہ ترنامل پر آیا کہ جو نہایت معمور تھا اس مین ایک گڑھی زمین دوز درمیان مین واقع تھی یہان کے فوجدار بہادر خان نے دو کوس سے استقبال کیا اور کہا کہ مین نے اپنی آبرو بچانے کو فرانسیسون کا تھانہ اس آبادی مین قائم کر دیا ہے میرے قصور کو معاف کیا جاے میر نجفت علی خان نے یہان بھی کلپاک کی طرح تھانہ قائم کیا۔ خان مذکور نے یہان کے ایک شخص بہادر خان نام سے سلٹ کھیڑے کا حال دریافت کیا کہ اسکی مضبوطی کیسی ہے اسنے کہا کہ نہایت مضبوط قلعہ ہے اور اس مین توپین اور رہکلے اور بان اور آزوقہ کثرت سے جمع ہے اور فرانسیسون کی طرف سے تلنگے رہتے ہین اور وہ نواب ناصر جنگ سے لڑنے کا ارادہ رکھتے ہین تمہارے ساتھ تو بہت کم سپاہ ہے جسکے اعتماد پر تمنے اس قلعے کے فتح کرنے کا ارادہ کیا ہے بہتر یہ ہے کہ زیر سپاہ نہ لیجائیے مگر اس بات سے میر نجفت علی خان ذرا ہراسان نہوا فوج کو مرتب کرکے آگے کو بڑھا۔ چونکہ قلعہ سلٹ کھیڑہ ترنامل سے چھ کوس کے فاصلے پر تھا آج کی منزل تین کوس کی تھی

صبح کو سوار ہوا اسکے ساتھ قواعد دان سپاہی اور گولہ انداز کل ایک ہزار کے قریب تھے ایسے پہاڑوں سے جدھر سے پیادہ بھی بمشکل گذر سکتا تھا راستہ طے کیا آپ تو قلعے کے مقابل کھڑا رہا پیادوں کو کہا کہ جب ہمارے مقابلے کو فرانسیسی نکلیں تو تم دوسرے رستے سے قلعے کی تلیٹی میں پہنچکر جسے پاؤ لوٹ لو اور مار ڈالو تدبیر تقدیر کے موافق تھی جوں ہی کہ نجف علی خان قلعے کے مقابل فوج جماکر کھڑا ہوا فرانسیسی جوق جوق قلعے سے نکلکر تلیٹی سے ایک کوس بڑھکر مقابل ہوئے پیادے میدان خالی پاکر تلیٹی میں پہنچ گئے اور لوٹ مار کرنے لگے جب فرانسیسیوں نے یہ حال سنا گھبراکر اپنے مال بچوں کی فکر میں واپس ہونے لگے اور تلیٹی کی طرف چلے باقی لڑتے رہے اس میر نجف علی خان نے جلادت کرکے دھاوا کردیا سات سو آدمی مارے گئے باقی بھاگ نکلے اور میر نجف علی خان مارامار قلعے کی تلیٹی میں داخل ہوگیا چار سو فرانسیسی اور تلنگے قلعے میں باقی تھے انھوں نے قلعے کے دروازے کو پتھروں اور مٹی سے بند کرکے لڑائی شروع کردی میر نجف علی خان نے ہمت کرکے لڑکر دوپہر کے عرصے میں قلعے کی نصف بلندی پر قبضہ کرکے مورچے جمادیے اس عرصے میں کثرت سے مینھ پڑا ہوا تیز چلنے لگی آدمی ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تو یہ مشورہ قرار پایا کہ مورچے بدستور قائم چھوڑکر خود تلے اتر آئیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی اور کشتوں کی تجہیز و تکفین کریں جب رات ہوگئی تو تمام رات مورچوں کا سامان مہیا کرنے لگے صبح کے وقت معین جماکر قلعے کے آس پاس پھرے لیکن مورچے قائم کرنیکی جگہ نہ پائی ناچار اسی راہ سے کہ جہاں رات کو مورچے قائم کیے تھے یورش کی اور اتنی کوشش کی کہ دن بھر لڑتے رہے یہاں تک کہ سہ پہر کے وقت سپاہ قلعے کے قریب پہنچ گئی قلعے سے برابر آگ برس رہی تھی مگر محاصرین شجاعت شعاری کرکے برابر مورچے بڑھاتے جاتے تھے چار گھڑی دن باقی تھا کہ میر نجف علی خان اور دوسرے جمعداروں کے نشان قلعے کی دیواروں کے تلے پہنچ گئے سید محمد منڈا نامی تلنگوں کا افسر تھا اُسنے اس معرکے میں خوب داد شجاعت دی کہ اول دیوار کے تلے اپنی جمعیت کے ساتھ پہنچ گیا بعد اسکے دوسرے بہادر بھی اس سے آکر مل گئے اس عرصے میں ہرکاروں نے خبر پہنچائی کہ قلعے والوں کے لیے کمکی فوج فرانسیسیوں کی طرف سے آرہی ہے اور لشکرگاہ جو قلعے سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے اسکو لوٹ لینے کا ارادہ ہے اس خبر سے دل پر بڑا صدمہ گذرا قریب تھا کہ قضیہ برعکس ہوجائے میر نجف علی خان نے اپنے چھوٹے بھائی میر حسن علی خان کو سو آدمی دیکر مقابلے کو بھیجا اسنے جلد پہنچکر انکو تباہ کردیا اس تردد میں رات ہوگئی اور سخت تاریکی چھاگئی علاوہ اسکے ہوا اور بادل اور بجلی کی کڑک شدت سے تھی میر نجف علی خان نے دو سیڑھیاں پہلے سے تیار کی تھیں انکو قلعے کے تلے لگاکر اول پاؤں اُبھار رکھا اور قلعے پر چڑھ گیا پھر اسکے تمام آدمی چڑھ گئے اور قلعے میں کود کر ایسی شمشیرزنی کی کہ

ب کا صفایا ہو گیا یہ فتح ۴ ذیحجہ ۱۱۶۳ ہجری کو یکشنبہ کے دن دوپہر کے وقت حاصل ہوئی
ور اسی وقت سونے چاندی کی کنجیاں بنوا کر نواب ناصر جنگ کے پاس مع فتح کی عرضی کے شتر سوار
کے ہاتھ بھیجی شتر سوار پہر رات گئے وہان پہونچا نواب نے اسی وقت جشن ترتیب دیا اور نوبت
و شادیانے بجوائے اور سب خاص خاص آدمیوں کو بلا کر میر نجف علی خان کی بہادری و تدبیر و
تدبیر کے قصے بیان کرتے رہے خواص و عوام نے نذرین دکھائین۔ صبح کو ناصر جنگ نے شمشیر
اور گھوڑا اور خلعت خاصہ اور خطاب **خانی** میر نجف علی خان کے لیے بھیجا اور اس قلعہ مفتوحہ
کا نام **نجف گڑھ** رکھا اور قلعے مع اسکے علاقے کے میر نجف علی خان کی جاگیر مین دیدیا۔
اس اثنا مین میر مظفر نامی تورانی جماعہ دار باشندہ سیکاکول کہ متمول آدمی تھا اور اسکے
ساتھ رفقا زیادہ تھے نواب ناصر جنگ کے پاس آیا اور کہا کہ جسقدر مغل آپ کی سرکار مین
ملازم ہین میرے ہمراہ کر دیجیے مین فرانسیسون کو تباہ کر دونگا نواب نے یہ بات پسند کی
اور بخشیون کو حکم دیا کہ جسقدر مغل یہان نوکر ہین سوائے مغل خاص برادری کے انکے نام
لادین چنانچہ وہ لوگ فرد لکھ کر لائے تو ۲۲ سو آدمی ایسے نکلے تمام مغلون کی سرداری میر مظفر
کے نام مقرر ہو گئی اور حکم ہوا کہ یہ سب فرانسیسون پر یورش کرین میر مظفر ناصر جنگ کے لشکر
سے رخصت ہو کر ان فرانسیسون پر حملہ آور ہوا جو **ترہی وادی** مین پڑے ہوے تھے
اور یہ مقام ناصر جنگ کے لشکر سے آٹھ کوس کے فاصلے پر واقع تھا بہت سے دشمن مارے گئے
اور اکثر نے تالاب مین کود کر جان دی میر مظفر نے انکے سر ناصر جنگ کے پاس بھیجے جنھون نے
اسکو پانصدی منصب اور ہمراہیون کو اضافے دیے اسکے بعد میر مظفر ایک گرجے مین فرانسیسون پر
حملہ آور ہوا فرانسیسون کی طرف سے گولی اسکی پیشانی مین لگی ملک عدم کو راہی ہوا پھر
سید امیر شاہ نامی رسالہ دار **شیو گنجی** اور **بشن گنجی** کی تسخیر کے لیے مامور ہوا کچھ کوشش
نہ کی ناکام واپس آیا۔

ناصر جنگ کا قلعہ جنجی پر حملہ

اس عرصے مین ناصر جنگ ارکاٹ سے چل کر قلعہ جنجی کے پاس پہنچ گئے اور قلعے کے فتح کرنے
کا سامان کیا **مقدمۃ الجیش** مین راجہ رام چندر پسر چندر سین کو پانچہزار سوار اور پانچہزار
پیادون کے ساتھ مقرر کیا اور سید صاحب **ہاتھ** کی طرف جانوجی کو چار ہزار سوار اور چار ہزار
پیادون کے ساتھ متعین کیا اور انکے سامنے بیرنایک و مادہ نایک اور دوسرے زمیندار پانچ
سوار اور پندرہ ہزار پیادون کے ساتھ مقرر ہوے اور الٹے **ہاتھ** کی جانب ہمت خان

وعبدالنبی خاں وعبدالحکیم خاں حاکماں کرنول وکڑپا وساونور مقرر ہوئے اور انکے سامنے لچھمن باؤ
کھنڈا کلہ اور بلجے راؤ کا سردار بھرجی اور مراری راؤ وغیرہ پانچہزار سوار اور دس ہزار پیادوں کے
ساتھ متعین ہوئے اور عقب لشکر میں غلام مرتضے وغیرہ مقرر ہوئے قلب لشکر کے
سامنے شاہنواز خاں اور حبشی لوگ پانچہزار سپاہ کے ساتھ مقرر ہوئے۔ جزائل اور توپیں وغیرہ
آلات جنگ سیدھے ہاتھ کی طرف رحیم اللہ خاں وخواجہ امام اللہ خاں پسر قسورہ جنگ اور
سری رنگ پٹن کے دیوان بھریا وغیرہ کی نگرانی میں مقرر ہوئے اور انکے ساتھ دس ہزار سوار و
پیادے متعین ہوئے۔ ناصر جنگ نے اپنے اور مقدمۃ الجیش کے درمیان توپ اور ہکلے
وجزائل وغیرہ کی افسری خاں عالم وقاضی دائم کے سپرد کی اور انکے ساتھ دو ہزار پیادۂ وسوار
تھے۔ اور صف شکن خاں ویعقوب خاں وغیرہ پانچہزار سواروں کے ساتھ ہر طرف کی
فوج کو مدد دینے کے لیے مامور ہوئے ناصر جنگ نے اپنے ہاتھی کے پیچھے میرزا احمد خاں بخشی
وشاہ بیگ خاں خاساماں اور شیخ محمد سعید رسالہ دار اور دوسرے امرا کو دس ہزار سواروں
کے ساتھ رکھا اور قلعہ جنجی پر گولہ باری شروع ہوئی جو کہ قلعے سے گولے متواتر پڑرہے تھے کوئی
یورش کرنے کی جرات نہ کرسکا۔

قلعہ جنجی سے نوکوس پر بیل پور تھا اور یہاں سے قلعہ پانڈیچیری بارہ کوس پر تھا پانڈیچیری
سے ڈوپلے پے درپے کمک بھیج رہا تھا اور مظفر خاں گاردی کے ہمراہ گولہ بارود اور فرانسیسی
سپاہی بھیجتے تھے مظفر خاں پانڈیچیری سے چلکر بیل پور میں پہنچ جاتا اور وہاں سے راتوں رات
چل کر صبح کو جنجی میں آجاتا اور ایک روز جنجی میں ٹھہر کر لوٹ جاتا اس طرح دس دن تک لڑائی
رہی اور کوئی صورت فتح کی میسر ہوئی۔

برسات وغیرہ کی وجہ سے ناصر جنگ کے لشکر پر مصائب

آسمان سے مینہ جو برس رہا تھا دریاؤں کے بیچ میں لشکر گھر گیا آمد ورفت اطراف سے
مسدود ہوئی کھانے پینے کی چیزں کی نایابی وباو بیماری نے زور کیا فرانسیسیوں نے پالوں
اور راستوں پر حفاظت کرلی تھی برسات اور قحط اور وبا سے بڑھکر ناصر جنگ کے خانی دشمن
پٹھان نواب تھے وہی انکی آدھی فوج پر حکمرانی کررہے تھے جو ڈوپلے کے ساتھ سات مہینے
سے سازش رکھتے تھے غلہ ایسا گراں ہوگیا تھا کہ ایک روپے میں ایک آدمی کا پیٹ
بھرتا تھا قلعہ جنجی کے اوپر لشکر نواب کے سامنے دریلے چکرا دی طیاپی پر تھا اس کا عبور
مشکل تھا اور دریلے مذکور کے اس طرف قلعہ بیلپور سے مظفر خاں گاردی کے ساتھ پانڈیچیری

سے کمک آنے کے لیے میدان خالی تھا اور چنجی کے پیچھے سے پالہ اڑوالم ایک زمینداره واقع تھا اور زمیندار یہان کا پچاس ہزار پیادے اور دو ہزار سوارون کے ساتھ ناصرجنگ کی مخالفت مین کوشش کررہا تھا اسکے عین زمینداری مین قلعہ کلول کھیڑہ واقع تھا اور یہ نہایت مستحکم قلعہ تھا اور نہایت دشوار گذار تھا یہ قلعہ زمیندار مذکور کے قبضے مین تھا اور میدان مین اسکے متصل پانچ کوس پر قلعہ دردا اور نہایت مضبوط واقع تھا قلعہ ترچناپلی کا راستہ ادھر ہوکر تھا فرانسیسون نے اپنا تھانہ وہان بٹھا دیا تھا بنجارے اور رسد لانے والے جو اُدھر سے رسد وغیرہ ناصرجنگ کے لشکر مین لاتے فرانسیسی انھین مار ڈالتے یہان سے لٹے ہاتھ کی طرف پانچ کوس پر قلعہ راوت بلور تھا جو نہایت اونچا تھا یہ بھی فرانسیسون کے قبضے مین تھا غرضکہ دشمن نے ناصرجنگ کے لشکر کو مرکز کی طرح گھیر لیا تھا جب یہ خبر ناصرجنگ تک پہنچی تو سرداران لشکر کو کہا کہ ان قلعون کے لینے کی فکر کرین اور لشکر سے روانہ ہوجائین لیکن بارش کی کثرت سے کوئی باہر نہین نکل سکتا تھا اس وجہ سے ناصرجنگ نے میر نجف علی خان کو جو قلعہ سلٹ کھیڑہ عرف نجف گڑھ مین مقیم تھا لکھا کہ لشکر پر حالت تنگ ہے کوئی سردار لشکر سے چلنے کی ہمت نہین کرتا تم جرات کرکے اور اللہ پر بھروسا کرکے اول قلعہ نرواز نکم کو فتح کرکے وہان تھانہ بٹھا دو تاکہ راہ رسد غلہ کھل جائے پھر یہان سے پورے بندوبست اور ہوشیاری سے چلکر پالہ اٹوالم کو جہان کا زمیندار فرانسیسون سے ملا ہوا ہے مسخر کرلو تاکہ فرانسیسون کا راستہ کہ پانڈیچیری سے آتے ہین بند ہوجائے میر نجف علی خان یہ حکم دیکھکر روانہ ہوا اور قلعہ نروازنکم کے پاس پہنچا جو مضبوط تھا اور اُسکے پاس دریا جاری تھا طغیانی کی وجہ سے اس سے عبور مشکل تھا خود گھوڑے پر سوار ہوکر اسے پانی مین ڈالدیا اور میر محمد رضا خان اور میر نذر علی اپنے بھائی کو لشکرگاہ مین دریا کے کنارے عبور کے لیے چھوڑا اور آپ تھوڑے سے پیادون اور جزائل اندازون وغیرہ کو ساتھ لے کر قلعہ کے پاس پہنچا محاصرہ کرلیا قلعے سے ایک توپ چلی آخرکار اہل قلعہ تاب نہ لاسے اور قلعے کو خالی کردیا اور مخفی راستے سے نکل گئے چار گھڑی کے عرصے مین قلعہ مفتوح ہوگیا یہان تک کہ جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے انھین خبر بھی نہ پہنچی میر نجف علی خان درخت کے تلے بیٹھ کر خبر فتح قلعہ کی اور نذر مبارکباد نواب کے لیے تیار کرنے لگا کہ اس عرصے مین میر نذر علی خان برادر میر نجف علی خان بھیر و بنگاہ کو لیکر آگیا لوگون کو تعجب ہوا کہ ایسا قلعہ کیونکر اتنی جلدی فتح کرلیا اور کہنے لگے کہ یہ وقت بے غمی سے لکھنے کا ہے اسنے جواب دیا کہ نواب کو فتح کی مبارکباد کی عرضی لکھ رہا ہون جب قلعے مین داخل ہوے تو اسے غلے اور مویشی اور چارے دانے سے معمور پایا اس سامان کی وجہ سے لشکری مستغنی ہوگئے اور غلہ دوکانداروں نے اپنے تمام خالی جانورون پر لادلیا میر نجف علی خان کے لشکر کو کمال

رفاہ حاصل ہوگیا اور رسد علہ ناصر جنگ کے لشکر میں بھی جاری ہو گئی۔ اس قلعے میں دو سو سواروں
چار سو پیادوں اور پچاس تلنگوں کا تھانہ قائم کیا اور ایک دن جش کرکے فوج کو چند سرداروں
کے ساتھ قلعہ راوت نلور کی طرف جو دریا سے پانچ کوس تھا بڑھایا وہاں سے قلعے کے تمام مویشی
مع رعایائے پائیں قلعہ کے پکڑ لائے لشکر میں گائے اور بکری چار چار آنے کو بکنے لگی یہاں تک
کہ ایک روپے کو چار پانچ جانور کوئی نہیں لیتا تھا جب ان فتوحات کی وجہ سے ناصر جنگ کے
لشکر میں بے فکری ہو گئی تو نواب میر نجف علی خان نے فتح پالہ اٹوالم و قلعہ کلول کھیڑہ و تلکوور کا
عزم کیا۔ جب میر نجف علی خان کوچ کرکے پالہ اٹوالم پر پہنچا وہان کا زمیندار حسن نائر تھا باوجودیکہ
بہت سے آدمی اسکے پاس جمع تھے اور بہت کثرت سے جنگل اور درخت وہاں موجود تھے
لیکن ڈر کر اسنے اپنا وکیل خان مذکور کے پاس بھیجا اور اس مضمون کی عرضی لکھی کہ میرے سر پر
کوئی مالک نہ تھا کہ اسکے سامنے جان نثاری کا حق ادا کرتا میں نے آپ کا نام خوب سنا ہے آپ میرے
سر پر ہاتھ رکھیں کہ آپ کے ساتھ کارنمایاں کروں اور ضیافت کا سامان شاندار طور پر بھیجوں اسکے
وکیل کے آنے اور اطاعت گذاری کا پیام بھیجنے سے لوگوں نے تعجب کیا میر نجف علی خان نے
جواب لکھا کہ اگر تم صدق دلی سے آؤگے تو تمام تقصیرات کی معافی دیکر رعایتیں کی جاویگی یہی
بہتر ہے کہ خود آجاؤ خط کا جواب لکھکر اسکے وکیل کے ہاتھ میں دیا اور اسکو خلعت دیکر رخصت کیا
وکیل کی واپسی کے بعد وہ خود آیا اسکے آنے سے لشکر میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ قلعہ تلکوور یہاں سے
تین کوس پر تھا اور اس میں فرانسیسوں اور تلنگوں کی چوکی تھی جب وہاں پالہ اٹوالم کی خبر
پہنچی تو وہاں کے سپاہی قلعہ خالی کرکے بھاگ گئے یہ حال میر نجف علی خان کو معلوم ہوا تو وہ خوش
ہوا اور دو سو سوار و پیادہ کا تھانہ بٹھا دیا اور وہاں کا ذخیرہ لشکریوں نے پہنچکر لوٹ لیا
اب میر نجف علی خان نے پالہ اٹوالم کے زمیندار کو لکھا کہ اگر تم وفاداری میں راسخ ہو تو ہمارا
تھانہ قلعہ کلول کھیڑہ میں جو تمھارے قبضے میں ہے بیٹھ جانے دو اور قلعہ جنجی کی تسخیر کی تدبیر
بتاؤ اسنے جواب دیا کہ جنجی کا قلعہ پالہ اٹوالم کی طرف سے بہت چھوٹا ہے اسکی بلندی تک
سیڑھی پہنچ سکتی ہے میں کئی سو سیڑھیاں تیار کرا دوں گا اور فرانسیسی اس بات سے غافل
ہیں سیڑھیاں لگاکر قلعے والوں کو مغلوب کر لینا چاہیے اس عرصے میں نواب نے میر نجف علی خان
کو حکم لکھا کہ جہاں تم مقیم ہو وہاں سے ملپور کا قلعہ نو کوس ہے اور ہمارے لشکر سے بھی نو کوس ہے
لیکن ہمارے لشکر اور قلعہ مذکور کے درمیان دریائے جکراوتی حائل ہے اور اس میں طغیانی ہے
مظفر خان گاردی رودر ناہ پانڈیچری سے چل کر جنجی میں رسد پہنچاتا ہے ایسی تدبیر کرو کہ قلعہ ملپور
ہاتھ آکر اس میں تھانہ بیٹھ جائے اس خدمت کے صلے میں پانچ محال ترمی وادی وغیرہ کے جسکی

سالانہ آمدنی تین لاکھ روپیہ ہے جو تمھاری تنخواہ سے زیادہ ہے ہمنے تم کو دیے چاہیے
وہان جمادو میر نجف علی خان نے اس حکم کے موافق بیلپور کی طرف کوچ کیا اس عرصے
مظفر خان گاردی پانڈیچری سے رسد لیکر بیلپور کے متصل پہنچ گیا تھا وہ میر نجف علی خان
مقابل ہوا دو پہر تک جنگ کر کے مغلوب ہو کر بھاگا اور چکرادتی مین عبور کرنے کے
کو دیڑا دوسرے کنارے ناصر جنگ کی فوج مقیم تھی اتفاقاً جانوجی بنالکر اور امان اللہ
سپاہ کو لیے ہوے طلاے کے طور پر دریا کے کنارے موجود تھے انھون نے مظفر خان کو
پاکر پکڑ لیا اور ناصر جنگ کے پاس پہنچا دیا اور تمام حال انسے بیان کیا انھون نے میر نجف علی خان
کو اسکی بہت تعریف و توصیف لکھی اسکے گرفتار ہونے کے بعد بیلپور مین تھانہ بٹھا دیا گیا
بعد اسکے میر نجف علی خان پھر پالہ اڑوالم کو چلا گیا مینھ کثرت سے برس رہا تھا یہ واقعہ ۲۲ ماہ ذیحجہ
۱۱۶۳ہجری کا ہے جب پالہ اڑوالم مین پہنچا تو دو سو سیڑھیان تیار ملین۔
۱۱۶۴ہجری مین جب عشرہ محرم پہنچا تو میر نجف علی خان مراسم تعزیہ ادا کرنے لگا عین عشرے مین
فرانسیسون نے چارون طرف سے چڑھائی شروع کر دی مگر میر مذکور نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی
جب تعزیہ عاشورہ سے فرصت ملی اور ساڑھے تین سو سیڑھیان بن چکی تھین تو اب خان مذکور نے
نواب ناصر جنگ کو لکھا کہ یہان ایسا انتظام ہوا ہے حضور فوج تیار کر کے قلعہ چنجی کے مقابل
کھڑے ہو جائین تاکہ فرانسیسی اُدھر متوجہ اور ادھر سے غافل رہین ایسی حالت مین قلعہ چنجی پر
حملہ کر کے اور اسکی فصیل پر چڑھ کر انکو قتل و اسیر کرون گا دو دن تک جواب کا انتظار کیا بعد اسکے
چار گھڑی رات رہے توپون کی آواز آئی یہ سمجھا گیا کہ نواب نے اُدھر سے حملہ کر دیا ہے تو ادھر سے
میر نجف علی خان نے بھی اپنی سپاہ کی تیاری کی صبح صادق کے وقت شتر سوارون اور ڈاک سوارون
کو چارون طرف خبر لینے کے لیے بھیجا پھر دن چڑھے خبر آئی کہ ناصر جنگ کے لشکر کو فرانسیسون
نے تباہ کر دیا میر نجف علی خان کو بہت رنج ہوا اسکو بھی چارون طرف سے فرانسیسون نے گھیر لیا
تھا اور نو لاکھ روپیہ سہ بندی کی تنخواہ کا چڑھ گیا تھا۔

ناصر جنگ کا فرانسیسون سے مقابلے کے وقت اپنے جاگیردار پٹھان کے ہاتھ سے مارا جانا

جب مظفر خان گاردی قید ہو کر مرزا محمد خان بخشی کے حوالے کیا گیا تو اس بخشی خان نے مظفر خان
سے سازش کر کے فرانسیسی گورنر ڈوپلے کو لکھا کہ ہمت خان حاکم کرنول اور عبد النبی خان

حاکم کرنا آپ سے مل جائیں تو ہم ناصر جنگ کو مار ڈالیں مرزا محمد خان بخشی اس راز سے واقف
تھا کہ یہ پٹھان نواب پہلے ہی ناصر جنگ کی مخالفت میں ڈوپلے کے ساتھ ہم نوا ہیں اور انکی
نسبت ایسا گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ یہ لوگ باپ دادا کے وقت سے ریاست آصفیہ
کے مرہون منت تھے اور ہمت خان کو ناصر جنگ سے بہت ربط و ضبط تھا مگر کہنے والے
نے سچ کہا ہے ؎ کینۂ و بغض و حسد حملہ بادعان دادند + سرکار نواب ناصر جنگ کا عمدہ اہلکار
رام داس پنڈت بھی جو ہدایت محی الدین خان کا طرفدار تھا مرزا محمد خان وغیرہ
مخالفان ناصر جنگ کا شریک مشورہ ہو گیا لیکن ڈوپلے اس وجہ سے بہت ڈر رہا تھا کہ کہیں یہ راز
فاش ہو جائے اور نواب ناصر جنگ زندہ رہے تو ایک عالم تباہ ہو جائے اسنے پٹھان نوابوں
کو خط لکھا کہ سب ایک دل ہو کر ناصر جنگ کا کام تمام کر دو گے اور سعد اللہ خان مظفر جنگ کو انکی
جگہ مسند نشین کر دو گے تو جو خزانہ ناصر جنگ کا ہاتھ آئے گا باہم بانٹ لیں گے اور جسقدر ملک تم چاہو گے
تم کو دلا دیا جائے گا جب پٹھان نوابوں کے پاس یہ خبر پہنچی تو وہ اس کام کے لیے تدبیر کرنے لگے
اور لوگوں کو بھی ملانے لگے ناصر جنگ کے خلاف مفسدین کی ایک پارٹی قائم ہو گئی جسکے
ممبر پٹھان جاگیردار اور مرزا محمد خان بخشی سائر اور جانوجی نالکر اور شیخ محمد سعید رسالہ دار
نارولی اور شاہ بیگ خان اور رام داس پنڈت اور شجاعت خان جوشکی جماعہ دار قدیمی نواب
اور راے بشنداس تھے سب یک دل ہو کر نواب کے قتل کے درپے ہوئے بعض
کہتے تھے کہ اس مصلحت میں محمد انور خان بھی شریک تھا ڈوپلے اپنے داؤں گھات لگا رہا
تھا اور ٹٹی کی اوجھل شکار کھیل رہا تھا ادھر وہ نوابوں کے ساتھ سات مہینے سے سازشوں میں
شریک تھا ادھر ناصر جنگ کے ساتھ عہد و پیمان ہو رہا تھا وہ سوچتا تھا کہ دونوں پانسوں میں ایک نہ ایک ہو گا پیرا
تو کہیں گیا نہیں ناصر جنگ کا حال تنگ تھا سیکڑوں آفتوں اور دشواریوں میں برس روز سے
پھنس رہے تھے مزاج میں استقلال اور ہمت ایسی نہ تھی کہ وہ ایسے وقت کے خم و پیچ سے
نکلتے ناچار فرانسیسیوں کی ساری درخواستیں منظور کر کے اپنے سفیر ڈوپلے کے پاس پانڈیچری
بھیجے ادھر یہ سفیر آئے ادھر نوابوں اور دوسرے برگشتہ لوگوں کے پیام آئے کہ سارا کام لیس ہے
ڈوپلے نے کہا کہ میں بھی حاضر ہوں۔ موسیو ڈی لا ٹچ کو چٹھی میں کہلا بھیجا کہ آٹھ سو فرانسیسی سپاہ اور
تین ہزار ہندوستانی سپاہ لیکر ناصر جنگ کے لشکر کی طرف جائے اور موسیو دتول سے شریک
ہو جائے ناصر جنگ ابھی اسی بھلاوے میں بیٹھے تھے کہ فرانسیسی ایسی دغابازی نہ کرینگے کہ پہلے
مجھ سے عہد و پیمان کا وعدہ کر کے میرے لشکر پر حملہ کرینگے۔ حدیقۃ العالم میں لکھا ہے کہ ناصر جنگ
کے سردار بوجہ انکی رعونت کے انسے ناخوش تھے کیونکہ وہ ہر ایک سے اسکے رتبے کے موافق

سلوک نہین کرتے تھے ایسے لوگون نے انھین صحیح حالات سے آگاہ نہین کیا چنانچہ ۱۲ محرم ۱۱۶۵ھ
کو فرانسیسون کی آمد آمد کا غلغلہ مچا اور انھین غدارون نے نواب سے عرض کیا کہ آج فرانسیسی شبخون
مارنے والے ہین رات بھر تمام لشکر تیار رہا لیکن حملہ نہوا دوسرے دن پھر شبخون کی خبرین آئین لوگون
نے اڑائین اس اثنا مین مفتریون مین سے بعض نمک حرامون نے نواب سے عرض کیا کہ شاہ نواز خان
پیش لشکر مین ہین اور وہ فرانسیسون سے مل گئے ہین ناصر جنگ کو باوجودیکہ شاہ نواز خان کا بڑا اعتماد
تھا لیکن رات کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ آج تم نہین رہو انھون نے اپنی جگہ پر میر جلال الدین خان
بخشی اور متہور خان کے دونون داماد مصطفےٰ خان اور جان باز خان کو مقرر کرکے ناصر جنگ کی
لشکرگاہ مین چلے آے آدھی رات کو پھر فرانسیسون کی آمد آمد کی خبر ہوئی چونکہ دو تین رات سے
ایسی ہی بے اصل خبرین اڑ رہی تھین تو لشکر کے آدمی استہزا کرنے لگے تھے ناصر جنگ بھی ضروری
انتظام کی طرف آج متوجہ نہوے۔ راجہ رام چندر جو مقدمۃ الجیش سے آگے موجود تھا اسنے فرانسیسون
کی حرکت اور افاغنہ اور جانوجی کے آدمیون کے فرانسیسون کے لشکر مین آنے جانے کا حال
اپنی آنکھون سے دیکھکر نواب کے پاس آکر اُن سے کہدیا ناصر جنگ نے جانوجی کے پاس چوبدار
اس خبر کی تصدیق کے لیے بھیجا اُسنے جواب کہلایا کہ حضور کی رکاب مین دو تین لاکھ آدمی ہین اور
ہم سے ہزارون جان نثار موجود ہین اول جو کچھ گذرے گا وہ ہم جان نثارون پر گذرے گا اسکے بعد
حضور کے لشکر تک نوبت پہنچے گی رام چندر بچا ہے اسنے کیا دیکھا ہے لشکری ایسی خبرون پر ہنستے
ہین حضرت آرام سے بے فکر رہین اس بات سے نواب کی کچھ خاطر جمع ہوئی پہر رات رہے کھانا مانگا
اور تہجد کی نماز کی تیاری کی جو اُن سے کبھی ناغہ نہوئی تھی اور قضاے حاجت سے فرصت پاکر چوکی
پر وضو کو بیٹھے تھے کہ پانچ گھڑی رات باقی رہے ایک مرتبہ جانوجی اور افاغنہ کی طرف سے توپ کی
آواز آئی لشکریون پر ہنگامہ عظیم برپا ہوگیا۔ کہنے والون نے اسوقت ناصر جنگ سے کہا کہ ہاتھی
مست ہوگیا ہے اسپر آدمی ہنگامہ کررہے ہین انھون نے یہ بات قبول نہ کی اور سواری مانگی
جب تک سواری آے موشیر دتول کی سپاہ نواب کے ہراول کے لشکر کو شکست دیکر نصف لشکر
مین گھس آئی اور توپین مارنے لگی اور جو توپین ناصر جنگ کی بھری کھڑی تھین ان کا منھ ناصر جنگ
کے خیمے کی طرف کرکے فیر کرنے لگی اور ایک میل تک مفرورون پر آگ برسائی اور پٹھانون کے
دولتخانے تک فرانسیسی پہنچ گئے اگر پٹھان فرانسیسون کی ہمت نہ بندھاتے تو وہ ایسا
نہ کرسکتے یہان قاعدہ تھا کہ رات کو خوب پیٹ بھر کر کھاتے اور پھر اسپر افیم چڑھاتے اور صبح کے
وقت ایسی خواب گران مین ہوتے کہ توپ کے گولے اور بندوق کی گولیان بھی جب تک ہزارون کو
خوابگاہ عدم مین نہ سلادین وہ بستر سے نہین اٹھتے۔

قلب لشکر پر فتح کے بعد فرانسیسیوں نے آنکھ اٹھا کر سامنے دیکھا تو پاس ہی ایک لشکر جہاں تک نظر جاتی کھڑا ہے یہ دیکھکر خوف پیدا ہوا مگر بیچ میں ایک ہاتھی تھا اسپر سفید جھنڈا اڑتا تھا یہی نشان آپس میں دغابازی اور نوابوں کے ملنے کا ٹھہرا تھا اسکو دیکھکر فرانسیسیوں کو اطمینان ہوا جوں ہی نواب کا فیل سواری پہنچا تو وہ نے تیاری کے سوار ہوگئے تین ہزار کے قریب سوار گرتے پڑتے انکے ساتھ ہوئے چونکہ زیادہ عرصے سے وہاں لشکر مقیم تھا اکثر آدمیوں نے خیموں کے سامنے کنویں اور چشمے کھدوا لیئے تھے اسوجہ سے ہزاروں سواران میں گر پڑے نواب کی خواصی میں اسوقت فتح الدین خاں عرف بلی بیٹھا ہوا تھا ناصر جنگ نے ہاتھی فرانسیسیوں کے بیچ میں پہنچا دیا اکثر فرانسیسی مارے گئے اور اکثر بھاگ کر ناصر جنگ کے خیموں پر جا پڑے اور لشکر کے پیچھے سے بھی چار ہزار تلنگے اور ہزار فرانسیسی آگئے اور منافقوں کے اشارے سے ہر جگہ گھس گھس کر لوٹنے لگے جب ناصر جنگ نے دیکھا کہ اسوقت کوئی تدبیر نہیں ہوتا اور تمام سرداران منحرف ہیں تو انھوں نے یہ خیال کیا کہ چونکہ ہمت خاں افغان کے ساتھ بہت سی رعایتیں کی ہیں اور اسکو قید سے رہا کرکے اسکے ساتھ احسان کیئے ہیں شاید وہ جرات کرکے فرانسیسیوں کا مقابلہ کرے لڑتے ہوئے ہمت خاں تک پہنچے اس عرصے میں ناصر جنگ کے اکثر رفیق گولے اور گولوں سے مارے جاچکے تھے تو ہاتھی بھی گولوں سے گر گئے بڑی کوشش سے دو ہزار سواروں کے ساتھ ہمت خاں تک پہنچے وہاں جاکر دیکھا کہ تمام پٹھان نواب ہاتھیوں پر سوار اپنا سارا لشکر تیار کیے کھڑے ہیں مگر ایک گولی نہیں چھوڑتے۔ سرو آزاد میں لکھا ہے کہ جوں ہی ناصر جنگ کا ہاتھی ہمت خاں کے ہاتھی کے قریب پہنچا تو نواب نے بطور تواضع کے پہلے سلام کو ہاتھ اٹھایا لیکن ہمت خاں کی طرف سے آداب سلام عمل میں نہ آیا جو کہ ابھی پورا دن نہ نکلا تھا ناصر جنگ نے سمجھا کہ مجھکو پہچانا نہیں ہوگا اس لیے اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لیے عماری سے قدرے بلند ہو کر اونچی آواز سے کہا کہ بھائی یہ وقت کوشش و مردانگی کا ہے دشمن کو دفع کرنے کے لیے آمادہ ہونا چاہیے اسوقت ہمت خاں و عبد النبی خاں اور عبد المجید خاں کا بیٹا بہلول خاں تینوں مل کر ناصر جنگ کے ہاتھی کے پاس آئے دیکھا کہ اسوقت انکی رفاقت میں کوئی نہیں ہے ہمت خاں نے شیر بچہ جو ہاتھی پر پاس رکھا ہوا تھا چھاتی میں مارا جیسا کہ راحت افزا میں ہے اور مولوی غلام علی آزاد کہتے ہیں کہ اسوقت ہمت خاں اور اسکی خواصی کے آدمی نے بندوقیں ماریں دونوں گولیاں ناصر جنگ کے سینے کے پار ہوگئیں اور جان نکل گئی۔ فتح الدین خاں ناصر جنگ کے سینے پر پاؤں رکھ کر کوشش کرکے تلے کود گیا اسوقت پٹھانوں نے اسکے بھی تلوار ماری جو زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا لیکن زندہ رہا اس جگہ حاجی سبحانی قوال جو تانسین کی اولاد سے تھا اور ناصر جنگ کے قعار جانے کا

داروغہ تھا مارا گیا اور مرزا محمد خان بخشی سائر باوصف پٹھانون اور فرانسیسون سے موافقت
ہاتھی سے کود کر بھاگا اسوقت نواب کے ساتھ ایک سپاہی نے جو پاس کھڑا تھا یہ کہکر
کی یہ نوبت پہنچی اور تو سائر کا بخشی ہے اور بھاگتا ہے اسکے تلوار ماری جسنے صرف کان
کاٹا اور وہ صحیح سالم نکل گیا محمد انور خان ناصر جنگ وصلابت جنگ و اسد جنگ و بسالت
کی بیگمات کو لے کر راجہ رام چندر کے لشکر مین جو سات ہزار سوارون کے ساتھ مقدمہ
مین کھڑا تھا پہنچ گیا اسنے ان سب کو اپنے لشکر کے بیچ مین حفاظت سے رکھا دوسرے رسالہدار
اور بخشیون مین سے بعض بھاگ گئے اور بعض زخمی ہوکر گر گئے محمد ماہ کہ اول اُس کا خطاب
نصیب یار خان اور پھر ظفر یار خان ہوا تھا بندوق کی گولی سے گر گیا اور چندروز کے بعد مر گیا
سید دائم کے ایک گولی کی جھپٹ دور سے لگی تھی چندان زخم کاری نہ تھا بھاگ گیا۔
ہمت خان وغیرہ پٹھان یہ کام کرکے دل مین بہت خوف زدہ تھے کہ دیکھیے نواب کا لشکر
ہم سے کس طرح پیش آتا ہے اور مبادا تمام سپاہ ہم سے مخالفت کرکے امراے صاحب ہمت کے
شریک ہوکر ہم سے مقابلہ شروع کردے اس لیے ان لوگون نے جلد سعد اللہ خان مظفر جنگ کے
ہاتھی کو سامنے لاکر انکو انکے ہاتھی سے اتار کر ناصر جنگ کے ہاتھی پر بٹھا دیا مظفر جنگ اس وقت
پردہ پوش عماری مین بیٹھے ہوے کیونکہ وہ قید کی حالت مین تھے اور ناصر جنگ کا سر کاٹ لیا اسوقت
ناصر جنگ کے فیلبان چاند خان نے ہمت کرکے ایک پٹھان کا جو سر کاٹنے آیا تھا کام تمام کردیا اور
دوسرے پٹھان نے اسے مار ڈالا اور ناصر جنگ کا سر ایک اونچے علم کی نوک پر نصب ہوکر سارے
لشکر مین پھرایا گیا۔ اُنکے مرتے ہی سارا لشکر پریشان ہوا کیونکہ مشرق مین قاعدہ ہے کہ افسر کا مارا جانا
ساری سپاہ کی شکست کے لیے کافی ہوتا ہے لشکر مین عجیب تلاطم پیدا ہوگیا بیس بیس کوس تک
پریشانی پھیل گئی تھی خان عالم وشیخ علی جنیدی کہ ناصر جنگ کی تلاش مین آے تھے ان کا سر نوک
نیزہ پر دیکھکر بھاگ گئے اور رات دن نکل آیا تھا اور یہ صبح چہارشنبے کی اور محرم کی سولھوین تاریخ
سنہ ۱۱۶۴ ہجری تھی پچھلے دن مین سر کو لاش سے سی کر اورنگ آباد کو بھیجدی۔ محمد انور قوال ناصر جنگ
کی سرکار مین معزز نوکر تھا اور اس کا بیٹا اور باپ بھی سرفراز تھے یہان تک کہ اسکو تین سو سوار دیکر
ایک گڑھی پر بھیجا تھا وہان لڑ رہا تھا جب اسکو ناصر جنگ کے مقتول ہونے کی خبر پہنچی تو وہان سے
آکر نواب کی لاش کے ساتھ اورنگ آباد کو چلا گیا جس منزل مین ان کا تابوت ٹھہرتا وہان گلے
سے لہو ٹپکتا وہان نقارہ اور جھنڈی نصب کردیتے تھے اور فاتحہ دیتے تھے۔ یہ رسم اس ضلع کے
ہندو مسلمانون مین جاری ہوگئی تھی۔ خلد آباد مین مرقد شاہ برہان الدین غریب مین آصف جاہ
کی قبر کے پاس دفن کردیا۔ صورت اسکی یہ ہے کہ آصف جاہ کی قبر سے بائین طرف چند قدم

فاصلے پر ناصر جنگ کی قبر ہے ولی بیگ بیاول جو ساتھ تھا وہ ناصر جنگ کی قبر پر مجاور بن گیا لفظ حُسین خاتمہ (۱۱۶۴) مادۂ تاریخ مقتولی ہے اور لقب بعد الوفات نواب شہید ہے اسکے صرف ایک بیٹی تھی نواب بیگم دختر روشن الدولہ طرہ باز خان کے بطن سے اس لڑکی کا عقد نکاح قمر الدولہ سے ہوا تھا۔ قلعۂ جنجی کے پاس پانڈیچری سے میں کوس پر مارے گئے جیسا کہ خزانۂ عامرہ میں ہے اور سرو آزاد میں بیان کیا ہے کہ ناصر جنگ سر میں لکریٹ پلی میں جو رائے چوٹی سے پانچ فرسخ پر ہے اور درہ کمارکالیوہ سے ایک فرسخ کا فاصلہ رکھتی ہے مارے گئے تھے۔ فرانسیسیوں نے اپنی عظمت و شوکت دلوں پر بٹھلانے کے لیے یہ تدبیر کی کہ ناصر جنگ کی قتلگاہ پر ایک شہر بسایا اور اس کا نام فتح آباد ڈوپلے رکھا اور اس میں ایک منارہ بنایا جسکے چاروں طرف چار زبانوں فارسی۔ ملایا۔ ہندوستانی اور فرانسیسی میں اپنا نام اور اس معرکے کا حال کندہ کرایا اور اس طرح اپنی یادگار نقش کالحجر بنایا۔

قمر نگر عرف کرنول اور کڑپا وغیرہ کے پٹھان جاگیرداروں کے دلوں میں عداوت کی بنیاد

نواب ناصر جنگ کے ساتھ دغابازی کا بیج ۔ اصل پٹھان جاگیرداروں کے دل میں عبدالمجید نے بویا تھا اس کا ۔ دادا عبدالکریم خان میانہ سلاطین بیجاپور کے امرائے اعظم سے تھا اور اس وقت اسکی اولاد کرناٹک میں بنکاپور وغیرہ کی حاکم تھی عبدالمجید خان نے اپنے بیٹے بہلول خان کو نصیب یاور خان کی اتالیقی میں ناصر جنگ کے پاس بھیجا تھا اور در پردہ اپنے بیٹے اور افغانوں کو مخالفت پر آمادہ کرتا رہتا تھا ہمت خان جس نے ناصر جنگ کو مار ڈالا خان بن ابراہیم خان بن خضر خان کا بیٹا ہے خضر خان عبدالکریم خان میانہ کے کاموں کا مدارعلیہ تھا اور داؤد خان پنی جسے امیر الامرا حسین علی خان کے ساتھ بے وفائی کی اور لڑ کر مارا گیا خضر خان کا بیٹا ہے جب دکن کی صوبہ داری شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں اسد خان وزیر کے بیٹے ذوالفقار خان کے سپرد ہوئی اور نیابت داؤد خان پنی کو ملی تو داؤد خان نے اپنے بھائی ابراہیم خان کو حیدرآباد کا نائب کیا جب محمد فرخ سیر کے اوائل عہد میں حیدر قلی خان دکن کا دیوان ہوا تو ابراہیم خان کو کرنول کی فوجداری پر مقرر کیا اس وقت سے کرنول ابراہیم خان کی اولاد کے ہاتھ میں تھا۔

شاہ نواز خان

تمام منافق و مفسد شاہ نواز خان سے دلی عداوت رکھتے تھے جب ناصر جنگ مارے گئے تو وہ ہاتھی سے اُتر کر کہین چھپنا چاہتے تھے کہ انکے پاس چند جماعۃ دار آئے اور کہا کہ تم مدار المہام تھے آقا کا یہ حال ہوا اور تم بھاگ کر جاتے ہو مناسب یہ ہے کہ تم ہمارے ساتھ رہ کر دشمنون سے لڑو شاہ نواز خان نے سمجھ لیا کہ انسے ایسی معرکہ آرائی ممکن نہین ہے جواب دیا کہ تم سب مل کر جمع ہو جاؤ اور مین یہان بیٹھا ہون میرے پاس پانچ چھ سوار رکھ جاؤ ایک پہر تک مین یہان منتظر رہون گا چنانچہ وہ آدمیون کو جمع کرنے چلے گئے اور پانچ چھ سوار چھوڑ گئے میر نجف علی خان کا حقیقی بھائی میر محب علی خان خاصہ برداروں کا بخشی ادھر سے نکلا اسنے شاہ نواز خان کو اس حالت مین دیکھکر انکو سوارون کے ہاتھ سے چھڑا کر ساتھ لے چلا پانچ چار خدمت گار ہمراہ تھے اور داروغہ بخش دار وغہ خوشبو دار خانہ بھی ساتھ ہوا ایک سوار کا گھوڑا چھین کر اسپر شاہ نواز خان کو بٹھایا یہ سب قلعہ چیت پیٹ کی طرف چلے چونکہ شاہ نواز خان گھوڑے کی سواری کے عادی نہ تھے اتنا تھک گئے کہ ایک قدم آگے رکھنا دشوار تھا قلعے کے متصل تالاب تھا اسکے کنارے پر جا کر بیٹھ گئے میر اسد علی کہ چار گھڑی پیشتر ناصر جنگ کے لشکر سے جدا ہو کر یہان آیا تھا اسنے محب علی خان اور شاہ نواز خان کو قلعے مین لیجا کر خاطر سے رکھا۔

جنگ کے دن نواب ناصر جنگ کی حالت

سرو آزاد مین لکھا ہے کہ ناصر جنگ نے لڑائی کو روانگی کے وقت آئینہ طلب کیا اس مین دیکھکر پگڑی باندھی اور اپنے عکس پر نظر کر کے کہنے لگے کہ اے میر احمد خدا تیرا حافظ ہے سوار ہونے کے وقت باوصف اسکے کہ وضو سے تھے دوبارہ تازہ وضو کیا اور نماز کا دوگانہ ادا کیا انکی عادت تھی کہ لڑائی کے وقت سر سے پانون تک لوہا پہنتے تھے مگر آج کے دن سوائے جامہ کے کچھ نہ پہنا وہ جب ۱۱ شوال ۱۱۶۳ ہجری کو ارکاٹ سے جنگ کے لیے روانہ ہوئے تھے تو اسی ماہ مین انھون نے ایک درویش کے اشارے سے تمام منہیات سے توبہ کر کے روزِ شہادت تک قائم رہے۔

رحم دلی

ایک دن سفر ارکاٹ مین اُنکے شکار کھلانے والے آدمیون نے ایک ہرن کو موافق ضابطے کے

رام کر لیا جب آہو کو قراولوں نے خیمے میں قریب مسند کے لاکر بٹھایا تو ناصر جنگ نے حاضرین سے پوچھا کہ اسکو شکار کریں یا چھوڑ دیں سب نے کہا کہ شکار کیجے۔ مولوی غلام علی آزاد سے دریافت کیا کہ کیا کرنا چاہیے انھوں نے اول ایک حکایت بیان کی کہ ایک واجب القتل آدمی کو بادشاہ کے پاس لائے بادشاہ نے اس سے کہا کہ کچھ عرض کرنا ہے جواب دیا کہ ہاں جس وقت بادشاہ مجلس سے اٹھا تو اسے عرض کیا کہ گو یہ گنہگار واجب القتل ہے مگر حق صحبت بادشاہ سلامت پر ثابت کر لیا ہے بادشاہ کو یہ حسن ادا اس کا اچھا معلوم ہوا اور معافی دیدی اس ہرن نے بھی حق صحبت آپ پر ثابت کر دیا ہے آگے جو مرضی ہو ناصر جنگ نے مسکرا کر چھڑوا دیا۔

ناصر جنگ کی نظم آفرینی

ناصر جنگ زبان فارسی میں شعر کہتے تھے صاحب دیوان ہیں آفتاب اور ناصر تخلص ہے مولانا غلام علی آزاد بلگرامی سے مشورۂ سخن تھا۔ علامۂ آزاد کا بیان ہے کہ میں ان کا حسن قدر کلام دیکھا وہ دیوان میں داخل ہوا اور جو میری نظر سے نہیں گذرا وہ اصلاح طلب رہا۔ ذکاوت طبع کی وجہ سے بہت جلد طولانی غزل سنا لیتے تھے انکے پاس اچھے اچھے شعرا اور سخن فہم آدمی جمع تھے جیسے شاہ نواز خاں۔ و موسوی خان جرائت۔ و مرزا خاں رسا۔ و نقد علی خاں ایجاد اور مولانا غلام علی آزاد علم موسیقی و تصویر کشی خوب جانتے تھے۔

یہ اُن کا کلام ہے

دور از محفل مروت نیست سوزاندن مرا	شمع من ظلم ست گرد سر گرداندن مرا
اے یوسف عزیز در آغوش من درآ	بوے خوشت رسید توہم در وطن درآ
گر خضر کرد صرفہ ز اسکندر آب خویش	خضر خط تو آب بقا مے دہد مرا
نسیم شگوفہ شاخ چو افتاد میوہ یافت	دست کرم نوید ثمر مے دہد مرا
نگاہ امتحانی مے کنی زمین سرت گردم	تو اے جان بارگی آموختی این قدردانی ہا
نامرادست مارا زین قفس آہنگ آزادی	درون سینہ مے کردیم مشق پرفشانی را
در یک نفس چو صبح تاراج رفتہ ایم	دریافتیم چابکی و شہد را
چہ سر شد نابود دل سوزی	داغ عشق تو گشتہ زدامن ست
از گریبان تا کشیدم دست رسوا شد جہان	داغ سودا ز کف من شمع اعمار من ست
لنگر داغ سینہ ام بر روے کار افتادہ است	کشتے در جان دماغ لالہ را افتادہ است
یک سیل ہیچ میسر نشد بہ مہلت	ہزار بار ازین خانۂ خراب گذشت

ضعفا را بحقارت نتوان کرد نظر — تو قمر حسن بہ شمشیر از دو موی کمرست
نتوان شکوہ ز بیداد نگاہش کردن — چشم بادامی او مہر دہن ساختہ اند
آہے نگشت از دل مجروح ما بلند — از چینی شکستہ نگردد صدا بلند
بی قدرتر ز کاغذ باد است در نظر — مرد سبک سرے کہ شود از ہوا بلند
کن بدختر ز میل موسم پیری — کہ وقت کار ہمان موسم جوانی بود
این ہمہ تعجیلہا در کشتن عاشق چرا — عاقبت پیش تو روزے جان فشانی میکند
ناصر کسے کہ معترف سہو خود نہ شد — عمر زند خاص حضرت آدم نمے شود
ہر کجا شمشیر آن مغرور مے گردد بلند — گردن نخچیرہا از دور مے گردد بلند
از نہیب اجل نہ ہراسیم ہیچ گہ — تا ناوک غمزہ بہ تیغ شہا دست بریدہ ایم
ہر کجان خاطرم جانان جز این نازکے دارم — تو گر از حسن مغروری من از عشق تو مغرورم
از گل گوشہ دستار بجو سے لرزد — قد او تازہ نہالے ست کہ من میدانم
اے شوخ ہوائی مفگن تیر نگہ را — این ناوکے بیداد بکار سے جگر سے کن

اگر ترا خواہش قتل ست بیا بسم اللہ
دم شمشیر تو و گردن ما بسم اللہ

مسند نشینی مظفر جنگ

حدیقۃ العالم مین لکھا ہے کہ سعد اللہ خان بہادر مظفر جنگ کا خطاب سابق مین ہدایت محی الدین خان تھا اور بعض کہتے ہین کہ انکے نانا (نظام الملک آصف جاہ اول) نے نواب سعد اللہ خان بہادر مظفر جنگ انکو خطاب دیا تھا اور اصلی نام ہدایت محی الدین خان ہے۔ نسب ان کا دو واسطے سے سعد اللہ خان وزیر اعظم شاہ جہان تک پہنچتا ہے باپ کا نام متوسل خان ہے مگر خورشید جاہی مین لکھا ہے کہ شجرۂ آصفیہ مین ایسا نظر سے گذرا ہے کہ یہ فرزند حمید اللہ خان کے ہین اور متوسل خان کتخدا تھے۔ شاید چچا نے متبنے کر لیا ہو جو اس کا بیٹا مشہور ہوے مان کا نام خیر النسا بیگم بنت نظام الملک ہے پس نظام الملک آصف جاہ اول کے نواسے ہوے کیونکہ خیر النسا انکی دختر تھی مآثر الامراء مین ہے کہ متوسل خان بہادر رستم جنگ کے بیٹے تھے اور متوسل خان حفظ اللہ خان پسر سعد اللہ خان شاہ جہانی کے بیٹے تھے حفظ اللہ خان نظام الملک آصف جاہ کے ماموں تھے اور ان کے

تین بیٹے تھے (۱) متوسل خاں جن کی پرورش میر درجنگ نے کی تھی نظام الملک دکن کو گئے تو یہ انکے ساتھ تھے دلاور علی خان اور عالم علی خاں کی لڑائیوں میں عمدہ کام کیے تھے (۲) حرز اللہ خاں ہر جنگ یہ مبارز خان کی لڑائی میں شریک تھے اور سرجنگ خطاب پایا تھا (۳) طالب محی الدین خاں جب مبارز خاں مارا گیا تو نظام الملک نے صوبہ بیجاپور کی سرکار مدگل ورائے چور کا فوجدار کر دیا تھا مظفر جنگ کا اصلی نام ہدایت محی الدین خاں ہے کمسنی میں آداب وتحصیل علوم میں مشغول رہ کر خوب نام نیک حاصل کیا۔ اور چند روز کے بعد خطاب خانی پایا تاریخ فتحیہ آصفیہ میں لکھا ہے کہ ہدایت محی الدین خاں ۱۷ برس کی عمر میں باپ کے ساتھ آصف جاہ اول کے ہراول میں تھے جبکہ وہ امیر جنگ سے لڑے تھے اور جب جانفشانی کی تھی آصف جاہ نے انکو منصب سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا دیا اور علم ونقارہ اور بہادر کا خطاب بھی عطا کیا اپنے باپ کے ساتھ صوبہ دار الظفر بیجاپور میں رہتے تھے باپ کے مرنے کے بعد آصف جاہ نے ان کو باپ کی جگہ بیجاپور کا صوبہ دار کر دیا اور منصب میں ایک ہزاری کا اضافہ کرکے مظفر جنگ خطاب دیا انھوں نے صوبے کے سرکش اور صاحب فوج زمینداروں پر فوج کشیاں کرکے اُن سے خراج لیا مغلوب کیا اس صلہ میں سعد اللہ خان بہادر مظفر جنگ خطاب پایا جوان خوش خلق صالح صاحب ہمت اور حافظ کلام اللہ تھے خود سپاہی اور سپاہی دوست تھے۔

مظفر جنگ اپنے نانا کے عہد سے رائے چور وادھونی وبیجاپور کے حاکم تھے جب ناصر جنگ پٹھان جاگیرداروں کے ہاتھ سے مارے گئے تو قاتلان ناصر جنگ نے مظفر جنگ کو گھٹا ٹوپ (پردہ دار) عماری جیل سے نکال کر مبارک باد دی۔

مظفر جنگ کی بے اختیاری فرانسیسی گورنر کا عروج

مظفر جنگ اگرچہ مسند حکومت پر بیٹھ گئے تھے مگر پٹھان جاگیرداروں اور فرانسیسیوں نے پورا غلبہ حاصل کر لیا تھا اور تمام کاموں کے وہی مختار بن گئے تھے مظفر جنگ کے ہاتھ میں کچھ اختیار نہ تھا فرانسیسی اپنا نفع چاہتے تھے اور پٹھان اپنا ایک ماہ تک یہی حال رہا آخر کار ڈوپلے نے ان کو اپنے پاس پانڈیچری میں بلایا پٹھانوں نے وہاں ڈوپلے سے یہ درخواست کی کہ تین برس کا چڑھا ہوا خراج معاف ہو کچھ ملک جاگیر میں اضافہ ہو اور ساری اُنکی جاگیریں خراجوں سے معاف کی جائیں جو وہ بادشاہ دہلی کو دیتے ہیں اور ناصر جنگ کا خزانہ ہاتھ آیا ہے وہ آدھا ان کو عنایت ہو یہ آخری درخواست فرانسیسیوں کو ناگوار تھی ڈوپلے نے اپنی حکمتوں سے اُن جاگیرداروں کو شیشے میں اتارا اور یہ فیصلہ کیا کہ پٹھانوں کو ملک ادھونی و رائے چور و بیجاپور وغیرہ دلایا اور

پنا در چینا پٹن و دیونا پٹن و پانڈیچری و راجلبندری و محمود بندر و گوا بندر وغیرہ اپنے لیے حاصل کیے
اور سند پر مظفر جنگ کے دستخط کرائے غرضکہ ڈوپلے نے اپنے تئیں کل اس ملک کا جو دریائے
کشنا کے جنوب میں واقع ہوا تھا اور جس کا رقبہ فرانس کے رقبے کی برابر اور محاصل نوے لاکھ سے
زیادہ تھا نواب بنوالیا اور اسکی قوت اور اس کا نفوذ بلا سکے کہ فرانس کا ایک حبہ بھی خرچ
ہوبے انتہا بڑھ گیا۔ اور چندا صاحب کو ارکاٹ اور ترچناپلی و مدہرا و ترناولی و جنجی و جنجاور وغیرہ
باغ ارم تک ملک دلایا اور ۲۲ لاکھ روپے خراج کے مقرر ہوے اور پٹھان جاگیرداروں کو مناکر
انسے قرآن اُٹھوایا کہ وہ مظفر جنگ کے دل سے خیر خواہ رہیں گے ناصر جنگ کے خزانے میں
دو کروڑ روپے نقد اور پچاس لاکھ روپے کے جواہر تھے اس دولت میں سے اپنا حصہ ڈوپلے
نے لیکر اپنا گھر بھی خوب بھرا اگرچہ اپنے رفیق پٹھان جاگیرداروں سے اُسنے پہلے کہدیا تھا کہ اس
انقلاب میں میں ایسی منفعتوں سے ہاتھ اٹھاؤنگا مگر لالچ بُری بلا ہے اغراض نفسانی انسان کو
اندھا کر دیا کرتی ہیں اسنے اپنی ذات کے لیے بیس تیس لاکھ روپے نقد اور بہت سے جواہر خود لیے
اور پچاس لاکھ روپے ان افسروں اور سپاہیوں کے انعام دینے کے لیے جو جنجی میں لڑے اور پچاس
لاکھ روپے خرچ جنگ کے نام سے لیکر خزانہ فرانسیسی میں داخل کیے غرض اس عاقبت اندیش
نے اپنے لیے اور اپنے حاکموں اور محکوموں کے لیے خوب سلیقہ اور عقل سے دولت کمائی اور
رام داس پنڈت کو راجہ رام داس خطاب دیکر تمام مالی و ملکی کاموں کا مدار المہام بنایا
یہ ایک سیاہ فام برہمن سیکاکول کا رہنے والا تھا قبل اسکے متعدد یوں میں نوکر رہا تھا پھر دیوان کا
پیشکار ہو گیا تھا اُسنے چونکہ ناصر جنگ کی مقتولی میں بہت کچھ کوشش کی تھی اور مظفر جنگ سے
مل گیا تھا اس لیے مظفر جنگ نے اسکو یہ رتبہ دیا۔ اور جسقدر امرا بجا چلے گئے انسے وعدے
کرکے واپس بلایا اور تعلقات حضور کی تقسیم شروع ہوئی فرانسیسوں نے پانڈیچری میں مظفر جنگ کو
بڑی دھوم دھام سے مسند پر بٹھایا پانڈیچری میں وہ توپیں چھوٹیں کہ سارا شہر گونج اٹھا تمام بازاروں کی
آئین بندی ہوئی ہر جگہ محفل عیش و نشاط گرم ہوئی اور ناصر جنگ کی آمد کے موقع پر جو آتشبازی
نہایت کاریگری سے بنوا کر چھوڑنے کو رکھی تھی اور تین ماہ میں تیاری ہوئی تھی وہ چھڑوائی اس میں
معرکہ لنکا کی پوری نقل اتاری تھی اس میں ہر قسم کی چیز توپ اور بان اور چرخی اور گلریز اور بنگلے
اور مکان بنائے تھے وہ چھوڑی گئی چنانچہ اس آتشبازی میں ایک جانور مثل بندر کے بنایا تھا
اس جانور کو مظفر جنگ کے سامنے ایک فرانسیسی نے آگ دی وہ حرکت کرکے اور اپنی جگہ
سے کود کر لنکا میں ایک ایک مکان اور بنگلے اور آتشبازی کو روشن کرنے لگا نہایت عجیب و غریب
تماشا تھا مظفر جنگ نہایت خوش ہوے ڈوپلے کو ایک خلعت مرحمت ہوا وہ پہن کر اُسنے بھی

اپنی صورت مسلمان امرائے سلاطین کی سی بنائی اور محراسر جھکا کر چلایا دریائے کشنا سے راس کماری تک وہ جنوبی علاقے کا گورنر ہوا ہفت ہزاری منصب ملا ماہی مراتب اور اسپر اضافہ ہوا سارے کرناٹک میں اس روپے کا رواج ہوا جو پانڈیچری کی ٹکسال میں گھڑا گیا تمام ملک جو ڈوپلے کے ماتحت تھا اُس کا خراج اسکی معرفت نظام کو دیا جاتا قرار پایا جاہ منصب و انعام و خطاب ان آدمیوں کو عطا کرتا جو مظفر جنگ کے ساتھ تھے ڈوپلے کے ہاتھ میں تھا گو بعض احکام ایسے تھے کہ وہ بغیر حکم شاہی کے نفاذ نہیں پا سکتے تھے مگر ڈوپلے نے وہ خود جاری کرنے شروع کردیے بادشاہ کا خیال بھی نہیں کیا کہ کون تھا غرضکہ وہ اب مظفر جنگ پر ایسا حاوی تھا کہ جو وہ کہتا مظفر جنگ وہی کرتے ڈوپلے صاحب تو نواب بن گئے اور انکی میم صاحبہ کو بھی جہاں آرا بیگم خطاب ملا سارے طریقے سلاطین شرقیہ کے اختیار کیے جو کوئی ہندوستانی یا فرنگی اسکے حضور میں جاتا پہلے نذر دکھاتا مظفر جنگ تماشائے پانڈیچری سے فارغ ہوئے تو ڈوپلے سے عہد و پیماں کرکے رخصت ہوئے انکے ساتھ دس ہزار ہندوستانی قواعد داں سپاہی تھے ا ہزار فرانسیسی اور ڈیڑھ سو توپیں ہندوستانی سپاہیوں کی تنخواہ اور عہدوں کا یہ حال تھا کہ سو سپاہیوں کا ایک افسر تھا جسے صوبہ دار کہتے تھے اسکے ماتحت چار سردار دوسرے تھے جو نصیر یا نصر کہلاتے تھے انکے ساتھ چھ افسر اور تھے جو سرجی و سرجن کہلاتے تھے اور اُنکے ساتھ آٹھ دوسرے افسر تھے جنھیں کوپرار کہتے تھے جو کچھ باقی رہے وہ سپاہی تھے ان میں شریف آدمی بہت کم ملے اسلیے سائیس بھرتی کرلیے سپاہی کی تنخواہ پندرہ روپیہ فی کس تھی اور کوپرار کی فی آدمی تیس روپیہ اور سرجن کی فی شخص ساٹھ روپے اور نصیر کی فی کس سو روپے اور صوبہ دار کی پانسو روپے اور چار سے پانچ صوبہ داروں پر ایک دوسرا سردار مقرر ہوا اس کا نام کیدان[سلہ] تھا کیدان کی تنخواہ ہزار سے پندرہ سو روپے ماہوار تک مقرر ہوئی اس تنخواہ میں سے ایک پیسے کی فروگذاشت نہیں ہوسکتی تھی خزانے سے ماہ بماہ نقد لیتے تھے فرانسیسیوں کی تنخواہ ایسے دو چند تھی فوج کے تین سردار ڈوپلے کی طرف سے مقرر ہوئے جو جو کاست سے بڑا افسر موسیو بوسی تھا تلنگوں کا بڑا افسر مظفر خاں گاردی تھا جو پہلے سات روپے کا پیادہ تھا اس کا منصب ہفت ہزاری ہوا اور ماہی مراتب ملا اور اکثر فرانسیسی افسر بھی صاحب ہفت ہزاری منصب و ماہی مراتب ہوئے اور ان افسروں کو پچاس ہاتھی دیے گئے اور اکثر بیش قیمت جواہر فرانسیسیوں کو بخشے گئے اور مظفر جنگ کے خیمے کے آس پاس فرانسیسیوں کے پہرے تھے اور انکی سواری فرانسیسیوں کے حلقے میں چلتی تھی دیوان خانے اور حلو خانے میں جانے کے لیے چار ہزاری و پنجہزاری اجازت کے محتاج ہوتے تھے اور آصف جاہی مسند کا

سلہ یہ نام ساخت افرانسیس ہے ۱۲

ہر ایک کو آداب ملحوظ رہتا تھا اب فرانسیسی وہان بیٹھے ہوے شراب مین اُڑاتے تھے اور جلسے کرتے تھے تمام لشکر خرابات خانہ بن گیا تھا کسبیان بنا و سنگار کرکے بازار مین بیٹھتی تھین ڈوپلے نے مظفر جنگ کا مصاحب و مشورہ کار بوسی کو بنایا جسے مظفر جنگ نے خطاب **عمدۃ الملک سیف الدولہ غضنفر جنگ** اور ہفت ہزاری منصب مع علم و نقارہ اور ماہی مراتب دیا تھا اور بادشاہ دہلی کی جانب سے خلعت و سرپیچ مع فیل خاصہ مرحمت کیا۔

مظفر جنگ کے لشکر کا انبوہ پانڈیچری سے پانچ کوس پر خیمہ زن ہوا اب ایسے کثیر لشکر کے خرچ کے لیے روپیہ کہان سے آتا ڈوپلے نے ایک کروڑ روپیہ قرض دیکر اسکے عوض مین اکثر بیش بہا جواہر سستی قیمت پر لے لیے باقی کے لیے تمسک لکھا کر اسکے عوض مین چندا صاحب کو جوارکاٹ کا علاقہ ۲۲ لاکھ روپے سال کے خراج پر دیا تھا تین سال کے لیے اسکی آمدنی اپنی طرف سے لی۔

مظفر جنگ کی خصوصیات

مولوی غلام علی آزاد بلگرامی جو مظفر جنگ کی صحبتون مین بھی شریک رہتے تھے خزانۂ عامرہ مین کہتے ہین کہ مظفر جنگ بے حد خوشامد پسند اور خود پسند تھے کتنی ہی انکی تعریف و توصیف کی جاتی سنتے انکی طبیعت سیر نہوتی بلکہ خواہش بڑھتی جاتی لیکن مآثر الامرا کا مصنف کہتا ہے کہ مظفر جنگ صفات پسندیدہ رکھتے تھے خود سپاہی اور سپاہی دوست تھے ہمت عالی تھی رفقا کو ترقی پر پہنچاتے رہتے تھے حافظ قرآن تھے علما سے بہت محبت رکھتے تھے انکی صحبت مین ہمیشہ کتب کا ذکر رہتا تھا مظفر جنگ وہ پہلے شخص ہین جو نصارے کو نوکر رکھکے بلاد اسلام مین لاے ورنہ انسے پہلے وہ اپنی بندرگاہون مین پڑے ہوے تھے اور اپنی حدود سے قدم باہر نہین رکھتے تھے۔

پٹھان جاگیردارون کی دعوی اور دوسرے وقعات

فرانسیسون کو جو بے حد نفع حاصل ہوا تو اس سے پٹھان نواب بہت رنجیدہ ہوے کہ کام تو ہمنے کیا ہم تو محروم رہے اور غیرون نے نفع اٹھایا۔ مظفر جنگ نے انکو استمالت کے لیے پانڈیچری کو بھیجدیا ڈوپلے نے انکو اس طرح راضی کیا کہ ملک ادھونی ورایچور بیجاپور سری رنگ پٹن تک انکے حوالے کیا افاغنہ بظاہر راضی ہو گئے مگر دل مین ملدر رہے میر نجف علی خان ان دنون قلعہ نجف گڑھ اور ترنامل کی طرف سپاہ کی بھرتی مین مصروف تھا اور شاہ نواز خان کا نجف علی خان کا بھائی میر محب علی خان قلعہ چیت پیٹ مین مقیم تھے میر نجف علی خان فوج لیکر قلعہ چیت پیٹ کی طرف آیا اس خیال سے کہ شاہ نواز خان کو جو قلعدار نے قید کر رکھا ہے تو انکو چھڑا لیا جاے

جب قریب قلعہ آگیا تو اسد خاں قلعدار نے ڈر کر میر محب علی خاں کو چھوڑ دیا اور بخت علی خان کو لکھا کہ آپ کوئی دوسرا خیال نہ کریں میں مدت سے آپ سے اخلاص رکھتا ہوں اور شاہ نوازخان کے ہاتھ سے ایک خط اس مضمون کا لکھوا کر بھیجا کہ میں اپنی خوشی سے یہاں ٹھیرا ہوا ہوں قلعدار نے مجھے زبردستی نہیں روکا ہے۔ اب یہ صلاح ہے کہ تم نواب مظفر جنگ کے پاس چلے جاؤ۔ میر یحیٰ علی خان کے تیں مقام قلعہ جیت پیٹ کے پاس ہوئے تھے کہ اس عرصے میں مظفر جنگ نے کمال مہربانی سے عنایت نامہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ حکم حق کے سامنے کسی کا چارہ نہیں ہے نواب ناصر جنگ کی قسمت میں شہادت لکھی تھی وہ مارے گئے اب بجز صبر کے کیا ہو سکتا ہے تم مع سپاہ کے یہاں چلے آؤ نواب شہید کے وقت سے زیادہ تم پر مہربانی کی جائے گی اُسے جواب میں لکھا کہ فدوی چار شرطوں سے حاضر ہو سکتا ہے (۱) نواب شہید کے حکم سے جو سپاہ نوکر رکھی ہے اسکی تمام و کمال تنخواہ سرکار سے مرحمت ہو جائے (۲) افاغنہ جنھوں نے نواب کو شہید کیا ہے وہ ہرگز دربار میں اور سواری میں میرے سامنے نہ آئیں ورنہ تلوار چلے گی (۳) لشکر میں ایک کوس کے فاصلے سے اُترا کروں (۴) جب دربار میں حاضر ہوا کروں تو میرے ساتھ میرے پچاس رفیق موجود رہا کریں۔ نواب مظفر جنگ نے سب شرطیں منظور کیں اور رام داس پنڈت نے بھی نہایت تملق کے ساتھ خط لکھا چنانچہ میر یحیٰ علی خان پانڈیچری کی طرف روانہ ہوا اور نواب مظفر جنگ کے لشکر میں جو پانڈیچری سے روانہ ہو چکا تھا شریک ہو گیا جب میر یحیٰ علی خان مظفر جنگ کے پاس پہنچا تو نواب نے اس پر بہت مہربانی کی یحیٰ علی خان نے **شاہ نواز خان** کا ذکر کیا تو مظفر جنگ نے مشتاق ہو کر ایک عنایت نامہ اُنکی طلب میں قلعہ جیت پیٹ کو لکھا وہ وہاں سے چلے اور جب لشکر کے متصل پہنچے کی خبر ملی تو فوج لیکر متہور خان کے بیٹے اور میر یحیٰ علی خان اور رام داس پنڈت نے استقبال کیا اور مظفر جنگ سے ملاقات کرائی اول ہی ملاقات میں نواب نے ان کو چہار ہزاری منصب اور **روح اللہ خان** خطاب دیا اور بہت احترام کیا اثنائے راہ میں لفنگے اوباشوں نے شاہ نواز خان کو مواجہ میں بُرا کہنا شروع کیا میر یحیٰ علی خان جو فوج لیے ہوئے ساتھ تھا اسے کے قرار واقعی سرزادی اور شاہ نواز خان کو خیمے میں داخل کیا بعد اسکے ڈوپلے نے شاہ نواز خان کو اپنی ملاقات کے لیے پانڈیچری میں ملایا چونکہ بہاں جاگیردار بھی پانڈیچری میں موجود تھے اور وہاں ڈوپلے سے سوال و جواب کر رہے تھے شاہ نواز خان نے میر یحیٰ علی خان سے مشورہ کیا اسے کہا ملنا چاہیے اور خود ساتھ جانا قبول کیا اور دونوں ڈوپلے سے ملے اس وقت جیدا صاحب اور ہمت خان بھی بیٹھا ہوا تھا شاہ نواز خان نے ڈوپلے سے معانقہ کیا اور

بیٹھ گئے میر نجف علی خان نے بھی ڈوپلے سے معانقہ کیا اور ہمت خان کی طرف متوجہ نہ ہوا دیر کے بعد چندا صاحب نے معانقے کی تحریک کی تو ہمت خان سے معانقہ کیا اسوقت ہمت خان نے میر نجف علی خان سے دریافت کیا کہ آپکے ساتھ کتنی قواعد دان سپاہ ہے اسنے کہا کہ جسقدر کی ضرورت ہے موجود ہے اس سوال وجواب سے شاہ نواز خان نے سمجھ لیا کہ دونون مین نزاع برپا ہوجاے گا اس لیے میر نجف علی خان کو دوسری باتون مین مشغول کر دیا بعد اس کے ڈوپلے سے عہد وپیمان ہوے دو گھڑی تک ملاقات رہی پھر رخصت ہوے ڈوپلے نے شاہ نواز خان کے ٹھہرنے کو ایک حویلی مقرر کر دی اور ضیافت امیرانہ بھیجی رات کو جلسہ بال مین بلایا اول فرانسیسی جو حاضر تھے شراب پی کر بدمست ہوکر ناچے سب سے بعد کو ڈوپلے اور اسکی بیوی اور بیٹی جو نہایت حسین تھی یہ تینون ناچنے کو اُٹھے آدھی رات تک یہ جلسہ رہا صبح کو شاہ نواز خان اور میر نجف علی کو ڈوپلے نے رخصت کیا اور قول وقسم سے عہد وپیمان مقرر کر لیا مگر پٹھان جاگیر دار بدستور پانڈیچری مین اپنے معاملات کی درستی کے لیے مقیم رہے شاہ نواز خان جب مظفر جنگ کے لشکر مین آے تو وہان سے لشکر کا کوچ ہوچکا تھا تین چار روز کے بعد پٹھان نواب بھی پانڈیچری سے چل کر ارکاٹ مین آکر نواب مظفر جنگ کے لشکر مین شامل ہوگئے۔

ترچناپلی پر چندا صاحب کا مارا جانا

ناصر جنگ کی وفات کے بعد انورالدین خان کا چھوٹا بیٹا محمد علی خان ترچناپلی مین پناہ گزین ہوا اس وقت ارکاٹ کی حکومت حسین دوست خان عرف چندا صاحب کو جو پانڈیچری مین تھا ملی وہ فرانسیسون کا لشکر لیکر ترچناپلی کو گیا محمد علی خان انگریزی فوج کو کمک مین لیکر لڑائی کو مقابل ہوا اور وہ غالب آیا چندا صاحب زندہ گرفتار ہوا اور غرۂ شعبان ۱۱۶۵ھ کو قتل کرا دیا گیا اور اسکا سر نوک نیزہ پر لٹکا کر تشہیر کیا گیا۔ ۱۱ سو فرانسیسی بھی سواے ہندستانی پلٹنون کے پکڑے اور مارے گئے۔

بالاجی کی فوج کشی اور ماناجی نکم وغیرہ مرہٹون کی شورش

جب بالاجی راؤ نے ناصر جنگ کے مارے جانے کی خبر سُنی تو پونا سے فوج لیکر اورنگ آباد کو آیا امرا و منصبداران ملک کی جاگیرین ضبط کرنے لگا سید لشکر خان نصیر جنگ ناظم اورنگ آباد نے ۱۵ لاکھ روپے دیکر پیچھا چھڑایا وہ اورنگ آباد سے ہٹ کر برہانپور گیا

خواجم قلی خان نے جو یہاں کا بالاستقلال حاکم تھا تاب مقابلہ نہ لاکر سترہ لاکھ روپے دینے کے وعدے سے خاموش کیا وہ اورنگ آباد سے ہٹ کر سر راہ لشکر کے ٹھہر گیا خواجم قلی خان نے احمد میر خان دیوان کو کہلایا کہ اسوقت مرہٹون کو روپیہ دینا ہے اسقدر روپیہ دیدو تاکہ اس مصیبت کو ٹالا جائے احمد میر خان نے جواب دیا کہ بدوں حکم کے ایک پیسہ نہ دوں گا اسوجہ سے اپنی اور روپے کی محافظت مین جو قلعے میں تھا کوشش بلیغ کی اور سپاہ بھرتی کرنے لگا خواجم قلی خان بھی فوج بھرتی کرنے لگا اور ابوالخیر خان شمشیر بہادر کو بھی جو برہانپور میں تھے بھرتی کے لیے حکم دیا یہاں تک بھرتی کا زور ہوا کہ جولاہے وغیرہ اجلاف لوگ سپاہ میں بھرتی ہونے لگے خواجم قلی خان اور احمد میر خان میں سوال و جواب جاری تھے احمد میر خان کے مکان اور قلعے کے آس پاس مورچے قائم تھے ان دونوں ماہ میں بڑی احتیاط سے گذر کرتے رہے اس عرصے میں مظفر جنگ نے اپنا مہری فرمان ہر ایک کو بھیجکر ہدایت کی کہ اپنے اپنے کام میں مصروف رہو باوجود اسکے یہ دونوں سردار ایک دوسرے سے ڈر کر احتیاط کر رہے تھے چند روز کے بعد مظفر جنگ نے صوبہ داری برہانپور کی سند اپنی مہر سے مکمل کرکے محمد ابوالخیر خان کے واسطے بھیجی اسکی نقل برہانپور کے قاضی محمد حیات کی مہر سے مرتب کراکے خواجم قلی خان کے پاس بھیجدی گئی احمد میر خان اور دوسرے اہلکارون نے شمشیر بہادر کی طرف رجوع کی اور وہ حکومت کرنے لگے۔

(۲) اوائل ماہ ربیع الاول ۱۱۶۴ھ ہجری میں ماماجی کملپر سکراجی دہری پنڈت اور دوسرے مرہٹہ سرداروں نے راویر علاقہ برہانپور کی طرف حملہ کیا اور تمام جاگیرں پر تسلط کرنے لگے راویر کے عامل و فوجدار نے مقابلہ کیا جب یہ خبر احمد میر خان دیوان صوبہ برہانپور کے سپہ سالار میر حیدر علی کو پہنچی تو پانسو سوار اور ایک ہزار کے قریب پیادے اور توپیں اور شیر بچے اور جزائل اور بندوقیں لیکر مقابلے کو روانہ ہوا اور شیخ محمد حرم کو جو فن سپہ گری میں کامل تھا ساتھ لیا اور ۱۲ ربیع الاول کو شہر سے نکلا اور جن آدمیوں کے پاس گھوڑے نہ تھے انکو چھکڑوں کی گاڑیوں میں بٹھایا جو باقی رہ گئے تھے دوسرے دن گاڑیوں مین سوار ہو کر چلے ۱۴ ربیع الاول کو مقابلہ ہوا عین لڑائی میں محمد حرم مارا گیا۔ سپاہ مین تزلزل پیدا ہو گیا۔ نرسنگھ سرکارہ اور میر شہاب الدین خان جامہ دار اور میر حیدر علی مرہٹوں کے لشکر مین صلح کی تحریک کو گئے مگر صلح کا معاملہ یکسو نہ ہوا اور یہ لوگ لشکر میں لوٹ آئے اور پھر لڑائی ہونے لگی گو مدرام پیشکار کے زخم کاری لگا وہ شہر کو لوٹ آیا اور چند روز کے بعد مر گیا اس وقت فوج بھاگنے لگی اور پہاڑی کی طرف سے شہر میں داخل ہونے لگی جن کے پاس گھوڑے تھے

وہ جلد شہر مین پہنچ گئے جو بھاگے ہوے آدمی مرہٹون سے دوچار ہوے وہ کپڑے اور
ہتیار مرہٹون کو دیکر برہنہ بھاگے اور جو لوگ کمک کے لیے جارہے تھے انھین راستے
سے واپس لے گئے میر حیدر علی شہر مین آیا۔ دوسرے روز مرہٹون نے ریاست حیدرآباد
کے کارکنون کو رعایا سے محصول لینے کی ممانعت کردی اور خود محالات شاہ گنج وجہان آباد
وبہادرپور وغیرہ پر اپنی طرف سے اہلکار مقرر کردیے اور تمام علاقے ضبط کرلیے اور عجب خلل
پڑگیا چند روز اسی طرح بسر ہوے۔

پٹھان جاگیرداروں اور مظفر جنگ مین عناد و اختلاف ہوکر لڑائی کی نوبت پہنچکر مظفر جنگ کا مارا جانا۔ جاگیردارون کا بھی جان بر نہونا

نواب مظفر جنگ سے اُنکے مقربون نے کہا کہ خدا جانے یہ پٹھان جاگیردار پانڈیچری سے
کیا مشورہ کرکے آے ہین اکثر آدمی کہتے تھے کہ ان پٹھانون کا ارادہ ہے کہ کوہ کمار
کے درے مین جو تین چار کوس لمبا اور پچاس گز عریض ہے جب لشکر پہنچے تو اسے برباد
کردین اور جا بجا راستے مین آدمی بٹھادیے ہین مظفر جنگ کو بہت فکر پیدا ہوئی اس عرصے
مین ارکاٹ سے بھی کوچ ہوگیا پٹھانون نے نہایت غرور کے ساتھ لشکر کی ہمراہی نہ کی
دو روز تک وہان ٹھہر کر پھر چلے اور راستے مین جو کوئی لشکری یا اسباب پیچھے رہ جاتا اسے
لوٹ لیتے اور اس کام مین ذرا نہ ڈرتے۔ لشکر راے چوٹی مین پہنچا اور نواب کڑپا
کے علاقے مین آیا۔ بہادر خان پنی کے ایک گانون کے آدمیون نے فرانسیسون کا دو تین
چھکڑے اسباب ڈھویا تھا اسپر سوارون اور اُن آدمیون مین جھگڑا ہوگیا سوارون کی وہ
آتش غضب مشتعل ہوئی کہ انھون نے یہ سارا گانون اور دوچار آس پاس کے گانون
لوٹ کر جلادیے راے چوٹی بھی پٹھانون کی جاگیر مین تھا جب پٹھانون نے یہ حال دیکھا
کہ ہمارے گانون اہل لشکر نے برباد کردیے تو انھون نے اس عداوت سے یہ کیا کہ فرانسیسون
اور مظفر خان گاردی کی جو چند گاڑیان اسباب سے لدی ہوئی اور فرانسیسون کے چند
اونٹ اسباب سے لدے ہوے اور ایک گاڑی میر نجف علی خان کی لشکر کے پیچھے آرہی
تھی ان سب چیزون کو لوٹ لیا اور پورے اطمینان کے ساتھ اپنا لشکر نواب مظفر جنگ کے
کے لشکر کے پیچھے ٹھہرایا اور آپ ننیافت کھانے کے لیے قصبۂ راے چوٹی مین چلے گئے جو
لشکر سے دو کوس پیچھے تھا اور تمام رات عیش و عشرت مین مشغول رہے جب گاڑیون

اور اونٹوں کے لٹنے کی خبر مظفر جنگ کے لشکر میں آئی تو فرانسیسیوں اور مظفر خان گاردی اور میر نجف علی خان نے جمع ہو کر کہا کہ پٹھان شرارت پر آمادہ ہیں انکو سرکشی اور عداوت کی پوری سزا دی جائے یہ ہمارے لشکر کو دغا و فریب سے برباد کر کے قتل کر ڈالیں گے بہتر یہ ہے کہ انکو انکی کردار کا معاوضہ دیا جائے فرانسیسیوں نے نواب مظفر جنگ کو پیام دیا کہ صبح کو ہم یہاں پر پٹھانوں سے لڑینگے اگر حضرت ہمارے ساتھ سوار ہوں تو بہتر ہے ورنہ ہم خود ہی انکو برباد کر دینگے مظفر جنگ نے دیکھا کہ سب پٹھانوں سے مخالف ہیں اور خدا کی طرف سے اس خار کے دور ہونے کا سامان ہو گیا ہے راضی ہو کر حکم دیا کہ صبح کو میری سواری بھی تیار رہیں یہ خبر پٹھانوں کو بھی پہنچ گئی تو وہ بھی رلے چوٹی سے سوار ہو کر روانہ ہوئے اس عرصے میں مظفر جنگ تمام سپاہ کے ساتھ میدان میں آگئے۔

درمیان لشکر میں مظفر جنگ خود تھے اور **سب لشکر سے آگے** فرانسیسیوں کا توپخانہ جمایا جو موسیو بوسی اور موسیو لاس وغیرہ کی نگرانی میں تھا اور سرکاری توپیں جو مظفر جنگ اور مظفر خان گاردی کے ساتھ مقرر ہوئیں۔ مظفر خان گاردی کے ساتھ پانچ ہزار تلنگے تین ہزار سوار اور پانسو فرانسیسی بھی تھے اور انکے پیچھے مظفر جنگ کے لشکر کا لتان بردار ہاتھی پانچ ہزار پیادوں اور دو ہزار جزائل اندازوں اور ہزار سواروں کے ساتھ تھا اور رسالہ دار بھی موجود تھے اور لتان کے پیچھے مظفر جنگ نے اپنے چھوٹے بھائی افضل محی الدین خان کو پانچ ہزار سواروں اور پانچ ہزار پیادوں اور جزائل اندازوں کے ساتھ مقرر کیا اسکے پیچھے خان عالم دکنی اور مقرب خان دکنی کا بیٹا اور شیخ علی جنیدی اور مرتضے خان رسالہ دار اور شیخ محمد رسالہ دار اور محمد اکبر خان رسالہ دار پانچ ہزار سپاہ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور انکے ساتھ سامان جنگ تھا اور انکے پیچھے اور مظفر جنگ کے سامنے محمد انور خان جسکو مظفر جنگ نے اسی زمانے میں **قطب الدولہ** خطاب دیا تھا۔ پانسو سواروں اور پانسو منصبداروں کے ساتھ اور مصعب تلک خان افسر توپخانہ ہزار سواروں کے ساتھ اور دوسرے چند رسالہ دار اور بخشی فوجیں لیکر کھڑے ہوئے اور انکے پیچھے دو ہزار تلنگے و فرانسیسی اور تین ہاتھیوں پر نواب صلابت جنگ و نواب اسد جنگ اور نواب بسالت جنگ بہت سے حشم کے ساتھ کھڑے ہوئے انکے پیچھے نواب مظفر جنگ کی سواری کا ہاتھی تھا مظفر جنگ کی سواری کے پیچھے مرزا محمد خان بخشی سات ہزار سواروں کے ساتھ اور میر محمد حسن و امانت خان و فتح خان و درگاہ قلی خان و حیدر یار خان و مصطفٰے خان و منور خان و خان نادر خان و محمد امان خان وغیرہ ۲۹ فیل سوار بہت سی سپاہ کے ساتھ کھڑے ہوئے سب لشکر

سے آخر مین موسے خان بخشی وغیرہ چند سردار چار ہزار سوارون کے ساتھ مقرر ہوے سیدھے ہاتھ کی طرف پیریا نایک اور سوریا نایک اور سلطان جی بنالکر اور رانوجی بنالکر اور پدماجی اور راجہ رام چندر دس ہزار سوارون اور بیس ہزار پیادون کے ساتھ کھڑے ہوے اور اس طرف کی سپاہ کے آگے میر مقتدا خان و پسران عبداللہ خان اور مظفر خان گاردی کے بھائی حسن الدین خان وحسین الدین خان وغیرہ توپخانے کے ساتھ قائم ہوے اور سیدھے ہاتھ کے پیچھے زمینداران نواح بیجاپور قایم ہوے۔ اور الٹے ہاتھ کی طرف راجہ لچھمن راؤ کھنڈا کلہ و بینک راو وہرجی سرکٹ وگوپال راو وغیرہ سات ہزار سوار اور دس ہزار پیادون کے ساتھ کھڑے ہوے اور ادھر سامنے میر امان اللہ خان کھوکر و اور رامریا تلنگ و باجے راو و بھیم وغیرہ چار ہزار سوارون اور دس ہزار پیادون کے ساتھ کھڑے ہوے اور ادھر کے عقب مین برہان خان وشجاعت خان وغیرہ ایک ہزار سوارون اور دو ہزار پیادون کے ساتھ مقرر ہوے اس طرح فوج تیار ہوکر پٹھانون کی طرف چلی فرانسیسون کے آگے مظفر خان گاردی تھا جب یہ تمام سپاہ پٹھانون کے لشکر کے سامنے پہنچی تو پٹھان جو ایک ساعت قبل راے چوٹی سے آئے تھے تیاری کرکے لڑنے کو آمادہ ہوے۔ میر سیف اللہ خان کو جو ان کا مدار کار تھا صلح کے لیے بھیجا فرانسیسون نے سمجھ لیا کہ صلح کو آتا ہے لیکن گولی ماردی جب پٹھان صلح سے ناامید ہوے تو لڑنے کو تیار ہوے فرانسیسون نے اتنے گولے مارے کہ انکو دم لینے کی فرصت نہ دی۔ آخرکار بطور فریب کے پٹھانون نے اپنی لشکرگاہ کو چھوڑکر پسپائی اختیار کی تمام لشکر نے سمجھا کہ یہ لوگ بھاگ رہے ہین تمام سپاہی بے سوچے اور سمجھے انکی لشکرگاہ پر ٹوٹ پڑے اس طرح ترتیب لشکر کی بگڑ گئی مظفر جنگ نے تمام سردارون کو ہر طرف مقرر کیا تھا مگر شاہ نواز خان اور میر نجف علی خان کو کسی سمت مین مقرر نہین کیا تھا یہ دونون سردار بطور خود اپنی اپنی جمعیتون کے ساتھ نواب کے ساتھ ہوگئے تھے میر نجف علی خان نے جب دیکھا کہ فوج لوٹ مین مصروف ہے اور صفون کی ترتیب لوٹ گئی ہے اور پٹھان دغا کی فکر مین ہین تو شاہ نواز خان سے کہا کہ مین تم سے رخصت ہوتا ہون اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہون اور مین آگے سے چل کر نواب شہید کا انتقام لیتا ہون ورنہ وقت ہاتھ سے نکل جاے گا شاہ نواز خان نے کہا کہ مجھے اور تمھین کوئی حکم نہین ملا ہے اُسنے جواب دیا کہ آخر مین تو ہم نواب مظفر جنگ کے ساتھ جب شکست ہوئی تو ہمارا کیا حال ہوگا اور نواب شہید کا خون جوش مار رہا ہے اگر اسوقت انتقام نہ لیا تو کونسا وقت ہاتھ آے گا بہرصورت میر نجف علی خان اپنی فوج کے ایک ہزار سوارون اور ایک ہزار پیادون کے ساتھ سب لشکر سے آگے بڑھا جب پٹھانون نے میر نجف علی خان کو دیکھا تو اس سے لڑنے لگے اور کسی نے

یر نجف علی خان کو مدد نہ دی۔ اس وقت مظفر جنگ کھڑے تھے اور دوسرے سردار پسپا
و گئے تھے یہاں تک کہ مظفر جنگ کے سامنے کوئی باقی نہیں تھا۔ ہمت خان پٹھان نے دیکھا
مظفر جنگ کے سامنے کھڑے ہیں تو تھوڑی سی سپاہ میر نجف علی خان کے مقابل چھوڑ کر بجلی
ی طرح ہاتھی بڑھا کر مظفر جنگ کے سامنے آیا اس سے کوئی سردار مقابلے کو نہ بڑھا مظفر جنگ
نے خود ہاتھی اسکی طرف بڑھایا چند تلنگے اور چند خاص سردار جو مظفر جنگ کے سامنے کھڑے تھے
ھوں نے پے در پے ہمت خان کی طرف گولیاں ماریں دو گولیاں اسکے پیٹ میں لگیں اس
ف سے نہایت مضطرب ہو کر ڈھال ہاتھ سے ڈالدی پھر ہوش وحواس درست کر کے
ھال کی جگہ تکیہ ہاتھ میں لے لیا ایک گولی اسکے سینے میں لگی اور مر گیا ؎

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را — چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

ظفر جنگ عماری میں سے سر نکال کر تلوار لیکر کھڑے ہو گئے تھے اور فیلبان کو تاکید کرتے تھے کہ
مت خان کے ہاتھی کے برابر لے چلے فیلبان نے اسکے ہاتھی کی طرف ہاتھی بڑھایا اُسوقت
یک تیر آکر مظفر جنگ کی اُلٹی آنکھ میں لگا اور سر کے پیچھے نکل گیا جب دونوں سرداران طرح
ارے گئے تو لڑائی باقی نہ رہی عبدالنبی خان وغیرہ کہ پٹھان سردار باقی تھے ہمت خان کے
رتے ہی بھاگ نکلے ہر ایک کے قریب پٹھان برہنہ تلواریں ہاتھوں میں لیے کھڑے تھے
ن میں سے اکثر مارے گئے اور کچھ بھاگ گئے پٹھانوں کے اکثر سردار پکڑے آئے جن کے سر
ٹوا کر نیزوں پر علم کرائے گئے لڑائی کے بعد معلوم ہوا کہ تین ہزار آدمی کام آئے ہیں لیکن فتح
ی نوبت نہ بجائی گئی۔ نواب آصف جاہ اول کے تینوں بیٹے صلابت جنگ و نظام علی خان
سد جنگ اور نواب بسالت جنگ ہاتھیوں پر سوار تھوڑے سے فاصلے پر کھڑے تھے
ن میں نظام علی خان کا چہرہ تیر سے زخمی ہو گیا تھا باقی صحیح وسالم رہے تھے تمام امرائے
ین معرکے میں جمع ہو کر تینوں کو نواب ساکر نوبت بجوائی اور پٹھان جاگیرداروں کے سر اور
مظفر جنگ کی لاش لیکر لشکر گاہ میں آئے جب مظفر جنگ کی لاش خیمے میں پہنچی تو اُن کی ماں
اور بی بی نے اس طرح بین شروع کیا کہ سننے والوں کا کلیجہ شق ہوتا تھا اور دوسری طرف
تینوں بھائی ایک مسند پر بیٹھ کر امرا کی نذریں لے رہے تھے۔ زمانے کا عجیب حال ہے کہ
مت دنوں تک مظفر جنگ نے ریاست کے مزے نہ اُڑائے دو ماہ سے زیادہ حکومت
ہ کی کہ ۱۷ ربیع الاول ۱۱۶۴ ہجری کو آنکھ میں تیر لگنے سے اور بعض کے قول کے مطابق برچھے
کے زخم سے مارے گئے اس طرح کہ جب ایک جاگیردار یعنے عبدالنبی خان حاکم کرنول مارا گیا اور
دوسرا جاگیردار یعنے ہمت خان حاکم کرنول زخمی ہو کر بھاگا جاتا تھا تو مظفر جنگ اسکے

پیچھے دوڑے گئے اور ہمت خان سے جا بھڑے اسنے سمجھا کہ میرا مقام زندگی تو دم شمشیر
نیچے آ ہی چکا ہے مین مظفر جنگ کو کیون باقی رکھون ایک نیزہ تاک کر انکے دماغ پر ایسا مارا کہ ایک
دم مین اُن کا کام تمام ہوا ہمت خان کا جسم بھی دشمنون کے ہاتھ سے ٹکڑے ہوا ہمت خان
دیوان امانت اللہ خان وبہلول خان ونصیب یاور خان اس طرح برباد ہوئے کہ جب لشکر
کرنول مین آیا تو شہر کو غارت کر کے ہمت خان کے اہل وعیال کو قید کر لیا۔

مظفر جنگ کی بیگم

سید شاہ بیگم ہمشیرہ قسورہ جنگ عبد الباری خان۔

بیٹے

(۱) ناصر محی الدین خان۔
(۲) صدر الدین محی الدین خان۔
یہ دونون سید شاہ بیگم کے بطن سے تھے جیسا کہ خورشید جاہی مین ہے۔
مآثر الامرا مین لکھا ہے کہ ان کا بیٹا سعد الدین خان نامی مظفر جنگ کے خطاب سے مخاطب
ہوا تھا اور بیجاپور کی صوبہ داری پر سرفراز ہوا تھا مگر مرض چیچک سے مرگیا اور راحت افزا مین
یون لکھا ہے کہ مظفر جنگ کے خرد سال بچے کا خطاب سعد اللہ خان بہادر مقرر ہوا تھا اور منصب
ہفت ہزاری ذات وہفت ہزار سوار کا اسکو ملا تھا اور بیجاپور اسکی جاگیر مین مقرر ہوا تھا اور
فتحیہ آصفیہ مین مرقوم ہے کہ مظفر جنگ کی وفات کے بعد ایک بیٹا رہا تھا اسکو ظفر جنگ بہادر
سپہ سردار خطاب ملکر بیجاپور کی صوبہ داری ملی تھی لیکن دو سال کے بعد مرگیا۔ اس کا ایک بیٹا
پنج سالہ باقی رہا۔

سید محمد خان پسر سوم آصف جاہ اوّل کی مسند نشینی

انکے خطاب مین اتنے الفاظ ہین امیر الممالک آصف الدولہ صلابت جنگ
نظام الدولہ مدار الملک ظفر جنگ سپہ سالار اشہر خطاب صلابت جنگ سے
چونکہ تینون بھائی مسند حکومت پر بیٹھ گئے تھے کسی کو مجال نہ تھی کہ صرف ایک کو منتخب کرلے
اور دونون کو اس کا مطیع بنادے اسوقت فرانسیسون اور تلنگون نے کہا کہ ہم مظفر جنگ
کے ساتھ متعین تھے وہ مارے گئے ہم واپس پانڈیچری کو جاتے ہین لشکر نے ایک دھم مچا دیا

تقاضا تنخواہ کے لیے دھنا دیا امرا پریشان خاطر تھے کہ کیا کیجیے کس کو نظام بنا کر انتظام کیجیے مظفر جنگ
کی ماں اور بیوی نے مظفر جنگ کے بیٹے کو فرانسیسیوں کے سپرد کر دیا کہ اس بچے کا حق ولاد[ت]
اور دیرینہ فرانسیسیوں کا یہ داعیہ تھا کہ مظفر جنگ کا بیٹا مسند نشین ہو اس سبب سے بھی
وہ نازک مزاجی کر رہے تھے پٹھان تو بھاگ گئے تھے مگر پھر اجمع ہو کر لشکر کے لوٹنے کی
فکر کرنے لگے تھے۔ غرض اس دن عجیب تلاطم برپا تھا گویا قیامت آگئی ہے رام داس پنڈت
بھی جانشین ہو گیا آخرکار شاہنواز خاں و امانت خان و میر نجف علی خاں وغیرہ سرداروں
نے قرار دیا کہ صلابت جنگ سب سے بڑے ہیں اور دونوں بھائی چھوٹے ہیں انہیں کو مسند
حکومت پر بٹھایا جائے تو سبھی کی سمجھ بھی کام کر گئی وہ یہ دور کی سوجھا کہ مظفر جنگ کا بیٹا بچہ ہے
اسکے باپ نے کوئی ایسا سلوک امرا کے ساتھ نہیں کیا کہ کوئی اسکی سرپرستی کرتا اور اس کی
حمایت سے فرانسیسیوں کا پلہ بھاری ہوتا صلابت جنگ کے واسطے اسے بھی ریاست تجویز
کی اسکو اور افسروں نے بھی مان لیا ڈوپلے نے بھی اسپر صاد کیا غرضکہ لشکر نے یہ تجویز سنکر
شور و غل کم کیا جب یہ تجویز مکمل ہو گئی تو امرا نے چھوٹے بھائیوں سے آکر عرض کیا کہ صلابت جنگ
کو مسند نشین کیا جائے گا تو دونوں نے طوعاً و کرہاً مان لیا اور صلابت جنگ کی مسند نشینی کی
مبارکباد ہونے لگی۔

نام اصلی ان کا سید محمد ہے باپ کے عہد میں خطاب خانی اور سید محمد خاں بہادر صلابت جنگ
سے مخاطب تھے۔

صلابت جنگ نے دونوں بھائیوں کا ایک ایک ہزار روپیہ اضافہ کر کے حکم بھیجدیا اور
دونوں کو ہفت ہزاری بنا دیا اور راجہ رام داس کو بلا کر راجہ **رگھناتھ داس**
خطاب عطا کر کے **وکیل مطلق** بنا دیا راجہ نے تمام فرانسیسیوں کو کہ مظفر جنگ پانڈیچری سے
نوکر رکھ کر ساتھ لائے تھے دلجوئی کر کے صلابت جنگ کا رفیق بنایا انکی مسند نشینی کی رسم
مقام سکرنڈی میں واقع ہوئی تھی اور نواب نے رگھناتھ داس کی معرفت والدہ مظفر جنگ کی
استمالت کی اور لڑکے خرد سال بچے کو **سعد اللہ خان بہادر** خطاب بخشا و ہفت ہزاری
ذات و ہفت ہزار سوار کا منصب دیکر ملک بیجاپور بدستور اسکے باپ کے عہد کی طرح اسکی
جاگیر میں مقرر کر دیا قتل مظفر جنگ کے روز اور دوسرے روز بھی یہی مشہور رہا کہ نظام علی خاں
اسد جنگ مسند نشین ہوئے ہیں جب صلابت جنگ کی مسند نشینی کی منادی ہو گئی تو اہالی
و موالی و سرداران لشکر نے حاضر ہو کر مبارکباد دی لیکن ابھی اہل لشکر کو اطمینان نہ تھا سب
اپنی فکروں میں مستغرق تھے اور یہ خوف اور بھی غالب تھا کہ لشکر میں کچھ انتظام نہیں دیکھا

گھاٹ مین ہین اور یہ علاقہ بھی ان کا تھا اس لیے اکثر آدمی بھاگ گئے بعض رخصت لیکر چلے گئے اور قصبون مین رہنے لگے نواب صلابت جنگ سے میر نجف علی خان نے عرض کیا کہ مین خود اور اپنے بھائیون کو جمع کر کے عقب لشکر مین اپنی فرودگاہ مقرر کرتا ہون اور پٹھانون کے مقابل تمام شب قائم رہونگا تاکہ اس قوم کے ملک سے بسلامت باہر نکل جائین نواب نے یہ بات منظور کر لی اور یہ لوگ عقب لشکر مین چلے گئے۔ اور اس سے اہل لشکر کو فی الجملہ اطمینان حاصل ہوگیا جب دو تین منزل اس ملک مین سے کوچ ہوگیا اور میدان مین نکل آئے۔ لشکر بھاری اسباب اور دس وہ بڑی بڑی توپین کہ نواب آصف جاہ اول انکی بیحد قدر کرتے تھے کماہ کالوہ مین کہ ریت کا وہ دو پہاڑون مین تین چار کوس تک بسبب پریشانی کے چھوڑ آئے تھے تو امرا نے ملکر افسوس کیا اور کہنے لگے کہ ہم سے عجب خطا واقع ہوئی کہ ایسی عمدہ توپین چھوڑ آئے ہین تمام عالم ہمکو کیا کہے گا ایسا کون ہے کہ جا کر وہ توپین اور تمام سامان سے آئے میر نجف علی خان کا بھائی میر حسن علی خان بول اٹھا کہ مین جا کر لے آتا ہون اگرچہ میر نجف علی خان کی مرضی نہ تھی کہ بھائی اُدھر جلے چونکہ سب کے سامنے اسکی زبان سے یہ بات نکلی تھی لاچار ہوکر اسکے ساتھ اپنی فوج کر کے روانہ کیا میر حسن علی خان لشکر سے جدا ہوکر پانچ کوس پیچھے کو گیا تھا کہ ادھر کے پٹھان اور زمیندار جمع ہوکر مقابل ہوے جبکہ اسنے دیکھا کہ یہ لوگ بہت ہین اور میرے ساتھ تھوڑے آدمی ہین تو اپنے بھائی کو مدد بھیجنے کے لیے لکھا چنانچہ میر نجف علی خان فوراً روانہ ہوکر جلد وہان پہنچ گیا اسنے جا کر دیکھا کہ میرے بھائی پر دشمنون کا بڑا نرغہ ہے اسکے پہنچتے ہی وہ لوگ بھاگ گئے۔ یہ کماہ کالوہ پہنچکر تمام توپین اور اسباب لیکر واپس آگیا۔

کرنول کی فتح

راجہ رگھناتھ داس کو میر نجف علی خان کے پوزیشن پر حسد پیدا ہوا اُسنے اسکو دفع کرنے کی غرض سے شاہ نواز خان کی معرفت یہ کہلا یا کہ اگر تمھاری مرضی ہو تو اچھے اچھے تعلقات کو چلے جاؤ میر نجف علی خان نے قبول کر لیا اسنے کڑپا اور کرنول وغیرہ محالات افاغنہ میر نجف علی خان اور اسکے بھائی کے لیے تجویز کیے چنانچہ خان مذکور نے آدمی بھرتی کر کے کڑپا کو تھانہ بھیجا ابھی وہان تھانہ قائم نہوا تھا کہ نواب صلابت جنگ کا لشکر کرنول مین جا پہنچا پٹھانون نے لشکر کے پہنچتے ہی لڑائی کی تیاری کی راجہ رگھناتھ داس نے قابو پاکر میر نجف علی خان کو کہلا یا کہ کرنول تمھارا تعلقہ ہے اور پٹھان وہان جمع ہین ایسا وقت پھر کب ہاتھ آئے گا نواب کا

لشکر موجود ہے اگر کوشش کروگے تو اس وقت کرنول پر قبضہ ہوجائے گا میر نجف علی خاں نے
دیکھا کہ راجہ فوج لیکر تیار ہوگیا تو جودھی فوج لیکر کرنول کے پاس جا پہنچا اور راجہ کو کہا کہ جرات
سے کام لینا اچھی نہیں ہے تدبیر سے کام کیا جائے گا راجہ نے کہا کہ تم اپنے کام میں مشغول رہو ہم کھڑے
رہتے ہیں میر نجف علی خاں نے کوشش کرکے اول شہر پر حملہ کیا وہاں کے آدمیوں نے توپوں
اور جزائل سے آگ برسانی شروع کردی لیکن خاں مذکور چیرہ دستی کرکے دیوار تک پہنچ گیا جو
آدمی فصیل سے بلند ہوکر جرات کررہے تھے انکو جزائل اور بان و بندوق سے گرادیا اور اپنے ہاتھی
کو شہر پناہ کے دروازے کے پاس پہنچا کر بہت کوشش کی مگر کواڑ نہ ٹوٹے۔ ایک طرف سے
شہر پناہ کی دیوار ٹوٹی ہوئی تھی میر نجف علی خاں کا چھوٹا بھائی میر حسن علی خاں اس طرف سے اوپر
چڑھ گیا اور میر اسعد اللہ بیگ اور فضل علی بیگ و سید علی بیگ اور میر علی اکبر وغیرہ بھی اسکے
پاس پہنچ گئے اور نشان فصیل پر قائم کردیا میر نجف علی خاں یہ دیکھ کر جودھی فوج لیکر ادھر سے گھس گیا
پٹھان یہاں سے بھاگ کر قلعے میں داخل ہوگئے اور شہر اسکے قبضے میں آگیا اور اسکو خوب لوٹا
جب راجہ کو یہ خبر پہنچی تو وہ فوج اور سرداران لشکر جیسے نصر علی بیگ خاں بخشی سائر و محمد اکبر خاں
رسالہ داران اور محمد سعید رسالہ دار وغیرہ کے شہر میں داخل ہوگیا میر نجف علی خاں نے راجہ کو
ایک حویلی میں بٹھا کر قلعہ کرنول کی فتح کی تیاری کی دوسرے سرداروں کو بھی ساتھ لیا قلعے کے
متصل ایک گڑھی تھی اور پٹھانوں کا یہاں تھانہ تھا محمد اکبر خاں وغیرہ نے اسے فتح کرلیا قلعہ کرنول
بڑا مضبوط تھا اور لڑائی کا پورا سامان اس میں جمع تھا قلعہ نشیں مقابلے کو آمادہ ہوئے قلعے کی دیوار
کے پاس ایک ٹوٹا ہوا دروازہ تھا میر نجف علی خاں وغیرہ اس میں کھڑے ہوکر اندر داخل ہونیکی
فکر کرنے لگے میر نجف علی خاں کے دو بھائی میر محب خاں و میر مدد علی خاں بھی نواب کی اجازت
لیکر آگئے چاروں بھائی جمع ہوگئے میر نجف علی خاں نے مدد بیگ خاں بخشی کو کہلایا کہ تم میری
جگہ کھڑے ہوجاؤ میں آگے جانے کا انتظام کرتا ہوں چار سو آدمی گھوڑوں سے اترے اور تیزدستی
کرکے قلعے کی خندق لے لی قلعے پر سے توپوں بندوقوں اور بانوں اور جزائل کی مار جاری تھی
چند آدمی مارے گئے آخر سیڑھیاں دیوار سے لگا کر اوپر چڑھ گئے پٹھان گھبرا کر بھاگنے لگے آخرکار
میر نجف علی خاں وغیرہ قلعے پر چڑھ گئے میر نجف علی خاں نے پٹھانوں کو کہلایا کہ یا تو مقابلہ کرو
ورنہ ہم دروازہ کھولے دیتے ہیں تم ادھر سے نکل جاؤ قلعہ نشینوں کے ۲۶ سردار آئے ان میں
سے فقیر محمد خاں اور گلاب خاں نے دور سے کھڑے ہوکر کہا کہ ہمکو ہمارے قبائل لیکر قلعے سے
نکل جانے کی اجازت دیجیے میر نجف علی خاں نے اسے وعدہ کیا اس عرصے میں راجہ بھی فوج
لیکر ادھر آنے لگا۔ پٹھانوں نے دیکھا کہ راجہ مع فوج کے آرہا ہے تو اب پٹھان یہ بولے کہ آپنے

اگرچہ امن دیدی ہے مگر راجہ آرہا ہے اس سے بھی کہلا بھیجے کہ ہمنے ان کو امن دی ہے میرنجف علیخان نے اپنے تینون بھائیون کو پٹھانون کے ساتھ بھیجا کہ تم جاکر راجہ سے کہدو کہ ہم نے ان کو امن دی ہے جب ان کی واپسی مین دیر ہوئی تو تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ پٹھانون نے راستے مین تینون کو مار ڈالا لوگون نے کہا کہ انکی لاشین قلعے کے تلے پڑی ہین میرنجف علی خان نے جھک کر دیکھا تو تینون کی لاشین پڑی پائین اسکو اتنا رنج ہوا کہ قلعے کے تلے کود گیا لیکن زندگی باقی تھی بچ گیا وہان دس پٹھان شمشیر برہنہ کھڑے تھے میرنجف علی خان اور اسکے رفقا نے سب کو قتل کر ڈالا پٹھانون نے جسوقت تینون بھائیون کو قتل کیا تھا تو سامنے سے راجہ اور اسکی سپاہ دیکھ رہی تھی کسی نے حمایت نہ کی میرنجف علی خان بھائیون کے ماتم مین بیٹھ گیا راجہ نے میدان خالی پاکر قلعہ مظفرخان گاردی کے حوالے کردیا یہ بات میرنجف علی خان کو نہایت ناگوار ہوئی اُسنے راجہ کے قتل کی فکر کی اور راجہ پر بلوا کھڑا کیا اور یہ بہانہ کیا کہ جن افغانون کو مین نے بھائیون کے قصاص مین مار ڈالا ہے اُنکے سوا جو باقی رہے ہین اُن کو راجہ میرے حوالے کردے شاہ نوازخان نے درمیان مین پڑ کر سمجھایا اس جھمیلے مین نواب صلابت جنگ کا کوچ تین دن تک موقوف رہا استمالت کے بعد کوچ ہوا۔

مظفرجنگ کی مان۔ بیوی اور بیٹے کی بیجاپور کو روانگی

مظفرجنگ کی مان خیرالنسا بیگم اور انکی بیوی سید شاہ بیگم اور ان کا بیٹا اس منزل سے جدا ہوے اور مظفرجنگ کی لاش لیکر بیجاپور کو روانہ ہوے بہت سا انبوہ اُنکے ساتھ ہوا ساٹھ ہاتھی اور عمدہ جواہر مظفرجنگ اور ناصرجنگ کے مال مین سے لیکر اور جو کچھ دوسرا سامان ہاتھ آیا وہ بھی سمیٹ کر فرانسیسون کی حمایت سے روانہ ہوگئے اور دوسرے بڑے بڑے آدمی بھی رخصت ہوے اسکو سب نے غنیمت جانا کوئی متعرض نہوا۔

مرہٹون سے معاملہ

مظفرجنگ کی عیال کی روانگی کے بعد نواب صلابت جنگ حیدرآباد کی طرف روانہ ہوے کہ اس وقت بالاجی راو پسر باجی راو اور راجہ ساہو کا لیپالک فتح سنگھ اور رگھوجی بھوسلہ تینون اسی ہزار سوار لیکر نواب کے لشکر سے دس کوس پر آکر اترے اور پیام دیا کہ تین سال سے ہمنے دکن کی حفاظت کی ہے اس مین ہمارا ایک کروڑ روپیہ خرچ ہوا ہے تین دن تک بحث رہی امرا اور فرانسیسون کی راے ہوئی کہ روپیہ دیدیا جاے اور صلح کرلی جاے

راجہ رگناتھ داس نے بالاجی کو سمجھا کر دو لاکھ روپے اسکو دیکر صلح کرلی بالاجی پونا کو چلا گیا اور صلابت جنگ حیدرآباد کو روانہ ہوے۔

سپاہ کی تنخواہ ہنگامہ آرائی کے بعد چکانا رگناتھ داس کے ہاتھ سے نواب کا نہایت مجبور ہوجانا

سپاہ کی تنخواہ بہت چڑھ گئی تھی ہر روز ہنگامہ ہوتا تھا راجہ رگناتھ داس حیدرآباد کا وعدہ کرتا تھا جب حیدرآباد کے نواح مین پہنچے تو خداداد خان دیوان اور صلابت جنگ کے بھائی میر اسمعیل نے کہ حیدرآباد کا ناظم تھا پانچ کوس کے فاصلے سے استقبال کیا سب آدمی شہر میں داخل ہوے قلعہ گولکنڈہ میں دو کروڑ روپے کے قریب نقد جمع تھے اور اسی قدر قیمت کا جواہرات موجود تھا نواب کے حکم سے راجہ رگناتھ داس نے خزانہ کھولکر سپاہ کی تنخواہ بے باق کردی اور سب کو راضی کرلیا اور فرانسیسوں کو انعام و اضافہ اور ہاتھی دیکر موافق کرلیا اور خاص اپنی ذات سے تین ہزار سوار نوکر رکھے اکثر اچھے اچھے جامہ داروں کو سرکاری نوکری سے جدا کرکے اضافہ دیکر اپنے رسالے میں رکھ لیا اور انکی تنخواہ کا روپیہ سرکاری خزانے سے دیتا تھا اور اکثر سرداروں جیسے میر مقتدا خان و حسین منور خان دکنی و واصل خان بنگش وغیرہ کو اپنا رفیق بناکر دوسروں کی بربادی کی فکر کرتا تھا ایک کو بڑھا کر دوسرے کو بگاڑتا تھا نواب صلابت جنگ کی یہ حالت کردی تھی کہ ایک ایک روپے کے لیے اسکے دست نگر ہوگئے تھے چنانچہ ایک دن نواب نے چاہا کہ اپنے ساتھ بھائیوں کو کھانا کھلائیں داروغہ باورچی خانہ کو حکم بھیجا کہ اس قدر کھانا زیادہ پکائے اسنے راجہ سے اجازت چاہی راجہ نے کہا کہ جیسے سابق سے پکتا ہے اسی قدر پکایا جائے نواب کو یہ حال معلوم ہوا تو راجہ کو اپنے ہاتھ سے رقعہ لکھا راجہ رقعہ پڑھ کر بولا معلوم ہوا کہ چیونٹی کے پر نکل آئے ہیں غلطی کی ہے جو رقعہ لکھا ہے جس قدر مقرر ہے اس سے زیادہ نہ پکے گا۔ نواب صاحب اس قدر سختی برداشت کرتے اور کوئی راجہ سے مقابلہ نہ کرتا کیونکہ فرانسیسی اور تلنگے اسکی مدد پر تھے دو سال تک یہی حال رہا نواب یہاں سے کوچ کرکے اورنگ آباد کو چلے گئے۔

سنہ ۱۱۶۴ ہجری میں بعض ممتاز لوگوں کی وفات

اس سال ماہ صفر مین حیدرآباد کا دیوان نقد علی خان جسکی عمر سو سال سے متجاوز ہوگئی تھی مرگیا اس کا بیٹا میر علی نقی جس کو مظفر جنگ نے دہلی جانے کا ارادہ کر دیا تھا۔ باپ کے بعد

نقد علی خان خطاب سے سرفراز ہوا نواب صلابت جنگ نے اسکو حیدرآباد کا دیوان کرد
سید شریف خان شجاعت جنگ بھی اسی سال ماہ شعبان مین فوت ہو گیا جو سید محمد قنوجی کی اولا
سے تھا اور نہایت بہادر آدمی تھا اسکے بیٹے صدر الدین خان کو باپ کا خطاب ملا مگر برار کی
صوبہ داری شجاعت جنگ کی جگہ سید لشکر خان نصیر جنگ کے حوالے ہوئی۔ اسی سال ماہ
ذیحجہ مین میر دوست علی خان کہ نواب صلابت جنگ کی مدد کے لیے ابوالخیر خان کے ہمراہ
پانسو سوار و پیادہ کے ساتھ برہانپور سے اورنگ آباد کو گیا تھا جبکہ انکو بالاجی سے جنگ
درپیش تھی مر گیا اسکے بیٹے میر نجف علی خان نے باپ کی لاش برہانپور بھیجدی وہان تارا مسجد
مین کہ اسکی بنائی ہوئی تھی دفن ہوا۔

برہان پور کی صوبہ داری کا واقعہ

صلابت جنگ کے بڑے بھائی فیروز جنگ کی نیابت برہانپور کی سند بادشاہ کی طرف سے
خواجم قلی خان کے نام آئی اُسنے فرمان کی پیشوائی کی اور صوبہ داری پر حکومت جمائی یہان پہلے
سے مظفر جنگ کی طرف سے ابوالخیر خان شمشیر بہادر اس کام پر مقرر تھے انھون نے تمام حال
نواب صلابت جنگ کو لکھا جو اس عرصے مین مظفر جنگ کے بعد مسند امارت پر بیٹھ گئے تھے اور
راجہ بہادر کو بھی تحریر کیا شہر مین عمل و دخل خواجم قلی خان کا تھا اور شہر کے باہر بالاجی کے کارندے
مالک تھے جب اس مضمون کے مراسلے ابوالخیر خان کے صلابت جنگ اور راجہ بہادر کو پہنچے
تو انھون نے اُن کو جھالردار پالکی اور اعظم جنگ خطاب دیکر سند صوبہ داری برہان پور کی
ارسال کی اور لکھا کہ تم حکومت وہان جما لو اور خواجم قلی خان سے حکومت نکال لو جب ابوالخیر خان
نے خواجم قلی خان کو لکھا تو اُسنے جواب دیا کہ مین بادشاہ کی طرف سے ناظم مقرر ہوا ہون جب
انھون نے شہر برہان پور کے نامی آدمیون اور اہلکارون سے مشورہ کیا تو سب نے بالاتفاق
کہا کہ نواب صلابت جنگ کا حکم جاری کرنا چاہیے خواجم قلی خان نے چاہا کہ دخل ندے اور
مانعت کی تیاری کی چند روز اسی طرح گذرے اور اصلاح کرنے والون نے سمجھایا لیکن کوئی
فائدہ مترتب نہوا اور شہر برہانپور کے میدان چوک مین خواجم قلی خان کا جھنڈا بلند تھا
میر محمد غیاث خان اس کا جھنڈا گرانے کے لیے اس سے چار چند فوج کے ساتھ ۱۹ جمادی الاولی
سنہ ۱۱۶۴ ہجری کو تیاری کرکے چوک کی طرف روانہ ہوا یہ خبر سنکر خواجم قلی خان نے اپنے
بیٹے نذر محمد خان اور داماد کو جس کا خطاب البرز خان تھا محمد ناصر بخشی کے ساتھ فوج دیکر مقابلے
کو بھیجا لیکن میر محمد غیاث خان نے پیش دستی کرکے خواجم قلی خان کا جھنڈا گرا کر ابوالخیر خان کا جھنڈا

کھڑا کر دیا جب یہ خبر خواجم قلی خان کو پہنچی تو اسنے اپنے سرداروں کو لڑائی کرنے کا حکم دیا اور جہاں جہاں
اور دلپت رائے کی حویلیون کو اپنا مورچہ بنایا اور بان و بندوقیں ماری شروع کرائیں چنانچہ اس
ہنگامے مین چوک کے چند تماشائی آدمی زخمی ہوئے اور مارے گئے اور میر غیاث نے
کمان بازار میں بیٹھ کر مورچہ قائم کیا اور چار گھڑی دن باقی رہے لڑائی شروع ہوئی اور میر کمال
کی حویلی پر جو پل کے قریب واقع ہے میر حیدر علی کے مورچے تھے گولیاں اور بان چلنے لگے
ابوالخیر خان کے دو بھانجے میر امجد و میر عزیز اور انکے دوسرے رشتہ دار اور عبدالنظر[1] بیگ خان
بخشی اور سید نورالدین خان کوتوال اور رسالہ دار لوگ تمام رات میدان چوک مین جامع مسجد
کے سامنے مورچے جماتے رہے خواجم قلی خان کے آدمیوں کے دلون مین بڑی تشویش
پیدا ہو گئی لیکن خود خواجم قلی خان کی بدستور ہمت قائم تھی۔ میر نعمان صاحب پسر
شاہ عبدالمنان و میر حیدر علی عرف میاں بدن و نرسنگھ راؤ و شیخ عبدالرحمن صلح کے لیے آمد و رفت
کرتے تھے اور بڑی کوشش مین تھے آخر کار طرفین صلح کی طرف مائل ہوئے اور صلح اسپر قرار
پائی کہ بارہ ہزار روپیہ بابت تنخواہ سپاہ کے ابوالخیر خان دیدیں تو صوبہ داری اُنکے حوالے
کر دی جائے گی پھر دن چڑھے فتنہ خاموش ہوا اور لڑائی بند ہو گئی اور خود بخود وہاں کے
افسرون نے امام جنگ شمشیر بہادر سے رجوع کی پھر دوبارہ نواب صلابت جنگ کی طرف
سے حکم ابوالخیر خان کے پاس آیا کہ پانچ چھ ہزار سوار نوکر رکھ لین اور تمام تنخواہ برہانپور کے
خزانے سے دلوا دیں انھون نے سپاہ کی بھرتی شروع کی اور بہت سے لوگ معاش کو پہنچ گئے
اور جن منصبدارون کی جائدادین مرہٹون نے ضبط کر لی تھیں اُنکے لیے خوب مدد خرچ جاری
ہو گیا اور ہر روز خود ابوالخیر خان سوارون کا ملاحظہ کرتے تھے پچاس روپے کا مال ایکسو میں
بلکہ ایک سو تیس روپے کو بکنے لگا اور مالوے کے گھوڑے سوداگر برہانپور کو لاتے اور بکنے کا
بازار جو کچھ عرصے سے کاسد ہو رہا تھا پھر گرم ہو گیا اور چوک گھوڑوں سے بھرا رہتا تھا نواب نے
خواجم قلی خان کو اپنے پاس بلا لیا۔ اور راجہ رگھناتھ۔ اس نے نظر بیگ خان کو خط لکھکر اپنے
پاس اورنگ آباد مین بلا لیا وہ ۱۴ رمضان سنہ ۱۱۶۴ ہجری کو روانہ ہوا اور ۱۵ رمضان کو
خواجم قلی خان اورنگ آباد کی طرف گیا نظر بیگ خان کو پھر سائر کا بخشی بنا دیا گیا اور جسقدر
اسکے رشتہ دار ساتھ گئے تھے ہر ایک کو منصب اور خطاب ملا میر مہدی خان اور دوسرے
بھائی قاضی دائم کے جو معتوب تھے انکو قید کر کے راجہ رگھناتھ اس کے پاس لے گئے
یہ لوگ یہاں سے بھاگ کر جا چھپے گئے اسوقت بالاجی گم عادل آباد کی طرف حملہ آور ہوا

[1] بعض اخبار میں عبدالنظر بیگ خان کی جگہ نذر بیگ خان بھی لکھا ہے ۱۲

جب میر غیاث اور دوسرے رسالہ دار اسکے مقابلے کو گئے تو بھاگ گیا۔
ماہ شوال سنہ ۱۱۶۶ ہجری مین پانچ لاکھ روپے کے قریب خزانہ مقام جھانسی مقبوضۂ رانوجی
سیندھیا سے اُسکے پاس جارہا تھا شہر برہانپور کے قریب پہنچا تو ابوالخیر خان نے اسے لٹوا لیا
لیکن بعد اسکے کارپردازان لشکر نواب سے نے واپس کرادیا۔

بالاجی سے جنگ

راجہ رگناتھ داس بالاجی سے عداوت رکھتا تھا اور ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ نو لاکھ روپے جو
بالاجی نے نواب صلابت جنگ کی سرکار سے لیے ہین ہر لاکھ کی جگہ دس دس لاکھ
لون گا یہ خبر بالاجی کو پہنچی تو وہ بہت ناراض ہوا اور رگناتھ داس کو کہلا بھیجا کہ اگر تم ایسا کہتے
رہتے ہو تم ایسا کیون مدہوش ہوگئے ہو راجہ نے یہ بات سنی تو آشفتہ ہوا اور سپاہ جمع کرنے لگا
اور ابوالخیر خان امام جنگ کو بلایا انھون نے اپنی روانگی سے پہلے میر غیاث اور سید عزالدین
پسر سید نورالدین کو خزانے کے لانے اور استمزاج مطلب کے لیے بھیجا اور خود سلخ شوال کو دریاے
پتی سے عبور کرکے شدت بارش مین اورنگ آباد کو روانہ ہوے راستے مین فالج کا عارضہ ہوگیا
۲۲ ذیقعدہ سنہ ۱۱۶۶ ہجری کو باوجود مرض کے نواب صلابت جنگ کے پاس پہنچے اور یہان
یہ مشورہ قرار پایا کہ بالاجی سے لڑنا چاہیے چنانچہ عید قربان کے بعد ۱۱ ذی الحجہ سنہ ۱۱۶۶ ہجری کو نواب
شہر سے باہر خیمے مین داخل ہوے اور ابوالخیر خان امام جنگ کو سب لشکر سے آگے اور رکن الدولہ
سید لشکر خان نصیر جنگ کو عقب لشکر مین مقرر کیا اور یہان فوج اور توپخانے کے اجتماع کے لیے
چند مقام ہوے اور احمد نگر کی راہ سے محی آباد پونا کا قصد کیا اور یہان بھیرو بنگاہ کو چھوڑ کر
ضروری اسباب اور آدمیون کے ساتھ آگے بڑھے بالاجی پچاس ہزار سوار لیکر مقابل ہوا
۱۲ محرم سنہ ۱۱۶۷ ہجری کو بالاجی اور نواب صلابت جنگ مین لڑائی شروع ہوئی بالاجی کے
ہراول مین اُس کا چچازاد بھائی سدھوجی تھا۔ اور نواب صلابت جنگ کے ہراول مین
ابوالخیر خان تھے جن کی مدد کو فرانسیسی اور تلنگے مقرر ہوے ابوالخیر خان باوجودیکہ مفلوج تھے
لیکن انھون نے فن سپہ گری خوب دکھایا آخرکار مرہٹے پسپا ہوے دوسرے روز کہی کی فتح
کے لیے ابوالخیر خان مامور ہوے انھون نے اپنے بھانجے امجد خان و عزیز اللہ خان کو مع
رفقاے جان نثار کے رخصت کیا بالاجی نے بھی انکے مقابلے کو آدمی بھیجے بہت سے مرہٹے
مارے گئے اور انکو شکست ہوئی محمد امجد خان کے بھی بہت سے ساتھی کام آئے۔ نواب
کے لشکر نے لڑتے بھڑتے مرہٹون کو پونا کے قریب پہنچا دیا اور جو آبادی دشمنون کی راستے مین ملتی

اسے جلا دیتے۔ فرانسیسیوں نے ان لڑائیوں میں مرہٹوں کو بہت زبوں کیا۔ ۱۴ محرم ۱۱۶۵ ہجری کی شب کو پورا چاند گرہن ہوا تھا فرانسیسیوں نے مرہٹوں پر شب خون مارکر ان کا قلع وقمع کردیا بالاجی جو گنگا کے کنارے پوجا میں بیٹھا ہوا تھا سر و پا برہنہ گھوڑے پر بیٹھ کر بھاگ نکلا جس قدر سونے کے برتن پوجا کے مقام پر جمع تھے سب مسلمانوں نے لوٹ لیے نواب صلابت جنگ کی سپاہ اسی طرح لڑتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی اور مرہٹوں کے علاقے کو برباد کرتی دو تین کوس آگے بڑھ جاتی تھی روز چہارشنبہ ۱۹ محرم کو بالاجی نے اپنی افواج متفرق کو جمع کرکے ہیئت مجموعی کے ساتھ لشکر اسلام پر کوچ کے وقت حملہ کیا راجہ رگھناتھ داس نے لطف بیگ خان بخشی سائر کو فوج سائر کے ساتھ و میر نعمان خان و میر مقتدا خان و فتح خان و واسع خان رسالہ داروں کو اُن کے رسالوں کے ساتھ مقابلے کو بھیجا لطف بیگ خان نے ایسی لڑائی کی کہ مرہٹے بھاگ نکلے ان لوگوں نے تعاقب کیا اور بڑے لشکر سے دور ہو گئے مرہٹوں نے لوٹ کر جوش جنگ کی نواب صلابت جنگ اور راجہ کی طرف سے مدد پہنچی نہیں لطف بیگ خان نے دو گولیوں کا زخم اور ایک تلوار کا زخم کھایا ہاتھ پر جو گولی لگی اُسکے صدمے سے ساعد کے قریب کی ہڈی ریزہ ریزہ ہو گئی تھی اور عجیب حالت پیدا ہو گئی تھی اور میر نعمان خان زخمی ہو کر خیمے میں پہنچکر مر گیا اور مقتدا خان زخمی ہو کر لشکر میں واپس آیا اور فتح خان اور واسع خان رسالہ دار مارے گئے اور لطف بیگ خان کا ماموں مغل بیگ خان زخمی ہو کر چند روز کے بعد مر گیا اور نصیر الدین خان وخیر الدین خان اور مغل بیگ خان کا بیٹا اور دوسرے سردار مارے گئے اور بالاجی کی طرف دس اور تقویٰ میں عمدہ جامہ دار اور بہت سے سوار کام آئے اس دن عجیب تہلکہ واقع ہوا۔ بعضے منافق مسلمان جو بالاجی سے ملے ہوئے تھے صلح کی شہرت دیکر تھوڑے دنوں دفع الوقتی کرتے رہے بعد اسکے نواب کی فوج پونا سے چھ کوس پر جا پہنچی اور چاہا کہ پونا میں گھس جائے مرہٹوں نے یہ قرار دیا کہ بالاجی خود جاکر نواب سے ملے اور صلح کیلے اس طرح سید لشکر خان سپہ سالار جنگ روز مرہٹوں کے پاس آتے جاتے تھے اس اثنا میں غلے اور چارے دانے کی نواب کے لشکر میں بہت کمی ہو گئی آدمی اور گھوڑے فاقے مرنے لگے اس حد تک بھوک اور تکلیف نواب کے لشکر میں پیدا ہو گئی کہ بیان کرنا مشکل ہے جب یہ حال مرہٹوں کو معلوم ہوا تو ریاء وشانے لگے اگرچہ فرانسیسی اور تلنگے آتش باری کرتے تھے مگر مرہٹے بھی ماں کے لوگ تھے آخر یہ قرار پایا کہ پونا سے احمد نگر کو لوٹ چلیں اور وہاں سے رسد حاصل کرکے پھر لوٹیں باوجود ان مصیبتوں کے مسلمان خوب لڑتے رہے اور پونا سے دس کوس پر قسطنطلی کا ایک ملک پہنچکر اسے لوٹ لیا یہ مرہٹوں کی عمدہ بستی تھی یہاں سے تھوڑی سی رسد اور غلہ ملا پھر

احمد نگر کو واپس ہوے ایسی حالت مین مرہٹون نے چارون طرف سے حملے شروع کردیے آخر کار لڑتے بھڑتے احمد نگر مین داخل ہوے اور یہان فالتو سامان اور بہیر کو چھوڑا اور یہان کی جو سپاہ مرہٹون کے خوف سے لشکر مین نہ پہنچ سکی تھی اسے ساتھ لیکر اور بنجارون کو ہمراہ لیکر سنگمنیر کی طرف چلے راستے مین بلند پہاڑ اور دشوار گذار ٹیلے کہ ان مین تھے بہت سختی سے طے کیے پھر صلح کی بات چیت شروع ہوئی اور قرار ومدار مقرر ہوکر کارروائی بند ہوگئی بعد اسکے پھر صلح کی کارروائی شروع ہوئی راجہ رگناتھ داس اور سدھوجی لشکر کے باہر باہم ملے اور قول وقرار ہوا لیکن پھر صلح برہم ہوگئی یہان تک کہ سنگم نیر پر بڑی بھاری لڑائی ہوئی ابو الخیر خان نے خوب کام کیا اُن کا بھائی میر احمد گولی سے زخمی ہوا اور دوسرے بہت سے آدمی زخمی ہوے حالانکہ اسوقت سید لشکر خان بالاجی کے کیمپ مین صلح کی بات چیت کے لیے موجود تھے جب ابو الخیر خان اور میر غیاث نے مرہٹون کو پوری شکست دیدی تو دوسرے روز مساویانہ صلح ہوگئی نواب کی سپاہ احمد نگر مین لوٹ آئی اور بالاجی اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

ابو الخیر خان کی سپاہ کی تنخواہ بہت چڑھ گئی تھی اور تنخواہ کے لیے سپاہی شورش کرتے تھے اسکی اصلاح ہوگئی۔ نواب صلابت جنگ اور راجہ رگناتھ داس نے مونگی پٹن سے سید لشکر خان کو اورنگ آباد کو بھیجدیا۔ ۲۳ ربیع الاول ۱۱۶۵ ہجری کو ابو الخیر خان کو برہانپور کو چلے جانے کی اجازت ہوئی ان مین اور راجہ رگناتھ داس مین کچھ بدمزگی پیدا ہوگئی مورو پنڈت جو ناصر جنگ کے عہد مین بشنداس کے خطاب سے مخاطب ہوا تھا اور صلابت جنگ اور راجہ رگناتھ داس کے حکم سے ماہ محرم ۱۱۶۵ ہجری سے بہادر دل داماد عبد المظفر بیگ خان مخاطب بہ دلاور دل خان کے مکان مین قید تھا دوشنبہ ۱۳ ربیع الاول سنہ مذکور کو نواب صاحب نے راجہ رگناتھ داس کی کوشش سے گلا گھٹوا کر مروادیا۔

نواب نے شب جمعہ ۲۳ ربیع الثانی کو خواجم قلی خان کو **ذو الفقار الدولہ قائم جنگ** خطاب دیا اور برہانپور سے ابو الخیر خان کو معزول کرکے وہان کا ناظم اسے کردیا اور خلعت وغیرہ دیکر رخصت کیا وہ روز جمعرات ۶ جمادی الاولی کو برہان پور مین پہنچا اور تمام اہلکارون نے دریاے تپتی تک استقبال کیا اور بگلانہ کی صوبہ داری ابو الخیر خان پر بحال رکھی اور قطب الدولہ محمد انور خان ۲ جمادی الاولی کو برہانپور کی طرف رخصت کیا گیا اور وہ ۱۹ ماہ مذکور کو برہانپور مین داخل ہوگیا۔

اس عرصے مین ابو الخیر خان پر سپاہ کی تنخواہ کا شدید تقاضا ہوا اور سپاہ نے سخت شورش کی جسکی کوئی انتہا باقی نرہی آخر کار تھوڑا سا اسباب سپاہ کی تنخواہ مین دیکر اس سے نجات ملی

احمد میر خاں کو صلابت جنگ نے **میر علی اکبر خان** خطاب دیا۔

راجہ رگناتھ داس کا مارا جانا

نواب صلابت جنگ نے مقام پٹن سے رگھو بھوسلہ مرہٹے کو جسے ساتھ لائے تھے برار کو رخصت کر دیا اور خود ملک گیری کے لیے بھالکی اور چٹ کوپہ وغیرہ کی طرف گئے بھالکی کے پاس مقام ہوا راجہ رگناتھ داس نے یہ چاہا کہ قصبۂ بھالکی وغیرہ محالات راجہ رام چندر کو سرکار میں داخل کر لے اس کام کی تکمیل کے لیے واصل خاں بیک چشمی کو دوسرے سرداروں کے ساتھ بھالکی و بھاتکرہ وغیرہ محالات راجہ رام چندر کی طرف بھیجا خاں مذکور حکم کے مطابق بھالکی کے پاس اترا رام چندر کی ماں تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ بھالکی میں موجود تھی اور رامچندر سات ہزار سواروں کے ساتھ یہاں سے دس کوس پر مقیم تھا اسنے کہلایا کہ میں باپ دادا کے عہد سے خاندان آصفیہ کا مطیع و منقاد ہوں مجھ سے کیا قصور سرزد ہوا ہے کہ ملک موروثی میرا ضبط کیا جاتا ہے رگناتھ داس نے نواب صلابت جنگ کی طرف سے جواب لکھا کہ تمہارے باپ نے کبھی سرکاری نوکری و جانفشانی میں قصور نہیں کیا تھا اور اسکے برعکس تم قصور کرتے چنانچہ بالاجی کی لڑائی میں حاضر ہوئے اسنے معذرت کی اور جواب میں لکھا کہ کرناٹک کی مہم کے موقع پر جو میں ہمرکاب تھا اس موقع پر میرا بہت نقصان ہوا تیس لاکھ روپے کا خسارہ اٹھایا ہے گھوڑے اور اسباب بے کار ہو گیا سامان کی تیاری میں مشغول ہوں اس لیے نہ پہنچ سکا مدارالمہام نے جواب دیا کہ تمہارا قدیمی علاقہ تم پر بحال ہے اور جو پرگنے نواب ناصر جنگ کے بعد تمہیں ملے ہیں وہ چھوڑ کر سرکاری عاملوں کے سپرد کر دو اسنے جواب بھیجا کہ اگر قصور معاف کیا گیا ہے تو تمام علاقہ بحال رہے غلام ہوں ورنہ سب کو ضبط کر لیجئے دوسری جگہ جاکر نوکری کر لوں گا اس ردوبدل اور سوال و جواب میں ۱۵ دن گذر گئے رامچندر نواب کے لشکر سے چھ کوس کے فاصلے پر پڑا ہوا تھا۔ حسام الدین خاں قلعدار اودگیر نے عرض کیا کہ پرگنۂ مرغ وغیرہ مسوط مقام رام چندر کے اودگیر کے پاس واقع ہیں اگر تھوڑی سی فوج میرے ہمراہ کر دی جائے تو جلد ضبط کر لوں گا راجہ رگناتھ داس نے ہزار سوار حسام الدین خاں کے ہمراہ کیے ابھی رام چندر نہ بھیجا تھا کہ قلعہ مرغ فتح ہو گیا۔

اس عرصے میں راجہ رگھناتھ داس کی سپاہ نے اسے پیام دیا کہ پانچ لاکھ روپیہ ہماری تنخواہ کا چڑھ گیا ہے ہم پر فاقے گذرتے ہیں ہماری تنخواہ دیدی جائے راجہ نے انکو جواب دیا کہ حساب دیکھا گیا تو تمہارے صرف دو لاکھ روپے نکلتے ہیں پانچ لاکھ روپیہ غلط ہے

چلے تو ان سے جنگ کرنے کو نواب صلابت جنگ نے سپاہ کی فراہمی کی تو کرنول کے پٹھانون کو بھی لشکر مین شامل کرنے کے لیے اُن سے صلح کر لینے کی امرا نے نواب کو رائے دی اور یہ مشورہ دیا کہ کرنول اُن کو دیکر بلالیا جاے اور لشکر کے ہراول مین مقرر کیا جاے چنانچہ نواب نے نعمت اللہ خان وغیرہ کو اس مضمون کا حکم لکھا کہ پٹھانون کو ہماری عنایات کا امیدوار کرکے اپنے ہمراہ لے آؤ اور قلعہ کرنول ان کو دیدو۔ نعمت اللہ خان انکو ساتھ لیکر نواب صلابت جنگ کے پاس آیا اور مظفرخان گاردی کی جگہ قلعہ کرنول کی سند منور خان پٹھان کو دیدی گئی۔

مدارالمہامی کا عہدہ

شاہ نواز خان اور سید لشکر خان نصیر جنگ نواب کے بلانے پر اورنگ آباد سے روانہ ہوے اور نواب صلابت جنگ حیدرآباد مین داخل ہو گئے شہر کے آدمیون اور اہل لشکر نے نذر ونیاز ادا کی اور صلابت جنگ باپ کی حویلی مین اترے جب شاہ نواز خان اور سید لشکر خان شہر حیدرآباد کے قریب جنواڑہ مین پہنچے تو صلابت جنگ نے امرا کو استقبال کے لیے بھیجا وہ دو ہزار سوار اور دوسرے خدم وحشم کے ساتھ شہر مین آکر نواب سے ملے نواب نے دونون کو خلعت دیے دو روز کے بعد **وکالت مطلق** کا خلعت **سید لشکر خان** کو مرحمت ہوا لیکن راجہ رگناتھ داس کی طرح ان سے انتظام کما حقہ نہو سکتا تھا جہان تک ممکن تھا کام چلانے لگے اپنی طرف سے الہ یار بیگ قلماق کو بہادر دل خان خطاب دلواکر اپنا نائب بناکر حکم دیا کہ ہمیشہ نواب کے دربار مین رہے تاکہ کوئی انکے خلاف نواب سے کچھ کہہ نہ سکے تمام امرا و سردار ان کی طرف رجوع کرنے لگے۔ مآثر الامرا مین لکھا ہے کہ ان کا نام **میر اسماعیل** ہے۔ سنہ ۱۱۳۲ ہجری مین میر عالم علی خان کے ساتھ نظام الملک آصف جاہ اول کی جنگ ہوئی تو یہ اُس لڑائی مین شریک تھے اور بڑی دلاوری سے لڑے اس موقع پر نظام الملک نے **سید لشکر خان** خطاب دیا اور چند روز تک راجبندری کا انتظام انکے سپرد رہا کئی بار دربار دہلی اور دکن مین آئے گئے آخر کار نظام الملک کے ساتھ سنہ ۱۱۵۲ ہجری مین دکن مین چلے آئے اور اورنگ آباد کے ناظم نصیر الدولہ کی وفات کے بعد اسکی جگہ مقرر ہوے اور چارہزاری ذات و دوہزار سوار کا منصب اور بہادر کا خطاب اور علم و نقارہ پایا۔ ناصر جنگ کے عہد مین **نصیر جنگ** خطاب ملا اور پانڈیچری کی لڑائی مین شریک تھے پھر اورنگ آباد بھیجے گئے وہان سے صلابت جنگ کے پاس آئے جنھون نے چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کا منصب اور **رکن الدولہ** خطاب اور وکالت مطلقہ کا عہدہ عطا کیا۔

سید لشکر خان کا فرانسیسون کے ہاتھ سے خفت اُٹھانا

سید لشکر خان نے فرانسیسوں سے مخالفت شروع کر دی۔ بوسی بیمار ہو کر تبدیل آب و ہوا کے لیے مسلی پٹم چلا گیا لشکر خان نے اسکی غیر حاضری سے فائدہ اُٹھا کر فرانسیسون کے نکالنے کی کوششیں شروع کر دیں پہلے یہ تجویز پیش کی کہ فرانسیسوں کی تنخواہ بقایا میں پڑی ہوئی ہے مالیہ بھی واجب الوصول ہے بہتر ہے کہ فرانسیسی مالیہ وصول کریں اور اس میں سے اپنا حق رکھ کر باقی خزانہ سرکاری میں داخل کریں فرانسیسوں نے تحصیل کا کام اپنے ذمے لے لیا اسکے بعد لشکر خان نے نواب صلابت جنگ کو اورنگ آباد چلنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ بہت تھوڑی فرانسیسی سپاہ ساتھ لیں بقیہ سپاہ کی تنخواہیں نہ دینے کے متعلق ہدایات دی گئیں بوسی کو یہ اطلاعات پہنچیں تو وہ علالت کے باوجود بجلی کی رفتار سے حیدرآباد آیا اور سپاہ لیکر اورنگ آباد پہنچا جب فرانسیسی سپاہ اورنگ آباد کے قریب پہنچی تو سید لشکر خان کو اپنی کارروائیوں کا انجام نظر آیا۔ آخر کار گفت و شنید صلح شروع ہوئی اور صلح کر لی گئی۔ لشکر خان نے دوسرے روز بلکہ خود صلابت جنگ نے اپنی پوزیشن سے نیچے اُتر کر بوسی کا استقبال کیا بوسی نے محکم وعدہ کیا کہ میں ہمیشہ لشکر خان کا معاون و مددگار رہوں گا بوسی کو روپیہ دیا گیا۔

امیر الامرا غازی الدین خان فیروز جنگ پسر کلان آصف جاہ اول کا بادشاہ سے دکن کی صوبہ داری کی سند لیکر مرہٹون کے سہارے پر آنا

یکایک خبر پہنچی کہ امیر الامرا فیروز جنگ میر پناہ بن نظام الملک آصف جاہ احمد شاہ بادشاہ دہلی کے حضور سے خلعت صوبہ داری دکن کا پہن کر دکن کو عازم ہیں۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ صفدر جنگ وزیر احمد شاہ فرخ آباد اور روہیلکھنڈ کے پٹھانوں کو مغلوب کرنے کے لیے ملہار راؤ ہلکر اور جے آپا سیدھیا کو اپنی مدد کے لیے ملا کر اُن سے لڑے تھے اور مرہٹون کو بہت سا روپیہ اس مدد کے بدلے میں دینے کا وعدہ کیا تھا جب پٹھانون اور صفدر جنگ میں صلح ہو گئی تو اس عرصے میں احمد شاہ ابدالی کے حملہ ہندوستان کی خبر مشہور ہوئی امرائے حضور نے صفدر جنگ کو جو اپنے صوبۂ اودھ میں تھے لکھا کہ وہ مرہٹوں کی فوج کو ساتھ لیکر براہ اٹاوہ دلی کی طرف روانہ ہوئے مگر ابھی دلی پہنچے نہ تھے کہ احمد شاہ ابدالی پنجاب پر پورا قابض ہو گیا اور اپنے ایک ایلچی اس غرض سے روانہ کیا کہ اس

صوبے کو بادشاہ ہندوستان سے باضابطہ حاصل کرے احمد شاہ ابدالی کی درخواست اُس نقصان کے خوف سے فی الفور منظور ہو گئی جسکو نادر شاہ کے ہاتھون سے اُٹھایا اور جس کی یاد ابتک باقی تھی اور جب کہ صفدر جنگ مرہٹون کو لیکر ماہ رجب ۱۱۶۵ھ ہجری مین دلی پہنچے تو اُنھون نے پنجاب کی تفویض کے انتظام کو کامل پایا اور اسکو بادشاہ کی بے عزتی کا باعث بتایا کثرت بے دماغی سے شہر مین نہ گھسے اور دربار مین کہلابھیجا کہ ہم ہلکر کو بموجب حکم کے بہت سے روپیے کے وعدے پر ہمراہ لائے ہین اب اس کا تقاضا ہے۔

امیر الامرا نواب غازی الدین خان اپنے بھائی ناصر جنگ کے ۷ محرم ۱۱۶۴ھ ہجری کو مارے جانے کی وجہ سے صوبۂ دکن کی خدمت و سند کے مستدعی تھے اور امراے دربار بدون پیش کش کے منظور نہ کرتے تھے اب اس وقت مین انھون نے موقع پاکر بادشاہ و امرا سے عرض کیا کہ اگر بلا پیش کش دکن کی صوبہ داری بندے کو عنایت ہو تو جس طرح ہو سکے گا ہلکر کو راضی کر لون گا بادشاہ و امرا نے بڑی خوشی سے قبول کیا اور صوبہ داری دکن کی سند لکھدی اور نظام الملک خطاب دیا غازی الدین خان فیروز جنگ اپنے بیٹے شہاب الدین خان کو (جو عماد الملک کے خطاب سے مشہور ہوا اور جس نے انجام کار احمد شاہ بن محمد شاہ کو اندھا کیا اور عالمگیر ثانی کو قتل کرایا اور اس وقت عمر اسکی سولہ برس کی تھی) لیکر صفدر جنگ کے پاس آئے اور اسکو اُنکے سپرد کرکے ۱۱۶۵ھ ہجری مین دکن کو چلے گئے اور ہلکر کو ساتھ لے گئے اور تینون بھائیون (یعنے میر نظام علی خان و میر محمد شریف خان و میر مغل علی خان) کے نام خطوط ارسال کیے اور ہر ایک کے لیے ایک خدمت و حکومت کی سند بھیجی اور سند فوجداری برہان پور کی مع فرمان بادشاہی کے خواجم قلی خان کے نام روانہ کی محمد ابو الخیر خان شمشیر بہادر نے نواب صلابت جنگ کو اس امر کی اطلاع دی جلسا کہ اوپر مذکور ہوا امیر الامرا فیروز جنگ عین شدت بارش مین دہلی سے چلے راستے مین کیچڑ اور پانی کو عبور کرتے ہوے برہانپور کے نواح مین آئے تمام توپخانہ رستے مین خراب ہو گیا گاڑیان ٹوٹ پھوٹ گئین۔ جب فیروز جنگ کی آمد کی خبر صلابت جنگ کو پہنچی تمام امرا متفکر ہو گئے اور لڑائی کی صلاح دینے لگے۔ سب نے یہ چاہا کہ حیدرآباد کی نظامت شاہ نواز خان کو دیجاے اور دوسرے تمام سردار ساتھ رہین موشیر بوسی نے بھی جسکے ساتھ دو ہزار فرانسیسی اور بارہ ہزار تلنگے اور دو ہزار سوار جرار تھے یہی رائے دی

سلہ راحت افزا مین لکھا ہے کہ جسوقت احمد شاہ کو پکڑ کر اندھا کیا ہے تو مرہٹون نے بادشاہی محلات مین ایسی دست درازی کی کہ بیان کرنے سے ملال خاطر پیدا ہوتا ہے اگر شہر کے سوز و گداز کا حال لکھا جاے تو کاغذ مین آگ پیدا ہو جائے ۱۲

کہ لڑنا چاہیے اور دریاے نربدا پر پہنچکر جنگ کی جاے نواب نے وکیل مطلق سے پوچھا تو
انھون نے کہا کہ اپنا رفیق مالاجی راو کو بنانا چاہیے اور حیدرآباد مین شاہ نواز خان کو چھوڑ دینا
چاہیے جب شاہ نواز خان کو یہ پیام دیا تو انھون نے انکار کیا یہان تک کہ نواب صلابت جنگ
خود انکے مکان پر سمجھانے کو گئے مگر وہ حیدرآباد کی نظامت قبول کرنے پر آمادہ ہوے تو
سید لشکر خان نے میر یوسف علی خان کو بلا کر کہا کہ تم انکے دوست ہو انکو جاکر سمجھاؤ خان مذکور نے
کہا کہ اس شرط سے یہ کام کرنے کو تیار ہون کہ قلعہ آسیر کی قلعداری نواب صلابت جنگ سے
مجھے دلا دیجیے انھون نے قبول کیا۔ میر یوسف علی خان نے شاہ نواز خان کے پاس جاکر انکو اس امر پر
آمادہ کیا یہان تک کہ انھون نے حیدرآباد کی صوبہ داری و نظامت منظور کر لی جب میر
یوسف علی خان نے آکر سید لشکر خان سے کہا تو وہ خوش ہوگئے اور خود جاکر انکو اپنے ساتھ لیجاکر
خلعت دلوایا انھون نے پانچہزار سوار اور پانچہزار پیادے نوکر رکھ کر استقلال کے ساتھ کام
کرنا شروع کیا سید لشکر خان نے اقرار کے موجب قلعہ آسیر کی حکومت میر یوسف علی خان کو
دلادی۔ نواب صلابت جنگ نے میر یوسف علی خان کو خلوت میں بلا کر تنہائی مین قلعے کی
سند عطا کرکے فرمایا کہ غازی الدین خان اگرچہ ہمارے بڑے بھائی ہین لیکن ملک لینے کو آتے
ہیں ایسی کوشش کرنی چاہیے کہ جب وہ برہانپور مین پہنچین تو قلعہ آسیر انکے ہاتھ نہ آے اور
قلعے کو مستحکم کر لیجو اور جسقدر سپاہ کی تمھیں ضرورت ہوگی بھیجی جاے گی اور اعزاز کے ساتھ رخصت
کر دیا میر یوسف علی خان آسیر کے قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ اس عرصے میں فیروز جنگ کے نزدیک
پہنچنے کی خبر آئی تو صلابت جنگ کے تمام لشکر مین تزلزل پیدا ہوگیا اکثر امرا اچھی طور پر انکو
عرضیان بھیجنے لگے۔ سید لشکر خان بہت متفکر ہوے اور نواب صلابت جنگ سے عرض کیا
کہ مالاجی راو کی استمالت بغیر میرے جانے ہوگی مین جاکر اسے سمجھا کر حضرت کی رفاقت پر
آمادہ کرتا ہون ہلکر اس کا نوکر ہے اور فیروز جنگ کے پاس فوج زیادہ نہین ہے انھون نے
ہلکر پر اعتماد کرکے ادھر آنے کی جرات کی ہے ترکیب سے ہلکر کو وہان سے جدا کرونگا ظاہر مین
ایسا کہا اور باطن مین ایسا خیال تھا کہ اگر کام چل گیا تو ہو المقصود ورنہ چند روز جدا رہکر بالاجی
اور جانوجی کی حمایت سے کوئی عمدہ صورت نکل آے گی قوی جنگ پسر ترکتاز خان کو اپنا نائب
بنا کر نواب سے رخصت ہوے قوی جنگ نے تمام سردارون کو بلا کر باہم قسم کے ساتھ عہد و پیمان
کیا اور اسے شاہ نواز خان سے کہا کہ ہم سب چھوٹے ہیں اور آپ بزرگ ہیں جبتک آپ دلدہی نہ
کرینگے یہ مہم انجام کو نہ پہنچے گی شاہ نواز خان نے کہا کہ کون ایسا شخص ہے جو آقا کی بہتری نہ
چاہتا ہو جو جمعیت میرے ساتھ ہے وہ حاضر ہے۔ نواب صلابت جنگ مکرر انکے مکان پر

گئے اور ان سے کہا کہ آپ میرے چچا کی طرح ہین سید لشکر خان نصیر جنگ اس وقت کنارہ کش ہوگئے ہین اور یہان کوئی ایسا آدمی نہین ہے جو جہان دیدہ اور تجربہ کار ہو اور اس مہم کو اپنے ہاتھ مین لے یہ سنکر شاہ نواز خان نے بہت دلدہی و دلداری نواب کی کی اور کہا کہ انشاءاللہ یہ مہم حسب دلخواہ انجام کو پہنچے گی بعد اسکے شاہ نواز خان مشیر بوسی کے مکان پر گئے اور اس کی خاطرداری کرکے اپنا رفیق بنایا اور اسکو اپنا بیٹا کہا اور اسنے ان کو اپنا باپ قرار دیا اور بوسی نے قسم کھائی کہ کوشش کرکے اس مہم کو سرانجام کرادون گا دونون نواب کے دربار مین آئے اور انکی دلجمعی کرکے کوچ کی تاریخ مقرر کی اور توپخانہ اور دوسرے سامان جنگ کی تیاری مین بیحد کوشش کی اور پیش خانہ شہر سے روانہ ہوا امرا نے بھی اپنے خیمے باہر بھیجے لشکر بخوبی آراستہ ہوا جب نواب صلابت جنگ داخل خیمہ ہوے تو شاہ نواز خان اور موشیر بوسی بھی خیمون مین آگئے اور فوج کو ترتیب دینے لگے جب سید لشکر خان نصیر جنگ وہان سے کوچ کرکے قلعہ پرینڈہ کی طرف جو جانوجی بنالکر کے ملک سے نزدیک تھا پہنچے تو یہان سے بالاجی راؤ کو خطوط لکھے اور اعانت کی استدعا کی اسنے اپنی عادت کے موافق مکر و حیلہ سے کام لیا اور جواب بھیجا کہ مین تمھارا رفیق ہون اور ادھر بالاجی راؤ نے غازی الدین خان کو لکھا کہ تم خاطرجمعی سے ادھر چلے آؤ ہلکر مع جے آپا سیندھیا کے غازی الدین خان کے ساتھ تھا اُسکو بالاجی نے تاکید سے لکھا کہ غازی الدین خان کی دلجمعی کرکے جلد لے آوے وہ کوچ بکوچ چل کر دریاے نربدا کے پاس پہنچے اور سید لشکر خان نے قلعہ پرینڈہ پر قبضہ کرلیا اور خود قلعہ کرملہ مین جانوجی بنالکر کی حمایت مین جو بالاجی راؤ سے موافقت رکھتا تھا پناہ گزین ہوے اور مقام کو مضبوط کرکے عمدہ فوج ساتھ رکھ لی اور نواب کے لشکر اور دوسری باتون سے بے فکر ہوگئے اور ظاہرداری کے لیے نواب کو لکھا کہ مین حضور کی فکر و تدبیر مین ہون انشاءاللہ آج کل مین بالاجی راؤ کو لاتا ہون اور اسکو حضور کا رفیق بناتا ہون اور وہ دل سے ساعی ہے میرے آنے سے یہ کام عمدہ طور پر صورت پذیر ہوگیا۔ میر شمس الدین خان بخشی سوار و پیادہ کی جمعیت اور ایک ہاتھی لیکر سید لشکر خان کی فوج سے جدا ہوکر اپنی جاگیر کے بہانے سے روانہ ہوکر نواب غازی الدین خان کی طرف چلا گیا بعض کا گمان یہ ہے کہ وہ سید لشکر خان کے کہنے سے اُدھر روانہ ہوا۔

نواب صلابت جنگ کے آدمیون کی سازش سے آسیر اور برہانپور اور اورنگ آباد پر غازی الدین خان کا بغیر کشت و خون کے قبضہ ہوجانا

میر نجف علی خان نواب صلابت جنگ کے لشکر سے کوچ کرکے قلعۂ آسیر کی طرف آیا

جب وہ برہان پور کے پاس پہنچا تو غازی الدین خان کی آمد آمد کی گرماگرمی سے ملک میں عجیب
تہلکہ پایا کسی کو کسی سے موافق نہ پایا خواجم قلی خاں بہادر قائم جنگ جو برہان پور کا صوبہ دار تھا
کبھی فیروز جنگ کی موافقت کی بات چیت کرتا تھا اور کبھی حق نمک نواب صلابت جنگ
کا زبان سے ادا کرتا تھا اور قطب الدولہ محمد انور خان نے بھی عرضیاں غازی الدین خان کے
پاس بھیجیں اور بظاہر صلابت جنگ کو لکھتا رہتا تھا اور مکاری سے غازی الدین خاں کو تدابیر
بتاتا تھا اور اس فکر میں تھا کہ غازی الدین خان قریب آجائیں تو اُن سے جا کر ملے اور میر علی اکبر خان
دیوان بھی دونوں طرف راہ رکھتا تھا اور میر منصور جس کا خطاب میر حسن خان تھا عرضیاں نواب
غازی الدین خاں کو لکھتا تھا اور قلعے کو مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا اور لکھا کہ جس وقت حضور تشریف
لائیں گے تو قلعہ حاضر ہے میر نجف علی خان نے برہان پور میں پہنچکر یہ صورت دیکھی تو متحیر ہو گیا
اور خواجم قلی خاں سے ملکر سب کو حق نمک صلابت جنگ پر قائم رہنے کا مشورہ دیا جب
خواجم قلی خاں نے دیکھا کہ میر نجف علی خان تہ دل سے صلابت جنگ کا ہوا خواہ ہے تو کہا
کہ میں بھی ان کا مخلص خادم ہوں شہر کو ہرگز غازی الدین خاں کو نہ دوں گا اگر وہ شہر کے باہر
آویں گے تو مردانہ جنگ کروں گا لیکن اس کام میں تم میری رفاقت کیجو اگر تم لڑائی پر مستعد ہو گے
تو میں بھی تمہاری شرکت کروں گا قائم جنگ نے مشورے کے لیے قطب الدولہ والہ یار خان
و میر علی اکبر خاں و سید علی اصغر خان برہانپوری و سید مدن و عبد النبی بیگ خان بخشی بادشاہی
وغیرہ امرا کو طلب کر کے مشورہ کیا سب نے بظاہر مصلحتاً یہ مشورہ دیا کہ لڑنا چاہیے اور خواجم قلی خاں
قائم جنگ اور میر نجف علی خاں کے ساتھ اس امر پر عہد و پیمان بقسم کیا رات کو تو یہ مشورہ ہوا
دوسرے دن صبح کو خبر پہنچی کہ نواب غازی الدین خاں ہاتھی پر سوار ہو کر جریدہ قلعہ آسیر
میں داخل ہو گئے اور قلعدار نے سلام کر کے قلعہ حوالے کیا اس خبر سے سب نے رات کے
وعدے و قسم کو بالائے طاق رکھا اور اپنے خیمے شہر کے باہر کھڑے کرا کر غازی الدین خاں کے ملنے کا
ارادہ کیا میر نجف علی خاں نے بہت کچھ رات کے عہد و پیمان کو یاد دلایا کسی نے نہ سنا مجبور ہو کر
میر نجف علی خاں اپنی جمعیت کے ساتھ اپنی حویلی میں مستعد مقابلہ ہوا رات کو غازی الدین خاں
قلعہ آسیر سے اُترے ہرکارے پیام بھیجا کہ آپ نے جو وعدہ کیا تھا کہ جس روز برہان پور میں داخل
ہوں گا پچاس لاکھ روپے دوں گا۔ برہانپور کے آدمیوں نے خیمے باہر کھڑے کیے ہیں اور وہ
ملنے والے ہیں عرضیاں ان کی آگئی ہیں اب میرا موعودہ روپیہ دیجیے غازی الدین خاں نے
جواب دیا کہ شہر میں داخل ہو کر وہاں کے آدمیوں سے وصول کر کے دیا جائیگا خواجم قلی خاں
قائم جنگ کا بیٹا جس کا نام محی الدین قلی خاں تھا اور دہلی سے غازی الدین خاں کے ساتھ

آیا تھا اسنے باپ کو خفیہ یہ لکھا کہ یہان یہ مشورہ قرار پایا ہے روپیہ تیار رکھین قائم جنگ اور
محمد انور خان اس خبر سے بہت پریشان ہوے اور پھر لڑائی کا ارادہ ہوگیا اور خیمے شہر کے
باہر سے اندر لے گیے اور میر نجف علی خان کو بھی بلایا اور تمام حال اس سے کہا میر
نجف علی خان نے کہا کہ ہر حال مین لڑائی کرنی بہتر ہے اگر آپ بھی آپ لوگ لڑائی کو مستعد
ہون تو مین شریک ہوجاؤن گا سب نے قسم کے ساتھ وعدہ کیا اور شہر کے دروازون اور
برجون کو باہم تقسیم کرلیا اور دروازون کو بند کرلیا اور دہلی دروازہ جدھر سے نواب غازی الدین خان
شہر مین داخل ہوتے میر نجف علی خان کے حوالے کردیا اور سب نے دروازون پر مورچے
بنانے شروع کیے میر نجف علی خان شب و روز دہلی دروازے پر اپنی سپاہ کے ساتھ مستعد
مقابلہ رہتا نواب غازی الدین خان نے آسیر سے کوچ کرکے بنولہ کے پاس مقام کیا اور سید
حشمت اللہ خان بہادر کو شہر مین سوال و جواب کے لیے بھیجا اسنے پانسو سوارون کے ساتھ
دہلی دروازے سے شہر مین داخل ہونا چاہا تاکہ سوال و جواب کرے میر نجف علی خان نے
ممانعت کی اور کہا کہ مین جنگ کے لیے مستعد ہون تم کس طور سے آرہے ہو ہوشیار ہو جاؤ
اس پیغام سے سید حشمت اللہ خان محترز ہوکر تکیہ شاہ نیم کی طرف جاکر ٹھہر گیا اور وہان سے
خواجم قلی خان کو خط لکھا اسنے اور محمد انور خان نے ضیافتین بھیجین اور رات کو شہر مین بلایا
حشمت اللہ خان نے نواب غازی الدین خان کی طرف سے خواجم قلی خان کی خاطر جمع کی
اور وعدہ کیا کہ شہر کی صوبہ داری تمپر بحال رہیگی اور جو کچھ خرچ سہ بندی کا ہوا ہے خزانے
سے دیا جاے گا اس قدر الفاظ طمع سنتے ہی قسمون کو بھول گئے اور عرضی لکھی کہ کل سلام کے
لیے حاضر ہون گے جب صبح ہوئی تو قائم جنگ و محمد انور خان و میر علی اکبر خان و سید نورالدین خان
و عبدالنظر بیگ خان و میر حسن خان برادر ابوالخیر خان وغیرہ اعیان و ارکان شہر کے آدمیون
کے بہت سے گروہ کے ساتھ ملازمت کو گئے نواب فیروز جنگ کے جلو خانے پر اہلکارون کے
اشارے سے سخت اہتمام ہوا یہان تک کہ خواجم قلی خان کی پالکی ٹوٹ گئی نواب فیروز جنگ
نے پوچھا کہ میر نجف علی خان کیون نہین آیا اور شہر مین رہا لوگون نے کہا کہ اسکی طبیعت تھوڑی
سی سخت ہے نواب صلابت جنگ کے لشکر سے تازہ آیا ہے بے طلب کے نہ آئے گا
نواب فیروز جنگ کو یہ حرکت اسکی اچھی معلوم ہوئی شقہ لکھکر چوبدار کے ہاتھ بھیجا میر نجف علیخان
سوار ہوکر جریدہ ملازمت کے لیے شہر سے باہر گیا نواب اس سے خلوت مین ملے اور کمال
عزت سے پیش آئے اور بہت کچھ مہربانی کے لفظ کہے مگر اسکی طبیعت انکی رفاقت پر مائل
نہوئی انھون نے پوچھا کہ بھائیون کا کیا حال ہے اور کیا عزم ہے اور کس قدر فوج ہے

میر یوسف علی خان نے کہا کہ سب جوش و خروش میں ہیں اور انکی وہ تمام فوج موجود ہے جسنے دکن پر تسلط کرایا ہے اور اب فرانسیسی بھی انکی رفاقت میں ہیں حضرت اس قلیل فوج کے ساتھ اُنکے مقابلے کو جاتے ہیں بہتر نہیں ہے نواب فیروز جنگ نے جواب دیا کہ ہماری سرکاری فوج علیحدہ ہے اور فوج ہلکر اور جے آپا کی تیس ہزار سواروں کے قریب رکاب میں ہے اُسنے کہا کہ مرہٹوں کا بھروسا ہرگز نہ کرنا چاہیے یہ لوگ سختی کے وقت رفاقت نہیں کرتے اور ہمیشہ دکن کے حاکم کی فوج سے شکست پائی ہے ہرگز مقابلہ نہ کرینگے اور مالاجی کہ ہلکر کا حاکم ہے وہ نواب صلابت جنگ سے موافقت رکھتا ہے جب کہ مالک ادھر ہوگا تو نوکر کی کیا جرأت ہوسکتی ہے کہ مالک کے دوست سے لڑے یہ بات سنکر نواب فیروز جنگ متامل ہوئے اور وہ اہل شہر سے مل کے سلخ شوال ۱۱۶۵ ہجری کو شہر میں داخل ہوئے دوسرے دن نواب کبیر خان باوجود بیماری کے ملے غازی الدین خان نے سرداروں کو کہا کہ تم ہمارے ہمراہ رہو اور سفر کا سامان کرلو چنانچہ سرداروں نے خیمے شہر سے باہر نکلے اور غازی الدین خان نے اپنے کوچ سے ایک روز پہلے میر علی اکبر خان کو سہ ہزاری ذات کے منصب پر پہنچا کر علم و نقارہ بخشا اور برہانپور کا صوبہ دار بنایا اسکے بعد غازی الدین خان نے خواجم قلی خان اور محمد انور خان کو ساتھ لیکر کوچ کیا اور میر علی اکبر خان کو ایک منزل سے اہلکاروں اور منصبداروں کے ساتھ رخصت کیا اور کوچ بکوچ اورنگ آباد کو گئے جب اسکے قریب پہنچے تو وہاں کے تمام اہل خدمات جیسے درگاہ قلی خان و کمال الدین خان و حیدر یار خان و میر نورالدین حسین خان و میر غیاث خان وغیرہ نے ایک منزل سے استقبال کیا اور غازی الدین خان اطمینان کے ساتھ اورنگ آباد میں داخل ہوئے۔ بادشاہ بیگم ہمشیرۂ کلاں ناصر جنگ اور نواب بیگم زوجۂ ناصر جنگ اور دوسری بیگمات ان سے ملکر خوش ہوگئیں لیکن محل کی بعض خادمہ عورتیں کہ نواب صلابت جنگ کی طرفدار تھیں اسکے مار ڈالنے کی گھات میں لگیں۔

دونوں بھائیوں میں لڑائی کی تیاری اور قبل جنگ کے غازی الدین خان کا فوت ہوجانا

غازی الدین خان اورنگ آباد میں داخل ہوکر فوج بھرتی کرنے لگے سپاہی اور سردار کثرت سے جمع ہوگئے اُدھر نواب صلابت جنگ حیدرآباد سے کوچ کرکے کھالکی کے پاس پہنچے اور لڑنے کا ارادہ کیا اسکے لشکر کے اکثر امرائے معتبر عرضیاں غازی الدین خان کو لکھیں اور انکی خاطرجمع

آگی کہ ہم وقت پر رفاقت کرینگے اس سبب سے غازی الدین خان کا دل مطمئن تھا اور سید لشکرخان کو عنایت نامہ لکھا کہ ہم سے آکر ملو تمھارے حال پر مہربانی کی جاے گی اور محمد نور خان کو اُنکی تسلی کے لیے بھیجا سید لشکرخان نے بھی کمال نیازمندی کے ساتھ عرضیان لکھین اور چاہا کہ کرلہ سے چلکر مع جانوجی بنالکر کے غازی الدین خان سے ملین بالاجی نے بھی غازی الدین خان کی رفاقت قبول کی - باوصف اسکے نواب صلابت جنگ نے شاہ نواز خان کے مشورے اور موشیر بوسی کی اعانت سے لڑنے کا ارادہ کیا اور آگے چلے غازی الدین خان نے اُنھین لکھا کہ ہم دونون بھائی ہین ہمکو کسی طرح لڑنا مناسب نہین ہے مین ملک کے بندوبست کو آیا ہون اگر تم چاہتے ہو تو دکن مین رہ کر حکومت کرو مین بندوبست کرکے ہندوستان کو لوٹ جاؤن گا یہ بات نواب صلابت جنگ کے خیرخواہ سردارون نے پسند نہ کی اور جواب لکھا کہ جناب مرہٹون کی رفاقت سے آئے ہین اور کفار کو مسلمانون پر مسلط کرینگے بغیر لڑے اب کوئی صورت نہ نکلے گی دونون طرف سے لڑائی کو آمادہ ہوے - غازی الدین خان نے ارادہ کیا کہ سید لشکرخان کے ملنے اور بالاجی راؤ کے شامل ہوجانے کے بعد اورنگ آباد سے آگے بڑھین کہ اس عرصے مین رگھو بھوسلہ برار سے تیس ہزار سوار لیکر اورنگ آباد کی طرف آیا میر نجف علی خان جو برہانپور سے چل کر صلابت جنگ کے پاس جاتا تھا اثناے راہ مین قصبۂ جعفرآباد تک پہنچا تھا کہ رگھو بھوسلہ کے چند سوار اسکو روکنے کو آمادہ ہوے اس لیے وہ برار کا راستہ چھوڑ کر اورنگ آباد کی طرف چلا اور چاہا کہ رات مین راستہ غلط کرکے صلابت جنگ کے لشکر کی طرف چلا جاے کہ اس عرصے مین غازی الدین خان کے مرنے کی خبر پہنچی - بالاجی اپنی تمام فوج لیکر اورنگ آباد مین آگیا تھا اور غازی الدین خان کا شریک ہوگیا تھا اور دونون فوجون کے ملنے سے یہ کثرت ہوئی کہ بوسی فرانسیسی کی امداد بھی صلابت جنگ کی حفظ و حراست کے لیے کافی ووافی نہوتی اگر غازی الدین خان کے یکایک مرجانے سے وہ خطرہ رفع دفع نہوتا بعد اسکے بالاجی واپس چلاگیا غازی الدین خان اورنگ آباد مین پہنچنے سے سترہ روز کے بعد ۷ ذیحجہ ۱۱۶۵ہجری کو پچھلے دن مین غلیظ غذا اور دہی کے کھانے سے ہیضہ ہوکر مرگئے بعض کہتے ہین کہ محل کی کسی خادمہ نے زہر دیدیا انکی سرکار کے کارگذار حشمت اللہ خان و تیرانداز خان و محمد حسن خان وغیرہ لاش کو غسل و کفن دیکر تمام سامان کے ساتھ دست بدست دہلی کو لے گئے اور وہان اجمیری دروازے کے متصل دفن ہوے ؎

صبح کی خوشیون سے پہلے آگئی شام الم
یاالٰہی کس لیے یہ قہر نازل ہوگیا

بالاجی کا اُس ملک کی سند صلابت جنگ سے حاصل کرلینا جو اُنکے بھائی دے مرے تھے

امیر الامرا غازی الدین خان فیروز جنگ کے سترہ دن تک زندہ رہنے سے ریاست حیدرآباد کے ممالک کو عجیب نقصانات پہنچے گو اُنکے مرنے سے صلابت جنگ اپنی ریاست داری میں مستقل ہوگئے لیکن بالاجی تمام فوج جمع کرکے مع ہلکر کے نواب صلابت جنگ کے مقابلے کو بڑھا اور پیغام دیا کہ غازی الدین خان نے خاندیس کا ملک ہم کو دیدیا ہے اور تم اُنکے بھائی ہو تم بھی دیدو ورنہ لڑائی کی جائے گی نواب صلابت جنگ نے لڑائی کی تیاری کی اور فراسیسوں کے توپخانے کو تمام اپنی فوج میں تقسیم کردیا اور اپنے توپخانہ جلسی کو بھی لشکر میں چاروں طرف بانٹ دیا بالاجی راؤ کو اس لشکر سے لڑائی کی جرأت نہوئی لیکن مظفر خان گاردی چند روز سے آزردہ ہوکر بالاجی سے مل گیا تھا اسکے ساتھ چار ہزار قواعد دان سپاہی اور پچاس توپیں تھیں یہ شخص فن حرب سے خوب واقف تھا یہ اور اسکی سپاہ قواعد دان تھی اس سبب بالاجی لڑنے کو آمادہ ہوا اسنے ہراول میں مظفر خان کو رکھا اسنے ایسی کوشش اور چست دستی کی کہ صلابت جنگ کا لشکر گھبرا گیا اگرچہ فراسیسوں نے بھی خوب توپخانے سے کام لیا پہلے دن سخت لڑائی ہوئی اور طرفین کے دو ہزار آدمی کام آئے دوسرے دن قوی جنگ نے کہ سید لشکر خان کا نائب تھا نواب سے کہا کہ ملک خاندیس کچھ ایسا زیادہ زرخیز نہیں ہے اور اس سے سرکار میں نفع بھی نہیں ہے اس لیے یہ مرہٹوں کو دیکر لڑائی بند کردینی چاہیے لیکن شاہ نواز خان اور موسیٰ بوسی نے یہ نہ مانا بعد اسکے پھر دو دن خوب جنگ ہوئی۔ قوی جنگ نے اکثر جامہ داران لشکر سے کہا کہ مین صلح کراتا ہون شاہ نواز خان اور موسیٰ بوسی مانتے ہیں اور لڑائی پانچ دن سے جاری ہے اور ایک عالم دونوں طرف سے مارا جاچکا ہے آخرکار خاندیس دکلانہ اور کئی مضبوط قلعے کہ عالمگیر وغیرہ نے بڑی کوشش سے فتح کیے تھے ریاست حیدرآباد کے ہاتھ سے نکل گئے جب معاہدے کے کاغذ پر نواب صاحب دستخط کرنے لگے تو اس وقت شاہ نواز خان نے کہا کہ یہ ملک عرصۂ دراز میں فتح ہوا تھا اور کروڑوں روپیہ اسپر صرف ہوگیا ہے ایسی آسانی سے دینا نامناسب ہے نواب نے جلدی سے دستخط کردیے اور اس طرح فیصلہ ہوا کہ تمام صوبہ خاندیس دکلانہ اور کئی عمدہ قلعے سوائے تھیر برہانپور اور بادشاہی قلعوں اور اس جاگیر کے جو سرکار کی طرف سے مشروط تھی مرہٹوں کو مل گئے اس ملک کے

تمام گانوئن اور قصبے اور حاکمون کے قلعے بالاجی کے قبض و تصرف مین آگئے جب اس طرح یہ ملک
نکل گیا تو چار سو کے قریب منصبدار اور امرا جو ملک خاندیس مین جاگیرین رکھتے تھے روٹیون
کو محتاج ہوگئے اکثر نے نوکریان چھوڑ دین بعضے مرہٹون کے پاس چلے گئے بعض نواب صلابت جنگ
کے پاس آگئے جب مرہٹون نے اپنی طاقت کو حیدرآباد کی طاقت پر برتر پایا تو اورنگ آباد
کے چند سیر حاصل پرگنون جیسے جالنا پور وغیرہ کی درخواست کی اور نواب صلابت جنگ
نے یہ بھی ان کو دیدیے۔

برہان پور کی حکومت

جب غازی الدین خان کے مرنے کی خبر مشتہر ہوئی تو ذوالفقار الدولہ خواجم قلی خان نے یہ
خبر سنتے ہی برہانپور کو قاصد کے ہاتھ اس مضمون کا خط اپنے بیٹے نذر محمد خان کے پاس بھیجا کہ
ایسا واقعہ گذرا ہے اور مین نواب صلابت جنگ کی طرف سے برہان پور کا صوبہ دار ہون
میر علی اکبر خان کو معطل کر کے صوبہ داری پر عمل و دخل کر لو یہ خط ۱۱ ذیحجہ ۱۱۶۵ ہجری کو
اسکے پاس پہنچا نذر محمد خان نے اپنے کارگذار مرزا علی نقی کو آدھی رات کے وقت میر علی اکبر خان
کے پاس بھیجا اور اس بات کی اطلاع کی صبح کو نذر محمد خان نظامت پر دخیل ہوگیا تین روز کے
بعد خواجم قلی خان خود بھی جا پہنچا میر علی اکبر خان نے فوج جمع کر کے خواجم قلی خان کو پیغام
بھیجا کہ مین حکم کے آنے تک دخل نہ دون گا اور مخالفت پیدا ہوگئی شیخ محمد سعید نے درمیان
مین پڑکر فیصلہ کرانا چاہا مگر خواجم قلی خان صوبہ داری سے ہاتھ نہ اٹھاتا تھا میر علی اکبر خان نے
عمل حاصل کرنے اور خواجم قلی خان کا جھنڈا اٹھا دینے کے لیے آمادگی کی اور مورچے
چارون طرف سے خواجم قلی خان کی حویلی تک پہنچا دیے ایک ماہ تک مورچے قائم رہے
آخر الامر جب صوبہ داری کی سند نواب صلابت جنگ کی مہری میر علی اکبر خان کے لیے
پہنچ گئی تو اسوقت خواجم قلی خان نے دعوے حکومت سے ہاتھ اٹھایا اور مناقشہ رفع ہوا اور تمام
رسالہ دار علی اکبر خان سے رجوع ہوے سہ بندی کی تنخواہ بہت چڑھ گئی تھی میر علی اکبر خان
نے دو ماہ کی تنخواہ تقسیم کی۔

سید لشکر خان رکن الدولہ کی واپسی

غازی الدین فیروز جنگ کی وفات کے بعد نواب صلابت جنگ نے سید لشکر خان
رکن الدولہ کو عنایت نامہ لکھکر کرملہ سے بلایا جب وہ روانہ ہوے تو بالاجی نے انکو

کہ جب تک اس ملک کی سند جو محکو فیروز جنگ نے دیا ہے صلابت جنگ کی طرف سے نہ مل جائے گی مین تمکو صلابت جنگ سے نہ ملنے دونگا انکو مرہٹون کے روک لینے کی وجہ سے محال نہ تھی کہ کرملہ سے نکل سکتے اسی مین متحصن رہے اور وہ صلابت جنگ کے بھائی میر نظام علی خان کے لشکر سے جو مرہٹوں کے مقابلے کے لیے حیدرآباد سے باہر نکلا تھا نہین مل سکے جب تمام صوبۂ خاندیس اور اورنگ آباد کے چند سیر حاصل پرگنوں کی سند مرہٹوں کو مل گئی تب سید لشکر خان صلابت جنگ کے پاس پہنچ سکے اور بالاجی کی سفارش سے پھر **وکالت مطلقہ** کے عہدے پر سرفراز ہوے اور نواب صاحب نے اپنی سرکار کی دیوانی سیف شکن خان بہادر کو دی جس کا سابق مین خطاب عبدالحسن خان تھا اور اسکے بڑے بیٹے کا خطاب کہ سابق مین غلام محمد خان تھا اب محمد تقی خان ہوا اور اُسکے چھوٹے بیٹے کا خطاب عبدالحسین خان مقرر ہوا یہ نہایت عمدہ آدمی تھا۔
نواب صلابت جنگ بالاجی سے تصفیہ ہوجانے کے بعد سید لشکر خان کو ہمراہ لیکر اورنگ آباد میں آگئے اور بالاجی پونا کو چلا گیا اور ملک خاندیس میں جابجا حاکم مقرر کیے۔

نواب صلابت جنگ کو بادشاہ دہلی کے یہان سے خطاب اور سند کا ملنا۔ اور سید لشکر خان کے انتظام کی کیفیت

فیروز جنگ کے مرنے کے بعد سنہ ۱۱۶۶ ہجری میں بادشاہ نے نواب صلابت جنگ کو خطاب **مدار المملکت امیر الممالک آصف الدولہ سید محمد خان بہادر ظفر جنگ سپہ سالار** دیا اور سند صوبہ داری دکن کی بھیجی سید لشکر خان مدار المہام نے شاہنواز خان سے بہت اصرار کیا کہ حیدرآباد مین رہیں مگر انھوں نے قبول نہ کیا اور اورنگ آباد اکر خانہ نشین ہوگئے اور آدمیوں سے اختلاط کم کردیا سید لشکر خان نے انکی جاگیر ضبط کر لی۔
حیدرآباد کا علاقہ خالی تھا میر محمد حسین خان دیوان بادشاہی کو چند سواروں کے ساتھ وہان بھیجا تاکہ بندوبست کرے میر محمد حسین خان نے اپنے بھانجے کو اپنا نائب بنایا اور دونوں حیدرآباد میں پہنچکر کام کرنے لگے موسیو بوسی بھی اپنی سپاہ اور توپخانے کے ساتھ حیدرآباد میں تھا فراسیسون کی تنخواہ تین لاکھ روپے نقد خزانے سے مقرر تھی جب روپے کی خزانے مین کمی ہوئی تو سرکار سیکاکول در اصل انکی تنخواہ میں بطور جاگیر دی گئی موسیو بوسی نے اپنی طرف سے ابراہیم خان گاردی کو دو ہزار سواروں اور چار ہزار تلنگوں اور پانسو فراسیسوں

کے ساتھ اس جاگیر کے انتظام کے لیے بھیجا اور خود مع تمام فوج کے حیدرآباد مین بوجہ قرب محالات جاگیر کے رہا سید لشکر خان نے اورنگ آباد مین پہنچکر بہت تغیر و تبدل پیدا کیا لیکن اُنکے قول و فعل مین اعتماد نہ تھا جس سے وعدہ کرتے پورا نہ کرتے اور اپنے تمام کاروبار بہادر دل خان کے ہاتھ مین دیدیے تھے خود موافق ضابطے کے دربار مین آمد و شد رکھتے تھے اور تمام روز و شب بہادر دل خان نواب کی خدمت مین حاضر رہتا تھا جو کچھ چاہتا تھا کرتا تھا اس کا رعب و داب اہل دربار پر بہت تھا یہان تک کہ امرائے پنجہزاری و شش ہزاری اسکی خوشامد کرتے رہتے تھے اور اسکی بدمزاجی کو سب برداشت کرتے تھے یہ بدمزاج تھا اور سید لشکر خان متلون مزاج تھے اُنکے تلون کا ادنے نمونہ یہ ہے کہ میر نجف علی خان لشکر مین بیکار تھا اسنے سید لشکر خان کو کہلایا کہ برار کا اجارہ بدستور سابق مجھے دیجیے مین رگھو کو دم لینے کی فرصت نہ دون گا اور سرکاری تمام روپیہ ادا کردون گا سید لشکر خان نے کہا کہ آٹھ لاکھ روپیہ اجارے کا مقرر ہے اس مین سے نصف نقد دیجیے اور ایک لاکھ روپیہ خرچ دربار کا ادا کیجیے میر نجف علی خان نے تعمیل کی اور اسکو سند اور خلعت برار کا مل گیا میر نجف علی خان سپاہ بھرتی کرنے لگا اور بہت سا روپیہ اس کا اس مین صرف ہو گیا اس عرصے مین رحیم اللہ خان پسر غیاث خان نے سید لشکر خان سے کہا کہ مجھے برار کی مستاجری دیجیے مین اس قدر روپیہ ادا کردون گا جسقدر میر نجف علی خان سے ٹھہرا ہے سید لشکر خان نے بے تامل قبول کرلیا اور میر نجف علی خان کو جواب صاف دیدیا مگر اس سے روپے کا سرانجام نہو سکا لاچار ہو کر سید لشکر خان نے پھر میر نجف علی خان کو پیغام دیا وہ آزردہ خاطر ہو گیا اس نے صاف کہدیا کہ مین ایسی صحبت مین تعلقہ لینا نہین چاہتا بلکہ یہان سے چلا جاؤن گا آخر کار برار کا انتظام ابتر اور خراب ہو گیا۔ پھر یہ تعلقہ محمد مراد خان کے حوالے ہوا میر نجف علی خان جاتا تھا۔ اسکو سماجت سے سمجھا کر قلعہ اورنگ گڑھ عرف ملہیر اسکے حوالے کیا اور عبدالہادی خان قسورہ جنگ کو وہان سے علیحدہ کردیا جسنے اپنا نائب میر عبدالقادر خان کو بنا کر وہان بھیجا اور خود برہان پور آکر وہان سپاہ کی بھرتی شروع کی تاکہ سپاہ کے ساتھ خود وہان چلا جائے اور سرکاری دیوانی صف شکن خان کی معزولی کے بعد حیدر خان کے لیے مقرر ہوئی اور بیجاپور کا ملک قسورہ جنگ کو ملا اور اسنے چار لاکھ روپے سرکار مین داخل کیے اور روانہ ہو گیا اور صف شکن خان بہادر مجاہد جنگ کو حیدرآباد کی حکومت محمد حسین خان کے عزل کے بعد ملی اور اُسنے یہ اقرار کرلیا کہ چار لاکھ روپے ماہ بماہ بھیجتا رہے گا۔ بعض کہتے ہین کہ یہ عہدہ انکو شاہنواز خان کے عہد مین ملا تھا۔

برہان پور کا حال

میر غیاث الدین کہ ابو الخیر خان امام جنگ کا کارگذار تھا نواب صلابت جنگ کے اورنگ آباد میں پہنچنے سے پہلے قلعہ وملک لون کھیڑہ کے انتظام کو جو امام جنگ سے تعلق رکھتا تھا چلا گیا اسکے ساتھ دو سو سوار اور تین سو پیادے تھے چونکہ سپاہ کی تنخواہ بہت چڑھ گئی تھی اسے خیال کیا کہ خاندیس آج کل اسلامی حکومت سے نکل گیا ہے وہان جاکر روپیہ حاصل کرے اور بعض جماعہ داران خاندیس کو بھی ملا لیا تھا اور جہاد کا ارادہ کیا مرہٹوں سے دو چار لڑائیاں ہوئین لیکن آخرکار مرہٹے غالب آئے اور وہ مارا گیا ۱۶ ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۱۶۶ ہجری کو ابو الخیر خان شمشیر بہادر امام جنگ مرض فالج ولقوہ سے برہان پور مین مر گئے۔ اسی سال برہانپور کی نظامت پر میر علی اکبر خان کی معزولی کے بعد قطب الدولہ محمد انور خان مقرر ہوا اور اسکے بیٹے عبد القادر خان کو وہاں کا نائب مقرر کیا جو ۲۵ جمادی الاولی کو وہاں پر دخیل کار ہو گیا جو جماعہ دار کہ نواب صلابت جنگ کے لشکر میں سے جو اخم قلی خان کے ساتھ متعین تھے اور بعد اسکے تنخواہ حاصل ہونے کی غرض سے طوعاً وکرہاً علی اکبر خان کے ساتھ ہو گئے تھے انھون نے تنخواہ کا تقاضا نائب سے کیا عبد القادر خان نے کہا کہ مجھے حضور کے رسالہ داروں کی ضرورت نہیں ہے جس پر تنخواہ چاہیے اس سے مانگو جب یہ جواب پا لیا تو انھوں نے میر علی اکبر خان سے تقاضا کیا ہر چند میر حیدر علی اس جماعت کو تسلی و دلاسا دیتا مگر کچھ سود مند ہوا آخرکار جماعہ دار لوگ سختی کرنے لگے اور جھگڑا پیدا ہوا میر حیدر علی سامان خود داری و مورچہ بندی میں مصروف ہوا اور عبد القادر خان سے مدد مانگی سپاہ کمکی امدادی فوج کو سرلے خان جامان کے برج پر مقرر کیا رسالہ دار بھی تاک کی فکر میں تھے اور ارادہ ان کا یہ تھا کہ میر علی اکبر خان پر حملہ کریں اس لیے دفع الوقتی کرکے غافل بناتے تھے یہاں تک کہ ۱۰ جمادی الاخری سنہ ۱۱۶۶ ہجری کو ایرج خان کی حویلی میں جو استحکام میں قلعے کی طرح تھی ایک ایک دو دو جمع ہونے لگے اور گیارہ تاریخ کی رات تک اس مقام میں جمع ہو گئے میر حیدر علی کے آدمیوں کو اس کا سان وگمان بھی تھا کہ یکایک تین گھڑی رات باقی رہے مکان مین سے نکلکر اور دار الشفا کے برج سے کہ جہان عبد القادر خان کے آدمیون کی چوکی تھی اور وہ غافل تھے یا جان بوجھکر تغافل کیا گذر کر میر حیدر علی کے طویلے میں جا پہنچے اور اس وقت چند بان میر حیدر علی کی طرف سر کیے لیکن ان سے کسی کو نقصان نہ پہنچا اور طرفین سے بندوقیں چلنے لگیں یہاں تک کہ یہ لوگ دروازے کے قریب آ گئے اور خوب دادِ مردانگی دی تھوڑے سے آدمی دونون طرف کے مارے گئے

آخرکار حملہ آور میر حیدر علی کی حویلی کی دیوارون پر چڑھ گئے اور میر علی اکبر خان کے دیوانخانے مین داخل ہوگئے یہان سید ابراہیم مارا گیا اور میر خلیل زخمی ہوا بعد اسکے میر علی اکبر خان نے ہاتھی اور سامان اور نقد روپیہ جو کچھ موجود تھا شیخ محمد سعید کی معرفت اُن کو دیا اور معاملہ فیصل ہوگیا بعد اسکے خواجم قلی خان اور عبدالقادر خان مین نزاع پیدا ہوا۔ آخرکار خواجم قلی خان نواب صلابت جنگ کے پاس روانہ ہوگیا۔

موشیر بوسی فرانسیسی کی عداوت کی وجہ سے سید لشکر خان کا معزول ہوکر شاہ نواز خان کا وکالت مطلقہ کا عہدہ پانا

سنہ ۱۱۶۷ھ ہجری کے اوائل مین برسات کے شروع ہوجانے کی وجہ سے صلابت جنگ اورنگ آباد مین ٹھہر گئے اور موشیر بوسی اور میر محمد حسین خان حیدرآباد سے اورنگ آباد مین آئے موشیر بوسی کا دبدبہ تمام دربار پر غالب تھا اسکے اور سید لشکر خان کے درمیان پلٹنون کی تنخواہ کی بابت کدورت پیدا ہوگئی یہ بوسی راجہ رگناتھ داس کا آوردہ تھا اور خطاب اس کا عمدۃ الملک سیف الدولہ مظفر جنگ تھا خزانے مین روپیہ نہ تھا بوسی متقاضی ہوا اس لیے بوسی کو رکن الدولہ سید لشکر خان سے عداوت پڑگئی اسنے نواب سے عرض کیا کہ یہ وکالت مطلقہ سے معزول کردیے جائین سید لشکر خان اس کے خوف سے خود ہی خانہ نشین ہوگئے اور وکالت مطلقہ سے استعفا داخل کیا اور انکی جگہ موشیر بوسی نے **شاہ نواز خان** اورنگ آبادی کے لیے تجویز کی انکو یہ کام کرنا منظور نہ تھا نواب صاحب نے اُن سے اصرار کیا یہان تک کہ خود انکے مکان پر گئے اور انکو راضی کرلیا اور ۱۴ صفر سنہ ۱۱۶۷ھ کو انکے حوالے **وکالت مطلقہ** کا عہدہ ہوا اور سید لشکر خان برار کی نظامت پر بھیج دیے گئے اور قطب الدولہ محمد انور خان اُنکے ساتھ گئے اور موشیر بوسی کی صلاح سے عبدالہادی خان قسورہ جنگ تعلقہ بیجاپور سے علیحدہ کیا جاکر نعمت اللہ خان اسکی جگہ مقرر ہوا اور سرکار کی دیوانی صف شکن خان کے عزل کے بعد حیدر یار خان شیر جنگ سے متعلق ہوئی۔

شاہ نواز خان نے انتظام کی طرف توجہ کی خزانے مین کچھ نہ تھا نواب کا یہان سے بوجہ بے زری کے کوچ کرنا دشوار تھا اور تمام کام ابتر تھے صف شکن خان بہادر مجاہد جنگ کو حیدرآباد کا صوبہ دار کرکے کچھ روپیہ اس سے پیشگی لیا اور اسے حیدرآباد کو بھیجدیا اور ساہوکارون سے قرض لیا اور عاملون سے بھی پیشگی روپیہ لیا اسکے بعد کوچ ہوا صمصام الدولہ نے ایسا انتظام کیا کہ ریاست کی

حالت درست ہو گئی جب وہ مقرر ہوے تھے تو اس ریاست کی عجیب حالت تھی کہ بے دردی سے لوٹ اثاث البیت کے پیچھے پڑ پہنچ گئی تھی صمصام الدولہ نے انتظام درست کیا سرکشوں کو مطیع کیا اور رعایا کو فلاح حاصل ہوئی اپنی وکالت مطلقہ کے چار برس کے عرصے مین ملک کی آمدنی اور خرچ کو برابر کر دیا اور کہتے تھے کہ انشاءاللہ اگلے سال آمدنی کو خرچ سے بڑھا دوں گا۔

بالاجی سے مصالحت و معاملت اور رگھو بھوسلہ کو تنبیہ

بالاجی کی طرف سے نواب کی خاطر جمع نہ تھی اور وہ ریاست حیدرآباد کی کمزوری کو دیکھکر ہمیشہ تکالیف شاقہ کا بوجھ اسپر ڈالتا رہتا تھا اور ریاست کی مرضی کے خلاف اسکے بہت سے پرگنے اور قلعے دبا لیے تھے چنانچہ برہانپور کے محال سائر اور راہداری اور کئی نامی قلعے جیسے سالونیہ دناہیہ داب لیے تھے اور قلعہ چاندور و دھرپ وغیرہ کا محاصرہ کر رکھا تھا اور اس سے بھی زیادہ ارادہ رکھتا تھا شاہنواز خان نے یہ تجویز کیا کہ اسکے پاس ایک سفیر بھیجکر صفائی کرین چنانچہ اس کام کے لیے میر نجف علی خان کو نواب صلابت جنگ نے بالاجی کے پاس بھجوایا اور اسکے لیے ایک ہاتھی اور جواہر اور خلعت ارسال کیا اور تمام باتیں میر نجف علی خان کو جن کا تصفیہ منظور تھا سمجھا دین جب میر نجف علی خان بالاجی راؤ کے لشکر کے پاس پہنچا تو اُسے پیشوائی کو سردار بھیجے اور باہم ملاقات ہوئی میر نجف علی خان نے اپنی دانائی سے اسے سمجھا کر تمام قلعوں اور شرائط کے چھوڑ دینے کی سند لکھوالی اور محال سائر برہانپور اور راہداری کا بھی تصفیہ کر لیا اور رگھو بھوسلہ نے جو تمام برار پر بالاجی کی اعانت سے قبضہ کر لیا تھا اُسکے متعلق بالاجی نے وعدہ کیا کہ اب اسکی اعانت نکرے گا اسپر چڑھائی کرکے وہ ملک نکال لیا جائے بلکہ وہ نواب کی سپاہ کو مدد دیگا میر نجف علی خان رخصت ہو کر نواب کے پاس آیا اور تمام حالات بیان کیے اور سندیں پیش کین نواب صلابت جنگ بہت خوش ہوے نواب کا عزم حیدرآباد کو تھا مگر نجف علی خان کے کہنے سے برار کا عزم کیا چنانچہ مقام بیڑ تعلقہ سلطان جی نالکر کے پاس لشکر برار کی طرف لوٹ گیا رگھو بھی مقابلے کو مستعد ہوا نواب کی فوج ہراول کی افسری میر نجف علی خان کے حوالے ہوئی اور اسکے ہمراہ سلطان جی نالکر و بھیم راؤ گھنداکلہ و رائے راؤ و محمد ناصر خان رسالہ دار اور عبداللہ بیگ قراول بیگی اور ایک فرانسیسی سردار کو تلنگوں اور فرانسیسوں اور تیر چلنے والی توپوں کے ساتھ ہراول مین رکھا اور نواب لشکر کے درمیان مین رہے اور انکے سامنے شاہنواز خان تھے۔ راجہ رام چندر وغیرہ فوج کے پچھلے حصے مین مقرر ہوکے

سرمست خان و سلطان خان و توپی جنگ وغیرہ سیدھے ہاتھ کی طرف متعین ہوئے۔ خان عالم و شیخ علی خان جلنیدی و مان سنگہ ہاملیہ وغیرہ سردار الٹے ہاتھ کی طرف بھیجے گئے اور فرانسیسی سپاہی اور فرانسیسون کے ہندوستانی قواعددان سپاہی اور انکی توپین ہر طرف تقسیم ہوئین رگھو بھی میدان جنگ مین آیا لڑائی ہوئی ہر روز خونریزی ہوتی رہی۔ رگھو شکست پاکر بھاگ جاتا تھا یہان تک کہ نرمل کے پاس پہنچے نرمل کا سردار سوریا راو شایستہ فوج کے ساتھ آیا اور نواب کی ملازمت کی اور الٹے ہاتھ کی سپاہ مین متعین ہوا رگھو دبتا اور ہٹتا ہوا دور تک پہنچ گیا آخر لاچار ہوکر پیغام بھیجا کہ میری تقصیرات کو معاف کردیا جائے سلطان جی و سرمست خان درمیان مین واسطہ تھے اور اُسنے اقرار کیا کہ نقد پانچ لاکھ روپے سالانہ کی آمدنی کا ملک نذر کرونگا شاہ نوازخان نے اسپر صلح کرنا چاہا میر نجف علی خان مخالفت کرنے لگا اس سے شاہ نوازخان نے کہا کہ جنگ جاری رکھنے کو روپیہ کہان سے آئے اور فوج بے خرچ ہے میر نجف علی خان نے مہان بیگم دختر نواب شجاع الدولہ حاکم بنگالہ سے (کہ وہ مدت سے نواب آصف جاہ اول و نواب ناصر جنگ و نواب صلابت جنگ کے ساتھ رہتی تھی اور میر نجف علی خان سے اسکو قرابت قریبہ حاصل تھی) پچاس ہزار روپے قرض لے دیے اور تمسک شاہ نوازخان کی مہرے مرتب کراکے بیگم کو دیدیا یہ روپیہ فوج مین بطریق مدد خرچ کے تقسیم کرادیا گیا اور پھر لڑائی شروع ہوگئی رگھو نے دیکھا کہ کسی طرح عہدہ برآ نہین ہوسکتا پھر عرض کرایا کہ پانچ لاکھ روپے کا ملک جو اسکے بیٹے کی جاگیر مین عنایت ہوا ہے ضمانت مین دیتا ہون پھر شاہ نوازخان کے مزاج کو متوسط آدمیون نے صلح کی طرف مائل کرلیا میر نجف علی خان نے کہا کہ آپ چلے جائیے اور یہ مہم میرے ہاتھ مین دیے جائیے مین اسکو بخوبی سر کرلونگا بیس لاکھ روپے سپاہ کو دلادونگا اور مہم کا خرچ میرے ذمے ہے شاہ نوازخان نے نہ مانا تاویلین کرنے لگے میر نجف علی خان آزردہ ہوا مگر زبان سے کچھ نہ کہا اور یہ ارادہ کیا کہ صلح کے بعد لشکر سے دوسری جگہ چلا جائے۔ غرضکہ سلطان جی و سرمست خان و سلطان خان کے توسط سے صلح مقرر ہوگئی اور رگھو شاہ نوازخان سے ملنے کو آیا لشکر کے سامنے ایک خیمہ ملاقات کے لیے استادہ ہوا رگھو کو یہان بلایا جب اسکی ملاقات ہوئی تو میر نجف علی خان ہاتھی سے نہ اترا ہرچند سمجھایا نہ مانا صلح کی تکمیل ہونے کے بعد نئے ملک مین حاکم بھیجے گئے اور وہان سے واپسی ہوئی رگھو نے ہزار وقتون کے بعد تین لاکھ روپے دیے اور باقی کے لیے جواب صاف دیدیا اور جو حاکم سپردکردہ علاقے کے انتظام کے لیے بھیجے گئے تھے اُنکو عمل و دخل ندیا میر نجف علی خان نے بے دل ہوکر پیغام دیا کہ مین دوسری طرف چلا جاؤنگا ورنہ قلعہ آسیر میرے حوالے کردین شاہ نوازخان نے کہا کہ تمھارے تعلقے مین قلعہ ملہیر ہے پھر دوسرا قلعہ کیون

چاہتے ہو حالانکہ قلعۂ آسیر باغی ہے اُس پر قبضہ ہو سکے گا میر نجف علی خان نے جواب دیا کہ عمل و دخل کرنا اور فتح کر لینا میرے ذمے ہے اگر قلعے پر قبضہ ہو تو میں اسکی فریاد نہ لکھوں گا اور آپ سے کمک نہ مانگوں گا اگر چاہو تو قلعہ ملمیر بھی بحال رکھو ورنہ دوسرے کے حوالے کر دو شاہ نواز خان نے بہت منع کیا جب میر نجف علی خان نے نہ مانا تو روانگی کی اجازت دیدی ظاہر میں تو شہر برہان پور کی کروڑ گیری (چنگی) کی سند میر نجف علی خان کے بیٹے میر حسین علی خان کے نام پر مقرر ہوئی اور سند جاسا مانی شہر کی اسکے بھائی میر حیدر علی کے لیے تحریر ہوئی لیکن مخفی طور پر قلعداری اسیر کی سند نواب صلابت جنگ کی مہری میر نجف علی خان کو ملی اور پرگنہ ملکاپور و ایلکوٹ خاص میر نجف علی خان کو جاگیر میں دیا گیا۔ شاہ نواز خان کے دل میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ قلعۂ آسیر بادشاہوں کے ہاتھ میں تو مشکل سے آیا میر نجف علی خان کیسے فتح کر سکتا ہے طوعاً و کرہاً رخصت کیا اور کہا کہ دولت جمعیت کو ہاتھ سے دیکر جاتے ہو یہاں سہ ہزاری و چہار ہزاری تمہارے محتاج تھے وہاں جاکر کیا فائدہ لوگے مگر میر نجف علی خان نے نہ مانا

دغابازی کے ساتھ سوریا راؤ کی گرفتاری

جس دن میر نجف علی خان شاہ نواز خان سے رخصت ہوا رات کو اُنھوں نے خان مذکور کو بلاکر کہا کہ مجھے ایک سخت کام درپیش ہے میں تم سے بیان کرتا ہوں تم اس بھید کو کسی پر ظاہر نہ کیجیو اور نیک مشورہ مجھے دو وہ کام یہ ہے کہ سوریا راؤ ہمیشہ نمک حرامی کرتا رہتا ہے اور اکثر سرداران نامی جیسے شیخ لطف اللہ فتح نعیب خان کو مار ڈالا ہے اور فتح اللہ اور عبدالہادی خان تسورہ جنگ کو لوٹ لیا ہے اور اب لشکر میں موجود ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ اُسے پکڑ کر قید کر لوں اور اس کا ملک ضبط کر لوں میر نجف علی خان نے جواب دیا کہ وہ رگھوسے جنگ کے وقت بے طلب آیا ہے اسوقت اسکو پکڑنا اور دغا کرنا نامناسب ہے دوسروں کو پھر کیا اعتبار ہوگا ایسے شخص کو دغا سے نہ پکڑنا چاہیے اگر اسکی نیت میں مخالفت ہے تو اسکو کہلا بھیجیے کہ سرکار میں تمہارا ملک ضبط کیا جاتا ہے اگر بخوشی قبول کیا تو بہتر ہے ورنہ لشکر میں سے اُسے رخصت کر دیجیے اور اُسکے ملک میں کسی سردار اور فوج کو بھیج دیجیے مگر میر ابوالفتح خان و فضل بیگ خان نے اس کا قید کرنا ہی مصلحت کے مناسب جانا میر نجف علی خان نے کہا کہ جب میری صلاح کو نہیں مانتے تو مجھ سے دریافت کرنا کیا ضرور تھا اور وہ چلا گیا۔ شاہ نواز خان نے جو دائرہ کی بائیں تمام سرداروں مثل سلطان جی و نمبراں جانوجی درست خان و شیخ علی جیدی اور سوریا راؤ کو کہلا بھیجا کہ کل مقام ہے دربار میں حاضر ہوں بموجب حکم کے صبح کو تمام حاضر آئے شاہ نواز خان

نے سب کو نواب صلابت جنگ کی خدمت مین بلاکر رخصت کیا اور سوریا راؤ کو دیوانخانے مین بٹھا کر کہا کہ تم کو بعد کو طلب کرون گا وہ منتظر رہا جب سب آدمی اور امرا چلے گئے تو حکم دیا کہ سوریا راو کو پکڑ لین خاص چوکی کے سپاہی اشارے کے بموجب پہنچے اور اسکو گرفتار کرنا چاہا اُسنے تلوار پر ہاتھ ڈالنا چاہا لیکن لوگون نے جلدی کرکے اسکو پکڑ لیا اور تلوار و کٹار چھین لی اور اسکو قید کر لیا اور فوج کا کوچ اُسکے ملک کی طرف ہوا چنانچہ اکثر پرگنے ضبطی مین آئے اور اس کی سکونت کا مقام نرمل تھا یہ مضبوط مقام بے لڑے بھڑے ہاتھ آگیا اس مین بہت سامان موجود تھا اسپر قبضہ ہوا نرمل اور اس کا تمام علاقہ شاہ نواز خان کی جاگیر مین دیدیا گیا شاہ نواز خان نے یہان کی حکومت نرسنگھ برادر راجہ رگھناتھ داس کے حوالے کردی اور نواب صلابت جنگ نرمل سے روانہ ہوکر حیدرآباد مین آگئے اسی سال رگھو بھوسلہ مرگیا۔

قلعۂ آسیر کی مفتوحی مین میر نجف علی خان پسر میر دولت علی خان کی رستمانہ شجاعت

میر نجف علی خان نواب کے لشکر سے کوچ کرکے قلعہ آسیر کی طرف چلا راستے مین سپاہ کی بھرتی شروع کردی اورنگ آباد مین پہنچکر سپاہ موجودہ کا جائزہ لیا تو سو سوار اور دو سو سہ بندی کے سپاہی اور تیس گاردی یعنی قواعددان پیادے جمع ہوے تھے یہان سے چل کر فردا پور کی پہاڑی کے پاس آیا چونکہ پرگنہ ملکاپور اسکی جاگیر مین تھا اُدھر آیا وہان کا عامل محمد مراد خان لڑنے کو آمادہ ہوا چونکہ میر نجف علی خان قلعہ آسیر کی فتح کا عزم رکھتا تھا اسوجہ سے میر سعیدالدین خان رسالہ دار کو جو اس کا رفیق قدیم تھا پیادہ و سوار کی جمعیت کے ساتھ ملکاپور کی طرف متعین کیا اور آپ ۱۰ شعبان ۱۱۷۶ہجری کو برہانپور کے پاس پہنچا اور باغ نظر مین جو حصار شہر کے پاس تھا مقیم ہوا ابھی تک کسی کو یہ حال معلوم نہوا تھا کہ کس ارادے سے آیا ہے شہر کے عمائد اس سے ملنے آئے اور اس سے ادھر آنے کا سبب دریافت کیا جواب دیا کہ ایک کام کا ارادہ ہے اور محالات سائر برہانپور کی حکومت سید نورالدین خان کوتوال کے حوالے کردی کیونکہ یہ کام بھی ریاست نے اسکے حوالے کیا تھا اور آپ اس باغ مین صبح سے آدھی رات تک فوج بھرتی کرتا رہتا تھا لوگ جوق جوق آتے اور بھرتی ہوتے سات سو پیادے اور چھ سو سوار جمع ہوگئے رات کو شہر کے عمائد سے کہلا بھیجا کہ آج رات کو شہر مین داخل ہون گا گرد و نواح کے مکا سدار گھبرا گئے تھے کہ دیکھیے یہ بلا کدھر نازل ہوگی جب ایک پہر رات گذری تو توپچانے والون کو بارود تقسیم کرکے

سوار ہوا اور اب تک کسی کو اصل حال معلوم نہ تھا سوار ہو کر شہر کے باہر سے دہلی دروازے کی طرف آیا اب سپاہ سمجھ گئی کہ قلعہ آسیر کی فتح کا ارادہ ہے یہاں سے اکثر آدمی اسلحے وغیرہ کے حیلے سے رہ گئے اس طرح چوتھائی جماعت کم ہو گئی جب آدھی رات گذری تو شاہ گنج کے پاس پہنچتے پہنچتے مینہ برسنے لگا۔ بجلی کی کڑک بادل کی گرج سے بہت اندھیرا پیدا ہو گیا اس اندھیرے میں آدمی تھوڑے تھوڑے سواری سے الگ ہو جاتے تھے پہر رات گئے موضع سولہ میں پہنچے وہاں آسیر کے قلعدار کی طرف سے تھانہ مقرر تھا سپاہیوں نے چاہا کہ قلعے پر خبر پہنچا دیں کہ میر نجف علی خان نے سب کو باندھ لیا یہاں سے موضع گھڑی آدھ کوس کے فاصلے سے تھا چار گھڑی رات باقی رہے وہاں پہنچے یہاں میر نجف علی خان کے ساتھ کے اکثر پیادے رہ گئے میر نجف علی خان نے سمجھا کہ کام ہاتھ سے رہا جاتا ہے اپنے حقیقی چھوٹے بھائی میر حیدر علی کو کہا کہ راستے میں جو کوئی سوار و پیادہ رہے اسے قتل کر ڈالیو اور آپ بھی چھڑی ہاتھ میں لیکر بے اختیار مارتا تھا مگر لوگ اس پر بھی رہے جاتے تھے اور جب موقع پاتے تھے سیدھے الٹے بازو سے نکل جاتے تھے انکے جمع ہونے میں دیر لگتی تھی جب درگاہ پیر بہلول کے پاس پہنچے تو لوگوں نے علامہ قلعہ آسیر کو دیکھ لیا۔ کچھ آدمی بھاگ گئے اور کچھ سست ہو گئے اس طرح قریب سو آدمیوں کے رہ گئے میر نجف علی خان کا بھائی میر حیدر علی اور اس کا بھانجا میر دائم اور اس کا خالو میر بلاقی و محمد عرب وغیرہ پسران میر بلاقی اور سواروں میں سے کھوانی تسکر اور موتی رام اور دوسرے چند سوار اور بہادر خدمتگار جنکے پاس بھی گھوڑا تھا جملہ تیس سوار اور پچاس پیادے اور ۲۵ قواعد داں سپاہی کل اتنی سی جمعیت کے ساتھ تولتی پہاڑی کے پاس جا پہنچے جو قلعۂ آسیر کے پاس تھی جب دن نکل آیا تو چوکی کے سپاہیوں نے شور و غل مچایا انکے شور سے قلعے کے آدمی ہوشیار ہو گئے اور قلعے کی تلیٹی کے آدمیوں کو خبر ہو گئی میر نجف علی خان قلعے کی تلیٹی کے دروازے کے پاس جا پہنچا یہاں پر چند جزائل اندازوں اور تیر اندازوں نے جو قلعدار کی طرف سے متعین تھے مقابلہ کیا میر نجف علی خان نے انکو مار کر بھگا دیا اور انکے پیچھے وہ مع آدمیوں کے تلیٹی میں جا پہنچا اس قلعے کے اوپر سے توپوں کے فیر شروع ہوئے اس کثرت سے گولے گرنے لگے کہ تلیٹی کی تمام آبادی لرز رہی تھی اور برہانپور تک کہ یہاں سے سات کوس تھا توپوں کی آواز جانے لگی جو پیادے آ کر میر نجف علی خان کے سامنے سے بھاگ نکلے تھے وہ بھی ان توپوں کے فیروں کی وجہ سے قوی دل ہو کر لڑائی کو مستعد ہو گئے میر نجف علی خان و میر حیدر علی خان و بہادر خدمتگار اور موتی رام جملہ چار سوار انکے پیچھے دوڑے ان میں سے بعضے بندوقیں مارنے لگے اور بعضے تلواریں سونت کر مقابلے کو کھڑے ہو گئے اور بعضے پہاڑی کے ٹیلے کی طرف بھاگ گئے میر نجف علی خان نے

بھوانی شنکر جمعدار کو اپنے ہاتھ سے تلوار سے زخمی کیا اور میر حیدر علی نے دوسرے کو م
بعد کسی نے لڑائی کی جرات نہ کی اس طرف بہادر خدمت گار کے ہاتھ مین تلوار کا زخم
میر حیدر علی کے منھ پر تلوار لگی اور قلعے والون کی طرف سے بہت سے آدمی مارے گ
تلوار سے قلعے والے نہ لڑ سکے تو توپون سے گولے مارنے لگے میر نجف علی خان مورچہ بند
کوتوالی کے چبوترے پر جا پہنچا اور قلعدار کا جھنڈا گرا کر اپنا کھڑا کر دیا اور منادی کرائی ک
چاہیے میرے پاس آکر نوکری کر لے جو آجائے گا اسکی جان ومال کو امان ہے اکثر تلمٹی کے
نوکری کو حاضر ہوئے جنکو نوکر رکھ لیا گیا۔ میر احسن قلعدار نے پرسوتم ہزاری کو ایک معقول
کے ساتھ مالی کھرہ کی طرف اُتار کر تاکید کی کہ قلعے کے دروازے کھول کر لڑے اور میر نجف علی
کے ساتھ جو تھوڑے سے آدمی ہین انھین مار کر نکالدے ہزاری مذکور نے مالی کھرہ کا ا
کرکے باہر نکلنے کی جرات نہ کی حصار پر سے اور کمرگاہ سے اور مالی کھرہ سے توپین مارتے
میر نجف علی خان کی طرف سے مورچے دمبدم آگے بڑھ رہے تھے اور اطراف سے آدمی جمع ہ
ہونے لگے۔ میر نجف علی خان تلمٹی کے آدمیون پر اعتبار نہین کرتا تھا اس لیے اُن کو نوکر رکھ
دوسرے اطراف اور ناکون پر بھیجتا تھا اور معتمد آدمیون کو اپنے پاس رکھا تھا۔ برہانپور مین ہر و
اس قضیے کی شہرت ہو رہی تھی اور خوش طبعی کے طور پر وہان کے آدمی خبرین منگاتے تھے
کے اندر ہزار کے قریب احشام اور بے اسپ اور دوسرے پیادے تھے اور میر نجف علی خ
کے پاس صرف پانسو آدمی تھے اور وہ فتح کی کوشش کر رہا تھا برہانپور کے آدمی قلعدار کو مح
لکھ رہے تھے کہ یہ قلعہ ایسا نہین ہے کہ کوئی اُسپر غالب آجائے تم دلجمعی کے ساتھ مقابلے پر آما
رہو میر احسن قلعے کی مضبوطی اور سامان کی کثرت پر مغرور ہو رہا تھا اسکی توپون کے فیرون س
شور قیامت برپا تھا۔ جب برہانپور کے آدمیون کو یقین ہوگیا کہ یہ قلعہ فتح ہونے والا ہے تو
قطب الدولہ نے محمد امین جماعہ دار کو ۲۵ سوارون اور بیس پیادون اور ایک قینچی بان اونٹ
کے ساتھ میر نجف علی خان کی مدد کو بھیجا جماعہ دار مذکور قلعے کے پاس آکر اتنی قدرت نہین رکھتا تھا
کہ میر نجف علی خان تک پہنچ جائے اُسنے انکے پاس آنے کی خبر بھیجی کہ مین برہانپور سے قطب الدولہ
محمد انور خان کا بھیجا ہوا یہان تک آیا ہون لیکن توپون کے فیرون سے آگے نہین بڑھ سکتا
اُسنے جواب مین کہلا بھیجا کہ دن مین آنا مناسب نہین رات کو آدمی تمھارے پاس بھیجون گا وہ
تمھین لے آئین گے چنانچہ رات کو اسے ایسے رستے سے جدھر گولے نہین گرتے تھے لے آئے
اُسنے مورچے دیکھے تو گھبرا گیا۔ تلمٹی مین شام بھٹ کی حویلی نہایت مضبوط واقع تھی اُس مین
ٹھہر کر پھر باہر نہ نکلا۔ میر نجف علی خان سیڑھیان مخفی طور پر تیار کرا کے تیسری رات اپنے آدمیون

میں سے سو جرار جوان منتخب کیے کہ ۲۵ قواعد داں سپاہی اور ۷۵ دوسرے پیادے تھے جن میں اس کا بھائی محمد دائم اور جالہ کا بیٹا محمد عرب اور شیخ محمد جان پٹیت و شیخ دھولا و بہادر دکھنی لشکر وموتی رام و میر ولی اللہ وغیرہ شامل تھے اور وہ سیڑھیاں لیکر مالی کھڑے کے عقب سے آسا دیوی کی طرف سے کہ قلعے کی شمالی جانب واقع ہے پہنچے اور یہ سیڑھیاں قلعہ مالی پر رکھوا کر مالی کھڑے پر آیا۔ اس مقام پر قلعدار کی طرف سے راجہ رام ہزاری اور پرسوتم ہزاری کے ساتھ سو آدمی متعین تھے اور چالیس پچاس آدمی رام سنگھ اور اوچار سنگھ اور ہیراس وغیرہ چار ہزاری آدمیوں کے ساتھ مقرر تھے رام سنگھ و اوچار سنگھ و ہیراس باطن میں قلعدار سے برگشتہ تھے اور میر نجف علی خان کے طرفدار تھے جب سیڑھیاں آسا دیوی کی طرف فصیل مالی قلعہ پر قائم ہوئیں تو قلعے کے ہزاریوں میں سے نو آدمی دو سو پیادوں اور شاگرد پیشہ آدمیوں اور گولہ اندازوں کے ساتھ مالی کھڑے والوں کی مدد کو آئے کہ یکایک میر نجف علی خان کی جمعیت نے مالی کھڑے میں پہنچکر جو ہزاری سو رہے تھے انکو کاٹ کر پھینکدیا اور جو پیادے ابھی بیدار ہوئے تھے ان کو باندھ لیا اور جو بالکل ہوشیار ہو گئے تھے وہ ننگی تلواریں ہاتھوں میں لیکر مقابلہ کرکے کچھ مارے گئے کچھ زخمی ہوئے مالی کھڑہ میں عجیب ہنگامہ پیدا ہو گیا کہ قلعدار کے طرفداروں میں سے کسی کو لڑنے کا یارا نہ تھا سب نے احشام میں پناہ لی رام سنگھ ہزاری اپنی برادری کے ساتھ نجف علی خان کی رفاقت میں آگیا مالی کھڑہ فتح ہو گیا مگر دروازہ اس کا مقفل تھا میر نجف علی خان اپنی جمعیت کو کہ تلیٹی میں تھی امداد لایا اور کمرگاہ میں مورچے سلے مالی کھڑہ کی توپوں کے گولے بالا حصار کی کمرگاہ میں پہنچتے تھے تمام دن لڑائی رہی رات کے وقت چند بہادر آدمیوں کو قلعے کی شمالی جانب کے پہاڑ پر بھیجا وہاں سے بہت سے بان مارے اتفاقاً جو بان چھوٹا قلعدار کے مکان میں گرتا وہ نہایت مرعوب ہو گیا قلعدار کی عورتیں گھبرائیں اس عرصے میں میر نجف علی خان نے پیش دستی کرکے مورچے کمرگاہ میں پہنچا دیے قلعدار زیادہ خوف زدہ ہوا اور پیغام بھیجا کہ اگر مجھے امن دو تو قلعہ حوالے کردوں چونکہ اسکے ساتھ سیادت کا نام لگا ہوا تھا میر نجف علی خان نے جان بخشی کی اور یہ کہلا بھیجا کہ جو کچھ اس کا ذاتی مال اور روپیہ ہے لیکر اطمینان سے باہر آجائے اگر بادشاہی مال لائے گا تو معاہدہ ٹوٹ جائے گا اسی وقت نواب لشکر جامہ دار اور دوسرے آدمیوں کو قلعے پر بھیجکر بندوبست کیا جب دن نکلا تو میر نجف علی خان حضرت شاہ گوہر اور حضرت نعمان کے مزارات پر جو قلعے کی تلیٹی میں تھے فاتحہ کو گیا پھر قلعے میں داخل ہوا قلعدار نے لباس تعزیں کر درد کھائی اور عذر تقصیر کیا خان مذکور نے سینے سے لگایا اور اسکی تسلی کرکے قلعے سے نیچے بھیجا اور شادیانہ

ساتھ چار پانچ ہزار سے زیادہ سپاہ نہ تھی اور کچھ توپین اور کارخانے ساتھ تھے انکو درست کرکے ہمراہ لیا اور جوق جوق آدمی چارون طرف سے نوکری کی امید پر آنے لگے لیکن وہ نوکر کم رکھتے تھے نظام الملک سیر کرتے ہوے دریاے گنگا کے کنارے پہنچے اور قصبہ سورون مین کہ شکار کثرت سے ہے مشغول شکار ہوے اور یہان سے احمد آباد ـ گجرات اور اجین جانیکی اجازت مانگی فرمان اجازت پہنچ گیا اور بعض کہتے ہین کہ اجازت نہین مانگی تھی بطور خود کوچ بکوچ آگرے کو اور وہان سے اجین کو گئے اور نربدا کا عبور کرلیا یہ تدبیر انکی خود مختاری کا ظہور مدعا تھا یہانتک کہ بادشاہ نے بھی یہی تصور کیا ـ بادشاہ نے مصاحبون کے سمجھانے سے نیابت وزارت سے غازی الدین خان کو معزول کیا ـ اعتماد الدولہ قمر الدین خان کو اسکی جگہ وزارت پر مقرر کیا اور مبارز خان حاکم حیدرآباد کو یہ ایما کیا گیا کہ نظام الملک کو دکن کے قبض و تصرف سے خارج کرے اور آپ انکی جگہ قابض و متصرف ہوجائے ـ

خواجہ محمد المخاطب بہ عماد الملک مبارز خان صوبہ دار شاہی سے نظام الملک کا لڑنے پر آمادہ ہونا

سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ امراے بادشاہ نے نظام الملک کی آزردگی پاکر مبارز خان حاکم حیدرآباد کو جس کا اصلی نام خواجہ محمد ہے حکم دیا کہ اگر ممکن ہو تو صوبہاے مذکور نظام الملک کے نائبون سے چھین لیوے اور عنقریب نظامت دکن کا فرمان صادر کیا جاے گا اور پانچ لاکھ روپے تیاری جنگ کے لیے دیے گئے ـ افاغنہ کرناٹک و سعد اللہ خان نائتہ[۱] کہ ارکاٹ مین تھا انکو لکھا گیا کہ دکن کی صوبہ داری عماد الملک کو دی گئی ہے اسکے ممد و معاون رہین اور بعض اہل تحقیق یہ کہتے ہین کہ بادشاہ نے علانیہ فرمان نہین بھیجا تھا بلکہ در پردہ اشارہ کرایا تھا عماد الملک بڑا کارگذار اور مستعد آدمی تھا وہ کار مفوضہ کے اہتمام و انصرام مین جی سے مصروف ہوا اور بادشاہ کے نام اور اپنے رعب و داب اور نیز اپنے حریف نظام الملک کے خاص خاص

---

[۱] نائتہ وہ آدمی جو قوم نوائت سے ہو حدیقۃ العالم مین لکھا ہے کہ نوائت کی قوم شرفاے عرب سے ہے جب یہ لوگ اول اول مدراس مین ارکاٹ و کرناٹک کی طرف آے تو لوگ انکو نیو وارد کہنے لگے نو وارد کا نوائت ہوگیا اور نوائت جمع ہے نائت کی اور ماثر الامرا سے ثابت ہے کہ نو آمد سے نوائت ہوگیا ہے مری رنگ پٹن کا نواب حیدر علی بھی نوائت سے تھا اسکو جو نایک کہتے ہین یہ نائت کی تبدیل ہے قاموس مین لکھا ہے کہ نوتی کشتیبان کے معنے مین ہے نواتی جمع ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ عرب جہازران یہان آکر آباد ہوگئے ہون گے انکی اولاد نوائت کہلائی ۱۲

مخالفوں مثل اولاد شیخ نظام اور شیخ منہاج سرداران دکن کے ذریعے سے فوج کی فراہمی میں کامیابی حاصل کی۔ نظام الملک کو جب یہ حال معلوم ہوا اور دہلی کے وقائع نگاروں نے انکے ملنے کا حال لکھا تو انہوں نے جو موافق اپنے دستور کے زور و قوت سے زیادہ تدبیر سے کام اپنا نکالتے تھے کئی مہینے تک مبارز خان کو خط و کتابت پر لگائے رکھا اور مبارز خان کے رفیقوں کو توڑنا اور جدا کرنا شروع کیا اور جبکہ اس قسم کی دشمنی سے تھوڑی سی کامیابی حاصل کی تو آخر لڑنے پر آمادہ ہوئے مبارز خان اورنگ آباد کو عازم ہوا حالانکہ نظام الملک کی وجہ سے ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار کا منصب اور جھالردار پالکی پائی تھی نظام الملک نے اسکو پند و نصائح کے خط لکھے اور پرانی صحبتیں یاد دلائیں اور ہر طرح دلجوئی کی۔ عبدالنبی خان میانہ نے اپنے بیٹے عبدالفتاح خان کو کڑپہ سے بھیجا اور ابراہیم خان مخاطب بہ بہادر خان برادر داؤد خان پنی کرنول سے آیا اور غالب خان مضبوط فوج کے ساتھ سعادت اللہ خان کی طرف سے آیا اور سرکار نکاپور کے فوجدار کا بیٹا دولت خان بھی آیا اسکے ساتھ نکاپور کی سرکار کا اختیار کارگذار علی خان بھی تھا ان سب کے ساتھ سپاہ تھی اور سب عماد الملک کے لشکر سے ملحق ہوگئے مبارز خان کے ساتھ پچاس ہزار سپاہ ہوگئی وہ اورنگ آباد جا پہنچا نظام الملک کی نصیحتوں نے کچھ اثر نہ کیا مبارز خان عمر رسیدہ آدمی تھا سپاہ لیکر عین برسات میں روانہ ہوا جب نظام الملک کو اسکی روانگی کا حال معلوم ہوا تو اورنگ آباد سے اللہ پر بھروسا کرکے روانہ ہوئے راستوں میں کثرت سے کیچڑ تھی موسلا دھار مینہ برس رہا تھا اسی حالت میں شکر کھیڑہ میں پہنچے اسوقت بھی اسکو خط لکھے کہ لڑائی سے باز آئے مبارز خان کو دیانت خان دیوان صوبجات دکن اور انور خان بخشی صوبجات مذکور اور دوسرے مامور آدمیوں نے بھی لڑائی کی ترغیب دی تھی۔ ترکتاز خان نام ایک تورانی آدمی کا بیٹا تھا عالمگیر نے اسکے باپ کو یکہ تاز خانی خطاب دیکر مرہٹوں سے لڑنے کے لیے بھیجا تھا یہ ترکتاز خان دکن میں پیدا ہوا تھا اور اسی وضع مرہٹوں کی سی پالی تھی اور انسے بہت موافقت پیدا کرلی تھی جو فوج راجہ ساہو کی طرف سے باجی راؤ کے ساتھ آکر نظام الملک کے لشکر سے ملی تھی اس میں شامل ہوگیا تھا اسکو حکم ہوا کہ فوج لیکر مبارز خان کی فوج کے اطراف میں لوٹ مار کرتا پھرے۔

میدان جنگ میں صف بندی

نظام الملک نے قادر داد خان و طالب محی الدین خان و اسماعیل خان خویشگی اور کوجا چند پسر راجہ ستر سال اور سرقدار خان میر آتش کو ہراول میں رکھا اور غیاث خان و محتشم خان کو بہت سی سپاہ دیکر سیدھے ہاتھ کی طرف متعین کیا اور الٹے ہاتھ کی طرف سیف الدولہ

عبدالرحیم خان صوبہ دار برہانپور اور سید غضنفر خان بخشی فیروز جنگ اور خواجم قلی خان کو سپاہ اور توپون کے ساتھ بھیجا اور اس فوج کی افسری جو قلب لشکر اور سپاہ ہراول کے درمیان تھی ارادت خان نبیرہ اعظم خان شاہ جہانی کے حوالے کی جو دہلی سے ہمراہ ہو گیا تھا اور ظہیر الدولہ رعایت خان اور بہادر دل خان قلماق اور دوسرے بہت سے آدمی محمد غیاث خان اور اس فوج کے درمیان جو بیچ مین تھی مقرر ہوے اور الٹے ہاتھ کی سپاہ اور درمیان لشکر کی سپاہ مین حفیظ الدین خان و محمد سعید خان نبیرہاے نواب سعد اللہ خان جنکی حقیقی بہن نواب کے نکاح مین تھی مقرر ہوے اور نواب درمیان لشکر مین کھڑے ہوے جنکے ساتھ حرز اللہ خان و خواجہ عبد اللہ خان و رستم بیگ خان اعظم شاہی کہ جو ان دنون سائر کا افسر تھا اور راجہ گوپال سنگھ گوڑ اور ہمت یار خان متعین تھے اور چند آدمی بکا نہا کے خاصہ چیلہ دار ہاتھون مین لیکر نواب کی سواری کے ساتھ تھے۔ اور محمد غیاث خان کے سیدھے ہاتھ کی طرف عضد الدولہ اور ان کا بیٹا جمال خان و عزیز بیگ خان و متہور خان خویشگی اور سرداران افواج دکن مقرر ہوے اور مرہٹون کی جو فوج باجے راؤ کے ساتھ آئی تھی اسے نواب نے حکم دیا کہ اپنی قوم کے دستور کے مطابق چارونطرف مبارز خان کی فوج مین لوٹ مار کرے اس فعل کو دکن کی اصطلاح مین **برکی گری** کہتے ہین۔

دوسری طرف مبارز خان نے محمد بیگ خان و غالب خان باشندۂ ارکاٹ کو اگلی فوج مین رکھا۔ اور خواجہ محمود خان مبارز خان کا منجھلا بیٹا قلب لشکر کی سپاہ اور ہراول کی سپاہ کے درمیان مقرر ہوا اور الٹے ہاتھ کی طرف ابراہیم خان پنی اور عبد الفتاح خان میانہ اور رندولہ خان میانہ اور علی خان (جو کہن سال آدمی تھا) مقرر ہوے اور سیدھی طرف دلاور خان و مبارز خان کے دو بیٹے خواجہ مسعود خان اور خواجہ اسد اللہ خان مقرر ہوے۔ اور خود مبارز خان اپنے ۱۵ سالہ لڑکے حامد اللہ خان اور دوسرے رفقا کے ساتھ کھڑا ہوا۔

جنگ

قصبۂ شکر کھیڑہ صوبۂ برار کے پاس اورنگ آباد سے چالیس کوس پر ہے جیسا کہ فتحیہ مین ہے اور مآثر الامرا مین ساٹھ کوس لکھا ہے یہان ۲۴ محرم ۱۱۳۷ ہجری کو عین دوپہر کے وقت طرفین سے گولون اور بانون کی بارش شروع ہوئی مبارز خان شکر کھیڑے کے حوالی مین نظام الملک کی فوج کے سامنے تھا اپنے الٹے ہاتھ کی طرف یہ بیت پڑھتا ہوا ؎ غرض نقشیست کز ما یاد ماند + کہ ہستی را نمی بینم بقائے + بڑھا اس وقت کیچڑ کی وجہ سے پیادے اور سوار اسکے ساتھ نہ چل سکے نظام الملک کی طرف سے انکی خاص رکاب کی سپاہ اور دوسرے سرداروں نے اس طرف توجہ کی جدھر

مبارز خان آتا تھا اور توپخانے کو کہ پشتے پر نصب تھا چاہا کہ سیدھی طرف جاکر لگا دیں جدھر مبارز خاں کی سپاہ آنے لگی تھی اس ضمن میں ابراہیم خان وغیرہ افغان جو مبارز خاں کی سیدھی طرف تھے توپوں کے سامنے پہنچ گئے قادر داد خاں وغیرہ ہراول کے آدمی کہ توپوں کے پیچھے کھڑے تھے انھوں نے کہا کہ توپیں اور طرف مت ہٹاؤ بلکہ ان کو سرکردہ جو افغان سامنے آرہے تھے سب لگے تیروں سے مارے گئے ابراہیم خاں اور عبدالفتاح خاں کام آئے اور رمضان خاں زخمی ہوکر گر گیا ادھر اسماعیل خان اور اس کا بیٹا مارے گئے اس عرصے میں نصیر الدولہ عبدالرحیم خاں و شیخ جعفر خاں نظام الملک کے لشکر میں سے ہراول کی کمک کو جا پہونچے جعفر خاں مارا گیا اسوقت مرزا محمد بیگ خاں و غالب خاں مبارز خان کی فوج کے ہراول میں سے اس فوج کے روبرو آپہونچے جو ہراول اور قلب لشکر کے درمیان تھی اور مبارز خان کی دست چپ کی فوج سے دلاور خان وغیرہ عضد الدولہ و محمد غیاث خان کے مقابلے میں آئے اور خوب معرکہ آرائی ہوئی اسوقت مرزا محمد بیگ و غالب خان مارے گئے اور الٹے ہاتھ کی فوج سے خواجہ اسد اللہ خاں و مسعود خاں وغیرہ فوج عضد الدولہ کے مقابل پہنچ گئے اس طرف سے منور خاں جو شیکلی و مرزا بیگ خاں باکمال و کمال خان ان سے مقابلہ کرنے لگے۔ نظام الملک کے سردار خوب جانفشانیاں کرکے زخمی ہوئے خواجہ مسعود خاں و اسد اللہ خان پسران مبارز خاں مارے گئے اس صدمے سے دلاور خاں ایسا گھبرایا کہ ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوکر نظام الملک کے ہاتھی کے پاس الاماں کہتا ہوا جا پہونچا اور خواجہ محمود خان بھی جو مبارز خان کی اس فوج میں تھا جو قلب لشکر اور ہراول کے درمیان تھی گھوڑے پر سوار ہوکر نظام الملک پاس آگیا۔

مبارز خان نے یہ حال دیکھا تو اپنے تیسرے بیٹے حامد اسد خان اور رفقا کے ساتھ اپنے ہاتھی کو نظام الملک کے ہاتھی کی طرف بڑھایا اس کا فیلبان گولی سے مارا گیا تو مبارز خان خود فیلبان کی جگہ بیٹھ گیا اور اسوقت تیر زنی کرتا تھا حامد اللہ خاں بھی تیر زنی کرتا تھا اس عرصے میں نظام الملک کے تیر سے مبارز خان کا کام تمام ہوگیا۔ عضد الدولہ جو مبارز خاں کے ہاتھی کے قریب ہاتھی پر بیٹھا ہوا تھا وہ مبارز خاں کا سر کاٹ کر نیزے پر بلند کرکے نظام الملک کے پاس لے گیا انھوں نے حکم دیا کہ نیزے پر سے اتار کر ہاتھی پر اُسکے جسد کے پاس ڈالدو اسیوقت ظہیر الدولہ عنایت خاں نے خوب جنگ کی بہادر دل خاں جو ہاتھی پر سوار تھا دشمن کے فیل سواروں کے ہجوم میں پہنچ گیا اور خوب شمشیر زنی کی اسی طرح حرز اللہ خاں و خواجہ عبداللہ خاں و اہتدا خاں جانبازان و ہاشم علی خاں بخشی اور اس کا بھائی قوی دل خاں کہ دونوں ایک ہاتھی پر تھے اور رستم بیگ خاں بخشی اپنی اپنی جگہوں سے حرکت کرکے نظام الملک کے ہاتھی کے سامنے آکر خوب لڑے

اس وقت بانون کے شور وغل سے اکثر آدمیون کے ہاتھی بگڑکر بھاگنے لگے تھے چنانچہ ہاشم علیخان قوی دل خان۔ حفیظ الدین خان اور محمد سعید خان کے ہاتھی بھی بھاگ کر نواب کی رکاب کی فوج کے پیچھے پہنچ گئے۔ ان مین سے محمد سعید خان کا ہاتھی پھر اپنی جگہ پر آگیا اور محمد سعید خان تیراندازی کرنے لگا حفیظ الدین خان کے فیلبان نے کہا کہ ہاتھی میرے قابو سے باہر ہوگیا ہے تو وہ ہاتھی سے اُترکر گھوڑے پر سوار ہوکر نظام الملک کے پاس آگیا اور تلے سے عرض کیا کہ اپنے ہاتھی پر سے ایک کمان اور چند تیر مرحمت کر دیجیے نظام الملک نے جواب دیا کہ اب تیراندازی کا موقع نہین ہے شمشیر سے لڑو بعد اسکے حفظ الدین خان نے یوسف محمد خان سے کہا کہ مجھے ایک کمان اور چند تیر دیدو اسکے پاس صرف ایک کمان تھی۔ وہان سرکاری چوبدارون کا مردہ بھگونت نام گھوڑے پر سوار کھڑا تھا اسکے دوش پر چلہ دار کمان موجود تھی اس سے کمان اور چند تیر لے دیے اور چند تیر اپنے پاس سے دیدیے حفیظ الدین خان نے شمشیر زنی شروع کی۔ اب حفیظ الدین خان نے یوسف محمد خان سے کہا کہ نواب کی سواری خاص کا ہاتھی جسپر عماری کسی ہوئی ہے خالی کھڑا ہے اور اسکے پہلو مین نواب کا فیل ہے آؤ ہم تم اس خالی عماری والے فیل پر سوار ہو جائین یوسف محمد خان نے کہا کہ اگرچہ بے حکم فیل خاصہ پر سوار ہونا بے ادبی ہے لیکن اسوقت مضائقہ نہین ہے۔ بغیر اسکے کہ فیل کو بٹھائین کھڑے ہوے ہاتھی پر سوار ہو جائین چونکہ یوسف محمد خان کے جسم پر زرہ اور چلتہ اور خود تھا وہ کود کر سوار نہوسکا حفیظ الدین خان کود کر سوار ہوگیا اور تیراندازی کرنے لگا بڑا بھاری رن پڑا امین خان دکنی کہ اورنگ آباد مین رہتا تھا اور اس کا بیٹا مقرب خان اور بھتیجا خان عالم بھی ساتھ تھے اور نظام الملک نے انکے ساتھ بڑے بڑے احسان کیے تھے جب مبارز خان اور نظام الملک کی لڑائی ٹھن گئی تو امین خان اورنگ آباد سے مبارز خان کے پاس چلا گیا تھا اور اس کا بیٹا اور بھتیجا نظام الملک کے پاس رہ گئے تھے۔ پس اس لڑائی مین امین خان مبارز خان کی طرف تھا اور اس کا بیٹا اور بھتیجا نظام الملک کی جانب۔ اس وقت امین خان اپنے دکھنی رفیقون کو ساتھ لیکر بیٹے اور بھتیجے کے پاس پہنچ گیا امین خان کے بیٹے مقرب خان نے بہت سے دکھنیون کو مارکر باپ کا بھی سر کاٹ لیا ایک پہر تک جنگ جاری رہی اور آج کوئی سردار ایسا نہ تھا کہ اُسنے لڑائی مین کچھ حصہ نہ لیا ہو حتے کہ بہادر علی خان برادرزادۂ رستم بیگ خان کہ اس دن نظام الملک کی خوصی مین تھا ادل بندوقین مارتا رہا بعد اسکے تیرزنی کرنے لگا عصر کے وقت نظام الملک اپنی لشکرگاہ مین کہ میدان معرکہ سے آدھ کوس تھی آگئے اور اپنے لشکر کے زخمیون کی تشفی کی اور مبارز خان کے طرفدارون مین سے دلاور خان۔ خواجہ محمود خان۔ قزلباش خان تینون سالم اور خواجہ عبداللہ خان زخمی نظام الملک کے خیمۂ خاص کے دروازے پر آگئے۔ حکم ہوا کہ دلاور خان۔ خواجہ عبداللہ خان کو اپنے خیمے مین

لیجاکر حفاظت کرے اور خواجہ محمود خاں و خواجہ حامداللہ خاں پسران مبارزخاں و قزلباش خاں کو ابتداءً اپنے خیمے مین لیجائے اور حامداللہ خاں کا علاج کرے اور یہاں مقام کرکے مبارزخاں اور اسکے دونوں بیٹوں مسعود خاں و اسداللہ خاں کی لاشوں کو شکر کھیڑے کے باہر دفن کرادیا اور باقی کشتوں کو ایک گڑھے مین دفن کرادیا۔ ظہیرالدولہ رعایت خاں کے زخم کاری لگے تھے وہ شب کے بعد مرگیا تو اسنے اس کا تابوت اورنگ آباد کو بھجوادیا۔

لعض صاحب نے تاریخ ہندوستان مین لکھا ہے کہ چونکہ بادشاہ نے مبارزخاں کو علانیہ حکم اس مہم کا نہ دیا تھا اگرچہ در پردہ وہی باعث تھا تو نظام الملک نے بادشاہ کے مدد فطرت پر سبقت لیجانا چاہا اور ماہ اکتوبر ۱۷۲۴ء مطابق محرم ۱۱۳۷ ہجری میں مبارزخاں کا سر مبارکبادی سرکوبی کے طریقے پر بڑی دھوم دھام سے بادشاہ کے دربار مین روانہ کیا مگر اس قول مین یہ بات غلط ہے کہ سر بھی بھیجا تھا کیونکہ یوسف محمد خاں اسوقت کے حاضرین میں سے ہی اسکے سامنے نظام الملک نے جسد کے ساتھ سر دفن کرادیا اور جبکہ اسنے سر بریدہ پر قناعت ہی نہ دیا تو دہلی کو بھیجنا اسکی مروت کب گوارا کرتی۔ سیرالمتاخرین مین تو یہ لکھا ہے کہ نظام الملک نے اس فتح کی عرضی مع فہرست نام مقتولاں و اموال معروضہ و اشرفیہائے مدد مبارک کے ارسال حضور کی۔

خورشید جاہی میں مبارز خاں کے مارے جانے کی بھی عجیب کیفیت لکھی ہے کہ مبارزخاں کے ہراول میں اسکے دو بیٹے مسعود خاں و اسداللہ خاں تھے وہ سب سے اول تیر قضا کے نشانہ بنے اس واقعہ ہائلہ سے مبارزخاں کی عقل جاتی رہی امتیاز فتح و شکست کا بالکل نہ رہا اپنی زندگی سے بیزار ہوکر گلے کے کپڑے کو کھینچ لیا اور ہاتھی کو بڑھایا اس کی طرف کی لڑائی اس حرکت سے بگڑ گئی کشتوں کے پشتے لگ گئے فیلبان زخموں سے چور ہوکر گر پڑا مبارزخاں فرط غم سے مبہوت ہوکر بجائے فیلبان کے آپ جا بیٹھا اور نظام الملک کے فیل خاصہ کا متلاشی تھا آخرکار دو چار زخم کھاکر جان بحق تسلیم ہوا۔

اس لڑائی میں بقول مؤلف سیرالمتاخرین چار ہزار آدمی اور چار ہاتھی مبارزخاں کی طرف کے مارے گئے۔

جان نثاروں کو انعام و اکرام

مبارزخاں کی جنگ کے بعد نظام الملک نے اپنے جان نثاروں کو انعام و اکرام سے مالامال کیا چنانچہ عوض خان عضدالدولہ قسورہ جنگ کو کرسانی سے ہفت ہزاری سے

رکھتے تھے جو ملازمون کے لیے انتہائی مرتبہ تھا خلعت وجواہر وہاتھی بخشا۔ اور **نصیر الدولہ عبدالرحیم خان** کو اصل واضافہ سے ہفت ہزاری منصب کو پہنچا دیا اسکے سوا خلعت وجواہر وفیل بخشا (خدا کی شان تو دیکھیے کہ ان تورانیون نے کمزور بادشاہون کی زندگی مین وہ منصب لپنے رشتہ دارون کو دیا جو اکبر نے اپنے بیٹے کو دیا تھا اسکے وقت مین امرا مین انتہائی ترقی منصب پنجہزاری تھی اور دہ ہزاری وہشت ہزاری وہفت ہزاری منصب تینون شاہزادون کے لیے خاص تھے) **جمال خان** اصل واضافہ سے پنجہزاری کو پہنچ گیا اور **محمد غیاث خان** نے بھی یہی مرتبہ پایا اور **قادر داد خان** نے منصب پنجہزاری ذات وچارہزار سوار کا پایا اور **متہوّر خان خویشگی** اور **ترکتاز خان** کہ ہر ایک چارچار ہزاری تھا پانچ پانچ ہزاری ہوگیا اور **مقرب خان** و**خان عالم** کو دوسری عنایات کے علاوہ اصل واضافہ ملاکر چار چار ہزاری منصب ملا اور **عزیز بیگ خان ہارسی** چارہزاری ہوا۔ اور **حرز اللہ خان** و**طالب محی الدین خان** و**محمد سعید خان** کہ یہ تینون دہلی سے ساتھ ہوے تھے اور ہر ایک ایک ایک ہزاری منصب رکھتا تھا تین ہزاری ذات اور دو دو ہزار سوار کو پہنچا۔ اور خلعت فاخرہ وسرپیچ مرصع وعلم ونقارہ پایا اور دوسرے عمدہ دارون کو بھی خلعت اور منصب دیے **بلجی راو** جو راجہ ساہو کی طرف سے آیا تھا اور عمدہ کام کیا تھا اسکو منصب ہفت ہزاری پر پہنچا کر خلعت اور فیل اور جواہر دیا اور اسکی سفارش سے اسکے ان رفیقون کے جو پہلے سے منصب رکھتے تھے منصب بڑھائے اور جو منصب نہین رکھتے تھے ان کو از سرنو منصب دیے اور سب کو خلعت اور گھوڑے بخشے اور راو رنبھا بنالکر اور مان سنگھ ہاکیا کہ دونون منصبدار شاہی تھے اور اس لڑائی مین خوب لڑے تھے ان مین سے رنبھا منصب ہفت ہزاری تک پہنچ گیا اور دوسرے کے منصب مین بھی اضافہ ہوا اور دونون کو خلعت اور جواہر اور ہاتھی ملے۔

دیانت خان ومحمد انور خان کو نہایت شیرین ملامت

بعد اسکے نظام الملک اورنگ آباد پہنچکر دس روز وہان مقیم رہے اور ۵ صفر ۱۱۳۷ ہجری کو تالاب جسونت پر کہ شہر اورنگ آباد کے باہر حیدرآباد کی طرف واقع ہے اُترے صبح کو یہان سے چل کر موضع چکل تھانہ مین جو شہر سے تین کوس ہے مقام کیا اور دیوان خانے مین بیٹھکر خلوت کی اور کہا کہ جس شخص کو ہم بلاوین وہ آوے اول محمد علی چوبدارون کا افسر آیا اور یوسف محمد خان کو جو آج کل کوئی کار سرکاری نہین رکھتا تھا اندر لے گیا نظام الملک نے دریافت کیا کہ کیا دیانت خان وانور خان باہر موجود ہین اسنے کہا کہ موجود ہین نواب نے جیب مین سے

دو لفافے نکالے اور کہا کہ جاکر مجمع کے سامنے انھیں پڑھو دوان میں سے ایک خط انور خان کا اور دوسرا دیانت خان کا مہری و دستخطی تھا ان میں مبارز خان کو نظام الملک سے لڑنے کی ترغیب و تحریص کی تھی یہ خط مبارز خان کے استیصال کے بعد اسکے قلمدان سے نکلے تھے اسے جاکر انکو پڑھکر سنا دیا اور پھر نظام الملک سے کہنے گیا کہ خطون کا مضمون سب کو سنا دیا گیا۔ اس عرصے میں افسران فوج اپنے اپنے خیموں کو چلے گئے تھے اور محمد علی خان نے جاکر نواب سے کہا کہ دیانت خان و محمد انور خان بھی چلے گئے ہین یوسف محمد خان کو حکم دیا کہ اول دیانت خان کے ڈیرے پر جاؤ اور پھر محمد انور خان کے اور ہر ایک کا خط اسے دکھا دو اور یہ کہدو کہ ہم نے تم دونوں کو خدمات سے معزول کیا اور اسکے بعد خط ہمین لاکر دیدو چنانچہ جب یوسف محمد خان دونوں کے پاس نواب کا حکم اور خط لیکر گیا تو انکے چہرے زرد ہوگئے اور کانپنے لگے اور عذر بے معنے کرنے لگے بعد اسکے یوسف محمد خان نے نظام الملک کے پاس خط لاکر انکو دیدیے اور سب حال بیان کر دیا نظام الملک دونوں خط ہاتھ میں لیکر زنانے میں چلے گئے۔

علی اکبر خان اور انوار اللہ خان پر خفگی اور بعض افسرون کو ترقی پر پہنچانا اور حیدرآباد کی طرف کوچ کرنا

۱۴ صفر ۱۱۳۷ہجری کو عصر کے وقت موضع چکل تھانہ کے مقام پر ارادت خان و محتشم خان کو اپنے پاس بلایا ارادت خان کو منصب چار ہزاری ذات و دو ہزار سوار پر پہنچا دیا اور بہادری کا خطاب و علم و نقارہ دیا اور محتشم خان کو بھی مہتے میں ترقی کرکے صوبجات دکن کی دیوانی دی۔ اسکے پاس پہلے دکن کے صوبوں کی بخشی گری کا عہدہ تھا دوسرے دن مقام ہوا اور عضد الدولہ کو اورنگ آباد بھیجدیا اور راؤ رمبھا نالکر (جسے عالم علی خان کی لڑائی میں عمدہ جانفشانی کرکے راجہ امرت راؤ کا خطاب پایا تھا اور اسکو سینتر کہکے لکھتے ہیں اور اس لڑائی میں بھی خوب داد مردانگی دی تھی) رخصت چاہتا تھا اسکو رخصت کا خلعت اور جیغہ مرصع عطا ہوا اور یوسف محمد خان کو حکم ہوا کہ آداب شاہی کے موافق اسے ہمارے حضور میں لاکر تسلیمات کرادے اور علی اکبر خان کو بدل کراسکی جگہ شیخ عاقل خان کو برہانپور کا دیوان بنایا جسکو ایک طرف ہٹاکر محتشم خان نے خلعت پہنایا جب دو نواب کے پاس حسب آداب کو آیا تو انھوں نے کھڑے ہوکر یوسف محمد خان کو پاس بلاکر کہا کہ علی اکبر خان کے اخلاص سے تعجب ہے کہ وہ برہانپور میں موجود تھا اور انوار اللہ خان سے بارود اور سیسہ بیلوں پر لدواکر مبارز خان کے پاس بھیجا اور ہمکو اطلاع نہ دی یوسف محمد خان نے

عرض کیا کہ علی اکبر خان وہان کی دیوانی پر مقرر تھا اُسنے خدمات کی بجا آوری مین کوئی قصور نہین کیا ہی یہ کام محرروں کا تھا جو خبر لکھنے پر مامور تھے نواب نے کہا کہ ہم صحبتان اخبار سے دریافت کرکے ہمکو اطلاع دیتا یوسف محمد خان نے جواب مین کہا الخبیثات للخبیثین والطیبات للطیبین جناب پر روشن ہے پس علی اکبر خان کو ایسے خبیثون سے صحبت رکھنے کا کیا کام تھا نظام الملک یہ جواب سنکر زنانے مین چلے گئے صبح کو وہان سے کوچ ہوکر چار کوس جریبی مسافت طے کی اور دارونگی خواصون اور سلاح خانے کی یوسف محمد خان کو دیکر خلعت سہ پارچہ عطا کیا۔ اور جگپت راو یلمہ زمیندار سوریاپیٹ جو مبارز خان کی جنگ مین خوب کام کرچکا تھا منصب سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار کو پہنچا اور قلعہ داری قندھار کی گوپال سنگھ گوڑ کو ملی یہ قلعہ زمین دوز قلعون مین سے نہایت مستحکم مشہور تھا اور اس مین حاجی سیاح کا مزار تھا اس لیے قندھار حاجی سیاح کے نام سے مشہور تھا گوپال سنگھ بھی اس لڑائی مین شریک تھا اُسکو پرگنہ وکلور کہ اس طرف تھا جاگیر مین ملا اور خلعت مرحمت ہوا اور حسام اللہ خان قلعدار اودگیر آکر نواب کے سلام سے مشرف ہوا۔ اسی طرح نظام الملک متواتر کوچ و مقام اور سیر و شکار کرتے ہوے قلعہ بیدر مین پہنچے۔ میر کلان نام تورانی نسل کہ عہد عالمگیر مین گرز برداروں کے زمرے مین تھا اور محمد شاہ کے عہد سے اسوقت تک قلعہ بیدر کا قلعدار تھا اور قصبہ ناندیر مین رہتا تھا وہ سلام کو حاضر ہوا چونکہ قدیم سے دولت خواہ تھا اسکو خلعت عنایت ہوا اور اس سے ترکی مین بھی اکثر کلام کرتے تھے۔

حیدر آباد۔ بھونگیر اور نوجر پر قبضہ

جب قصبۂ کوہیر مین کہ حیدر آباد کے مشہور مقامون مین سے ہے پہنچے تو یہان نظام الملک کو خبر ملی کہ کاظم علی خان پسر حاجی منصور (جو مبارز خان کی طرف سے پرگنۂ بھونگیر کا فوجدار تھا) شہامت خان پسر مبارز خان کے اغوا سے (جسکو مبارز خان میدان جنگ کی روانگی کے وقت گولکنڈے کی صوبہ داری اور حیدر آباد کی نیابت پر چھوڑ گیا تھا) اسوقت جماعت فراہم کرکے فتنۂ و فساد پر آمادہ ہوا ہے اور قلعہ نوجر مین کہ جنگ سے پہلے مبارز خان یہان نو ماہ تک مقیم رہا تھا ملک تلنگ کا آپا راو بھی مورچے تیار کرکے لڑنے کو آمادہ ہے۔ نظام الملک نے ایک فوج اہتدا خان خانسامان کی سرداری مین کاظم علی خان پر بھیجی اور دوسری فوج سیف علی خان بخشی دوم کی ماتحتی مین آپا راو کی سرکوبی کو روانہ کی اور شریف محمد خان کو جو شاگرد پیشہ کا بخشی تھا اہتدا خان کی نیابت مین دیوانی و خانسامانی کا کام ملا اور یوسف محمد خان کو تن بخشی گری کی خدمت تفویض ہوئی نظام الملک کوچ بکوچ حیدر آباد کی طرف چلے مبارز خان کے بیٹے خواجہ احمد خان

معروف بہ شہامت خان نے جو حیدرآباد میں باپ کا نائب تھا قلعہ گولکنڈہ کو ہزاریوں سے
سے سعدل خان خواجہ سرا کے ہاتھ سے جو مبارز خان کے دوسرے بیٹے کی طرف سے یہ
نگہبان تھا نکالکر تمام مال و اسباب اور زر نقد اور عورتیں اور بال بچے اس قلعے میں رکھکر متحصن
ہوگیا تھا یہ قلعہ نہایت مضبوط اور ملک تلنگانہ کا دار الصدر تھا مبارز خان کے مارے جانے
اور نظام الملک کے نزدیک پہنچنے کی خبر سنکر ان میں نہایت خوف و ہراس پیدا ہوا اکثر مال
اور تاجر شہر سے نکلکر قلعہ گولکنڈہ میں جاکر پناہ گزیں ہوئے اور دوسرے لوگ جو شہر میں رہ گئے
وہ بھی خائف تھے آخر ربیع الثانی ۱۱۳۷ہجری میں نظام الملک حیدرآباد پہنچکر موسی ندی کے
کنارے آئے اور باغ گوشہ محل میں اترے۔ خان سپار خان ولد رستم دل خان میرہ خان سپار خان
یعنی کہ عالمگیر کے عہد میں حیدرآباد کا ناظم تھا۔ نظام الملک نے اسکو صوبہ حیدرآباد کا ناظم بنادیا
اور سیف الدولہ کو کہ اس سے پیشتر نواب کے بڑے بیٹے کے لشکر اور بازار کا کوتوال تھا حیدرآباد کی
کوتوالی دی اور آتش خان کو جو نظام الملک کے لشکر کا کوتوال تھا جنگی کا افسر کیا اور سب کو خلعت
دیکر رخصت کیا اور قلعہ گولکنڈہ کی تسخیر دوسرے وقت پر منحصر رکھکر بوجر کی طرف روانہ ہوئے۔
اہتدا خان جو کچھ دنوں پہلے کاظم علی خان کے سمجھانے کے لیے کھونکیر کی طرف گیا تھا۔ کاظم علی خان
نے اسکی نصیحت نہ مانی لڑائی ہوئی اور اہتدا خان کے آدمیوں کے ہاتھ سے کاظم علی خان مارا گیا
اور قلعہ کھونکیر مفتوح ہوگیا۔ اہتدا خان نظام الملک کے پاس آگیا اور اسکو خلعت ملا۔ دو ہاتھی
جو مبارز خان کے کیمپ کی لوٹ سے اسکے ہاتھ آئے تھے وہ اسے اپنی سرکار میں داخل
کیے تھے اس لیے نواب کے دل کو اسکی طرف سے کسی قدر گرانی تھی اب اہتدا خان
یوسف محمد خان کے ڈیرے پر وہ ہاتھی لیکر آیا اور کہا کہ نواب کی سرکار میں یہ دونوں ہاتھی داخل
کرنیکی وجہ سے نہایت شرمندہ ہوں تم سے امید ہے کہ نواب کے پاس جاکر وقت مناسب میں
اس کا میری طرف سے یوں عذر کردو کہ میر اعتبار علی قلی خان نوجوان ہے اور ولایت سے تازہ
آیا ہے اسنے ان کو روک لیا تھا اور نواب سے انکو فیل خانے میں داخل کرنے کی اجازت لے لی
چنانچہ ایک دن موقع پاکر یوسف محمد خان نے یہ بات آب و تاب اور اہتدا خان کے عجز و الحاح
کے ساتھ عرض کی نواب نے فرمایا کہ کیا کرنا چاہیے۔ یوسف محمد خان نے کہا کہ وہ حضور کا سدوم
جان نثار ہے مبارز خان کی جنگ میں بہت جانفشانی کی تھی اور اب قلعہ کھونکیر کو فتح کیا ہے
نواب نے کہا کہ اچھا دونوں ہاتھی لے سکتے۔ یوسف محمد خان نے عرض کیا کہ دونوں ہاتھی اہتدا خان
حضور میں لاکر سلام گاہ میں آنکس کندھوں پر رکھکر کھڑا ہو میں جاکر کہوں کہ یہ ہاتھی نواب نے تمکو
بخشے آداب بجا لاؤ فرمایا کہ ہاتھیوں کے لانے اور آنکس کندھے پر رکھنے کی ضرورت نہیں ہے تم جاکر

کہدو کہ ہاتھی تمکو بخشے گئے حاضر ہو کر آداب تسلیمات بجا لاؤ۔
القصہ نظام الملک اسی طرح شکار کرتے ہوے نوجر کے پاس جا پہنچے ان دنون وہ حکام جو مبارز خان کی طرف سے پرگنون اور قلعون اور سرکارون مین متعین تھے آآکر سلام کرتے رہے بعض اپنی خدمات پر مقرر رہے اور بعض کا تغیر و تبدل ہوا۔ آپا راؤ نوجر کے قلعے مین مستعد مقابلہ ہو گیا اگرچہ قلعہ خام تھا مگر دیوار بہت عریض تھی اور آس پاس خندق بھی تھی اور لڑائی کا سامان جمع تھا نظام الملک نے اس کا محاصرہ کر لیا دو ماہ تک لڑائی جاری رہی آخر کار بیلدارون اور تبردارون نے صحرا سے تاڑ کے درخت کاٹ کر مٹی اور پیڑون سے قلعے کے چارون طرف حصار بنا لیا اور مضبوط دمدمہ تیار کر لیا اسپر بڑی بڑی توپین چڑھا دین اور گولے مارنے شروع کیے بہت سے قلعہ نشین مارے گئے اور نواب کے لشکر سے بھی کچھ آدمی کام آئے آخر کار آپا راؤ نے عاجزی کر کے معافی مانگی اور قلعے کا تمام نقد و جنس ملازمان نواب کے سپرد کر کے دست بستہ حاضر حضور ہوا اور قدمبوس ہو گیا حکم ہوا کہ اسکے ہاتھ کھولدو اور اُسکو خلعت مرحمت ہوا نواب نے اسکو نوجر کا پرگنہ جاگیر مین دیدیا اور قلعے کا نام **اسلام آباد** مقرر کیا اور حیدرآباد کی طرف کوچ ہوا۔

اُن محالات کا انتظام جو سرکارین کہلاتے ہین

نواب ابھی اسلام آباد مین مقیم تھے کہ سیکاکول کے محال کی فوجداری حفیظ الدین خان و محمد سعید خان کے سپرد ہوئی یہ دونون بھائی ادھر رخصت ہوے اس سرکار کا نام سیکاکل اور سکاکول بھی لکھا ہے اور کہین چکاکول بھی نظر سے گذرا ہے اور سرکار **فیروز نگر** عرف راے چور اور بیجاپور کی فوجداری طالب محی الدین خان پر مقرر ہوئی اور مرزا علی نامی کہ برسون تک یوسف خان کے ساتھ فوجداری قمر نگر عرف کرنول مین رہا تھا اور چند گانون فیروز نگر کے اس کی جاگیر مین تھے اور اس ضلع کا واقف کار تھا اسکے ساتھ بھیجا گیا۔ اور **سرکار مچھلی پٹن** کو جو عمدہ سرکار تھی اور عمدہ بندر تھا اور تھوڑے سے یورپین تاجر یہان رہتے تھے بھیجا گیا تھا اُسنے وہان انتظام کر کے مالگذاری وصول کی اور خواجہ رحمت اللہ خان اور خواجہ عبداللہ خان کہ دونون مغل تورانی اور بھائی تھے اور مبارز خان کی طرف سے محالات سیکاکول اور راجبندری کے منتظم تھے نظام الملک کے پاس آگئے اول کو دیوانی سرکار کی خدمت ملی اور دوسرے کو خانسامانی کی اور سرکار راجبندری کی خدمت بدستور سابق عبداللہ خان پر بحال رہی اور سرکار مرتضے نگر عرف کونڈیر کی حکومت خواجہ عبداللہ خان کے سپرد ہوئی کہ یہ شخص

عہد عالمگیر بادشاہ میں دیوانی تن کی خدمت رکھتا تھا اور مبارز خان کے رفقت سے اس سرکار کا فوجدار تھا۔ اسپر یہ خدمت بحال رہی۔

مرتضے نگر کا یہ عرف تتمیہ میں ہے اور دوسری تواریخ مین دوسرا نام گنتور لکھا ہے۔ نواب عباد اللہ خان کو ابوالوفا خان خطاب دیا اور فوجداری سرکار ایلور کی فیض اللہ خان کے حوالے کی اور خانی خطاب بھی دیا اور خدمت فوجداری سرکار مصطفے نگر عرف کونڈپلی کی آغا معین خان مغل ایرانی کو دی یہ بھی مبارز خانی تھا اسکو معین خانی خطاب ملا کونڈپلی نام تتمیہ مین ہے اور دوسری کتابون مین کونڈور لکھا ہے۔ خواجہ محمود خان و خواجہ حامد اللہ خان پسران مبارز خان و دلاور خان و قزلباش خان کہ میدان کارزار مین ہاتھ آئے تھے اور اتنک نظر بند تھے انکو نظام الملک نے رہا کرکے خلعت و منصب دیا۔

قلعہ گولکنڈہ کا صلح کے ساتھ ہاتھ آجانا

بوجہ ذخائر و سامان حرب و ضرب کی موجودگی کے ایک سال تک مبارز خان کے بیٹے نے قلعہ حوالے نہ کیا اور یہ شہرت دی کہ میرے نام علم قلعداری کا بادشاہ کی طرف سے آرہا ہے اور جابجا قلعہ داروں اور زمینداروں کو احکام لکھے کہ فوجیں کمک کے لیے لائیں اور نظام الملک کی حکومت مین دراندازی شروع کی اور مدت سے جو قیدی قلعے مین محبوس تھے انکو فساد پھیلانے کے لیے رہا کردیا چنانچہ اس فتنہ انگیزی سے کاظم علی خان ولد منصور خان فوجدار بھونگیر بہت سے آدمیوں کے ساتھ مارا گیا۔ نظام الملک نے دلاور خان کو گولکنڈے کی طرف بھیجا کہ وہان جاکر مبارز خان کے بیٹے خواجہ احمد خان کو سمجھادے کہ اگر اطاعت کرکے قلعہ ہمارے آدمیوں کے حوالے کرکے ہمارے پاس آجاوے گا تو تمام جانور اور سامان نقد جنس جو کچھ لے سکے باپ اور بھائیوں کا ہے اس سے مزاحمت ہوگی اور دوسرے بھائیوں کی طرح منصب اور جاگیر پاوے گا اور اگر راہ راست پر نہ آیا تو نقصان اٹھاوے گا۔ دلاور خان عمر رسیدہ آدمی اور احمد خان کا خسر اور خالو تھا اسے گولکنڈے مین جاکر احمد خان سے ملاقات کی اور اسکو سمجھایا وہ راہ راست پر آگیا ...سے آکر حوالی شہر حیدرآباد میں نواب سے ملاقات کی اور احمد خان کی طرف سے عرض کیا کہ ...ح کل دہلی میں بڑا اختلال پیدا ہے اس لیے تمام عورتوں اور بچوں کو اس قلعے مین رکھا تو دلا...

...مغلوں کے زمانہ حکومت میں ہندوستان میں تنخواہ کے معنے میں مستعمل تھا چنانچہ دفتر تن اور دیوان تن سے مراد دفتر ...اہ و دیوان تنخواہ ہوتی تھی۔ اور ایں داہمارا تن نامید بولتے اور مراد اس سے ایں دام ہا را تنخواہ ...ید رکھتے ۱۲ تسہیل اللغات مولفہ مولف ایں تاریخ

نواب صاحب جب تک بالکل اہل خلاف کا وجود نہ مٹا دین مجھکو مع متعلقین کے یہان
کی اجازت دین نظام الملک نے یہ بات منظور کرلی تو احمد خان نے قلعہ کی کنجیان ۳۸ الہ
مین نظام الملک کے آدمیون کے حوالے کردین نواب نے اسکو منصب پنجہزاری ذا
اور چار ہزار سوار کا دیا اور خطاب شہامت خان بہادر مرحمت کیا اور اسکے دوسرے بھ
محمود خان کو پانچہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب اور خطاب مبارز خان بہاد
اور خواجہ احمد اللہ خان پسر مبارز خان جو خوب لڑکر زخمی ہو گیا تھا اسکو منصب دو ہزاری
اور ایک ہزار سوار کا دیا اور امان اللہ خان ولد ضیاء اللہ خان عالمگیر شاہی کو دو ہزار و پانص
ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب دیا اور مبارز خان کے دوسرے چھوٹے بیٹون اور
چند رشتہ دارون کو مناصب مناسب اور خطاب عطا کیے اور نواح حیدرآباد سے چند لاکھ کی
جاگیر دی اور مبارز خان کا تمام مال و اسباب اور زر نقد معاف کردیا اور کہا کہ فرائض اللہ کے
موافق باہم تقسیم کرلین۔ شہامت خان ابتدا سے نزلہ وغیرہ مین مبتلا تھا نظام الملک نے
اسکو حکم دیا کہ تم خود حیدرآباد مین رہو اور جمعیت تمھاری ہمارے ساتھ رہے۔ ہمت یار خان کو
گولکنڈے کی قلعداری اور خیر اللہ خان کو حیدرآباد کی نظامت دی ادھر کا انتظام کرکے نواب
صاحب کرناٹک کی طرف روانہ ہوے۔

ملک کرناٹک پر قبضہ

نظام الملک ملک کرناٹک کے انتظام کے لیے آئے تو وہان کے قلعدار و فوجدار سلام کو آئے
اور وہ خدمات انپر بحال رہین چنانچہ عبد النبی خان میانہ فوجدار کڑپا اور رندولہ خان فوجدار
کرنول کہ اپنے باپ ابراہیم خان کے بعد جنگ مبارز خان کے وقت سے بادشاہ کے پاس
نظر بند تھا اور پھر رہا ہو کر اپنے باپ کی جگہ مرخص ہوا تھا نواب کے پاس حاضر ہوے اور دلیر خان
کا بیٹا عبد المجید خان بھی بنکاپور سے آگیا اور یہ سب نواب کی ملازمت سے شرفیاب ہوے
انکے سوا طاہر خان افغان جو کرناٹک پورری کا فوجدار تھا وہ بھی آیا۔ ملکیتہ کے تالاب پر
بعض مصلحتون کی وجہ سے چند روز نظام الملک نے قیام کیا تو یہان ارکاٹ دکرناٹک
کا نائب سعادت اللہ خان اور زمیندار سری رنگ پٹن[1] اور زمیندار بدنیور اور دوسرے
پالہ گیر صوبہ بیجاپور دکرناٹک کے پیادہ سوار کی جمعیتین لیکر نواب کے پاس آ گئے اور پیشکش
نذر کیے یہان سے نظام الملک امتیاز گڑھ عرف ادھونی کے قلعے کی طرف لوٹے یہان کی

[1] سرنگاپٹم بھی یہی ہے ۱۲

وجداری رندولہ خان سے نکال کر شاہ اللہ خان ہمیرہ عنایت اللہ خان داماد مبارز خان کے حوالے کی اور قلعے کی قلعداری بدستور سابق سلطان علی خان پر بحال رکھ کر خلعت عنایت کیا یہاں سے روانہ ہو کر قصبۂ گلبرگہ میں پہنچکر گیسو دراز کی زیارت کی یہاں سے چل کر قلعۂ فتح آباد عرف دھارور میں پہنچے برسات کا موسم آگیا تھا یہاں مقام کیا اور عضد الدولہ قسورہ جنگ جو اورنگ آباد سے استقبال اور سلام کو آئے تھے انھیں رخصت کیا کہ شہر میں پہنچکر مقام کریں اس عرصے میں سلطان جی بنالکر جو راجہ ساہو کا سرلشکر تھا اس سے جدا ہو کر نواب کے پاس آگیا اور نواب کی رفاقت اختیار کی نواب نے اسے سات ہزاری منصب دیکر با تقرری صوبۂ برار کا محال جاگیر میں دیا۔

بادشاہ کی طرف سے خطاب

آصف جاہ نے حیدر آباد کو دار الریاست قرار دیا اور مقررہ وقتوں میں تحفہ تحائف اور نذریں بادشاہ کو بھیجتے رہے مگر آیندہ سے ساری باتوں میں خود مختاری کیے گئے بادشاہ نے انکی استمالت مناسب جانی اور فرمان تقرری صوبۂ دکن مع خلعت و فیل خاصہ سواری اور جواہر بیش بہا اور خطاب آصف جاہ سے سرفراز کیا

دیکھو نظام الملک کا نصیبہ کہ چار صدی منصب سے شروع ہو کر ایسے رتبے کو پہنچے کہ دوسروں کو ہفت ہزاری منصب دینے لگے۔ سادات بارہ کی بے وفائی۔ بادشاہ کی نعاقبت اندیشی اور صوبہ داران دکن کی اولوالعزمی دلڑائی نے اس ملک میں انکے قدم جمادیے اور درجۂ امارت وصوبہ داری مالوہ سے تمام قلمرو دکن کا فرمانروائے مستقل بنا دیا کمزور سلطنت دہلی کا اثر کوئی دباؤ بجز اخلاقی اثر کے نہ رہا۔ آصف جاہ کو یہ فتوحات ہرگز انکی خاص سپاہ کی بہادری کی وجہ سے حاصل نہیں ہوئیں بلکہ انکے اخلاقی تفوق اور صبر وتحمل اور تدبیر و فطرت کی وجہ سے وقوع میں آئیں جس کا مقابلہ سلطنت کے امرا ہرگز نہیں کر سکتے تھے۔

مرہٹوں سے معاملات

الفنسٹن صاحب نے تاریخ ہندوستان میں لکھا ہے کہ اگرچہ نظام الملک آصف جاہ اپنے بادشاہ محمد شاہ کے فسق وفساد سے دور پڑے تھے مگر اپنے ہمسایہ مرہٹوں سے ہاموں و محفوظ نہ تھے اور اب حال ان کا یہ تھا کہ اُن کی قوت بڑے بڑے قابل سرداروں کے ہاتھوں میں پہنچکر نہایت مجتمع ہو گئی تھی اور آصف جاہ کی تاب و مقاومت سے بہت زیادہ بڑھ گئی تھی آصف

اپنی مشہور عام تدبیرون کی حسن شایستگی سے ایک مدت تک مصروف اس بات مین رہے کہ مرہٹون کی قوت کو اپنی طرف سے لوٹا کر دلی والے مخالفون کی جانب متوجہ کرین اگرچہ کئی صوبے آصف جاہ کے قبض و تصرف سے نکل گئے مگر انکی حکومت خاص دکن مین ایسی دھوم دھام سے جم گئی اور انھون نے اس ارادے پر کمر باندھی کہ اپنے خوفناک ہمسایون کی حکومت کو مغلوب کرین چنانچہ انھون نے اُنکے باہمی نزاعون سے اپنے آپ کو فائدہ پہنچایا انھون نے پہلے پہل باجے راؤ کے دشمن پرتھی ندی سے راہ و رسم اپنی جاری کی قریب تھا کہ ایک ایسا عہدنامہ حاصل کرین کہ جسکی رو سے چوتھ اور سردیس مکھی انکی دارالریاست کے گرد و نواح کے ملکون مین باقی نرہے اور اسکے عوض مین کسی قدر ملک اور کسی قدر روپیہ نقد ٹھہرالیا جاے مگر باجے راو اس انعام کی رو و رعایت سے جسکے ذریعے سے مرہٹون کے استحقاق و دعوے محدود و معین نہوتے تھے اور نیز اپنے پُرانے حریف پرتھی ندی کے بیچ مین پڑنے سے عہد مذکور کی تکمیل و تعمیل مین خلل انداز ہوا اور آصف جاہ کو اس خط و کتابت سے یہی فائدہ حاصل ہوا کہ مرہٹون کے وزیرون مین رشک وحسد کا مضمون مشتعل ہوا۔ اسی قسم کا دوسرا ارادہ آصف جاہ کا بہت بڑے پایے کا تھا۔ بیان اس کا یہ ہے کہ مرہٹون کی ریاست کا دوسرے دعوے دار سنبا جی ثانی نبیرہ شیواجی اپنے چچازاد بھائی راجہ ساہو کی دولت و اقبال کے مقابلہ مین پھیکا پڑا تھا اور پرتالہ صوبۂ بیجاپور مین بسر کرتا تھا اور اسکے خاندان کا جنوبی حصہ اُسکے قبض و تصرف مین تھا مگر باقی سارے ملک کا دعویدار تھا آصف جاہ نے اس دعویدار کی حمایت پر کمر باندھی اور اسکو بلا کر بلاتصنع یہ شبہ ظاہر کیا کہ چوتھ وغیرہ حقوق کا روپیہ جو میرے ملک سے مرہٹون کا حق مقرر ہے وہ سنبا جی کا حق ہے یا راجہ ساہو کو پہنچتا ہے جس کا سپہ سالار اور وزیر باجے راؤ تھا اور فریقین سے کہلا بھیجا کہ ہر دعویدار اپنے استحقاق دعوے کو بوجوہ و دلائل ثابت کرے ساہو سنکر نیلا پیلا ہوا اور غیظ و غضب کے مارے آپے سے نکل گیا اور باجے راؤ اس کا غصہ نکالنے کا ایسا ذریعہ تھا جو لڑنے مرنے پر مستعد و آمادہ رہتا تھا۔ حاصل یہ کہ سنہ ۱۱۴۹ھ ہجری مین برسات کے اختتام پر باجے راو نے آصف جاہ کے ملک پر حملہ کیا۔ نظام الملک راو سنبھا کو ساتھ لیکر اور اپنی فوج بھی لیکر مقابلہ کو چلے اور عضدالدولہ عوض خان کو ہراول مین باجے راؤ کے مقابل بھیجا۔ ۲ ربیع الاول سنہ ۱۱۴۹ھ ہجری کو مقابلہ ہوا۔ باجے راو پسپا ہوا نظام الملک عضدالدولہ کو اسکے تعاقب پر مامور کر کے خود بھی پیچھے چلے باجے راو نے برہانپور کا قصد کیا مگر جبکہ نظام الملک آصف جاہ اس شہر کی اعانت کو روانہ ہوے جن کا شریک اب سنبا جی مذکور بھی ہو گیا تھا تو باجے راو نے اپنے پہلے کوچ کی سمت کو بدل کر بڑی تیزی و تندی سے گجرات پر یورش کی جہان ابتک چوتھ اسکی مستحکم نہوئی تھی

چنانچہ اس صوبے کو جلا پھونک کر باشندوں کے قتل سے لہو کی ندی نالے بہائے نظام الملک یہ سنکر کہ باجے راؤ گجرات کو چلا گیا برہانپور میں لوٹ آئے اور لال باغ میں ٹھہرے اور عاقل خاں کو برہانپور کی دیوانی سے معزول کرکے دوبارہ علی اکبر خاں کو مقرر کیا اور دکن کی دیوانی کی نیابت علی اکبر خاں سے لیکر عاقل خاں کو دی اور شہر کی حکومت حاجی تفقد علی خاں سے نکالکر شیر اندیش خاں کو دی اسکے بعد نظام الملک خود بے در بے کوچ کرکے سورت کے قریب پہنچ گئے۔ اس حرکت سے مبارز الملک سربلند خاں ناظم گجرات کو خیال ہوا کہ نظام الملک باجے راؤ سے موافقت کرکے اس ملک کی تسخیر کا ارادہ کررہے ہیں پریشان ہوگیا یہاں تک کہ باجے راؤ گجرات سے لوٹ گیا نظام الملک باجے راؤ کی دار الحکومت کی بربادی کا ارادہ کرکے پونا کی طرف کوچ کرکے احمد نگر تک آئے کہ اس عرصے میں انکو مخبروں نے خبر دی کہ باجے راؤ اورنگ آباد کو جارہا ہے نظام الملک اورنگ آباد کی طرف لوٹے تو باجے راؤ ستاری کی پہاڑی کی راہ سے نکا دار اور میٹا پور جا پہنچا اور نواب کے لشکر کے اطراف کو لوٹتا مارتا رہا اور انکی فوج کے گرد دنواح کے شہر و دیہات کو اجاڑنا شروع کیا اور اپنی قوم کی معمولی تدبیروں سے انکی رسدوں کو مسدود کیا غلے کا ایک دانہ نظام الملک کے لشکر میں نہ پہنچنے دیا۔ جب کوئی پانی کا نالہ راستے میں آتا تو نظام الملک کے لشکریوں کو پانی بھی نہیں پینے دیتا اور مقابلہ اس طرح کرتا کہ لوٹتا مارتا اور بھاگ جاتا اس جنگ قزاقی سے انکی فوج تھک گئی یہاں تک کہ نظام الملک نے ساہو جی سے تعلق توڑنے اور عضد الدولہ کی معرفت صلح ان دو شرطوں پر ہوئی کہ ایک تو باجے راؤ سنبھا سے دشمنی رکھے اور دوسرے چوتھ سے زیادہ ملک سے وصول نہ کرے چنانچہ صلحنامے کے مکمل ہونے کے بعد باجے راؤ کے مکاسد ارجا جا قائم ہوئے۔ راحت افزا میں مرقوم ہے کہ روز سہ شنبہ غرہ محرم سنہ ۱۱۴۲ ہجری کو دکن میں ایسی شدت کی بارش ہوئی کہ حیدرآباد میں موسے ندی نے ایسی طغیانی کی کہ دردانہ پانی میں غرق ہوگئے جو تماشائی کے لئے پرانے پل پر چڑھے ہوئے تھے ڈوب گئے۔

عضدالدولہ عوض خان کی موت

سنہ ۱۱۴۳ ہجری میں عضد الدولہ عوض خاں بہادر مرگئے نظام الملک اورنگ آباد میں تھے انہیں بہت رنج ہوا عضد الدولہ نواب کی قرابت اور دوسری خصوصیات کی وجہ سے اکثر کاموں میں نواب سے استمزاج نہیں کرتے تھے انکی اجازت کے بغیر احکام جاری کردیتے تھے اس وجہ سے انکی وفات کے بعد نظام الملک نے کہا کہ اب میں کل دکن کا صوبہ دار ہوگیا۔

عوض خاں کی نسبت مآثر الامرا میں لکھا ہے کہ ان کا نام خواجہ کمال ہے اور ہمشیرزادہ میر بہاؤ الدین

سمرقندی کے نواسے ہین انکے نکاح مین خدیجہ بیگم صبیہ قلیچ خان تھی عالمگیر کے عہد مین توران سے ہندوستان مین آے اور خان فیروز جنگ کے ذریعے سے عوض خان خطاب پایا فرخ سیر کے عہد مین برار کے صوبہ دار ہوے اور امیر الامرا حسین علی خان کی نیابت مین مقرر تھے جب برہانپور مین نظام الملک پہنچے تو وہان سے انکے پاس آگئے اور دلاور علی خان کی لڑائی مین انکے ساتھ تھے اُنکے بہت سے آدمی کام آے اس لڑائی مین ان کا ہاتھی کسی قدر بگڑ گیا تھا لیکن اُنھون نے دامن ہمت کو ہاتھ سے نہ دیا اور عالم علی خان کی لڑائی مین بھی خوب کام کیا جسکے صلے مین نظام الملک کی طرف سے عضد الدولہ قسورہ جنگ خطاب پایا گلزار آصفیہ مین کشور جنگ غلط لکھا ہے۔

ور راحت افزا مین بیان کیا ہے کہ ۱۱۴۲؁ ہجری مین نواب کے چچا حامد خان کا انتقال ہوا جو غازی الدین خان فیروز جنگ کے بعد سب سے بڑے تھے اور شجاعت اور دلیری اور ہمت مین مشہور تھے اور دبدبۂ عظیم رکھتے تھے اور ستر برس کی عمر کو پہنچ گئے تھے اور ناندیر کے صوبہ دار تھے انکی وفات سے ایک سال بعد عضد الدولہ قسورہ جنگ نے انتقال کیا نواب آصف جاہ اورنگ آباد کو گئے اور انکے بیٹے جمال خان کو جو عضد الدولہ کی نیابت کرتے تھے معزول کرکے شجاعت خان کو یہ عہدہ دیا اور نصیر الدولہ کو اپنے پاس بلایا جب وہ فرداپور کی پہاڑی تک پہنچے تو انکو معزول کرکے حفیظ الدین خان کو انکی جگہ مقرر کردیا جب نصیر الدولہ وارد لشکر ہوے تو حفیظ الدین خان کو حکم دیا کہ نوبت بجاتا ہوا نصیر الدولہ کے ڈیرے کے پاس سے گذر کر برہانپور چلا جاے جب وہ برہانپور پہنچا تو چند روز کے بعد موہن سنگہ زمیندار بَرَوَنی کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا اور محال راجپور کا محاصرہ کرلیا۔ براونی

ملکی انتظام ۔ نواب محمد خان والی فرخ آباد سے ملاقات

نظام الملک نے جمال خان پسر عضد الدولہ کو جو صوبہ برار کا نائب تھا معزول کرکے اسکی جگہ شجاعت خان کو مقرر کیا اور نصیر الدولہ کو برہانپور سے بلایا جب فردا پور کی پہاڑی مین پہنچا تو اسکی جگہ حفیظ الدین خان کو کہ نظام الملک کا رشتہ دار تھا مقرر کیا اس زمانے مین نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کو بادشاہ نے مالوے کا صوبہ دار کرکے بھیجا تھا وہ اجین مین پہنچا تھا نظام الملک جو برہانپور مین آگئے تھے چند روز کے بعد موہن سنگہ زمیندار براولی کی تسخیر کے لیے جو سرکشی کررہا تھا روانہ ہوے جب اکبرپور کی پہاڑی مین پہنچے تو موہن سنگہ پہاڑون مین گھس گیا اور پیشکش قبول کرکے صلح کرلی۔ نواب محمد خان نربدا کے کنارے آیا اور نظام الملک سے ملاقات کی اور دو تین روز مہمان رہا اسکے واپس جانے کے بعد نظام الملک خود بھی نربدا کو عبور کرکے اسکے کیمپ مین گئے

رمضان میں یومیہ داران برہانپور کے بابت حکم دیا کہ جو کوئی شہنشاہ عالمگیر کے حکم سے یومیہ پاتا ہو اس کا ایک حصہ موقوف کرکے دو حصے بحال رکھیں اور جو کوئی دوسروں کی اسناد سے یومیہ پاتا ہے اس کا ایک حصہ قائم رکھکر دو حصے مدکردیں عید کے دن اکبرپور سے کوچ ہوا حفیظ الدین خان کہ راج پور تک ہمراہ تھا اسکو رخصت ملی اور ابوالخیر خان اور میر اکبر علی خان دیوان و مدار علیہ کو دوسرے منصبداروں کے ساتھ برہانپور کی طرف رخصت کیا اور آپ پہاڑوں کے رستے سے اچے راؤ کی تادیب کو کہ خاندیس میں لوٹ مار کررہا تھا خاندیس میں آئے اور بگلانہ صوبہ خاندیس تک اس کا پیچھا کیا وہ بھاگ کر گجرات کی طرف چلا گیا نواب اس کا تعاقب چھوڑ کر اورنگ آباد میں آ گئے۔

نواب کا مرہٹوں میں فساد پیدا کرنا۔ آخر کار مرہٹوں سے سلطنت کے خلاف میل ہو جانا

بعد اسکے آصف جاہ اسپر آمادہ ہوئے کہ مرہٹوں کی حکومت کے توڑنے کا کوئی اور ذریعہ پیدا کریں غرض کہ یہ بات انھوں نے دباری خاندان کے ایک سردار کے ذریعے سے جس کا نام سناپتی تھا حاصل کی جو مرہٹوں کی فوج کا موروثی سپہ سالار اعظم تھا اور اسکی بدولت مرہٹوں کی قوت گجرات میں قائم ہوئی تھی اور جبکہ اس سردار نے اپنی محنتوں اور مشقتوں کے ثمروں کو باجے راؤ کے قبض و تصرف میں دیکھا تو وہ نہایت برہم ہوا اور رشک و حسد اسکے اس فضل و فوقیت کے دیکھنے سے بہت زیادہ ہو گیا جو باجے راؤ کو حاصل تھی یعنی وہ ساہو راجہ کی جانب سے بلا روک ٹوک اسکی حکومت کا کام کاج کرتا تھا حاصل یہ کہ ان باتوں کے دیکھنے اور آصف جاہ کی کمک پر بھروسا کرنے سے دباری نے ۳۵ ہزار آدمی اکٹھے کیے اور دکن کو اس غرض سے روانہ ہوا کہ باجے راؤ کے حال جنجال سے راجہ کو چھڑائے اگرچہ باجے راؤ کی فوج اس قدر کثرت سے نہ تھی مگر جو کچھ تھی وہ نہایت جرار تھی باجے راؤ نے متفق گروہوں یعنی سناپتی اور آصف جاہ کے مقابلے میں بہت شتابی برتی چنانچہ اسے حسب قاعدہ آصف جاہ کو لڑائی جاری کرنے کی فرصت نہ دی اور نربدا پار ہو کر گجرات میں داخل ہوا اور بڑودے کے متصل دباری سے مقابلہ کیا انجام اس کا یہ ہوا کہ شوال ۱۱۴۳ھ ہجری مطابق ۱۷۳۱ء میں اسکے سوا سپاہی۔ باری کے ناآزمودہ کاروں پر سبقت لے گئے اور کھیت اسکے ہاتھ رہا دباری مارا گیا۔ باجے راؤ نے صلح میں نرمی برتی اور اسکے شیرخوار بچے کو کافی خراج پہنچاتے رہنے کے وعدے پر اسکی جگہ راجہ کردیا

اور اس کی ماں کو اس کا محافظ مقرر کیا اور گجرات کا انتظام اسکی طرف سے بیلاجی کنوار کو سونپا جو اسکے باپ کا رفیق اور اسکے خاندان کا مورث اعلی تھا۔ اگرچہ باجے راو کو یہ بات اب حاصل تھی کہ وہ آصف جاہ کو اکی فند و فطرت کا اب مزہ چکھاے مگر دونون باہم رضامندی اور صلح رکھنے کے فائدون کو سمجھنے لگے چنانچہ باجے راؤ نے یہ تصور کیا کہ دور و دراز کی مہمون مین باہر جانا آصف جاہ جیسے فتنہ انگیز ہمسایہ اور قوی دشمن کی عداوت سے اپنی بڑائی کو جو خاص اپنی قلمرو مین حاصل ہے بڑی جوکھون مین ڈالنا ہے اور آصف جاہ نے اور اندیشون کے علاوہ بہت فکر و غور کے بعد سمجھا کہ مین نے بادشاہ کا مقابلہ کیا ایسا نہو کہ انتقام اس کا اس طور پر لیا جائے کہ میری نیابت کو باجے راؤ کے نام منتقل کر دیا جاے جسکے قبض و تصرف مین یہ منصب بیکار نہوگا غرضکہ یہ دونون فریق اپنی اپنی راہ کو ہو لیے اور باجے راو کی واپسی پر تھوڑی مدت گذری تھی کہ آصف جاہ اور باجے راو دونون صاحبون نے باہم خفیہ قول و قرار کیا کہ باجے راو کی حکومت کے آصف جاہ ممد و معاون رہین اور باجے راو مالوے پر چڑھائی کرے اور اپنی فتوحات بادشاہ کے باقی ملکون پر پہنچائے۔

بہر صورت بادشاہ اور وزیر کی باہمی عداوت کا یہ نتیجہ ہوا کہ مرہٹے زور پکڑ گئے۔ کتب سیر و تواریخ کی سیر کرنے والے اس بات سے خوب واقف ہین کہ اسلام اور اہل اسلام کو جو گزند باہمی خانہ جنگیون سے پہنچی وہ اغیار سے نہین پہنچی۔

دوستون سے جان پر صدمے اٹھائے اسطرح دشمنون کی بھی عداوت کا گلہ جاتا رہا

اسی مین ترک مٹے۔ ایران مٹا۔ ہندوستان ہاتھ سے گیا مگر عقل کے اندھے کچھ نہین دیکھتے سمجھتے تھے ان کو مطلقاً کوئی احساس نہین ہوتا تھا بلکہ دن بدن انکی عقلین خراب ہوتی جاتی تھین دوسرون کے ہاتھون مین کٹھ پتلیان بنکر اپنی حماقت و سفاہت کا تماشا اہل عالم کو دکھلانے مین محو تھے۔

مرہٹون کی چوتھ اور سردیس مکھی

مرہٹون نے یہان تک زور پکڑا کہ باجے راو نے محمد شاہ سے استدعا کی کہ مالوے اور گجرات کی چوتھ اور سردیس مکھی مہری فرمان کے ذریعے سے حسب ضابطہ عنایت ہو۔ چوتھ اور سردیس مکھی کی اصلیت یہ ہے کہ آخر عہد مین عالمگیر نے یہ قرار دیا تھا کہ مرہٹون کو محاصل ملکی سے فی سیکڑہ نو روپیے سردیس مکھی کے دیے جائین بادشاہ نے میر ملنگ کو مرہٹون کے پاس پختگی معاہدہ کے لیے بھیجا مگر ابھی میر ملنگ مرہٹون کے پاس پہنچنے نہ پایا تھا کہ عالمگیر کی نیت نے پلٹا کھایا اور

سلہ و سلہ و سلہ دیکھو ترجمہ تاریخ ہندوستان مولفہ الفنسٹن صاحب جو سرسید احمد خان نے کرایا ہے ۱۲

اسے اُلٹا ملا لیا۔ شاہ عالم بہادر شاہ پسر عالمگیر کے عہد میں مرہٹوں کے لیے فی سیکڑہ دس روپے سردیس مکھی کے قرار پائے اور بادشاہ نے سند لکھدی۔ اور داؤد خاں کی حکومت کے زمانے میں سوائے سردیس مکھی کے محاصل ملکی کا چوتھا حصہ بھی مقرر ہوا لیکن سند ضابطہ نہ دی گئی۔ امیرالامرا حسین علی خاں نے چوتھ کی سند بھی لکھدی۔ رفتہ رفتہ مرہٹے شریک غالب ہوگئے اور عجب قوت حاصل کرلی جیساکہ سرو آزاد میں مولوی غلام علی آزاد نے لکھا ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ امیرالامرا نے بشوناتھ و جماجی برہمنوں مدارالمہام سرکار راجہ ساہو کی وساطت سے یہ قرار دیا کہ جو کچھ عمال بادشاہی ملک سے وصول کریں چوتھا حصہ اس کا راجہ ساہو کے کارندوں کو دیں اور فی سیکڑہ دس روپے سردیس مکھی کا رعایا سے مرہٹوں کو وصول کراویں چنانچہ مرہٹوں کے دیس مکھ مقرر ہوے اور دو اصلاحات پر اُسکے دستخط کرا قرار پائے اور دیہات نوآباد میں ایک حصہ رعایا کا اور ایک حصہ مرہٹوں کا اور ایک حصہ جاگیر دار سرکار کا مقرر ہوا اور سند اسکی امیرالامرا نے اپنی مہر سے لکھدی راجہ ساہو نے سند حاصل ہونے کے بعد بشوناتھ اور جماجی کو پنڈت پردھان مقرر کرکے اور اپنی فوج دیگر امیرالامرا کے ساتھ کردیا مجمع الملوک میں اس طرح لکھا ہے لمحہ راؤ نے مرہٹوں کے دستوں کو ہدایت کی کہ آگرے تک دھاوے کریں اور خود دکن کی اندرونی حالتوں کی درستی میں مصروف رہا۔ اگرچہ دربار محمد شاہی نے بڑے بڑے ٹھاٹ اُسکے مقابلے کے لیے درست کیے اور بڑی بڑی بھاری فوجیں جنکے سردار عیاش۔ آرام طلب اور افسردہ پژمردہ تھے اُسکے مقابلے پر لے گئے لیکن اسکے سوا کوئی فائدہ حاصل نہ کیا کہ مرہٹوں کی فوجوں کی سعی و محنت کے مقابلے میں بادشاہی فوجوں کو ذلت حاصل ہوئی مجبور ہوکر بادشاہ نے مرہٹوں کے بعض مطالبات کو قبول کرکے انکو خوش کرنا چاہا منجملہ اُسکے یہ حق بھی عنایت ہوا تھا کہ وہ راجپوتوں سے خراج وصول کریں اور آصف جاہ کی قلمرو سے جو حق انکو ملتا ہے اسکو اپنی مرضی کے موافق بڑھادیں اور یہ حق اس لیے دیا گیا تھا کہ آصف جاہ اور راجپوتوں سے مرہٹے لڑتے رہیں اور وہ بھی اطمینان سے نہ بیٹھیں یہ تدبیر کچھ کارگر ہوئی کہ دونوں فریقوں میں نوک جھوک چلی گئی۔

اُس لڑکی کی آمد جو میر احمد خان سے منسوب تھی۔ مرہٹون کے تھوکیم دلپت کو سزا۔ مظفر خان سے مرہٹون کا مقابلہ نہ ہوسکنا

۱۱۵۲ھ ہجری میں فاطمہ بیگم نواب کی پھوپھی اہلیہ ظہیرالدولہ اپنے ساتھ روشن الدولہ ظفر خاں بخشی سوم بادشاہ کی دختر کو جو نواب کے بیٹے میر احمد خاں سے منسوب تھی شادی کے لیے دہلی

سے لیکر چلی روشن الدولہ نے عطا علی خان کشمیری کو جو سلاح خانہ بادشاہی کا داروغہ تھا اسکے ہمراہ امیرانہ جہیز کرکے اپنی دختر کے ساتھ بھیجا تھا نظام الملک کی طرف سے محتشم خان بخشی اور بدیع الزمان خان وغیرہ رسالہ دار استقبال کو گئے اور حفیظ الدین خان و ابو الخیر خان نے برہانپور سے اور خواجم قلی خان نے کھرگون سے پیشوائی کرکے اورنگ آباد مین پہنچا دیا۔

اس زمانے مین مرہٹون کے ٹھوکیہ دلپت نے آسیر کی رعایا کو جب بہت ستایا تو وہان کے عامل انند روپ نے ابو الخیر خان کو بلایا وہ تین سو سوارون اور نور الدین خان کوتوال کو ساتھ لیکر پندرہ کوس کا راستہ چار پہر مین طے کرکے اسپر حملہ آور ہوے اور سو آدمی اسکے مار ڈالے وہ بھاگ گیا ابو الخیر خان نے سارا سامان لوٹ لیا اور لوٹ آئے۔

سنہ ۱۱۴۷ ہجری مین نواب کو خبر لگی کہ صمصام الدولہ کا بھائی مظفر خان بادشاہ کے دربار سے مرہٹون کی تنبیہ کے لیے مامور ہوا ہے نظام الملک کو اسکے برہانپور تک پہنچنے کا گمان تھا لیکن وہ بغیر لڑے بھڑے سرونج سے دہلی کو لوٹ گیا نظام الملک جو اسکے انتظار مین برہانپور مین تھے اورنگ آباد کو چلے آے۔ سنہ ۱۱۴۷ ہجری مین غرہ شوال کو نظام الملک کے بیٹے نظام علی خان آصف جاہ ثانی پیدا ہوے۔ سنہ ۱۱۴۸ ہجری مین نظام الملک نے حفیظ الدین خان کو برہانپور سے بدلکر نصیر الدولہ کو وہان کا صوبہ دار کردیا اور حفیظ الدین خان کو بگلانہ و ندربار کا فوجدار بنا دیا نظام الملک نے سفر سوندوا۔ و مدنور سے معاودت کی اور آخر شعبان مین برہانپور آئے یہان ساڑھے تین ماہ مقیم رہے حفیظ الدین خان رخصت لیکر مع کل مال و اسباب ماہ شوال سنہ ۱۱۴۸ مین دہلی کی طرف گیا اور بگلانہ کی فوجداری متوسل خان کے سپرد ہوئی جو نواب کا رشتہ دار تھا اس ساڑھے تین ماہ کی مدت مین بادشاہ کے فرمان مکرر نواب کی طلب مین آتے رہے۔

نظام الملک کے بیٹے احمد خان کی نظربندی

اسی زمانے مین بعض اطوار احمد خان ناصر جنگ سے نواب کے مزاج کے خلاف واقع ہوے تھے مثلاً دستار کھڑکی دار باندھنے لگے حالانکہ نواب کو ایسی دستار ناپسند تھی اور کئی بار انکو منع بھی کیا تھا۔ نواب نے ایک نئی بندش دستار کی خربزہ وار علماء کی طرح ایجاد کی تھی جو دستار آصف جاہی کہلاتی ہے۔

نواب نے ناصر جنگ کو اپنے پاس سے جدا کرکے حکم دیا کہ قلعہ گولکنڈہ مین جہان ناصر جنگ کی مان اور دوسری بیگمات پیشتر سے رہا کرتی تھین جاکر رہین اور وہان کے قلعدار عطا یار خان کو حکم دیا کہ احمد خان کے پاس سوائے محمد سناد مولوی محمد خان و شعور خان ناظر انشا کے متصدیون

کوئی اور شخص بہ جا یا کرے۔ تھوڑے دنوں کے بعد جب نواب اورنگ آباد سے لوٹ کر حیدرآباد میں آئے تو ناصر جنگ کی والدہ کی سفارش سے نواب نے اُن کا قصور معاف کر دیا اور برار کے صوبے میں بعض محالات جو حیدرآباد سے اتصال رکھتے تھے جاگیر میں مرحمت کیے اور حکم دیا کہ اُدھر جا کر اس ملک کے مفسدوں کو سزا دیں۔

کرناٹک وغیرہ کے انتظام کو روانگی

برسات کے بعد نواب آصف جاہ نظام الملک کرناٹک کی طرف گئے اور سودھیہ مدھور کے علاقوں میں پہنچے اور اُدھر کے متمردوں کو سزائے قرار واقعی دیکر ان سے پیش کش لیا۔ دسمرار کے محال کا فوجدار طاہر خان جو فوت ہو گیا تھا یہ جگہ دلاور خان کے بیٹے دل دلاور خان کو دی اور دلاور خانی خطاب عطا کیا اور بسواپٹن کا قلعدار اسکے چھوٹے بھائی کو بنایا عبد النبی خان میانہ کہ کڑپا کا فوجدار تھا وہ مر گیا تھا اس کا بیٹا عبد الفتاح خان نامی تھا نواب کے پاس آیا اور انکی ملازمت سے شرفیاب ہوا چونکہ بہت دی عزت تھا نواب اسکی فرودگاہ پر اسکے باپ کی تعزیت کے لیے گئے نام بردہ اوجود نابینائی کے اپنے نقار خانے تک استقبال کو آیا اور مجرا وسلام کیا نواب نے اپنی سواری کی پالکی روک کر فرمایا کس لیے تمنے یہ تکلیف کی اور کہا کہ اپنے آدمیوں کو لیکر چلے آؤ اور آپ آکر اسکے خیمے میں بیٹھ گئے اسے حاضر ہو کر دست بستہ عرض کیا کہ میں قوم افغان اور زمرہ مسلمانان میں سے ہوں اور جگہ سو کر اٹھتا ہوں اور وضو کرتا ہوں تو کلمۂ لا الہ الا اللہ نواب آصف جاہ زبان سے کہتا ہوں یہ بات بے ساختہ سنا ہوا یہ اسکی زبان سے سنکر نواب نہایت خوش ہوے خلعت خاصہ اسے مرحمت کیا اور اسے حسقدر جواہر ہاتھی گھوڑے اور سامان نذر کیا تھا کچھ اس میں سے قبول فرما باقی معاف کر دیا اسی طرح اُن اضلاع کے اور بھی افغان جاگیردار آئے اور سلام و مجرا کے موافق مراتب کے خلعت وغیرہ پاکر اپنی اپنی جاگیروں کو رخصت کر دیے گئے۔

عبد الفتاح خان و عبد المجید خان و عبد اللہ خان نے جو بڑی بڑی رئیس مدد کی تحسین مراجعت کے وقت نواب نے اُسے یہ کہا کہ تمنے میدان جنگ میں کام آنے اور ملک کے بندوبست کے واسطے سپاہ بھرتی کی ہے اور تم لوگ ہم سے اخلاص رکھتے ہو اور فوج کے سردار ہو اور دکن کے ہر مقام اور ہر صوبے میں جہاں ہم بھیجتے ہیں جا کر خدمات ادا کرتے ہو اسوقت اُن لوگوں نے عرض کیا کہ صوبجات دکن ہی پر کیا منحصر ہے جہاں حضور ہندوستان یا کابل میں جائیں گے ہم جان نثار بھی رکاب سعادت میں ساتھ رہیں گے اور جانفشانی کریں گے

اس سوال وجواب کے بعد نواب نے ہر ایک کا روپیہ لسے معاف کردیا اور کہا کہ تم مین سے ہر ایک سردار اپنا ایک ایک نائب مقرر کرکے کچھ سپاہ اسے دیکر نائب ناظم حیدرآباد کے ساتھ متعین کردے تاکہ نائب ناظم حیدرآباد مین پہنچکر اپنے کامون کو انجام دے اور ہم کو بادشاہ نے مبالغے کے ساتھ بلایا ہے اس لیے دہلی کو جاتے ہین ہم جسے حیدرآباد مین نائب مقرر کرین تم ہمیشہ اسکی اطاعت مین سرگرم رہیو اور انکو حسب حال خلعت وجواہر وگھوڑے دیکر رخصت کیا ان لوگون کی جمعیت نواب کے ساتھ رہی نواب اس تمام لاو لشکر کے ساتھ گلبرگہ مین آئے اور حضرت شاہ گیسو دراز کے مزار کی زیارت کی اور وہان سے حیدرآباد آئے یہان یوسف محمد خان تاریخ فتحیہ آصفیہ کے مصنف کو جو ساتھ تھا فوجداری وصوبہ داری پرینڈا وبیجاپور کی مرحمت کی اور حیدرآباد سے اورنگ آباد مین آئے اور اپنے بیٹے احمد خان ناصر جنگ کو اپنا نائب مقرر کیا اور صوبجات دکن اور دیوانی سرکار عالی کی کچہریاں انوار اللہ خان دیوان کے حوالے کین اور حکم دیا کہ اگر کسی شخص کے تغیر وتبدل کی ضرورت ہو تو ہمارے دستخطون کی جگہ انکے دستخط کرائے جائین اور مہر خاص انوار اللہ خان کے سپرد ہوئی اور حکم دیا کہ جب سپاہ یا دوسرے کارخانون کے کاغذات پر مہر لگانے کی احتیاج ہو تو یہ لگایا کرین نصیر الدولہ عبدالرحیم خان بہادر کہ عضد الدولہ عوض خان بہادر کی وفات کے بعد خاندیس اور اورنگ آباد کی نظامت پر مامور تھے انکو حکم ہوا کہ برہانپور مین رہا کرین اور خود نواب بادشاہ کی ملازمت کے لیے دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔

نظام الملک آصف جاہ کی دہلی مین آمد

نظام الملک آصف جاہ کو جیسا کہ بادشاہ کی عادت سے اندیشہ تھا ویسا ہی اسکی ناتوانی سے خوف درپیش تھا یعنی جب بادشاہ نہوگا تو بلاشبہ آصف جاہ کی خبر لی جاے گی دہلی کے دربار نے بھی آصف جاہ سے رفاقت کی التجایش کی اور بڑے اصرار سے اپنے پاس بلالیا اس لیے کہ وہ دربار اب اُن کو اپنی مفسد رعیت نہین سمجھتا تھا بلکہ ایسا رفیق اُن کو جانتا تھا کہ جنکے ذریعے سے مرہٹون کی بلا اُنکے سر سے ٹلنی ممکن تھی جو اُنکے سرون پر کھیل رہی تھی اور مرہٹون کے مواعید کا اعتبار نہ تھا۔

نظام الملک نے ۱۷ ذی الحجہ ۱۱۴۹ ہجری کو دہلی کے ارادے سے کوچ کیا اور خیمے جو اوتالی ندی کے کنارے کھڑے تھے ان مین داخل ہوے۔ اور ۱۹ کو برہانپور سے کوچ کیا۔ میر اکبر علی خان دیوان برہانپور کو نصیر الدولہ کی نیابت مین وہان کا صوبہ دار بنایا اور منزل راجورہ سے خواجہ

عبداللہ خان وخیراللہ خان کو رخصت دی اور صوبہ داری دکن کی نیابت کی سند جنگ اورنگ آباد سے کوچ ہوا اپنے بیٹے ناصر جنگ کے واسطے لکھ کر انکی معرفت ارسال کی اور صاحبزادے کی اطاعت میں سرگرم رہنے کے امرا کے نام احکام صادر ہوئے جب آصف جاہ دہلی کے قریب پہونچے اور چند کوس شہر رہ گیا تو امیر الامرا صمصام الدولہ خان دوران بخشی الممالک اور اعتماد الدولہ قمر الدین خان وزیر الممالک نے بادشاہ کے حکم سے استقبال کیا آخر ربیع الاول سنہ ۱۱۵ میں دہلی میں داخل ہوئے۔ امرائے مذکور الصدر آصف جاہ کو بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ نے ان کو **وکالت مطلق** کا منصب عطا کیا جو دربار دہلی میں سب سے بڑھ کر منصب تھا وزیر اور بخشی سب اسکے زیر دست تھے وکالت مطلق کے موافق خلعت وجواہر وفیل ساز طلائی کے ساتھ اور اسپان عراقی وعربی سے سرفراز ہوئے اور بادشاہ کے حکم سے کچہری وکالت میں کرسی ومسند انکے بیٹھنے کے لیے تیار ہوئی اور ساعت سعید میں حکم ہوا کہ کام کریں لیکن پچھلے زمانے میں سلاطین تیموریہ کے عہد میں تین چار آدمی وکالت مطلق کے مرتبے کو پہونچے تھے۔ وزیر اور میر اور بخشی وغیرہ بڑے بڑے درجے کے کارپرداز وکیل مطلق کے اجلاس میں حاضر ہو کر کاغذات اور واقعات [پیش کر]تے ہیں اور کاغذات پر اسکے دستخط کراتے ہیں لیکن امیر الامرا کا مرتبہ اس سے بھی اعلیٰ ہوتا تھا

[...]خان نے انکی آمد کی تاریخ یوں کہی ہے۔

صد شکر کہ ذات دیں پناہی آمد — رونق دہ ملک بادشاہی آمد

تاریخ رسیدنش بگوشم ہاتف — گفت آیت رحمت الٰہی آمد

[...]مرہ میں لکھا ہے کہ آصف جاہ نے صلے میں ہزار روپے اور گھوڑا ساز نقرئی کے ساتھ بخشا [...]مری میں تحریر کیا ہے کہ دو ہزار روپے دیے تھے۔

بادشاہ اور آصف جاہ کے مزاجوں کی ناموافقت

تاریخ فتحیہ آصفیہ میں لکھا ہے کہ اس وقت صحبت نے مرہٹی سابق کی طرح بادشاہ کا دبدبہ زیادہ [...]اس لیے سلطنت کا اعتبار دلوں سے گر گیا تھا چنانچہ (۱) پہلے زمانے کی بہ نسبت لباس میں بڑا تغیر پیدا ہو گیا تھا پہلے بادشاہ دستار سر پر باندھتے اور جامہ پہنتے اور کمر باندھتے تھے اس میں بڑا فرق پڑ گیا تھا (۲) اب تخت رواں یا گھوڑے یا ہاتھی پر بیٹھ کر نکلتے تو حقہ پیتے چلتے تھے لگڑ دونوں طرف دو حقے رکھے جاتے تھے (۳) بست نام خواجہ سرا ایسے تیست تھے کہ اسکو سر وانی لیے روبرو بیٹھے پر تکیہ کر بیٹھتے تھے (۴) ہندوستان میں یہ قاعدہ ہے کہ ایک بازار معین ہوتا ہے کہ اس میں آدمیوں کی روز مرہ کی ضرورت کی اشیا جمع ہوتی ہیں جو دل لینے والے خرید لیتے ہیں

ایسے بازار کو چوک اور گذری بولتے ہین اب بادشاہ نے یہ بندوبست کیا تھا کہ برج مثمن کے تلے دریاے جمنا کے ریت مین کہ برسات کے علاوہ وہ جگہ خشک رہتی ہے گذری لگوائی۔ گھوڑے ہاتھی گاے۔ بھینس۔ بکری۔ مرغی وغیرہ لوگ بیچنے کو لاتے تھے بادشاہ تخت روان پر بیٹھ کر گذری مین جاتے اور دوسرے آدمیون کی طرح چیزین مول لیتے پھرتے اور انکو خرید کے تخت روان پر رکھ لیتے (۵) دھر ہی ایک باغ تیار کرایا تھا کہ خاص خاص آدمی اسے عیش محل کہتے تھے اور عوام مین بکر آباد کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ ان باتون سے آصف جاہ کو بادشاہ کی صحبت ناپسند تھی۔

آصف جاہ کو دربار دہلی سے آگرے اور مالوے کی صوبہ داری پر بھیجدیا جانا باجے راو کا انکے مقابلے کے لیے دکن سے آنا اور راستے مین نہایت منہزم کر کے دہلی کی واپسی پر مجبور کرنا۔

دو ماہ کے بعد محمد شاہ نے آگرے کی حکومت راجہ جے سنگھ سے نکالکر اور مالوے کی حکومت باجے راو سے نکالکر آصف جاہ کے حوالے کر دی وہ انتظام کی غرض سے سرکھرہ کی راہ سے آگرے مین آے چند روز وہان توقف کیا محی الدین قلی خان برادر علائی حفیظ الدین خان کو آگرے کا نائب صوبہ بنادیا اور جمنا کو عبور کر کے اٹاوے تک پہنچے یہ ملک آگرے کے صوبے سے متعلق تھا یہان کا انتظام کر کے کالپی آے یہان سے دوبارہ جمنا کو عبور کر کے دھامونی کو آکر چند روز وہان ٹھہرے پھر بوندیلون کے علاقے مین آے یہان کا راجہ اپنی جماعت کے ساتھ ہمراہ ہوا۔ باجے راو بھی بہت سی سپاہ کے ساتھ دکن سے نظام الملک سے لڑنے اور انکے تباہ کرنے کو مالوے کی طرف آیا اور ملہار جی ہلکر کہ مالوے مین تھا قبل اس سے کہ باجے راو کا لشکر پہنچے فتنہ و فساد پیدا کرنے لگا اور میر مغانی کو جو اس صوبے مین جاگیرات سرکار کا عامل تھا اور تین چار سو سے زیادہ آدمی اسکے ساتھ نہ تھے لڑکر مار ڈالا آصف جاہ کے ساتھ ۳۴ ہزار سپاہ تھی توپخانہ اُن کا نہایت عمدہ تھا۔ لیکن بیان الواقع مین لکھا ہے کہ بادشاہ کے دل مین آصف جاہ سے بدگمانی تھی اس لیے وہ اپنی بڑی فوج کو جو پچاس ہزار کے قریب تھی دکن مین چھوڑ کر تین ہزار آدمیون کے ساتھ دہلی کی طرف آئے تھے۔

بہرصورت وہ سرونج کی جانب بڑھے اور باجے راو ایسی فوج سمیت نربدا پار اترا جو بقول اسکے اسی ہزار تخمیناً تھی اور نظام الملک آصف جاہ کی فوج ہمراہی سے زیادہ تھی۔ الفنسٹن صاحب

(۵) دیکھو الفنسٹن صاحب کی تاریخ ۱۲

کہتے ہیں کہ اس کم ہمتی کے لحاظ سے آصف جاہ کو لڑائی سے باز رہنا اس لیے مناسب نہ تھا کہ قائم لڑائیوں میں مرہٹے ایسے مرد نہ تھے کہ دھاک انکی مانی جائے اور سارے دشمنوں کی نسبت خصوص انکے مقابلے میں یہ بات حاصل کرنی ایسی بہت بڑی بات نہ تھی کہ لشکرکشی کے آغاز میں لڑائی انپر چڑھائی جائے لیکن آصف جاہ نے غالبًا اپنے توپخانے کے بھروسے اور نیز اس حزم و احتیاط کے سہارے پر جو انکی اصل طبیعت اور پیرانہ تجربہ کاری کا مقتضا تھا دھاوے کا عمدہ مقام و موقع بھوپال کے قلعے کے متصل تجویز کیا اور وہ دستے دستے قلعے بھوپال کے پاس جو یار محمد خان پسر دوست محمد خان کے ہاتھ میں تھا جا پہونچے مگر مقام کی عمدگی سے باجی راو جیسے قوی دشمن کے مقابلے مین کچھ فائدہ حاصل ہوا کیونکہ مرہٹوں نے بھوپال سے دو تین کوس پر پہونچکر گرد و نواح کے ملک کو ویران اور انکی رسدوں کو چاروں طرف سے مسدود کردیا اور انکی فوجوں کے ہر ایسے کٹرے پر پھیل پڑے جسے اپنی صفوں سے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تھا اور انکی ذاتی فوج اور کمکی فوج کی درمیانی آمد و شد کی راہ کو برابر مسدود رکھا انکی فوج کے پچھلے حصے کا افسر ایسر سنگھ بوندیلوں کا راو تھا جب وہ اپنے خیمے میں اترا تو ملہار راو نے اسپر حملہ کردیا بہت بھاری لڑائی ہوئی نظام الملک خود مدد کو آگئے رات کو لڑائی بند ہوگئی یہاں بھی کامل ایک ماہ تک کشت و خون رہا یہاں تک رسد کی کمی ہوئی کہ ایک سیر جوار ایک روپے کو بہیں ملتی تھی نظام الملک کا لشکر بہت برہم ہوگیا مذکورہ بالا مصیبتوں سے آصف جاہ کا یہ حال ہوا کہ ایک مہینہ یا چھ ہفتوں کے آخر میں شمال کی جانب کو لوٹے اور غالب ہے کہ دانے چارے کی کمی کوتاہی سے بہت سے مویشی انکے ضائع ہوگئے تھے اگرچہ بہت سا اسباب اپنا بھوپال مین چھوڑ آئے تھے مگر باوصف اسکے بھی بھاری توپوں کا سلسلہ انکے ساتھ موجود تھا چنانچہ اسی باعث کوچ و مقام انکے آہستہ آہستہ ہوتے تھے اور مرہٹوں کی دوڑ دھوپ انکے حق میں زیادہ حیرانی کا باعث ہوئی تھی اگرچہ مرہٹے توپخانے کی وجہ سے عام حملہ نہ کرسکے مگر بانوں کی بار بار نے بہت برا حال انکی سپاہ کا کیا اور مرہٹے سوار انکے پیچھے لگے لپٹے چلے آتے تھے یہاں تک کہ تین تین چار چار میل کے دو چار کوچ و مقاموں کے بعد آصف جاہ اپنے نوشتۂ تقدیر یعنے باجی راو کی شرائط کی اطاعت پر مجبور ہوئے چنانچہ عہدنامے کے ذریعے سے اس سارے ملک کے حوالے کرنے کا اقرار کیا جو نربدا سے چنبل تک واقع ہے اور اس میں مالوہ بھی شامل ہے اور نہایت قول و قسم سے یہ زبان اسکو دی کہ اس عہدنامے کو بادشاہی مہر و دستخط سے مزین کرادوں گا علاوہ اسکے پچاس لاکھ روپیہ نقد بادشاہی خزانے سے دلادوں گا۔ یہ واقعہ رمضان ۱۱۵۰ ہجری مطابق فروری ۱۷۳۸ء میں پیش آیا۔ بعد اسکے آصف جاہ کی روک ٹوک ہوئی چنانچہ وہ دلی کو راہی ہوئے دلی میں پہنچنے کے بعد انکے پاس خبر آئی کہ رگھو بھوسلا

زمیندار صوبہ برار نے جو راجہ ساہو کا چچا زاد بھائی تھا شجاعت خان الہ آبادی کو جو آصف جاہ کی طرف سے صوبہ برار کے انتظام پر مقرر تھا مار ڈالا اور بہت سا روپیہ ایلچ پور سے اسو لسطے لیا کہ اس ملک کو تاراج نہ کریگا اور چاجی نے برہانپور کے علاقے مین لوٹ مار شروع کر دی نصیر الدولہ ناظم برہانپور نے لڑنے کی تیاری کی اور شہر کو مضبوط کر کے متحصن ہو گیا باجی راؤ نے ممالک مذکورہ پر قبضہ کیا مگر اس عہدنامے کے استحکام موعودہ سے پہلے نادر شاہ کی ہندوستان پر چڑھائی نے سب کی توجہون کو اپنی طرف مصروف کر لیا۔

نادر شاہ کی چڑھائی سلطنت دہلی کی تباہی آصف جاہ کی کارروائی

نادر شاہ کی چڑھائی کے وقت دہلی کا دربار مرہٹون کے خوف و ہراس اور اپنے خانگی فسادون مین ایسا مبتلا تھا کہ نادر شاہ کی میل و حرکت پر بہت سی توجہ نہ کر سکا اسکو جمنا تک کوئی چھوٹی بڑی روک بھی پیش نہ آئی یعنے دلی سے سو میل کے اندر بلا تکلف بڑھا چلا آیا اور کسی نے چون بھی نہ کی اور جب وہ وہان پہنچا تو ہندوستانی فوج کے قرب و جوار مین اپنے آپ کو پایا۔ ریاست رامپور کے کتب خانے مین قلمی کئی خطوط کا مجموعہ ہے جسکے اوپر ضیافت نامۂ ہمایونی لکھا ہے کیونکہ پہلا خط شاہ طہماسپ ایرانی کا ہے جو اسنے اپنے امرا کو ہمایون بادشاہ کی مہمانی کی بابت لکھا ہے ایک خط نادر شاہ کا بھی ہے جو اُسنے اپنے بیٹے رضا مرزا کو فتح ہندوستان کے متعلق ۲۴ ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ ہجری کو لکھا ہے اس مین نادر شاہ لکھتا ہے جب مین دہلی کی طرف بڑھا تو سُنا کہ محمد شاہ اور اُن کا وزیر قمر الدین خان اور وزیر کے بیٹے اور خاندوران میر بخشی و امیر الامرا اور نظام الملک تورانی ناظم کل ملک دکن اور غازی الدین خان اور امیر خان ایرانی اور صلابت خان ایرانی اور سربلند خان ایرانی اور محمد خان بنگش لشکر بے تعداد کے ساتھ کرنال مین مورچہ بند ہین مجھکو جب اسکی خبر ہوئی تو جاسوس فقرا کے بھیس مین اصل حال کے دریافت کرنے کو بھیجے دو روز کے بعد وہ واپس آئے اور کہا کہ ۱۵۰۴۶ توپین اور زنبورک اور صف شکن اور بادلیج وغیرہ لشکر کے گرداگرد کھڑی کر کے ان کو زنجیرون سے باندھ دیا ہے اور توپچیون کی عورتین اور بچے توپون کے پاس بیٹھے ہوئے ہین چونکہ اسوقت ایسی باتون کا بیان کرنا مناسب نہ تھا کہ غازیون کی تشویش کا باعث ہوتین اسلیے مین نے اُن کو قید کرا دیا کہ انشاءاللہ فتح کے بعد چھوڑ دیے جائینگے۔

مولف کہتا ہے کہ سلطان الحکایات مین لکھا ہے کہ اسوقت محمد شاہ کے ساتھ پانچ لاکھ سوار

---

۱ بادلیج معروف سے ایک قسم کی توپ ہے ۱۲ تسہیل اللغات مولفہ مولف این کتاب

اور آٹھ لاکھ پیادے اور آٹھ ہزار توپیں تھیں۔ مگر نادر شاہ کے جاسوسوں کا بیان اور اس کتاب کا
بیان مبالغہ آمیز ہیں۔
بڑی جد و جہد کے بعد محمد شاہ سے تھوڑی سی فوج جمع ہو سکی تھی بعد اسکے نادر شاہ لکھتا ہے کہ مین اور
آگے کو کوچ کر کے دو فرسنگ پر ٹھہرا۔
اور دوسرے دن خود تھوڑے سے آدمیون کے ساتھ محمد شاہ کی فوج کا تاؤ دیکھا ولیے کو گیا۔
حسکہ مجھکو ۱۴ ذیقعدہ سنہ ۱۱۵۱ ہجری کو یہ خبر ملی کہ سعادت خان برہان الملک میر محمد امین نیشاپوری
ایرانی ناظم اختر نگر عرف اودھ اپنے بادشاہ کے لشکر مین وارد ہونے والا ہے تو مین نے سات ہزار
آدمی دہلی کے رستے مین بھیجے تاکہ اُسکے آدمیون کو قتل و غارت کرین میرے آدمی دو ساعت
نجومی کے بعد محمد امین کے بخشی اور اسکے رشتہ دار شیر جنگ کو پکڑ لائے میں نے بخشی کے قتل کا حکم دیا
اسی وقت قراول خبر لائے کہ سپاہ ہند مسلح ہو کر میدان جنگ مین آگئی ہے میں نے بھی تیاری کی اور
کرنا اور کوس اور طبل وغیرہ زرمیہ باجون کے بجانے کا حکم دیا خاندوران اور اسکے رفیق اور ہاتھی
گھوڑے جزائل[1] کے پہلے ہی فیر مین مارے گئے میں نے خدا کے تعالے کا شکر ادا کیا مین لڑائی میں محمد حسن
اصفہانی غلام خالصہ شریفہ چار ہزار غلامون کے ساتھ برہان الملک کے پاس بھیجا اور اسکے
ہاتھی کو گھیر لیا اور حسن فوراً برہان الملک کے حوضے میں چڑھ گیا اور اسکو پکڑ کر میرے پاس لے آیا
مین نے کرنا وغیرہ شادیانے کے باجے بجوائے جب شام ہو گئی اور لشکر ہند نے اتنا صدمہ اٹھایا
تو وہ مضمحل ہو کر لوٹ گیا میری طرف فتح کا نقارہ بجا اور میں نے برہان الملک کو خلعت فاخرہ بخشا
دو دن کے بعد صلح کی سلسلہ جنبانی کے لیے نظام الملک آیا اسکو بھی خلعت فاخرہ دیا اور دوسرے
دن محمد شاہ کو ہماری ملاقات کے لیے لائے چونکہ مین اور محمد شاہ سلسلہ ترکمانیہ سے ہین اس لیے
ہندوستان کا تاج برادر مہربان محمد شاہ کے سر پر میں نے رکھا اور ہندوستان کی بادشاہت اُسکے تفویض
کردی اور اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا۔ (انتہیٰ)
بیان الواقع مین لکھا ہے کہ آصف جاہ اور اعتماد الدولہ بادشاہ کو سوار کر کے برہان الملک
کی لشکر گاہ تک کہ لٹ چکی تھی لائے لیکن بادشاہ واپس چلا گیا تھا آصف جاہ نے نہایت
دانشمندی سے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر رات میں ان دونوں امرا کی ہزیمت کی خبر مشہور ہو گئی
تو تمام لشکر میں پریشانی پھیل جائے گی اور بہت سے آدمی بھاگ جائیں گے پس یہ بہتر ہے

[1] جزائل یا جزائل لڑائی کا ایک ہتھیار ہے جو بڑی بندوق ہوتی ہے لیکن کتب تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جزائل پہلی بندوق کی صورت پر ہوتی ہے بعض نے بندوق اور جزائل کے معنے میں لکھا ہے اور یہ غلطی ہے مرزا رفیع سودا کا شعر ہے ع مونہ کے
آخر مشق وہ لگنے والا ہے + اس پلے پر جہاں سے جزائل کی ہو دے مار مستفاد از نسل ... مولف این کتاب

کہ یہ مشہور کردیا جاوے کہ قزلباش بھاگ نکلے۔ برہان الملک اُنکے تعاقب مین گئے ہین اسلیے شادیانے کی نوبت بجوادی جائے اس سے لشکر مین ابتری نہ پڑے گی۔ آصف جاہ چونکہ عمر مین سب امرا سے بڑے تھے اور لڑائی کے کام مین مہارت اچھی رکھتے تھے اس لیے اُنکی راے سے اسوقت تمام کام ہوتا تھا۔

برہان الملک نے امیرالامرا صمصام الدولہ خاندوران کی وفات کی خبر سنی تو منصب امیرالامرائی کے امیدوار ہوے نادرشاہ سے مصلحت آمیز باتین کرکے اسکو اس بات پر راضی کرلیا کہ حضور ایک معقول نذرانہ لین اور یہین سے واپس تشریف لے جائین نادرشاہ اس بات پر راضی ہوگیا۔ برہان الملک نے اس تمام مضمون کو ایک کاغذ مین تحریر کرکے بادشاہ کے ملاحظے کے لیے آصف جاہ کے پاس بھیجدیا۔ جب یہ رقعہ پہنچا آصف جاہ اور محمدشاہ کہ نہایت متردد تھے بہت خوش ہوے محمدشاہ کے حکم سے آصف جاہ بہت جلد نادرشاہ کے پاس گئے اور ملازمت حاصل کرکے بہت گفتگو کے بعد یہ ٹھہرا کہ دو کروڑ روپے مصارف جنگ اور خرچ راہ کے لیجیے اور یہین سے واپس چلے جائیے نادرشاہ نے یہ بات منظور کرلی اور آصف جاہ سے عہد و پیمان کرکے وہان سے رخصت ہوے اور چونکہ صلح کا عہد و پیمان کرآئے تھے امیرالامرائی کے خواستگار ہوے بادشاہ نے اُنکے التماس کے موافق صمصام الدولہ کے انتقال کے دن ہی امیرالامرائی کا خلعت آصف جاہ کو عطا کردیا۔ برہان الملک کو جب یہ خبر پہنچی کہ آصف جاہ نے امیرالامرائی کا رتبہ پایا تو بے قرار ہوگئے اور نادرشاہ سے عرض کیا کہ لشکر محمدشاہ مین آصف جاہ کو پورا قابو حاصل ہے اُنکے سوا کوئی کچھ نہین کرسکتا۔ اُنکے نزدیک ایک دو کروڑ روپے کوئی حقیقت نہین رکھتے اس قدر روپیہ تو مین بھی اپنے گھر سے دے سکتا ہون باقی امرا اور خزانہ بادشاہی اور مہاجنون کا کیا ذکر ہے اگر حضور دلی کو جو تیس چالیس کوس سے زیادہ دور نہین تشریف لے چلین تو حصول مدعا ممکن ہے نادرشاہ اس بات سے بہت خوش ہوا اور محمدشاہ کو مع خدم و حشم اپنے پاس بلالیا اور اسکو ساتھ لیکر عازم دہلی ہوا۔ ۸ ذی الحجہ سنہ ۱۱۵۱ ہجری روز پنجشنبہ کو محمدشاہ اور ۹ ذی الحجہ روز جمعہ کو نادرشاہ قلعۂ دہلی مین داخل ہوے۔ نادرشاہ نے تھوڑی سی فوج کو شہر مین منقسم کرکے یہ حکم دیا کہ فوج کے قانون کی سخت پابندی عمل مین آوے اور محمدشاہ کی حفظ و حراست کے لیے پہرے بٹھاے جائین۔ دوسرے دن عید قربان آئی چونکہ دوہرا دربار تھا اس لیے بڑی دھوم دھام کا تزک و احتشام ہوا مگر قربانی اس عید کی عجیب و غریب ہوئی یعنے عصر کے وقت تمام شہر مین امن و امان سے عیش و عشرت ہو رہی تھی جو دفعۃً بھنگڑ خانے مین بیٹھے بیٹھے ایک بھنگڑ بولا واہ محمدشاہ رنگیلے آخر بادشاہی پیچ کھیل ہی گیا دوسرا بولا کیا اسنے کہا حرم سرا مین موقع تاک کر ایک

قلماقنی[۱] سے مغلے (نادرشاہ) کو مروا ڈالا یہ ہوائی دفعۃً اڑی اور ہوا کی طرح تمام شہر میں
اور جوں ہی کہ دلی کے گلی کوچوں میں یہ خبر پھیلی تو ہندوستانیوں کی نفرت لا مزاحمت
اور ایرانیوں کا قتل ہونا شروع ہوا اور چونکہ ایرانی سپاہی جگہ جگہ پھیلے ہوئے تھے اسلیے
لوگ انکے ہندوستانیوں کے غیظ وغضب کی قربانی ہوئے ہندوستانی امیروں نے ا
کے بچانے میں کوشش نہ کی بلکہ بعض امیروں نے ایرانیوں کو قاتلوں کے حوالے کیا جو
محل سرائے کی حفظ وحراست کے لیے متعین کیے گئے تھے سات سو سے ایک ہزار تک
قتل ہوئے نادرشاہ نے اول اول تو فساد کو دبانا چاہا اور اس بات کے دریافت ہونے سے
رنجیدہ ہوا کہ وہ فساد رات بھر برپا رہا اور تنزل کی جگہ اسکو ترقی حاصل ہوئی باوصف
صبح کو گھوڑے پر سوار ہوکر اس نظر سے باہر نکلا کہ اسکو جیتا جاگتا دیکھ کر پھر امن وامان قائم ہو جا
اور جونہی وہ باہر نکلا تو اسے گلی کوچوں میں اپنے ہموطنوں کی لاشوں کو پڑا ہوا دیکھا مگر اسپر بھی اسکو جوش
نہ آیا یہاں تک کہ لوگ اِدھر اُدھر سے پتھر پھینکنے لگے اور چاروں طرف سے تیر اور بان اُسپر
برسنے لگے اور یہ نوبت پہنچی کہ ایک سردار اس کا جو اسکے پہلو میں جاتا تھا اس گولی کا نشانہ ہوا جو خاص
اُسپر چھوٹ کر آئی تھی۔ غرضکہ نادرشاہ نے یہ دست درازیاں دیکھیں تو وہ بہت غصے ہوا اور قتل عام
کا حکم دیکر کہا کہ جہاں تک کوئی قزلباش مرا ہوا نظر آئے ایک آدمی جیتا نہ رہے یہ کہکر ترپولیہ تک
آیا اور روشن الدولہ کی مسجد میں جو سنہری مسجد کہلاتی ہے آکر قتل عام کی علامت ظاہر کی یعنی
تلوار کھینچکر مسجد میں بیٹھ گیا چنانچہ صبح سے بہت دن چڑھے تک وہ حکم قائم رہا اور اسکی بدولت وہ
صورتیں پیش آئیں جو لوٹ مار اور پاداش وتدارک کی نظر سے پیدا ہوسکتی ہیں یعنی شہر کو چند مقاموں
سے ایسا جلایا پھونکا کہ وہ آتش بازی کا تماشا اور جور بربری و ویرانی کا نمونہ بن گیا نادرشاہ کا عتا
خدا کا قہر بادشاہ اور امیر سب دیکھتے تھے اور دم نہ مار سکتے تھے ایک [illegible] خواجہ سرا محمد شاہ کے پاس
روتا ہوا آیا اور کہا کہ حضور کے باپ دادا کی رعیت سب قتل ہو گئی بادشاہ بھی آبدیدہ ہوا اور اتنا کہا

دیدۂ عبرت کشا قدرتِ حق را ببیں
شامتِ اعمال ما صورتِ نادر گرفت

دوپہر کے قریب جب عالم میں کہرام مچ گیا تو پھر سب نے آصف جاہ سے رجوع کی وہ تلوار گلے
میں ڈالے سر برہنہ کیے خاموش نادر کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور رونے لگے نادر کے دل میں
بھی خدا نے رحم ڈالا پوچھا کہ چہ می خواہی انھوں نے یہ شعر پڑھا

کسے نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی
مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

[۱] قلماقنی اور اردا بیگنی اُن عورتوں کو کہتے ہیں جو اسلحہ سے مسلح رہتی ہیں اور حرم سرا میں سپاہیوں کی طرح پہرے وغیرہ کا کام کرتی ہیں ۱۲

نادر نے شرماکر سر جھکا لیا تلوار میان مین کی اور کہا کہ بریش سفیدت بخشیدم اسی وقت ایرانی نقیب اور چاؤش امان امان کہتے ہوے دوڑے اور پل کے پل مین امن ہوگیا انتظام اس کا ایسا معقول تھا کہ جس وقت قتل کی بندش کا حکم صادر ہوا تو اسی وقت فوج نے تسلیم کیا اور کسی نے دم نہ مارا اور قاتلون کے ہاتھ جہان کے تہان رہ گئے۔

کرنال کے میدان مین برہان الملک سعادت خان بانی ریاست اودھ نے نادرشاہ کو ترغیب دی کہ دہلی چلکر روپیہ وصول کرے اور شہنشاہی کارخانون اور خزانون پر ہاتھ مارے لیکن یہ بدنیتی انکو راس نہ آئی دلی کے پہنچنے پر تھوڑی مدت گذری تھی کہ وہ مر گئے جنکے مرنے کی تاریخ حسب حال ہے۔ بے سعادت نمک حرام بمرد - یہان ایک اور تبہ کار نادرشاہ کے حضور مین پیش ہوگیا اس گھر کے بھیدی نے ہر ایک چیز اور ہر ایک مالدار کا پتا بتاکر نادرشاہ کا دست تصرف دراز کرایا اور ذرا بھی کوئی مالدار نظر آیا تو اسپر ایک رقم مقرر کرادی۔ نام اس شخص کا جگل کشور ہے۔

اب تفصیل تمام زر نقد اور اسباب کی جو نادرشاہ نے لیا تاریخ تیموریہ سے نقل کرتا ہون

	زر نقد یا مال و اسباب کہان سے لیا	تعداد روپیہ یا قیمت مال
(۱)	خاص بادشاہی خزانون سے	ساڑھے تین کروڑ روپیہ
(۲)	جواہر خانہ خاص سے جواہر	قیمتی پندرہ کروڑ روپیہ
(۳)	مرصع اور سونے چاندی کے برتن	قیمتی ڈیڑھ کروڑ روپیہ
(۴)	تخت طاؤس و تخت روان	قیمتی تین کروڑ روپیہ
(۵)	اسباب سلاح خانہ و فراش خانہ و آبدار خانہ و خوشبودار خانہ و باورچیخانہ و کرکری خانہ و زین خانہ	تخمیناً پندرہ کروڑ روپیہ
(۶)	شاہی ہاتھی خانے سے	۵۰۰ ہاتھی
(۷)	شاہی اصطبل سے	۲۰۰۰ گھوڑے
(۸)	نواب مظفر خان و خاندوران خان کا وہ مال و اسباب و زر نقد جو میدان جنگ مین اُن کے لشکر گاہون کی لوٹ سے ملا اسی طرح برہان الملک کی لشکر گاہ کا مال و اسباب اور دلی مین جو برہان الملک سے زر نقد ملا۔	سات کروڑ روپے سے زیادہ کا۔

(۹)	اہلکاروں۔ امیروں سوداگروں اور سرداروں سے	دو کروڑ بارہ لاکھ روپیہ
(۱۰)	آصف جاہ سے	ایک کروڑ روپیہ
(۱۱)	اعتماد الملک قمر الدین خاں وزیر اعظم سے	″
(۱۲)	لطف اللہ خاں سے	″
(۱۳)	نواب محمد خاں بنگش والی فرخ آباد سے	دو لاکھ روپیہ
(۱۴)	رائے خوش حال چند پیشکار بخشی گری سے	پونے تین لاکھ روپیہ
(۱۵)	شیخ سعد اللہ دیوان تن سے	اڑھائی لاکھ روپیہ
(۱۶)	ناگر مل دیوان خالصہ سے	ساڑھے تین لاکھ روپیہ
(۱۷)	سیتا رام خزانچی خزانۂ عامرہ سے	تین لاکھ روپیہ
(۱۸)	مکل کستور سے	اڑھائی لاکھ روپیہ
(۱۹)	سبھاں رائے وکیل ناظم دکن سے	ڈیڑھ لاکھ روپیہ
(۲۰)	رائے نوندرائے پیشکار خالصہ سے	پونے تین لاکھ روپیہ

اسی طرح دوسرے اکابر علما و فضلا و قاضی القضات میں سے کسی کو نہ چھوڑا اس سے روپیہ وصول کیا ان لوگوں پر قراول اور چوبدار اور سپاہی نہایت سخت مزاج مسلط کیے جن سے خدا کی پناہ۔ جو لوگ استطاعت اس قدر روپے کے دینے کی نہ رکھتے تھے جتنا ان سے مانگا جاتا تھا تو ان میں سے کسی نے زہر کھا لیا کسی نے ہتیار سے خودکشی کر لی چنانچہ الہ وردی خاں قراول بیگی اور اعتماد الدولہ قمر الدین خاں وزیر کے سالے کامیاب خاں اور سعد اللہ خاں دیوان تن کے بھائی ان تینوں نے مسموم پانی پی کر جان دی اور شیر افگن خاں نے خنجر سے خودکشی کر لی اور خالق یار خاں نے پیش قبض مار کر جان دی۔

نظام الملک کی قلمرو میں مرہٹوں کی مفسدہ پردازی ناصر جنگ کا ان سے لڑنا

نادر شاہ کی چڑھائی کے وقت گوپال راؤ زمیندار برار نے قلعہ ماہور پر کہ وہاں کا قلعدار عزیز اللہ خاں تھا مکر و فریب سے قبضہ کر لیا اور لچھے راؤ نے نواح برہانپور میں تاخت و تاراج سے بربادی پھیلائی نصیر الدولہ حسین قلیچ خاں نے شہر کو مضبوط کر لیا۔ لچھے راؤ نے منصبداروں کی جاگیریں جو دربار دہلی اور ریاست حیدر آباد کی طرف سے رکھتے تھے ضبط کرنی شروع کر دیں۔ آخر کار نادر شاہ کی مراجعت کی خبر پہنچی اور نواب نظام الملک آصف جاہ کے بیٹے احمد خاں نظام الدولہ

ناصر جنگ کا پیغام نقش بند خان کے ذریعے سے پہنچا تو برہانپور کے علاقے کے جاگیرون کی ضبطی سے ہاتھ اٹھالیا اور ۲۴ ربیع الاول ۱۱۵۲ ہجری کو برہانپور سے پونا کی طرف چلا گیا چند روز کے بعد ناصر جنگ کی مخالفت پر آمادہ ہوا اور چاہا کہ حکومت سے خاندان آصف جاہی کو اٹھا دے اور اورنگ آباد کی جنوبی جانب آیا ناصر الدولہ کے پاس جسقدر سپاہ تھی اسکو جمع کرکے اورنگ آباد سے پونا کی بربادی کے لیے کوچ کیا مقابلے کے بعد غالب آیا اور بلاجی راو کو بھگا کر گنگا کے اس پار مقام کیا اور ۲۸ شوال ۱۱۵۲ ہجری سے عید قربان تک طرفین مین لڑائی ہوتی رہی بلاجی راو کے پاس پچاس ہزار سپاہ تھی اور ناصر جنگ کے پاس بمشکل دس ہزار آدمی ہونگے آخر کار صلح ہوگئی اور اسکو سرکار کھرگون اور ہانڈیہ دیدی گئین۔ بلاجی راو وہان سے مالوے کی طرف چلا راستے مین نربدا کے کنارے ۱۲ محرم ۱۱۵۳ ہجری کو اپنی موت سے مرگیا۔ نظام الملک جو باجی راو اور ناصر جنگ کی مخالفت کی خبر سنکر دہلی سے چلے تھے مصالحت کی خبر سنکر لوٹ گئے جب یہ حال محمد شاہ بادشاہ کو معلوم ہوا تو ہرکارے کے پرچے پر یہ لکھا کہ آفرین ایسے باپ پر کہ جس سے ایسا بیٹا وجود مین آے اور نظام الملک کو حضور مین بلاکر بہت تحسین و آفرین کی اور مبارکبادی اور دوسرے اچھے اچھے آدمیون نے بھی آکر مبارکباد کی نذرین گذرانین اور نظام الملک شکر خدا بجالاے مگر ان لوگون کی سمجھون پر افسوس ہوتا ہے کہ دو سرکارین بلاجی راو کو دیکر پیچھا چھڑایا اور اسکو اپنی فتح سمجھے۔ مرہٹون کا بھاگنا کوئی تعجب کی بات نہین وہ لڑائی اسی طرح لڑتے تھے۔

احمد خان ناصر جنگ کی باپ سے بغاوت

نادر شاہ کی واپسی اور صمصام الدولہ امیر الامرا کے مارے جانے اور محمد شاہ کی بے پروائی اور قمر الدین خان وزیر کے شراب و کباب اور عیش و عشرت مین پڑجانے سے دہلی کا انتظام روز بروز بگڑنے لگا آصف جاہ دہلی مین مقیم تھے اور دکن مین ان کا بیٹا میر احمد خان نظام الدولہ ناصر جنگ انکی نیابت مین کام کررہا تھا جسکی اتالیقی مین خواجہ عبداللہ خان تھا ناصر جنگ نے باجی راو کے مرجانے کے بعد دکن کو متمردون سے خالی پاکر پانون اندازے سے بڑھایا اور عزل و نصب حاکمون کا شروع کردیا کارہاے مالی انوار اللہ خان دیوان کے سپرد تھے ناصر جنگ نے فوج کی بھرتی شروع کی۔ جمال خان پسر عضد الدولہ مرحوم سے ان دنون بسبب کسی تقصیر کے خطاب تسورہ جنگ چھین لیا گیا تھا اور ناصر جنگ کے ساتھ متعین تھا اسکو دس لاکھ روپے خزانے سے دیے تاکہ سامان درست کرے اور فوج بھرتی کرے اور قسورہ جنگ کا خطاب بحال کیا اور عبدالعزیز خان فوجدار جلنیر بن عبدالرسول خان اور ہمت خان تعلقہ دار جالنہ کو بلایا اور متہور خان

خویشگی کو بھی شریک مشورہ کیا جب یہ صورت اور صاحبزادے کی نیت انوار اسد خان دیوان نے دیکھی تو ناصر جنگ سے کہا صوبۂ حیدرآباد میں ہر قسم کے سرکاری کارخانے ہیں اور وہاں سے روپیہ بھی حاصل ہو سکتا ہے مجھے حکم ہو کہ میں وہاں جا کر انتظام کروں اور وہ اس طرح اجازت لیکر چلا گیا اور ناصر جنگ سے کنارہ کش ہو گیا۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ بعض فتنہ انگیز مسخروں جیسے عبدالعزیز خان و فتح یاب خان و جمال خان وغیرہ کے مشورے سے خالصے کے علاقے جسے چاہتے دیتے اور طالب محی الدین خان کو جو نظام الملک کے ماموں کا بیٹا تھا اور متوسل خان و حمید اللہ خان کا بھائی تھا اور دعوی کا وہ حقدار تھا جو درحقیقت بیجاپور کی صوبہ داری ہے محابسے میں تنگ پکڑا اور رشتہ داری کا لحاظ نہ رکھا اور یہاں تک بے مروتی کی کہ اسے حفظ آبرو کے لیے زہر کھا لیا ناصر جنگ نے اسکی بھی پرواہ نہ کرکے اسکی خدمات ہمت خان اپنے ماموں کو دیدیں نصیر الدولہ نے یہ تمام معاملات بے کم و کاست نظام الملک کو لکھ بھیجے اس لیے ناصر جنگ اور جمال خان اسکے استیصال کی فکر میں ہوئے۔

نظام الملک نے بیٹے کی سرکشی پر مطلع ہو کر محمد شاہ سے اطلاع کر کے اصلاح معاملہ کے لیے رخصت لی اس وقت بادشاہ نے اپنی دستار سربستہ نظام الملک کے سر پر رکھدی اور وہ سنہ ۱۱۵۳ ہجری میں عازم دکن ہوئے۔ دہلی کو جب آئے تھے تو فوج اور توپخانہ کے ساتھ کم تھا گھوڑے ہاتھی فوج اور توپیں ناصر جنگ کے پاس چھوڑ آئے تھے جیسا کہ تحفہ میں لکھا ہے نواب آگرے اور راجپوتانے سے گذر کر صوبہ مالوہ میں پہنچے تو یار محمد خان پسر دوست محمد خان اسلام نگر اور بھوپال سے نواب کے پاس آئے نظام الملک نے انکو ماہی مراتب دیا۔ بھوپال کے عجائب خانے میں اس ماہی مراتب کی نشانی اب تک موجود ہے جو نظام الملک نے فرمانروائے بھوپال کو عطا کیا تھا۔ نصیر الدولہ عبدالرحیم خان نے برہانپور سے اپنے بخشی عبدالوہاب خان کو فوج دیکر استقبال کے لیے بھیجا جو نربدا کے کنارے نظام الملک کے پاس پہنچ گیا اور خود بھی برہانپور سے تیس منزل چل کر نظام الملک کا استقبال کیا نظام الملک نے برسات میں دریائے نربدا کو عبور کر کے سلخ شعبان سنہ ۱۱۵۳ ہجری کو برہانپور میں داخل ہوئے اور دو ماہ تک یہاں رہے۔

ناصر جنگ کا مغویوں کی بے وفائی دیکھ کر گوشہ نشین ہو جانا

ناصر جنگ کو یہ خیال رہا کہ نادر شاہ کی چڑھائی اور سفر دور و دراز نے باپ کو ضعیف الحال کر دیا ہوگا اسلیے اطاعت نہ کی اور انھوں نے سید منور خان خویشگی اور میر علی اکبر برادر اور حکیم عبدالحسین خان کو جو پہلے نظام الملک کا خانساماں تھا اور ان دنوں ناصر جنگ کی

دیوانی وخانسامانی اُس سے متعلق تھی نظام الملک کے پاس بھیجکر بعض تکالیف شاقہ کا پیغام باپ کو دیا۔ نظام الملک بیٹے کے ارادۂ دلی سے آگاہ ہوے شفقت پدری سے بیجاپور کی صوبہ داری دینے کے لیے فرمایا تاکہ بیٹا علانیہ باغی نہو جاے متہور خان مرد دانا وعاقل تھا وہ جواب پاکر تو چپ رہا اور عبدالحسین خان کی معرفت جواب ناصر جنگ کے پاس بھیجدیا۔ ناصر جنگ نے پھر اگلی درخواست عبدالحسین خان کی معرفت نظام الملک کے پاس پہنچائی اور وہی جواب پایا اپنے باپ کے عطیے کو قبول نہ کیا اور خود مختاری کا اعلان کردیا نظام الملک نے بیٹے کے ارادے سے آگاہ ہو کر عید کے دن عید کی سواری بڑے تجمل سے کی تاکہ لوگون کے دل سے یہ خیال دور ہو جاے کہ ان مین کسی قسم کی کمزوری آگئی ہے اسوقت نواب کے ہمراہ فوج بہت کم تھی اور جو لوگ ہمراہ تھے وہ بھی ناصر جنگ کی ہواخواہی کا دم بھرتے تھے۔ مغویون نے ناصر جنگ کو صلاح دی کہ سدراہ ہوجاے دکن کی فوج کے بہت سے افسرون نے رفاقت کا وعدہ کیا مگر نظام الملک کی آمد کا حال سنکر انجام کو سمجکر شریک نہوے اور یہ عذر کرنے لگے کہ ولی نعمت کے سامنے تلوار لیکر کھڑا ہونا نامناسب ہے ناصر جنگ نے فوج کا یہ رنگ دیکھ کر نظام آباد سے تمام سپاہ اور کارخانے ہاتھی گھوڑے بخشی الملک دکن محتشم خان بہادر کے ساتھ کرکے باپ کے پاس بھیجدیے اور خود صمصام الدولہ شاہ نواز خان وجمال خان وعبدالعزیز خان ومیر صفی الدین خان بہادر صفی الدولہ طالب جنگ میر آتش دکن وصف شکن خان مجاہد جنگ وفتح یاب خان وہمت یار خان ومیر شمس الدین بخشی دیوسف محمد خان امرا کے ساتھ نظام آباد عرف اجنٹا سے اورنگ آباد پہنچکر شاہ برہان الدین کے روضے مین جو دولت آباد سے پانچ میل پر ہے گوشہ گزین ہوا۔ نظام الملک نے یہ حال سنا تو تاسف کیا اور مکرر لکھا کہ بیجاپور کو چلے جائین اور ولایتی وہندوستانی میوے بھیجے مگر بیجاپور کی حکومت ناصر جنگ نے نامنظور کی۔

نظام الملک کی عرضی کا ترجمہ جو انھون نے بادشاہ کو اس بغاوت کے باب مین لکھی تھی

نظام الملک نے اس وقت ایک عرضی بادشاہ کو لکھی جسکو حدیقۃ العالم مین نقل کیا ہے اُس کا ترجمہ یہ ہے کہ چار سال تک عقیدت سرشت حضور مین حاضر رہا تو اس ملک مین عجیب انقلاب واختلال پیدا ہو گیا جو لوگ ناصر جنگ کے ساتھ تھے انھون نے بدباطنی سے اس ناتجربہ کار کو بہکا دیا کہ وہ دکن کے صوبے پر اپنے آپ کو مستقل فرمان روا جاننے لگا اور میرے مالوے مین پہنچنے کے بعد پرخاش کا ارادہ کیا اور خطوط لکھ کر حیدر آباد سے لوگون کو بلایا چنانچہ جمال خان پسر عضدالدولہ مرحوم

سے باوجود دیانت صوبہ داری برآورد تنخواہ محالات مشروطہ کے ناصر جنگ سے دس لاکھ روپے نقد اور
لاکھ روپے فدوی کی جاگیر کے محالات سے سپاہ کی بھرتی کے بہانے سے لیے عبدالعزیز خاں۔
ناصر جنگ سے ۲۲ لاکھ روپے کے محالات صوبہ داری اورنگ آباد کی تقریب سے لیے اور
منصب میں ترقی ہوئی اور اُسنے اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں اور متوسلوں اور خان عالم و
وغیرہ کے لیے قسم قسم کی تدبیروں اور فریبوں کے ساتھ جاگیریں حاصل کرلیں اور طرح طرح کے
خیال رکھے اور اپنے مقاموں سے وہیں لیکر ناصر جنگ نے حضور کی رفاقت اختیار کی اور یہ ارادہ
تھا کہ فدوی کے ساتھ جنگ وجدل کریں اور اس ناتجربہ کار نے ان فریبیوں کو اپنا رفیق دلی سمجھ لیا
تھا اور باوصف اسکے کہ پہلے ان لوگوں کے ساتھ رعایتیں ہوچکی تھیں اسلیے انکو مل گئے تھے
مگر ناصر جنگ نے اور بھی زر نقد اور نامناسب منصب اور بے جا خطاب اور بے قیاس جاگیریں
عطا کرکے اپنا طرفدار بنایا اور شورش پر مہیا کیا اور اس سے غافل تھا کہ جدھر بھی نقصان پہنچے گا
نہایت برا ہے الغرض اگر اس کا ارادۂ فاسد کامیاب ہوجاتا تو حرام خوراں ناحق شناس کے ہاتھ
سے وہ کب سلامت رہ سکتا اور مملکت کی تقسیم ہوکر تھوڑے سے عرصے میں آمدنی کی کمی اور تقاضائے
تنخواہ اسکو مصیبت میں ڈالدیتے ہرچند فدوی نے نصیحت اور تہدید کی باتیں لکھیں اور اسکے فعل کے
برے نتائج اسکو بتائے مگر اسکی عقل پر پردے پڑگئے تھے اس لیے کچھ نہ سمجھا۔ جہالت کی وجہ سے
گمراہی کا راستہ چلنے لگا اور تیس ہزار سوار جرار اور توپخانہ سپاہ لیکر فردا پور کی پہاڑی پر برہانپور
سے تیس کوس کے فاصلے پر آکر مقیم ہوا اور بادل مشہور خاں کو سفیر بناکر میرے پاس یہ پیغام دیکر
بھیجا کہ تمام ملک دکن کی حکومت مستقلاً اسکے ہاتھ میں چھوڑ دی جائے اور یہ فدوی دہلی کو لوٹ
جائے اس کا جواب معقول جس میں اسکی بہتری متصور تھی کہلا بھیجا خان مذکور نے بھی اسکو لکھا مگر
دور غرور سے اسکی سمجھ میں کچھ نہ آیا دوبارہ اپنے خانساماں عبدالحسین خاں کو بھیجا اور انھیں باتوں کا اعادہ کیا
جب فدوی نے خیال کیا کہ اس کا مزاج فاسد کسی دوائے تدبیر سے اصلاح پذیر نہیں ہوسکتا تو اس
قانون کے مطابق کہ آخری علاج داغ ہے اسکے دبانے کے لیے اسباب جمع کرنے شروع کیے اور تھوڑے
سے عرصے میں بہت سی سپاہ فراہم کرکے ارادہ کیا کہ برہانپور سے آگے بڑھکر اس کوتہ اندیش کے
مادۂ فساد کو درست کرے جب یہ حال اسکے شرکائے مفسدین کو معلوم ہوا تو ڈر گئے اور لڑائی کا
خیال چھوڑ دیا اور اس سے جدا ہونے لگے نظام الدولہ نے جب یہ حال دیکھا کہ تمام اہل سرداں
کے عزم کا ورق لوٹ گیا اور اب کوئی چارۂ کار نہ رہا تو دل میں خوف زدہ ہوکر شاہ برہان الدین
کے روضے میں جاکر پناہ گزیں ہوا اور محتشم خاں بخشی مفسداں یکہ خاں عالم اور سماعی وغیرہ
منصبداروں اور نظام الدولہ کی سپاہ اور توپخانہ سمیت میرے پاس آگیا اللہ کا شکر ہے کہ بساد

غبار جو تفرقے اور تشویش کا باعث تھا دفع ہوا لیکن اب تک مضبوط قلعے مثل ورنگڑھ وقلعہ جنیر وغیرہ فتحیاب خان اور دوسرے مخالفون کے ہاتھ مین ہین اور مفاہیر نے حیدرآباد کو خالی پاکر فساد پیدا کردیا ہے اور رگھوجی نے جو از سر نو ملک کرناٹک پر قابض ہوگیا ہے مضبوط سپاہ جمع کرکے حیدرآباد تک پریشانی پھیلادی ہے اس وجہ سے فدوی کا ارادہ ادھر انتظام کی غرض سے جانے کا ہے۔ (انتہیٰ)

مصاحبون کے اغوا سے ناصر جنگ کا دوبارہ جنگ پر آمادہ ہونا

نظام الملک نے ۲۸ شوال سنہ ۱۱۵۳ ہجری کو دریاے تپتی کو عبور کیا بارہ روز تک دریاے پورنا کے کنارے پڑے رہے اور شدت بارش مین کہ بے وقت پانی پڑ رہا تھا محتشم خان وغیرہ امراے دکن نظام الملک سے آکر ملے نواب نے کہا کہ دکن کا لشکر دریاے پورنا کے اس پار عادل آباد پر اترے۔ انوار اللہ خان دیوان بھی حیدرآباد سے آگیا اسوقت بالاجی پسر باجی راو متوفی کہ مالوے کے قصد سے نکلا تھا اسنے نظام الملک سے ملنے کا پیام بھیجا نواب نے اپنے چچا یار روشن الدولہ کو پیشوائی کے لیے روانہ کیا وہ اپنے سردارون جیسے بیلاجی جادو و ہلکر و کوڑیا وغیرہ کے ساتھ آکر ملا اور دو تین دن تک پورنا کے کنارے مقام کرکے مالوے کو روانہ ہوگیا۔ یہان سے نظام الملک نے ابو الخیر خان کو دو ہزار پیادون اور تین سو سوارون کے ساتھ اسکے تعلقے کو اور ۱۱ ذیقعدہ سنہ ۱۱۵۳ کو نصیر الدولہ کو بھی برہانپور کو رخصت کردیا اور خود نظام الملک پورنا سے عبور کرکے خاندیس کی طرف چلے گئے اور کساری کی پہاڑی کے پاس پہنچے اور قلعہ تلنگہ کو کہ کاشن آباد عرف میدک کے قریب ہے مفتوح کرکے نام اس کا فتح مبین رکھا۔ پھر فردا پور کی پہاڑی کی طرف لوٹ کر اورنگ آباد کی طرف روانہ ہوے اور وہان جا پہنچے۔ عبدالعزیز خان ناصر جنگ سے جدا ہوکر نظام الملک کے پاس چلا آیا تھا انھون نے اسپر کچھ التفات نہ کیا بلکہ حرز اللہ خان نے کلمات ناملائم اپنی زبان سے اسکی نسبت کہے اس لیے وہ بھاگ کر پھر روضے مین چلا گیا اور ناصر جنگ کو لڑائی پر آمادہ کیا چنانچہ اسنے روضے سے کوچ کیا اور قلعہ اورنگ گڑھ عرف ملہیر کی طرف چلا گیا جسکو فتحیاب خان نے مکر وحیلہ سے متوسل خان سے لے لیا تھا اور محالات گرد و نواح پر تصرف شروع کیا اس وقت اسکے ساتھ بقول تاریخ فتحیہ دو ہزار آدمی سے زیادہ نہ تھے اور خزانہ بھی بہت کم تھین ہمت یار خان اس سے جدا ہوکر نظام الملک کے پاس چلا گیا ناصر جنگ کے پاس عمدہ فوج فراہم نہ ہوسکی۔ عبدالعزیز خان اور فتحیاب خان کی کوشش سے اکثر گانون کے گنوار نوکر ہوے توپخانہ و جزائر و بان وغیرہ لڑائی کا کوئی مسالا اسکے ساتھ نہ تھا بڑی مشکل سے

چار ہزار سوار فراہم ہو سکے جیسا کہ گلزار آصفیہ و تحفۂ آصفیہ میں ہے۔ حدیقۃ العالم مین لکھا ہے
کہ سات ہزار سوار جمع کر لیے۔ غرض برسات مین نظام الملک اورنگ آباد میں ٹھہرے ہوئے
تھے اور انھوں نے قاعدہ مستمرہ کے موافق ہاتھی گھوڑے بیل وغیرہ اورنگ آباد سے تیس
تیس چالیس چالیس کوس پر چرائی کو بھیجدیے تھے اور اپنی فوج کے آدمیون کو اُنکے وطنوں کو
رخصت کر دیا تھا نواب جریدہ اورنگ آباد میں رہ گئے تھے ناصر جنگ کو مغویوں نے بتایا کہ
یہ موقع اچھا ہے چنانچہ اُسنے اورنگ آباد کا ارادہ کیا اور ملہیر کے قلعدار فتحیاب خاں پسر
نجابت خاں کو ساتھ لیا اور جلدی سے کوچ کر کے کساری کی پہاڑی سے گذر کر موضع جائیگاؤن
وانکلہ مین جا پہنچا نظام الملک کو اسکی حرکت کا حال معلوم نہ تھا اس گاؤں میں متوسل خاں کا
ایک حلوہ دار آیا اور ناصر جنگ کی سپاہ کا حال معلوم کر کے لوٹ گیا اور متوسل خاں سے سارا حال
کہدیا وہ حلوہ دار کو اپنے ساتھ نظام الملک کے پاس لے گیا اور تمام حال اسکی زبانی سنوادیا نواب
نے شباشب دیوان اور بخشی اور خانساماں وغیرہ کو بلا کر تمام پیادہ و سوار کو دو ماہ کی تنخواہ دلوائی
توپوں کے بیل علاقہ دور دست مین چرائی کو گئے ہوئے تھے توپوں کے لیجانے کی یہ تدبیر کی
کہ جہاں جہاں شہر میں بیل ہاتھ لگے لیکر توپیں اٹھوا کر عیدگاہ میں شباشب پہنچادین صبح
ہوتے ہی نظام الملک نے کوچ کر کے شہر کے باہر مقام کیا لیکن بہت تھوڑے آدمی رکاب
میں تھے۔ نواب کے سراول اور کوتوال کے آدمی شہر بھر میں پھر کر آدمیوں کو باہر لانے لگے
چنانچہ تھوڑے آدمی جنکے گھوڑے چرائی پر تھے وہ پیادہ پا آکر جمع ہو گئے اس طرح رات عیدگاہ میں
بڑی ہوشیاری سے بسر کی اور شاہ ولی خان نامی فقیر کو کہ سید لشکر خاں کا رفیق تھا آصف جاہ نے
اپنے بیٹے ناصر جنگ کے پاس بھیجکر نصیحت کرائی جو روضے میں فوج لیکر آگیا تھا اسے جاکر سمجھایا
مگر ناصر جنگ پر اثر نہ ہوا شاہ ولی خاں لوٹ گیا سہ شنبہ اٹھارھویں جمادی الاولی ۱۱۵۳ ہجری
کو ابوالخیر خاں جو قلعہ مونگیر کے بندوبست میں مصروف تھا بالاپور کی پہاڑی سے گذر کر نظام الملک
کے پاس آگیا۔ ۱۹ جمادی الاولی روز چہارشنبہ کو ناصر جنگ شاہ برہان الدین کے روضے سے
متصل پہنچ گیا اور مستعد جنگ ہوا اسوقت سپاہ کی کمی کی وجہ سے نظام الملک کے لشکر میں
خوف و ہراس تھا ناصر جنگ روضے سے کوچ کر کے شہر کی طرف روانہ ہوا اور اسکے مصاحبوں
نے یہ مشورہ دیا کہ شہر اورنگ آباد کو سیدھی طرف چھوڑ کر دہلی دروازے کی طرف جاویں کہ جسکے
پاس سرائے ہرسول واقع ہے اور اس میں توپ اور رہکلہ اور بان اور بارود کا ذخیرہ بہت تھا
اسپر قبضہ کریں اور شہر اورنگ آباد میں داخل ہو جائیں اس ارادے سے وہاں سے کوچ کر کے
ناصر جنگ اور اسکی جمعیت کٹی گھاٹی تک پہنچی اور یہاں ناصر جنگ نے طرح کی نارا جماعت پڑی

اور یہان یہ قرار پایا کہ اُدھر نہ چلنا چاہیے بلکہ براہ راست نظام الملک کے مقابلے مین پہنچنا چاہیے۔ اس طرح چلنے سے ناصر جنگ کی فوج کی ترتیب بگڑ گئی۔

باپ بیٹون کی جنگ

نظام الملک نے لڑائی کے لیے یون صف بندی کی کہ متوسل خان اور اسکے بیٹے حرز اللہ خان اور خواجم قلی خان کو سب سے آگے رکھا اور سیدھے ہاتھ پر ابوالخیر خان و رحیم اللہ خان پسر محمد غیاث خان و جمیل بیگ خان کو مقرر کیا اور الٹی طرف مبارز خان و خواجہ حامد اللہ پسر عماد الملک مبارز خان و مقرب خان و خان عالم خان کو متعین کیا بعض کہتے ہین کہ الٹی طرف صرف ابوالخیر خان تھے اور متہور خان خویشگی و سلیم خان کو ہر طرف مدد پہنچانے کے لیے مقرر کیا ناصر جنگ کے پیش لشکر مین عبدالعزیز خان و فتحیاب خان تھے۔ ۲۰ جمادی الاولی ۱۱۵۴ھ کو ناصر جنگ لڑائی کے لیے سوار ہو کر اورنگ آباد کی طرف چلا تو نظام الملک کے مخبرون نے خبر دی کہ ناصر جنگ کٹی گھاٹی سے اُتر رہا ہے جب ہرکارے کی زبان سے یہ لفظ انھون نے سنا تو تفاؤل لیکر دو مرتبہ اس لفظ کو اپنی زبان سے ادا کیا اور ادعیۂ حرز پڑھکر ظہر کے آخر مین ہاتھی پر سوار ہوے۔ ناصر جنگ کے آدمیون نے نہایت بے ترتیبی سے مقابلہ کیا اسکی فوج مین اکثر قصباتی نئے آدمی نوکر تھے توپون کی آواز سنتے ہی بھاگ نکلے توپون کے دھوین کی وجہ سے اندھیرا چھا گیا تھا اس لیے ناصر جنگ کے بہت سے آدمی شہر کی طرف چلے گئے عبدالعزیز خان و فتحیاب خان بھی راہ بھولکر دوسری طرف چلے گئے ناصر جنگ اور جمال خان اور دوسرے کئی فیل سوار اسوقت دیوار را او را ساپورہ کے پاس پہنچگئے نظام الملک کی طرف سے بان مارنیوالون نے جو دیوار کی پناہ مین بیٹھے ہوے تھے اتنے بان مارے کہ چھ سات فیل سوار کہ اسوقت ناصر جنگ کے ساتھ تھے بھاگ نکلے صرف ناصر جنگ کا ہاتھی باقی رہ گیا جسکے ساتھ دو سو سوار سے زیادہ نہ تھے اور دو تین فیل سوار بھی آکر مل گئے یہ لوگ نظام الملک کی توپون کی گاڑیون کی طرف بڑھے تو تمام گولہ انداز و بان انداز بھاگ گئے ناصر جنگ وہ توپین اپنے آدمیون کے حوالے کر کے آگے بڑھا اسوقت سرمست خان بنی جو شہر ایلچپور صوبہ برار کا ناظم تھا تین چار سو آدمیون کے ساتھ جو گھوڑون سے اُتر پڑے تھے مقابلہ مین آیا اسکو ہٹا کر ناصر جنگ آگے چلا کہ اسوقت نظام الملک کے سیدھے اور الٹے ہاتھ کے سپاہی جمع ہو کر سد راہ ہوے ناصر جنگ یہان بہ تھوڑے سے آدمیون کے ساتھ کھڑا ہو گیا سخت لڑائی ہوئی عبدالعزیز خان کہ دیر سے اسکی سواری کا متلاشی تھا یہان اپنے پچاس ساٹھ سوارون کے ساتھ آکر ناصر جنگ کا شریک ہو گیا اسوقت

کیونکہ چنانچہ جو نظام الملک کی سب سے اگلی فوج میں شامل تھا ناصر جنگ کے ہاتھی کے پاس جا پہنچا اور بندوق سے محمد عابد کو جو ناصر جنگ کے فیل چلانے کا افسر تھا اور آج کے دن اُسکے فیلبان کی جگہ ہاتھی پر بیٹھا ہوا تھا مار ڈالا۔ ناصر جنگ خود ہاتھی کو چلانے لگا دو زخم تیر کے پوست مال ناصر جنگ کے گلے باوجود اسکے وہ ہاتھی کو ہولتا ہوا باپ کے ہاتھی تک پہنچ گیا اب نظام الملک کے ساتھیوں نے اسکے ہاتھی کو گھیر لیا اسوقت متوسل خان اور اس کا بیٹا ناصر جنگ کے سامنے آئے اور باہم تیر اندازی ہونے لگی متوسل خان نے تیر سے اسکو مار ڈالنا چاہا اسکے بیٹے محی الدین خان نے منع کردیا چاروں طرف سے دلاوروں نے ناصر جنگ کے ہاتھی کو گھیر لیا سید لشکر خان نے چستی سے اپنا ہاتھی انکی برابر ملا کر اسے اپنے ہاتھی پر لے لیا اور نظام الملک کے لشکر میں فتح کے شادیانے بجنے لگے اور ناصر جنگ کے ساتھی جو اسوقت تک موجود تھے بعض مارے گئے بعض زخمی ہوئے بعض بھاگ گئے عشا کی نماز کے وقت نظام الملک دو تھانے میں کہ عیدگاہ کے نزدیک اورنگ آباد سے عربی جانب ہے برپا تھا داخل ہوئے ناصر جنگ کے لیے علیحدہ خیمہ کھڑا کردیا گیا جس میں اسکو رکھا گیا اور چونکہ اسکے کپڑے خون آلودہ تھے نظام الملک نے اپنے پہننے کے کپڑے نکلوا کر بھیجدیے اور جو دو شالہ اوڑھے ہوئے تھے وہ بھی بھیجدیا اور جراح مقرر کرلئے اور کہنے لگے کہ خدا کا شکر ہے کہ اسنے آج تین باتوں کی خوشیاں مجھے دیں (۱) فتح کی (۲) سلامتی فرزند کی (۳) بیٹے کے شجاعت کے امتحان کی کیونکہ بچپن سے اسکے مزاج کی وجہ سے جس بات کی توقع تھی وہ آج ظہور میں آگئی باوجودیکہ اسکے ساتھ تھوڑے سے آدمی تھے لیکن میدان سے منہ نہ موڑا

شرکائے ناصر جنگ

صبح کو میدان جنگ سے چلے گئے اسکے ساتھیوں کی نسبت جنھوں نے کفران نعمت کرکے ناصر جنگ کی شرکت کی تھی مقربوں نے مختلف باتیں کہیں نظام الملک نے کسی کو سزا نہ دی کہنے لگے کہ ہر ایک نے اپنی کردار کے موافق میدان کارزار میں سزا و جزا پالی ہم کو یہ منظور نہیں کہ اب کچھلے کینہ اُنکے لیے اسی قدر سزا کافی ہے کہ ان کو نوکر نہ رکھیں گے ناصر جنگ کا قلمدان نواب نے اپنے میر منشی موسوی خان کے حوالے کردیا وہ قلمدان کھول کر ۲۸ عرضیاں ان ارکین دولت کی جو کہ شرکت کا وعدہ کیا تھا اور اکثر ان میں سے اسوقت حاضر تھے قلمدان سے نکالکر نواب کے پاس لایا اور عرض کیا کہ ملازموں کی اس قدر عرضیاں ہاتھ لگی ہیں اول نواب نے ٹالا اور کچھ جواب نہ دیا جب دوسری بار پھر موسوی خان نے کہا اور ایک عرضی کھول کر پڑھنے کا ارادہ کیا تو نواب نے کہا یہ تکلیف مت کرو اور سب کو تلف کرادیا تاکہ طرفین کے مزاجوں میں کدورت پیدا نہو اور انشائے راز ہو اور درباریوں سے کہا کہ اگر بادشاہ سلامت اور اسکے شاہزادے کے درمیان ایسا ماجرا پیش آئے

توہم بھی ایسا کرتے اسکے بعد کہا کہ ان آدمیون نے کیا بُرا کیا اول مصلحت وقت کی وجہ سے میرے بیٹے سے موافقت کی اورجب ہم اسکی سرکوبی کےلیے متوجہ ہوے توہماری صولت وشوکت اُسکے دل مین ڈال کر اسکی فوج کو پراگندہ کردیا یہانتک کہ ہمارا بیٹا صحیح وسلامت ہمارے ہاتھ آگیا۔ جسوقت ناصرجنگ ہاتھ آیا اسوقت مرزا اللہ خان نبیرۂ سعداللہ خان وزیرنے صمصام الدولہ شاہ نوازخان سے جن کا اصلی نام عبدالرزاق خان ہے بوجہ پاس آشنائی کے کہا کہ بیٹا باپ کے مکان پر جاتا ہے تم کہان جاتے ہو جو کچھ رفاقت کی شرط تھی بجالاے اب اس مہلکے سے اپنے آپ کو نکال لو شاہ نوازخان یہ بات سنکر ہاتھی سے اُترگئے اورکنارہ کش ہوے پانچ سال تک نظام الملک کے معاتب رہے عزلت کے ایام مین مآثرالامرا وغیرہ کے لکھنے مین مصروف رہے۔ سنہ ۱۱۶۰ ہجری مین نواب نے ان کا قصور معاف کرکے بدستور سابق دیوانی برار کی خدمت عطا کردی نواب نے جمال خان کو بھی خانہ نشین کردیا اورابراہیم خان پسر حاجی محمد علی خان اورمرزا حسن رضا خان المخاطب بہ ناصر قلی خان قلعہ دولت آباد مین جاکر پناہ گزین ہوے تھے اوردوسرے آدمی دوسرے مقامات پر روپوش ہوگئے تھے انکے حالات کے معترض نہوے لیکن جاگیرین ان سب کی ضبط کرلین جو علانیہ شریک تھے۔

ناصرجنگ کی گرفتاری سے رہائی تک کے وقعات

گرفتاری کے بعد نواب نے حکم دیا کہ ناصرجنگ کو شب مین علیحدہ خیمے مین حفاظت سے رکھین۔ صبح کو جمعہ کے دن ۲۱ ماہ جمادی الاولی سنہ ۱۱۵۴ ہجری کو ناصرجنگ کو عبدالعزیز خان معروف بہ مقبول عالم کی اس حویلی مین جو نئی تیار کی ہوئی تھی بطور نظربندون کے رکھا اورحویلی پر چوکی پہرہ لگادیا اورسید لشکرخان سے کہا کہ اسکی احتیاط ومحافظت کرے اورسید لشکر خان کو اس کارگذاری کے جلدو مین نصیرجنگ خطاب دیا اورحکم دیا کہ کوئی شخص ہمارے سامنے ناصرجنگ کا نام نہ لے اگراشد ضرورت پیش آے توصرف میراحمد خان کے نام سے یاد کرے اس فتح کی نواب نے دونذرین لین ایک فتح کی دوسرے سلامتی ناصرجنگ کی جیسا کہ حدیقۃ العالم مین مذکور ہے اوررشید الدین خانی مین یون لکھا ہے کہ فتح کے بعد اول نذر ابوالخیرخان کی ہوئی خان مذکور نے دونذرین پیش کین جب نظام الملک نے اسکا سبب پوچھا کہ یہ دوسری نذر کیسی ہے توانھون نے جواب دیا کہ صاحبزادے کی سلامتی کی پھرسب نے دو دو نذرین گذرانین نظام الملک کو کمال سرور حاصل ہوا۔

نواب اکثر کہا کرتے تھے کہ میراحمد کے حیچک نکلی اورنہایت بیتاب تھا توہم نے محل کے بعض آدمیون کے کہنے سے وہ کام کیا جو ہماری شان کے خلاف تھا یعنے اپنے ہاتھ سے گدھے کو دانہ کھلایا یہ وہی

میر احمد ہے تھوڑے دنوں کے بعد ناصر جنگ کے رحم مبدل ہو گئے۔ نظام الملک اوائل شعبان ۱۱۵۵ہجری میں قلعہ ملہیر کی جانب روانہ ہوئے اور ناصر جنگ کو پالکی میں سوار کرا کے جس پر دے پڑے ہوئے تھے لشکر کے پیچھے پیچھے ساتھ رکھا قلعہ ملہیر کے پاس پہنچکر جلال الدین خاں صوبہ دار بگلانہ کو جو شجاع الدولہ والی بنگالہ کا داماد تھا قلعے کی تسخیر کے لیے مقرر کیا اسے تھوڑے سے عرصے میں قلعے میں تزلزل ڈالدیا اہل قلعہ نے محصور ہو کر قلعہ حوالے کیا نظام الملک نے میر برگ کو کہ پہلے مدار المہام اور سلطان پور کا فوجدار تھا یہاں کا قلعہ دار بنا کر فوجداری بگلانہ خواجم قلی خاں کے حوالے کی اور لوٹ کر حیدرآباد کی جانب چلے۔ راستے میں قلعہ قندھار میں مقام ہوا اور وہاں کے قلعدار راجہ گوپال سنگھ کو موقوف کر کے برق انداز خان کو وہاں کا قلعدار بنایا۔

یہاں ناصر جنگ کو پاس بلایا آپ فتح چوکی پر بیٹھے بخشی الملک محتشم خاں اسکے ہاتھ رومال سے باندھ کر سامنے لے گیا تو اسنے حکم دیا کہ کھولدو ناصر جنگ بہت رویا اور اس بیت کی تکرار کرنے لگا۔ ؎

کاشکے مادر نزادے مرا ۔۔۔ حلوے شیر م زہر دادے مرا

اسوقت نظام الملک اور دوسرے حاضروں پر رقت طاری ہو گئی ناصر جنگ کو وہ خلعت جو اسکے لیے پہلے سے منگا رکھا تھا پہنا کر رخصت کیا اور محتشم خاں کی معرفت کہلا بھیجا کہ موسم گرم ہے اور تم میں بھی ابھی نقاہت باقی ہے چند روز یہاں رہو اور برق انداز خاں جو وہاں کا قلعدار تھا اسکی حفاظت اور خدمت کرتا رہا نواب یہاں سے ہاتھی پر سوار ہو کر چلے جب تک قندھار نظر آتا ادھر ہی دیکھتے رہے۔ اور آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔

اسی سال چند بیگمات کی سفارش سے اس کا قصور معاف کر دیا اور سید شریف خاں بخشی کو حکم دیا کہ فوج اور فیل سواری اور نشان ونقارہ قلعہ قندھار میں لیجا کر ناصر جنگ کو پالکی میں بٹھا کر لے آئے اسکے ظاہر ہو کر باپ کے قدموں پر سر رکھ کر بہت لجاجت اور زاری کی اس کا جرم معاف کر کے آغوش میں لیا اور پند و نصائح کے کلمات کہے رشید الدین خانی اور تاریخ فتحیہ وغیرہ میں اسی طرح لکھا ہے۔ سرو آزاد میں بیان کیا ہے کہ ۱۱۵۴ہجری میں آصف جاہ نے ناصر جنگ کو قید کیا تھا اور ۱۱۵۵ہجری میں قصور معاف کیا۔

فتحیہ میں ذکر کیا ہے کہ ناصر جنگ کی رہائی کے بعد نواب نے حکم دیا کہ جب ہم یاد کیا کریں تب سلام کو آیا کرے اور چند روز تک اسی طرح رکاب میں رہے اور علیحدہ خیمہ اسکے لیے استادہ ہوتا اور راستے میں پیچھے چلتا اور اس کا نام نظام الملک کے دربار میں صرف میر احمد کور ہوتا جب اس ضلع کا انتظام کر چکے تو صوبہ برار کی طرف چلے اور ناصر جنگ کو پھر بلا کر خلعت و شمشیر

اور کنارہ بخشی اور خطاب بھی بحال کر دیا البتہ لفظ نظام الدولہ سلب کر لیا اور حکم دیا کہ جب حضور مین
آوے تو ہتیار باندھ کر آیا کرے اور جسقدر اُسکے کارخانے اور جانور نظام الملک کی سرکار مین ضبط
ہو گئے تھے وہ سب واپس کر دیے اور نوبت کا سامان بھی سرکار سے دیکر اسکے دروازے پر خیمہ
نقارخانہ استادہ کرایا۔ اور جبکہ اورنگ آباد پہنچے اور پھر وہان سے حیدرآباد کو چلے تو ناصر جنگ کو
اورنگ آباد کی نیابت صوبہ داری عطا کی اور نلدرک کو آپ چلے آے۔

اس زمانے مین انوار اللہ خان دیوان سرکار مرض آکلہ مین علیل ہو گیا تھا رخصت لیکر
برہانپور آگیا وہان پہنچکر بہت کچھ معالجہ کیا حکیم محسن خان و حکیم معصوم خان اور ڈاکٹر کا علاج ہوا
لیکن فائدہ حاصل نہوا آدھی زبان گل کر گر گئی ماہ صفر ۱۱۵۴ہجری مین مر گیا اور شاہ برہان
راز الٰہی کے مقبرے مین مدفون ہوا اسکی جگہ دیوانی کی خدمت خدا بندہ خان نبیرہ امیر الامرا شائستہ خان
کے سپرد ہوئی یہ شائستہ خان عالمگیر کا ماموں ہے اور یہ شاہ برہان غیر ہین ان برہان الدین سے
جو خلد آباد مین کہ اورنگ آباد کے قریب ہے مدفون ہین۔

نواب کا حیدرآباد مین ورود اور حکام اضلاع کا تغیر و تبدل

نظام الملک ۱۱۵۵ہجری مین حیدرآباد مین آے اور یہان تعلقہ دارون کے عزل و نصب
مین مصروف ہوے کیونکہ ایک دو سال سے زیادہ کسی کو ایک کام پر نہین رکھتے تھے۔ خواجہ
مومن خان پسر عضد الدولہ کو حیدرآباد کا صوبہ دار کیا اور اپنے ماموں کے بیٹے حرز اللہ خان کو ناندیر
کی حکومت پر بھیجا اور ہمت یار خان کو ادھونی ورائے چور وغیرہ متنافات بیجاپور پر بدستور
ناصر جنگ کے عمل کے مطابق بحال رکھا بعد اسکے اورنگ آباد آگئے اس زمانے مین مرزا باقر علی خان
داماد مرشد قلی خان آیا یہ مرشد قلی خان شجاع الدولہ ناظم بنگال کا داماد تھا چند روز کے بعد مرشد قلی خان
بھی آیا نواب نے دونون کے حال پر مہربانی مبذول کی بعد اسکے شجاع الدولہ حاکم بنگالہ کی بیٹی
آئی جو مرشد قلی خان کی بی بی تھی۔ اس کا خطاب مہمان بیگم مقرر ہوا۔

کرناٹک وغیرہ پر فوج کشی

۱۱۵۵ہجری مین کرناٹک کی طرف نظام الملک کا جانا نہوا تھا اس لیے وہان کے بڑے
بڑے زمینداروں نے جیسے سری رنگ پٹن کا زمیندار ہے پیش کش مقرری نہ بھیجا تھا نواب نے
ناصر جنگ کا نظام الدولہ خطاب بحال کر کے اور دوسری عنایات سے خوشنود کر کے اس طرف
روانہ کیا اور اس طرف کے زمینداروں کو حکم بھیجے گئے کہ ناصر جنگ کی خدمت مین حاضر ہو کر

پیش کش ادا کریں تاریخ منتخبہ میں اسی طرح لکھا ہے اور ناصر جنگ کی جگہ نصیر الدولہ کو برہانپور سے بلا کر ناظم مقرر کر دیا اور اسکے بیٹے مجاہد خاں کو نظامت برہانپور کی نیابت دی اور پورن چند سرکار نصیر الدولہ کا دیوان انکی جاگیر کے انتظام کے لیے برہانپور میں رہا۔ حدیقۃ العالم میں آیا ہے کہ نظام الملک خود کرناٹک اور ارکاٹ کو گئے تھے اور ناصر جنگ کو ساتھ لے گئے تھے اس عرصے میں خبر داروں نے خبر دی کہ ہمت یار خان حاکم بیجاپور پٹھانوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ کیفیت اسکی یہ ہے کہ ہمت خاں بن الف خاں بن ابراہیم خاں بیجی قلعہ دار و فوجدار کرنول نے پچاس ہزار روپیہ سالانہ خراج کا اپنے ذمے قبول کیا تھا چند سال یہ رقم ادا کرنے میں تعلل کیا جب نظام الملک بادشاہ کی آمد کے زمانے میں دہلی گئے ہوئے تھے تو ہمت خاں نے زر خراج مطلق نہ دیا۔ نظام الملک نے دہلی سے ہمت یار خاں کو لکھا کہ کئی سال کا چڑھا ہوا زر خراج ہمت خاں سے وصول کیجیے ہمت یار خاں نے بہت سی سپاہ جمع کر کے ہمت خاں کو لکھا کہ یا تو زر پیش کش بھیجو ورنہ پٹھانوں کی عورتوں کو قید کر کے سپاہی لشکریوں کے حوالے کر دوں گا ہمت خان ایک ہزار سوار اور دو ہزار پیادے جمع کر کے مقابلے کو نکلا اگرچہ ہمت یار خان کے پاس دس بارہ ہزار سوار و پیادے تھے مگر سب اسکی سخت مزاجی و بدزبانی کی وجہ سے ناراض رہتے تھے کہ شریف و رذیل آدمیوں کو گالیاں دیتا رہتا تھا لڑائی کے وقت سب نے کوتاہی کی اور وہ مارا گیا نواب نے یہ خبر سنکر ناصر جنگ کو خلوت میں بلا کر مشورہ کر کے اُدھر روانہ ہوئے۔

سنہ ۱۱۵۰ ہجری میں کرناٹک کے بندوبست کے ارادے سے ادھونی کے ضلع میں آئے ہمت خاں خوف زدہ ہوا کیونکہ ہمت یار خاں کو قتل کر چکا تھا۔ عرضیاں استدعائے عفو جرائم کی لکھیں نواب نے قصور معاف کیا چونکہ رگھوجی کی تنبیہ کے لیے کرناٹک کا ارادہ تھا کرنول کو تیس کوس چھوڑ کر کرناٹک کی طرف چلے ہمت خاں خود حاضر ہوا نواب نے اس کا قصور معاف کر کے کرنول کو واپس کیا جب نظام الملک ارکاٹ کے نواح میں پہنچے تو قلعہ ترچناپلی کو جو مرہٹوں کے ہاتھ میں تھا فتح کرنے کا ارادہ کیا اور ایام محاصرہ میں ۲۱ ربیع الثانی کو نواب کے چچا عبدالرحیم خاں نصیر الدولہ کی وفات کی خبر پہنچی نصیر الدولہ کا بیٹا مجاہد خاں جو برہانپور میں نائب ناظم تھا اپنی جگہ عبدالوہاب خاں اور خواجہ محمد اشرف خاں کو چھوڑ کر اورنگ آباد آگیا اور انتظام کرنے لگا نظام الملک نے یہ خبر سنکر علی اکبر خاں کو برہانپور کی صوبہ داری اور سرکاری جاگیروں کا کام دیکر ادھر بھیجا اور برہانپور کے صوبے کے حکام کو حکم لکھوا دیے کہ اسکی اطاعت کریں اول تو مجاہد خاں و عبدالوہاب خاں کام اسکو سپرد کرنے سے انکار کر کے مقابلے کو آمادہ ہوئے آخرکار حکم کی تعمیل کی نظام الملک نے قلعہ ترچناپلی کا ملک بیشتر نواب کے ہاتھ سے فتح کر کے عبداللہ خاں کو بخشی گری منصب دیکر صاحب نوبت بنا دیا اور وہاں کی

حکومت اسکے ہاتھ مین دیدی وہ خلعت پہنتے ہی شادی مرگ ہو گیا اس لیے وہان کا حاکم نور الدین خان شہامت جنگ گوپا موی کو مقرر کیا۔ یہ انور الدین خان نواب نظام الملک کی وزارت دہلی کے زمانے مین راجہ جے سنگھ سوائی والی جیپور سے تصفیہ کا سبب ہوا تھا اور بالاگھاٹ کی حکومت اپنے نواسے ہدایت محی الدین خان پسر متوسل خان بہادر رستم جنگ کو دی جنکو نواب نے سعد اللہ خان بہادر مظفر جنگ خطاب دیا تھا ۱۱۵۷ھ ہجری مین اورنگ آباد اور برہانپور کے انتظام کی غرض سے نواب ترچناپلی سے چلے آے۔ اس عرصے مین نواب کے پاس خبر آئی کہ عبد العزیز خان عرف مقبول عالم بادشاہ سے گجرات کی صوبہ داری حاصل کر کے آیا تھا اور جنیر مین فوج اور سامان جمع کر رہا تھا فتحیاب خان پسر نجابت خان اور دوسرے رفقاے ناصر جنگ جیسے ابراہیم خان وناصر قلی خان ومحمد تقی خان اسکی رفاقت پر کمر بستہ ہوے اسکے بعد ہی یہ خبر آئی کہ مقبول عالم قصبہ اکلیر کے قریب آیا تھا آپاجی گائیکواڑ مرہٹہ نے اس سے لڑائی کی ماہ ذیقعدہ ۱۱۵۷ھ ہجری مین عبد العزیز خان مفقود الخبر ہو گیا اور فتحیاب خان مارا گیا اور بقیہ آدمی خراب وخستہ ہو کر بھاگ گئے۔ ۱۱۵۷ھ ہجری مین نظام الملک اورنگ آباد مین پہنچ گئے وہان سے ابو الخیر خان کو بہت سی سپاہ کے ساتھ بابونا یک سردار مرہٹہ کی تنبیہ کے لیے بھیجا جو شورش کرتا تھا خان مذکور اسے سزا دیکر واپس آگیا نظام الملک نے اُسے چار ہزاری ذات ودو ہزار سوار کا منصب اور بہادری کا خطاب اور علم ونقارہ مرحمت کر کے برہانپور کو بھیجدیا۔ ۱۱۵۸ھ ہجری مین نظام الملک کسی قدر علیل ہو گئے۔ ۱۱۵۹ھ ہجری قلعہ بالکنڈہ کا جو حیدر آباد سے متعلق تھا اور بعض مرہٹون کے قبضے مین تھا محاصرہ کر کے منور خان برادر مقرب خان دکنی کے ہاتھ سے نکالا جو مرہٹون کا ایک امیر تھا اور اس سال اکثر امرا مثل محتشم خان ومتہور خان وجمال خان وچند رسین جادو مر گئے۔ ۱۱۶۰ھ ہجری مین نواب نے برہانپور کی نظامت مومن خان پسر عضد الدولہ کو دی اور بگلانہ کی فوجداری پر ابو الخیر خان کو بھیجدیا۔

نواب کی طرف سے مرہٹون کے ساتھ چوتھ وسردیس مکھی ومحصول رہداری کا عمدہ طور پر سمجھوتہ

منتخب اللباب مطبوعہ کی دوسری جلد کے صفحۂ ۲۷ ۹ مین لکھا ہے کہ مرہٹہ جاگیر دارون سے قسم قسم کے ظلم کے ساتھ چوتھ لیتے تھے اور اس کے سوا دس روپیہ سیکڑہ سردیس مکھی کے نام سے رعایا اور زمینداروں سے وصول کرتے تھے اور اسوجہ سے گماشتے ہر ہر ہفتے وماہ مین بدلتے تھے جو رعایا کے

کو صلے سے زیادہ فرمائش کرتے تھے اور جاگیر داروں کے حاکموں وکارندوں کو نہایت خفت پہنچاتے تھے نظام الملک آصف جاہ نے اسپر یہ کہا کہ میں چوتھ کی عوض نقد روپیہ رست برداشت اپنے خزانہ حیدرآباد سے دیا کرونگا اور سردیس مکھی کے نام سے جو رعایا سے دس روپیہ سیکڑہ لیا جاتا ہے وہ معاف کرکے گماشتے اٹھالیے جائیں چنانچہ یہ طے پاکر وہ گماشتے جو سردیس مکھی کے نام سے دس روپیہ سیکڑہ رعایا سے لینے کے لیے مقرر تھے جس سے رعایا اذیت پاتی تھی اور وہ گماشتے جو راہداری کا محصول وصول کرنے کے لیے مقرر تھے جس سے مسافروں اور راہگیروں اور بیوپاریوں کو تکلیف ہوتی تھی موقوف ہوگئے۔

سخت قحط سالی

سنہ ۱۱۶۰ ہجری میں اورنگ آباد اور بندر سورت اور احمد آباد اور اکثر ممالک جنوبی ہند میں خشک سالی سے بہت سخت قحط واقع ہوا کہ اسّی روپے کو ایک پلہ غلہ ملنا مشکل ہوگیا۔

آصف جاہ کا احمد شاہ بن محمد شاہ کی وزارت کے عہدے کو قبول نہ کرنا

سنہ ۱۱۶۱ ہجری میں ہندوستان پر احمد شاہ ابدالی کے حملے کی آصف جاہ کو خبر پہنچی جسکی تفصیل یہ ہے کہ احمد شاہ ابدالی نے صوبہ لاہور و ملتان پر چڑھائی کی اور اس ملک کو دل کھول کر لوٹا جبکہ اسکو سلطنت ہند کی بدنظمی اور دربار کی بے خبری کی خبر پہنچی تو دلی کی تسخیر کا ارادہ کیا اور لاہور سے دلی کی طرف کوچ جاری کیا محمد شاہ بادشاہ نے اُسکے مقابلے کے لیے اپنی تمام فوج اور توپخانہ اپنے ولی عہد شاہزادہ احمد کے ساتھ کرکے اور ابو المنصور خاں صفدر جنگ صوبہ دار اودھ اور اعتماد الدولہ قمر الدین خاں وزیر کو اسکے ساتھ کرکے روانگی کا حکم دیا شاہزادہ احمد تمام لشکر اور امرا کے ساتھ سرہند سے گذر کر دریائے ستلج کے کنارے ماچھی واڑے میں پہنچا اور احمد شاہ ابدالی لدھیانہ کی راہ سے بالا بالا داخل سرہند ہوا اور ۱۳ ربیع الاول سنہ مذکور کو اس مقام کو لوٹ لیا۔ ہندوستانی فوج اور بہیر بہت تھی مگر ابدالی فوج کے خوف سے خندق میں محصور تھی۔ ۲۲ ربیع الاول کو اعتماد الدولہ قمر الدین خاں اپنے خیمے میں چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ابدالی کے لشکر میں سے ایک گولہ آکر اُنکے لگا اور فوراً مر گئے۔ ۲۸ ربیع الاول کو بڑی بھاری لڑائی ہوئی اور ہندوستانی توپ کے گولے سے احمد شاہ کی توپوں کی گاڑیوں میں آگ لگ گئی بہت سے افغان خاک پر لوٹ گئے یہاں تک کہ میدان جنگ میں ٹھہرنے کی ہمت نہ رہی شاہ ابدالی رات کو وہیں ٹھہرا اور صبح کو میدان جنگ سے کوچ کر گیا چونکہ محمد شاہ کی طبیعت ان دنوں علیل تھی شاہزادے کو

عجلت کے ساتھ اپنے پاس طلب کیا۔ شاہزادہ اور سپاہ ابھی پانی پت کے متصل پہنچے تھے کہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۱۶۱ ہجری مطابق ۵۔ اپریل ۱۷۴۸ء کو محمد شاہ نے انتقال کیا۔ ۲ جمادی الاولی ۱۱۶۱ ہجری کو صفدر جنگ نے شاہزادہ احمد کے سلطنت ہندوستان کا بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ آصف جاہ برہانپور مین تھے کہ محمد شاہ اور قمر الدین خان وزیر کی وفات کی خبر پہنچی نواب نے انکے سوگ مین تین دن تک نوبت بجنے سے بند رکھی جب احمد شاہ کے جلوس کی خبر آئی تو جشن جلوس کی خوشی کا حکم دیا۔

احمد شاہ ہندوستانی نے اپنے باپ محمد شاہ کا جانشین ہوکر فیروز مندون کی لوٹ مار سے سلطنت کو حفظ و حراست مین رکھنے کی غرض سے وزارت کا عہدہ آصف جاہ کے سپرد کرنا چاہا مگر جبکہ آصف جاہ نے دہلی آنے سے انکار کر دیا اور صفدر جنگ کو لکھا کہ جو بہتر سمجھو کرو تو احمد شاہ نے صفدر جنگ کو اپنی وزارت سپرد کی جیسا کہ الفنسٹن صاحب کی تاریخ مین ہے۔ اور تاریخ فتحیہ مین یون لکھا ہے کہ مرہٹون کی جنگ کا قوی احتمال تھا اس لیے نواب نے ناصر جنگ کو کرناٹک کی طرف سے اور اپنے نواسے ہدایت محی الدین خان کو بیجاپور سے اور شریف خان کو برار سے اور ابوالخیر خان ناظم خاندیس کو برہانپور سے اور دوسرے سردارون اور فوجدارون کو دوسرے ملکون سے فوجین لیکر بلایا اور ستر ہزار کے قریب فوج جمع ہوگئی جب مرہٹون کو اس تیاری کا حال معلوم ہوا تو انھون نے نواب سے صلح کر لی۔ اس عرصے مین احمد شاہ بن محمد شاہ نے انھین دہلی کو انتظام سلطنت کے لیے بلایا اور انکی طلبی مین بادشاہ کے مکرر فرمان آئے چونکہ مرہٹون سے صفائی ہوگئی تھی اس لیے تمام سردارون کو اپنی اپنی جگھون مین بھیجدیا اور خود اورنگ آباد مین آئے اور وہان سے برہان پور کی عزیمت کی اور ہندوستان کی روانگی کا ارادہ تھا کہ شدت مرض کی وجہ سے نہ جا سکے۔

ایک عجیب و غریب افواہ

گیان پرکاش کے مؤلف نے ذکر کیا ہے کہ ایک دن نادر شاہ نے سعادت خان برہان الملک اور آصف جاہ نظام الملک کو چند سخت اور نا ملائم الفاظ کہے نظام الملک ایک عیار آدمی تھے انھون نے سعادت خان سے کہا کہ اب زندگی بے لطف ہے اور ایک شربت کا پیالہ زہر کے بہانے سے پی لیا نواب سعادت خان کہ نہایت غیور تھے اور مردمی کا طنطنہ رکھتے تھے واقع مین زہر کھا کر مر گئے نادر شاہ ابھی دلی مین مقیم تھا۔

عمادالسعادت مین اس واقعہ کو یون لکھا ہے کہ ایک دن نادر شاہ نے نظام الملک کے

طلب کرکے فرمایا کہ اے بڈھے تو نے ہمکو قندھار تحریر کیا تھا کہ اگر حضور اشرف ہندوستان تشریف لائیں گے تو پچاس کروڑ روپے کا انتظام کردون گا اور جو کچھ بادشاہ و امراسے ہاتھ لگے گا وہ علاوہ ہوگا۔ اب وہ روپے کہان ہیں جا آج اور کل کی مہلت ہے پرسون تک اگر حاضر نہ کرسکے گا تو تیری کھال نکلوا دون گا۔ آصف جاہ نادرشاہ سے رخصت ہوکر برہان الملک کے پاس آے اور نادرشاہ کی ساری تقریر سناکر کہا کہ بھائی آج یہ آفت ہمارے سر پر ہے کل تمھاری خیر نہیں اب کوئی صورت آبرو بچانے کی باقی نہین ہے مین وہی آصف جاہ ہوں کہ کئی بار دکن کو فتح کیا ہے مدت العمر مین ۸۰ لڑائیاں سر کی ہیں تف ایسی زندگی پر کہ بڑھاپے مین ایک گدا ے قزلباش کچھ بے نام و نشان اگر میرے ساتھ ایسا سلوک کرے میں تو اب اس بات کو بہتر جانتا ہوں کہ اپنی جان کو ہلاک کر ڈالون اور زہر کا پیالہ پی لوں میرے اور نادر کے سوال و جواب قیامت میں ہون گے برہان الملک صاف دل تھے انھوں نے آصف جاہ سے کہا کہ آپ اپنے مکان کو تشریف لے گئے کہ میں بھی ایسا ہی کردوں گا آصف جاہ رخصت ہوکر اپنے مکان کو گئے اور برہان الملک نے ایک شربت کے پیالے میں زہر ملا کر پی لیا اور چادر اوڑھکر سو رہے اور مرگئے نظام الملک نے زہر نہیں کھایا آرام سے اپنے دیوان خانے میں سو گئے جب بیدار ہوے اور برہان الملک کی خودکشی کی خبر سنی تو بظاہر تاسف کیا اور باطن میں مسرور ہوے۔ عماد السعادت کا مؤلف آگے چل کر اس حکایت کی تکذیب کرتا ہے اور تحفۃ العالم میں بھی لکھا ہے کہ نظام الملک آصف جاہ نادرشاہ کے منظور نظر تھے۔

آصف جاہ کی وفات

تاریخ فتحیہ مین لکھا ہے کہ نظام الملک اگرچہ دو سال سے کم و بیش عوارض متضادہ رکھتے تھے اور ظاہر ہوگئے تھے سلس البول وضعف اسمہ دلواسیر کا عارضہ لاحق تھا سوء القنیہ کا اثر پیدا ہوگیا تھا پھر بھی نواب ہر وقت سیر اور شکار اور ریاست کا کام اور دربار کرنے مین مصروف تھے دوا بھی چلی جاتی تھی لیکن پرہیز کافی نہین کرتے تھے جب دہلی جانے کے ارادے سے برہانپور میں پہنچے تو مرض نے دبا لیا جا سکر جسکہ برہانپور سے چار پانچ کوس کو ڈارہ نام مقام مین پہنچے جو مشہور شکارگاہ ہے اور وہاں نیل گایوں کا شکار کیا اور اپنے ہاتھ سے بندوقیں چھوڑتے تھے اور شکار کا گوشت کھاتے تھے قوے کمزور ہوگئے تھے معدہ جواب دے چکا تھا صاحب فراش ہوگئے لاچار ہوکر دہلی کا ارادہ فسخ کرکے اورنگ آباد کو لوٹے اور اورنگ آباد سے حیدرآباد کی طرف ۲۷ جمادی الاولی ۱۱۶۱ھ ہجری کو کوچ کرکے ریں آباد مین مقام کیا مرض دن بدن بڑھتا گیا

بے وقت بارش اور ژالہ باری کی کثرت مین وہان سے کوچ کر کے موہن نالے کے قریب تپتی کے ساحل پر خیمہ زن ہوے یہان طبیعت ایسی بگڑی کہ ۴ جمادی الاخری سالہ الہجری روز دوشنبہ کو جیسا کہ منعم خان نے سوانح دکن مین لکھا ہے اور ۵ جمادی الاخری سنہ مذکور روز یکشنبہ کو شاہ تجلی علی مصنف تزک آصفیہ کے قول کے مطابق برہانپور کے علاقے مین عصر کے وقت یہ پیر کہن سال اس سرائے کہن سے رخصت ہوا۔ ناصر جنگ ساتھ تھے اور نظام الملک کے انتقال سے دو ایک روز پیشتر سے کاغذون پر دستخط کرتے تھے اور تمام اہلکار اُن سے رجوع کرنے لگے تھے انھون نے باپ کی لاش کو غسل وکفن دلوا کر اور نماز جنازہ پڑھوا کر اور اسی شان کے ساتھ کہ زندگی مین سواری کرتے تھے اس جگہ جہان خیمہ نصب تھا امانت کے طور پر زمین مین دفن کر دیا اور وہ مقام انکے **مغسل** کے نام سے مشہور ہو گیا وہان باغچہ تیار ہوا اور اوقاف مقرر ہوے متولی اور حفاظ بٹھائے گئے تھوڑے دنون کے بعد لاش وہان سے اٹھوا کر **خلد آباد** کو جو دولت آباد سے شمال مین پانچ میل پر اور اورنگ آباد سے بارہ میل پر واقع ہے بھجوا دیا جہان قلعے کے قریب شاہ برہان الدین غریب (یا مسافر) کے روضے مین گنبد سے باہر مرقد شیخ کی پائنتی مائل بقبلہ دفن ہوے اور علیحدہ حجیرہ بنوا دیا گیا موجودہ زمانے مین صورت اسکی یہ ہے کہ خلد آباد کے شمالی اور جنوبی پھاٹکون کے درمیان اورنگ زیب عالمگیر کا مقبرہ ہے آصف جاہ اور انکی بیوی کا مقبرہ اورنگ زیب کے مقبرے کے مقابل ہے دونون قبرین سنگ سماق کے چبوترے پر جس مین سنگ مرمر کی پچیکاری ہے بنی ہوئی ہین اور انکے اطراف مین سنگ سماق کی دس فٹ اونچی جالی ہے۔ خلد آباد کو **روضہ** کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہان شاہ برہان الدین کا مقبرہ ہے اور اسکے سوا دوسرے بہت سے بزرگ مدفون ہین یہان پندرہ سے بیس تک گنبد دار مقبرے ہین

تاریخ فرشتہ مین لکھا ہے کہ جب سلطان علاء الدین کانگوی بہمنی نے تخت مملکت دکن پر جلوس فرمایا تو اول یہ حکم دیا کہ پانچ من سونا اور چاندی شیخ برہان الدین کے پاس جو دولت آباد مین رہتے تھے واسطے ترویح روح نظام الدین اولیا دہلوی کے پہنچا دین۔

نواب آصف جاہ نے ۷۹ سال کی عمر پائی۔ خلد منزلت اور متوجہ بہشت تاریخ رحلت ہے اور لقب بعد الوفات **مغفرت مآب**[۱] مقرر ہوا۔ ۱۶ برس کی عمر مین باپ کے قائم مقام ہوئے ۴۳ برس امارت کی اور ۲۹ برس دکن کے چھ صوبون کی ریاست کی۔ لیکن ریاض الامرا مین رحمان علی نے لکھا ہے کہ ۱۰۴ سال کی عمر پائی تھی اور مولوی ذکاء اللہ نے تاریخ ہندوستان مین سو سال کی عمر لکھی ہے انکے سال ولادت کو دیکھتے ہوے یہ غلطی معلوم ہوتی ہے۔

سلہ دیکھو رشید الدین خانی و خورشید جاہی و گلزار آصفیہ و حدیقۃ العالم (دفتر ۱)

نواب کے عہد کی تعمیرات

آصف جاہ کے حکم سے اتنی عمارات تیار ہوئین (۱) برہانپور کی شہر پناہ کی فصیل جو ۱۱۴۱ھ مین انھوں نے بنوائی شروع کی تھی عرصۂ دو سال کے بعد بنکر تیار ہوئی اس شہر کو میرجان فاروقی نے حضرت برہان الدین اولیا کے نام سے ۱۰۰۸ ہجری مین آباد کیا تھا (۲) نظام آباد کی بستی خواپور کی پہاڑی پر بسا کر مسجد کاروانسرے دولت جاہ اور وہان کا پل بنوایا اس آبادی کا آغاز ۱۱۴۱ ہجری مین ہوا تھا چنانچہ رب اجعل ہذا البلد آمنا سے اسکی تاریخ برآمد ہوتی ہے (۳) شہر پناہ حیدرآباد کی فصیل کو ختم کیا (۴) نہر سول کی جو اورنگ آباد کے شہر کے بیچ میں جاری ہے مدت سے ٹوٹی ہوئی تھی درست کرائی (۵) دو کمرہ وغیرہ کی عمارت بھی اورنگ آباد میں آپ نے بنوائی ہے۔

انکے سوا خلوت مبارک۔ خوابگاہ۔ دیوان عام۔ جلو خانہ اور دولت خانہ حیدرآباد مع نگار دروازہ خوابگاہ مذکور بھی انکے بنوائے ہوئے ہین۔

جلو خانہ ڈیوڑھی کا دروازہ کلاں کمان جو راستہ کلان چوک لاڈ بازار کی طرف نمایاں ہے اسکی ساخت عجیب ہے کہ اگر راستے مین کھڑے ہوکر باہر کی طرف سے دیکھین تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مین سے نواب کی سواری کا خاص ہاتھی جسکی اونچائی آٹھ ہات کی تھی اسکی سواری کی خاص زرد عماری کے ساتھ جو تمام سرکاری عماریوں سے بڑی تھی اس میں سے کیسے جا سکتا ہوگا۔ حالانکہ وہ آسانی و فراغت سے اندر چلا جاتا تھا اگر جلو خانے کے اندر سے دیکھیں تو عماری زرد خاصہ کے کلس سے کمان ایک گز اونچی نظر آتی ہے۔

نواب کی بیگمات

(۱) نور النسا بیگم صبیہ قمر الدولہ وزیر شاہ عالم اول

(۲) عمدہ بیگم۔

(۳) مادر صلابت جنگ۔

(۴) مادر بسالت جنگ۔

(۵) مادر ہمایون جاہ وغیرہ وغیرہ۔

بیٹے

چھ بیٹے چھوڑے۔

(۱) میر محمد پناہ المخاطب بہ امیر الامرا فیروز جنگ غازی الدین خان بہادر بطن نور النسا سے اور بعض نے لکھا ہے کہ سیدۃ النسا کے بطن سے تھے جو گلبرگہ کی ایک سیدزادی تھی۔
(۲) نظام الدولہ ناصر جنگ میر احمد خان بہادر یہ میر محمد پناہ کے حقیقی بھائی تھے۔
(۳) امیر الممالک آصف الدولہ صلابت جنگ میر سید محمد خان بہادر۔
(۴) اسد جنگ نظام الدولہ نظام الملک آصف جاہ ثانی میر نظام علی خان بہادر۔
(۵) برہان الملک بسالت جنگ میر محمد شریف خان بہادر انکی مہر مین یہ الفاظ تھے امیر الامرا شجاع الملک عماد الدولہ میر محمد شریف خان بہادر بسالت جنگ فدوی جان نثار شہنشاہ شاہ عالم بہادر شاہ۔
(۶) ناصر الملک ہمایون جاہ میر مغل علی خان بہادر
یہ چارون جداگانہ ماؤن سے تھے۔

بیٹیان

(۱) خیر النسا بیگم بطن نور النسا بیگم سے۔
(۲) بادشاہ بیگم بطن سیدۃ النسا بیگم سے۔
(۳) محسنہ بیگم یہ بھی اسی بیگم کے بطن سے تھی۔

مذاق سخن سنجی

آصف جاہ شعر و شاعری سے بھی شغل رکھتے تھے صاحب دیوان ہین اول **شاکر** تخلص تھا پھر **آصف** مقرر کیا۔ ان کا دیوان قلمی اور مطبوعہ دونون میری نظر سے گذرے ہین جنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مضامین مین بلند خیالی مفقود ہے۔ زور سخن بہت کم ہے۔ قریب قریب تمام کلام کا یہی حال ہے اور باوجود اسکے بعض شعرون سے معانی حاصل کرنے مشکل ہین یہ انکے دیوان کا انتخاب ہے۔

غزل

رونقے دارد ز عشق ماہ رویت کار ما ہم سری با عرش جدید گوشۂ دستار ما

---

۵ شاہ عالم نامے مین لکھا ہے کہ نظام الملک آصف جاہ اول کے بیٹے مغل علی خان اپنے بھائی آصف جاہ ثانی کے عہد حکومت مین اُنسے مخالفت کرکے شاہ عالم ثانی کے پاس الہ آباد مین آگئے ضابطہ خان کا جو ملک بادشاہ نے ضبط کر لیا تھا مغل علی خان کو سرہند کا فوجدار کر دیا مرہٹون نے بھی ہزار سوار انکے ہمراہ کیے مگر سکھون سے شکست پائی اور کشتی کے ذریعے سے جمنا مین چلکر دہلی مین بادشاہ کے پاس آگئے۔

بسکہ گیرد ہر رنگ حسن از عشق تو / کمتر از رنگ ساشد رشتۂ زنار ما
صرف کن اے بوالہوس جمع نقد خویش را / حرمتاع درد عشقے نیست در بازار ما
باد رشک ہر گرم نے آید کہ مارا درد اوست / باوجودیکہ آنکہ گفتش زردی رخسار ما
ہر چہ مے باید ز مشک و عنبر مارا در بہست / زلف خوشبوئے تو باشد طبلۂ عطار ما

حیف آصف عشق ایک لحظہ ہم پنہاں نماند
آشکارا مے کند فریاد دل بیمار ما

عاشق از موج گریہ دلے شاد مے کند / در روئے آب خانہ آباد مے کند
محبوب رخ نماید و پوشد و سر کشد / این طرح تازہ ایست کہ ایجاد مے کند
نشنید یار سکہ فغان کسے دلم / صرف نفس بہ پرسش فریاد مے کند
تکلیف کار رحمت بود از کمال یار / شیرین ترحمے کہ بہ فرہاد مے کند
خوبان ز دل تمام فراموش گشتہ اند / ہر کس کہ روح تو دید ترا یاد مے کند

آصف تو خواستی ز محبت نشان یار
رو کن بدل کہ یاد تو چہ اوستاد مے کند

پر تغافل کرد چون آن مہ تغافل گفت بس / بس تامل کرد در ہر کس تامل گفت بس
نالۂ عاشق بگلشن کرد تا حشر آشکار / گل شنید این شور و خوش با رو بلبل گفت بس
از ہزاران یک جلوۂ آن شوخ گلشن رنگ باخت / خواست آن مہ جلوۂ دیگر کند گل گفت بس
پیچ و تاب زلف مشکین نگار نازنین / تا ز حد بگذشت در گلزار سنبل گفت بس
ہر شب بستن جمید دل ما آن نگار / آن قدر ہا زد گرہ در مو کہ کاکل گفت بس

پیش ازین در دوریت آصف تحمل چون کند
آن قدر ہا کرد تا او را تحمل گفت بس

از یار جدا شدن چہ مشکل / راضی بقضا شدن چہ مشکل
اخلاق رفیق مے توان شد / ہمراہ وفا شدن چہ مشکل
با او کہ ز خویش ما یدم رفت / پابستہ بقا شدن چہ مشکل
شوخے کہ برنجد از سلامے / مشغول دعا شدن چہ مشکل
خواہی کہ بہ پیش تو بیایم / راضی بہ رضا شدن چہ مشکل
تا سایۂ آن پری ست در دل / دریا جدا شدن چہ مشکل
تا خواست حیات ما حمایت / بے تو بقا شدن چہ مشکل

آصف افتاد سنگدل یار
بیگانہ زما شدن چہ مشکل

فصل بہار رفتہ و بے گل نشستہ ایم — در آتش از مفارقت گل نشستہ ایم
طوفان گریہ در نظر و نالہ در جگر — موقوف لب کشودن بلبل نشستہ ایم
سودائے خام سود و زیان آفت دلی ست — وابستہ در پناہ توکل نشستہ ایم
تا وقت ملنے رسد از جلنے رویم — در راہ سیل حادثہ چون پل نشستہ ایم
گل گوش چون بنالۂ بلبل نمے کند — ما نیز در مقام تغافل نشستہ ایم
ہرگز بزلف او نفگندیم پنجۂ — چون شانہ بے نصیب سنبل نشستہ ایم

آصف بہ بزم لالہ عذاران زبیم غیر
چون غنچہ با ہزار تامل نشستہ ایم

بے چون وچرا است آن یگانہ — جز او نبود درین میانہ
ہستی ست بافترائے کارم — خود مے کند و منم بہانہ
در جملہ جہان نظر چو کردم — چون او نبود یکے یگانہ
در مد نگاہ ناوکش نیست — جز سینۂ عاشقان نشانہ
از صید من وجفائے آن شوخ — گویند ہر کجا فسانہ
از نغمۂ تازۂ مزاجش — خوانند ہر طرف ترانہ
چشم تر من خزانہ ہست — ہرگز نشود کم این خزانہ
محوِ شش شدہ ام دگر ندانم — دل از کف من ربود یانہ

خوبے کہ ربود دل ز آصف
نازد بجمال او زمانہ

اے کہ در حسن خویش زیبائی — جان فزائی چو ناز فرمائی
درد و شورے رفیق خویش بساز — در رہش اے دلم کہ تنہائی
من چہ گویم بغمزۂ دل بر — در چنین کارہا تو دانائی
غفلت و ہوشیاریم گوید — گاہ با ما و گاہ بے مائی
در کف تست اختیار دلم — مے کند دل ہر آنچہ فرمائی
بہ بود از گسستنت اے شوخ — گر بدارو مدار پیش آئی
چشم را و رہشت نکشاید — تا با آصف تو روے ننمائی

		رباعی		
	دیوانہ شد بحسن او کیست بگو		ای حلوۂ تو رخ یار چون زیست بگو	
	عاشق شدن و در جان خود گذشتن		هر شیوۂ باطلی دگر چیست بگو	

نواب نظام الملک آصف جاہ کی وصیتین

نظام نے وصیت نامہ اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جانے سے چند ساعت پہلے لکھا تھا اور یہ اُسکے فرزند نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے نام تھا جو بعد مین جانشین پدر ہے چونکہ یہ آخری وقت کی تحریر ہے اسے ہر حالت مین تکلف اور تصنع سے پاک سمجھنا چاہیئے یہ وصیت نامہ ۷ اکلموں پر مشتمل ہے مضمون اس کا یہ ہے۔

مرہٹون سے ملت

رئیس دکن اگر اپنی جان کی سلامتی۔ جنگ وجدل سے امن۔ اور ملک کی آبادی مین ترقی کا خواہان ہے تو اسکے لیے لازم ہے کہ وہ مرہٹون کے ساتھ جو اس ملک کے زمیندار ہین صلح رکھے اور حتے المقدور رشتۂ موافقت نہ توڑے البتہ اگر مجبوری کی صورت پیش آئے تو وہ معذور ہوگا

بنی آدم کے ساتھ نرمی

آدمی اللہ تعالےٰ کے پیدا کیے ہوے ہین انکی تباہی مین تامل سے کام لے کیونکہ وہ گیہوں اور جوار نہین ہین جس کی ہر سال کاشت کی جاتی ہے ہان مجرم کو قاضی کے حوالے کرے جو اپنے فرائض مہمہ کو عدل کے ساتھ بجالاتا ہو قاضی شرع شریف کے مطابق جو فیصلہ کرے رئیس اُسے نافذ کردے اور اپنی طرف سے کبھی قتل کا حکم نہ دے۔

مملکت کا دورہ

رئیس مملکت کے نظم ونسق اور اپنی زندگی کو سفر پر موقوف رکھے اور نئے مقام کی آب وہوا اور سایۂ دار چشمون کو کبھی ہاتھ سے نہ دے اللہ تعالےٰ قرآن پاک مین فرماتا ہے۔ سیروا فی الارض (یعنی اللہ کی زمین مین پھرو) اس ارشاد ربانی مین اشارہ ہے کہ سفر کرو اور امور ریاست کی انجام دہی سفر پر موقوف ہے۔ ہان چھاؤنیوں مین چند دن کی اقامت ضروری ہے کیونکہ سفر مین تمام جانور تھک جاتے ہین۔ سپاہیون کو انکے وطنون کے قریب متعین کرنا چاہیے تاکہ وہ چلے جاوے کر

آصف افتاد سنگدل یار
بیگانه ز ما شدن چه مشکل

فصل بهار رفته و بی گل نشسته ایم
در آتش از مفارقت گل نشسته ایم
طوفان گریه در نظر و ناله در جگر
موقوف لب کشودن بلبل نشسته ایم
سودای خام سود و زیان آفت دل است
دانسته در پناه توکل نشسته ایم
تا وقت ما نمی رسد از جا نمی رویم
در راه سیل حادثه چون پل نشسته ایم
گل گوش چون بناله بلبل نمی کند
ما نیز در مقام تغافل نشسته ایم
هرگز بزلف او نفگندیم پنجه
چون شانه بی نصیب ز سنبل نشسته ایم
آصف به بزم لاله عذاران ز بیم غیر
چون غنچه با هزار تامل نشسته ایم

بی چون و چراست آن یگانه
جز او نبود درین میانه
هستی ست باقتضای کارم
خود می کند و منم بهانه
در جمله جهان نظر چو کردم
چون او نبود یکی یگانه
در مدنگاه نازش نیست
جز سینهٔ عاشقان نشانه
از صید من و جفای آن شوخ
گویند بهر کجا فسانه
از نغمهٔ تازهٔ مزاجش
خوانند بهر طرف ترانه
چشم تر من خزانه هست
هرگز نشود کم این خزانه
محو رخش شده ام دگر ندانم
دل از کف من ربود یا نه
خوبی که ربود دل ز آصف
نازد بجمال او زمانه

ای که در حسن خویش زیبائی
جان فزائی چو ناز فرمائی
درد و شور سی رفیق خویش بباز
در رهش ای دلم که تنهائی
من چه گویم بغمزهٔ دلبر
در چنین کارها تو دانائی
غفلت و هوشیاریم گوید
گاه با ما و گاه بی مائی
در کف تست اختیار دلم
می کند دل هرانچه فرمائی
بربود از کفت ای شوخ
گر برار و مدار پیشش آئی
چشم را در بهشت نگشاید
تا بآصف تو روی ننمائی

	دیوانہ شد حسن او کیست بگو عاشق شدن و رحان چہ گذشت	رباعی	اے جلوۂ تو چو یار چون زیست بگو ہر شیوۂ باطلی دگر چیست بگو	

نواب نظام الملک آصف جاہ کی وصیتیں

نظام نے وصیت نامہ اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جانے سے چند ساعت پہلے لکھا تھا اور یہ اُنکے فرزند نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے نام تھا جو بعد مین جانشین ہوا۔ چونکہ یہ آخری وقت کی تحریر ہے اسے ہر حالت میں تکلف اور تصنع سے پاک سمجھنا چاہیئے یہ وصیت نامہ ۱۷ کلموں پر مشتمل ہے مضمون اس کا یہ ہے۔

مرہٹون سے ملت

رئیس دکن اگر اپنی جان کی سلامتی۔ جنگ و جدل سے امن۔ اور ملک کی آبادی مین ترقی کا خواہاں ہے تو اسکے لیے لازم ہے کہ وہ مرہٹوں کے ساتھ جو اس ملک کے زمیندار ہیں مصلح رکھے اور حتے المقدور رشتۂ موافقت نہ توڑے البتہ اگر مجبوری کی صورت پیش آئے تو وہ معذور ہوگا

بنی آدم کے ساتھ نرمی

آدمی اللہ تعالےٰ کے پیدا کیے ہوے ہیں انکی تباہی میں تامل سے کام لے کیونکہ وہ گیہوں اور جوار نہین ہین جس کی ہر سال کاشت کی جاتی ہے ہاں مجرم کو قاضی کے حوالے کرے حوالے فرائض مہمہ کو عدل کے ساتھ بجا لاتا ہو قاضی شرع شریف کے مطابق جو فیصلہ کرے رئیس اُسے نافذ کردے اور اپنی طرف سے کبھی قتل کا حکم نہ دے۔

مملکت کا دورہ

رئیس مملکت کے نظم و نسق اور اپنی زندگی کو سفر پر موقوف رکھے اور نئے مقام کی آب و ہوا اور دریاؤں چشموں کو کبھی ہاتھ سے نہ دے اللہ تعالےٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ سیروا فی الارض (یعنی اللہ کی زمین میں پھرو) اس ارشاد ربانی میں اشارہ ہے کہ سفر کرو اور امور ریاست کی انجام دہی سفر پر موقوف ہے۔ ان چھاؤنیوں میں چند دن کی اقامت ضروری ہے کیونکہ سفر میں تمام جاندار تھک جاتے ہیں۔ سپاہیون کو اُنکے وطنون کے قریب متعین کرنا چاہیے تاکہ دو دو چار چار دن کی

باعث وہ اپنے فرائض زوجیت ادا کرنے سے محروم نہو جائین اور اس طرح اُن کی نسل منقطع نہو جائے۔

خلق خدا کی خدمت

مخلوق کے کامون کا رئیس کی ذات سے متعلق ہونا محض اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ لازم ہے کہ ادائے فرض و واجب کے بعد وہ اپنی گرانمایہ اوقات کو نظم امور متعلقہ مین تقسیم کرے وہ کسی وقت بیکار نہ بیٹھے رات دن خلق خدا کے دینی و دنیوی امور کی خبرگیری کرتا رہے تاکہ اسکی عاقبت بخیر ہو۔

بزرگان دین کی عزت

جاننا چاہیے کہ ہماری ریاست بزرگون کے انفاس پاک کی برکت کا نتیجہ ہے مینے اسوقت تک کہ وقت رحلت ہے دعا کرنے والون کی عزت و توقیر کو تمام امور ریاست پر مقدم رکھا ہے انکے بغیر جنگ اور لشکر بھی کام نہین دے سکتے ہین ہمیشہ غربا و فقرا سے جو رحمت ایزدی کا دروازہ ہین استمداد کرتا رہا ہون۔ اس کام مین مینے ہمیشہ سبقت کی ہے اس لیے کہ یہ سنت محمدی ہے۔ ہر رئیس کو اسی طریق پر عمل پیرا رہنا چاہیے۔

حق تلفی نہ کی جائے

زمین و آسمان اور مخلوقات پہلے سے چلے آرہے ہین اس لیے روے زمین کو صرف اپنا حصہ سمجھکر کسی کا حق تلف نہ کیا جاے اور ہر شخص کی محبت و مودت کا پاس ملحوظ رکھا جائے۔

نظم و نسق کے متعلق ہدایات

تاریخ وغیرہ کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ ملک دکن چھ صوبون پر مشتمل ہے ان مین سے ہر صوبے مین مستقل اور ذی حشمت بادشاہ تھے۔ اس ملک مین لاکھون سپاہی اپنا پیٹ پالتے تھے حضرت خلد مکان (اورنگ زیب عالمگیر) کے عہد سے یہ ساری سرزمین ایک شخص سے متعلق ہو گئی رفتہ رفتہ حضرت حق سبحانہ نے محض اپنے کرم سے یہ سرزمین مجھ گنہ گار کو عطا فرمادی اور مجھے ساری خلقت پر مقدم بنادیا۔ اسوقت تک مخلوق خدا کی جو کچھ پاسبانی و قدردانی مجھ سے بن پڑی کرتا رہا۔ لازم ہے کہ میرے بعد ہر خاندان کی خبرگیری کی جاے انکے افراد کو باری باری

سرکاری کاموں پر مامور کیا جائے خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان ہوں۔ عہدے دار سال سال بدلے جاہئیں۔ بدرجۂ آخر ہر دو سال کے جانے پر ان کا تغیر و تبدل ضروری ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ ایک کے دائمی تقرر سے دوسرے محروم ہو جائیں۔ اس طریق کار کی جو بھی پیروی کرو اور اپنے حاشیوں سے بھی کراؤ نیز جن لوگوں کو لطف و عنایت سے عمر بھر میں جمع کیا ہے ان میں سے ہر شخص نے بھائی کے اعتبار سے جو اہر پارہ ہے ان کی بھلائی برائی کو برداشت کیا جائے اور عہدہ ہائے لائقہ پر مامور رکھا جائے۔

بھائیوں سے حسن سلوک

چھوٹے بھائیوں کو اپنے بیٹے سمجھو ان کی پرورش و تربیت میں سعی بلیغ سے کام لو ان کے مراتب کے بڑھانے میں سرگرم رہو ان پر شفقت و تلطف مبذول رکھو تاکہ وہ غمخوار بنے رہیں یقین کر لو کہ وہ قوت بازو اور تقویت ناموس ہیں جب تک خوش حال رہیں گے تمہارے زوال کے خواہاں نہیں ہونگے البتہ بھوکے اور مفلس ہو جائیں گے تو حکومت آصفیہ پر فتنہ و فساد کے دروازے کھول دینگے اور اسکی زمین ٹکڑے ٹکڑے کر کے بیچ کھائیں گے ہدایت محی الدین خان کو اپنے بیٹوں کی طرح سمجھو اپنی شفقت و عنایت سے اپنا سا لو اور اسے برباد کرنے کی فکر نہ کرو۔

رذیلوں سے بچو

عماردن کی باتیں نہ سنو۔ رذیلوں اور عامیوں کو اپنی محفل میں بار نہ دو اس لیے کہ اس وجہ سے حکومت کے وقار و داب کو نقصان پہنچتا ہے اور کمینے لوگ دربار فرماں روایں باریابی کے گھمنڈ کی بنا پر خلق خدا کو آزار و ایذا پہنچانے کے درپے ہو جاتے ہیں۔

دیوان و تحصیل زر سرکار

ادنے درجے کے آدمی اعلیٰ منصب پر اور اعلےٰ درجے کے ادنے منصب پر مامور کرو اس طریق عمل سے سرکاری کاموں کو نقصان پہنچتا ہے اور انکی حیثیت گھٹ جاتی ہے۔ دیوانی پورن چند سے متعلق ہے جو سرکار کے بقایا روپے کی تحصیل کا کام بہتر طریقے پر کرتا ہے اگر اسکو مزید دو تین سال تک بر سرکار رکھو تو مناسب ہے۔ ورنہ جس طرح چاہو کرو۔

شاہان تیموریہ کی ارادت

اس بات کو ہر لحظہ پیش نظر رکھو کہ دکن کی ریاست اطاعت اور خدمت گذاری پر موقوف ہے

حضرت ظل سبحانی (شہنشاہ دہلی) کی ارادت مندی و نیاز کیشی مین کسی وقت بھی کوتاہی واقع نہونے دو اگر ایسا ہوا تو اللہ تعالے کے نزدیک پرسش کے مستوجب ٹھہروگے اور دنیا کے نزدیک ہدف طعن و تشنیع ہوگے۔

ایران کا قہرمان بادشاہ نادرشاہ جب دہلی پہنچا تھا تو ایک روز اُسنے فرط عنایت سے کام لے کر ہندوستان کی سلطنت مجھے دیدینے کے متعلق ذکر کیا مینے فی الفور عرض کیا کہ ہم لوگ آبا و اجداد سے بادشاہ کے نوکر چلے آتے ہین آپ جو تجویز کر رہے ہین اسکی وجہ سے مین نمک حرام بن جاؤن گا اور حضرت بادشاہ مجھے بدعہد اور قول و قرار کا جھوٹا مشہور کرینگے۔ چونکہ نادرشاہ سخن سنج و معنی آفرین طبیعت رکھتا تھا اس لیے میرے جواب سے بہت خوش ہوا اور میری تعریف کی۔

صلح کوشی

جنگ مین حتی الامکان اقدام نکرو خواہ طرف ثانی کی جمعیت کتنی ہی قلیل و حقیر کیون نہو اس معاملے مین خدا کی ذات اقدام کو پسند نہین کرتی اور خدا خود فرماتا ہے کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ (کتنی ہی قلیل جمعیتین کثیر جمعیتون پر غالب ہوئین) جس حدتک ممکن ہو لڑائی جھگڑے کو روکنے کی کوشش کرو۔ اگر فریق ثانی پیش قدمی کرتا جاے تو اس صورت مین حق کو اپنی طرف جانکر لاچار قدم اٹھایا جاے اور عجز و نیاز کے ساتھ خدا سے مدد مانگ کر اپنے مقام پر ثابت قدمی اور رسوخ اختیار کیا جاے جس حدتک ممکن ہو قبلہ رو ہوکر جنگ کرو فتح خدا کی قدرت و اختیار مین ہے۔

مختلف قومون کا اخلاق

اتنی مدت مین تجربے سے جو کچھ معلوم ہوا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دکن کے تمام باشندون مین سے برہانپور اور بیجاپور کے لوگ زیادہ غرض پرست ہین انکے قول و فعل پر قطعًا اعتماد نہ کرنا چاہیے ان لوگون کو گجراتیون اور کشمیریون کی طرح سمجھ کر ان سے احتراز کیا جاے اور انکے معاملے مین احتیاط سے کام لیا جاے۔

مال و اسباب

اللہ تعالے کے فضل و کرم سے جو سامان اس وقت مہیا ہے اگر اسے احتیاط کے ساتھ آہستہ آہستہ خرچ کروگے تو نسلاً بعد نسل پشتہا پشت تک کفایت کریگا ورنہ دو تین سال سے زیادہ مدت تک کام نہین دے سکے گا۔

سپاہ کی دل جمعی

جو کچھ اس وقت خزانے میں موجود ہے وہ سپاہ کی دل جمعی کے لیے ہے تاہی خزانے کی وجہ سے تمام سرکاری کام اچھی طرح چلتے ہیں اور دشمن اور لشکر دشمن خود بخود پریشان ہو جاتا ہے خدا کا شکر ہے کہ حکومت کے آغاز سے لے کر اس وقت تک کہ رحلت کا وقت ہے سپاہ کی تنخواہ تین ماہ سے زیادہ کبھی میرے ذمے نہیں رہی۔ لیکن اسکے باوجود میں سپاہ سے اتنا ڈرتا ہوں کہ مخالف سپاہ سے اتنا نہیں ڈرتا۔ سپاہیوں کو کبھی اپنی طرف سے بد دل نہ کرو اس لیے کہ وہ تمام اوقات انتظام سلطنت کے رفیق اور معاون ہیں۔

دکھنی برہمن

دکن کے برہمن سب کے سب کشتنی و گردن زدنی ہیں علی الخصوص اس قوم کے دو سر گروہ جن میں ایک کا نام مورو اور دوسرے کا نام رام داس ہے۔ یہ حکومت کی عمارت کو منہدم کرنے والے ہیں میں نے انھیں قلعۂ محمد نگر (گولکنڈہ) میں قید کر دیا ہے انھیں قید رکھنا حکومت کے نظم و خوش حالی کے لیے ضروری ہے انھیں کبھی قید سے رہا نہ کرنا۔ پنڈت جانہ سے مراد اس قوم کا قید خانہ ہے۔

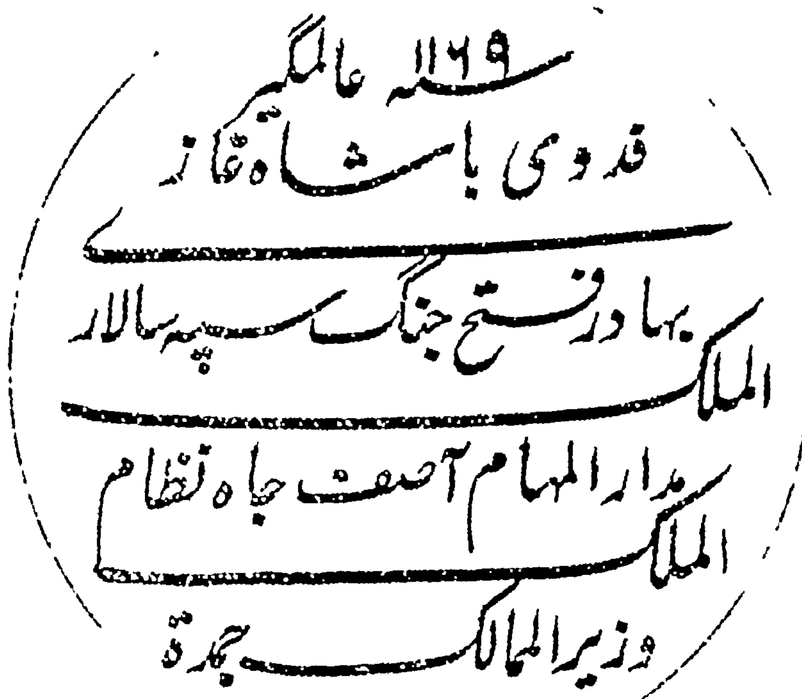
دعائے خیر

اب جاؤ اپنے کارخانے کے لوگوں کو کام پر لگاؤ۔ اب دو تین گھنٹے سے زیادہ وقت حیات باقی نہیں ہے میں نے تمھیں خدا کے حوالے کیا وہ تمھیں ہدایت دے ہر حال میں تمھارا مددگار و معین ہو اور اپنی عنایات کا سایہ تمھارے سر پر ہمیشہ قائم رکھے۔

آصف جاہ کی مُہر

حدیقۂ عبرت میں وزراء کے کئی پروانے نقل کیے ہیں ایک فرمان آصف جاہ کا بھی ہے یہ فرمان آگرے کے ماتحت پرگنۂ حویلی گوالیار وغیرہ کے چودھریوں قانون گویوں۔ مقدموں رعایا اور مزارعوں کے نام ہے جس میں لکھا ہے کہ ایک لاکھ کچیس ہزار چھ سو ۲۳ دام پرگنات مذکور میں رفعت پناہ عبداعلیٰ خاں کے محال جاگیر کی بابت مقرر ہوئے ہیں اس لیے انکے حقوق دیوانی کو راستی کے ساتھ موافق ضابطے کے دیتے رہیں اس فرمان پر تاریخ ۱۴ ربیع الاول ۱۱۳۰ھ

مرقوم ہے اسکے اوپر ایک چوڑی اور گول مہر لگی ہوئی ہے ۔ عبارت اسکی یہ ہے۔



انتباہ اس مہر مین سنہ ۱۱۶۹ھ کندہ ہین اور عالمگیر سنہ ۱۱۱۸ھ ہجری مین رہگرائے عالم آخرت ہوا تھا۔ اور خود آصف جاہ نے سنہ ۱۱۶۱ھ ہجری مین وفات پائی ہے۔ جس طرح جریدۂ عبرت مین پایا مین نے اسکی نقل کردی ہے۔

اخلاق وعادات

(۱) تاریخ فرخ سیر موسوم بہ اقبال نامہ مین لکھا ہے کہ آصف جاہ نظام الملک بہادر پیوستہ در اندیشۂ آنکہ ہر چہ باشد از ما باشد و ہر کہ باشد از ما۔ دیگرے منظور نظر ایشان نمے شد۔

(۲) خدا بندہ خان نبیرۂ امیر الامرا شایستہ خان کو نظام الملک پانسو روپے ماہوار دیتے تھے اور اپنی سرکار کی دیوانی کی خدمت لیتے تھے یہ شایستہ خان اورنگ زیب کا ماموں تھا خدا بندہ خان کا خرچ زیادہ تھا اس تنخواہ سے گذر بسر نہین ہوسکتی تھی بعض امرا کے ذریعے سے عرض کرایا کہ حضور کا ایک ادنے متصدی اتنی آمدنی رکھتا ہے کہ سات آٹھ اونٹ باربرداری کے لیے پاس رکھتا ہے اور مین حضور کی سرکار کا دیوان ہون میرے ساتھ کم سے کم پچاس اونٹ ہونے چاہیین پانسو روپے ماہوار کا ورما ہے میرے اخراجات کو کافی نہین ہین نظام الملک نے جواب دیا کہ کوئی متصدی سات آٹھ روپے سے زیادہ نہین پاتا اور اپنے حسن سلوک سے اپنے کام کے لیے رضامندی کے ساتھ ایک پیسہ بھی رسم حق تحریر کے نام سے لے لیتا ہے خدا بندہ خان چاہتا ہے کہ اپنے کارخانے کے اخراجات بھی ہماری سرکار سے حاصل کرے

شخص متوسط نے عرض کیا کہ جدا سدہ خاں متدین آدمی ہے جو کچھ سرکار سے مقرر ہے اسی پر قناعت کرتا ہے یہ بات سنتے ہی اس تکیے سے جو کمر کے پیچھے رکھا ہوا تھا کمر ہٹا کر بیٹھ گئے اور جھڑک کر کہا کہ یہ کیا صفت ہے ایسی دیانت داری تو اس مکان کے ستون میں بھی ہے کارداں آدمی کو چاہئے کہ سلیقہ کاردانی سے روپیہ پیدا کرکے کھائے اور دوسروں کو کھلائے نہ یہ کہ مال سرکار کے نقصان کا روادار ہو۔ معلوم ہوا کہ اس میں کام کا سلیقہ نہیں ہے۔

(۳) ایک دن فرمایا کہ میر محمد حسین خاں مغرب کے وقت محل کی ڈیوڑھی پر حاضر ہو جائے چنانچہ وہ حاضر ہوا اور ڈیوڑھی کے ناظر نے اس وجہ سے کہ نواب آصف کے معمول سے زیادہ چراغ جلوائے جب اُن کو خاں مذکور کی حاضری کی خبر ہوئی تو باہر نکلے یکایک اُن چراغوں پر نظر پڑی فرمایا کہ یہ زائد چراغ کیسے جلائے ہیں لوگوں نے کہا کہ ناظر ڈیوڑھی نے آپ کے آنے کی وجہ سے جلوائے ہیں نواب نے کہا کہ جب ہم نکلتے ہیں تو روشنی ہمارے ساتھ ہوتی ہے ان زائد چراغوں کا حساب کہاں پڑے گا خانساماں نے کہا کہ جبکہ لاکھوں روپیہ سرکار میں خرچ ہوتا ہے اور یہ آدمی بھی آپ کے تصدق سے ہزارہا روپیہ پیدا کرتے ہیں اگر چراغ کے تیل کے لیے ایک پیسہ خرچ ہو گیا تو کیا مضائقہ حضور اس کا قصور معاف کریں فرمایا کہ لاکھوں کا بجا خرچ مضائقہ نہیں ہے اور بیجا خرچ کرنا ممنوع ہے اللہ نے فرمایا ہے لا یحب المسرفین۔ یہ آدمی کہ بڑی سختیاں جھیلتے ہیں ان کا حق ہے ہم نہیں چاہتے کہ ان کے اہل و عیال کے حق کا ایک پیسہ بھی ہماری سرکار میں خرچ ہو۔

(۴) جبکہ نواب نے نوکری ترک کرکے عزلت گزینی اختیار کی تھی تو جواہر خانے کے غلے نے مرصع آلات اور زیورات سے جواہر لعلے نکال کر ان کی جگہ اسی چہرے اور نمونے کا کم قیمت جڑاؤ بٹھا دیا تھا جب پھر بادشاہی منصب حاصل کیا اور صاحب اقتدار ہوئے تو کسی سے اس کی پرسش نہ کی

(۵) خافی خان نے لکھا ہے کہ ایک بار متصدیوں نے نواب سے عرض کیا کہ داؤد خاں پنی اپنی حکومت کے زمانے میں بیس لاکھ روپے کے قریب ضلعداری و فوجداری و راہداری کی بابت رعایائے صوبہ جات دکن و بالا گھاٹ سے مرہٹوں کی مشارکت سے کہ دونوں تیر و شکر کی طرح مل گئے تھے اپنی سرکار میں لیتا تھا اب اس کے لیے کیا ارشاد ہے جواب دیا کہ ہم نے معاف کیا اور دیوانی کے اہلکاروں کو تاکید بلیغ تھی کہ پرگنات و معاملات میں عاملوں اور جاگیرداروں کو لکھ دیں کہ لوگ ضلعداری و فوجداری و راہداری اور دوسرے بدعات کے نام سے جس کو ظالم حکام نے قائم کیا ہے ایک پیسہ رعایا سے وصول نہ کریں کہ ہم نے ان بدعات کو موقوف کر دیا اور رعایا کو معاف کر دیا

(۶) مزاج میں اتنا رحم تھا کہ خود اپنے حکم سے کسی سارق کا ہاتھ نہیں کٹواتے اور نہ کسی پر قصاص جاری کرتے تھے حکام کو حکم تھا کہ بموجب شرع کے عمل کریں علما صلحا و فقرا سے محبت رکھتے تھے

دور ح مین جانا پڑے گا شریف خان نے جواب دیا کہ ہم کو اس کی فکر ہین کیونکہ حضور کے لیے قہوے کی تیاری کے واسطے انگیٹھی آوے گی تو ایک دو انگارے اس مین سے لیکر چلم پر رکھ لیے جاوینگے۔

لباس

جشن کے دن تو لباس کی آرایش اور فرش و فروش کی زیبایش اور مسند پر بیٹھنے اور جواہر پہنے کی طرف مصروف ہوتے تھے۔ باقی دوسرے دنون مین بے تکلفانہ لباس مثل شہنشاہ عالمگیر کے پہنتے تھے۔

تقسیم اوقات

نماز صبح اور درود وظائف کے بعد دوپہر تک ریاست کا کام انجام دیتے تھے اور تمام کلی و جزئی امور مین بذات خود مصروف ہوتے تھے۔ سہ پہر کی نماز پڑھ کر قرآن مجید پڑھتے اور احادیث نبویہ سنتے اور اہل اللہ و علما و فقرا کی باتین کرتے اور کبھی کبھی شعرا سے بھی اختلاط کرتے۔ شعرا قصیدے انکی مدح مین پڑھتے جو شعر صلے کے قابل ہوتا اس کا صلہ دیتے۔ مزاج مین تعصب نہ تھا۔

نظام الدولہ ناصر جنگ میر احمد خان بہادر کی مسند نشینی

نظام الملک آصف جاہ کے بڑے بیٹے غازی الدین خان دہلی کے دربار میں امیر الامرا تھے ناصر جنگ جن کا اصلی نام میر احمد ہے جو باپ سے بغاوت ۵۳ھ ۱۱ ہجری مطابق ۱۷۴۰ء میں کر چکے تھے باپ کی بیماری کی حالت میں یہین تھے باپ کی موت کی وجہ سے تین دن تک نوبت کا بجنا موقوف رکھا تیسرے دن فاتحہ سوم سے فراغت پائی چوتھے دن کہ ۹ جمادی الاخرے کی تھی نوبت بجوا کر برہانپور سے اورنگ آباد آنے کے لیے سوار ہوے میر احمد خان دیوان کو برہانپور کا صوبہ دار بنایا اور خواجہ مومن خان کو اس عہدے سے ہٹا دیا صوبہ دار مذکور ایک منزل تک ساتھ رہا دوسری منزل سے واپسی کی اجازت ملی وہ برہانپور مین پہنچ گیا اور تنخواہ داروں کے تقاضے سے مجبور ہوکر اپنا سامان بیچکر انکی تنخواہ ادا کر کے تقاضے سے نجات پائی ناصر جنگ نے اورنگ آباد مین پہنچکر اپنی والدہ کے پاس حاضر ہوکر جو وہان مقیم تھیں مراسم تعزیت و تہنیت ادا کیے پھر لشکر کمیٹرے کے راستے سے چل کر حیدرآباد آئے برسات لگ گئی تھی اس لیے وہان مقام کیا

۵۱ دیکھو حدیقۃ العالم ۱۲

اور میر کاظم علی خان کے بیٹے میر عبدالرزاق خان کو شاہ نواز خان خطاب دیکر **دیوانی** اور
مدار المہامی دی اور **مورو پنڈت** کو **راے بشن داس** خطاب دیکر انکی پیشکاری
پر مقرر کیا۔ اور عبدالحسین خان ابن حکیم تقی خان کو دلیر خان کی جگہ توپخانے کا افسر اعلی بنایا
اور قاضی محمد دائم کو کہ سابق مین خواجم قلی خان کا رفیق تھا اور علم سے بہرہ رکھتا تھا اور شعر و سخن سے
بھی ذوق تھا اور جھونی تخلص کرتا تھا ہزاری کا منصب دیکر صدر دکن بنایا۔ اور اپنی سرکار کے
خانسامان عوض بیگ کو شاہ بیگ خان کا خطاب دیکر خانسامان کل مقرر کر دیا اور اس جگہ سے
ابوتراب خان بہرام جنگ کو ہٹا دیا شاہ بیگ خان نے اختیارات کل ہاتھ مین لے کر اکثر
منصبداران سرکار سے مواخذہ کیا۔

اس عرصے مین ایک مدعی ریاست دکن کا دعوے دار کھڑا ہو گیا تھا اور وہ ہدایت محی الدین خان
مظفر جنگ آصف جاہ کا لاڈلا پیارا نواسا تھا وہ سعد اللہ خان وزیر شاہ جہان کا پوتا تھا اسکو
نانا نے بڑے ناز و نعم سے پالا تھا اور آصف جاہ کے عہد سے رائچور اور ادھونی کا حاکم تھا اور
نانا نے اپنے بیٹے ناصر جنگ کو وصیت لکھ مرا تھا کہ میرے اس چہیتے نواسے کو اپنے بیٹے کی طرح سمجھین
تاریخ فتحیہ مین ہے کہ نظام الملک کے سامنے ناصر جنگ اور مظفر جنگ کے رتبون مین کوئی تفاوت
معلوم نہین ہوتا تھا اس لیے دونون مین ہمچشمی تھی اس زمانے مین جو بادشاہ کی طرف سے خلعت سوا
تھی ناصر جنگ اور دوسرے امراو بیگمات اور رشتہ دارون کے لیے جدا جدا نام وار آئی تو ناصر جنگ
نے بادشاہ کے حکم کے موافق ہر ایک کو اسکے نام کی چیز دیدی مگر اپنے بھانجے کو محروم رکھا جس سے
مظفر جنگ کے دل مین زیادہ توہم پیدا ہوا چنانچہ بعد اسکے جو مامون بھانجون مین ہمچشمی کی وجہ سے
جھگڑے پیدا ہوے انھون نے حکومت آصفیہ کو شدید نقصان پہونچایا انھین فتنہ انگیزیون نے
دراصل سب سے پہلے فرانسیسون کے عمل و دخل کا دروازہ کھولا بعد ازان انگریزون کے تسلط
کا راستہ صاف کیا انھین کی وجہ سے نواب ناصر جنگ مارے گئے خود مظفر جنگ مقتول ہوا
صلابت جنگ کو اغیار کا دست نگر ہونا پڑا اور انجام کار مین نظام علی خان آصف جاہ ثانی کی
ساری عمر تسلط اغیار کے حلقے کاٹنے مین گذر گئی مگر وہ نہ کٹ سکے اگر مظفر جنگ امن و چین
سے اپنے نانا کی عطا کردہ حکومت پر قائم رہتا تو حکومت آصفیہ کی تاریخ کسی دوسرے
رنگ مین لکھی جاتی اسی طرح اگر اودھ کے نواب شجاع الدولہ اپنی کمزور اولوالعزمی
کو کام مین نہ لاتے یا مرشد آباد کے نواب سوچ سمجھکر کام کرتے تو ہندوستان کی تاریخ کا
اسلوب عام بھی بالکل اور ہوتا۔

ناصر جنگ کی دہلی کو روانگی اور راستے سے واپسی

اب ایک طرف تو نواب ناصر جنگ کا بھانجا مظفر جنگ دکن کی صوبہ داری کا دعویدار تھا اور دوسری طرف چندا صاحب کرناٹک کی نظامت چاہتا تھا۔ چندا صاحب ارکاٹ کے روسائے نوائت سے تھا اس کا اصلی نام حسین دوست خان ہے اور یہ شخص سید محمد خان آخری ناظم ارکاٹ کا بہنوئی تھا جسکو نواب آصف جاہ اول نے نظامت سے بے دخل کرکے اسکی جگہ انورالدین خان شہامت جنگ گوپاموی کو ناظم مقرر کیا۔ دکن میں سنہ صدی سے فرانسیسیوں نے ساحل کارومنڈل پر ایک گاؤں خرید کر اسکو اپنا بندرگاہ بنا رکھا تھا اور اس میں تجارتی کوٹھیاں بھی بنالی تھیں آج کل اس گاؤں کو پانڈیچری کہتے ہیں جسکو کہیں پانڈوچری لکھا ہے کہیں پُچری بتایا ہے اور فارسی کی کتابوں میں پھلچری مرقوم ہے۔ سلطنت فرانس کی طرف سے یہاں ان کا ایک صدر عامل یا گورنر بھی رہتا تھا یہ مقام اب تک فرانسیسیوں کے قبضے میں ہے اسوقت یہاں کا گورنر ڈوپلے تھا۔ اسی طرح انگریزوں نے بھی مدراس اور بنگال میں اپنی تجارتی کوٹھیاں بنا رکھی تھیں اور وہ بھی تجارت کیا کرتے تھے۔

ہندوستان میں ایک طرف تو سلطنت تیموریہ کے کھنڈر پر بہت سی چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستیں قائم ہوکر ایک دوسرے سے لڑتی رہتیں اور دوسری طرف یہ غیر ملکی تاجران کو آپس میں لڑاکر اور ان کو اس طرح کمزور کرکے ان کے ملک پر قبضہ کرنے کی فکر میں رہتے ناصر جنگ نے مظفر جنگ کو اپنے پاس بلایا اس نے اطاعت نہ کی اور جواب دیا کہ اس علاقے کی حکومت نانا صاحب نے مجھے عطا کی ہے مجھے معاف رکھیے یہ جواب ناصر جنگ کو ناگوار ہوا مگر چونکہ اسوقت بادشاہ نے ان کو ہندوستان میں بلایا تھا اور ادھر جانے کا ارادہ تھا تحمل کرکے تدارک کا معاملہ دوسرے وقت پر منحصر رکھا۔

احمد شاہ بادشاہ دہلی نے ناصر جنگ کو احمد شاہ ابدالی کے خوف سے اپنی امداد و اعانت کے لیے اس فوج سمیت بلایا تھا جو اسکی سعی و ہمت سے فراہم ہوسکتی تھی اور بادشاہ نے خاص اپنے ہاتھ سے ایک شقہ لکھکر بھی بھیجا اور جاوید خان خواجہ سرا نے بھی جسکو نواب بہادر خطاب دیا تھا لکھا کہ آپ کے آنے پر یہاں کے کام منحصر ہیں۔ ناصر جنگ سنہ ۱۱۶۲ ہجری میں باوجود مدایت محی الدین خان کی بغاوت کے وسواس کے روانہ ہوئے اور قاضی محمد دائم کو ابوالخیر خان کی جگہ بگلانہ کی حکومت پر بھیجا اور ابوالخیر خان کو باوصف معزول کردینے کے شمشیر بہادر کا خطاب دیا اور سید شریف خان کو شجاعت جنگ خطاب دیکر برار کا صوبہ دار بنایا اور سید لشکر خان کو

نصیر جنگ خطاب دیکر اورنگ آباد کی حکومت پر رکھا اور خود دہلی کو چلے اور ظفرآباد[سلہ] کے رستے سے
ہو داؤد خان پنی اور اسکے متعلقین کے لیے آل تمغا تھا روانہ ہوئے راستے مین ظفرآباد سے آگے
پیل کر صفت شگن خان پٹھانون کے ہاتھ سے اس تہمت کی وجہ سے مارا گیا کہ ایک پٹھان کی
کنیز اسکے اشارے سے بھاگی ہے اور ماہ جمادی الاولی سنہ ۱۱۶۲ ہجری مین ناصر جنگ برہانپور
پہنچے اور شاہ نواز خان کو دکن کی کارگذاری کے لیے مقرر کردیا اور اسکو اپنی انگوٹھی دیکر کہا کہ
یہ مہر سلیمان ہے اسکو قدر سے رکھیو اور آپ پانڈھار کے نالے پر اپنے والد کی برسی کے لیے چار روز
مقیم رہے اور پھر دہلی کی طرف کوچ کیا اور محل کی بعض خدمت گذار عورتون کو منصبداران برہانپور
کے ہمراہ اورنگ آباد کو بھیجدیا۔

کنارہ نربدا تک پہنچے تھے کہ احمد شاہ ہندوستانی کو یہ بات دریافت ہوئی کہ احمد شاہ درانی اپنی
قلمرو کے مغربی حصے مین مصروف و مشغول ہے چنانچہ اس خبر کو سنکر اسکے اوسان درست
ہوئے اور انتظام اپنی قلمرو کا اپنی مرضی کے موافق پورا کرنا چاہا اور ناصر جنگ کی مدد کی کچھ
ضرورت نرہی اس لیے احمد شاہ کا دوسرا شقہ خاص اپنے ہاتھ کا پہنچا کہ اب ادھر کا ارادہ فسخ
کردین اور ناصر جنگ کو ہدایت محی الدین خان کی بے اعتدالیون کی خبرین بھی پے در پے
پہنچ رہی تھین اس لیے اورنگ آباد کو لوٹے اور خواجم قلی خان کو برہانپور کی نظامت دی
اور بادشاہ کے پاس عرضی بھیجدی جس کا مضمون یہ تھا۔

اس سے پہلے حضور کا شقہ وارد ہونے کی وجہ سے باوجود اس بات کے کہ اس ملک مین موانع
موجود تھے مگر فدوی اورنگ آباد سے دہلی کو روانہ ہوگیا تھا فوجون کی درستی اور آدمیون کو علاقون
تعینات کرنے اور اسباب سفر مہیا کرنے اور دشمنون کے دفع کرنے کے واسطے امراؤن مین توقف
واقع ہوا سب طرف سے اطمینان کرکے برہانپور مین پہنچا اور فوج کو مسلح اور سامان جنگ ایسا
آراستہ کرکے کہ حضور کے احکام کی بجا آوری کابل اور بنگالے تک ہوسکے قصد آستان بوسی کے
لیے روانہ ہوگیا اور اس عزیمت مین لاکھون روپیہ صرف ہوگیا تمام سپاہ کو اضافے اور رفقا
کو رتبے دیکے پے در پے کوچ کرکے نربدا تک آیا تھا اور عبور کی تیاری کر رہا تھا اور حضور کی
قدمبوسی کے شوق مین راستے بھر نہایت شادان و فرحان تھا اور باوجود باران کی کثرت
اور راستون مین کیچڑ کے حائل ہونے کے تین سو کوس کی مسافت کو خیال مین نہین لایا کہ ۱۷
جمادی الاولی سنہ ۱۱۶۲ ہجری کو کہ صبح کو نربدا سے عبور ہونے والا تھا کہ شقہ قدسی حضور کے

سلہ خورشید جاہی مین ظفرآباد بیدر کا خطاب بتایا ہے مآثر الامرا و حدیقۃ العالم سے بھی یہی ثابت ہے اور
منتخب اللباب مین ظفرآباد نام احمدآباد کا بیان کیا ہے ۱۲

علہ بعض نے لکھا ہے [illegible] خطاب [illegible]

ہاتھ کا لکھا ہوا صوبجات دکن کی تفویض اور دوسرے عطیات کی خوشخبری کے ساتھ بیحد شکر و سپاس ادا کیا اور اسکے ساتھ مسح عریت کے مضمون کو معلوم کرنے سے دل کو صدمہ ہوا چونکہ حضور کے حکم کی فرمان بری اہم ہے اور اس سے انحراف کرنا ممنوع ہے فصبر تعمیل کرتا ہوا لوٹ آیا مگر اوا خر جمادی الاخری میں دریائے نربدا کے کنارے سے لوٹ کر و رلیے تپتی سے باوجود شدت بارش کے عبور کیا اور بڑی تکلیف کے ساتھ اورنگ آباد میں داخل ہو گئے۔

مظفر جنگ کا ناصر جنگ سے اختلاف کر کے ارکاٹ کو فرانسیسوں کی مدد سے فتح کرلینا

سعداللہ خان مظفر جنگ نے بھی مشہور کر دیا کہ دہلی کے بادشاہ نے مجھے صوبہ دار مقرر کیا ہے اور پچیس ہزار سپاہ جمع کر کے گولکنڈے کے اردگرد تاک لگائے پھرنے لگا حسین دوست خان عرف چندا صاحب کو کہ روسائے نوائط سے تھا حکمی اہل شرفائے عرب سے ہے اور سعادت اللہ خان کا پوتا اور علی دوست خان دیوان دو وحدار ارکاٹ کا داماد اور سید محمد خان آخری ناظم ارکاٹ کا بہنوئی تھا جب اس نوجوان کے ارادوں کا علم ہوا تو اسے عرض کرایا کہ مدد ی حضور جان نثاری کے لیے حاضر ہے مظفر جنگ نے کہا کہ آؤ بھائی تمہارا گھر ہے وہ اسکے پاس آیا اُسی روز سے کی ساری سپاہ نوکر تھی اس سے وعدہ ہو گیا کہ کرناٹک کا نواب بنادوں گا وہ مظفر جنگ کو ارکاٹ اور کرناٹک کی تسخیر کی تحریک کرنے لگا جب شاہ نواز خان اور سید لشکر خان کو مظفر جنگ کا ارادہ معلوم ہوا تو ان دونوں نے نصائح کے خط لکھے۔

نظام الملک آصف جاہ اول کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ کرناٹک کا علاقہ ۱۱۵۶ھ ہجری میں ریاست آصفیہ سے ملحق ہوا تھا اور آصف جاہ اول کی طرف سے انورالدین خان گوپاموی اس کا ناظم تھا چندا صاحب بھی حکومت کا خواہاں تھا بھلا ایسے وقت میں چندا صاحب اپنے دوست ڈوپلے کو کیوں نہ یاد کرتا جو اسوقت تک انگریزوں کی طرح ایک تجارتی قوم کا افسر تھا۔ اسکو لکھا کہ آپ ہمارا ساتھ دیجیے وہ اس تماشے ہی میں بیٹھا تھا چار سو ولایتی سپاہ اور دو ہزار ہندوستانی سپاہ رفیقوں کے پاس روانہ کی اور مشیر دتول کو اس کا افسر مقرر کیا اور یہ سپاہ چالیس ہزار ہو گئی اور ملک کرناٹک میں داخل ہو کر تحصیل خراج میں مصروف ہوئی انورالدین خان جو ایک سو سات برس کا بوڑھا تھا دشمنوں کو اپنے ملک سے نکالنے کے لیے لشکر لیکر آیا مگر اس کا لشکر امداد سے ضعیف تھا ۱۶ شعبان ۱۱۶۲ھ ہجری مطابق ۱۱ جولائی ۱۷۴۹ء کو امبور کے

مقام پر لڑائی ہوئی فرانسیسی لشکر کی تیز دستی سے مظفر جنگ کی فتح ہو گئی اور انورالدین خان میدان جنگ مین کام آیا اس کا بڑا بیٹا محمد محفوظ خان گرفتار ہوا چھوٹا بیٹا محمد علی ترچناپلی مین بھاگ گیا اس کا سارا کنبہ اور خزانہ وہین تھا۔ مظفر جنگ میدان جنگ مین مظفر و منصور ہو کر دوسرے روز ارکاٹ مین آیا وہان اپنے آپ کو صوبہ دار دکن اور چندا صاحب کو کرناٹک کا نواب بنایا۔ پھر پانڈیچری مین ڈوپلے کے ساتھ جشن اڑانے آیا مشرقی ملکون مین جو ایسی تقریبون مین دھوم دھام کا سامان ہوتا ہے اس مین کوئی بات اسوقت ڈوپلے نے اُٹھا نہ رکھی مظفر جنگ نے اسکو کیا اشی گانون جاگیر مین دیے محمد علی جو یہ سمجھکر ترچناپلی مین آیا تھا کہ وہ سارے دکن کے قلعون مین مستحکم ہے اب اُسنے دیکھا کہ وہ چندا صاحب کے فتحمند لشکر اور فرانسیسی سپاہ کے آگے مقابلے کی تاب نہ لائے گا اس لیے اسنے مدراس مین انگریزون سے اپنی استعانت چاہی۔ پہلے انگریزون نے کچھ ہیچ میچ اس سبب سے کی کہ وہ فرانسیسیون سے ڈرتے تھے کونسل پہلے ہی دیبی کوٹی کی مہم پر واویلا کر رہی تھی۔ امیرالبحر بسکاوِن بہت سی سپاہ لیکر ابھی ولایت جا چکا تھا مگر پھر بھی انھون نے ایک سو بیس آدمیون کا لشکر محمد علی کے پاس بھیجدیا۔ ڈوپلے نے چندا صاحب سے کہا کہ اب جلدی سے چلکر ترچناپلی کو فتح کیجیے نہین تو نواب اور اسکے مددگار اپنا کام ایسا استحکام کے ساتھ کرینگے کہ آپ کو پھر دقت پڑے گی جو کام اسوقت آسان ہے وہ مشکل ہو جائے گا یہ اسکی رائے تھی اگر فتح ہوتے ہی چندا صاحب ترچناپلی پر چلا جاتا تو پھر کوئی کانٹا کرناٹک کے دامن مین نہ اٹکتا مگر اس کہنے پر بھی چندا صاحب اپنے پرانے دشمن راجہ تنجور سے جھگڑنے لگ گیا اس سے روپیہ وصول کرنے کے واسطے شہر تنجور پر چڑھ گیا دو مہینے یہان محاصرے مین صرف کیے یہ راجہ بھی سر تیلا تھا اسنے کہا کہ ستر لاکھ روپیہ آپ کو دونگا اور کاریکل کے قریب اشی گانون آپکے فرانسیسی دوستون کو دیتا ہون مگر روپیہ یکمشت دینے کو نہین ہے یہ عنایت کیجیے کہ باقساط لیجیے ان دم دہانسون مین دیر اتنی لگا دی کہ ناصر جنگ کرّوفر کے ساتھ لشکر لیکر کرناٹک پر چڑھ گئے چندا صاحب کے حواس باختہ ہوے پانڈیچری کی طرف دوڑے گیا اگر چندا صاحب ڈوپلے کا کہنا مان لیتا اور یون وقت نہ کھوتا اور چال نہ چوکتا تو محمد علی کا ستیاناس ہو چکا تھا۔

ناصر جنگ کی مظفر جنگ کے خلاف فوجکشی

ان دو اولوالعزم دشمنون کے نکالنے کے لیے ناصر جنگ نے بھی تیاری شروع کی دریاے کشنا کے جنوبی علاقون کے تمام راجاؤن اور نوابون کے نام حکم جاری کرکے

کہ لشکر میرے ساتھ لے چلنے کو تیار رکھو انھوں نے بھی اس حکم کو سر آنکھوں سے مانا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب ناصر جنگ کا استحقاق ریاست مانتے تھے۔ کڑپا۔ کرنول۔ اور سیوانور کے بڑے نامی گرامی پٹھان نواب جو پشتہا پشت سے ریاست و حکومت کرتے تھے اور مسلمانوں میں بڑے جوانمرد سپاہی گنے جاتے تھے انکے ساتھ ہوے۔ ناصر جنگ سمجھتے تھے کہ فقط یہ دھمکی اجتماع لشکر کی مظفر جنگ کو ڈھیلا کر دیگی مگر جبکہ انھوں نے دیکھا کہ وہ سر پر چڑھا آتا ہے اور تیغ پر پل رہا ہے تو انھوں نے تین گروہ مرہٹوں کے دس دس ہزار سپاہیوں کے نوکر رکھے ان میں سے ایک جماعت کا سرگروہ مراری راؤ تھا جو ۱۱۵۶ہجری مطابق ۱۷۴۳ء مین ترچناپلی کا حاکم تھا۔ اب مظفر جنگ نے تنجور کو چھوڑا اور چندا صاحب اور وہ دونوں ڈوپلے کے پاس صلاح ومشورے کے لیے پانڈیچیری گئے اسے اپنے دوستوں کی نہایت تسلی وتشفی کی پانچ لاکھ روپیہ قرض دیا اور سوا اسکے اور روپیہ بھی دینے کا اقرار کیا اور دو ہزار ولائتی سپاہ مقرر کر دی اور اسکا افسر معہ شیر و تول کو مقرر کیا اور حکم دیا کہ یہ سارا لشکر ولانور میں کہ جہاں مظفر جنگ کا لشکر ہے چلا جاے ۱۱۶۲ہجری میں نواب ناصر جنگ ارکاٹ کے پاس پہنچے تو انور الدین خاں مقتول کا بڑا بیٹا محمد محفوظ خان مکر و حیلہ کے ساتھ مظفر جنگ کی قید سے چھوٹ کر ناصر جنگ کے پاس آگیا اسکے ساتھ اسوقت ہزار سوار تھے اور اس کا چھوٹا بھائی محمد علی خاں جو قلعہ ترچناپلی میں قدم جماے ہوے تھا اسکو بھی نواب نے ترچناپلی سے بلایا اسے آکر ملازمت حاصل کی اور باپ کا خطاب انور الدین خاں پایا اور انگریزوں کو استعانت کے واسطے خط لکھا اسلیے کہ انگریزوں نے ۱۷۴۷ء ہی سے اس سے پیغام وسلام شروع کر دیے تھے۔ اسپر مجری گریفن صاحب نے انکو عرضی لکھی تھی کہ ہم پر فرانسیسی بڑا ظلم وستم کرتے ہین اور نواب کرناٹک چشم پوشی کرتا ہے حضور خیال کریں کہ کس مدت سے ہم یہاں رہتے ہین اور ہندوستان کو کیا ساری دنیا کو سوائے نفع پہنچانے کے ہم کچھ کام نہیں رکھتے ہم پر رحم کیجیے اور اس ظلم سے چھڑائیے۔ اسپر ناصر جنگ نے نواب کرناٹک کے نام حکم جاری کر دیا تھا کہ انگریزوں کی قوم فرمان بردار اور خدمت گذار ہے انپر کسی قسم کا جور وجفا نہوے دو مگر نواب کرناٹک کا تو وہ حال تھا جو حاجی داد خاں کمپنی کے گماشتے نے ۱ مارچ ۱۷۴۸ء کو لکھ بھیجا کہ جو فرانسیسی ادنے والے ملنے یہاں آتے ہیں وہ نواب کو پہلے پیشکش میں کوئی تحفہ اور ہدیہ گذرانتے اور پھر جو اپنا کام نکالتے ہیں صرف اسی طریقے سے انگریز بھی اپنا کام نکال سکتے ہیں اب ناصر جنگ کے پاس مارچ ۱۷۴۹ء کے مہینے میں ہر طرف سے لشکر آنا شروع ہوا تین لاکھ لڑنے والے سپاہی جن مین آدھے سوار تھے اور باقی پیادے اور آٹھ سو توپیں اور تیرہ سو ہاتھی جمع ہوگئے اور ماثر الکرام میں سواروں کی تعداد ستر ہزار

ر پیادون کی ایک لاکھ لکھی ہے اور محمد علی خان چھ ہزار سوار لیکر اسی لشکر سے آملا۔ راحت افزا
ن لکھا ہے کہ محمد علی خان کے ساتھ چار ہزار سوار اور پانچہزار پیادے اور چار ہزار تلنگے اور
ایک ہزار فرنگی تھے غرضکہ یہ تمام لشکر قلعہ جنجاور کے پاس پہنچا جس کا مظفر جنگ نے محاصرہ کر رکھا
تھا محمد دائم و نظر بیگ خان و مورو جی پنڈت جو راجے بشن داس کے ساتھ مخاطب ہوا تھا
اور سلطان جی و راجہ رام چندر و پسران جانوجی وغیرہ سردارون کو بیس ہزار سوار اور اسی قدر
پیادون کے ساتھ ناصر جنگ نے آگے سے بھیجدیا ناصر جنگ کی سپاہ کے آمد آمد کے خوف سے
مظفر جنگ ڈر کر پانڈیچری کی طرف چل دیے اور تین کوچ کرکے اس مین داخل ہو گئے
مظفر جنگ کا دیوان شیش راو چار ہزار سوارون کے ساتھ تحصیل زر کے لیے پیچھے رکھا گیا تھا
وہ ناصر جنگ کی فوج ہراول کے ہاتھ آگیا اور اسکے سوار لٹ گئے اس خبر کو سنکر ناصر جنگ
خوش ہوے کہ یہ پہلی فتح تھی۔ ناصر جنگ بھی فوج مرتب کرکے پانڈیچری کی طرف بڑھے۔

انگریزون کا ناصر جنگ کو اور فرانسیسون کا مظفر جنگ کو مدد دینا
اور مظفر جنگ کی گرفتاری

راحت افزامین لکھا ہے کہ مظفر جنگ نے پانڈیچری مین اپنی فوج ترتیب دی اور چندا صاحب نے
پانچہزار سوار اور دس ہزار قواعددان پیادون اور دو ہزار فرانسیسون اور بھاری توپخانے
کے ساتھ مظفر جنگ کا شریک ہوا غرضکہ مظفر جنگ ۲۵ ہزار سوارون دس ہزار تلنگون ا
چار ہزار فرانسیسون کے ساتھ پانڈیچری سے کوچ کرکے ناصر جنگ سے لڑنے کو چلا۔ ڈو
نے یہان تک کہا تھا کہ چار لاکھ سوارون کا مینے انتظام کر لیا ہے اور اپنے افسرون اور
مظفر جنگ کے سردارون کو تاکید کر دی کہ جو کوئی لڑائی مین کوتاہی کریگا مین اُسے جیتا نچھوڑونگا
مظفر جنگ نے اپنی ماں اور بیوی اور دوسری مستورات کو پانڈیچری مین چھوڑا اور لڑنے کے
ارادے سے روانہ ہوا۔ ناصر جنگ کا لشکر بھی آگیا تھا اور دونون لشکرون کے درمیان چھ کوس
کا فاصلہ رہ گیا تھا ناصر جنگ نے اپنے مصاحبون سے کہا کہ سعد اللہ خان نے اپنی ماں و بیوی
کو جو میری رشتہ دار ہین فرانسیسون کے سپرد کر دیا ہے اس جنگ کے بعد دوسری لڑائی اُن کی
رہائی کے لیے پیش آنے والی ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ سعد اللہ خان کو سمجھایا جاے پس
محمد انور خان کو اُن کے پاس بھیجا جسکی زبانی یہ کہلایا اور اپنا مہری عہدنامہ بھی بھجوایا کہ ہم نے
تمہاری تقصیرات سے درگذر کی اور تمہارا قدیمی ملک جو نواب آصف جاہ کے عہد سے

تمھارے پاس تھا تم پر بحال رکھا اور سپاہ کی تنخواہ جس قدر تم پر چڑھ گئی ہے وہ ہم ادا کر دینگے چاہیئے کہ ہم سے آکر مل لو اور جو ہنگامہ آرائی کی ہے اس سے دست برداری کرو تاکہ مسلمانوں کا خون بچے اور ناصر جنگ نے محمد انور خاں کو تاکید کر دی کہ یہ بات مظفر جنگ کے کان میں کہے کوئی دوسرا اس بات سے واقف نہو محمد انور خاں نے اسکے پاس پہنچکر پیام پہنچایا مگر انھوں فرانسیسوں کے بہکانے کے اعتماد پر نہ مانا اور محمد انور خاں کو واپس کیا۔

میجر لارنس چھ سو گورے سینٹ ڈیوڈ سے لیکر اسوقت آکر ناصر جنگ کے لشکر میں شامل ہوا کہ مظفر جنگ کا لشکر سامنے پڑا ہوا تھا کپتان ڈالٹن اور ایک میجر یہ دو شخص کونسل کے سفیر نکر ناصر جنگ کے روبرو گئے وہ انسے بہت خاطر سے پیش آئے اور کہا کہ سارے لشکر کی سپہ سالاری میجر لارنس نے لیں تو بڑی عنایت کریں اور دشمن پر جلد حملہ کر دیں اسپر میجر لارنس نے حملہ کرنے کے لیے یہ عذر کیا کہ اگر میں ابھی حملہ کرتا ہوں تو خونریزی بڑی ہو گی فرانسیسون کی توپوں سے بڑا نقصان ہوگا اگر حضور لشکر کو حرکت دیکر پانڈیچری اور لشکر گاہ کے درمیان آجائیں تو حملہ کرکے دشمن کو تباہ کر سکتا ہوں اسپر ناصر جنگ نے کہا کہ میں نظام الملک کا بیٹا ہوکر اس ذرا سے لشکر کے روبرو اپنے لشکر کا منہ موڑوں یہ نہیں ہو سکتا میں یوں ہی اسکو خاک میں ملائے دیتا ہوں میجر صاحب نے کہا کہ جو مرضی مبارک ہو بندہ خدمت گذاری کے لیے سب طرح حاضر ہے اگر میجر مذکور ناصر جنگ کا کہا مان لیتا تو بڑا نام پیدا کرتا وہاں دشمن کے لشکر میں بڑی ابتری پڑ رہی تھی جسکی تفصیل یہ ہے کہ تنجور کی جنگ میں جو فرانسیسی افسر مظفر جنگ کے ساتھ تھے انھوں نے پہلی قسط کا روپیہ راجہ تنجور سے وصول کر لیا تھا اور ان افسروں میں تقسیم ہو گیا تھا جب یہ سپاہ پانڈیچری میں آئی تو بہت سے افسروں نے رخصت اپنی آسایش کے لیے لی ان کے قائم مقام اور نئے افسر مقرر ہوکر اس لشکر عظیم الشان کے مقابلے میں بھیجے گئے وہ اس سپاہ کو دیکھکر گھبرائے کہ اس آگ کے آگے ہم رکھے گئے اور پہلے افسر روپے کے مزے اڑانے کے لیے پیچھے رہے ہم کو اگلی برابر روپیہ مل جائے تو ہمارا دل لڑنے کو چاہے غرضکہ اسی بات پر وہ ایسا بپھرے کہ ڈوپلے بھی ان کا کچھ علاج نہ کر سکا ایک ہنگامہ بغاوت برپا ہوا نہ سپاہی افسر کی سنتے تھے نہ افسر سپاہی کی یہ لشکر فرانس میں ابتری ہو رہی تھی جس وقت میجر لارنس ناصر جنگ کے لشکر میں آیا اسوقت ایک لطیفہ یہ ہوا کہ موشیر دتول نے میجر لارنس کو لکھا کہ یورپ میں ہماری قوموں میں اتفاق ہے گو یہاں اتفاق سے تم ہم مخالف جانبوں میں ہیں آپ اپنے لشکر کا مقام ٹھیک ٹھیک بتلائیے تاکہ کوئی میرا گولہ آپ کے لشکر میں نہ جائے لارنس نے لکھا کہ میری توپ کا جھنڈا میرا مقام آپ کو بتلائے گا اگر کوئی گولہ آپ کے لشکر سے میری سپاہ کو نشانہ بناسکا

تو میری توپون کے منھ بھی اس کا جواب دینگے میری نیت مین بھی یہ بات ہرگز نہین ہے کہ کسی
فرنگی کا خون بہاؤن لڑائی کے وقت شور قیامت برپا تھا توپون کے گولے سردارون کے سرون پر
جاتے تھے ناصر جنگ نے افسرون کو کہا کہ جلد پیش قدمی کرو تاکہ آج ہی لڑائی کا فیصلہ ہوجاے
اور اپنے ہاتھی کو آگے بڑھایا اور مظفر جنگ کی طرف سے پیش لشکر کی فوج جو ایک عمیق نالے کے
کنارے پر پہنچ گئی تھی تیر و تفنگ سے لڑنے لگی چار گھڑی دن باقی رہتے تک لڑائی جاری رہی دو توپخانے
نے ایک گولے سے انگریزون کا مزاج پوچھا انگریزون کی بھی توپون نے گولون سے جواب دیا کہ
ہان بہت اچھا ہے میر نجف علی خان پسر میر دولت علی خان ناصر جنگ کے سامنے کھڑا تھا اُسنے
اُنسے کہا کہ حکم ہو تو مظفر جنگ تک پہنچکر اس سے لڑائی شروع کر دون ناصر جنگ نے اپنے سر کی قسم دیکر
کہا کہ اب آگے نہ جاؤ نالۂ عمیق سامنے ہے اس سے عبور مشکل ہے مصلحت یہ ہے کہ آج ٹھہر
کرین صبح کو لڑائی کرکے ہدایت محی الدین خان کو گرفتار کرلون گا مغرب کی نماز پڑھکر ناصر جنگ
خود ہاتھی پر سوار ہوکر پھرے اور سب کو شبخون کا اندیشہ دلا کر ہوشیار رہنے کی تاکید کی چونکہ
سپاہی اور افسر تھک گئے تھے۔ اس لیے خود ناصر جنگ ہر ایک کو تاکید کرتے پھرتے تھے
سری رنگ پٹن کا رہنے والا ایک سردار جس ہاتھی پر سوار تھا مظفر جنگ کی طرف سے توپ
کا گولہ ہاتھی کے دانت پر لگ کر اڑ گیا تھا اسکے صدمے سے ہاتھی گر گیا تھا اور اس سردار کے چوٹ
لگ گئی تھی مظفر جنگ نے اسکی احوال پرسی کو میر نذر علی خان برادر میر نجف علی خان کو بھیجا اور
اسی طرح عمائد کو جابجا احوال پرسی کے لیے بھیجتے رہے اور حکم دیا کہ تمام آدمی گھوڑون پر سوار
کھڑے رہین اگر تھک جائین تو آدھے سوار کھڑے رہین اور آدھے اتر جائین آدھی رات کے بعد
ناصر جنگ خیمے مین چلے گئے اور سردارون کو تاکید کی کہ وار وار سے لشکر کی حفاظت کرین۔

مظفر جنگ کے لشکر کا یہ حال ہوا کہ آفتاب نے پردہ شب مین منھ چھپایا اُدھر تیرہ
فرانسیسی افسرون نے سرکشی کرکے لشکر سے منھ چھپا کر اپنا راستہ لیا انکے سپاہیون نے بھی
افسرون کے قدم بقدم رکھا موشیر وتول کو ہول اٹھا کہ اب کیا دشمن سے لڑون گا لشکر کو کوچ
کا حکم دیدیا چندا صاحب اور مظفر جنگ سمجھاتے رہے مگر انکے پانون نہ ٹکے چندا صاحب نے
جب فرانسیسیون کی یہ صورت دیکھی اور ناصر جنگ کی ہیبت دل مین بیٹھی تو وہ بھی آدھی
رات کو پانڈیچیری کی طرف دال فی عین ہوا ناصر جنگ کے لشکر مین رات مین یہ خبر اڑی
کہ مظفر جنگ بھاگ گیا مگر دن کو معلوم ہوا کہ چندا صاحب اور فرانسیسی پانڈیچیری کی طرف
اپنا توپخانہ لیکر بھاگ گئے ہین اس سبب سے مظفر جنگ کی فوج بھی بھاگ گئی صرف پانچ ہزار
سوار و پیادے باقی رہ گئے ہین اور جزائل انداز بھی انکے پاس حاضر ہین اور مظفر جنگ کھڑے ہین

ناصر جنگ نے فوج کے سرداروں کو حکم دیا کہ تعاقب کر کے چندا صاحب اور فرانسیسوں کو گھیر لین چنانچہ تیس ہزار سوار اور تیس ہزار پیادوں نے تعاقب کیا اسوقت مین مظفر جنگ کا شتر سوار آیا جسکی زبانی بھانجے نے حاضر ہوکر ماموں سے عرض کرایا کہ آپ بڑے ہین مین چھوٹا ہون معہ خطاوار کا قصور خدا کے واسطے معاف کیجیے ماموں نے پیار اخلاص کی باتین زبان سے بہت بنائیں اور مناسب یہ سمجھا کہ کسی کو پیشوا بھیجکر بلا لے۔ سید شریف خاں اور امانت خان نے عرض کیا کہ جنگ ایسی سخت جنگ ہو چکی ہے تو ایسی آسانی کے ساتھ مظفر جنگ کا آنا اچھا ہین تمام مین مشہور ہو جائے گا کہ مخاصمین مین صلح ہو گئی فتح کی شہرت جاتی رہیگی اسوجہ سے ناصر جنگ نے بھانجے کو بلا کر قید کرنے کا ارادہ کیا تاکہ اُنکے سر سے داعیہ بھی جاتا رہے اس لیے شاہ نواز خاں اور سید محمد دائم رسالہ دار ستیح رسالہ کو حکم دیا کہ مظفر جنگ کی فوج کو منتشر کر کے اُسکے ہاتھی کو اپنے رسالہ میں لاکر انکی دلجمعی کر کے ملازمت کا وعدہ کرین دونوں رسالہ دار گئے اور تعمیل کی دلاسیں کریاں کیا کہ اس کی فوج منتشر ہو گئی اور وہ آ گئے ہیں یہ سنتے ہی فتح کے شادیانے بجنے لگے اور مظفر جنگ کو شاہ نواز خاں کے خیمے میں لے گئے بعد اسکے ناصر جنگ نے میر یوسف علی خاں کو حکم دیا کہ تم ان کو اپنے کیمپ مین لیجا کر حفاظت سے رکھو اور چوکی پہرہ خوب مقرر کر کے ان کے خدمتگار اور شاگرد پیشہ علیحدہ کر کے ہمارے معتمد خدمتگار مقرر کر دو اور حراست کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑو غرض اس طرح پیار اخلاص سے بھانجے کو بلا کر ماموں نے بچا مایا۔ خیرخواہون نے ناصر جنگ سے بہت کچھ عرض کیا کہ مظفر جنگ کو زندہ رکھنے کا وقت نہیں ہے انھین مار ڈالیے انکو زندہ چھوڑنے کی حالت مین فتنہ وفساد باقی رہے گا مگر ناصر جنگ نے اس کا خوف نہ کیا۔

ناصر جنگ کے بیش لشکر کی سپاہ اور انورالدین خاں مقتول کا بیٹا اور مراری راؤ اور دوسرے سردار جو چندا صاحب کی سپاہ اور فرانسیسوں کے تعاقب میں گئے ہوئے تھے اُن سے اور مفروروں سے پانڈیچری تک راستے بھر لڑائیاں ہوتی رہیں بہت فرانسیسی اور تلنگے مارے گئے اور بہت سے بچ کر نکل گئے چندا صاحب پانڈیچری مین جا بسا اور وہاں قلعہ بند ہو گیا جب اس فتح نے مظفر جنگ اور چندا صاحب کے لشکر کو متفرق اور منتشر کر دیا اور بحرہ بھی بس مین آ گیا تو ناصر جنگ کو اپنے صوبہ دار دکن ہونے میں کوئی دغدغہ باقی نہ رہا۔

ناصر جنگ کی فوج کا پانڈیچری کی فتح مین ناکامیاب ہونا

مظفر جنگ کے قید ہونے کے بعد ایک روز ناصر جنگ رزمگاہ مین مقیم رہے تاکہ

زخمیون کی مرہم پٹی ہو جاے پانڈیچری مین ڈوپلے سعداللہ خان مظفر جنگ کی مان اور بیگم کی حفاظت کرنے لگا ناصر جنگ پانڈیچری کا قلعہ فتح کرنے اور عورتون کو چھڑانے کو روانہ ہوے اور وہان سے پانچ کوس پر پہنچکر مورچے جمانے کی فکر کرنے لگے چونکہ قلعہ مضبوط تھا اور ہر طرح کا سامان جنگ اس مین موجود تھا کوئی سردار اسکے لینے کی جرأت نہ کرتا تھا میرنجف علی خان پسر میر دوست علی خان نے کہا کہ مجھے حکم ہو تو مین مورچون اور یورش کے مقام کو جاکر دیکھون اسکو جانے کا حکم ہوا وہان گیا اور مورچے قائم کرنے کا نقشہ تجویز کرکے ناصر جنگ سے آکر بیان کیا انھون نے حکم دیا کہ اس طرح مورچہ بندی کی جاے۔ فرانسیسی توپین بہت تیزی سے فیر کرتی تھین کوئی شخص مورچون مین قیام کرنے کی جرأت نہین کرتا تھا میرنجف علی خان اور اسکے بھائی بند جرأت کرکے بڑھتے اور لوٹ آتے یہ خبرین ہلکارے ناصر جنگ کو پہنچاتے رہتے نواب نے میرنجف علی خان کو بلاکر کہا کہ کتنی فوج اور توپین وغیرہ تمکو چاہیئین تاکہ فرانسیسی قلعے سے باہر نہ نکل سکین اسنے کہا کہ چار ہزار سوار اور دو ہزار پیادے اور دو ہزار جزائل انداز اور بیس توپین مل جائین تو فرانسیسیون کا قافیہ تنگ کرسکتا ہون ناصر جنگ نے حکم دیا کہ بخشیون اور رسالہ دارون کے نام لکھکر پیش کرے اسکے معروضے کے مطابق محمد یعقوب خان ڈیڑھ ہزار سوارون کے ساتھ اور نصیب یار خان سات سو سوارونکے ساتھ اور سید نجم الدین خان ہزار سوارون کے ساتھ جملہ چار ہزار اور دو سو سوار مقرر ہوے اور ناصر قلی خان بخشی جزائل اندازان دو ہزار جزائل کے ساتھ اور ناصر علی بیگ رسالہ دار دو ہزار پیادون کے ساتھ اور قاسم علی خان پانچ سو بان اور پچاس بان اندازون کے ساتھ اور مراد علی خان داروغہ توپخانہ جنسی بادشاہی بیس توپون کے ساتھ مقرر ہوے اور یہ سب مجتمع ہوکر مورچون مین آئے اور دریافت کیا کہ کس طرح جنگ کی جاے نجف علی خان نے کہا کہ اتوار عیسائیون کی عبادت کا روز ہے اور دو کوس پر ان کا گرجا ہے وہ قلعے سے نکلکر وہان جاوینگے جیسے ہی وہ جمع ہون فوراً گھیر کر قتل کرڈالین سب سنکر گھبرائے اور باہم کہنے لگے کہ میرنجف علی خان نے ہمارے تباہ کرنے کا ارادہ کیا ہے اور سب جمع ہوکر شاہ نواز خان کے پاس گئے انسے کہا کہ میرنجف علی خان تو اپنی جان سے ہاتھ دھوے ہوے ہے اور ہم آقا کے حکم سے اسکے ساتھ ہین مگر سپاہی کہنا نہ مانینگے اور لڑنے کی جرأت نہ کرسکینگے۔ شاہ نواز خان نے نجف علی خان کو بلاکر کہا کہ یہ لوگ ایسا کہتے ہین جب فرانسیسیون سے مقابلہ پڑے گا سب بھاگ جائینگے تمکو تنہا چھوڑ دینگے یہی بات نواب ناصر جنگ سے کہی نواب نے اپنے ہاتھ سے رقعہ لکھکر ہر سردار کو بھیجا کہ میرنجف علی خان کی رفاقت کرنی چاہیے جیسا کہ تم نے اقرار کیا ہے سب نے کہا

کے صرف ہم جان و دل سے اسکی بات کو مانیں گے حکم ہوا کہ لشکر سے جدا ہو کر تو پخانہ جسی سے آگے بڑھ کر اتریں چنانچہ ایسا ہی ہوا سیچر کا دن اسی طرح بسر ہوا دوسرے دن اتوار کو فرانسیسوں کی عبادت کا دن تھا میر نجف علی خان اپنے رفقا اور خاص سپاہیوں کے ساتھ سوار ہو کر لشکر سے باہر آیا اور سرداران فوج سے کہلا یا کہ میں وعدے پر سوار ہوا ہوں تم بھی اپنی جمعیتوں کے ساتھ سوار ہو جاؤ لیکن کوئی سوار نہوا اور کوئی لڑائی کی ہمت نکر سکا میر نجف علی خان گھوڑے سے اترا اور سب سرداروں کو جمع کر کے کہا لیکن کوئی لڑائی کی جرأت نہ کرتا تھا مجبور ہو کر وہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو ہمراہ لیکر لڑنے کو گیا جب فرانسیسوں نے دیکھا کہ تھوڑی سی جماعت آرہی ہے تو دلیری کر کے سامنے آئے میر نجف علی خان نے خوب لڑائی کی چند فرانسیسی اور تلنگے مارے گئے شام تک لڑائی جاری رہی ہر چند سرداران فوج کو کہلایا مگر کوئی آگے نہ بڑھا جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو طرفین اپنے اپنے مقاموں کو لوٹ گئے فرانسیسوں کے آدمی کمین گاہ میں چھپ گئے۔ میر نجف علی خان سرداروں کے پاس آیا اور کہا کہ آپ صاحبوں نے جنگ میں شرکت نہ کی یہ مناسب ہے کہ رات کو ہوشیار رہو کہ مبادا فرانسیسی شب خون ماریں یہ کہکر نصف شب کے وقت ناصر جنگ کے پاس جاکر سب حال بیان کیا نواب نے بہت مہربانی فرمائی اور کہا کہ اب تم اپنی مرضی کے موافق سپاہ بھرتی کرو۔ پہر رات باقی رہے جب فوج کے آدمی غافل ہوگئے تو فرانسیسوں نے شبخون مارا بہت سے آدمیوں کو قتل کیا اور سب کو لوٹ لیا اور سردار بھاگ گئے صبح کو یہ خبر ناصر جنگ کو پہنچی تو حکم دیا کہ کوئی مفرور ہمارے لشکر میں نہ آنے پائے دو روز کے بعد چند دوسرے رسالہ دار میر نجف علی خان کے ساتھ کر کے بھیجے میر نجف علی خان نے جاکر چند تلنگوں کو گرفتار کر لیا باقی بھاگ گئے۔

ناصر جنگ اور اُن کے مددگاروں میں عناد و اختلاف اور ڈوپلے کی فتنہ و فطرت

اب کڑپا اور کرنول اور سیوانور کے پٹھان نواب جو بے عذر حکم کے ساتھ ہی ناصر جنگ کے ہمراہ لڑائی میں شریک ہوئے تھے اپنی خدمات کے صلے میں چڑھے ہوئے خراج کی معافی کے طالب ہوئے اور مظفر جنگ کے ساتھ جو انھوں نے سلوک کیا اسکے شاکی ہوئے ناصر جنگ کی نے اپنی بھانجے کے ساتھ انکو سخت ناگوار تھی جب یہ انکی درخواست خاطر خواہ نہ سنی گئی تو انکی نیت بگڑ گئی ظاہر میں وہ شیر و شکر رہے مگر باطن میں رہزن گئے فرانسیسی سپاہ کا

یون سرکشی کر کے لشکرگاہ سے پھر جانا مظفر جنگ کا قید ہو جانا اسکے لشکر کا تتر بتر ہو جانا ان سب باتون نے پانڈیچری مین تہلکہ ڈالدیا گو اس کا صدمہ سب سے زیادہ ڈوپلے کے دل پر ہوا مگر اسکی عقل اسوقت بھی سلامت رہی اول اُسنے اپنے لشکر کا انتظام تدبیر اور تعزیر سے کیا۔ پھر اسنے سوچا کہ ناصر جنگ کے دربار مین اگر کوئی فساد برپا ہو تو اسے دریافت کیجیے اور اگر نہو تو اسے پیدا کیجیے اُسنے اسی وقت کہ یہان مظفر جنگ اور چندا صاحب کی حمایت سب طرح کر رہا تھا ایک خط ناصر جنگ کو یہ لکھ بھیجا تھا کہ میرے اور آپکے درمیان رنجش کا سبب انورالدین تھا میری قوم کا جانی دشمن وہ تھا اسکے واسطے ضرورت مجھے چندا صاحب اور مظفر جنگ کو دوست بنانے کی پڑی اب انورالدین مارا گیا سبب فساد رفع ہوا میرا عناد اتحاد سے بدل گیا مین نے آپ کی خاطر سے تنجور کو بچوادیا اور ترچناپلی پر حملہ نہ کرنے دیا اب آپ مظفر جنگ کو اسکی جاگیر دیدیجیے اور چندا صاحب کے قصور معاف کر کے اسے کرناٹک کا نواب بنا دیجیے اسکا بیٹا تلنگین کی جمعیت کے ساتھ ہمرکاب رہے گا۔ ارکاٹ بدستور انورالدین مرحوم کے عہد کے مطابق ہمین اجارے مین دیدیجیے ہم کچھ اضافہ دینگے اور حیدرآباد کے ساہوکارون سے ضمانت دلا دینگے پانڈیچیری ارکاٹ کی سرزمین پر آباد ہے اسکی سند عطا کر دیجیے آپ کی سرکار کا جھنڈا وہان اڑاتے رہین گے مین آپ کا فرمان بردار ہون حاضرین دربار جیسے شاہ نواز خان و محمد انور خان و اسلم خان و سید شریف خان و امانت خان و رضوی خان وغیرہ نے ان مراتب کو پسند کیا مگر قاضی دائم جو شریک مشورہ تھا اسنے ناصر جنگ سے کہا کہ فرانسیسی تنگ ہو گئے ہین قریب ہے کہ پانڈیچری کو چھوڑ کر بھاگ جائین گے یہ تقریر کر کے ناصر جنگ کو صلح کی طرف مائل نہونے دیا اور جو تحائف ڈوپلے نے بھیجے تھے وہ واپس کر دیے۔ ڈوپلے کو یقین تھا کہ اگر انگریز ناصر جنگ کے لشکر مین اسوقت بیچ مین آکر نہ کود پڑتے تو اسکی صلح ہو جاتی۔ ناصر جنگ نے ڈوپلے کو خط کا جواب نہ دیا۔ پھر اسنے اور ایک طومار ناصر جنگ کو لکھا کہ مین جانتا ہون کہ آپ کا مزاج صلح جو ہے اس لیے مینے فرانس کے لشکر کو بلا لیا ہے کچھ وہ میدان جنگ سے بھاگا نہین ہے جیسا کہ آپ کے لشکر یون کو یقین ہے مراجعت کے وقت جو اسپر حملہ ہوا اور اسنے جوگشت و خون لشکر حملہ آور کا کیا وہ اس بات کا ثبوت ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ مظفر جنگ پر رحم فرمائیے اور مجھے سفیر بھیجنے کی اجازت دیجیے ناصر جنگ نے سفیرون کے آنے کی درخواست منظور کی۔ پانڈیچیری سے دو ممبر کونسل کے آئے وہ فارسی اور دیسی زبان خوب جانتے تھے انھون نے درخواست کی کہ مظفر جنگ عتاب مین ہے اُسکے بیٹے کو آپ باپ کی جاگیر مرحمت فرمائیے اور چندا صاحب کو کرناٹک کی نوابی عنایت کیجیے۔ کارپردازان ناصر جنگ نے چندا صاحب کے لیے

تو یہ کہدیا کہ محمد علی وہاں کا نواب مقرر ہو گیا ہے۔ مظفر جنگ کے لیے گو وہ بھلا چاہتے تھے مگر ناصر جنگ سے کہتے ہوے جان نکلتی تھی آٹھ روز تک یہ سفیر یہاں رہے اور ڈوپلے کا اصلی مطلب جو اس سفارت سے تھا وہ حاصل ہوا کہ اسکی نوابوں سے جو ناصر جنگ کی گھات میں بیٹھے تھے خط و کتابت شروع ہوئی اور انکی سازش مین اسکی بھی شرکت ہو گئی۔ میجر لارنس اس تمام معاملے کو تاڑ گیا مگر وہ یہاں کی زبان سے ناآشنا تھا جب اُسے تمام سازش سے ناصر جنگ کو مطلع کرنا چاہا تو کہاں سے بولتا ناچار ترجمان بیچ میں کھڑا کرنا پڑا اسے دغا کی کیسے کچھ مطلب ماکر ناصر جنگ سے کہدیا جب سفیر پھر کر آئے تو چندا صاحب نے لشکر جمع کرنا شروع کیا اور ڈوپلے نے بھی یہ ارادہ کیا کہ فرانسیسی سپاہ کی شان دکھلاے اور اپنے دوست نوابوں کو اپنی لڑائی کا ارادہ تلاے اب میجر لارنس نے ناصر جنگ سے درخواست کی کہ محمد علی نے جو مدراس کے پاس زمین دی ہے اس حسن خدمت گذاری میں اسکی سند عطا کی جاے مگر شاہ نواز خان مدار المہام نے اس میں خلل اندازی شروع کی اور کہا کہ یہ درخواست جب منظور ہوگی کہ وہ لشکر کے ساتھ ارکاٹ میں جاے مگر میجر لارنس اس اندیشے سے کہ کہین چندا صاحب اور فرانسیسی انگریزی کمپنی کے ملک پر حملہ کردیں اور نقصان ہم اٹھائیں نے لطف ہو کر قلعہ سینٹ ڈیوڈ کو چلا گیا دس دن تک اور موریچے قائم رہے کہ اس عرصے میں برسات کا آغاز ہوا پانڈیچری اور اسکے اطراف میں ایسا ریگستان ہے کہ برسات میں چلنا مشکل ہوتا ہے اس لیے برسات کا موسم بسر کرنے کے لیے ارکاٹ میں چلے آے جو وہاں سے تیس کوس پر تھا اور برسات کے بعد لڑائی کا ارادہ کیا۔

جب ناصر جنگ کا لشکر چلا گیا تو فرانسیسیوں نے اس ملک پر جو مظفر جنگ نے دیا تھا قبضہ کرنا شروع کیا ناصر جنگ خبر ہوے کہ کیا ہو رہا ہے وہ مظفر جنگ کو قید کر کے خواب غفلت مین پڑے عیش و عشرت کے غلام بن گئے کام پر دل۔ لگایا عیاشی نے دوستوں کی نگاہ میں ذلیل کردیا کاہلی نے دشمنوں کو اپر دلیر بنا دیا نوابوں نے اُن کو ادھر اُدھر کی لذائذ نفسانی میں پھنسایا اُدھر ڈوپلے کو جنگ و پیکار کے لیے اکسایا ڈوپلے نے بھی انکے مشورے پر کام کیا۔ ترپی وادی ایک شہر تھا وہ قلعہ سینٹ ڈیوڈ سے پندرہ میل اور ارکاٹ سے بیس کوس اور پانڈیچری سے آٹھ کوس پر تھا اور قلعہ اور حصار سا ہوا تھا اس میں بالفعل سرکار کا ست خانہ تھا محمد علی نے وہاں سپاہ رکھ چھوڑی تھی ڈوپلے نے پانسو فرانسیسی سپاہ بھیج کر اسکو خالی کرا لیا سپاہی بت کی طرح خاموش بیٹھے رہے اور تھانے کو چھوڑ کر چلے گئے محمد علی نے جب یہ سنا تو وہ بیس ہزار سپاہ اور بہت سی توپیں لیکر دوڑا مگر فرانسیسیوں سے اکیلا لڑتا ہوا ڈرا میجر لارنس کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ سپاہ سے مدد کیجیے اور سارا خرچ لیجیے اس شیر مرد نے بھی درخواست منظور کی کپتان کوپ کو چار سو گوروں اور

پندرہ سو کالون کی سپاہ دیکر روانہ کردیا کچھ دن ان دونون لشکرون کے ملنے مین توقف ہوا جب وہ مل گئے تو محمد علی نے درختون سے بھری ہوئی ایک جگہ اقامت لشکر کے لیے پسند کی اسکے گرد خندق کھودی۔ کپتان کوپ نے سمجھایا کہ حکم دیجئے تو مین بت خانہ ابھی لیتا ہون محمد علی نے لشکر کو حکم دیا مگر لڑائی کے نام سے ہر ایک کا منھ زرد ہوا کسی نے قدم نہ آگے بڑھایا جب کپتان کوپ لشکر فرانس کے قریب پہنچ گیا تو افسر فرانسیس نے کہلا بھیجا کہ تم میرے قریب اتنے کیون آتے ہو ابھی مین تم پر بم کے گولے مارتا ہون کپتان نے جواب دیا کہ ہم نواب کے دوست ہین جب تک جان مین جان ہے اسکی جان کے ساتھ ہین جہان اس کا نشان جائے گا وہان ہمارا قدم ساتھ آئے گا اس جواب پر فرانسیسون نے انگریزی لشکر پر گولہ مارا ان دونون مین کشت و خون شروع ہوا اب محمد علی اور کپتان کی رایون مین اختلاف ہوا کہ کپتان کوپ نے سپاہ کی تنخواہ مانگی وہ محمد علی سے ادا نہ ہو سکی اس لیے میجر لارنس نواب سے ایسا خفا ہوا کہ اُسنے کپتان کوپ کو حکم دیا کہ وہ قلعہ سینٹ ڈیوڈ مین چلا آئے جب انگریز چلے گئے تو ڈوپلے نے اپنا لشکر ترِی وادی کے قریب جمع کیا جس مین اٹھارہ سو فرانسیسی سپاہ اور ڈھائی ہزار ہندوستانی سپاہ اور ایک ہزار چندا صاحب کے سوار اور بارہ میدانی توپین تھین اور محمد علی کے پاس پانچ ہزار پیادے اور پندرہ ہزار سوار تھے۔ ۲۱- اگست سنہ ۱۷۴۹ء کو فرانسیسون نے اسپر حملہ کیا اور محمد علی کی دھجیان اڑائین وہ بہت خرابی و پریشانی اٹھا کر دو چار خدمتگارون کے ساتھ ارکاٹ پہنچا۔

پانڈیچیری سے ناصر جنگ کی معاودت راستے مین بعض قلعون پر جنگ

جب ناصر جنگ پانڈیچیری سے لوٹے اول روز دو کوس چلے تاکہ آدمیون کا جو اسباب خراب ہو گیا ہے اُسے درست کر لیا جائے پھر چار کوس چلے یہان خبر ہوئی کہ راستے مین ایک قلعہ ہے جس کا نام وندواسی ہے اور نہایت مضبوط ہے قلعدار وہان کا چندا صاحب کا رشتہ دار ہے اور چندا صاحب کی بیوی وہان رہتی ہے بہت سا روپیہ جمع کر لیا ہے اطاعت کسی کی نہین کرتا۔ ناصر جنگ نے ادھر سے کوچ کا حکم دیا اور کہا کہ اگر قلعدار اطاعت کرلے تو ارکاٹ مین برسات بسر کی جائے ورنہ قلعے کے پاس برسات بسر کی جائے اور قلعہ فتح کیا جائے میر اسد خان قلعدار جمیت بیٹا نے کو ادھر

قلعوں سے واقف تھا بیان کیا کہ وہ قلعہ بڑا مضبوط ہے اور سامان اس میں کافی جمع ہے اگر قسمت نے یاوری کی تو قلعہ فتح ہو جائے ورنہ ایسی برسات میں فتح اسکی مشکل ہے سب کے مشورے کے بعد یہ قرار پایا کہ میر یحیٰ علی خان جاکر اس قلعے کو دیکھ کر اسکی حالت بیان کرے اور قلعدار کی استمالت کرکے اسے اطاعت پر مائل کرے اگر وہ آکر مل لے تو خیر ورنہ محاصرہ کیا جائے میر یحیٰ علی خاں سے جب یہ کہا گیا تو اسنے نواب سے کہا کہ قلعدار مطیع نہیں ہے اگر فوج لے کر جاؤں گا تو بغیر جنگ کے قلعے میں داخل ہونا مشکل ہے اگر تنہا جاؤں گا تو وہ بیگانے آدمی کو اندر کیسے جانے دے گا اسلیے مناسب یہ ہے کہ عنایت نامہ اپنا مہری نواب ناصر جنگ مرحمت کریں تاکہ قلعدار اندر داخل ہونے دے بعد دیکھنے کے جیسا حال ہوگا عرض کروں گا ناصر جنگ نے کہا کہ میرے اجداد نے وعدہ خلافی نہیں کی ہے عنایت نامہ بمنزلے معاہدے کے ہے معاہدہ کرکے پھر محاصرہ کرنا مناسب نہیں ہے جس تدبیر سے ہوسکے قلعے کے اندر جاکر اس کا حال دیکھکر بیان کرو میر یحیٰ علی خاں خدا پر توکل کرکے چل کھڑا ہوا تین دن کے بعد وہاں جا پہنچا اور ہرکارہ قلعدار کے پاس بھیجا کہ مجھے نواب نے بھیجا ہے تاکہ تم سے سوال وجواب کروں کل پہر دن چڑھے قلعے کے پاس پہنچ جاؤں گا اپنی ملاقات سے مسرور کیجیے اور نواب کے کلمات سنیے جب ہرکارہ پہنچا تو قلعدار کو تشویش ہوئی اور قلعے کے استحکام میں کوشش کرنے لگا دوسرے دن میر یحیٰ علی خاں قلعے کے پاس پہنچ گیا قلعدار نے اپنے داماد کو پانسو سواروں اور ہزار پیادوں کے ساتھ استقبال کو بھیجا غرض اسکی یہ تھی کہ کیفیت وحالت معلوم کرے کہ کس لیے آتے ہیں بہت کچھ اُسے ٹٹولا اصل حال نہ کھلا جب قلعے کے دروازے کے پاس پہنچے تو کھل کر اسے معلوم کیا کہ آپ کس غرض سے آئے ہیں میر یحیٰ علی خاں نے کہا کہ والیان ملک کے احکام ہر ایک سے کہنے کے قابل نہیں ہوتے اس قدر سوال وجواب ہوکر قلعے کے دروازے میں داخل ہوئے اور کسی کو یہ جرأت نہوئی کہ منع کرتا جب میر یحیٰ علی خاں دیوان خانے میں پہنچ گیا تو قلعدار دیکھتے ہی خلوت خانے میں گیا صرف میر یحیٰ علی خاں اور اسکے بھائی میر مجد علی خاں کو بلا کر سوال وجواب کیے آخر کار ناصر جنگ کے دبدبے سے ڈر کر یہ اقرار کیا کہ اپنے بیٹے کو دس لاکھ روپے دیکر نواب کے پاس بھیجے گا چنانچہ اسنے ایسا ہی کیا دو تین روز کے بعد ناصر جنگ ارکاٹ میں داخل ہو گئے۔

فرانسیسوں سے ناصر جنگ کا بگاڑ

ناصر جنگ نے ارکاٹ میں آکر یہ حکم بھیجا کہ مسلی پٹم (مچھلی بندر) کی فرانسیسی کمپنی کی کوٹھی اور سارا سامان واسباب اس کا ضبط ہو نواب کے اہلکاروں نے بغیر کسی سختی کے اس اسباب کو

قرق کرکے مہرین اپنی لگادین مگر ڈوپلے یہ بات سنکر سخت ناراض ہوا برق کی طرح تڑپا بادل کیطرح گرجا اور طوفان کی طرح برسنے لگا اور فوراً لشکر بھیجکر راتون رات اسکو لے لیا اور اسپر اپنا قبضہ جمالیا چونکہ فرانسیسون کے قلعے قریب قریب تھے اس خیال سے کہ مبادا وہ لوگ دغا کرین اور فوج چرائی کے لیے منتشر نہو جاے ناصر جنگ نے صمصام شکن خان وغیرہ چند سرداروں کو محمد علی خان کے ساتھ بیس ہزار سوار و پیادے دیکر اور جزائل انداز ساتھ کرکے قلعہ تری وادی کی طرف بھیجا اس قلعے پر فرانسیسون نے قبضہ کرلیا تھا اور چار ہزار تلنگے اور ہزار فرانسیسی اسکی محافظت کرتے تھے اور چارون طرف فصیلون پر توپین چڑھی ہوئی تھین فرانسیسی دن بھر توپین مارتے رات کو شبخون کی فکر مین باہر نکل آتے بیس دن تک یہ حال رہا بعد اسکے ناصر جنگ نے ترک طہماسپ خان کو ایک ہزار سوار دیکر چلی کوسٹے کے گڑھی پر جہان فرانسیسون کا تھانہ تھا بھیجا اور میر امیر شاہ کو تھوڑے سے سوار و پیادہ کے ساتھ شیوگنجی بھیجا اسی طرح رسالہ دارون کو ہر ایک مقام پر متعین کیا اور خود تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ ارکاٹ مین عیش و عشرت کرنے لگے۔ ادھر دوپلے نے ڈھائی سو فرانسیسی اور بارہ سو ہندوستانی سپاہ اور چار توپین موشیر بوسی کے اہتمام مین دیکر قلعہ نصرت گڑھ عرف جنجی کی طرف روانہ کیا یہ قلعہ کرناٹک کے قلعون کی ناک تھا اور بہت استوار تھا اس کا فتح کرنا دشوار تھا موشیر دتول کا بھی لشکر موشیر بوسی سے مل گیا اُسکو معلوم ہوا کہ حصار کے اندر تری وادی کی بھاگی ہوئی پانچہزار سپاہ موجود ہے اور ایک توپخانہ ہے جسکے فرنگی مہتمم ہین ان دلاور جوانمردون نے اس قلعے پر اس تیزدستی اور سلیقے سے حملہ کیا کہ ہتیلی پر سرسون جمائی اور چوبیس گھنٹون مین فتح پائی فتح کرنیوالون کو خود حیرت تھی کہ اتنا بڑا کام اتنی تھوڑی دیر مین کیونکر ہوا اس فتح مین فرانسیسون کی توپین کیا چھوٹین کہ انکی ہمت و شجاعت و جرأت کی آواز سارے ہندوستان مین گونج گئی۔

برہان پور کا حال

سنہ ۱۱۶۳ ہجری مین سید لشکر خان اور ابوالخیر خان برہانپور مین آے یہان کا صوبہ دار خواجم قلی خان تھا جو بڑے استقلال سے کام کررہا تھا یہان ابتری اسلیے پیدا ہو گئی کہ ماناجی نکم پسر سنکراجی نکم نے جو چند پرگنون کا سردیس مکھ کا نائب تھا چھ ہزار سوار جمع کرکے برہانپور کے علاقے مین لوٹ مار شروع کردی خواجم قلی خان نے اسکی تنبیہ کا انتظام کیا اور عبدالنظر خان بخشی منصبداران اور محمد ناصر خان بخشی سائر کو فوج دیکر اسکی سزا کے لیے بھیجا لڑائی ہوئی پانی کی کمی سامان کی قلت گرمی اور لو کی کثرت کی وجہ سے آدمی پریشان ہوگئے عبدالنظر خان نے خوب کوشش کی لڑائی ہوئی بہت سے مخالف مارے گئے

اور بقیہ بھاگ گئے ادھر سے نامی آدمیوں میں سے کفایت خان کے بیٹے مرزا کے سر میں گولی لگی اور مارا گیا اور سید معز الدین خان جماعہ دار کا بیٹا مارا گیا اسکے بعد جواہر قلی خان اور احمد میر خاں دیوان کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا جسکی وجہ ناصر جنگ کی فرانسیسیوں کے مقابلے میں رسوائی کی شہرت تھی پس جو لوگ ناصر جنگ کی مخالفت کی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے وہ شورہ پشتی کی تیاری کرنے لگے چنانچہ احمد میر خاں نے سپاہ کی بھرتی شروع کر دی اور جواہر دروازہ قلعہ پر جہاں جہان خزانہ اور توپخانہ جلسی رکھا ہوا تھا قبضہ جمالیا ہر طرف مسلح آدمی مقرر کردیے یہاں کا دستور تھا کہ عید کی نماز کو صوبہ دار سنواڑہ دروازے سے باہر جاتا اور راج پورہ دروازے سے واپس داخل ہوتا احمد میر خان کا مکان سنواڑہ دروازے کے قریب واقع تھا احمد میر خان نے عید اضحیٰ کے موقع پر اپنے دروازے کے چاروں طرف سے توپیں۔ جزائل۔ رام جنگی اور شیر بچے لگادیے اور آدمی بٹھا کر انتظام کر لیا تھا۔ تاہم ناظم صوبہ سنواڑہ دروازے ہی سے عید قرباں کی نماز کو گیا۔ جب نواب ناصر جنگ کو دونوں کے اختلاف کا حال معلوم ہوا تو دونوں کو تہدیدی احکام لکھے۔

ناصر جنگ کے قتل کی سازش اور اس میں اعدا کی ناکامیابی

قوم نوائت اور ناصر جنگ کے بعض رشتہ داروں نے صلاح کی کہ سعد اللہ خاں مظفر جنگ کو چھڑالیں جسوعنا رام داس پنڈت کہ دیوان ریاست کی پیش دستی میں کام کرتا تھا اس کام کے واسطے زیادہ کوشش کر رہا تھا اور سعد اللہ خاں مظفر جنگ کو ارکاٹ کے قلعے میں سے نکالنے کی فکر کی چنانچہ یہ بندوبست کیا کہ ایک کدال انکے پاس بھیجیں جس سے وہ آہستہ آہستہ قلعے کی دیوار چھیلتے رہیں جب تھوڑا سا کام باقی رہے تو ایک اونٹ اور سامان دیوار کے پاس پہنچا دیا جائے تاکہ تمام دیوار کھود کر اور اونٹ پر بیٹھکر وہ پانڈیچری کو بھاگ جائیں محافظوں کو اس کا پتا لگ گیا انھوں نے یہ واقعہ میر یوسف علی خاں تک پہنچایا جسکے سپرد سعد اللہ خاں کی حراست تھی اور اس کا بھائی میر معصوم علی خاں اس حراست کے کام پر متعین تھا اسنے نواب کے پاس جاکر اسے سارا ماجرا کہدیا اسکے بعد محافظت میں اتنی کوشش شروع ہوئی کہ جب مظفر جنگ قضائے حاجت کو جاتے اسوقت بھی آدمی ساتھ رہتا جب یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی تو مفسدوں نے ناصر جنگ کے قتل کی صلاح کی چنانچہ مرزا محمد خاں بختی و شاہ بیگ خاں خانساماں و شیخ محمد سعید رسالہ دار وغیرہ افسروں نے اسپر اتفاق کرلیا اور ہمت خاں افغان نواب کرنول و عبد النبی خاں حاکم کڑپا و عبد الکریم خاں رسالدار ساونور

سب اس مشورہ مین شریک ہوگئے اور ڈوپلے اور چند اصاحب کو لکھا اور باہم اتفاق کرلیا اور یہ مقرر ہوا کہ جو کچھ ناصر جنگ کے خزانے اور جواہر خانے مین ہے اسکو باہم بانٹ لین گے اور دریاے کشنا کے پار سارا ملک پٹھانون کو دیا جاے گا اور تمام بندرگاہین فرانسیسون کو ملین گی اور دریاے کشنا کے اس پار مظفر جنگ کی حکومت رہیگی جب یہ رازکسیقدر برملا ہوا اور میر نجف علی خان کو اسکی اطلاع ہوئی جسکے سپرد ناصر جنگ کی ساری سپاہ تھی تو اُسنے ناصر جنگ سے سارا حال کہدیا مگر ناصر جنگ نے اپنی صفائی طینت سے جواب دیا کہ ہم نے انکے ساتھ کونسی بدسلوکی کی ہے جو ایسی غداری کرینگے چند روز کے بعد حیلہ بازون نے میر نجف علی خان کو جو ناصر جنگ تک تمام حال پہنچادیا کرتا تھا دربار سے علیحدہ کرنے کی تدبیر کی۔ موقع پاکر ایک روز ناصر جنگ سے عرض کیا کہ میر نجف علی خان کے پاس عمدہ سپاہ جمع ہے اور خود بھی دلاور آدمی ہے مدت سے سردار جا بجا فتوحات کے لیے گئے ہوے ہین ان سے کوئی کام نہ نکلا اور عرصے سے محمد علی خان مورچہ بندی کیے ہوے ترواوی مین پڑا ہے اور اسکے ہاتھ سے بھی کچھ ظہور مین نہ آیا اگر وہان میر نجف علی خان بھیجدیا جاے تو فرانسیسون کو جلد مغلوب کرے ناصر جنگ نے کہا کہ یہ مشورہ بہت مناسب ہے چنانچہ میر نجف علی خان کو بلاکر حکم دیا اسنے عرض کیا کہ اس شرط سے مین اس مہم پر جاتا ہون کہ تمام امرا کو واپس بلالیا جاے اور مجھے بھیجدین تاکہ جو کوئی کام ظہور مین آے میرا نام ہو اس جواب سے ناصر جنگ ناخوش ہوے یہ سوال وجواب ۲۰ ماہ رمضان ۱۱۶۳ھ ہجری کو ہوے تھے غدارون نے یہ قرار دیا کہ ناصر جنگ جب عیدگاہ کو نماز کے لیے جائین تو وہان قتل کردیے جائین۔

اہل غرض نے نواب سے پھر عرض کیا کہ میر نجف علی خان نے آپکے فرمانے کی تعمیل نہ کی ناصر جنگ انکے مکروفریب سے غافل تھے دوسرے دن میر نجف علی خان کو بلاکر کہا کہ ہماری خاطر سے تم وہان چلے جاو چونکہ خان مذکور کو واقعہ عید کی اطلاع مل چکی تھی یہ بات تو اسنے بیان نہ کی اس غرض سے کہ دل اُن کا کبیدہ ہوجاتا دوسری تکالیف شاقہ بیان کرنے لگا چنانچہ عرض کیا کہ اول تین لاکھ روپے خزانے سے خرچ فوج کے لیے مرحمت ہوجائین دوسرے دو بڑی بڑی نامی توپین ہمراہ کی جائین اور جسقدر فوج محمد علی خان کی ماتحتی مین ہے میرے تابع رہے چونکہ ناصر جنگ کی موت قریب پہنچی تھی سب باتین قبول کین تب بھی خان مذکور نے اتنا ٹالا کہ کہا کہ عید کی نماز کے بعد روانہ ہونگا۔ غرض یہ تھی کہ عیدالفطر کی نماز سے فارغ ہوکر نواب صاحب کو دولت خانے مین پہنچا کر جاوے۔ چار گھڑی شب باقی رہے کوچ کا نقارہ بجوایا اور بھیر وبنگاہ کو روانہ کردیا صبح کے قریب نواب کو خبر ملی کہ محمد علی خان کو فرانسیسون نے تباہ کردیا یہ سنتے ہی نواب نے شاہ نواز خان و موسوی خان و مستعد خان وسید دائم و محمد انور خان و مرزا محمد خان وغیرہ کو

بلایا اور میر نجف علی خاں کو اپنے ہاتھ سے رقعہ لکھا کہ روانگی ملتوی کر کے جلد ہمارے پاس آجائے جب تمام آدمی دربار میں جمع ہو گئے تو ناصر جنگ نے آنکھوں سے آنسو جاری کر کے اور حیرت زدہ ہو کر کہا کہ یہ کیا آفت ہے کہ بیس ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادے چار ہزار تلنگوں اور فرانسیسوں سے بھاگ نکلے اور تمام لشکر لٹ گیا اب میں عید کی نماز کو جاؤں گا ملکہ فرانسیسوں کی جانب کوچ کروں گا سرداروں نے کہا کہ عید کی نماز پڑھکر ادھر روانہ ہو جیے نواب نے قبول کر لیا ملالت دلی کے ساتھ نماز کو گئے میر نجف علی خاں نے ایسا انتظام کیا تھا کہ کوئی ناصر جنگ تک نہ پہنچ سکا اور بخیریت واپس ہو گئے اس عرصے میں خبر آئی کہ فرانسیسوں نے قلعہ چیچی بھی لے لیا اور چیت پیٹ کے پاس پہنچ گئے ہیں اور ان کا ارادہ ہے کہ شہر ارکاٹ پر شبخون ماریں اس کام میں ان لوگوں کا اشارہ شامل تھا جو نواب سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ خبر سنتے ہی چوتھی شوال ۱۱۶۳ ہجری کو چاشت کے وقت عین شدت بارش میں ناصر جنگ نے ارکاٹ سے کوچ کیا وہ یہ سمجھے کہ میری چڑھائی کی دھمکی کچھ ڈوپلے کی سختی کو ڈھیلا کر دیگی کچھ میں اسکے ساتھ نرمی کرونگا تو صلح کا معاملہ ہو جائے گا اس لیے اپنے سفیر بنا کر ڈوپلے کے پاس صلح کا پیام لیکر بھیجے ڈوپلے نے یہ دیکھ کر کہ شکار دام کے قریب آیا اور منھ پھیلایا اور پہلی درخواستوں پر یہ اور درخواست بڑھائی کہ شہر مچھلی پٹن اسکو دیدیا جائے اور قلعہ چیچی فرانس والوں کے قبضے میں اسوقت تک رہے جب تک ناصر جنگ اورنگ آباد جائیں ناصر جنگ نے یہ درخواستیں قبول نہیں کیں اور انھوں نے سید شریف کو برار کا صوبہ دار بنا کر ادھر بھیجدیا اور انوار الخیر خاں کو معزول کر کے سید لشکر خاں کو اورنگ آباد کا ناظم بنا کر روانہ کیا انوار الخیر خاں اپنے قبائل کے پاس کرناپور میں تھے آ کر رہنے لگے۔

فرانسیسوں سے جنگ کے لیے ناصر جنگ کی ارکاٹ سے روانگی اور راستے میں کئی قلعوں پر اُن کی طرف سے فوج کشی

جب نواب ناصر جنگ نے فرانسیسوں کی مہم کے لیے روانگی کا ارادہ کیا تو اسوقت انکے پاس سپاہ کم تھی تمام فوج و سپاہ چراگاہوں کو گئی ہوئی تھی تھوڑے سے آدمی ساتھ تھے مگر محمد علی خاں کی تمام و کمال سپاہ موجود تھی محمد علی خاں بھی بھاگی ہوئی فوج لیکر آ گیا تین چار دن میں چاروں طرف سے سپاہ جمع ہو گئی کثرت بارش کی وجہ سے نواب کا لشکر پندرہ دن میں تین میل چلا فرانسیسوں نے

ملہ یہ بیان راحت افزا میں ہے جو محمد علی ابن محمد صادق حسینی نے نواسہ میر نجف علی خاں بہادر شمشیر جنگ کے حکم سے لکھی ہے ۱۲

...رسنی تو قلعہ جبیت بیٹ سے اٹھکر قلعہ چنجی مین متحصن ہو گئے یہ قلعہ بہت مستحکم تھا ایک طرف
...کے پہاڑ تھا بالانحصار اس کا جس کا نام راج کیدہ تھا کمال مضبوط تھا ایک تختے پر راستہ
...قمر تھا اگر تختہ کھینچ لیا جاتا تو پھر کوئی اوپر نہین چڑھ سکتا تھا جب وہ قلعہ فرانسیسون نے
...لے لیا تو ناصر جنگ کی تمام ہمت اسکی تسخیر پر مصروف ہو گئی چنانچہ اس قلعے کی فتح تدبیر نقل
مجلس بھی اسی عرصے مین یہ خبر آئی کہ فرانسیسون کے دو گروہ ہو گئے ہین ایک گروہ قلعہ چنجی
مین مقیم ہے اور دوسرا گروہ قلعہ سلٹ کھیڑہ مین چلا گیا ہے ان کا یہ ارادہ ہے کہ اگر
نواب ناصر جنگ قلعے کی فتح کا ارادہ کرین اور چنجی کا محاصرہ کرین تو سلٹ کھیڑہ انکے لشکر
کے عقب مین واقع ہوگا اور اس طرح دونون طرف سے انکو گھیر لیا جاے گا رسد اور غلہ اور
دانہ و چارہ بند کرکے لشکر کو عاجز کر دیا جاے گا اور دونون طرف سے شبخون مارینگے۔
جب ناصر جنگ کو یہ حال معلوم ہوا کہ فرانسیسی میرے لشکر کو دو طرف سے ستانے کی فکر مین
ہین تو میر بخشی علی خان کو قلعہ شکنی کا بہت سامان دیکر سلٹ کھیڑہ پر دھاوے کا حکم دیا اور خود
قلعہ چنجی کے محاصرے کو بڑھے میر بخشی علی خان خدا پر توکل کرکے قلعہ سلٹ کھیڑہ کی طرف
روانہ ہوا تمام لشکر تعجب کرتا تھا کہ ایسا مستحکم قلعہ اور اسکی حراست فرانسیسون کے ہاتھ
مین ہے بخشی علی خان اسکو کیسے فتح کرسکے گا راستے مین قلعہ ادنی تھا میر بخشی علی خان نے
سے فتح کیا یہان بہت سا مال و اسباب حاصل ہوا۔ اور وہان نائب رکھکر چودھوین شوال
کو قصبہ کلپاک مین جہان فرانسیسون کا تھانہ قائم ہو گیا تھا جا پہنچا ایک پہر مین اسے
فتح کرکے پچاس فرانسیسی اور سو تلنگے گرفتار کیے یہان بھی تھانہ قائم کرکے ۱۶ شوال کو قصبہ
ترنامل پر آیا کہ جو نہایت معمور تھا اس مین ایک گڑھی زمین دوز درمیان مین واقع تھی یہان کے
فوجدار بہادر خان نے دو کوس سے استقبال کیا اور کہا کہ مین نے اپنی آبرو بچانے کو فرانسیسون کا
تھانہ اس آبادی مین قائم کر دیا ہے میرے قصور کو معاف کیا جاے میر بخشی علی خان نے
یہان بھی کلپاک کی طرح تھانہ قائم کیا۔ خان مذکور نے یہان کے ایک شخص بہادر خان نام
سے سلٹ کھیڑے کا حال دریافت کیا کہ اسکی مضبوطی کیسی ہے اسنے کہا کہ نہایت مضبوط
قلعہ ہے اور اس مین توپین اور رہکلے اور بان اور آذوقہ کثرت سے جمع ہے اور فرانسیسون
کی طرف سے تلنگے رہتے ہین اور وہ نواب ناصر جنگ سے لڑنے کا ارادہ رکھتے ہین تمہارے
ساتھ تو بہت کم سپاہ ہے جسکے اعتماد پر تمنے اس قلعے کو فتح کرنے کا ارادہ کیا ہے بہتر یہ ہے کہ
ادھر سپاہ نہ لیجائیے مگر اس بات سے میر بخشی علی خان ذرا ہراسان نہوا فوج کو مرتب کرکے
آگے کو بڑھا۔ چونکہ قلعہ سلٹ کھیڑہ ترنامل سے چھ کوس کے فاصلے پر تھا آج کی منزل تین کوس کی تھی

صبح کو سوار ہوا اسکے ساتھ قواعد داں سپاہی اور گولہ انداز کل ایک ہزار کے قریب تھے ایسے پہاڑوں سے جدھر سے پیادہ بھی بمشکل گذر سکتا تھا راستہ طے کیا آپ تو قلعے کے مقابل کھڑا رہا پیادوں کو کہا کہ جب ہمارے مقابلے کو فرانسیسی نکلیں تو تم دوسرے رستے سے قلعے کی تلیٹی میں پہونچکر جسے پاؤ لوٹ لو اور مار ڈالو تدبیر تقدیر کے موافق تھی جوں ہی کہ نجف علی خاں قلعے کے مقابل فوج جما کر کھڑا ہوا فرانسیسی جوق جوق قلعے سے نکلکر تلیٹی سے ایک کوس بڑھکر مقابل ہوئے پیادے میدان خالی پاکر تلیٹی میں پہونچ گئے اور لوٹ مار کرنے لگے جب فرانسیسیوں نے یہ حال سنا گھبرا کر اپنے بال بچوں کی فکر میں واپس ہونے لگے اور تلیٹی کی طرف چلے باقی لڑتے رہے اس میر نجف علی خاں نے جلادت کر کے دھاوا کر دیا سات سو آدمی مارے گئے باقی بھاگ نکلے اور میر نجف علی خاں مارتا ہوا قلعے کی تلیٹی میں داخل ہو گیا چار سو فرانسیسی اور تلنگے قلعے میں باقی تھے انھوں نے قلعے کے دروازے کو پتھروں اور مٹی سے سد کر کے لڑائی شروع کر دی میر نجف علی خاں نے ہمت کر کے لڑ کر دوپہر کے عرصے میں قلعے کی نصف بلندی پر قبضہ کر کے مورچے جما دیے اس عرصے میں کثرت سے مینہ پڑا ہوا تیز چلنے لگی آدمی ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تو یہ مشورہ قرار پایا کہ مورچے بدستور قائم چھوڑ کر خود تلے اتر آئیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی اور رستوں کی تعمیر دیکھیں کریں جب رات ہو گئی تو تمام رات مورچوں کا سامان مہیا کرنے لگے صبح کے وقت صفیں جما کر قلعے کے آس پاس پھرے لیکن مورچے قائم کرنے کی جگہ نہ پائی ناچار اسی راہ سے کہ جہاں رات کو مورچے قائم کیے تھے یورش کی اور اتنی کوشش کی کہ دن بھر لڑتے رہے یہاں تک کہ سہ پہر کے وقت سپاہ قلعے کے قریب پہنچ گئی قلعے سے برابر آگ برس رہی تھی مگر محاصرین شجاعت شعاری کر کے برابر مورچے بڑھائے جاتے تھے چار گھڑی دن باقی تھا کہ میر نجف علی خاں اور دوسرے جماعہ داروں کے نشان قلعے کی دیواروں کے تلے پہنچ گئے سید محمد نامی تلنگوں کا افسر تھا اُسنے اس معرکے میں خوب داد شجاعت دی کہ اول دیوار کے تلے اپنی جمعیت کے ساتھ پہنچ گیا بعد اسکے دوسرے بہادر بھی اس سے آکر مل گئے اس عرصے میں ہرکاروں نے خبر پہنچائی کہ قلعے والوں کے لیے کمکی فوج فرانسیسیوں کی طرف سے آرہی ہے اور لشکرگاہ جو قلعے سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے اسکو لوٹ لینے کا ارادہ ہے اس خبر سے دل پر بڑا صدمہ گذرا قریب تھا کہ قضیہ برعکس ہو جائے میر نجف علی خاں نے اپنے چھوٹے بھائی میر حسن علی خاں کو سو آدمی دیکر مقابلے کو بھیجا اسنے جلد پہنچکر انکو تباہ کر دیا اس تردد میں رات ہو گئی اور بہت تاریکی چھا گئی علاوہ اسکے ہوا اور بادل اور بجلی کی کڑک شدت سے تھی میر نجف علی خاں نے جو سیڑھیاں پہلے سے تیار رکھی تھیں انکو قلعے کے تلے لگا کر اول پاؤں اپنا رکھا اور قلعے پر چڑھ گیا پھر اسکے تمام آدمی چڑھ گئے اور قلعے میں کود کر ایسی شمشیر زنی کی کہ

کا صفایا ہوگیا یہ فتح ۴ ذیحجہ سنہ ۱۱۶۳ ہجری کو یکشنبہ کے دن دوپہر کے وقت حاصل ہوئی
ی وقت سونے چاندی کی کنجیاں بنواکر نواب ناصر جنگ کے پاس مع فتح کی عرضی کے شتر سوار
ہاتھ بھیجی شتر سوار پہر رات گئے وہان پہونچا نواب نے اسی وقت جشن ترتیب دیا اور نوبت
دیانے بجوائے اور سب خاص خاص آدمیون کو بلاکر میر نجف علی خان کی بہادری و تدبیر و
کے قصے بیان کرتے رہے خواص و عوام نے نذرین دکھائین۔ صبح کو ناصر جنگ نے شمشیر
گھوڑا اور خلعت خاصہ اور خطاب **خانی** میر نجف علی خان کے لیے بھیجا اور اس قلعہ مفتوحہ
نام **نجف گڑھ** رکھا اور قلعے مع اسکے علاقے کے میر نجف علی خان کی جاگیر مین دیدیا۔

اس اثنا مین میر مظفر نامی تورانی جماعہ دار باشندہ سیکاکول کہ متمول آدمی تھا اور اسکے
ساتھ رفقا زیادہ تھے نواب ناصر جنگ کے پاس آیا اور کہا کہ جسقدر مغل آپ کی سرکار مین
ملازم ہین میرے ہمراہ کر دیجیے مین فرانسیسون کو تباہ کردونگا نواب نے یہ بات پسند کی
اور بخشیون کو حکم دیا کہ جسقدر مغل یہان نوکر ہین سوائے مغل خاص برادری کے انکے نام
لا دین چنانچہ وہ لوگ فرد لکھ کر لائے تو ۲۲ سو آدمی ایسے نکلے تمام مغلون کی سرداری میر مظفر
کے نام مقرر ہوگئی اور حکم ہوا کہ یہ سب فرانسیسون پر یورش کرین میر مظفر ناصر جنگ کے لشکر
سے رخصت ہو کر ان فرانسیسون پر حملہ آور ہوا جو **ترمی وادی** مین پڑے ہوے تھے
اور یہ مقام ناصر جنگ کے لشکر سے آٹھ کوس کے فاصلے پر واقع تھا بہت سے دشمن مارے گئے
اور اکثر نے تالاب مین کود کر جان دی میر مظفر نے انکے سر ناصر جنگ کے پاس بھیجے جنہون نے
اسکو پانصدی منصب اور ہمراہیون کو اضافے دیے اسکے بعد میر مظفر ایک گرجے مین فرانسیسون پر
حملہ آور ہوا فرانسیسون کی طرف سے گولی اسکی پیشانی مین لگی ملک عدم کو راہی ہوا پھر
سید امیر شاہ نامی رسالہ دار **شیو گنجی** اور **بشن گنجی** کی تسخیر کے لیے مامور ہوا کچھ کوشش
نہ کی ناکام واپس آیا۔

ناصر جنگ کا قلعہ چنجی پر حملہ

اس عرصے مین ناصر جنگ ارکاٹ سے چل کر قلعۂ چنجی کے پاس پہنچ گئے اور قلعے کے فتح کرنے
کا سامان کیا **مقدمۃ الجیش** مین راجہ رام چند پسر چندر سین کو پانچہزار سوار اور پانچہزار ال
پیادون کے ساتھ مقرر کیا اور **سیدھے ہاتھ** کی طرف جانوجی کو چار ہزار سوار اور چار ہزار ال
پیادون کے ساتھ متعین کیا اور انکے سامنے بیر نایک و مادہ نایک اور دوسرے زمیندار پانچہزار
پیادون کے ساتھ مقرر رہے اور **الٹے ہاتھ** کی جانب ہمت خان
ہزار پیادون

وعبدالنبی خان وعبدالحکیم خان حاکمان کرنول وکڑپا وساونور مقرر ہوے اور انکے سامنے مہیس بائی
کھنڈا کلہ اور بلہے راو کا سردار بھوجی اور مراری راو وغیرہ پانچہزار سوار اور دس ہزار پیادوں کے
ساتھ متعین ہوے اور عقب لشکر بن غلام مرتضے وغیرہ مقرر ہوے قلب لشکر کے
سامنے شاہ نوازخان اور بخشی لوگ پانچہزار سپاہ کے ساتھ مقرر ہوے۔ جزائل اور توپیں وغیرہ
آلات جنگ سیدھے ہاتھ کی طرف رحیم اللہ خان وخواجہ امام اللہ خان پسر قسورہ جنگ اور
سری رنگ پٹن کے دیوان کھرپا وغیرہ کی نگرانی میں مقرر ہوے اور انکے ساتھ دس ہزار سوار و
پیادے متعین ہوے۔ ناصر جنگ نے اپنے اور مقدمتہ الجیش کے درمیان توپ اور رہکلہ
وجزائل وغیرہ کی افسری خان عالم دقاصی۔ انکے سپرد کی اور انکے ساتھ دو ہزار پیادہ وسوار
تھے۔ اور صف شکن خان ویعقوب خان وغیرہ پانچہزار سواروں کے ساتھ ہر طرف کی
فوج کو مدد دینے کے لیے مامور ہوے ناصر جنگ نے اپنے ہاتھی کے پیچھے میرزا محمد خاں بخشی
وشاہ بیگ خان خانساماں اور شیخ محمد سعید رسالہ دار اور دوسرے امرا کو دس ہزار سواروں
کے ساتھ رکھا اور قلعہ جنجی پر گولہ باری شروع ہوئی جو کہ قلعے سے گولے متواتر پڑرہے تھے کوئی
یورش کرنے کی جرائت نہ کرسکا۔
قلعہ جنجی سے نوکوس پر بیل پور تھا اور یہاں سے قلعہ پانڈیچری بارہ کوس پر تھا پانڈیچری
سے ڈوپلے نے روپے لک بھیج رہا تھا اور مظفرخان گاردی کے ہمراہ گولہ بارود اور فرانسیسی
سپاہی بھیجتے تھے مظفرخان پانڈیچری سے چلکر بیل پور میں پہنچ جاتا اور وہاں سے راتوں رات
چل کر صبح کو جنجی میں آجاتا اور ایک روز جنجی میں ٹھہر کر لوٹ جاتا اس طرح دس دن تک لڑائی
رہی اور کوئی صورت فتح کی میسر ہوئی۔

برسات وغیرہ کی وجہ سے ناصر جنگ کے لشکر پر مصائب

آسماں سے مینھ جو برس رہا تھا دریاؤں کے بیچ میں لشکر گھر گیا آمدورفت اطراف سے
مسدود ہوئی کھانے پینے کی چیزوں کی نایابی وناداری نے زور کیا فرانسیسیوں نے ناپوں
اور راستوں پر حفاظت کرلی تھی برسات اور قحط اور دولے سے بڑھکر ناصر جنگ کے جانی دشمن
پٹھاں نواب تھے وہی انکی آدھی فوج پر حکمرانی کررہے تھے جو ڈوپلے کے ساتھ سات مہینے
سے سازش رکھتے تھے غلہ ایسا گراں ہوگیا تھا کہ ایک روپے میں ایک آدمی کا پیٹ
بھرتا تھا قلعہ جنجی کے اندر لشکر نواب کے سامنے ریلے چکرا دی طغیانی پر تھا اس کا عبور
مشکل تھا اور دریائے مذکور کے اس طرف قلعہ بیلپور سے مظفرخان گاردی کے ساتھ پانڈیچری

سے کمک آنے کے لیے میدان خالی تھا اور چنجی کے پیچھے سے پالہ اٹوا لم ایک زمیندارہ واقع تھا اور زمیندار یہان کا پچاس ہزار پیادے اور دو ہزار سوارون کے ساتھ ناصر جنگ کی لفقت مین کوشش کر رہا تھا اسکے عین زمیندارے مین قلعہ کلول کھیڑہ واقع تھا اور یہ نہایت مستحکم قلعہ تھا اور نہایت دشوار گذار تھا یہ قلعہ زمیندار مذکور کے قبضے مین تھا اور میدان مین اسکے متصل پانچ کوس پر قلعہ درد اور نہایت مضبوط واقع تھا قلعہ ترچنا پلی کا راستہ ادھر ہو کر تھا فرانسیسون نے اپنا تھانہ وہان بٹھا دیا تھا بنجارے اور رسد لانے والے جو اُدھر سے رسد وغیرہ ناصر جنگ کے لشکر مین لاتے فرانسیسی انھین مار ڈالتے یہان سے الٹے ہاتھ کی طرف پانچ کوس پر قلعہ راوت بلور تھا جو نہایت اونچا تھا یہ بھی فرانسیسون کے قبضے مین تھا غرضکہ دشمن نے ناصر جنگ کے لشکر کو مرکز کی طرح گھیر لیا تھا جب یہ خبر ناصر جنگ تک پہنچی تو سرداران لشکر کو کہا کہ ان قلعون کے لینے کی فکر کرین اور لشکر سے روانہ ہو جائین لیکن بارش کی کثرت سے کوئی باہر نہین نکل سکتا تھا اس وجہ سے ناصر جنگ نے میر نجف علی خان کو جو قلعہ سلٹ کھیڑہ عرف نجف گڑھ مین مقیم تھا لکھا کہ لشکر پر حالت تنگ ہے کوئی سردار لشکر سے چلنے کی ہمت نہین کرتا تم جرات کر کے اور اللہ پر بھروسا کر کے اول قلعہ نروا نکم کو فتح کر کے وہان تھانہ بٹھا دو تاکہ راہ رسد غلہ کھل جائے پھر یہان سے پورے بندوبست اور ہوشیاری سے چلکر پالہ اٹوا لم کو جہان کا زمیندار فرانسیسون سے ملا ہوا ہے مسخر کر لو تاکہ فرانسیسون کا راستہ کہ پانڈیچیری سے آتے ہین بند ہو جائے میر نجف علی خان یہ حکم دیکھکر روانہ ہوا اور قلعہ نروا نکم کے پاس پہنچا جو مضبوط تھا اور اُسکے پاس دریا جاری تھا طغیانی کی وجہ سے اس سے عبور مشکل تھا خود گھوڑے پر سوار ہو کر اسے پانی مین ڈالدیا اور میر محمد رضا خان اور میر نذر علی اپنے بھائی کو لشکر گاہ مین دریا کے کنارے عبور کے لیے چھوڑا اور آپ تھوڑے سے پیادون اور جزائل اندازون وغیرہ کو ساتھ لے کر قلعہ کے پاس پہنچا محاصرہ کر لیا قلعے سے ایک توپ چلی آخر کار اہل قلعہ تاب نہ لائے اور قلعے کو خالی کر دیا اور مخفی راستے سے نکل گئے چار گھڑی کے عرصے مین قلعہ مفتوح ہو گیا یہان تک کہ جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے انھین خبر بھی نہ پہنچی میر نجف علی خان درخت کے تلے بیٹھ کر خبر فتح قلعہ کی اور نذر مبارکباد نواب کے لیے تیار کرنے لگا کہ اس عرصے مین میر نذر علی خان برادر میر نجف علی خان بہیر و بنگاہ کو لیکر آگیا لوگون کو تعجب ہوا کہ ایسا قلعہ کیونکر اتنی جلدی فتح کر لیا اور کہنے لگے کہ یہ وقت بے غمی سے لکھنے کا ہے اسنے جواب دیا کہ نواب کو فتح کی مبارکباد کی عرضی لکھ رہا ہون جب قلعے مین داخل ہوے تو اور مویشی اور چارے دانے سے معمور پایا اس سامان کی وجہ سے لشکری مستغنی ہو گئے غلہ دوکاندارون نے اپنے تمام خالی جانورون پر لادیا میر نجف علی خان کے لشکر کو کمال

رفاہ حاصل ہوگیا اور رسد غلہ ناصر جنگ کے لشکر میں بھی جاری ہوگئی۔ اس قلعے میں دو سو سواروں
چار سو پیادوں اور پچاس تلنگوں کا تھانہ قائم کیا اور ایک دن جشن کرکے فوج کو چند سرداروں
کے ساتھ قلعہ راوت نلور کی طرف جو دریا سے پانچ کوس تھا بڑھایا وہاں سے قلعے کے تمام مویشی
مع رعایائے پائیں قلعہ کے پکڑ لائے لشکر میں گائے اور بکری چار چار آنے کو بکنے لگی یہاں تک
کہ ایک روپے کو چار پانچ جانور کوئی نہیں لیتا تھا جب ان فتوحات کی وجہ سے ناصر جنگ کے
لشکر میں بے فکری ہوگئی تو نواب میر یوسف علی خاں نے فتح پالہ اٹوالم و قلعہ کلول کھیڑہ و تلکور کا
عزم کیا۔ جب میر یوسف علی خاں کوچ کرکے پالہ اٹوالم پر پہنچا وہاں کا زمیندار جن نائر تھا باوجودیکہ
بہت سے آدمی اسکے پاس جمع تھے اور بہت کثرت سے جنگل اور درخت وہاں موجود تھے
لیکن ڈر کر اسنے اپنا وکیل خاں مذکور کے پاس بھیجا اور اس مضمون کی عرضی لکھی کہ میرے سر پر
کوئی مالک نہ تھا کہ اسکے سامنے جاں نثاری کا حق ادا کرتا میں نے آپ کا نام خوب سنا ہے آپ میرے
سر پر ہاتھ رکھیں کہ آپ کے ساتھ کار نمایاں کروں اور ضیافت کا سامان شاندار طور پر بھیجوں اسکے
وکیل کے آنے اور اطاعت گذاری کا پیام بھیجنے سے لوگوں نے تعجب کیا میر یوسف علی خاں نے
جواب لکھا کہ اگر تم صدق دلی سے آؤ گے تو تمام تقصیرات کی معافی دیگر رعایتیں کی جاوینگی یہی
بہتر ہے کہ خود آجاؤ خط کا جواب لکھکر اسکے وکیل کے ہاتھ میں دیا اور اسکو خلعت دیکر رخصت کیا
وکیل کی واپسی کے بعد وہ خود آیا اسکے آنے سے لشکر میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ قلعہ تلکور یہاں سے
تیس کوس پر تھا اور اس میں فرانسیسیوں اور تلنگوں کی چوکی تھی جب وہاں پالہ اٹوالم کی خبر
پہنچی تو وہاں کے سپاہی قلعہ خالی کرکے بھاگ گئے یہ حال میر یوسف علی خاں کو معلوم ہوا تو وہ خوش
ہوا اور دو سو سوار و پیادہ کا تھانہ بٹھا دیا اور وہاں کا ذخیرہ لشکریوں نے پہنچکر لوٹ لیا
اب میر یوسف علی خاں نے پالہ اٹوالم کے زمیندار کو لکھا کہ اگر تم وفاداری میں راسخ ہو تو ہمارا
تھانہ قلعہ کلول کھیڑہ میں جو تمہارے قبضے میں ہے بیٹھ جانے دو اور قلعہ چیچی کی تسخیر کی تدبیر
بتاؤ اسنے جواب دیا کہ چیچی کا قلعہ پالہ اٹوالم کی طرف سے بہت چھوٹا ہے اسکی بلندی تک
سیڑھی پہنچ سکتی ہے میں کئی سو سیڑھیاں تیار کرادونگا اور فرانسیسی اس بات سے غافل
ہیں سیڑھیاں لگاکر قلعے والوں کو مغلوب کرلینا چاہیے اس عرصے میں نواب میر یوسف علی خاں
کو حکم لکھا کہ جہاں تم مقیم ہو وہاں سے ویلور کا قلعہ نو کوس ہے اور ہمارے لشکر سے بھی نو کوس ہے
لیکن ہمارے لشکر اور قلعہ مذکور کے درمیان دریائے چکراوتی حائل ہے اور اس میں طغیانی ہے
مظفر خان گاردی رودراہ پانڈیچری سے چل کر چیچی میں رسد پہنچاتا ہے ایسی تدبیر کرو کہ قلعہ ویلور پر
تمہ اگر اس میں تھانہ بیٹھ جائے اس خدمت کے صلے میں پانچ محال ترپی وادی وغیرہ کے جنکی

سالانہ آمدنی تین لاکھ روپیہ ہے جو تمھاری تنخواہ سے زیادہ ہے ہمنے تم کو دیے چاہیے کہ اپنی حکومت وہان جما دو میر نجف علی خان نے اس حکم کے موافق بیلپور کی طرف کوچ کیا اس عرصے مین مظفر خان گاردی پانڈیچری سے رسد لیکر بیلپور کے متصل پہنچ گیا تھا وہ میر نجف علی خان کے مقابل ہوا دو پہر تک جنگ کر کے مغلوب ہو کر بھاگا اور چکرا وتی مین عبور کرنے کے لیے کو دپڑا دوسرے کنارے ناصر جنگ کی فوج مقیم تھی اتفاقاً جا نوجی بنال کر اور امان اللہ خان سپاہ کو لیے ہوے طلاے کے طور پر دریا کے کنارے موجود تھے انھون نے مظفر خان کو تنہا پا کر پکڑ لیا اور ناصر جنگ کے پاس پہنچا دیا اور تمام حال انسے بیان کیا انھون نے میر نجف علی خان کو اسکی بہت تعریف و توصیف لکھی اسکے گرفتار ہونے کے بعد بیلپور مین تھانہ بٹھا دیا گیا بعد اسکے میر نجف علی خان پھر پالہ اٹوالم کو چلا گیا مینھ کثرت سے برس رہا تھا یہ واقعہ ۲۲ ماہ ذیحجہ سنہ ۱۱۶۳ہجری کا ہے جب پالہ اٹوالم مین پہنچا تو دو سو سیڑھیان تیار ملین۔

سنہ ۱۱۶۴ہجری مین جب عشرہ محرم پہنچا تو میر نجف علی خان مراسم تعزیہ ادا کرنے لگا عین عشرے مین فرانسیسون نے چارون طرف سے چڑھائی شروع کردی مگر میر مذکور نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی جب تعزیہ عاشورہ سے فرصت ملی اور ساڑھے تین سو سیڑھیان بن چکی تھین تو اب خان مذکور نے نواب ناصر جنگ کو لکھا کہ یہان ایسا انتظام ہوا ہے حضور فوج تیار کر کے قلعہ چنجی کے مقابل کھڑے ہو جائین تاکہ فرانسیسی اُدھر متوجہ اور ادھر سے غافل رہین ایسی حالت مین قلعہ چنجی پر حملہ کر کے اور اسکی فصیل پر چڑھ کر انکو قتل و اسیر کرونگا دو دن تک جواب کا انتظار کیا بعد اسکے چار گھڑی رات رہے توپون کی آواز آئی یہ سمجھا گیا کہ نواب نے اُدھر سے حملہ کر دیا ہے تو ادھر سے میر نجف علی خان نے بھی اپنی سپاہ کی تیاری کی صبح صادق کے وقت شتر سوارون اور ڈاک سوارون کو چارون طرف خبر لینے کے لیے بھیجا پہر دن چڑھے خبر آئی کہ ناصر جنگ کے لشکر کو فرانسیسون نے تباہ کر دیا میر نجف علی خان کو بہت رنج ہوا اسکو بھی چارون طرف سے فرانسیسون نے گھیر لیا تھا اور نو لاکھ روپیہ سہ بندی کی تنخواہ کا چڑھ گیا تھا۔

ناصر جنگ کا فرانسیسون سے مقابلے کے وقت اپنے جاگیردار پٹھان کے ہاتھ سے مارا جانا

جب مظفر خان گاردی قید ہو کر مرزا محمد خان بخشی کے حوالے کیا گیا تو اس بخشی خان نے مظفر خان سازش کر کے فرانسیسی گورنر ڈوپلے کو لکھا کہ ہمت خان حاکم کرنول اور عبدالنبی خان

حاکم کرناٹک آپ سے مل جائیں تو ہم ناصر جنگ کو مار ڈالیں مرزا محمد خان بخشی اس راز سے واقف نہ تھا کہ یہ پٹھان نواب پہلے ہی ناصر جنگ کی مخالفت میں ڈوپلے کے ساتھ ہم نوا ہیں اور انکی نسبت ایسا گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ یہ لوگ باپ دادا کے وقت سے ریاست آصفیہ کے مرہون منت تھے اور ہمت خان کو ناصر جنگ سے بہت ربط وضبط تھا۔ مگر کہنے والے نے سچ کہا ہے ؎ کینہ و بغض و حسد حصہ بافغاں دادند + سرکار نواب ناصر جنگ کا عمدہ اہلکار رام داس پنڈت بھی جو ہدایت محی الدین خان کا طرفدار تھا مرزا محمد خان وغیرہ مخالفان ناصر جنگ کا شریک مشورہ ہو گیا لیکن ڈوپلے اس وجہ سے بہت ڈر رہا تھا کہ کہیں یہ راز فاش ہو جائے اور نواب ناصر جنگ زندہ رہے تو ایک عالم تباہ ہو جائے اسنے پٹھان نوابوں کو خط لکھا کہ سب ایک دل ہو کر ناصر جنگ کا کام تمام کر دو گے اور سعد اللہ خان مظفر جنگ کو انکی جگہ مسند نشین کر دو گے تو جو خزانہ ناصر جنگ کا ہاتھ آئے گا باہم بانٹ لیں گے اور جسقدر ملک تم چاہو گے تم کو دلا دیا جائے گا جب پٹھان نوابوں کے پاس یہ خبر پہنچی تو وہ اس کام کے لیے تدبیر کرنے لگے اور لوگوں کو بھی ملانے لگے۔ ناصر جنگ کے خلاف مقربین کی ایک پارٹی قائم ہو گئی جسکے ممبر پٹھان جاگیردار اور مرزا محمد خان بخشی سائر اور جانوجی نالکر اور شیخ محمد سعید رسالہ دار ماربولی اور شاہ بیگ خان اور رام داس پنڈت اور شجاعت خان جو ملکی جماعہ دار قدیمی نواب اور راجے بشنداس تھے سب یک دل ہو کر نواب کے قتل کے درپے ہوئے بعض کہتے تھے کہ اس مصلحت میں محمد انور خان بھی شریک تھا ڈوپلے اپنے داؤں گھات لگا رہا تھا اور ٹٹی کی اوجھل شکار کھیل رہا تھا ادھر وہ نوابوں کے ساتھ سات مہینے سے سازشوں میں شریک تھا ادھر ناصر جنگ کے ساتھ عہد و پیمان ہو رہا تھا وہ سوچتا تھا کہ دونوں پانسوں میں سے ایک ہر گز پڑا تو کہیں گیا نہیں ناصر جنگ کا حال تنگ تھا سیکڑوں آفتوں اور دشواریوں میں برس روز سے پھنس رہے تھے مزاج میں استقلال اور ہمت ایسی نہ تھی کہ وہ ایسے وقت کے خم و پیچ سے نکلتے ناچار فرانسیسیوں کی ساری درخواستیں منظور کر کے اپنے سفیر ڈوپلے کے پاس پانڈیچری بھیجے ادھر یہ سفیر آئے ادھر نوابوں اور دوسرے برگشتہ لوگوں کے پیغام آئے کہ سارا کام لیس ہے ڈوپلے نے کہا کہ میں بھی حاضر ہوں۔ موسیو ڈی لاٹچ کو جنجی میں کہلا بھیجا کہ آٹھ سو فرانسیسی سپاہ اور تین ہزار ہندوستانی سپاہ لیکر ناصر جنگ کے لشکر کی طرف جائے اور موسیو دتول کے شریک ہو جائے ناصر جنگ ابھی اسی بھلاوے میں بیٹھے تھے کہ فرانسیسی ایسی دغا بازی کرینگے کہ مجھ سے عہد و پیماں کا وعدہ کر کے میرے لشکر پر حملہ کرینگے۔ حدیقۃ العالم میں لکھا ہے کہ ناصر جنگ کے سردار بوجہ انکی رعونت کے انسے ناخوش تھے کیونکہ وہ ہر ایک سے اسکے رتبے کے موافق

سلوک نہین کرتے تھے ایسے لوگون نے انھین صحیح حالات سے آگاہ نہین کیا چنانچہ ۱۴ محرم ۱۱۶۸ھ سنہ
کو فرانسیسون کی آمد آمد کا غلغلہ مچا اور انھین غدارون نے نواب سے عرض کیا کہ آج فرانسیسی شبخون
مارنے والے ہین رات بھر تمام لشکر تیار رہا لیکن حملہ نہوا دوسرے دن پھر شبخون کی خبرین انھین لوگون
نے اڑائین اس اثنا مین مفتریون مین سے بعض نمک حرامون نے نواب سے عرض کیا کہ شاہ نوازخان
پیش لشکر مین ہین اور وہ فرانسیسون سے مل گئے ہین ناصر جنگ کو باوجودیکہ شاہ نوازخان کا بڑا اعتماد
تھا لیکن رات کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ آج تم یہین رہو انھون نے اپنی جگہ پر میر جلال الدین خان
بخشی اور متہور خان کے دونون داماد مصطفے خان اور جانبازخان کو مقرر کرکے ناصر جنگ کی
لشکرگاہ مین چلے آئے آدھی رات کو پھر فرانسیسون کی آمد آمد کی خبر ہوئی چونکہ دو تین رات سے
ایسی ہی بے اصل خبرین اڑ رہی تھین تو لشکر کے آدمی استہزا کرنے لگے تھے ناصر جنگ بھی ضروری
انتظام کی طرف آج متوجہ نہوئے۔ راجہ رام چندر جو مقدمۃ الجیش سے آگے موجود تھا اسنے فرانسیسون
کی حرکت اور افاغنہ اور جانوجی کے آدمیون نے فرانسیسون کے لشکر مین آنے جانے کا حال
اپنی آنکھون سے دیکھکر نواب کے پاس آکر اُن سے کہدیا ناصر جنگ نے جانوجی کے پاس چوبدار
اس خبر کی تصدیق کے لیے بھیجا اُسنے جواب کہلایا کہ حضور کی رکاب مین دو تین لاکھ آدمی ہین اور
ہم سے ہزارون جان نثار موجود ہین اول جو کچھ گذرے گا وہ ہم جان نثارون پر گذرے گا اسکے بعد
حضور کے لشکر تک نوبت پہنچے گی رام چندر بچا ہے اسنے کیا دیکھا ہے لشکری ایسی خبرون پر ہنستے
ہین حضرت آرام سے بے فکر رہین اس بات سے نواب کی کچھ خاطر جمع ہوئی پھر رات رہے کھانا مانگا
اور تہجد کی نماز کی تیاری کی جو اُن سے کبھی ناغہ نہوئی تھی اور قضائے حاجت سے فرصت پاکر چوکی
پر وضو کو بیٹھے تھے کہ پانچ گھڑی رات باقی رہے ایک مرتبہ جانوجی اور افاغنہ کی طرف سے توپ کی
آواز آئی لشکریون پر ہنگامہ عظیم برپا ہوگیا۔ کہنے والون نے اسوقت ناصر جنگ سے کہا کہ ہاتھی
مست ہوگیا ہے اسپر آدمی ہنگامہ کررہے ہین انھون نے یہ بات قبول نہ کی اور سواری مانگی
جب تک سواری آئے موشیر دتول کی سپاہ نواب کے ہراول کے لشکر کو شکست دیکر نصف لشکر
مین گھس آئی اور توپین مارنے لگی اور جو توپین ناصر جنگ کی بھری کھڑی تھین ان کا منہ ناصر جنگ
کے خیمے کی طرف کرکے فیر کرنے لگی اور ایک میل تک مفرورون پر آگ برسائی اور پٹھانون کے
دولت خانے تک فرانسیسی پہنچ گئے اگر پٹھان فرانسیسون کی ہمت نہ بندھاتے تو وہ ایسا
نہ کرسکتے یہان قاعدہ تھا کہ رات کو خوب پیٹ بھر کر کھاتے اور پھر اسپر افیم چڑھاتے اور صبح کے
وقت ایسی خواب گران مین ہوتے کہ توپ کے گولے اور بندوق کی گولیان بھی جب تک ہزارون کو
خوابگاہ عدم مین نہ سلادین وہ بستر سے نہین اٹھتے۔

قلب لشکر پر فتح کے بعد فرانسیسیوں نے آنکھ اٹھا کر سامنے دیکھا تو پاس ہی ایک لشکر جہاں تک نظر جاتی کھڑا ہے یہ دیکھ کر خوف پیدا ہوا مگر بیچ میں ایک ہاتھی تھا اس پر سفید جھنڈا اڑتا تھا یہی نشان آپس میں دغابازی اور نوابوں کے ملنے کا ٹھہرا تھا اسکو دیکھ کر فرانسیسیوں کو اطمینان ہوا جوں ہی نواب کا فیل سواری پہنچا تو وہ بے تیاری کے سوار ہو گئے تین ہزار کے قریب سپاہی گرتے پڑتے انکے ساتھ ہوئے چونکہ زیادہ عرصے سے وہاں لشکر مقیم تھا اکثر آدمیوں نے خیموں کے سامنے کنویں اور چشمے کھدوا لیے تھے اسوجہ سے ہزاروں سوار ان میں گر پڑے نواب کی خواصی میں اسوقت فتح الدین خاں عرف ٹلی بیٹھا ہوا تھا ناصر جنگ نے ہاتھی فرانسیسیوں کے بیچ میں پہنچا دیا اکثر فرانسیسی مارے گئے اور اکثر بھاگ کر ناصر جنگ کے خیموں پر جا پڑے اور لشکر کے پیچھے سے بھی چار ہزار تلنگے اور ہزار فرانسیسی آ گئے اور منافقوں کے اشارے سے ہر جگہ گھس گھس کر لوٹنے لگے جب ناصر جنگ نے دیکھا کہ اسوقت کوئی شریک نہیں ہوتا اور تمام سردار مصروف ہیں تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ میں نے ہمت خاں افغان کے ساتھ بہت سی رعایتیں کی ہیں اور اسکو قید سے رہا کر کے اسکے ساتھ احسان کیے ہیں شاید وہ جرأت کر کے فرانسیسیوں کا مقابلہ کرے لڑتے ہوئے ہمت خاں تک پہنچے اس عرصے میں ناصر جنگ کے اکثر رفیق گولے اور گولوں سے مارے جا چکے تھے تو ہاتھی بھی گولوں سے گر گئے بڑی کوشش سے دو ہزار سواروں کے ساتھ ہمت خاں تک پہنچے وہاں جا کر دیکھا کہ تمام پٹھان نواب ہاتھیوں پر سوار اپنا سارا لشکر تیار کیے کھڑے ہیں مگر ایک گولی نہیں چھوڑتے۔ سرو آزاد میں لکھا ہے کہ جوں ہی ناصر جنگ کا ہاتھی ہمت خاں کے ہاتھی کے قریب پہنچا تو نواب نے بطور تواضع کے پہلے سلام کو ہاتھ اٹھایا لیکن ہمت خاں کی طرف سے آداب سلام عمل میں نہ آیا جو کہ ابھی پورا دن نہ نکلا تھا ناصر جنگ نے سمجھا کہ مجھکو پہچانا نہیں ہوگا اس لیے اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لیے عماری سے قدرے بلند ہو کر اونچی آواز سے کہا کہ بھائی یہ وقت کوشش و مردانگی کا ہے دشمن کو دفع کرنے کے لیے آمادہ ہونا چاہیے اسوقت ہمت خاں و عبدالنبی خاں اور عبدالمجید خاں کا بیٹا بہلول خاں تینوں مل کر ناصر جنگ کے ہاتھی کے پاس آئے دیکھا کہ اسوقت انکی رفاقت میں کوئی نہیں ہے ہمت خاں نے شیر بچہ جو ہاتھی پر پاس رکھا ہوا تھا چھاتی میں مارا جیسا کہ راحت افزا میں ہے اور مولوی غلام علی آزاد کہتے ہیں کہ اسوقت ہمت خاں اور اسکی خواصی کے آدمی نے بندوقیں ماریں دونوں گولیاں ناصر جنگ کے سینے کے پار ہو گئیں اور جان نکل گئی۔ فتح الدین خاں ناصر جنگ کے سینے پر پاؤں رکھ کر کوشش کر کے تلے کر دیا اسوقت پٹھانوں نے اسکے بھی تلوار ماری جو زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا لیکن زندہ رہا اس جگہ حاجی سبحانی قوال جو تاسیس کی اولاد سے تھا اور ناصر جنگ کے بعد جانے کا

داروغہ تھا مارا گیا اور مرزا محمد خان بخشی سائر باوصف پٹھانون اور فرانسیسون سے موفقت کے ہاتھی سے کود کر بھاگا اسوقت نواب کے ساتھ ایک سپاہی نے جو پاس کھڑا تھا یہ کہکر کہ مالک کی یہ نوبت پہنچی اور تو سائر کا بخشی ہے اور بھاگتا ہے اسکے تلوار ماری جسنے صرف کان کی لوکو کاٹا اور وہ صحیح سالم نکل گیا محمد انورخان ناصرجنگ و صلابت جنگ و اسد جنگ و بسالت جنگ کی بیگات کو لے کر راجہ رام چندر کے لشکر مین جو سات ہزار سوارون کے ساتھ مقدمہ لشکر مین کھڑا تھا پہنچ گیا اسنے ان سب کو اپنے لشکر کے بیچ مین حفاظت سے رکھا دوسرے رسالہ دارون اور بخشیون مین سے بعض بھاگ گئے اور بعض زخمی ہوکر گر گئے محمد ماہ کہ اول اُس کا خطاب نصیب یار خان اور پھر ظفر یار خان ہوا تھا بندوق کی گولی سے گر گیا اور چند روز کے بعد مر گیا سید دائم کے ایک گولی کی جھپٹ دور سے لگی تھی چندان زخم کاری نہ تھا بھاگ گیا۔

ہمت خان وغیرہ پٹھان یہ کام کرکے دل مین بہت خوف زدہ تھے کہ دیکھیے نواب کا لشکر ہم سے کس طرح پیش آتا ہے اور مبادا تمام سپاہ ہم سے مخالفت کرکے امرائے صاحب ہمت کے شریک ہوکر ہم سے مقابلہ شروع کردے اس لیے ان لوگون نے جلد سعداللہ خان مظفرجنگ کے ہاتھی کو سامنے لاکر انکو ہاتھی سے اتار کر ناصرجنگ کے ہاتھی پر بٹھا دیا مظفرجنگ اس وقت پردہ پوش عماری مین بیٹھے ہوے کیونکہ وہ قید کی حالت مین تھے اور ناصرجنگ کا سر کاٹ لیا اسوقت ناصرجنگ کے فیلبان چاندخان نے ہمت کرکے ایک پٹھان کا جو سر کاٹنے آیا تھا کام تمام کردیا اور دوسرے پٹھان نے اسے مار ڈالا اور ناصرجنگ کا سر ایک اونچے علم کی نوک پر نصب ہوکر سارے لشکر مین پھرایا گیا۔ اُنکے مرتے ہی سارا لشکر پریشان ہوا کیونکہ مشرق مین قاعدہ ہے کہ افسر کا مارا جانا ساری سپاہ کی شکست کے لیے کافی ہوتا ہے لشکر مین عجیب تلاطم پیدا ہوگیا بیس بیس کوس تک پریشانی پھیل گئی تھی خان عالم و شیخ علی جنیدی کہ ناصرجنگ کی تلاش مین آئے تھے ان کا سر نوک نیزہ پر دیکھکر بھاگ گئے اور اب دن نکل آیا تھا اور یہ صبح چہارشنبے کی اور محرم کی سولھوین تاریخ ۱۱۶۴ھ ہجری تھی پچھلے دن مین سر کو لاش سے سی کر اورنگ آباد کو بھیجدی۔ محمد انور قوال ناصرجنگ کی سرکار مین معزز نوکر تھا اور اس کا بیٹا اور باپ بھی سرفراز تھے یہان تک کہ اسکو تین سو سوار دیکر ایک گڑھی پر بھیجا تھا وہان لڑ رہا تھا جب اسکو ناصرجنگ کے مقتول ہونے کی خبر پہنچی تو وہان آکر نواب کی لاش کے ساتھ اورنگ آباد کو چلا گیا جس منزل مین ان کا تابوت ٹھہرتا وہان گلے سے لہو ٹپکتا وہان نقارہ اور جھنڈی نصب کردیتے تھے اور فاتحہ دیتے تھے۔ یہ رسم اس ضلع کے ہندو و مسلمانون مین جاری ہوگئی تھی۔ خلدآباد مین مرقد شاہ برہان الدین غریب مین آصف جاہ کی قبر کے پاس دفن کردیا۔ صورت اسکی یہ ہے کہ آصف جاہ کی قبر سے بائین طرف چند قدم

تا حلے پر ناصر جنگ کی قبر ہے ولی بیگ بیاول جو ساتھ تھا وہ ناصر جنگ کی قبر پر مجاور بن گیا
لفظ حُسنِ خاتمہ (۱۱۶۴) مادۂ تاریخ مقتولی ہے اور لقب بعد الوفات نواب شہید ہے
انکے صرف ایک بیٹی تھی نواب بیگم دختر روشن الدولہ طرہ باز خان کے بطن سے اس لڑکی کا عقد
نکاح قمر الدولہ سے ہوا تھا۔ قلعۂ جنجی کے پاس پانڈیچری سے بیس کوس پر مارے گئے جیسا کہ خزانۂ
عامرہ میں ہے اور سرو آزاد میں بیان کیا ہے کہ ناصر جنگ سر زمین کرناٹک میں جو دارالے جنجی
سے پانچ فرسخ پر ہے اور دورہ کمار کالوہ سے ایک فرسخ کا فاصلہ رکھتی ہے مارے گئے تھے۔
فرانسیسیوں نے اپنی عظمت و شوکت دلون پر بٹھانے کے لیے یہ تدبیر کی کہ ناصر جنگ کی قتلگاہ
پر ایک شہر بسایا اور اس کا نام فتح آباد ڈوپلے رکھا اور اس مین ایک منارہ بنایا جسکے
چارون طرف چار زبانون فارسی۔ ملایا۔ ہندوستانی اور فرانسیسی میں اپنا نام اور اس معرکے کا
حال کندہ کرایا اور اس طرح اپنی یاد کو نقش کا لحجر بنایا۔

قمر نگر عرف کرنول اور کڑپا وغیرہ کے پٹھان جاگیردارون کے دلون مین عداوت کی بنیاد

نواب ناصر جنگ کے ساتھ دغابازی کا بیج دراصل پٹھان جاگیردارون کے دل مین عبدالمجید خان
نے بویا تھا اس کا باپ عبدالکریم خان میانہ سلاطین بیجاپور کے امرائے اعظم سے تھا ایک
اس وقت اسکی اولاد کرناٹک میں بنکاپور وغیرہ کی حاکم تھی عبدالمجید خان نے اپنے بیٹے بہلول خان
کو نعیب یاور خان کی اتالیقی میں ناصر جنگ کے پاس بھیجا تھا اور در پردہ اپنے بیٹے اور
افغانون کو مخالفت پر آمادہ کرتا رہتا تھا ہمت خان جس نے ناصر جنگ کو مارا الف خان
بن ابراہیم خان بن خضر خان کا بیٹا ہے خضر خان عبدالکریم خان میانہ کے کامون کا مدار علیہ
تھا اور داؤد خان پنی جسے امیرالامرا حسین علی خان کے ساتھ بے وفائی کی اور لڑکر مارا گیا خضر خان
کا بیٹا ہے جب دکن کی صوبہ داری شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں اسد خان وزیر کے بیٹے
ذوالفقار خان کے سپرد ہوئی اور نیابت داؤد خان پنی کو ملی تو داؤد خان نے اپنے بھائی ابراہیم خان
کو حیدرآباد کا نائب کیا جب محمد فرخ سیر کے اوائل عہد مین حیدر قلی خان دکن کا دیوان ہوا
تو ابراہیم خان کو کرنول کی فوجداری پر مقرر کیا اس وقت سے کرنول ابراہیم خان کی
اولاد کے ہاتھ مین تھا۔

شاہ نواز خان

تمام منافق و مفسد شاہ نواز خان سے دلی عداوت رکھتے تھے جب ناصر جنگ مارے گئے تو وہ ہاتھی سے اُتر کر کہین چھپنا چاہتے تھے کہ انکے پاس چند جماعت دار آئے اور کہا کہ تم مدار المہام تھے آقا کا یہ حال ہوا اور تم بھاگ کر جلتے ہو مناسب یہ ہے کہ تم ہمارے ساتھ رہ کر دشمنون سے لڑو شاہ نواز خان نے سمجھ لیا کہ انسے ایسی معرکہ آرائی ممکن نہین ہے جواب دیا کہ تم سب مل کر جمع ہو جاؤ اور مین یہان بیٹھا ہون میرے پاس پانچ چھ سوار رکھ جاؤ ایک پہر تک مین یہان منتظر رہون گا چنانچہ وہ آدمیون کو جمع کرنے چلے گئے اور پانچ چھ سوار چھوڑ گئے میر نجف علی خان کا حقیقی بھائی میر محب علی خان خاصہ برداروں کا بخشی ادھر سے نکلا اسنے شاہ نواز خان کو اس حالت مین دیکھکر انکو سوارون کے ہاتھ سے چھڑا کر ساتھ لے چلا پانچ چار خدمت گار ہمراہ تھے اور دوادو بخش دار وغیرہ خوشبو دار خانہ بھی ساتھ ہوا ایک سوار کا گھوڑا چھین کر اسپر شاہ نواز خان کو بٹھایا یہ سب قلعہ چیت پیٹ کی طرف چلے چونکہ شاہ نواز خان گھوڑے کی سواری کے عادی نہ تھے اتنا تھک گئے کہ ایک قدم آگے رکھنا دشوار تھا قلعے کے متصل تالاب تھا اسکے کنارے پر جا کر بیٹھ گئے میر اسد علی کہ چار گھڑی پیشتر ناصر جنگ کے لشکر سے جدا ہو کر یہان آیا تھا اسنے محب علی خان اور شاہ نواز خان کو قلعے مین لیجا کر خاطر سے رکھا۔

جنگ کے دن نواب ناصر جنگ کی حالت

سرو آزاد مین لکھا ہے کہ ناصر جنگ نے لڑائی کو روانگی کے وقت آئینہ طلب کیا اس مین دیکھکر پگڑی باندھی اور اپنے عکس پر نظر کر کے کہنے لگے کہ اے میر احمد خدا تیرا حافظ ہے سوار ہونے کے وقت باوصف اسکے کہ وضو سے تھے دوبارہ تازہ وضو کیا اور نماز کا دوگانہ ادا کیا انکی عادت تھی کہ لڑائی کے وقت سر سے پانون تک لوہا پہنتے تھے مگر آج کے دن سوائے جامہ یک تہی کے کچھ نہ پہنا وہ جب ۱۱ شوال ۱۱۶۴ہجری کو ارکاٹ سے جنگ کے لیے روانہ ہوئے تھے تو اسی ماہ مین انھون نے ایک درویش کے اشارے سے تمام منہیات سے توبہ کر کے روز شہادت تک قائم رہے۔

رحم دلی

ایک دن سفر ارکاٹ مین اُنکے شکار کھلانے والے آدمیون نے ایک ہرن کو موافق ضابطے کے

رام کر لیا جب آہو کو قراولوں نے خیمے میں قریب مسند کے لاکر بٹھایا تو ناصر جنگ نے حاضرین سے پوچھا کہ اسکو شکار کریں یا چھوڑ دیں سب نے کہا کہ شکار کیجیے۔ مولوی غلام علی آزاد سے دریافت کیا گو کیا کرنا چاہیے انہوں نے اول ایک حکایت بیان کی کہ ایک واجب القتل آدمی کو بادشاہ کے پاس لائے بادشاہ نے اس سے کہا کہ کچھ عرض کرنا ہے جواب دیا کہ ہاں حقیقت بادشاہ مجلس سے اٹھا تو اسے عرض کیا کہ گو یہ گنہگار واجب القتل ہے مگر حق صحبت بادشاہ سلامت پر ثابت کر لیا ہے بادشاہ کو یہ حسن ادا اس کا اچھا معلوم ہوا اور معافی دیدی اس ہرن نے بھی حق صحبت آپ پر ثابت کر دیا ہے آگے جو مرضی ہو ناصر جنگ نے سنکر اسکو چھڑوا دیا۔

ناصر جنگ کی نظم آفرینی

ناصر جنگ زبان فارسی میں شعر کہتے تھے صاحب دیوان ہیں آفتاب اور ناصر تخلص ہے مولانا غلام علی آزاد بلگرامی سے مشورۂ سخن تھا۔ علامۂ آزاد کا بیان ہے کہ میں نے ان کا حسن قدر کلام دیکھا دو دیوان ہیں۔ اصل ہوا اور جو میری نظر سے ہیں گزرا وہ اصلاح طلب رہا۔ ذکاوت طبع کی وجہ سے بہت جلد طولانی غزل سنا لیتے تھے انکے پاس اچھے اچھے شعرا اور سخن فہم آدمی جمع تھے جیسے شاہ نواز خاں۔ و موسوی خاں جرأت۔ و مرزا خاں رسا۔ و نقد علی خاں ایجاد اور مولانا غلام علی آزاد علم موسیقی و تصویر کشی خوب جانتے تھے۔

یہ اُن کا کلام ہے

دور از محفل مروت نیست سوزاندن مرا	شمع من ظلمت گرد سر گردیدن مرا
اے یوسف عزیز در آغوش من در آ	اے وحشت رسید تو ہم بوطن در آ
گر خضر کرد صرف رہ اسکندر آب خویش	حسن خط تو آب بقا مے دہد مرا
سیم شگوفہ شاخ چو افتاد میوہ یافت	دست کرم تو وید ثمر مے دہد مرا
نگاہ کو بیتابی مے کشی بزمں بست گردم	تو اے جان نازکی آموختی این قدردانی را
با مروت ساز این قفس آہنگ آزادی	درون سینہ مے کردیم مشق پریشانی را
در یک نفس چو صبح تاراج رفتہ ایم	دریا تبسم چاشنی نو شخند را
جسم قدرہا مود دل سوری	داغ عشق تو گوید درد دل من ست
از گریبان تا کشیدم دست رشک شد جہان	داغ سودا زکہ من شمع اعمار من ست
لنگہ داغ سیاہم بر روے کار افتادہ است	آتشے در جان وانی لالہ را افتادہ است
سیل ہیچ میرسد بکم مہلت	ہزار بار از این جادہ خراب گذشت

ضعفا را بحقارت نتوان کرد نظر
نتوان شکوہ ز بیداد نگاہش کردن
آہے نگذشت از دل مجروح ما بلند
بے قدر ترنج کا غذ بادست در نظر
کن بد ختر ز میل موسم پیری
این ہمہ تعجیلہا در کشتن عاشق چرا
ناصر کسے کہ معترف سہو خود نہ شد
ہر کجا شمشیر آن مغرورے گردد بلند
از نیجۂ اجل نہ ہراسیم ہیچ گہ
ہر نجان خاطرم جانان مزاجے نازکے دارم
از گل گوشہ دستار بخود مے لرزد
اے شوخ ہوائی مفگن تیر نگہ را

وقت حسن بہ شیرازہ ز موے کمرست
چشم بادامی او مہر دہن ساختہ اند
از چینی شکستہ نگردد صدا بلند
در رگ سنگ سرے کہ شود از ہوا بلند
کہ وقت کار ہمان موسم جوانی بود
عاقبت پیش تو روزے جان فشانی میکند
فرزند خاص حضرت آدم نمے شود
گردن نخچیرہا از دور مے گردد بلند
ما ناف خود بہ تیغ شہادت بریدہ ایم
تو گر از حسن مغروری من از عشق تو مغرورم
قد او نازہ نہالے ست کہ من میدانم
این ناوک بیداد بکارے جگرے کن

گر ترا خواہش قتل ست بیا بسم اللہ
دم شمشیر تو و گردن ما بسم اللہ

مسند نشینی مظفر جنگ

حدیقۃ العالم مین لکھا ہے کہ سعد اللہ خان بہادر مظفر جنگ کا خطاب سابق مین ہدایت محی الدین خان تھا اور بعض کہتے ہین کہ انکے نانا (نظام الملک آصف جاہ اول) نے نواب سعد اللہ خان بہادر مظفر جنگ انکو خطاب دیا تھا اور اصل نام ہدایت محی الدین خان ہے۔ نسب ان کا دو واسطے سے سعد اللہ خان وزیر اعظم شاہ جہان تک پہنچتا ہے باپ کا نام متوسل خان ہے مگر خورشید جاہی مین لکھا ہے کہ شجرۂ آصفیہ مین ایسا نظر سے گذرا ہے کہ یہ فرزند حرمزا اللہ خان کے ہین اور متوسل خان ناکتخدا تھے۔ شاید چچا نے متبنے کر لیا ہو جو اس کا بیٹا مشہور ہوئے مان کا نام خیر النسا بیگم بنت نظام الملک ہے پس نظام الملک آصف جاہ اول کے نواسے ہوئے کیونکہ خیر النسا انکی دختر تھی مآثر الامرا مین ہے کہ متوسل خان بہادر رستم جنگ کے بیٹے تھے اور متوسل خان حفظ اللہ خان پسر سعد اللہ خان شاہ جہانی کے بیٹے تھے حفظ اللہ خان نظام الملک آصف جاہ کے ماموں تھے اور ان کے

تین بیٹے تھے (۱) متوسل خان جس کی پرورش نیرورجنگ نے کی تھی نظام الملک دکن کو گئے تو یہ انکے ساتھ تھے دلاور علی خان اور عالم علی خان کی لڑائیوں مین عمدہ کام کیے تھے (۲) حرزاللہ خان بسر جنگ یہ مبارز خان کی لڑائی مین شریک تھے اور بسرجنگ خطاب پایا تھا (۳) طالب محی الدین خان جب مبارز خان مارا گیا تو نظام الملک نے صوبہ بیجاپور کی سرکار مدگل ورائے چور کا فوجدار کردیا تھا مظفر جنگ کا اصلی نام ہدایت محی الدین خان ہے بچپن مین آداب وتحصیل علوم مین مشغول رہ کر خوب نام نیک حاصل کیا۔ اور چند روز کے بعد خطاب خانی پایا تاریخ فتحیہ آصفیہ مین لکھا ہے کہ ہدایت محی الدین خان ۱۷ برس کی عمر میں باپ کے ساتھ آصف جاہ اول کے ہراول میں تھے جبکہ وہ ناصر جنگ سے لڑے تھے اور خوب جانفشانی کی تھی آصف جاہ نے انکو منصب سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا دیا اور علم ونقارہ اور بہادر کا خطاب بھی عطا کیا اپنے باپ کے ساتھ صوبہ دار الظفر بیجاپور میں رہتے تھے باپ کے مرنے کے بعد آصف جاہ نے ان کو باپ کی جگہ بیجاپور کا صوبہ دار کردیا اور منصب مین ایک ہزاری کا اضافہ کرکے مظفر جنگ خطاب دیا انھوں نے صوبے کے سرکش اور صاحب فوج زمینداروں پر فوج کشیاں کرکے اُن سے خراج لیا مغلوب کیا اس جلدو مین سعداللہ خان بہادر مظفر جنگ خطاب پایا جوان خوش خلق صالح صاحب ہمت اور حافظ کلام اللہ تھے جو دسپاہی اور سپاہی دوست تھے۔ مظفر جنگ اپنے نانا کے عہد سے رائے چور دادھونی وبیجاپور کے حاکم تھے جب ناصر جنگ پٹھان جاگیرداروں کے ہاتھ سے مارے گئے تو قاتلان ناصر جنگ نے مظفر جنگ کو گھٹاٹوپ (پردہ دار) عماری فیل سے نکال کر مبارک بادی۔

مظفر جنگ کی بے اختیاری فرانسیسی گورنر کا عروج

مظفر جنگ اگرچہ مسند حکومت پر بیٹھ گئے تھے مگر پٹھان جاگیرداروں اور فرانسیسیوں نے پورا غلبہ حاصل کرلیا تھا اور تمام کاموں کے وہی مختار بن گئے تھے مظفر جنگ کے ہاتھ میں کچھ اختیار نہ تھا فرانسیسی اپنا نفع چاہتے تھے اور پٹھان اپنا ایک ماہ تک یہی حال رہا آخرکار ڈوپلے نے ان کو اپنے پاس پانڈیچری مین بلایا پٹھانوں نے وہاں ڈوپلے سے یہ درخواست کی کہ تین برس کا چڑھا ہوا خراج معاف ہو کچھ ملک جاگیر مین اضافہ ہو اور ساری اُکی جاگیراں خراجوں سے معاف کی جائیں جو وہ بادشاہ دہلی کو دیتے ہین اور ناصر جنگ کا جو خزانہ ہاتھ آیا ہے وہ آدھا ان کو عنایت ہو یہ آخری درخواست فرانسیسیوں کو ناگوار تھی ڈوپلے نے اپنی حکمتوں سے انھی جاگیرداروں کو شیشے میں اتارا اور یہ فیصلہ کیا کہ پٹھانوں کو ملک ادھونی و رائے چور و بیجاپور وغیرہ دلایا اور

بنادر چنیاپٹن و دیوناپٹن و پانڈیچری و راجلندری و محمود بندر و گوا بندر وغیرہ اپنے لیے حاصل کیے اور سند پر مظفرجنگ کے دستخط کرالیے غرضکہ ڈوپلے نے اپنے تئین کل اس ملک کا جو دریاے کشنا کے جنوب مین واقع ہوا تھا اور جس کا رقبہ فرانس کے رقبے کی برابر اور محاصل نوے لاکھ سے زیادہ تھا نواب بنوالیا اور اسکی قوت اور اس کا نفوذ بے انتہا بڑھ گیا۔ اور چندا صاحب کو ارکاٹ اور ترچناپلی و مدہرا و ترناولی و جنجی و جنجاور وغیرہ بلاغرامت ملک دلایا اور ۲۲ لاکھ روپے خراج کے مقرر ہوے اور پٹھان جاگیردارون کو مناکر انسے قرآن اُٹھوایا کہ وہ مظفرجنگ کے دل سے خیرخواہ رہین گے ناصرجنگ کے خزانے مین دو کروڑ روپے نقد اور پچاس لاکھ روپے کے جواہر تھے اس دولت مین سے اپنا حصہ ڈوپلے نے لیکر اپنا گھر بھی خوب بھرا اگرچہ اپنے رفیق پٹھان جاگیردارون سے اُسنے پہلے کہدیا تھا کہ اس انقلاب مین مین ایسی منفعتون سے ہاتھ اٹھاؤنگا مگر لالچ بُری بلا ہے اغراض نفسانی انسان کو اندھا کردیا کرتی ہین اسنے اپنی ذات کے لیے بیس تیس لاکھ روپے نقد اور بہت سے جواہر خود لیے اور پچاس لاکھ روپے ان افسرون اور سپاہیون کے انعام دینے کے لیے جو جنجی مین لڑے اور پچاس لاکھ روپے خرچ جنگ کے نام سے لیکر خزانہ فرانسیسی مین داخل کیے غرض اس عاقبت اندیش نے اپنے لیے اور اپنے حاکمون اور محکومون کے لیے خوب سلیقہ اور عقل سے دولت کمائی اور رام داس پنڈت کو راجہ رام داس خطاب دیکر تمام مالی و ملکی کامون کا مدارالمہام بنایا یہ ایک سیاہ فام برہمن سیکاکول کا رہنے والا تھا قبل اسکے متصدیون مین نوکر تھا پھر دیوان کا پیشکار ہوگیا تھا اُسنے چونکہ ناصرجنگ کی مقتولی مین بہت کچھ کوشش کی تھی اور مظفرجنگ سے مل گیا تھا اس لیے مظفرجنگ نے اسکو یہ رتبہ دیا۔ اور جسقدر امرا جابجا چلے گئے اُنسے وعدے کرکے واپس بلایا اور تعلقات حضور کی تقسیم شروع ہوئی فرانسیسون نے پانڈیچری مین مظفرجنگ کو بڑی دھوم دھام سے مسند پر بٹھایا پانڈیچری مین وہ توپین چھوٹین کہ سارا شہر گونج اٹھا تمام بازارون کی آئین بندی ہوئی ہر جگہ محفل عیش و نشاط گرم ہوئی اور ناصرجنگ کی آمد کے موقع پر جو آتشبازی نہایت کاریگری سے بنواکر چھوڑنے کو رکھی تھی اور تین ماہ مین تیاری ہوئی تھی وہ چھڑوائی اس مین معرکۂ لنکا کی پوری نقل اتاری تھی اس مین ہر قسم کی چیز توپ اور بان اور چرخی اور گلریز اور بنگلے اور مکان بنائے تھے وہ چھوڑی گئی چنانچہ اس آتشبازی مین ایک جانور مثل بندر کے بنا ہوا تھا اس جانور کو مظفرجنگ کے سامنے ایک فرانسیسی نے آگ دی وہ حرکت کرکے اور اپنی جگہ سے کود کر لنکا مین ایک ایک مکان اور بنگلے اور آتشبازی کو روشن کرنے لگا نہایت عجیب و غریب تماشا تھا مظفرجنگ نہایت خوش ہوے ڈوپلے کو ایک خلعت مرحمت ہوا وہ پہن کر اُسنے بھی

اپنی صورت مسلمان امراے سلاطین کی سی بنائی اور مجرا سر جھکا کر بجا لایا ڈوپلے کرشنا سے راس کماری تک دو جنوبی علاقے کا گورنر ہوا ہفت ہزاری منصب ملا ماہی مراتب اور اس پر اضافہ ہوا سارے کرناٹک میں اس روپے کا رواج ہوا جو پانڈیچری کی ٹکسال میں گھڑا گیا تمام ملک جو ڈوپلے کے ماتحت تھا اُس کا خراج اسکی معرفت نظام کو دیا جاتا قرار پایا جاہ منصب و انعام و خطاب ان آدمیوں کو عطا کرتا جو مظفر جنگ کے ساتھ تھے ڈوپلے کے ہاتھ میں تھا گو بعض احکام ایسے تھے کہ وہ بغیر حکم شاہی کے نفاذ نہیں پا سکتے تھے مگر ڈوپلے نے وہ خود جاری کرنے شروع کر دیے بادشاہ کا خیال بھی نہیں کیا کہ کون تھا غرضکہ وہ اب مظفر جنگ پر ایسا حاوی تھا کہ جو وہ کہتا مظفر جنگ وہی کرتے ڈوپلے صاحب تو نواب بن گئے اور انکی میم صاحبہ کو بھی جہان آرا بیگم خطاب ملا سارے طریقے سلاطین شرقیہ کے اختیار کیے جو کوئی ہندوستانی یا فرنگی اسکے حضور میں جاتا پہلے نذر دکھاتا مظفر جنگ تماشاے پانڈیچری سے فارغ ہوے تو ڈوپلے سے عہد و پیمان کر کے رخصت ہوے انکے ساتھ دس ہزار ہندوستانی قواعد داں سپاہی تھے ا ہزار فرانسیسی اور ڈیڑھ سو توپیں ہندوستانی سپاہیوں کی تنخواہ اور عہدوں کا یہ حال تھا کہ سو سپاہیوں کا ایک افسر تھا جسے صوبیدار کہتے تھے اسکے ماتحت چار سردار دوسرے تھے جو نقیب یا افسر کہلاتے تھے انکے ساتھ چھ افسر اور تھے جو سرجی و سرجن کہلاتے تھے[1] اور انکے ساتھ آٹھ دوسرے افسر تھے جنہیں کوربرار کہتے تھے جو کچھ باقی رہے وہ سپاہی تھے ان میں شریف آدمی بہت کم ملے اسلیے سائیس بھرتی کر لیے سپاہی کی تنخواہ پندرہ روپیہ فی کس تھی اور کوربرار کی فی آدمی تیس روپیہ اور سرجن کی فی شخص ساٹھ روپے اور نقیب کی فی کس سو روپے اور صوبہ دار کی پانسو روپے اور چار سے پانچ صوبہ داروں پر ایک دوسرا سردار مقرر ہوا اس کا نام کمیدان تھا کمیدان کی تنخواہ ہزار سے پندرہ سو روپے ماہوار تک مقرر ہوئی اس تنخواہ میں سے ایک پیسے کی فروگذاشت نہیں ہو سکتی تھی جرنیل سے ماہ بماہ نقد لیتے تھے فرانسیسیوں کی تنخواہ ایسے دو چند تھی فوج کے تیس سردار ڈوپلے کی طرف سے مقرر ہوے جن کا سب سے بڑا افسر موسیو بوسی تھا تلنگوں کا بڑا افسر مظفر خان گاردی تھا جو پہلے سات روپے کا پیادہ تھا اس کا منصب ہفت ہزاری ہوا اور ماہی مراتب ملا اور اکثر فرانسیسی افسر بھی منصب ہفت ہزاری منصب و ماہی مراتب ہوے اور ان افسروں کو پچاس ہاتھی دیے گئے اور اکثر بیش قیمت جواہر فرانسیسیوں کو بخشے گئے اور مظفر جنگ کے خیمے کے آس پاس فرانسیسیوں کے پہرے تھے اور انکی سواری فرانسیسیوں کے حلقے میں چلتی تھی دیوان خانے اور خلوت خانے میں جانے کے لیے چار ہزاری و پنجہزاری اجازت کے محتاج ہوتے تھے اور آصف جاہی سند کا

[1] یہ نام ماحت الراہیں ہیں ۱۲

جب قریب قلعہ آگیا تو اسد خاں قلعدار نے ڈر کر میر محب علی خان کو چھوڑ دیا اور محب علی خان کو لکھا کہ آپ کوئی دوسرا خیال نہ کریں میں مدت سے آپ سے اخلاص رکھتا ہوں اور شاہ نواز خان کے ہاتھ سے ایک خط اس مضمون کا لکھوا کر بھیجا کہ میں اپنی خوشی سے یہاں ٹھہرا ہوا ہوں قلعدار نے مجھے زبردستی نہیں روکا ہے۔ اب یہ صلاح ہے کہ تم نواب مظفر جنگ کے پاس چلے جاؤ۔ میر محب علی خان کے تیں مقام قلعہ جینت پیٹ کے پاس ہوئے تھے کہ اس عرصے میں مظفر جنگ نے کمال مہربانی سے عنایت نامہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ حکم حق کے سامنے کسی کا چارہ نہیں ہے نواب ناصر جنگ کی قسمت میں شہادت لکھی تھی وہ مارے گئے اب بجز صبر کے کیا ہو سکتا ہے تم مع سپاہ کے یہاں چلے آؤ نواب شہید کے وقت سے زیادہ تم پر مہربانی کی جائے گی اُسے جواب میں لکھا کہ فدوی چار شرطوں سے حاضر ہو سکتا ہے (۱) نواب شہید کے حکم سے جو سپاہ نوکر رکھی ہے اسکی تمام و کمال تنخواہ سرکار سے مرحمت ہو جائے (۲) افاغنہ جنھوں نے نواب کو شہید کیا ہے وہ ہرگز دربار میں اور سواری میں میرے سامنے نہ آئیں ورنہ تلوار چلے گی (۳) لشکر میں ایک کوس کے فاصلے سے اترا کروں (۴) جب دربار میں حاضر ہوا کروں تو میرے ساتھ میرے پچاس رفیق موجود رہا کریں۔ نواب مظفر جنگ نے سب شرطیں منظور کیں اور رام داس پنڈت نے بھی نہایت تملق کے ساتھ خط لکھا چنانچہ میر محب علی خان پانڈیچری کی طرف روانہ ہوا اور نواب مظفر جنگ کے لشکر میں جو پانڈیچری سے روانہ ہو چکا تھا شریک ہو گیا جب میر محب علی خان مظفر جنگ کے پاس پہنچا تو نواب نے اس پر بہت مہربانی کی میر محب علی خان نے **شاہ نواز خان** کا ذکر کیا تو مظفر جنگ نے مشتاق ہو کر ایک عنایت نامہ انکی طلب میں قلعہ جینت پیٹ کو لکھا وہ وہاں سے چلے اور جب لشکر کے متصل پہنچنے کی خبر ملی تو فوج لیکر متہور خاں کے بیٹے اور میر محب علی خان اور رام داس پنڈت نے استقبال کیا اور مظفر جنگ سے ملاقات کرائی اول ہی ملاقات میں نواب نے ان کو چہار ہزاری منصب اور **روح اللہ خان** خطاب دیا اور بہت احترام کیا اثنائے راہ میں لفٹے اوباشوں نے شاہ نواز خاں کو مواجہ میں بُرا کہنا شروع کیا میر محب علی خان جو فوج لیے ہوئے ساتھ تھا اسے سکو قرار واقعی سزا دی اور شاہ نواز خاں کو خیمے میں داخل کیا۔ بعد اسکے ڈوپلے نے شاہ نواز خاں کو اپنی ملاقات کے لیے پانڈیچری میں بلایا چونکہ نیچاں جاگیردار بھی پانڈیچری میں موجود تھے اور وہاں ڈوپلے سے سوال و جواب کر رہے تھے شاہ نواز خاں نے میر محب علی خان سے مشورہ کیا اسے کہا ملنا چاہیے اور خود ساتھ جانا قبول کیا اور دونوں ڈوپلے سے ملے اس وقت حیدر صاحب اور ہمت خاں بھی بیٹھا ہوا تھا شاہ نواز خاں نے ڈوپلے سے معانقہ کیا اور

بیٹھ گئے میر نجف علی خان نے بھی ڈوپلے سے معانقہ کیا اور ہمت خان کی طرف متوجہ نہ ہوا دیر کے بعد چندا صاحب نے معانقے کی تحریک کی تو ہمت خان سے معانقہ کیا اسوقت ہمت خان نے میر نجف علی خان سے دریافت کیا کہ آپکے ساتھ کتنی قواعد دان سپاہ ہے اسنے کہا کہ جسقدر کی ضرورت ہے موجود ہے اس سوال وجواب سے شاہ نواز خان نے سمجھ لیا کہ دونون مین نزاع برپا ہو جاے گا اس لیے میر نجف علی خان کو دوسری باتون مین مشغول کر دیا بعد اس کے ڈوپلے سے عہد و پیمان ہوے دو گھڑی تک ملاقات رہی پھر رخصت ہوے ڈوپلے نے شاہ نواز خان کے ٹھہرنے کو ایک حویلی مقرر کر دی اور ضیافت امیرانہ بھیجی رات کو جلسہ بال مین بلایا اول فرانسیسی جو حاضر تھے شراب پی کر بدمست ہو کر ناچے سب سے بعد کو ڈوپلے اور اسکی بیوی اور بیٹی جو نہایت حسین تھی یہ تینون ناچنے کو اُٹھے آدھی رات تک یہ جلسہ رہا صبح کو شاہ نواز خان اور میر نجف علی کو ڈوپلے نے رخصت کیا اور قول وقسم سے عہد و پیمان مقرر کر لیا مگر پٹھان جاگیر دار بدستور پانڈیچری مین اپنے معاملات کی درستی کے لیے مقیم رہے شاہ نواز خان جب مظفر جنگ کے لشکر مین آے تو وہان سے لشکر کا کوچ ہو چکا تھا تین چار روز کے بعد پٹھان نواب بھی پانڈیچری سے چل کر ارکاٹ مین آکر نواب مظفر جنگ کے لشکر مین شامل ہو گئے۔

ترچناپلی پر چندا صاحب کا مارا جانا

ناصر جنگ کی وفات کے بعد انورالدین خان کا چھوٹا بیٹا محمد علی خان ترچناپلی مین پناہ گزین ہوا اس وقت ارکاٹ کی حکومت حسین دوست خان عرف چندا صاحب کو جو پانڈیچری مین ملی وہ فرانسیسون کا لشکر لیکر ترچناپلی کو گیا محمد علی خان انگریزی فوج کو کمک مین لیکر لڑائی کو مقابل ہوا اور وہ غالب آیا چندا صاحب زندہ گرفتار ہوا اور غرۂ شعبان ۱۱۶۵ھ کو قتل کرا دیا گیا اور اسکا سر نوک نیزہ پر لٹکا کر تشہیر کیا گیا۔ اسو فرانسیسی بھی سواے ہندستانی پلٹنون کے پکڑے اور مارے گئے۔

بالاجی کی فوج کشی اور راناجی نکم وغیرہ مرہٹون کی شورش

جب بالاجی راؤ نے ناصر جنگ کے مارے جانے کی خبر سُنی تو پونا سے فوج لیکر اورنگ آباد کو آیا امرا و منصبداران ملک کی جاگیرین ضبط کرنے لگا سید لشکر خان نصیر جنگ ناظم اورنگ آباد نے ۱۵۔ لاکھ روپے دیکر پیچھا چھڑایا وہ اورنگ آباد سے ہٹ کر برہانپور گیا

خواجم قلی خان نے جو یہاں کا بالاستقلال حاکم تھا تاب مقابلہ نہ لاکر سترہ لاکھ روپے دینے کے وعدے سے خاموش کیا وہ اورنگ آباد سے ہٹ کر سر راہ لشکر کے ٹھہر گیا خواجم قلی خان نے احمد میر خاں دیوان کو کہلایا کہ اسوقت مرہٹوں کو روپیہ دینا ہے اسقدر روپیہ دیدو تاکہ اس مصیبت کو ٹالا جائے احمد میر خاں نے جواب دیا کہ بدوں حکم کے ایک پیسہ نہ دوں گا اسوجہ سے اپنی اور روپے کی محافظت مین جو قلعے میں تھا کوشش بلیغ کی اور سپاہ بھرتی کرنے لگا خواجم قلی خاں بھی فوج بھرتی کرنے لگا اور ابوالخیر خاں شمشیر بہادر کو بھی جو برہانپور میں تھے بھرتی کے لیے حکم دیا یہاں تک بھرتی کا زور ہوا کہ جولاہے وغیرہ اجلاف لوگ سپاہ میں بھرتی ہونے لگے خواجم قلی خاں اور احمد میر خاں مین سوال و جواب جاری تھے احمد میر خاں کے مکان اور قلعے کے آس پاس مورچے قائم تھے ان دو تین ماہ میں بڑی احتیاط سے گذر کرتے رہے اس عرصے میں مظفر جنگ نے اپنا مہری فرمان ہر ایک کو بھیجکر ہدایت کی کہ اپنے اپنے کام میں مصروف رہو باوجود اسکے یہ دونوں سردار ایک دوسرے سے ڈر کر احتیاط کرتے تھے چندروز کے بعد مظفر جنگ نے صوبہ داری برہانپور کی سند اپنی مہر سے مکمل کر کے محمد ابوالخیر خاں کے واسطے بھیجی اسکی نقل برہانپور کے قاضی محمد حیات کی مہر سے مرتب کرا کے خواجم قلی خاں کے پاس بھیجدی گئی احمد میر خاں اور دوسرے اہلکاروں نے شمشیر بہادر کی طرف رجوع کی اور وہ حکومت کرنے لگے۔

(۲) اوائل ماہ ربیع الاول ۱۱۶۴ہجری میں ماماجی کمپیر سکراجی دہری پنڈت اور دوسرے مرہٹہ سرداروں نے راویر علاقہ برہانپور کی طرف حملہ کیا اور تمام جاگیرین ضبط کرنے لگے راویر کے عامل و فوجدار نے مقابلہ کیا جب یہ خبر احمد میر خاں دیوان صوبہ برہانپور کے سپہ سالار میر حیدر علی کو پہنچی تو پانسو سوار اور ایک ہزار کے قریب پیادے اور توپیں اور شتر نالے اور جزائل اور سد وقیں لیکر مقابلے کو روانہ ہوا اور شیخ محمد حرم کو جو فن سپہ گری میں کامل تھا ساتھ لیا اور ۱۲ ربیع الاول کو شہر سے نکلا اور جن آدمیوں کے پاس گھوڑے نہ تھے انکو بیلگاڑی کی گاڑیوں میں بٹھایا جاتی رہ گئے تھے دوسرے دن گاڑیوں مین سوار ہو کر چلے ۱۴ ربیع الاول کو مقابلہ ہوا مین لڑائی میں محمد حرم مارا گیا۔ سپاہ مین تزلزل پیدا ہو گیا۔ نرسنگھ سرکارہ اور میر شہاب الدین خاں جامہ دار اور میر حیدر علی مرہٹوں کے لشکر مین صلح کی تحریک کو گئے مگر صلح کا معاملہ یکسو نہ ہوا اور یہ لوگ لشکر میں لوٹ آئے اور پھر لڑائی ہونے لگی گوسدرام پیشکار کے زخم کاری لگا وہ شہر کو لوٹ آیا اور چندروز کے بعد مر گیا اس وقت فوج بھاگنے لگی اور پہاڑی کی طرف سے شہر میں داخل ہونے لگی جن کے پاس گھوڑے تھے

وہ جلد شہر مین پہنچ گئے جو بھاگے ہوے آدمی مرہٹون سے دوچار ہوے وہ کپڑے اور ہتیار مرہٹون کو دیکر برہنہ بھاگے اور جو لوگ کمک کے لیے جارہے تھے انھین راستے سے واپس لے گئے میر حیدر علی شہر مین آیا۔ دوسرے روز مرہٹون نے ریاست حیدرآباد کے کارکنون کو رعایا سے محصول لینے کی ممانعت کردی اور خود محالات شاہ گنج وجہان آباد وبہادرپور وغیرہ پر اپنی طرف سے اہلکار مقرر کردیے اور تمام علاقے ضبط کرلیے اور عجب خلل پڑگیا چند روز اسی طرح بسر ہوے۔

پٹھان جاگیردارون اور مظفر جنگ مین عناد واختلاف ہوکر لڑائی یہ نوبت پہنچکر مظفر جنگ کا مارا جانا۔ جاگیردارون کا بھی جان بر نہونا

نواب مظفر جنگ سے اُنکے مقربون نے کہا کہ خدا جانے یہ پٹھان جاگیردار پانڈیچری سے کیا مشورہ کرکے آے ہین اکثر آدمی کہتے تھے کہ ان پٹھانون کا ارادہ ہے کہ کوہ کمار کے درے مین جو تین چار کوس لمبا اور پچاس گز عریض ہے جب لشکر پہونچے تو اسے برباد کردین اور جابجا راستے مین آدمی بٹھادیے ہین مظفر جنگ کو بہت فکر پیدا ہوئی اس عرصے مین ارکاٹ سے بھی کوچ ہوگیا پٹھانون نے نہایت غرور کے ساتھ لشکر کی ہمراہی نہ کی دوروز تک وہان ٹھہر کر پھر چلے اور راستے مین جو کوئی لشکری یا اسباب پیچھے رہ جاتا اسے لوٹ لیتے اور اس کام مین ذرا نہ ڈرتے۔ لشکر راے چوٹی مین پہنچا اور نواب کڑپا کے علاقے مین آیا۔ بہادر خان پنی کے ایک گانون کے آدمیون نے فرانسیسون کا دو تین چھکڑے اسباب ڈھویا تھا اسپر سوارون اور اُن آدمیون مین جھگڑا ہوگیا سوارون کی وہ آتش غضب مشتعل ہوئی کہ انھون نے یہ سارا گانون اور دوچار آس پاس کے گانون لوٹ کر جلادیے راے چوٹی بھی پٹھانون کی جاگیر مین تھا جب پٹھانون نے یہ حال دیکھا کہ ہمارے گانون اہل لشکر نے برباد کردیے تو انھون نے اس عداوت سے یہ کیا کہ فرانسیسون اور مظفر خان گاردی کی جو چند گاڑیان اسباب سے لدی ہوئی اور فرانسیسون کے چند اونٹ اسباب سے لدے ہوے اور ایک گاڑی میر نجف علی خان کی لشکر کے پیچھے آرہی تھی ان سب چیزون کو لوٹ لیا اور پورے اطمینان کے ساتھ اپنا لشکر نواب مظفر جنگ کے لشکر کے پیچھے ٹھہرایا اور آپ ضیافت کھانے کے لیے قصبۂ راے چوٹی مین چلے گئے جو لشکر سے دو کوس پیچھے تھا اور تمام رات عیش وعشرت مین مشغول رہے جب گاڑیون

اور اونٹون کے لٹنے کی خبر مظفر جنگ کے لشکر میں آئی تو فرانسیسون اور مظفر خان گاردی اور میر نجف علی خان نے جمع ہوکر کہا کہ پٹھان شرارت پر آمادہ ہین انکو سرکشی اور عداوت کی پوری سزا دی جائے یہ ہمارے لشکر کو دغا و فریب سے برباد کرکے قتل کرڈالین گے بہتر یہ ہے کہ انکو انکی کردار کا معاوضہ دیا جائے فرانسیسون نے نواب مظفر جنگ کو پیام دیا کہ صبح کو ہم یہان پر پٹھانوں سے لڑینگے اگر حضرت ہمارے ساتھ سوار ہوں تو بہتر ہے ورنہ ہم خود ہی انکو برباد کردینگے مظفر جنگ نے دیکھا کہ سب پٹھانوں سے مخالف ہیں اور خدا کی طرف سے اس خار کے دور ہونے کا سامان ہوگیا ہے راضی ہوکر حکم دیا کہ صبح کو میری سواری بھی تیار رہیں یہ خبر پٹھانون کو بھی پہنچ گئی تو وہ بھی رائے چوٹی سے سوار ہوکر روانہ ہوے اس عرصے میں مظفر جنگ تمام سپاہ کے ساتھ میدان میں آگئے۔

درمیان لشکر مین مظفر جنگ خود تھے اور سب لشکر سے آگے فرانسیسون کا توپخانہ تھا جو موسیو بوسی اور موسیو لاس وغیرہ کی نگرانی مین تھا اور سرکاری توپین خود مظفر جنگ اور مظفر خان گاردی کے ساتھ مقرر ہوئیں۔ مظفر خان گاردی کے ساتھ پانچہزار تلنگے تین ہزار سوار اور پانسو فرانسیسی بھی تھے اور انکے پیچھے مظفر جنگ کے لشکر کا نشان بردار ہاتھی پانچہزار پیادوں اور دو ہزار جزائل اندازون اور ہزار سواروں کے ساتھ تھا اور رسالہ دار بھی موجود تھے اور نشان کے پیچھے مظفر جنگ نے اپنے چھوٹے بھائی فضل محی الدین خان کو پانچہزار سواروں اور پانچہزار پیادوں اور جزائل اندازون کے ساتھ مقرر کیا اسکے پیچھے خان عالم دکنی اور مقرب خان دکنی کا بیٹا اور شیخ علی حیدری اور مرتضے خان رسالہ دار اور شیخ محمد رسالہ دار اور محمد اکبر خان رسالہ دار پانچہزار سپاہ کے ساتھ کھڑے ہوے اور انکے ساتھ سامان جنگ تھا اور انکے پیچھے اور مظفر جنگ کے سامنے محمد انور خان جسکو مظفر جنگ نے اسی زمانے مین قطب الدولہ خطاب دیا تھا۔ پانسو سواروں اور پانسو منصبداروں کے ساتھ اور صف شکن خان افسر توپخانہ ہزار سوارون کے ساتھ اور دوسرے چند رسالہ دار اور بخشی توپین لیکر کھڑے ہوے اور انکے پیچھے دو ہزار تلنگے و فرانسیسی اور تین ہاتھیوں پر نواب صلابت جنگ و نواب اسد جنگ اور نواب بسالت جنگ بہت سے حشم کے ساتھ کھڑے ہوے انکے پیچھے نواب مظفر جنگ کی سواری کا ہاتھی تھا مظفر جنگ کی سواری کے پیچھے مرزا محمد خان بخشی سات ہزار سواروں کے ساتھ اور میر محمد حسن و امانت خان و فتح خان و درگاہ قلی خان و حیدر یار خان و مصطفے خان و منور خان و خان زمان خان و محمد امان خان وغیرہ ۳۹ فیل سوار بہت سی سپاہ کے ساتھ کھڑے ہوے سب لشکر

سے آخر مین موسے خان بخشی وغیرہ چند سردار چار ہزار سوارون کے ساتھ مقرر ہوے
سیدھے ہاتھ کی طرف پیریا نایک اور سوریا نایک اور سلطان جی بنالکر اور رانوجی بنالکر
اور پدما جی اور راجہ رام چندر دس ہزار سوارون اور بیس ہزار پیادون کے ساتھ کھڑے ہوے
اور اس طرف کی سپاہ کے آگے میر مقتدا خان وپسران عبداللہ خان اور مظفرخان گاردی کے بھائی
حسن الدین خان وحسین الدین خان وغیرہ توپخانے کے ساتھ قائم ہوے اور سیدھے ہاتھ کے
پیچھے زمینداران نواح بیجاپور قایم ہوے۔ اور الٹے ہاتھ کی طرف راجہ لچھمن راؤ کھنداکلہ
وبیبک راو وہرجی سرکت وگوپال راو وغیرہ سات ہزار سوار اور دس ہزار پیادون کے ساتھ
کھڑے ہوے اور ادھر سامنے میر امان اللہ خان کھرکرو اور امریا تلنک وباجے راو وبھیم وغیرہ
چار ہزار سوارون اور دس ہزار پیادون کے ساتھ کھڑے ہوے اور ادھر کے عقب مین کربان خان
وشجاعت خان وغیرہ ایک ہزار سوارون اور دو ہزار پیادون کے ساتھ مقرر ہوے اس طرح
فوج تیار ہو کر پٹھانون کی طرف چلی فرانسیسون کے آگے مظفرخان گاردی تھا جب یہ تمام سپاہ
پٹھانون کے لشکر کے سامنے پہنچی تو پٹھان جو ایک ساعت قبل راے چوٹی سے آئے تھے
تیاری کر کے لڑنے کو آمادہ ہوے۔ میر سیف اللہ خان کو جوان کا مدار کار تھا صلح کے لیے بھیجا
فرانسیسون نے سمجھ لیا کہ صلح کو آتا ہے لیکن گولی ماردی جب پٹھان صلح سے ناامید ہوے تو
لڑنے کو تیار ہوے فرانسیسون نے اتنے گولے مارے کہ انکو دم لینے کی فرصت نہ دی۔ آخرکار
بطور فریب کے پٹھانون نے اپنی لشکرگاہ کو چھوڑ کر پسپائی اختیار کی تمام لشکر نے سمجھا کہ یہ لوگ
بھاگ رہے ہین تمام سپاہی بے سوچے اور سمجھے انکی لشکرگاہ پر ٹوٹ پڑے اس طرح ترتیب لشکر
کی بگڑ گئی مظفر جنگ نے تمام سردارون کو ہر طرف مقرر کیا تھا مگر شاہ نواز خان اور میر نجف علی خان
کو کسی سمت مین مقرر نہین کیا تھا یہ دونون سردار بطور خود اپنی اپنی جمعیتون کے ساتھ نواب کے
ساتھ ہو گئے تھے میر نجف علی خان نے جب دیکھا کہ فوج لوٹ مین مصروف ہے اور صفون کی
ترتیب لوٹ گئی ہے اور پٹھان دغا کی فکر مین ہین تو شاہ نواز خان سے کہا کہ مین تم سے رخصت
ہوتا ہون اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہون اور مین آگے سے چل کر نواب شہید کا انتقام لیتا ہون
ورنہ وقت ہاتھ سے نکل جاے گا شاہ نواز خان نے کہا کہ مجھے اور تمھین کوئی حکم نہین ملا ہے
اُسنے جواب دیا کہ آخر ہین تو ہم نواب مظفر جنگ کے ساتھ جب شکست ہوئی تو ہمارا کیا حال ہوگا
اور نواب شہید کا خون جوش مار رہا ہے اگر اسوقت انتقام نہ لیا تو کونسا وقت ہاتھ آے گا بہرصورت
میر نجف علی خان اپنی فوج کے ایک ہزار سوارون اور ایک ہزار پیادون کے ساتھ سب
لشکر سے آگے بڑھا جب پٹھانون نے میر نجف علی خان کو دیکھا تو اس سے لڑنے لگے اور کسی نے

میر یحیٰ علی خان کو مدد نہ دی۔ اس وقت مظفر جنگ کھڑے تھے اور دوسرے سردار پسپا ہو گئے تھے یہاں تک کہ مظفر جنگ کے سامنے کوئی باقی نہیں تھا۔ ہمت خان پٹھان نے دیکھا کہ مظفر جنگ کے سامنے کھڑے ہیں تو تھوڑی سی سپاہ میر یحیٰ علی خان کے مقابل چھوڑ کر بجلی کی طرح ہاتھی بڑھا کر مظفر جنگ کے سامنے آیا اس سے کوئی سردار مقابلے کو نہ بڑھا مظفر جنگ نے خود ہاتھی اسکی طرف بڑھایا چند تلنگے اور چند خاص سردار جو مظفر جنگ کے سامنے کھڑے تھے انھوں نے پے در پے ہمت خان کی طرف گولیاں ماریں دو گولیاں اسکے پیٹ میں لگیں اس سبب سے نہایت مضطرب ہو کر ڈھال ہاتھ سے ڈالدی پھر ہوش و حواس درست کر کے ڈھال کی جگہ تکیہ ہاتھ میں لے لیا ایک گولی اسکے سینے میں لگی اور مر گیا ؎

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را   چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

مظفر جنگ عماری میں سے سر نکال کر تلوار لیکر کھڑے ہو گئے تھے اور فیلبان کو تاکید کرتے تھے کہ ہمت خان کے ہاتھی کے برابر لے چلے فیلبان نے اسکے ہاتھی کی طرف ہاتھی بڑھایا اُسوقت ایک تیر آکر مظفر جنگ کی اُلٹی آنکھ میں لگا اور سر کے پیچھے نکل گیا جب دونوں سرداراں طرح مارے گئے تو لڑائی باقی نہ رہی عبدالنبی خان وغیرہ کہ پٹھان سردار باقی تھے ہمت خان کے مرتے ہی بھاگ نکلے ہر اسکے قریب پٹھان برہنہ تلواریں ہاتھوں میں لیے کھڑے تھے ان میں سے اکثر مارے گئے اور کچھ بھاگ گئے پٹھانوں کے اکثر سردار پکڑے آئے جن کے سر کٹوا کر نیزوں پر علم کرائے گئے لڑائی کے بعد معلوم ہوا کہ تین ہزار آدمی کام آئے ہیں لیکن فتح کی نوبت نہ بجائی گئی۔ نواب آصف جاہ اول کے تینوں بیٹے صلابت جنگ و نظام علی خاں اسد جنگ اور نواب بسالت جنگ ہاتھیوں پر سوار تھوڑے سے فاصلے پر کھڑے تھے ان میں نظام علی خاں کا چہرہ تیر سے زخمی ہو گیا تھا باقی صحیح و سالم رہے تھے تمام امرائے عین معرکے میں جمع ہو کر تینوں کو نواب ساکر نوبت بجوائی اور پٹھان جاگیرداروں کے سر اور مظفر جنگ کی لاش لیکر لشکر گاہ میں آئے جب مظفر جنگ کی لاش خیمے میں پہنچی تو اُن کی ماں اور بی بی نے اس طرح بین شروع کیا کہ سننے والوں کا کلیجہ شق ہوتا تھا اور دوسری طرف تینوں بھائی ایک مسند پر بیٹھ کر امرا کی نذریں لے رہے تھے۔ زمانے کا عجیب حال ہے کہ بہت دنوں تک مظفر جنگ نے ریاست کے مزے نہ اڑائے دو ماہ سے زیادہ حکومت نہ کی کہ ۱۷ ربیع الاول سنہ ۱۱۶۴ ہجری کو آنکھ میں تیر لگنے سے اور بعض کے قول کے مطابق برچھے کے زخم سے مارے گئے اس طرح کہ جب ایک جاگیردار یعنے عبدالنبی خان حاکم کرپا مارا گیا اور دوسرا جاگیردار یعنے ہمت خان حاکم کرنول زخمی ہو کر بھاگا جاتا تھا تو مظفر جنگ اسکے

پیچھے دوڑے گئے اور ہمت خان سے جا بھڑے اسنے سمجھا کہ میرا مقام زندگی تو دم شمشیر کے نیچے آہی چکا ہے مین مظفر جنگ کو کیون باقی رکھون ایک نیزہ تاک کر انکے دماغ پر ایسا مارا کہ ایک دم مین اُن کا کام تمام ہوا ہمت خان کا جسم بھی دشمنون کے ہاتھ سے ٹکڑے ہوا ہمت خان کا دیوان امانت اللہ خان و بہادل خان ونصیب یاور خان اس طرح برباد ہوے کہ جب لشکر کرنول مین آیا تو شہر کو غارت کر کے ہمت خان کے اہل وعیال کو قید کر لیا۔

مظفر جنگ کی بیگم

سید شاہ بیگم ہمشیرہ قسورہ جنگ عبد الباری خان۔

بیٹے

(۱) ناصر محی الدین خان۔
(۲) صدر الدین محی الدین خان۔

یہ دونون سید شاہ بیگم کے بطن سے تھے جیسا کہ خورشید جاہی مین ہے۔
مآثر الامرا مین لکھا ہے کہ ان کا بیٹا سعد الدین خان نامی مظفر جنگ کے خطاب سے مخاطب ہوا تھا اور بیجاپور کی صوبہ داری پر سرفراز ہوا تھا مگر مرض چیچک سے مرگیا اور راحت افزا مین یون لکھا ہے کہ مظفر جنگ کے خرد سال بچے کا خطاب سعد اللہ خان بہادر مقرر ہوا تھا اور منصب ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار کا اسکو ملا تھا اور بیجاپور اسکی جاگیر مین مقرر ہوا تھا اور فتحیہ آصفیہ مین مرقوم ہے کہ مظفر جنگ کی وفات کے بعد ایک بیٹا رہا تھا اسکو ظفر جنگ بہادر سپہ سردار خطاب ملکر بیجاپور کی صوبہ داری ملی تھی لیکن دو سال کے بعد مرگیا۔ اس کا ایک بیٹا پنج سالہ باقی رہا۔

سید محمد خان پسر سوم آصف جاہ اول کی مسند نشینی

انکے خطاب مین اتنے الفاظ ہین امیر الممالک آصف الدولہ صلابت جنگ نظام الدولہ مدار المملک ظفر جنگ سپہ سالار اشہر خطاب صلابت جنگ ہے چونکہ تینون بھائی مسند حکومت پر بیٹھ گئے تھے کسی کو مجال نہ تھی کہ صرف ایک کو منتخب کر لے اور دونون کو اس کا مطیع بنا دے اسوقت فرانسیسون اور تلنگون نے کہا کہ ہم مظفر جنگ کے ساتھ متعین تھے وہ مارے گئے ہم واپس پانڈیچری کو جاتے ہین لشکر نے ایک دھم مچا دیا

تھا یا تنخواہ کے لیے دھنا دیا امرا پریشان خاطر تھے کہ کیا کیجیے کس کو نظام سا کر انتظام کیجیے مظفر جنگ
کی ماں اور بیوی نے مظفر جنگ کے بیٹے کو فرانسیسون کے سپرد کر دیا کہ اس بچے کا حق دلانا
اور در پردہ فرانسیسوں کا یہ داعیہ تھا کہ مظفر جنگ کا بیٹا مسند نشین ہو اس سب سے بھی
وہ مبارک مراسمی کر رہے تھے پٹھان تو بھاگ گئے تھے مگر پاچھرا جمع ہو کر لشکر کے لوٹنے کی
فکر کرنے لگے تھے۔ غرض اس دن عجیب تلاطم برپا تھا گویا قیامت آگئی ہے رام داس پنڈت
بھی خانہ نشین ہو گیا آخر کار شاہ نواز خاں و امانت خان و میر نجف علی خاں وغیرہ سرداروں
نے قرار دیا کہ صلابت جنگ سب سے بڑے ہین اور دونوں بھائی چھوٹے ہین انھیں کو مسند
حکومت پر بٹھایا جائے تو سی کی سمجھ بھی کام کر گئی وہ یہ دور کی سوچا کہ مظفر جنگ کا بیٹا بچہ ہے
اسکے باپ نے کوئی ایسا سلوک امرا کے ساتھ نہین کیا کہ کوئی اسکی سرپرستی کرتا اور اس کی
حمایت سے فرانسیسوں کا پلہ بھاری ہوتا صلابت جنگ کے واسطے اسے بھی ریاست تجویز
کی اسکو اور افسروں نے بھی مان لیا ڈوپلے نے بھی اسپر صاد کیا غرض لشکر نے یہ تجویز سنکر
شور و غل کم کیا۔ جب یہ تجویز مکمل ہو گئی تو امرا نے چھوٹے بھائیوں سے آکر عرض کیا کہ صلابت جنگ
کو مسند نشین کیا جائے گا تو دونوں نے طوعاً و کرہاً مان لیا اور صلابت جنگ کی مسند نشینی کی
مبارکباد ہونے لگی۔

نام اصلی ان کا سید محمد ہے باپ کے عہد میں خطاب خانی اور سید محمد خاں بہادر صلابت جنگ
سے مخاطب تھے۔

صلابت جنگ نے دونوں بھائیوں کا ایک ایک ہزار روپیہ اضافہ کرنے کا حکم بھیجدیا اور
دونوں کو ہفت ہزاری بنا دیا اور راجہ رام داس کو بلا کر راجہ **رگھناتھ داس**
خطاب عطا کر کے **وکیل مطلق** بنا دیا راجہ نے تمام فرانسیسون کو کہ مظفر جنگ پانڈیچری سے
نوکر رکھکر ساتھ لائے تھے دلجوئی کر کے صلابت جنگ کا رفیق بنایا اسکی مسند نشینی کی رسم
مقام سکرنڈی مین واقع ہوئی تھی اور نواب نے رگھناتھ داس کی معرفت والدہ مظفر جنگ کی
استمالت کی اور انکے خرد سال بچے کو **سعد اللہ خان بہادر** خطاب بخشا و ہفت ہزاری
ذات و ہفت ہزار سوار کا منصب دیکر ملک بیجاپور بدستور انکے باپ کے عہد کی طرح اسکی
جاگیر مین مقرر کر دیا قتل مظفر جنگ کے روز اور دوسرے روز بھی یہی مشہور رہا کہ نظام علی خاں
اسد جنگ مسند نشین ہوے ہیں جب صلابت جنگ کی مسند نشینی کی منادی ہو گئی تو اہالی
و موالی و سرداران لشکر نے حاضر ہو کر مبارکباد دی لیکن ابھی اہل لشکر کو اطمینان نہ تھا سب
اپنی فکروں میں مستغرق تھے اور یہ خوف اور بھی غالب تھا کہ لشکر میں کچھ انتظام نہیں اور پٹھان

گھاٹ مین ہین اور یہ علاقہ بھی ان کا تھا اس لیے اکثر آدمی بھاگ گئے بعض رخصت لیکر چلے گئے اور قصبون مین رہنے لگے نواب صلابت جنگ سے میر نجف علی خان نے عرض کیا کہ مین خود اور اپنے بھائیون کو جمع کر کے عقب لشکر مین اپنی فرودگاہ مقرر کرتا ہون اور پٹھانون کے مقابل تمام شب قائم رہونگا تاکہ اس تو مکے ملک سے بسلامت باہر نکل جائین نواب نے یہ بات منظور کرلی اور یہ لوگ عقب لشکر مین چلے گئے۔ اور اس سے اہل لشکر کو فی الجملہ اطمینان حاصل ہوگیا جب دو تین منزل اس ملک مین سے کوچ ہولیا اور میدان مین نکل آئے اکثر بھاری اسباب اور دس دس بڑی بڑی توپین کہ نواب آصف جاہ اول انکی بہت قدر کرتے تھے کمار کالوہ مین کہ ریت کا وہ دو پہاڑون مین بہت جا کر بسبب پریشانی کے چھوڑ آئے تھے تو امرا نے ملکر افسوس کیا اور کہنے لگے کہ ہم سے عجب خطا واقع ہوئی کہ ایسی عمدہ توپین چھوڑ آئے ہین تمام عالم ہمکو کیا کہے گا ایسا کون ہے کہ جا کر وہ توپین اور تمام سامان لے آئے میر نجف علی خان کا بھائی میر حسن علی خان بول اٹھا کہ مین جا کر لے آتا ہون اگرچہ میر نجف علی خان کی مرضی نہ تھی کہ بھائی اودھر جلے چونکہ سب کے سامنے اسکی زبان سے یہ بات نکلی تھی لاچار ہو کر اسکے ساتھ اپنی فوج کر کے روانہ کیا میر حسن علی خان لشکر سے جدا ہوکر پانچ کوس پیچھے کو گیا تھا کہ ادھر کے پٹھان اور زمیندار جمع ہو کر مقابل ہوے جبکہ اسنے دیکھا کہ یہ لوگ بہت ہین اور میرے ساتھ تھوڑے آدمی ہین تو اپنے بھائی کو مدد بھیجنے کے لیے لکھا چنانچہ میر نجف علی خان فوراً روانہ ہو کر جلد وہان پہنچ گیا اسنے جاکر دیکھا کہ میرے بھائی پر دشمنون کا بڑا نرغہ ہے اسکے پہنچتے ہی وہ لوگ بھاگ گئے۔ یہ کمار کالوہ پہنچکر تمام توپین اور اسباب لیکر واپس آگیا۔

کرنول کی فتح

راجہ رگھناتھ داس کو میر نجف علی خان کے پوزیشن پر حسد پیدا ہوا اُسنے اسکو دفع کرنے کی غرض سے شاہ نواز خان کی معرفت یہ کہلایا کہ اگر تمھاری مرضی ہو تو اچھے اچھے تعلقات کو چلے جاؤ میر نجف علی خان نے قبول کرلیا اسنے کڑپا اور کرنول وغیرہ محالات افاغنہ میر نجف علی خان اور اسکے بھائی کے لیے تجویز کیے چنانچہ خان مذکور نے آدمی بھرتی کرکے کڑپا کو تھانہ بھیجا ابھی وہان تھانہ قائم نہوا تھا کہ نواب صلابت جنگ کا لشکر کرنول مین جا پہنچا پٹھانون نے لشکر کے پہنچتے ہی لڑائی کی تیاری کی راجہ رگھناتھ داس نے قابو پاکر میر نجف علی خان کو کہلایا کہ کرنول تمھارا تعلقہ ہے اور پٹھان وہان جمع ہین ایسا وقت پھر کب ہاتھ آئے گا نواب کا

لشکر موجود ہے اگر کوشش کروگے تو اس وقت کرنول پر قبضہ ہوجائے گا میر نجف علی خان نے دیکھا کہ راجہ فوج لیکر تیار ہوگیا تو جو کچھ بھی فوج لیکر کرنول کے پاس جا پہنچا اور راجہ کو کہا کہ جرات نے جا اچھی نہیں ہے تدبیر سے کام کیا جائے گا راجہ نے کہا کہ تم اپنے کام میں مشغول رہو ہم لڑتے رہتے ہیں میر نجف علی خان نے کوشش کرکے اول شہر پر حملہ کیا وہاں کے آدمیوں نے توپوں اور جزائل سے آگ برسانی شروع کردی لیکن خان مذکور چیرہ دستی کرکے دیوار تک پہنچ گیا جو آدمی فصیل سے بلند ہوکر جرات کررہے تھے انکو جزائل اور بان و بندوق سے گرادیا اور اپنے ہاتھی کو شہر پناہ کے دروازے کے پاس پہنچا کر بہت کوشش کی مگر کواڑ نہ ٹوٹے۔ ایک طرف سے شہر پناہ کی دیوار ٹوٹی ہوئی تھی میر نجف علی خان کا چھوٹا بھائی میر حسن علی خان اس طرف سے اوپر چڑھ گیا اور میر اسعد اللہ بیگ اور فضل علی بیگ و سید علی بیگ اور میر علی اکبر وغیرہ بھی اسکے پاس پہنچ گئے اور نشان فصیل پر قائم کردیا میر نجف علی خان یہ دیکھ کر جو کچھ بھی فوج لیکر اُدھر سے گھس گیا پٹھان یہاں سے بھاگ کر قلعے میں داخل ہوگئے اور شہر لشکر کے قبضے میں آگیا اور اسکو خوب لوٹا جب راجہ کو یہ خبر پہنچی تو وہ فوج اور سرداران لشکر جیسے نظر علی بیگ خان بخشی سائر محمد اکبر خان رسالہ داران اور محمد سعید رسالہ دار وغیرہ کے شہر میں داخل ہوگیا میر نجف علی خان نے راجہ کو ایک حویلی میں بٹھا کر قلعہ کرنول کی فتح کی تیاری کی دوسرے سرداروں کو بھی ساتھ لیا قلعے کے متصل ایک گڑھی تھی اور پٹھانوں کا یہاں تھانہ تھا محمد اکبر خان وغیرہ نے اسے فتح کرلیا قلعہ کرنول بڑا مضبوط تھا اور لڑائی کا پورا سامان اس میں جمع تھا قلعہ نشیں مقابلے کو آمادہ ہوئے قلعے کی دیوار کے پاس ایک ٹوٹا ہوا دروازہ تھا میر نجف علی خان وغیرہ اس میں کھڑے ہوکر اندر داخل ہونیکی فکر کرنے لگے میر نجف علی خان کے دو بھائی میر محمد خان و میر حیدر علی خان بھی نواب سے اجازت لیکر آگئے چاروں بھائی جمع ہوگئے میر نجف علی خان نے حیدر بیگ خان بخشی کو کہلایا کہ تم میری کمک کیلئے ہو جاؤ میں آگے جانے کا انتظام کرتا ہوں چار سو آدمی گھوڑوں سے اُترے اور تیز دستی کرکے قلعے کی خندق لے لی قلعے پر سے توپوں بندوقوں بانوں اور جزائل کی مار جاری تھی چند آدمی مارے گئے آخر سیڑھیاں دیوار سے لگا کر اوپر چڑھ گئے پٹھان گھبرا کر بھاگنے لگے آخر کار میر نجف علی خان وغیرہ قلعے پر چڑھ گئے میر نجف علی خان نے پٹھانوں کو کہلایا کہ یا تو مقابلہ کرو ورنہ ہم دروازہ کھولے دیتے ہیں تم اُدھر سے نکل جاؤ قلعہ نشینوں کے ۲۶ سردار آئے ان میں سے نصیر محمد خان اور گلاب خان نے دور سے کھڑے ہوکر کہا کہ ہمکو ہمارے قبائل لیکر قلعے سے نکل جانے کی اجازت دیجیے میر نجف علی خان نے ایسے وعدہ کیا اس عرصے میں راجہ بھی فوج لیکر ادھر آنے لگا۔ پٹھانوں نے دیکھا کہ راجہ فوج لیکے آرہا ہے تو اب پٹھان یہ بولے کہ آپکے

اگرچہ امن دیدی ہے مگر راجہ آرہا ہے اس سے بھی کہلا بھیجے کہ ہمنے ان کو امن دی ہے میرنجف علیخان نے اپنے تینون بھائیون کو پٹھانون کے ساتھ بھیجا کہ تم جاکر راجہ سے کہدو کہ ہم نے ان کو امن دی ہے جب ان کی واپسی مین دیر ہوئی تو تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ پٹھانون نے راستے مین تینون کو مار ڈالا لوگون نے کہا کہ انکی لاشین قلعے کے تلے پڑی ہین میرنجف علی خان نے جھک کر دیکھا تو تینون کی لاشین پڑی پائین اسکو اتنا رنج ہوا کہ قلعے کے تلے کود گیا لیکن زندگی باقی تھی بچ گیا وہان دس پٹھان شمشیر برہنہ کھڑے تھے میرنجف علی خان اور اسکے رفقا نے سب کو قتل کر ڈالا پٹھانون نے جسوقت تینون بھائیون کو قتل کیا تھا تو سامنے سے راجہ اور اسکی سپاہ دیکھ رہی تھی کسی نے حمایت نہ کی میرنجف علی خان بھائیون کے ماتم مین بیٹھ گیا راجہ نے میدان خالی پاکر قلعہ مظفرخان گاردی کے حوالے کردیا یہ بات میرنجف علی خان کو نہایت ناگوار ہوئی اُسنے راجہ کے قتل کی فکر کی اور راجہ پر بلوا کھڑا کیا اور یہ بہانہ کیا کہ جن افغانون کو مین نے بھائیون کے قصاص مین مار ڈالا ہے اُنکے سوا جو باقی رہے ہین اُن کو راجہ میرے حوالے کردے شاہ نواز خان نے درمیان مین پڑکر سمجھایا اس جھمیلے مین نواب صلابت جنگ کا کوچ تین دن تک موقوف رہا استمالت کے بعد کوچ ہوا۔

مظفر جنگ کی مان ۔ بیوی اور بیٹے کی بیجاپور کو روانگی

مظفر جنگ کی مان خیرالنسا بیگم اور انکی بیوی سید شاہ بیگم اور ان کا بیٹا اس منزل سے جدا ہوے اور مظفر جنگ کی لاش لیکر بیجاپور کو روانہ ہوے بہت سا انبوہ اُنکے ساتھ ہوا ساٹھ ہاتھی اور عمدہ جواہر مظفر جنگ اور ناصر جنگ کے مال مین سے لیکر اور جو کچھ دوسرا سامان ہاتھ آیا وہ بھی آمیٹ کر فرانسیسون کی حمایت سے روانہ ہوگئے اور دوسرے بڑے بڑے آدمی بھی رخصت ہوے اسکو سب نے غنیمت جانا کوئی متعرض نہوا۔

مرہٹون سے معاملہ

مظفر جنگ کی عیال کی روانگی کے بعد نواب صلابت جنگ حیدرآباد کی طرف روانہ ہوے کہ اس وقت بالاجی راو پسر باجی راو اور راجہ ساہو کا لیپا لک فتح سنگھ اور رگھوجی بھوسلہ تینون اسّی ہزار سوار لیکر نواب کے لشکر سے دس کوس پر آکر اُترے اور پیام دیا کہ تین سال سے ہمنے دکن کی حفاظت کی ہے اس مین ہمارا ایک کروڑ روپیہ خرچ ہوا ہے تین دن تک بحث رہی امرا اور فرانسیسون کی راے ہوئی کہ روپیہ دیدیا جاے اور صلح کرلی جاے

راجہ رگناتھ داس نے بالاجی کو سمجھا کر بولا کہ روپے اسکو دیکر صلح کرلی بالاجی پونا کو چلا گیا اور صلابت جنگ حیدرآباد کو روانہ ہوئے۔

سپاہ کی تنخواہ ہنگامہ آرائی کے بعد چکانا رگناتھ داس کے ہاتھ سے نواب کا نہایت مجبور ہو جانا

سپاہ کی تنخواہ بہت چڑھ گئی تھی ہر روز ہنگامہ ہوتا تھا راجہ رگناتھ داس حیدرآباد کا وعدہ کرتا تھا جب حیدرآباد کے نواح میں پہنچے تو خداسندہ خان دیوان اور صلابت جنگ کے بھائی مرزا معل نے کہ حیدرآباد کا ناظم تھا پانچ کوس کے فاصلے سے استقبال کیا سب آدمی شہر میں داخل ہوئے قلعہ گولکنڈہ میں دو کروڑ روپے کے قریب نقد جمع تھے اور اسی قدر قیمت کا جواہرات موجود تھا نواب کے حکم سے راجہ رگناتھ داس نے خزانہ کھولکر سپاہ کی تنخواہ بے باق کردی اور سب کو راضی کرلیا اور فرانسیسیوں کو انعام واضافہ اور ہاتھی دیکر موافق کرلیا اور خاص اپنی ذات سے تین ہزار سوار نوکر رکھے اکثر اچھے اچھے جماعہ داروں کو سرکاری نوکری سے جدا کر کے اضافہ دیکر اپنے رسالے میں رکھ لیا اور انکی تنخواہ کا روپیہ سرکاری حوالے سے دیتا تھا اور اکثر سرداروں جیسے میر مقتداخان و حسین منورخان دکنی و واصل خان یکچشمی وغیرہ کو اپنا رفیق بنا کر دوسروں کی بربادی کی فکر کرتا تھا ایک کو بڑھا کر دوسرے کو بگاڑتا تھا۔ نواب صلابت جنگ کی یہ حالت کردی تھی کہ ایک ایک روپے کے لیے اسکے دست نگر ہو گئے تھے چنانچہ ایک دن نواب نے چاہا کہ اپنے ساتھ بھائیوں کو کھانا کھلائیں داروغہ باورچی خانہ کو حکم بھیجا کہ اس قدر کھانا زیادہ پکائے اسنے راجہ سے اجازت چاہی راجہ نے کہا کہ جیسے سابق سے پکتا ہے اسی قدر پکایا جائے نواب کو یہ حال معلوم ہوا تو راجہ کو اپنے ہاتھ سے رقعہ لکھا راجہ رقعہ پڑھکر بولا معلوم ہوا کہ جیوتی کسی پر کل آئے ہیں غلطی کی ہے جو رقعہ لکھا ہے جس قدر مقرر ہے اس سے زیادہ نہ پکے گا۔ نواب صاحب اس قدر سختی برداشت کرتے اور کوئی راجہ سے مقابلہ نہ کرتا کیونکہ فرانسیسی اور تلنگے اسکی مدد پر تھے دو سال تک یہی حال رہا نواب یہاں سے کوچ کرکے اورنگ آباد کو چلے گئے۔

سنہ ۱۱۶۴ ہجری میں بعض ممتاز لوگوں کی وفات

اس سال ماہ صفر میں حیدرآباد کا دیوان نقد علی خان جسکی عمر سو سال سے متجاوز ہو گئی تھی مرگیا اس کا بیٹا مرزا علی نقی جس کو مظفر جنگ نے بل جانے کا اندھا کر دیا تھا۔ باپ کے بعد

نقد علی خان خطاب سے سرفراز ہوا نواب صلابت جنگ نے اسکو حیدرآباد کا دیوان کر دیا سید شریف خان شجاعت جنگ بھی اسی سال ماہ شعبان مین فوت ہو گیا جو سید محمد قنوجی کی اولاد سے تھا اور نہایت بہادر آدمی تھا اسکے بیٹے صدر الدین خان کو باپ کا خطاب ملا مگر برار کی صوبہ داری شجاعت جنگ کی جگہ سید لشکر خان نصیر جنگ کے حوالے ہوئی۔ اسی سال ماہ ذیحجہ مین میر دوست علی خان کہ نواب صلابت جنگ کی مدد کے لیے ابو الخیر خان کے ہمراہ پانسو سوار و پیادہ کے ساتھ برہانپور سے اورنگ آباد کو گیا تھا جبکہ انکو بالاجی سے جنگ درپیش تھی مر گیا اسکے بیٹے میر نجف علی خان نے باپ کی لاش برہانپور بھیجدی وہان تارا مسجد مین کہ اسکی بنائی ہوئی تھی دفن ہوا۔

برہان پور کی صوبہ داری کا واقعہ

صلابت جنگ کے بڑے بھائی فیروز جنگ کی نیابت برہانپور کی سند بادشاہ کی طرف سے خواجم قلی خان کے نام آئی اُسنے فرمان کی پیشوائی کی اور صوبہ داری پر حکومت جمائی یہان پہلے سے مظفر جنگ کی طرف سے ابو الخیر خان شمشیر بہادر اس کام پر مقرر تھے انھون نے تمام حال نواب صلابت جنگ کو لکھا جو اس عرصے مین مظفر جنگ کے بعد مسند امارت پر بیٹھ گئے تھے اور راجہ بہادر کو بھی تحریر کیا شہر مین عمل و دخل خواجم قلی خان کا تھا اور شہر کے باہر بالاجی کے کارندے مالک تھے جب اس مضمون کے مراسلے ابو الخیر خان کے صلابت جنگ اور راجہ بہادر کو پہنچے تو انھون نے اُن کو جھالر دار پالکی اور امام جنگ خطاب دیکر سند صوبہ داری برہان پور کی ارسال کی اور لکھا کہ تم حکومت وہان جما لو اور خواجم قلی خان سے حکومت نکال لو جب ابو الخیر خان نے خواجم قلی خان کو لکھا تو اُسنے جواب دیا کہ مین بادشاہ کی طرف سے ناظم مقرر ہوا ہون جب انھون نے شہر برہان پور کے نامی آدمیون اور اہلکارون سے مشورہ کیا تو سب نے بالاتفاق کہا کہ نواب صلابت جنگ کا حکم جاری کرنا چاہیے خواجم قلی خان نے چاہا کہ دخل ندے اور ممانعت کی تیاری کی چند روز اسی طرح گذرے اور اصلاح کرنے والون نے سمجھایا لیکن کوئی فائدہ مترتب نہوا اور شہر برہانپور کے میدان چوک مین خواجم قلی خان کا جھنڈا بلند تھا میر محمد غیاث خان اس کا جھنڈا گرانے کے لیے اس سے چار چند فوج کے ساتھ ۱۹ جمادی الاولی سنہ ۶۵ ہجری کو تیاری کر کے چوک کی طرف روانہ ہوا یہ خبر سنکر خواجم قلی خان نے اپنے بیٹے نذر محمد خان اور داماد کو جس کا خطاب البرز خان تھا محمد ناصر بخشی کے ساتھ فوج دیکر مقابلے کو بھیجا لیکن میر محمد غیاث خان نے پیش دستی کر کے خواجم قلی خان کا جھنڈا گرا کر ابو الخیر خان کا جھنڈا

کھڑا کر دیا جب یہ خبر خواجم قلی خاں کو پہنچی تو اسنے اپنے سرداروں کو لڑائی کرنے کا حکم دیا اور سعادت اور دولت رائے کی حویلیون کو اپنا مورچہ بنایا اور بان و بندوقیں ماری شروع کرائین چنانچہ اس ہنگامے مین چوک کے چند تماشائی آدمی زخمی ہوے اور مارے گئے اور میر غیاث نے کمان بازار میں بیٹھ کر مورچہ قائم کیا اور چار گھڑی دن باقی رہے لڑائی شروع ہوئی اور میر کمال کی حویلی پر جو پل کے قریب واقع ہے میر حیدر علی کے مورچے تھے گولیاں اور بان چلنے لگے ابوالخیر خان کے دو بھانجے میر امجد و میر عزیز اور انکے دوسرے رشتہ دار اور عبدالنظر[1] بیگ خان بخشی اور سید نورالدین خان کوتوال اور رسالہ دار لوگ تمام رات میدان چوک مین جامع مسجد کے سامنے مورچے جمائے رہے۔ خواجم قلی خان کے آدمیوں کے دلون مین بڑی تشویش پیدا ہو گئی لیکن خود خواجم قلی خان کی بدستور ہمت قائم تھی۔ میر نعمان صاحب پسر شاہ عبدالمنان و میر حیدر علی عرف میاں ہن و نرسنگ راؤ و شیخ عبدالرحمن صلح کے لیے آمد و رفت کرتے تھے اور بڑی کوشش مین تھے آخر کار طرفین صلح کی طرف مائل ہوے اور صلح اسپر قرار پائی کہ بارہ ہزار روپیہ بابت تنخواہ سپاہ کے ابوالخیر خان دیدیں تو صوبہ داری اُنکے حوالے کر دی جائے گی پہر دن چڑھے فتنہ خاموش ہوا اور لڑائی بند ہو گئی اور خود بخود وہاں کے افسرون نے امام جنگ شمشیر بہادر سے رجوع کی پھر دوبارہ نواب صلابت جنگ کی طرف سے حکم ابوالخیر خان کے پاس آیا کہ پانچ چھ ہزار سوار نوکر رکھ لین اور تمام تنخواہ برہانپور کے خزانے سے دلوادیں انھون نے سپاہ کی بھرتی شروع کی اور بہت سے لوگ معاش کو پہنچ گئے اور جن منصبدارون کی جائدادیں مرہٹون نے ضبط کر لی تھیں اُنکے لیے خوب مدد خرچ جاری ہو گیا اور ہر روز خود ابوالخیر خان سوارون کا ملاحظہ کرتے تھے پچاس روپے کا مال ایکسو میں بلکہ ایک سو تیس روپے کو بکنے لگا اور مالوے کے گھوڑے سوداگر برہانپور کو لاتے اور بکاسے کا بازار جو کچھ عرصے سے کاسد ہو رہا تھا پھر گرم ہو گیا اور چوک گھوڑوں سے بھرا رہتا تھا۔ نواب نے خواجم قلی خان کو اپنے پاس بلالیا۔ اور راجہ رگھناتھ۔ اس نے نظر بیگ خان کو خط لکھکر اپنے پاس اورنگ آباد مین بلایا وہ ۱۴ رمضان ۱۱۶۴ ہجری کو روانہ ہوا اور ۱۵ رمضان کو خواجم قلی خان اورنگ آباد کی طرف گیا نظر بیگ خان کو پھر سائر کا بخشی بنا دیا گیا اور جس قدر اسکے رشتہ دار ساتھ گئے تھے ہر ایک کو منصب اور خطاب ملا میر مہدی خان اور دوسرے بھائی قاضی دائم کے جو معتوب تھے انکو قید کر کے راجہ رگھناتھ اس کے پاس لے گئے یہ لوگ یہاں سے بھاگ کر جا چھپے گئے اسوقت بابا جی نے عادل آباد کی طرف حملہ آور ہوا

[1] بعض اخبار میں عبدالنظر بیگ خاں کی جگہ نظر بیگ خاں بھی لکھا ہے ۔۔

جب میر غیاث اور دوسرے رسالہ دار اسکے مقابلے کو گئے تو بھاگ گیا۔
ماہ شوال ۱۱۶۶ھ ہجری مین پانچ لاکھ روپے کے قریب خزانہ مقام جھانسی مقبوضۂ رانوجی سیندھیا سے اُسکے پاس جارہا تھا شہر برہانپور کے قریب پہنچا تو ابوالخیر خان نے اسے لٹوا لیا لیکن بعد اسکے کارپردازان لشکر نواب نے واپس کرا دیا۔

بالاجی سے جنگ

راجہ رگناتھ داس بالاجی سے عداوت رکھتا تھا اور ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ نو لاکھ روپے جو بالاجی نے نواب صلابت جنگ کی سرکار سے لیے ہین ہر لاکھ کی جگہ دس دس لاکھ لون گا یہ خبر بالاجی کو پہنچی تو وہ بہت ناراض ہوا اور رگناتھ داس کو کہلا بھیجا کہ اکثر تم ایسا کہتے رہتے ہو تم ایسا کیون مدہوش ہو گئے ہو راجہ نے یہ بات سنی تو آشفتہ ہوا اور سپاہ جمع کرنے لگا اور ابوالخیر خان امام جنگ کو بلایا انھون نے اپنی روانگی سے پہلے میر غیاث اور سید معز الدین پسر سید نور الدین کو خزانے کے لانے اور استمزاج مطلب کے لیے بھیجا اور خود سلخ شوال کو دریاے تپتی سے عبور کرکے شدت بارش مین اورنگ آباد کو روانہ ہوے راستے مین فالج کا عارضہ ہو گیا ۲۲ ذیقعدہ ۱۱۶۶ھ ہجری کو باوجود مرض کے نواب صلابت جنگ کے پاس پہنچے اور یہان یہ مشورہ قرار پایا کہ بالاجی سے لڑنا چاہیے چنانچہ عید قربان کے بعد ۱۱ ذی الحجہ ۱۱۶۶ھ ہجری کو نواب شہر سے باہر خیمے مین داخل ہوے اور ابوالخیر خان امام جنگ کو سب لشکر سے آگے اور برہان الدولہ سید لشکر خان نصیر جنگ کو عقب لشکر مین مقرر کیا اور یہان فوج اور توپخانے کے اجتماع کے لیے چند مقام ہوے اور احمدنگر کی راہ سے محی آباد پونا کا قصد کیا اور یہان بھیر و بنگاہ کو چھوڑ کر ضروری اسباب اور آدمیون کے ساتھ آگے بڑھے بالاجی پچاس ہزار سوار لیکر مقابل ہوا ۱۲ محرم ۱۱۶۷ھ ہجری کو بالاجی اور نواب صلابت جنگ مین لڑائی شروع ہوئی بالاجی کے ہراول مین اُس کا چچازاد بھائی سدھوجی تھا۔ اور نواب صلابت جنگ کے ہراول مین ابوالخیر خان تھے جن کی مدد کو فرانسیسی اور تلنگے مقرر ہوے ابوالخیر خان باوجودیکہ مفلوج تھے لیکن انھون نے فن سپہ گری خوب دکھایا آخرکار مرہٹے پسپا ہوے دوسرے روز گھی کی فتح کے لیے ابوالخیر خان مامور ہوے اُنھون نے اپنے بھانجے امجد خان و عزیز اللہ خان کو مع رفقاے جان نثار کے رخصت کیا بالاجی نے بھی اُنکے مقابلے کو آدمی بھیجے بہت سے مرہٹے مارے گئے اور انکو شکست ہوئی محمد امجد خان کے بھی بہت سے ساتھی کام آئے۔ نواب کے لشکر نے لڑتے بھڑتے مرہٹون کو پونا کے قریب پہنچا دیا اور جو آبادی دشمنون کی راستے مین ملتی

اسے جلا دیتے۔ فرانسیسوں نے ان لڑائیوں میں مرہٹوں کو بہت زبوں کیا۔ ۱۴ محرم ۱۱۶۵ ہجری کی شب کو پورا چاند گرہن ہوا تھا فرانسیسوں نے مرہٹوں پر شب خون مارکر ان کا قلع وقمع کر دیا بالاجی جو گنگا کے کنارے پوجا میں بیٹھا ہوا تھا سر دیا رہنہ گھوڑے پر بیٹھ کر بھاگ نکلا جس قدر سونے کے برتن پوجا کے مقام پر جمع تھے سب مسلمانوں نے لوٹ لیے نواب صلابت جنگ کی سپاہ اسی طرح لڑتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی اور مرہٹوں کے علاقے کو برباد کرتی دو تین کوس آگے بڑھ جاتی تھی۔ روز چہارشنبہ ۱۹ محرم کو بالاجی نے اپنی افواج متفرق کو جمع کرکے ہیئت مجموعی کے ساتھ لشکر اسلام پر کوچ کے وقت حملہ کیا راجہ رگناتھ داس نے لطف بیگ خاں بخشی سائر کو فوج سائر کے ساتھ و میر نعمان خاں و میر مقتدا خاں وفتح خاں واسع خاں رسالہ داروں کو اُن کے رسالوں کے ساتھ مقابلے کو بھیجا لطف بیگ خاں نے ایسی لڑائی کی کہ مرہٹے بھاگ نکلے ان لوگوں نے تعاقب کیا اور بڑے لشکر سے دور ہو گئے مرہٹوں نے لوٹ کر جوت جنگ کی نواب صلابت جنگ اور راجہ کی طرف سے مدد پہنچی ہیں لطف بیگ خاں نے دو گولیوں کا زخم اور ایک تلوار کا زخم کھایا ہاتھ پر جو گولی لگی اُسکے صدمے سے ساعد کے قریب کی ہڈی ریزہ ریزہ ہو گئی تھی اور عجیب حالت پیدا ہو گئی تھی اور میر نعماں خاں زخمی ہو کر خیمے میں پہنچکر مر گیا اور مقتدا خاں زخمی ہو کر لشکر میں واپس آیا اور فتح خاں اور واسع خاں رسالہ دار مارے گئے اور لطف بیگ خاں کا ماموں مغل بیگ خاں زخمی ہو کر چند روز کے بعد مر گیا اور نصیر الدین خاں وجیر الدین خاں اور مغل بیگ خاں کا بیٹا اور دوسرے سردار مارے گئے اور بالاجی کی طرف دس اور نقولے میں عمدہ جماعہ دار اور بہت سے سوار کام آئے اس دن عجیب تہلکہ واقع ہوا۔ بعضے منافق مسلماں جو بالاجی سے ملے ہوئے تھے صلح کی شہرت دیکر تھوڑے دنوں دفع الوقتی کرتے رہے بعد اسکے نواب کی فوج پونے سے چھ کوس پر جا پہنچی اور چاہا کہ پونا میں گھس جائے مرہٹوں نے یہ قرار دیا کہ بالاجی خود جاکر نواب سے ملے اور صلح کرلے اس طرح سیدت کر جان نثیر جنگ رور مرہٹوں کے پاس آتے جاتے تھے اس اثنا میں غلے اور چارے دانے کی نواب کے لشکر میں بہت کمی ہو گئی آدمی اور گھوڑے فاقے مرنے لگے اس حد تک بھوک اور تکلیف نواب کے لشکر میں پیدا ہو گئی کہ بیان کرنا مشکل ہے جب یہ حال مرہٹوں کو معلوم ہوا تو زیادہ ستانے لگے اگرچہ فرانسیسی اور تلنگے آتش باری کرتے تھے مگر مرہٹے بھی بلا کے لوگ تھے آخر یہ قرار پایا کہ نواب احمد نگر کو لوٹ چلیں اور وہاں سے رسد حاصل کرکے پھر دشمن با وجود ان مصیبتوں کے مسلمان خوب لڑتے رہے اور پونے سے دس کوس پر قصبہ تلی گاؤں تک پہنچکر اسے لوٹ لیا یہ مرہٹوں کی عمدہ بستی تھی یہاں سے تھوڑی سی رسد اور غلہ ملا پھر

احمدنگر کو واپس ہوے ایسی حالت مین مرہٹون نے چارون طرف سے حملے شروع کردیے آخرکار لڑتے بھڑتے احمدنگر مین داخل ہوے اور یہان فالتو سامان اور بہیر کو چھوڑا اور یہان کی جو سپاہ مرہٹون کے خوف سے لشکر مین نہ پہنچ سکی تھی اسے ساتھ لیکر اور بنجارون کو ہمراہ لیکر سنگمنیر کی طرف چلے راستے مین بلند پہاڑ اور دشوار گذار ٹیلے کہ ان مین تھے بہت سختی سے طے کیے پھر صلح کی بات چیت شروع ہوئی اور قرار ومدار مقرر ہو کر کارروائی بند ہو گئی بعد اسکے پھر صلح کی کارروائی شروع ہوئی راجہ رگناتھ داس اور سدھوجی لشکر کے باہر باہم ملے اور قول وقرار ہوا لیکن پھر صلح برہم ہو گئی یہان تک کہ سنگمنیر پر بڑی بھاری لڑائی ہوئی ابوالخیرخان نے خوب کام کیا اُن کا بھائی میر احمد گولی سے زخمی ہوا اور دوسرے بہت سے آدمی زخمی ہوے حالانکہ اسوقت سید لشکرخان بالاجی کے کیمپ مین صلح کی بات چیت کے لیے موجود تھے جب ابوالخیرخان اور میر غیاث نے مرہٹون کو پوری شکست دیدی تو دوسرے روز مساویانہ صلح ہو گئی نواب کی سپاہ احمدنگر مین لوٹ آئی اور بالاجی اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

ابوالخیرخان کی سپاہ کی تنخواہ بہت چڑھ گئی تھی اور تنخواہ کے لیے سپاہی شورش کرتے تھے اسکی اصلاح ہو گئی۔ نواب صلابت جنگ اور راجہ رگناتھ داس نے مونگی پٹن سے سید لشکرخان کو اورنگ آباد کو بھیجدیا۔ ۲۳ ربیع الاول ۱۱۶۵ہجری کو ابوالخیرخان کو برہانپور کو چلے جانے کی اجازت ہوئی ان مین اور راجہ رگناتھ داس مین کچھ بدمزگی پیدا ہو گئی مورو پنڈت جو ناصرجنگ کے عہد مین لشنداس کے خطاب سے مخاطب ہوا تھا اور صلابت جنگ اور راجہ رگناتھ داس کے حکم سے ماہ محرم ۱۱۶۵ہجری سے بہادردل داماد عبدالمظفر بیگ خان مخاطب بہ دلاوردل خان کے مکان مین قید تھا دوشنبہ ۱۳ ربیع الاول سنہ مذکور کو نواب صاحب نے راجہ رگناتھ داس کی کوشش سے گلا گھٹوا کر مروا دیا۔

نواب نے شب جمعہ ۲۳ ربیع الثانی کو خواجم قلی خان کو **ذوالفقارالدولہ قائم جنگ** خطاب دیا اور برہانپور سے ابوالخیرخان کو معزول کرکے وہان کا ناظم اسے کردیا اور خلعت وغیرہ دیکر رخصت کیا وہ روز جمعرات ۶ جمادی الاولی کو برہان پور مین پہنچا اور تمام اہلکارون نے دریاے تپتی تک استقبال کیا اور بگلانہ کی صوبہ داری ابوالخیرخان پر بحال رکھی اور قطب الدولہ محمد انورخان ۲ جمادی الاولی کو برہانپور کی طرف رخصت کیا گیا اور وہ ۱۹ ماہ مذکور کو برہانپور مین داخل ہو گیا۔

اس عرصے مین ابوالخیرخان پر سپاہ کی تنخواہ کا شدید تقاضا ہوا اور سپاہ نے سخت شورش کی جسکی کوئی انتہا باقی نہ رہی آخرکار تھوڑا سا اسباب سپاہ کی تنخواہ مین دیکر اس سے نجات ملی

احمد میر خاں کو صلابت جنگ نے میر علی اکبر خان خطاب دیا۔

راجہ رگناتھ داس کا مارا جانا

نواب صلابت جنگ نے مقام پٹن سے رگھو بھوسلہ مرہٹے کو جسے ساتھ لائے تھے برار کو رخصت کر دیا اور خود ملک گیری کے لیے بھالکی اور چیٹ کوبہ وغیرہ کی طرف گئے بھالکی کے پاس مقام ہوا راجہ رگناتھ داس نے یہ چاہا کہ قصبۂ بھالکی وغیرہ محالات راجہ رام چندر کو سرکار مین داخل کر لے اس کام کی تکمیل کے لیے واصل خاں بک جشیمی کو دوسرے سرداروں کے ساتھ بھالکی وبھاتکرہ وغیرہ محالات راجہ رام چندر کی طرف بھیجا خاں مذکور حکم کے مطابق بھالکی کے پاس اترا رام چندر کی ماں تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ بھالکی مین موجود تھی اور رامچندر سات ہزار سواروں کے ساتھ یہاں سے دس کوس پر مقیم تھا اسے کہلایا کہ میں باپ دادا کے عہد سے خاندان آصفیہ کا مطیع و معتاد ہوں مجھ سے کیا قصور سرزد ہوا ہے کہ ملک موروثی میرا ضبط کیا جاتا ہے رگناتھ داس نے نواب صلابت جنگ کی طرف سے جواب لکھا کہ تمھارے باپ نے کبھی سرکاری نوکری وجانفشانی مین قصور نہین کیا تھا اور اسکے برعکس تم قصور کرتے چنانچہ بالاجی کی لڑائی میں حاضر ہوے اسے معذرت کی اور جواب میں لکھا کہ برہان ملک کی مہم کے موقع پر جو میں ہمرکاب تھا اس موقع پر میرا بہت نقصان ہوا تین لاکھ روپے کا خسارہ اٹھایا ہے گھوڑے اور اسباب بیکار ہو گیا ساماں کی تیاری میں مشغول ہون اس لیے نہ پہنچ سکا مدارالمہام نے جواب دیا کہ تمھارا قدیمی علاقہ تم پر بحال ہے اور جو پرگنے نواب ناصر جنگ کے بعد تمھیں ملے ہین وہ چھوڑ کر سرکاری عاملوں کے سپرد کر دو اسنے جواب بھیجا کہ اگر قصور معاف کیا گیا ہے تو تمام علاقہ بحال رہے غلام ہوں ورنہ سب کو ضبط کیجیے دوسری جگہ جاکر نوکری کر لوں گا اس رد و بدل اور سوال و جواب میں ۱۵ دن گذرگئے رامچندر نواب کے لشکر سے چھ کوس کے فاصلے پر پڑا ہوا تھا۔ حسام الدین خاں قلعدار اودگیر نے عرض کیا کہ پرگنۂ مرغ وغیرہ مضبوط مقام رام چندر کے اودگیر کے پاس واقع ہیں اگر تھوڑی سی فوج میرے ہمراہ کر دی جاے تو جلد ضبط کر لوں گا راجہ رگناتھ داس نے ہزار سوار حسام الدین خاں کے ہمراہ کیے ابھی رام چندر نہ پہنچا تھا کہ قلعہ مرغ فتح ہو گیا۔

اس عرصے مین راجہ رگھناتھ داس کی سپاہ نے اسے پیام دیا کہ پانچ لاکھ روپیہ ہماری تنخواہ کا چڑھ گیا ہے ہم پر فاقے گذرتے ہیں ہماری تنخواہ دیدی جاے راجہ نے انکو جواب دیا کہ حساب دیکھا گیا تو تمھارے صرف دو لاکھ روپے نکلتے ہیں پانچ لاکھ روپیہ غلط ہے

اس سوال وجواب مین بہت طول کلامی پر نوبت پہنچی فوج کا ارادہ مصمم ہوگیا کہ راجہ کو قتل کردے۔ راجہ رام چندر نے جب یہ خبر سنی تو اہل فوج اور جماعہ دارون کو لکھا کہ تم ضرور راجہ کو قتل کرڈالو مین لشکر کے پاس آتا ہون تم پر کوئی ہاتھ نہ ڈالے گا مین تمھارا معاون ہون راجہ کی فوج جو دو ہزار سوارون پر مشتمل تھی اور اُن سب کا بڑا افسر عبد الغفور خان رسالہ دار تھا اسنے جراءت کرکے راجہ کے خیمے پر حملہ کیا راجہ مع اسکے بھانجے سیتا رام ملقب بہ رائے رایان کے مارڈالا گیا پانچ فرانسیسی اور کچھ تلنگے بھی مارے گئے اور لچون نے اس کا تمام سامان لوٹ لیا رام چندر قریب فوج لیے کھڑا تھا یہ دو ہزار سوار اسکے پاس چلے گئے رگناتھ داس کے مارے جانے سے عجیب ہنگامہ پیدا ہوگیا ہر ایک اپنی اپنی فکر مین پڑگیا کسی کو نواب صلابت جنگ کی فکر نہ رہی میر بخشی علی خان اسی وقت تھوڑے سے سوار و پیادے اور خاصہ بردار لیکر نواب صاحب کے خیمے مین آگیا دیکھا تو دیوان خانے مین اور نواب کے گرد وپیش کوئی آدمی نہ تھا نواب کو دیکھا تو حواس باختہ پایا اُسنے نواب کی دلجمعی کی اور اُنکے خیمے کے آس پاس انتظام کرکے سب سردارون کو بلایا اور سب لشکر کا انتظام کیا اور رامچندر جو فوج لیے قریب کھڑا تھا اسکو کہلایا کہ کس ارادے سے کھڑے ہو نواب صاحب کے پاس اطمینان سے چلے آؤ اور خیمے اپنے لشکر مین کھڑے کراکے دلجمعی سے ٹھہر جاؤ تمھارا معاملہ اچھی طرح فیصل ہوجاے گا اس پیغام سے وہ چلا آیا اور فساد کا شعلہ بجھ گیا بعد اسکے راجہ کو جلا دیا اور اسکی عورت اسکے ساتھ ستی ہوگئی۔

اس وقت مدار المہامی کی فکر درپیش ہوئی اس کام کے قابل شاہ نواز خان اور سید لشکر خان یہ دو شخص تھے اور یہ دونون رگناتھ داس کی بدباطنی کی وجہ سے لشکر مین نہ تھے مستعد خان ابوالفتح خان ورفتح اللہ خان و میر بخشی علی خان نواب صلابت جنگ کے خیمہ خلوت مین بیٹھکر مشورہ کرنے لگے اور اس عہدہ جلیلہ کے پُر کرنے کے لیے شاہ نواز خان و سید لشکر خان کے آنے تک اجراے کار کے لیے **ابوالفتح خان** مدار المہامی کے کام پر مقرر ہوے اور نواب کے احکام شاہ نواز خان اور سید لشکر خان کی طلب مین اورنگ آباد کو بھیجے گئے مین روز اس طرح گذرے ابوالفتح خان نے ایسی سختی سے کام کیا کہ جسکا بیان کرنا مشکل ہے۔

تسخیر کرنول کا بقیہ حال

جب مظفر خان گاردی قلعہ کرنول مین پہنچا تو اپنی طرف سے مرزا محمد خان سابق بخشی سائر نواب ناصر جنگ کو وہان کا نائب بنا دیا اس شخص نے نواب مذکور کو مروا دیا تھا یہ اب

مظفر خان سے موافق ہو گیا تھا اس لیے اسے اسکو اپنا نائب بنایا اور محمد عالم لقیب کو اسکی فوج کا بخشی بنایا لیکن اس بخشی کو اتنا اختیار دیا کہ مرزا محمد خان اس کا دست نگر ہو گیا۔ مظفر خان گاردی یہ انتظام کر کے نواب کے پاس آگیا دو ماہ کے بعد پھر پٹھانوں نے سرکشی کی اور ہمت خاں کے چھوٹے بھائی مور خان کو اپنا سردار بنایا اور تین ہزار سوار اور تین ہزار پیادے جمع کر لیے اور کرنول میں مورچے بنا کر مستعد مقابلہ ہوئے مرزا محمد خاں نے قلعے سے نکل کر مقابلہ کیا آخرکار تاب جنگ نہ لاکر بھاگ گیا اور زمیندار کدوال کی پناہ میں پہنچ گیا اور عالم لقیب قلعے میں جما رہا۔ مظفر خان نے یہ خبر سنکر بہت سی کمک بھیجی مگر کوئی شخص قلعے تک نہ پہنچ سکا اس لیے وہ خود نواب صلابت جنگ اور راجہ رگھناتھ داس سے اجازت لیکر بہت سی سپاہ کے ساتھ چڑھا اور قلعے میں گھس کر عمدہ بندوبست سے باہر نکلکر پٹھانوں سے لڑائی کی چھ ماہ تک ان میں لڑائی جاری رہی آخرالامر لاچار ہو کر راجہ رگھناتھ داس سے کمک طلب کی راجہ نے خواجہ نعمت اللہ وغیرہ کو سات ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا یہ لوگ چل کر دریائے کشنا کے اس پار ٹھہرے اور مظفر خاں قلعے میں پناہ گیر ہوا نعمت اللہ خان بھی پٹھانوں سے لڑنے کی تاب نہ لاکر وہیں پڑا رہا اور پٹھانوں کی تعداد دن بدن بڑھتی رہی نعمت اللہ خاں نے کمک کے لیے اب راجہ رگھناتھ داس کو لکھا وہ متفکر ہوا نعمت اللہ خان نے پٹھانوں سے صلح کی تحریک کی وہ صلح پر راضی ہوئے اس عرصے میں راجہ مارا گیا نعمت اللہ خان نے یہ خبر سنکر واپس آنا چاہا جب یہ حال نواب صلابت جنگ کو معلوم ہوا تو انھوں نے ابوالفتح خان قائم مقام دیوان ریاست کو حکم دیا کہ مدد روانہ کرے اسے میر یحییٰ علی خان سے کہا کہ مدد کے لیے وہاں جاؤ اور اپنے ساتھ سپاہ لے جاؤ خان مذکور نے کہا کہ میں اس شرط سے جاتا ہوں کہ تمام فوج پر میرا اختیار ہو اور نعمت اللہ خان واپس بلا لیا جائے میں پٹھانوں کو جلدی درست کر دوں گا اسے یہ بات منظور نہ کی اور کہا کہ نعمت اللہ خان نے بڑی محنت کی ہے اگر اسے واپس بلالوں گا تو بیدل ہو جائے گا تم اسکی کمک کے لیے جاؤ میر یحییٰ علی خان نے جواب دیا کہ اگر وہ سردار رہا اور میں نے فتح پائی تو اس کا نام ہوگا اور اگر میں مارا جاؤں اور محنت کروں تو یہ مجھ سے ہو نہیں سکتا ابوالفتح خاں بولا کہ نعمت اللہ خان کی کمک ایک ضروری کام ہے ایسا کام میں اپنے بھائی کو بھیجکر کراؤں گا غرضکہ میر یحییٰ علی خان اور ابوالفتح خان میں دو رنگی پیدا ہو گئی اُسنے مور حسین خان دکنی کو سامان اور دو ہزار سوار دیکر نعمت اللہ خان کی مدد کو بھیجدیا۔

جب غازی الدین خان فیروز جنگ دربار دہلی سے صوبہ داری حیدرآباد کی لیکر

چلے تو ان سے جنگ کرنے کو نواب صلابت جنگ نے سپاہ کی فراہمی کی تو کرنول کے پٹھانون کو بھی لشکر مین شامل کرنے کے لیے اُن سے صلح کر لینے کی امرانے نواب کو راے دی اور یہ مشورہ دیا کہ کرنول اُن کو دیکر بلا لیا جاے اور لشکر کے ہراول مین مقرر کیا جاے چنانچہ نواب نے نعمت اللہ خان وغیرہ کو اس مضمون کا حکم لکھا کہ پٹھانون کو ہماری عنایات کا امیدوار کرکے اپنے ہمراہ لے آؤ اور قلعہ کرنول ان کو دیدو۔ نعمت اللہ خان انکو ساتھ لیکر نواب صلابت جنگ کے پاس آیا اور مظفر خان گاردی کی جگہ قلعہ کرنول کی سند منور خان پٹھان کو دیدی گئی۔

مدار المہامی کا عہدہ

شاہ نواز خان اور سید لشکر خان نصیر جنگ نواب کے بلانے پر اورنگ آباد سے روانہ ہوے اور نواب صلابت جنگ حیدرآباد مین داخل ہو گئے شہر کے آدمیون اور اہل لشکر نے نذر و نیاز ادا کی اور صلابت جنگ باپ کی حویلی مین اترے جب شاہ نواز خان اور سید لشکر خان شہر حیدرآباد کے قریب جنواڑہ مین پہنچے تو صلابت جنگ نے امرا کو استقبال کے لیے بھیجا وہ دو ہزار سوار اور دوسرے خدم و حشم کے ساتھ شہر مین آکر نواب سے ملے نواب نے دونون کو خلعت دیے دو روز کے بعد **وکالت مطلق** کا خلعت **سید لشکر خان** کو مرحمت ہوا لیکن راجہ رگناتھ داس کی طرح ان سے انتظام کما حقہ نہو سکتا تھا جہان تک ممکن تھا کام چلانے لگے اپنی طرف سے الہ یار بیگ قلماق کو بہادر دل خان خطاب دلوا کر اپنا نائب بنا کر حکم دیا کہ ہمیشہ نواب کے دربار مین رہے تاکہ کوئی انکے خلاف نواب سے کچھ کہہ نہ سکے تمام امرا و سردار ان کی طرف رجوع کرنے لگے۔ ماثر الامرا مین لکھا ہے کہ ان کا نام **میر اسماعیل** ہے۔ سنہ ۱۱۳۲ ہجری مین میر عالم علی خان کے ساتھ نظام الملک آصف جاہ اول کی جنگ ہوئی تو یہ اُس لڑائی مین شریک تھے اور بڑی دلاوری سے لڑے اس موقع پر نظام الملک نے **سید لشکر خان** خطاب دیا اور چند روز تک راجبندری کا انتظام انکے سپرد رہا کئی بار دربار دہلی اور دکن مین آئے گئے آخرکار نظام الملک کے ساتھ سنہ ۱۱۵۲ ہجری مین دکن مین چلے آئے اور اورنگ آباد کے ناظم نصیر الدولہ کی وفات کے بعد اسکی جگہ مقرر ہوے اور چار ہزاری ذات و دو ہزار سوار کا منصب اور بہادر کا خطاب اور علم و نقارہ پایا۔ ناصر جنگ کے عہد مین **نصیر جنگ** خطاب ملا اور پانڈیچری کی لڑائی مین شریک تھے پھر اورنگ آباد بھیجے گئے وہان سے صلابت جنگ کے پاس آئے جنھون نے چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کا منصب اور **رکن الدولہ** خطاب اور وکالت مطلقہ کا عہدہ عطا کیا۔

سید لشکر خان کا فرانسیسون کے ہاتھ سے خفت اُٹھانا

سید لشکر خان نے فرانسیسوں سے مخالفت شروع کر دی۔ بوسی بیمار ہو کر تبدیل آب وہوا کے لیے مسلی پٹم چلا گیا لشکر خان نے اسکی غیر حاضری سے فائدہ اُٹھا کر فرانسیسون کے نکالنے کی کوششیں شروع کر دین پہلے یہ تجویز پیش کی کہ فرانسیسوں کی تنخواہ بقایا میں پڑی ہوئی ہے مالیہ بھی واجب الوصول ہے بہتر ہے کہ فرانسیسی مالیہ وصول کرین اور اس مین سے اپنا حق رکھ کر باقی خزانہ سرکاری مین داخل کرین فرانسیسوں نے تحصیل کا کام اپنے ذمے لے لیا اسکے بعد لشکر خان نے نواب صلابت جنگ کو اورنگ آباد چلنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ بہت تھوڑی فرانسیسی سپاہ ساتھ لین بقیہ سپاہ کی تنخواہین ۔ روپیے کے متعلق ہدایات دی گئین بوسی کو یہ اطلاعات پہنچیں تو وہ علالت کے باوجود بجلی کی رفتار سے حیدرآباد آیا اور سپاہ لیکر اورنگ آباد پہنچا جب فرانسیسی سپاہ اورنگ آباد کے قریب پہنچی تو سید لشکر خان کو اپنی کارروائیوں کا انجام نظر آیا۔ آخر کار گفت وشنید صلح شروع ہوئی اور صلح کر لی گئی۔ لشکر خان نے دوسرے روز بلکہ خود صلابت جنگ نے اپنی پوزیشن سے نیچے اُتر کر بوسی کا استقبال کیا بوسی نے محکم وعدہ کیا کہ مین ہمیشہ لشکر خان کا معاون ومددگار رہون گا بوسی کو روپیہ دیا گیا۔

امیر الامرا غازی الدین خان فیروز جنگ پسر کلان آصف جاہ اول کا بادشاہ سے دکن کی صوبہ داری کی سند لیکر مرہٹون کے سہارے پرآنا

یکایک خبر پہنچی کہ امیر الامرا فیروز جنگ میر پاہ بن نظام الملک آصف جاہ احمد شاہ بادشاہ دہلی کے حضور سے خلعت صوبہ داری دکن کا پہن کر دکن کو عازم ہیں۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ صفدر جنگ وزیر احمد شاہ فرخ آباد اور روہیلکھنڈ کے پٹھانوں کو مغلوب کرنے کے لیے ملہار راؤ ہلکر اور جے آپا سیندھیا کو اپنی مدد کے لیے بلا کر اُن سے لڑ رہے تھے اور مرہٹون کو بہت سا روپیہ اس مدد کے صلہ مین دینے کا وعدہ کیا تھا جب پٹھانون اور صفدر جنگ میں صلح ہوگئی تو اس عرصے میں احمد شاہ ابدالی کے حملہ ہندوستان کی خبر مشہور ہوئی امرائے حضور نے صفدر جنگ کو جواپنے صوبۂ اودھ میں تھے لکھا کہ وہ مرہٹوں کی فوج کو ساتھ لیکر براہ اٹاوہ دلی کی طرف روانہ ہوے مگر ابھی دلی پہنچے تھے کہ احمد شاہ ابدالی پنجاب پر پورا قابض ہوگیا اور اسے ایک ایلچی اس غرض سے روانہ کیا کہ اس

صوبے کو بادشاہ ہندوستان سے باضابطہ حاصل کرے احمد شاہ ابدالی کی درخواست اس نقصان کے خوف سے فی الفور منظور ہو گئی جسکو نادرشاہ کے ہاتھون سے اُٹھایا اور جس کی یاد ابتک باقی تھی اور جب کہ صفدر جنگ مرہٹون کو لیکر ماہ رجب ۱۱۶۵ ہجری مین دلی پہنچے تو اُنھون نے پنجاب کی تفویض کے انتظام کو کامل پایا اور اسکو بادشاہ کی بے عزتی کا باعث بتایا کثرت بے دماغی سے شہر مین نہ گھسے اور دربار مین کہلا بھیجا کہ ہم ہلکر کو بموجب حکم کے بہت سے روپیہ کے وعدے پر ہمراہ لائے ہین اب اس کا تقاضا ہے۔

امیر الامرا نواب غازی الدین خان اپنے بھائی ناصر جنگ کے ۱۷ محرم ۱۱۶۴ ہجری کو مارے جانے کی وجہ سے صوبۂ دکن کی خدمت و سند کے مدعی تھے اور امراے دربار بدون پیش کش کے منظور نہ کرتے تھے اب اس وقت مین انھون نے موقع پاکر بادشاہ و امرا سے عرض کیا کہ اگر بلا پیش کش دکن کی صوبہ داری بندے کو عنایت ہو تو جس طرح ہو سکے گا ہلکر کو راضی کر لونگا بادشاہ و امرا نے بڑی خوشی سے قبول کیا اور صوبہ داری دکن کی سند لکھدی اور **نظام الملک** خطاب دیا غازی الدین خان فیروز جنگ اپنے بیٹے شہاب الدین خان کو (جو عماد الملک کے خطاب سے مشہور ہوا اور جس نے انجام کار احمد شاہ بن محمد شاہ کو نابینا کیا اور عالمگیر ثانی کو قتل کرایا اور اس وقت عمر اسکی سولہ برس کی تھی) لیکر صفدر جنگ کے پاس آئے اور اسکو اُنکے سپرد کرکے ۱۱۶۵ ہجری مین دکن کو چلے گئے اور ہلکر کو ساتھ لے گئے اور تینون بھائیون (یعنے میر نظام علی خان و میر محمد شریف خان و میر مغل علی خان) کے نام خطوط ارسال کیے اور ہر ایک کے لیے ایک خدمت و حکومت کی سند بھیجی اور سند فوجداری برہانپور کی مع فرمان بادشاہی کے خواجم قلی خان کے نام روانہ کی محمد ابو الخیر خان شمشیر بہادر نے نواب صلابت جنگ کو اس امر کی اطلاع دی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا امیر الامرا فیروز جنگ عین شدت بارش مین دہلی سے چلے راستے مین کیچڑ اور پانی کو عبور کرتے ہوے برہانپور کے نواح مین آئے تمام توپخانہ رستے مین خراب ہو گیا گاڑیان ٹوٹ پھوٹ گئین۔ جب فیروز جنگ کی آمد کی خبر صلابت جنگ کو پہنچی تمام امرا متفکر ہو گئے اور لڑائی کی صلاح دینے لگے۔ سب نے یہ چاہا کہ حیدرآباد کی نظامت شاہ نواز خان کو دیجاے اور دوسرے تمام سردار ساتھ رہین موشیر بوسی نے بھی جسکے ساتھ دو ہزار فرانسیسی اور بارہ ہزار تلنگے اور دو ہزار سوار جرار تھے یہی رائے دی

---

۵ راحت افزا مین لکھا ہے کہ جسوقت احمد شاہ کو پکڑ کر اندھا کیا ہے تو مرہٹون نے بادشاہی محلات مین ایسی دست درازی کی کہ بیان کرنے سے ملال خاطر پیدا ہوتا ہے اگر شہر کے سوز و گداز کا حال لکھا جاے تو کاغذ مین آگ پیدا ہو جائے ۱۲

کہ لڑنا چاہیے اور دریاے نربدا پر پہنچکر جنگ کی جاے نواب نے وکیل مطلق سے پوچھا تو انھون نے کہا کہ اپنا رفیق بالاجی راو کو بنانا چاہیے اور حیدرآباد مین شاہ نواز خان کو چھوڑدینا چاہیے جب شاہ نواز خان کو یہ پیام دیا تو انھون نے انکار کیا یہان تک کہ نواب صلابت جنگ خود انکے مکان پر سمجھانے کو گئے مگر وہ حیدرآباد کی نظامت قبول کرنے پر آمادہ ہوے تو سید لشکر خان نے میر یوسف علی خان کو بلاکر کہا کہ تم انکے دوست ہو انکو جاکر سمجھاؤ خان مذکور نے کہا کہ اس شرط سے یہ کام کرنے کو تیار ہون کہ قلعہ آسیر کی قلعداری نواب صلابت جنگ سے مجھے دلادیجیے انھون نے قبول کیا۔ میر یوسف علی خان نے شاہ نواز خان کے پاس جاکر انکو اس امر پر آمادہ کیا یہان تک کہ انھون نے حیدرآباد کی صوبہ داری و نظامت منظور کرلی جب میر یوسف علی خان نے آکر سید لشکر خان سے کہا تو وہ خوش ہوگئے اور خود جاکر انکو اپنے ساتھ لیجاکر خلعت دلوایا انھون نے پانچہزار سوار اور پانچہزار پیادے نوکر رکھکر استقلال کے ساتھ کام کرنا شروع کیا سید لشکر خان نے اقرار کے بموجب قلعہ آسیر کی حکومت میر یوسف علی خان کو دلادی۔ نواب صلابت جنگ نے میر یوسف علی خان کو خلوت مین بلاکر تنہائی مین قلعے کی سند عطا کرکے فرمایا کہ غازی الدین خان اگرچہ ہمارے بڑے بھائی ہین لیکن ملک لینے کو آتے ہین ایسی کوشش کرنی چاہیے کہ جب وہ برہان پور مین پہنچین تو قلعہ آسیر انکے ہاتھ نہ آئے اور قلعے کو مستحکم کرلیجو اور جسقدر سپاہ کی تمھین ضرورت ہوگی بھیجی جائے گی اور اعزاز کے ساتھ رخصت کردیا۔ میر یوسف علی خان آسیر کے قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ اس عرصے مین فیروز جنگ کے نزدیک پہنچنے کی خبر آئی تو صلابت جنگ کے تمام لشکر مین تزلزل پیدا ہوگیا اکثر امرا اچھی طور پر انکو عرضیان بھیجنے لگے۔ سید لشکر خان بہت متفکر ہوے اور نواب صلابت جنگ سے عرض کیا کہ بالاجی راو کی استمالت بغیر میرے جائے ہوگی مین جاکر اسے سمجھاکر حضرت کی رفاقت پر آمادہ کرتا ہون ہلکر اس کا نوکر ہے اور فیروز جنگ کے پاس فوج زیادہ نہین ہے انھون نے ہلکر پر اعتماد کرکے ادھر آنے کی جرات کی ہے ترکیب سے ہلکر کو ان سے جدا کرونگا ظاہر مین ایسا کہا اور باطن مین ایسا خیال تھا کہ اگر کام چل گیا تو ہو المقصود ورنہ چند روز جدا رہکر بالاجی اور جانوجی کی حمایت سے کوئی عمدہ صورت نکل آئے گی قوی جنگ پسر ترکتاز خان کو اپنا نائب بناکر نواب سے رخصت ہوے قوی جنگ نے تمام سرداروں کو بلاکر باہم قسم کے ساتھ عہدوپیمان کیا اور اسے شاہ نواز خان سے کہا کہ ہم سب چھوٹے ہین اور آپ بزرگ ہین جبتک آپ دلدہی نہ کرینگے یہ مہم انجام کو نہ پہنچے گی شاہ نواز خان نے کہا کہ کون ایسا شخص ہے جو آقا کی بہتری نہ چاہتا ہو جو جمعیت میرے ساتھ ہے وہ حاضر ہے۔ نواب صلابت جنگ مگر انکے مکان پر

گئے اور ان سے کہا کہ آپ میرے چچا کی طرح ہین سید لشکر خان نصیر جنگ اس وقت کنارہ کش ہوگئے ہین اور یہان کوئی ایسا آدمی نہین ہے جو جہان دیدہ اور تجربہ کار ہو اور اس مہم کو اپنے ہاتھ مین لیلے یہ سنکر شاہ نوازخان نے بہت دلدہی و دلداری نواب کی کی اور کہا کہ انشاء اللہ یہ مہم حسب دلخواہ انجام کو پہنچے گی بعد اسکے شاہ نوازخان مشیر بوسی کے مکان پر گئے اور اس کی خاطرداری کرکے اپنا رفیق بنایا اور اسکو اپنا بیٹا کہا اور اسنے ان کو اپنا باپ قرار دیا اور بوسی نے قسم کھائی کہ کوشش کرکے اس مہم کو سرانجام کرا دونگا دونون نواب کے دربار مین آئے اور انکی دلجمعی کرکے کوچ کی تاریخ مقرر کی اور توپخانہ اور دوسرے سامان جنگ کی تیاری مین بیحد کوشش کی اور پیش خانہ شہر سے روانہ ہوا امرا نے بھی اپنے خیمے باہر بھیجے لشکر بخوبی آراستہ ہوا جب نواب صلابت جنگ داخل خیمہ ہوے تو شاہ نوازخان اور موشیر بوسی بھی خیمون مین آگئے اور فوج کو ترتیب دینے لگے جب سید لشکر خان نصیر جنگ وہان سے کوچ کرکے قلعہ پرینڈہ کی طرف جو جانوجی بنالکر کے ملک سے نزدیک تھا پہنچے تو یہان سے بالاجی راؤ کو خطوط لکھے اور اعانت کی استدعا کی اسنے اپنی عادت کے موافق مکر وحیلہ سے کام لیا اور جواب بھیجا کہ مین تمھارا رفیق ہون اور ادھر بالاجی راؤ نے غازی الدین خان کو لکھا کہ تم خاطرجمعی سے ادھر چلے آؤ ہلکر معہ جے آپا سیندھیا کے غازی الدین خان کے ساتھ تھا اُسکو بالاجی نے تاکید سے لکھا کہ غازی الدین خان کی دلجمعی کرکے جلد لے آوے وہ کوچ بکوچ چل کر دریاے نربدا کے پاس پہنچے اور سید لشکر خان نے قلعہ پرینڈہ پر قبضہ کر لیا اور خود قلعہ کرملہ مین جا نوجی بنالکر کی حمایت مین جو بالاجی راؤ سے موافقت رکھتا تھا پناہ گزین ہوے اور مقام کو مضبوط کرکے عمدہ فوج ساتھ رکھ لی اور نواب کے لشکر اور دوسری باتون سے بے فکر ہوگئے اور ظاہرداری کے لیے نواب کو لکھا کہ مین حضور کی فکر و تدبیر مین ہون انشاء اللہ آج کل مین بالاجی راؤ کو لاتا ہون اور اسکو حضور کا رفیق بناتا ہون اور وہ دل سے ساعی ہے میرے آنے سے یہ کام عمدہ طور پر صورت پذیر ہوگیا۔ میر شمس الدین خان بخشی سوار و پیادہ کی جمعیت اور ایک ہاتھی لیکر سید لشکر خان کی فوج سے جدا ہوکر اپنی جاگیر کے بہانے سے روانہ ہوکر نواب غازی الدین خان کی طرف چلا گیا بعض کا گمان یہ ہے کہ وہ سید لشکر خان کے کہنے سے اُدھر روانہ ہوا۔

نواب صلابت جنگ کے آدمیون کی سازش سے آسیر اور برہانپور اور اورنگ آباد پر غازی الدین خان کا بغیر کشت و خون کے قبضہ ہوجانا

میر نجف علی خان نواب صلابت جنگ کے لشکر سے کوچ کرکے قلعۂ آسیر کی طرف آیا

جب وہ برہان پور کے پاس پہنچا تو غازی الدین خان کی آمد آمد کی گرما گرمی سے ملک میں عجیب
تہلکہ پایا کسی کو کسی سے موافق نہ پایا خواجم قلی خان بہادر قائم جنگ جو برہانپور کا صوبہ دار تھا
کبھی فیروز جنگ کی موافقت کی بات چیت کرتا تھا اور کبھی حق نمک نواب صلابت جنگ
کا زبان سے ادا کرتا تھا اور قطب الدولہ محمد انور خان نے مخفی عرضیاں غازی الدین خان کے
پاس بھیجیں اور بظاہر صلابت جنگ کو لکھتا رہتا تھا اور مکاری سے غازی الدین خان کو تدابیر
بتاتا تھا اور اس فکر میں تھا کہ غازی الدین خان قریب آجائیں تو اُن سے جا کر ملے اور میر علی اکبر خان
دیوان بھی دونوں طرف راہ رکھتا تھا اور میر معصوم جس کا خطاب میر حسن خان تھا عرضیاں نواب
غازی الدین خان کو لکھتا تھا اور قلعے کو نذر کرنے کا وعدہ کیا تھا اور لکھا کہ جب حضور تشریف
لائیں گے تو قلعہ حاضر ہے میر یوسف علی خان نے برہان پور میں پہنچکر یہ کیفیت دیکھی تو متحیر ہو گیا
اور خواجم قلی خان سے ملکر سب کو حق نمک صلابت جنگ پر قائم رہنے کا مشورہ دیا جب
خواجم قلی خان نے دیکھا کہ میر یوسف علی خان تہ دل سے صلابت جنگ کا ہوا خواہ ہے تو کہا
کہ میں بھی ان کا مخلص خاص ہوں شہر کو ہرگز غازی الدین خان کو نہ دونگا اگر وہ شہر کے پاس
آوینگے تو مردانہ جنگ کرونگا لیکن اس کام میں تم میری رفاقت کیجو اگر تم لڑائی پر مستعد ہو گے
تو میں بھی تمہاری شرکت کروں گا قائم جنگ نے مشورے کے لیے قطب الدولہ والا یار خان
و میر علی اکبر خان و سید علی اصغر خان برہانپوری و سید مدن و عبد النظر بیگ خان بخشی بادشاہی
وغیرہ امرا کو طلب کر کے مشورہ کیا سب نے بظاہر مصلحتاً یہ مشورہ دیا کہ لڑنا چاہیے اور خواجم قلی خاں
قائم جنگ اور میر یوسف علی خان کے ساتھ اس امر پر عہد و پیمان بقسم کیا رات کو تو یہ مشورہ ہوا
دوسرے دن صبح کو خبر پہنچی کہ نواب غازی الدین خان ہاتھی پر سوار ہو کر جریدہ قلعہ آسیر
میں داخل ہو گئے اور قلعدار نے سلام کر کے قلعہ حوالے کیا اس خبر سے سب نے رات کے
وعدے و قسم کو بالائے طاق رکھا اور اپنے خیمے شہر کے باہر بھجوا کر غازی الدین خان کے ملنے کا
ارادہ کیا میر یوسف علی خان نے بہت کچھ رات کے عہد و پیمان کو یاد دلایا کسی نے نہ سنا مجبور ہو کر
میر یوسف علی خان اپنی جمعیت کے ساتھ اپنی حویلی میں مستعد مقابلہ ہوا رات کو غازی الدین خان
قلعہ آسیر سے اُترے ہلکر نے پیغام بھیجا کہ آپ نے جو وعدہ کیا تھا کہ جس روز برہان پور میں داخل
ہوں گا پچاس لاکھ روپے دوں گا۔ برہانپور کے آدمیوں نے خیمے باہر کھڑے کیے ہیں اور وہ
ملنے والے ہیں عرضیاں انکی آگئی ہیں اب میرا موعودہ روپیہ دیجیے۔ غازی الدین خان نے
جواب دیا کہ شہر میں داخل ہو کر وہاں کے آدمیوں سے وصول کر کے دیا جائیگا خواجم قلی خان
قائم جنگ کا بیٹا جس کا نام محی الدین قلی خان تھا اور دہلی سے غازی الدین خان کے ساتھ

آیا تھا اسنے باپ کو خفیہ یہ لکھا کہ یہان یہ مشورہ قرار پایا ہے روپیہ تیار رکھین قائم جنگ اور
محمد انور خان اس خبر سے بہت پریشان ہوے اور پھر لڑائی کا ارادہ ہو گیا اور خیمے شہر کے
باہر سے اندر لے گئے اور میر نجف علی خان کو بھی بلایا اور تمام حال اس سے کہا میر
نجف علی خان نے کہا کہ ہر حال مین لڑائی کرنی بہتر ہے اگر آپ بھی آپ لوگ لڑائی کو مستعد
ہون تو مین شریک ہو جاؤنگا سب نے قسم کے ساتھ وعدہ کیا اور شہر کے دروازون اور
برجون کو باہم تقسیم کر لیا اور دروازون کو بند کر لیا اور دہلی دروازہ جدھر سے نواب غازی الدین خان
شہر مین داخل ہوتے میر نجف علی خان کے حوالے کر دیا اور سب نے دروازون پر مورچے
بنانے شروع کیے میر نجف علی خان شب و روز دہلی دروازے پر اپنی سپاہ کے ساتھ مستعد
مقابلہ رہتا نواب غازی الدین خان نے آسیر سے کوچ کر کے بنولہ کے پاس مقام کیا اور سید
حشمت اللہ خان بہادر کو شہر مین سوال و جواب کے لیے بھیجا اسنے پانسو سوارون کے ساتھ
دہلی دروازے سے شہر مین داخل ہونا چاہا تاکہ سوال و جواب کرے میر نجف علی خان نے
ممانعت کی اور کہا کہ ہم جنگ کے لیے مستعد ہون تم کس طور سے آرہے ہو ہوشیار ہو جاؤ
اس پیغام سے سید حشمت اللہ خان محترز ہو کر تکیہ شاہ نیم کی طرف جا کر ٹھہر گیا اور وہان سے
خواجم قلی خان کو خط لکھا اسنے اور محمد انور خان نے ضیافتین بھیجین اور رات کو شہر مین بلایا
حشمت اللہ خان نے نواب غازی الدین خان کی طرف سے خواجم قلی خان کی خاطر جمع کی
اور وعدہ کیا کہ شہر کی صوبہ داری تمپر بحال رہیگی اور جو کچھ خرچ سہ بندی کا ہوا ہے خزانے
سے دیا جائے گا اس قدر الفاظ طمع سنتے ہی قسمون کو بھول گئے اور عرضی لکھی کہ کل سلام کے
لیے حاضر ہون گے جب صبح ہوئی تو قائم جنگ و محمد انور خان و میر علی اکبر خان و سید نور الدین خان
و عبد النظر بیگ خان و میر حسن خان برادر ابو الخیر خان وغیرہ اعیان و ارکان شہر کے آدمیون
کے بہت سے گروہ کے ساتھ ملازمت کو گئے نواب فیروز جنگ کے جلو خانے پر اہلکارون کے
اشارے سے سخت اہتمام ہوا یہان تک کہ خواجم قلی خان کی پالکی ٹوٹ گئی نواب فیروز جنگ
نے پوچھا کہ میر نجف علی خان کیون نہین آیا اور شہر مین رہا لوگون نے کہا کہ اسکی طبیعت تھوڑی
سی سخت ہے نواب صلابت جنگ کے لشکر سے تازہ آیا ہے بے طلب کے نہ آئے گا
نواب فیروز جنگ کو یہ حرکت اسکی اچھی معلوم ہوئی شقہ لکھکر چوبدار کے ہاتھ بھیجا میر نجف علیخان
سوار ہو کر جریدہ ملازمت کے لیے شہر سے باہر گیا نواب اس سے خلوت مین ملے اور کمال
عزت سے پیش آئے اور بہت کچھ مہربانی کے لفظ کہے مگر اسکی طبیعت انکی رفاقت پر مائل
نہوئی انھون نے پوچھا کہ بھائیون کا کیا حال ہے اور کیا عزم ہے اور کس قدر فوج ہے

میر نجف علی خان نے کہا کہ سب حوش و حرم ہیں اور انکی وہ تمام فوج موجود ہے جسنے دکن پر تسلط کرایا ہے اور اب فرانسیسی بھی انکی رفاقت میں ہیں حضرت اس قلیل فوج کے ساتھ اُنکے مقابلے کو جاتے ہیں بہتر نہین ہے نواب فیروز جنگ نے جواب دیا کہ ہماری سرکاری فوج علیحدہ ہے اور فوج ہلکر اور جے آپا کی تیس ہزار سواروں کے قریب رکاب مین ہے اُسنے کہا کہ مرہٹون کا بھروسا ہرگز نہ کرنا چاہیے یہ لوگ سختی کے وقت رفاقت نہین کرتے اور ہمیشہ دکن کے حاکم کی فوج سے شکست پائی ہے ہرگز مقابلہ نہ کرینگے اور بالاجی کہ ہلکر کا حاکم ہے وہ نواب صلابت جنگ سے موافقت رکھتا ہے جب کہ مالک ادھر ہوگا تو نوکر کی کیا جرأت ہوسکتی ہے کہ مالک کے دوست سے لڑے یہ بات سنکر نواب فیروز جنگ متامل ہوے اور وہ اہل شہر سے ملکے سلخ شوال ۱۱۶۵ھ ہجری کو شہر مین داخل ہوے دوسرے دن نوخیر خان ماوجود بیماری کے ملے غازی الدین خان نے سرداروں کو کہا کہ تم ہمارے ہمراہ رہو اور سفر کا ساماں کرلو چنانچہ سرداروں نے خیمے شہر سے باہر نکالے اور غازی الدین خان نے اپنے کوچ سے ایک روز پہلے میر علی اکبر خان کو سہ ہزاری ذات کے منصب پر پہنچا کر علم و نقارہ بخشا اور برہانپور کا صوبہ دار بنایا اسکے بعد غازی الدین خان نے جواہر قلی خان اور محمد انور خان کو ساتھ لیکر کوچ کیا اور میر علی اکبر خان کو ایک منزل سے اہلکاروں اور منصبداروں کے ساتھ رخصت کیا اور کوچ بکوچ اورنگ آباد کو گئے جب اسکے قریب پہنچے تو وہاں کے تمام اہل خدمات جیسے درگاہ قلی خان و کمال الدین خان و حیدر یار خان و میر نور الدین حسین خان و میر عیاش خان وغیرہ نے ایک منزل سے استقبال کیا اور غازی الدین خان اطمینان کے ساتھ اورنگ آباد مین داخل ہوے۔ بادشاہ بیگم ہمشیرۂ کلان ناصر جنگ اور نواب بیگم زوجۂ ناصر جنگ اور دوسری بیگمات ان سے ملکر خوش ہوگئین لیکن محل کی بعض خادمہ عورتیں جو نواب صلابت جنگ کی طرفدار تھیں اسکے مار ڈالنے کی گھات مین لگین۔

دونون بھائیون مین لڑائی کی تیاری اور قبل جنگ کے غازی الدین خان کا فوت ہوجانا

غازی الدین خان اورنگ آباد مین داخل ہوکر فوج بھرتی کرنے لگے سپاہی اور سردار کثرت سے جمع ہوگئے اُدھر نواب صلابت جنگ حیدرآباد سے کوچ کرکے بھائی کے پاس پہنچے اور لڑنے کا ارادہ کیا اسکے لشکر کے اکثر امرائے معتبر میاں غازی الدین خان کو لکھیں اور انکی حاضری

آئی کہ ہم وقت پر رفاقت کرینگے اس سبب سے غازی الدین خان کا دل مطمئن تھا اور سید لشکر خان
کو عنایت نامہ لکھا کہ ہم سے آکر ملو تمھارے حال پر مہربانی کی جاے گی اور محمد انور خان کو اُنکی
تسلی کے لیے بھیجا سید لشکر خان نے بھی کمال نیازمندی کے ساتھ عرضیان لکھین اور چاہا کہ کرلہ
سے چلکر مع جانوجی بنالکر کے غازی الدین خان سے ملین بالاجی نے بھی غازی الدین خان کی
رفاقت قبول کی۔ باوصف اسکے نواب صلابت جنگ نے شاہ نواز خان کے مشورے
اور موشیر بوسی کی اعانت سے لڑنے کا ارادہ کیا اور آگے کو چلے غازی الدین خان نے اُنھین
لکھا کہ ہم دونون بھائی ہین ہمکو کسی طرح لڑنا مناسب نہین ہے مین ملک کے بندوبست کو آیا ہون
اگر تم چاہتے ہو تو دکن مین رہ کر حکومت کرو مین بندوبست کر کے ہندوستان کو لوٹ جاؤن گا
یہ بات نواب صلابت جنگ کے خیرخواہ سردارون نے پسند نہ کی اور جواب لکھا کہ جناب
مرہٹون کی رفاقت سے آئے ہین اور کفار کو مسلمانون پر مسلط کرینگے بغیر لڑے اب کوئی صورت
نہ نکلے گی دونون طرف سے لڑائی کو آمادہ ہوے۔ غازی الدین خان نے ارادہ کیا کہ سید
لشکر خان کے ملنے اور بالاجی راؤ کے شامل ہو جانے کے بعد اورنگ آباد سے آگے بڑھین کہ
اس عرصے مین رگھو بھوسلہ برار سے تیس ہزار سوار لیکر اورنگ آباد کی طرف آیا میر نجف علی خان
جو برہانپور سے چل کر صلابت جنگ کے پاس جاتا تھا اثناے راہ مین قصبۂ جعفر آباد تک پہنچا
تھا کہ رگھو بھوسلہ کے چند سوار اسکو روکنے کو آمادہ ہوے اس لیے وہ برار کا راستہ چھوڑ کر
اورنگ آباد کی طرف چلا اور چاہا کہ رات مین راستہ غلط کر کے صلابت جنگ کے لشکر کی
طرف چلا جائے کہ اس عرصے مین غازی الدین خان کے مرنے کی خبر پہنچی۔ بالاجی اپنی تمام فوج
لیکر اورنگ آباد مین آگیا تھا اور غازی الدین خان کا شریک ہو گیا تھا اور دونون فوجون کے
ملنے سے یہ کثرت ہوئی کہ بوسی فرانسیسی کی امداد بھی صلابت جنگ کی حفظ و حراست کے
لیے کافی ووافی نہوتی اگر غازی الدین خان کے یکایک مرجانے سے وہ خطرہ رفع دفع نہوتا بعد
اسکے بالاجی واپس چلا گیا غازی الدین خان اورنگ آباد مین پہنچنے سے سترہ روز کے بعد
۷ ذیحجہ ۱۱۶۵ ہجری کو پچھلے دن مین غلیظ غذا اور دہی کے کھانے سے ہیضہ ہو کر مر گئے بعض
کہتے ہین کہ محل کی کسی خادمہ نے زہر دیدیا انکی سرکار کے کارگذار حشمت اللہ خان و تیرانداز خان
و محمد حسن خان وغیرہ لاش کو غسل و کفن دیکر تمام سامان کے ساتھ دست بدست دہلی کو لے گئے
اور وہان اجمیری دروازے کے متصل دفن ہوے ؎

صبح کی خوشیون سے پہلے آگئی شام الم
یا الٰہی کس لیے یہ قہر نازل ہو گیا

بالاجی کا اُس ملک کی سند صلابت جنگ سے حاصل کر لینا جو اُنکے بھائی دے مرے تھے

امیر الامرا غازی الدین خاں فیروز جنگ کے سترہ دن تک زندہ رہنے سے ریاست حیدرآباد کے ممالک کو عجیب نقصانات پہنچے گو اُنکے مرنے سے صلابت جنگ اپنی ریاست داری میں مستقل ہو گئے لیکن بالاجی تمام فوج جمع کر کے مع ہلکر کے نواب صلابت جنگ کے مقابلے کو بڑھا اور پیغام دیا کہ غازی الدین خاں نے خاندیس کا ملک ہم کو دیدیا ہے اور تم اُنکے بھائی ہو تم بھی دیدو ورنہ لڑائی کی جائے گی نواب صلابت جنگ نے لڑائی کی تیاری کی اور بسیل کے توپخانے کو تمام اپنی فوج مین تقسیم کر دیا اور اپنے توپخانہ جلسی کو بھی لشکر میں چاروں طرف بانٹ دیا بالاجی راؤ کو اس لشکر سے لڑائی کی جرأت ہوتی لیکن مظفر خاں گاردی چند وجوہ سے آزردہ ہو کر بالاجی سے مل گیا تھا اسکے ساتھ چار ہزار قواعد دان سپاہی اور پچاس توپین تھین یہ شخص فن حرب سے خوب واقف تھا یہ اور اسکی سپاہ قواعد داں تھی اس لیے بالاجی لڑنے کو آمادہ ہوا اسنے ہراول مین مظفر خاں کو رکھا اسنے ایسی کوشش اور پیش دستی کی کہ صلابت جنگ کا لشکر گھبرا گیا اگرچہ فرانسیسوں نے بھی خوب توپخانے سے کام لیا پہلے دن سخت لڑائی ہوئی اور طرفین کے دو ہزار آدمی کام آئے دوسرے دن قوی جنگ نے کہ سید لشکر خاں کا نائب تھا نواب سے کہا کہ ملک خاندیس کچھ ایسا زیادہ زرخیز نہیں ہے اور اس سے سرکار مین نفع بھی نہین ہے اس لیے یہ مرہٹوں کو دیکر لڑائی بند کر دینی چاہیے لیکن شاہ نواز خاں اور موسیو بوسی نے یہ رائے نہ مانی بعد اسکے پھر دو دن خوب جنگ ہوئی۔ قوی جنگ نے اکثر جماعہ داران لشکر سے کہا کہ مین صلح کراتا ہون شاہ نواز خاں اور موسیو بوسی مانتے نہیں اور لڑائی پانچ دن سے جاری ہے اور ایک عالم دونوں طرف سے مارا جا چکا ہے آخرکار خاندیس دکلانہ اور کئی مضبوط قلعے کہ عالمگیر وغیرہ نے بڑی کوشش سے فتح کیے تھے ریاست حیدرآباد کے ہاتھ سے نکل گئے جب معاہدے کے کاغذ پر نواب صاحب دستخط کرنے لگے تو اس وقت اُنسے شاہ نواز خاں نے کہا کہ یہ ملک عرصۂ دراز میں فتح ہوا تھا اور کروڑوں روپیہ اسپر صرف ہو گیا ہے ایسی آسانی سے دینا نامناسب ہے نواب نے جلدی سے دستخط کر دیے اور اس طرح فیصلہ ہوا کہ تمام صوبہ خاندیس دکلانہ اور کئی عمدہ قلعے سوائے شہر برہان پور اور بادشاہی قلعوں اور اس جاگیر کے جو سرکار کی طرف سے مشروط تھی مرہٹوں کو مل گئے اس ملک کے

تمام گانوں اور قصبے اور حاکموں کے قلعے بالاجی کے قبض و تصرف مین آگئے جب اس طرح یہ ملک
نکل گیا تو چار سو کے قریب منصبدار اور امرا جو ملک خاندیس مین جاگیرین رکھتے تھے روٹیون
کو محتاج ہو گئے اکثر نے نوکریان چھوڑ دین بعضے مرہٹون کے پاس چلے گئے بعض نواب صلابت جنگ
کے پاس آگئے جب مرہٹون نے اپنی طاقت کو حیدرآباد کی طاقت پر برتر پایا تو اورنگ آباد
کے چند سیر حاصل پرگنون جیسے جالنا پور وغیرہ کی درخواست کی اور نواب صلابت جنگ
نے یہ بھی ان کو دیدیے۔

برہان پور کی حکومت

جب غازی الدین خان کے مرنے کی خبر مشتہر ہوئی تو ذوالفقار الدولہ خواجم قلی خان نے یہ
خبر سنتے ہی برہانپور کو قاصد کے ہاتھ اس مضمون کا خط اپنے بیٹے نذر محمد خان کے پاس بھیجا کہ
ایسا واقعہ گذرا ہے اور مین نواب صلابت جنگ کی طرف سے برہان پور کا صوبہ دار ہون
میر علی اکبر خان کو معطل کر کے صوبہ داری پر عمل و دخل کر لو یہ خط ۱۱ ذیحجہ ۱۱۶۵ھ ہجری کو
اسکے پاس پہنچا نذر محمد خان نے اپنے کارگذار مرزا علی نقی کو آدھی رات کے وقت میر علی اکبر خان
کے پاس بھیجا اور اس بات کی اطلاع کی صبح کو نذر محمد خان نظامت پر دخیل ہو گیا تین روز کے
بعد خواجم قلی خان خود بھی جا پہنچا میر علی اکبر خان نے فوج جمع کر کے خواجم قلی خان کو پیغام
بھیجا کہ مین حکم کے آنے تک دخل نہ دون گا اور مخالفت پیدا ہو گئی شیخ محمد سعید نے درمیان
مین پڑکر فیصلہ کرانا چاہا مگر خواجم قلی خان صوبہ داری سے ہاتھ نہ اٹھاتا تھا میر علی اکبر خان نے
عمل حاصل کرنے اور خواجم قلی خان کا جھنڈا اٹھا دینے کے لیے آمادگی کی اور مورچے
چارون طرف سے خواجم قلی خان کی حویلی تک پہنچا دیے ایک ماہ تک مورچے قائم رہے
آخر الامر جب صوبہ داری کی سند نواب صلابت جنگ کی مہری میر علی اکبر خان کے لیے
پہنچ گئی تو اسوقت خواجم قلی خان نے دعوے حکومت سے ہاتھ اٹھایا اور مناقشہ رفع ہوا اور تمام
رسالہ دار علی اکبر خان سے رجوع ہوے سہ بندی کی تنخواہ بہت چڑھ گئی تھی میر علی اکبر خان
نے دو ماہ کی تنخواہ تقسیم کی۔

سید لشکر خان رکن الدولہ کی واپسی

غازی الدین فیروز جنگ کی وفات کے بعد نواب صلابت جنگ نے سید لشکر خان
رکن الدولہ کو عنایت نامہ لکھکر کرملہ سے بلایا جب وہ روانہ ہوے تو بالاجی نے انکو لکھا

کہ جب تک اس ملک کی سند جو محکو فیروز جنگ نے دیا ہے صلابت جنگ کی طرف
سے نہ مل جائے گی میں تمکو صلابت جنگ سے نہ ملنے دونگا انکو مرہٹوں کے روک لینے
کی وجہ سے مجال نہ تھی کہ کرملہ سے نکل سکتے اسی میں متحصن رہے اور وہ صلابت جنگ کے
بھائی میر نظام علی خان کے لشکر سے جو مرہٹوں کے مقابلے کے لیے حیدرآباد سے باہر نکلا
تھا نہیں مل سکے جب تمام صوبۂ خاندیس اور اورنگ آباد کے چند سیر حاصل پرگنوں کی سند
مرہٹوں کو مل گئی تب سید لشکر خان صلابت جنگ کے پاس پہنچ سکے اور بالاجی کی سفارش سے
پھر **وکالت مطلقہ** کے عہدے پر سرفراز ہوے اور نواب صاحب نے اپنی سرکار کی دیوانی
عفت شکن خاں بہادر کو دی جس کا سابق میں خطاب عبدالحسن خان تھا اور اسکے بڑے بیٹے کا
خطاب کہ سابق میں غلام محمد خان تھا اب محمد تقی خاں ہوا اور اسکے چھوٹے بیٹے کا خطاب
عبدالحسین خان مقرر ہوا یہ نہایت عمدہ آدمی تھا۔
نواب صلابت جنگ بالاجی سے تصفیہ ہو جانے کے بعد سید لشکر خان کو ہمراہ لیکر اورنگ آباد
میں آگئے اور بالاجی پونا کو چلا گیا اور ملک خاندیس میں جابجا حاکم مقرر کیے۔

نواب صلابت جنگ کو بادشاہ دہلی کے یہان سے خطاب اور سند کا ملنا۔ اور سید لشکر خان[1] کے انتظام کی کیفیت

فیروز جنگ کے مرنے کے بعد ۱۱۶۶ھ ہجری میں بادشاہ نے نواب صلابت جنگ کو
خطاب **مدار الملک امیر الممالک آصف الدولہ سید محمد خان بہادر
ظفر جنگ سپہ سالار** دیا اور سند صوبہ داری دکن کی بھیجی۔ سید لشکر خان مدار المہام نے
شاہنواز خاں سے بہت اصرار کیا کہ حیدرآباد میں رہیں مگر انھوں نے قبول نہ کیا اور اورنگ آباد
آکر خانہ نشین ہو گئے اور آدمیوں سے اختلاط کم کر دیا سید لشکر خاں نے انکی جاگیر ضبط کر لی۔
حیدرآباد کا علاقہ خالی تھا میر محمد حسین خان دیوان بادشاہی کو چند سواروں کے ساتھ وہاں بھیجا
تاکہ بندوبست کرے میر محمد حسین خاں نے اپنے بھانجے کو اپنا نائب بنایا اور دونوں حیدرآباد
میں پہنچکر کام کرنے لگے موسیو بوسی بھی اپنی سپاہ اور توپخانے کے ساتھ حیدرآباد میں تھا
فرانسیسیوں کی تنخواہ تین لاکھ روپے نقد خزانے سے مقرر تھی جب روپے کی خزانے میں
کمی ہوئی تو سرکار نے کول دراعہد ری تنخواہ میں بطور جاگیر دی گئی موسیو بوسی نے اپنی
طرف سے ابراہیم خاں گاردی کو دو ہزار سواروں اور چار ہزار تلنگوں اور پانسو فرانسیسیوں

[1] لشکر خان کا ایک خطاب نصیر جنگ بھی ہے جو بقول مآثر الامرا ناصر جنگ نے دیا ہے اور بقول حدیقۂ [illegible] باب ۱۲۷

کے ساتھ اس جاگیر کے انتظام کے لیے بھیجا اور خود مع تمام فوج کے حیدرآباد مین بوجہ قرب محالات جاگیر کے رہا سید لشکر خان نے اورنگ آباد مین پہنچکر بہت تغیر و تبدل پیدا کیا لیکن اُنکے قول و فعل مین اعتماد نہ تھا جس سے وعدہ کرتے پورا نہ کرتے اور اپنے تمام کاروبار بہادر دل خان کے ہاتھ مین دیدیے تھے خود موافق ضابطے کے دربار مین آمد و شد رکھتے تھے اور تمام روز و شب بہادر دل خان نواب کی خدمت مین حاضر رہتا تھا جو کچھ چاہتا تھا کرتا تھا اس کا رعب و داب اہل دربار پر بہت تھا یہان تک کہ امرائے پنجہزاری و شش ہزاری اسکی خوشامد کرتے رہتے تھے اور اسکی بدمزاجی کو سب برداشت کرتے تھے یہ بدمزاج تھا اور سید لشکر خان متلون مزاج تھے اُنکے تلون کا ادنے نمونہ یہ ہے کہ میر نجف علی خان لشکر مین بیکار تھا اسنے سید لشکر خان کو کہلایا کہ برار کا اجارہ بدستور سابق مجھے دیجیے مین رگھو کو دم لینے کی فرصت نہ دونگا اور سرکاری تمام روپیہ ادا کردونگا سید لشکر خان نے کہا کہ آٹھ لاکھ روپیہ اجارے کا مقرر ہے اس مین سے نصف نقد دیجیے اور ایک لاکھ روپیہ خرچ دربار کا ادا کیجیے میر نجف علی خان نے تعمیل کی اور اسکو سند اور خلعت برار کا مل گیا میر نجف علی خان سپاہ بھرتی کرنے لگا اور بہت سا روپیہ اس کا اس مین صرف ہو گیا اس عرصے مین رحیم اللہ خان پسر غیاث خان نے سید لشکر خان سے کہا کہ مجھے برار کی مستاجری دیجیے مین اس قدر روپیہ ادا کردونگا جسقدر میر نجف علی خان سے ٹھہرا ہے سید لشکر خان نے بے تامل قبول کر لیا اور میر نجف علی خان کو جواب صاف دیدیا مگر اس سے روپے کا سرانجام نہو سکا لاچار ہو کر سید لشکر خان نے پھر میر نجف علی خان کو پیغام دیا وہ آزردہ خاطر ہو گیا اس نے صاف کہدیا کہ مین ایسی صحبت مین تعلقہ لینا نہین چاہتا بلکہ یہان سے چلا جاؤنگا آخر کار برار کا انتظام ابتر اور خراب ہو گیا۔ پھر یہ تعلقہ محمد مراد خان کے حوالے ہوا میر نجف علی خان جاتا تھا۔ اسکو سماجت سے سمجھا کر قلعہ اورنگ گڑھ عرف ملہیر اسکے حوالے کیا اور عبدالہادی خان قسورہ جنگ کو وہان سے علیحدہ کر دیا جسنے اپنا نائب میر عبدالقادر خان کو بنا کر وہان بھیجا اور خود برہان پور آکر وہان سپاہ کی بھرتی شروع کی تاکہ سپاہ کے ساتھ خود وہان چلا جاے اور سرکاری دیوانی صف شکن خان کی معزولی کے بعد حیدر خان کے لیے مقرر ہوئی اور بیجاپور کا ملک قسورہ جنگ کو ملا اور اسنے چار لاکھ روپے سرکار مین داخل کیے اور روانہ ہو گیا اور صف شکن خان بہادر مجاہد جنگ کو حیدرآباد کی حکومت محمد حسین خان کے عزل کے بعد ملی اور اُسنے یہ اقرار کر لیا کہ چار لاکھ روپے ماہ بماہ بھیجتا رہے گا۔ بعض کہتے ہین کہ یہ عہدہ انکوشاہ نواز خان کے عہد مین ملا تھا۔

برہان پور کا حال

میر غیاث الدین کہ ابوالخیر خان امام جنگ کا کارگذار تھا نواب صلابت جنگ کے اورنگ آباد مین پہنچنے سے پہلے قلعہ وملک لون کھیڑہ کے انتظام کو جو امام جنگ سے تعلق رکھتا تھا چلا گیا اسکے ساتھ دو سو سوار اور تین سو پیادے تھے جو کہ سپاہ کی تنخواہ بہت چڑھ گئی تھی اُسے خیال کیا کہ حادیس آج کل اسلامی حکومت سے نکل گیا ہے وہان جاکر روپیہ حاصل کرے اور بعض جماعہ داران حادیس کو بھی ملا لیا تھا اور جہاد کا ارادہ کیا مرہٹوں سے دوچار لڑائیان ہوئین لیکن آخر کار مرہٹے غالب آئے اور وہ مارا گیا ۱۶ ماہ ربیع الثانی ۱۱۶۶ھ ہجری کو ابوالخیر خان شمشیر بہادر امام جنگ مرض فالج ولقوہ سے برہان پور مین مرگئے۔ اسی سال برہانپور کی نظامت پر میر علی اکبر خان کی معزولی کے بعد قطب الدولہ محمد انور خان مقرر ہوا اور اسکے متبنے عبدالقادر خان کو وہان کا نائب مقرر کیا جو ۲۵ جمادی الاولی کو وہان پر دخیل کار ہو گیا جو جماعہ دار کہ نواب صلابت جنگ کے لشکر مین سے جو احمد قلی خان کے ساتھ متعین تھے اور بعد اسکے تنخواہ حاصل ہونے کی غرض سے طوعاً وکرہاً علی اکبر خان کے ساتھ ہوگئے تھے انھوں نے تنخواہ کا تقاضا نائب ناظم سے کیا عبدالقادر خان نے کہا کہ مجھے حضور کے رسالہ دارون کی ضرورت نہیں ہے جس پر تنخواہ چاہیے اس سے مانگو جب یہ جواب پالیا تو انھون نے میر علی اکبر خان سے تقاضا کیا ہرچند میر حیدر علی اس جماعت کو تسلی ودلاسا دیتا مگر کچھ سود مند ہوا آخر کار جماعہ دار لوگ سختی کرنے لگے اور جھگڑا پیدا ہوا میر حیدر علی ساماں خودداری ومورچہ بندی مین مصروف ہوا اور عبدالقادر خان سے مدد مانگی سپاہ کمکی اور اپنی فوج کو سرائے خان خاناں کے برج پر مقرر کیا رسالہ دار بھی تا لوکی فکر میں تھے اور ارادہ ان کا یہ تھا کہ میر علی اکبر خان پر حملہ کریں اس لیے دفع الوقتی کرکے غافل بناتے تھے یہان تک کہ ۱۰ جمادی الاخری ۱۱۶۶ھ ہجری کو ایرج خان کی حویلی مین جو استحکام میں قلعے کی طرح تھی ایک ایک دو دو جمع ہونے لگے اور گیارہ تاریخ کی رات تک اس مقام میں جمع ہوگئے میر حیدر علی کے آدمیون کو اس کا ساں وگمان بھی تھا کہ یکایک تین گھڑی رات باقی رہے مکان مین سے نکلکر اور دارالشفا کے برج سے کہ جہان عبدالقادر خاں کے آدمیون کی چوکی تھی اور وہ غافل تھے یا جان بوجھکر تغافل کیا گذرکر میر حیدر علی کے طویلے مین جا پہنچے اور اس وقت چند ان میر حیدر علی کی طرف سر کیے لیکن ان سے کسی کو نقصان نہ پہنچا اور طرفین سے بندوقین چلنے لگین یہان تک کہ یہ لوگ دروازے کے قریب آگئے اور خوب داد مردانگی دی تھوڑے سے آدمی دونوں طرف کے مارے گئے

آخرکار حملہ آور میر حیدر علی کی حویلی کی دیوارون پر چڑھ گئے اور میر علی اکبر خان کے دیوانخانے مین داخل ہوگئے یہان سید ابراہیم مارا گیا اور میر خلیل زخمی ہوا بعد اسکے میر علی اکبر خان نے ہاتھی اور سامان اور نقد روپیہ جو کچھ موجود تھا شیخ محمد سعید کی معرفت اُن کو دیا اور معاملہ فیصل ہوگیا بعد اسکے خواجم قلی خان اور عبدالقادر خان مین نزاع پیدا ہوا۔ آخرکار خواجم قلی خان نواب صلابت جنگ کے پاس روانہ ہوگیا۔

موشیر بوسی فرانسیسی کی عداوت کی وجہ سے سید لشکر خان کا معزول ہوکر شاہ نواز خان کا وکالت مطلقہ کا عہدہ پانا

سنہ ۱۱۶۷ ہجری کے اوائل مین برسات کے شروع ہوجانے کی وجہ سے صلابت جنگ اورنگ آباد مین ٹھہر گئے اور موشیر بوسی اور میر محمد حسین خان حیدرآباد سے اورنگ آباد مین آئے موشیر بوسی کا دبدبہ تمام دربار پر غالب تھا اسکے اور سید لشکر خان کے درمیان پلٹنون کی تنخواہ کی بابت کدورت پیدا ہوگئی یہ بوسی راجہ رگناتھ داس کا آوردہ تھا اور خطاب اس کا عمدۃ الملک سیف الدولہ مظفر جنگ تھا خزانے مین روپیہ نہ تھا بوسی متقاضی ہوا اس لیے بوسی کو رکن الدولہ سید لشکر خان سے عداوت پڑگئی اسنے نواب سے عرض کیا کہ یہ وکالت مطلقہ سے معزول کردیے جائین سید لشکر خان اس کے خوف سے خود ہی خانہ نشین ہوگئے اور وکالت مطلقہ سے استعفا داخل کیا اور انکی جگہ موشیر بوسی نے **شاہ نواز خان** اورنگ آبادی کے لیے تجویز کی انکو یہ کام کرنا منظور نہ تھا نواب صاحب نے اُن سے اصرار کیا یہان تک کہ خود انکے مکان پر گئے اور انکو راضی کرلیا اور ۱۴ صفر سنہ ۱۱۶۷ کو اُنکے حوالے **وکالت مطلقہ** کا عہدہ ہوا اور سید لشکر خان برار کی نظامت پہ بھیجدیے گئے اور قطب الدولہ محمد انور خان اُنکے ساتھ گئے اور موشیر بوسی کی صلاح سے عبدالہادی خان قورہ جنگ تعلقہ بیجاپور سے علیحدہ کیا جاکر نعمت اللہ خان اسکی جگہ مقرر ہوا اور سرکار کی دیوانی صف شکن خان کے عزل کے بعد حیدریار خان شیر جنگ سے متعلق ہوئی۔

شاہ نواز خان نے انتظام کی طرف توجہ کی خزانے مین کچھ نہ تھا نواب کا یہان سے بوجہ بے زری کے کوچ کرنا دشوار تھا اور تمام کام ابتر تھے صف شکن خان بہادر مہابت جنگ کو حیدرآباد کا صوبہ دار کرکے کچھ روپیہ اس سے پیشگی لیا اور اسے حیدرآباد کو بھیجدیا اور ساہوکارون سے قرض لیا اور عاملون سے بھی پیشگی روپیہ لیا اسکے بعد کوچ ہوا صمصام الدولہ نے ایسا انتظام کیا کہ ریاست کی

حالت درست ہوگئی جب وہ مقرر ہوئے تھے تو اس ریاست کی عجیب حالت تھی کہ بے ردی سے نوبت اثاث البیت کے بیچنے پر پہنچ گئی تھی صمصام الدولہ نے انتظام درست کیا سرکشوں کو مطیع کیا اور رعایا کو فلاح حاصل ہوئی اپنی وکالت مطلقہ کے چار برس کے عرصے میں ملک کی آمدنی اور خرچ کو برابر کر دیا اور کہتے تھے کہ انشاء اللہ اگلے سال آمدنی کو خرچ سے بڑھا دوں گا۔

بالاجی سے مصالحت و معاملت اور رگھو بھوسلہ کو تنبیہ

بالاجی کی طرف سے نواب کی خاطر جمع نہ تھی اور وہ ریاست حیدرآباد کی کمزوری کو دیکھکر ہمیشہ تکالیف شاقہ کا بوجھ اسپر ڈالتا رہتا تھا اور ریاست کی مرضی کے خلاف اسکے بہت سے پرگنے اور قلعے دبا لیے تھے چنانچہ برہانپور کے محال سائر اور باغات اور کئی نامی قلعے جیسے سالوتیہ و ماہیہ دبا لیے تھے اور قلعہ چاندور و دھرپ وغیرہ کا محاصرہ کر رکھا تھا اور اس سے بھی زیادہ ارادہ رکھتا تھا شاہ نواز خان نے یہ تجویز کیا کہ اسکے پاس ایک سفیر بھیجکر صفائی کر لیں چنانچہ اس کام کے لیے میر نجف علی خان کو نواب صلابت جنگ نے بالاجی کے پاس بھجوایا اور اسکے لیے ایک ہاتھی اور جواہر اور خلعت ارسال کیا اور تمام امور میر نجف علی خان کو جن کا تصفیہ منظور تھا سمجھا دیں جب میر نجف علی خان بالاجی راؤ کے لشکر کے پاس پہنچا تو اُسنے پیشوائی کو سردار بھیجے اور باہم ملاقات ہوئی میر نجف علی خان نے اپنی دانائی سے اسے سمجھا کر تمام قلعوں اور شرطوں کے چھوڑ دینے کی سند لکھوائی اور محال سائر برہانپور اور باغات کا بھی تصفیہ کر لیا اور رگھو بھوسلہ نے جو تمام برار پر بالاجی کی اعانت سے قبضہ کر لیا تھا اُسکے متعلق بالاجی نے وعدہ کیا کہ اب اسکی اعانت نہ کرے گا اسپر چڑھائی کر کے وہ ملک نکال لیا جائے بلکہ وہ نواب کی سپاہ کو مدد دیگا میر نجف علی خان رخصت ہوکر نواب کے پاس آیا اور تمام حالات بیان کیے اور سندیں پیش کیں نواب صلابت جنگ بہت خوش ہوئے نواب کا عزم حیدرآباد کو تھا مگر نجف علی خان کے کہنے سے برار کا عزم کیا چنانچہ مقام بیڑ تعلقہ سلطان جی سالکر کے پاس سے لشکر برار کی طرف لوٹ گیا رگھو بھی مقابلے کو مستعد ہوا نواب کی فوج ہراول کی افسری میر نجف علی خان کے حوالے ہوئی اور اسکے ہمراہ سلطان جی سالکر و بھیم راؤ و محمد ناصر خان رسالہ دار اور عبداللہ بیگ قراول بیگی اور ایک فرانسیسی سردار کو تلنگوں اور فرانسیسیوں اور تیر چلنے والی توپوں کے ساتھ ہراول میں رکھا اور نواب لشکر کے درمیان میں رہے اور اسکے سامنے شاہ نواز خان تھے۔ راجہ رام چندر وغیرہ فوج کے پچھلے حصے میں مقرر ہوئے

سرمست خان وسلطان خان وقوی جنگ وغیرہ سیدھے ہاتھ کی طرف متعین ہوے۔ خان عالم وشیخ علی خان جنیدی ومان سنگہ ہانکیہ وغیرہ سردار اُلٹے ہاتھ کی طرف بھیجے گئے اور فرانسیسی سپاہی اور فرانسیسون کے ہندوستانی قواعددان سپاہی اور انکی توپین ہر طرف تقسیم ہوئین رگھوبھی میدان جنگ مین آیا لڑائی ہوئی ہر روز خونریزی ہوتی رہی۔ رگھو شکست پاکر بھاگ جاتا تھا یہان تک کہ نرمل کے پاس پہنچے نرمل کا سردار سوریا راو شایستہ فوج کے ساتھ آیا اور نواب کی ملازمت کی اور اُلٹے ہاتھ کی سپاہ مین متعین ہوا رگھو دبتا اور ہٹتا ہوا دور تک پہنچ گیا آخر لاچار ہوکر پیغام بھیجا کہ میری تقصیرات کو معاف کردیا جاے سلطان جی وسرمست خان درمیان مین واسطہ تھے اور اُسنے اقرار کیا کہ نقد پانچ لاکھ روپے سالانہ کی آمدنی کا ملک نذر کرونگا شاہ نواز خان نے اسپر صلح کرنا چاہا میر نجف علی خان مخالفت کرنے لگا اس سے شاہ نواز خان نے کہا کہ جنگ جاری رکھنے کو روپیہ کہان سے آئے اور فوج بے خرچ ہے میر نجف علی خان نے مہان بیگم دختر نواب شجاع الدولہ حاکم بنگالہ سے (کہ وہ مدت سے نواب آصف جاہ اول و نواب ناصر جنگ و نواب صلابت جنگ کے ساتھ رہتی تھی اور میر نجف علی خان سے اسکو قرابت قریبہ حاصل تھی) پچاس ہزار روپے قرض لے دیے اور تمسک شاہ نواز خان کی مہر سے مرتب کراکے بیگم کو دیدیا یہ روپیہ فوج مین بطریق مدد خرچ کے تقسیم کرادیا گیا اور پھر لڑائی شروع ہوگئی رگھو نے دیکھا کہ کسی طرح عہدہ برآ نہین ہوسکتا پھر عرض کرایا کہ پانچ لاکھ روپے کا ملک جو اسکے بیٹے کی جاگیر مین عنایت ہوا ہے ضمانت مین دیتا ہون پھر شاہ نواز خان کے مزاج کو متوسط آدمیون نے صلح کی طرف مائل کرلیا میر نجف علی خان نے کہا کہ آپ چلے جائیے اور یہ مہم میرے ہاتھ مین دیے جائیے مین اسکو بخوبی سر کرلونگا بیس لاکھ روپے سپاہ کو دلادونگا اور مہم کا خرچ میرے ذمے ہے شاہ نواز خان نے نہ مانا تاویلین کرنے لگے میر نجف علی خان آزردہ ہوا مگر زبان سے کچھ نہ کہا اور یہ ارادہ کیا کہ صلح کے بعد لشکر سے دوسری جگہ چلا جاے۔ غرضکہ سلطان جی و سرمست خان وسلطان خان کے توسط سے صلح مقرر ہوگئی اور رگھو شاہ نواز خان سے ملنے کو آیا لشکر کے سامنے ایک خیمہ ملاقات کے لیے استادہ ہوا رگھو کو یہان بلایا جب اسکی ملاقات ہوئی تو میر نجف علی خان ہاتھی سے نہ اترا ہرچند سمجھایا نہ مانا صلح کی تکمیل ہونے کے بعد نئے ملک مین حاکم بھیجے گئے اور وہان سے واپسی ہوئی رگھو نے ہزار وقتون کے بعد تین لاکھ روپے دیے اور باقی کے لیے جواب صاف دیدیا اور جو حاکم سپرد کردہ علاقے کے انتظام کے لیے بھیجے گئے تھے اُنکو عمل ودخل ندیا میر نجف علی خان نے بے دل ہوکر پیغام دیا کہ مین دوسری طرف چلا جاؤنگا ورنہ قلعہ آسیر میرے حوالے کردین شاہ نواز خان نے کہا کہ تمھارے تعلقے مین قلعہ ملہیر ہے پھر دوسرا قلعہ کیون

چاہتے ہو حالانکہ قلعۂ آسیر ایسا ہی ہے اُسپر قبضہ ہو سکے گا میر نجف علی خان نے جواب دیا کہ عمل و دخل کرنا اور فتح کر لینا میرے ذمے ہے اگر قلعے پر قبضہ ہو تو مین اسکی فریاد نہ لکھونگا اور آپ سے کمک نہ مانگونگا اگر چاہو تو قلعہ ملمیر بھی بحال رکھو ورنہ دوسرے کے حوالے کرو شاہ نواز خان نے بہت منع کیا جب میر نجف علی خان نے نہ مانا تو روانگی کی اجازت دیدی ظاہر مین تو شہر برہانپور کی کروڑ گیری (چنگی) کی سند میر نجف علی خان کے بیٹے میر حسین علی خان کے نام پر مقرر ہوئی اور سند خانسامانی شہر کی اسکے بھائی میر حیدر علی کے لیے تحریر ہوئی لیکن مخفی طور پر قلعداری آسیر کی سند نواب صلابت جنگ کی مہری میر نجف علی خان کو ملی اور پرگنہ ملکاپور و انکوٹ خاص میر نجف علی خان کو جاگیر مین دیا گیا۔ شاہ نواز خان کے دل مین یہ بات جمی ہوئی تھی کہ قلعۂ آسیر بادشاہون کے ہاتھ مین تو مشکل سے آیا میر نجف علی خان کیسے فتح کر سکتا ہے طوعاً و کرہاً رخصت کیا اور کہا کہ دولت جمعیت کو ہاتھ سے دیکر جاتے ہو یہان پنجہزاری و چہار ہزاری تمہارے محتاج تھے وہان جاکر کیا فائدہ لوگے مگر میر نجف علی خان نے نہ مانا۔

دغابازی کے ساتھ سوریا راؤ کی گرفتاری

جس دن میر نجف علی خان شاہ نواز خان سے رخصت ہوا رات کو اُنھون نے خان مذکور کو بلاکر کہا کہ مجھے ایک سخت کام درپیش ہے مین تم سے بیان کرتا ہون تم اس بھید کو کسی پر ظاہر نہ کیجیو اور نیک مشورہ مجھے دو وہ کام یہ ہے کہ سوریا راو ہمیشہ نمک حرامی کرتا رہتا ہے اور اکثر سرداران نامی جیسے شیخ لطف اللہ فتح نصیب خان کو مار ڈالا ہے اور فتح اللہ اور عبدالہادی خان تہوّرہ جنگ کو لوٹ لیا ہے اور اب لشکر مین موجود ہے مین یہ چاہتا ہون کہ اُسے پکڑ کر قید کر لون اور اس کا ملک ضبط کر لون میر نجف علی خان نے جواب دیا کہ وہ رگھو سے جنگ کے وقت بے طلب آیا ہے اسوقت اسکو پکڑنا اور دغا کرنا نامناسب ہے دوسرون کو پھر کیا اعتبار ہوگا ایسے شخص کو دغا سے نہ پکڑنا چاہیے اگر اسکی نیت مین مخالفت ہے تو اسکو کہلا بھیجیے کہ سرکار مین تمہارا ملک ضبط کیا جاتا ہے اگر بخوشی قبول کیا تو بہتر ہے ورنہ لشکر مین سے اُسے رخصت کر دیجیے اور اُسکے ملک مین کسی سردار اور فوج کو بھیجیے مگر میر ابوالمعمر خان دخل بیگ خان نے اس کا قید کرنا ہی مصلحت کے مناسب جانا میر نجف علی خان نے کہا کہ جب میری صلاح کو نہین مانتے تو مجھ سے دریافت کرنا کیا ضرور تھا اور وہ چلا گیا۔ شاہ نواز خان نے چوداگی یانی تمام سرداروں مثل سلطان جی و بسران جانوجی درست خان و شیخ علی حیدری اور سوریا راؤ کو کہلا بھیجا کہ کل مقام ہے دربار مین حاضر ہون موجب حکم کے صبح کو تمام عمائد آئے شاہ نواز خان

نے سب کو نواب صلابت جنگ کی خدمت مین بلاکر رخصت کیا اور سوریا راؤ کو دیوانخانے مین بٹھا کر کہا کہ تم کو بعد کو طلب کرون گا وہ منتظر رہا جب سب آدمی اور امرا چلے گئے تو حکم دیا کہ سوریا راو کو پکڑلین خاص چوکی کے سپاہی اشارے کے بموجب پہنچے اور اسکو گرفتار کرنا چاہا اُسنے تلوار پر ہاتھ ڈالنا چاہا لیکن لوگون نے جلدی کرکے اسکو پکڑ لیا اور تلوار و کٹار چھین لی اور اسکو قید کرلیا اور فوج کا کوچ اُسکے ملک کی طرف ہوا چنانچہ اکثر پرگنے ضبطی مین آئے اور اس کی سکونت کا مقام نرمل تھا یہ مضبوط مقام بے لڑے بھڑے ہاتھ آگیا اس مین بہت سامان موجود تھا اسپر قبضہ ہوا نرمل اور اس کا تمام علاقہ شاہ نواز خان کی جاگیر مین دیدیا گیا شاہ نواز خان نے یہان کی حکومت نرسنگھ برادر راجہ رگھناتھ داس کے حوالے کردی اور نواب صلابت جنگ نرمل سے روانہ ہوکر حیدرآباد مین آگئے اسی سال رگھو بھوسلہ مرگیا۔

قلعۂ آسیر کی مفتوحی مین میر نجف علی خان پسر میر دولت علی خان کی رستمانہ شجاعت

میر نجف علی خان نواب کے لشکر سے کوچ کرکے قلعہ آسیر کی طرف چلا راستے مین سپاہ کی بھرتی شروع کردی اورنگ آباد مین پہنچکر سپاہ موجودہ کا جائزہ لیا تو سو سوار اور دو سو بندی کے سپاہی اور تیس گاردی یعنی قواعددان پیادے جمع ہوے تھے یہان سے چل کر فردا پور کی پہاڑی کے پاس آیا چونکہ پرگنہ ملکاپور اسکی جاگیر مین تھا اُدھر آیا وہان کا عامل محمد مراد خان لڑنے کو آمادہ ہوا چونکہ میر نجف علی خان قلعہ آسیر کی فتح کا عزم رکھتا تھا اسوجہ سے میر سعید الدین خان رسالہ دار کو جو اس کا رفیق قدیم تھا پیادہ و سوار کی جمعیت کے ساتھ ملکاپور کی طرف متعین کیا اور آپ ۱۰ شعبان ۱۱۷۶ھ ہجری کو برہانپور کے پاس پہنچا اور باغ نظر بین جو حصار شہر کے پاس تھا مقیم ہوا ابھی تک کسی کو یہ حال معلوم نہوا تھا کہ کس ارادے سے آیا ہے شہر کے عمائد اس سے ملنے آئے اور اس سے ادھر آنے کا سبب دریافت کیا جواب دیا کہ ایک کام کا ارادہ ہے اور محالات سائر برہانپور کی حکومت سید نورالدین خان کوتوال کے حوالے کردی کیونکہ یہ کام بھی ریاست نے اسکے حوالے کیا تھا اور آپ اس باغ مین صبح سے آدھی رات تک فوج بھرتی کرتا رہتا تھا لوگ جوق جوق آتے اور بھرتی ہوتے سات سو پیادے اور چھ سو سوار جمع ہوگئے رات کو شہر کے عمائد سے کہلا بھیجا کہ آج رات کو شہر مین داخل ہون گا گرد و نواح کے مکاسدار تھرا رہے تھے کہ دیکھیے یہ بلا کدھر نازل ہوگی جب ایک پہر رات گذری تو توپ چلانے والون کو بارود تقسیم کرکے

سوار ہوا اور اب تک کسی کو اصل حال معلوم نہ تھا سوار ہو کر شہر کے باہر سے دہلی دروازے کی طرف آیا اب سپاہ سمجھ گئی کہ قلعہ آسیر کی فتح کا ارادہ ہے یہاں سے اکثر آدمی اسلحے وغیرہ کے بہانے سے رہ گئے اس طرح چوتھائی جماعت کم ہو گئی جب آدھی رات گذری تو شاہ گنج کے پاس پہنچتے پہنچتے مینھ برسنے لگا۔ بجلی کی کڑک بادل کی گرج سے بہت اندھیرا پیدا ہو گیا اس اندھیرے میں آدمی تھوڑے تھوڑے سواری سے الگ ہو جاتے تھے پھر رات گئے موضع سولہ میں پہنچے وہاں آسیر کے قلعدار کی طرف سے تھانہ مقرر تھا سپاہیوں نے چاہا کہ قلعے پر خبر پہنچا دیں کہ میر نجف علی خاں نے سب کو باندھ لیا یہاں سے موضع عمری آدھ کوس کے فاصلے سے تھا چار گھڑی رات باقی رہے وہاں پہنچے یہاں میر نجف علی خاں کے ساتھ کے اکثر پیادے رہ گئے میر نجف علی خاں نے سمجھا کہ کام ہاتھ سے رہا جاتا ہے اپنے حقیقی چھوٹے بھائی میر حیدر علی کو کہا کہ راستے میں جو کوئی سوار و پیادہ رہے اسے قتل کر ڈالیو اور آپ بھی چھری ہاتھ میں لیکر بے اختیار مارتا تھا مگر لوگ اس پر بھی رہے جاتے تھے اور جب موقع پاتے تھے سیدھے الٹے مار سے نکل جاتے تھے اُن کے جمع ہونے میں دیر لگتی تھی جب درگاہ پیر بہلول کے پاس پہنچے تو لوگوں نے علانیہ قلعہ آسیر کو دیکھ لیا۔ کچھ آدمی بھاگ گئے اور کچھ سست ہو گئے اس طرح قریب سو آدمیوں کے رہ گئے میر نجف علی خاں کا بھائی میر حیدر علی اور اس کا بھانجا میر دائم اور اس کا خالو میر ملاقی و محمد حرب وغیرہ پسران میر ملاقی اور سواروں میں سے بھوانی شنکر اور موتی رام اور دوسرے چند سوار اور بہادر خدمتگار جنکے پاس بھی گھوڑا تھا جملہ تیس سوار اور پچاس پیادے اور ۲۵ قواعدداں سپاہی اُس باقی سی جمعیت کے ساتھ بولتی پہاڑی کے پاس جا پہنچے جو قلعۂ آسیر کے پاس تھی جب دن نکل آیا تو چوکی کے سپاہیوں نے شور و غل مچایا کہ شور سے قلعے کے آدمی ہوشیار ہو گئے اور قلعے کی تلیٹی کے آدمیوں کو خبر ہو گئی میر نجف علی خان قلعے کی تلیٹی کے دروازے کے پاس جا پہنچا یہاں پر چند حزائل امرا و دل اور تیر انداز وں نے جو قلعدار کی طرف سے متعین تھے مقابلہ کیا میر نجف علی خان نے انکو مار کر بھگا دیا اور انکے پیچھے وہ مع آدمیوں کے تلیٹی میں جا پہنچا اس قلعے کے اوپر سے توپوں کے فیر شروع ہوئے اس کثرت سے گولے گرنے لگے کہ تلیٹی کی تمام آبادی لرز رہی تھی اور برہانپور تک کہ یہاں سے سات کوس تھا توپوں کی آواز جانے لگی جو پیادے کہ میر نجف علی خاں کے سامنے سے بھاگ نکلے تھے وہ بھی ان توپوں کے فیروں کی وجہ سے قوی دل ہو کر لڑائی کو مستعد ہو گئے میر نجف علی خاں و میر حیدر علی خان و بہادر خدمتگار اور موتی رام جملہ چار سوار انکے پیچھے دوڑے ان میں سے بعضے سدّ نہیں آ سکے لگے اور بعضے تلوار میں سوت کر مقابلے کو کھڑے ہو گئے اور بعضے پہاڑی کے ٹیلے کی طرف بھاگ گئے میر نجف علی خاں نے

بھوانی شنکر جمعدار کو اپنے ہاتھ سے تلوار سے زخمی کیا اور میر حیدر علی نے دوسرے کو مارا اُسکے بعد کسی نے لڑائی کی جرات نہ کی اس طرف بہادر خدمت گار کے ہاتھ مین تلوار کا زخم آیا اور میر حیدر علی کے مُنھ پر تلوار لگی اور قلعے والون کی طرف سے بہت سے آدمی مارے گئے جب تلوار سے قلعے والے نہ لڑ سکے تو توپون سے گولے مارنے لگے میر نجف علی خان مورچہ بندی کرکے کوتوالی کے چبوترے پر جا پہنچا اور قلعدار کا جھنڈا گرا کر اپنا کھڑا کر دیا اور منادی کرائی کہ جو کوئی چاہے میرے پاس آکر نوکری کرلے جو آجائے گا اسکی جان و مال کو امان ہے اکثر تلیٹی کے باشندے نوکری کو حاضر ہوے جنکو نوکر رکھ لیا گیا۔ میر احسن قلعدار نے پرسوتم ہزاری کو ایک معقول جمعیت کے ساتھ مالی کھرہ کی طرف اُتار کر تاکید کی کہ قلعے کے دروازے کھول کر لڑے اور میر نجف علی خان کے ساتھ جو تھوڑے سے آدمی ہین انھین مار کر نکالدے ہزاری مذکور نے مالی کھرہ کا انتظام کرکے باہر نکلنے کی جرات نہ کی حصار پر سے اور کمر گاہ سے اور مالی کھرہ سے توپین مارتے رہے میر نجف علی خان کی طرف سے مورچے دمبدم آگے بڑھ رہے تھے اور اطراف سے آدمی جمع ہو کر نوکر ہونے لگے۔ میر نجف علی خان تلیٹی کے آدمیون پر اعتبار نہین کرتا تھا اس لیے اُن کو نوکر رکھکر انھین دوسرے اطراف اور ناکون پر بھیجتا تھا اور معتمد آدمیون کو اپنے پاس رکھا تھا۔ برہانپور مین ہر وقت اس قضیے کی شہرت ہو رہی تھی اور خوش طبعی کے طور پر وہان کے آدمی خبرین منگاتے تھے قلعے کے اندر ہزار کے قریب احشام اور بے اسپ اور دوسرے پیادے تھے اور میر نجف علی خان کے پاس صرف پانسو آدمی تھے اور وہ فتح کی کوشش کر رہا تھا برہانپور کے آدمی قلعدار کو مخفی لکھ رہے تھے کہ یہ قلعہ ایسا نہین ہے کہ کوئی اُسپر غالب آجاے تم دلجمعی کے ساتھ مقابلے پر آمادہ رہو میر احسن قلعے کی مضبوطی اور سامان کی کثرت پر مغرور ہو رہا تھا اسکی توپون کے فیرون سے شور قیامت برپا تھا۔ جب برہانپور کے آدمیون کو یقین ہو گیا کہ یہ قلعہ فتح ہونے والا ہے تو قطب الدولہ نے محمد امین جماعہ دار کو ۲۵ سوارون اور بیس پیادون اور ایک قلیچی بان اونٹ کے ساتھ میر نجف علی خان کی مدد کو بھیجا جماعہ دار مذکور قلعے کے پاس آکر اتنی قدرت نہین رکھتا تھا کہ میر نجف علی خان تک پہنچ جائے اُسنے انکے پاس آنے کی خبر بھیجی کہ مین برہانپور سے قطب الدولہ محمد انور خان کا بھیجا ہوا یہان تک آیا ہون لیکن توپون کے فیرون سے آگے نہین بڑھ سکتا اُسنے جواب مین کہلا بھیجا کہ دن مین آنا مناسب نہین رات کو آدمی تمھارے پاس بھیجون گا وہ تمھین لے آئین گے چنانچہ رات کو اسے ایسے رستے سے جدھر گولے نہین گرتے تھے لے آئے اُسنے مورچے دیکھے تو گھبرا گیا۔ تلیٹی مین شام بھٹ کی حویلی نہایت مضبوط واقع تھی اُس مین ٹھہر کر پھر باہر نہ نکلا۔ میر نجف علی خان سیڑھیان مخفی طور پر تیار کراکے تیسری رات اپنے آدمیون

ین سے سو جرار جوان منتخب کیے کہ ۲۵ قواعد داں سپاہی اور ۷۵ دوسرے پیادے تھے جن میں
اس کا بھانجا محمد دائم اور خالہ کا بیٹا محمد عرب اور شیخ محمد خاں ٹپیت و شیخ دھولا و بہادر و بھوانی شکر
و موتی رام و میر ولی اللہ وغیرہ شامل تھے اور وہ سیڑھیاں لیکر مالی گڑھ کے عقب سے آسا دیوی
کی طرف سے کہ قلعے کی شمالی جانب واقع ہے لپٹتے گئے اور پہنچکر سیڑھیاں قلعہ مالی پر رکھوا کر
مالی گڑھ پر آیا۔ اس مقام پر قلعدار کی طرف سے راجہ رام ہزاری اور پرسوتم ہزاری کے
ساتھ سو آدمی متعین تھے اور چالیس پچاس آدمی رام سنگھ اور راو چار سنگھ اور ہیرا من وغیرہ
چار ہزاری آدمیوں کے ساتھ مقرر تھے رام سنگھ و راو چار سنگھ و ہیرا من باطن میں قلعدار سے
برگشتہ تھے اور میر نجف علی خان کے طرفدار تھے جب سیڑھیاں آسا دیوی کی طرف فصیل مالی
قلعہ پر قائم ہوئیں تو قلعے کے ہزاریوں میں سے سو آدمی دو سو پیادوں اور شاگرد پیشہ آدمیوں اور
گولہ اندازوں کے ساتھ مالی گڑھ والوں کی مدد کو آئے کہ یکایک میر نجف علی خاں کی جمعیت
نے مالی گڑھ میں پہنچکر جو ہزاری سو رہے تھے انکو کاٹ کر پھینکدیا اور جو پیادے ابھی بیدار
ہوئے تھے ان کو باندھ لیا اور جو بالکل ہوشیار ہو گئے تھے وہ ننگی تلواریں ہاتھوں میں لیکر مقابلہ کرتے
کچھ مارے گئے کچھ زخمی ہوئے مالی گڑھ میں عجیب ہنگامہ پیدا ہو گیا کہ قلعدار کے طرفداروں میں
سے کسی کو لڑنے کا یارا نہ تھا سب نے احشام میں پناہ لی رام سنگھ ہزاری اپنی برادری کے
ساتھ نجف علی خان کی رفاقت میں آگیا مالی گڑھ فتح ہو گیا مگر دروازہ اس کا مقفل تھا
میر نجف علی خاں اپنی جمعیت کو تلیٹی میں بھی اندر لایا اور کمر گاہ میں مورچے بنائے مالی گڑھ
کی توپوں کے گولے بالا حصار کی کمر گاہ میں پہنچتے تھے تمام دن لڑائی رہی رات کے وقت
چند بہادر آدمیوں کو قلعے کی شمالی جانب کے پہاڑ پر بھیجا وہاں سے بہت سے بان مارے
اتفاقاً جو بان چھوٹتا قلعدار کے مکان میں گرتا وہ نہایت مرعوب ہو گیا قلعدار کی عورتیں
گھبرائیں اس عرصے میں میر نجف علی خان نے پیش دستی کر کے مورچے کمر گاہ میں پہنچا دیے
قلعدار زیادہ خوف زدہ ہوا اور پیغام بھیجا کہ اگر مجھے امن دو تو قلعہ حوالے کر دوں چونکہ اُسکے
ساتھ سیادت کا نام لگا ہوا تھا میر نجف علی خاں نے جان بخشی کی اور یہ کہلا بھیجا کہ جو کچھ اس کا
ذاتی مال اور روپیہ ہے لیکر اطمینان سے باہر آجائے اگر بادشاہی مال لائے گا تو معاہدہ
ٹوٹ جائے گا اسی وقت بھوانی شنکر جامہ دار اور دوسرے آدمیوں کو قلعے پر بھیجکر بند و بست
کر لیا جب دن نکلا تو میر نجف علی خان حضرت شاہ گوہر اور حضرت نعمان کے مزارات پر جو
قلعے کی تلیٹی پر تھے فاتحہ کو گیا پھر قلعے میں داخل ہوا قلعدار نے لباس غریبی پہن کر درد کھائی اور
عذر تقصیر کیا خان مذکور نے سینے سے لگایا اور اسکی تسلی کر کے قلعے سے نیچے بھیجا اور شاہ یار

لگے۔ غرضکہ ۷ اشعبان ۱۱۶۷ ہجری کو قلعہ میر نجف علی خان کے قبضے مین آگیا اور اسنے
اریون کو خلعت دیے اور اپنی جمعیت کو جابجا مقرر کردیا جو ہزاری شریر تھے انھین
دیگر قلعے سے نکالدیا بہادر خان نامی کو کہ میر منصور کو کہ شریر و بدوضع تھا قید کردیا۔
فتح سے تمام نواح خاندیس مین رعب وداب پیدا ہوگیا تمام مکاسدار اپنی اپنی فکر مین
ت ہوے اس عرصے مین خبر آئی کہ میر سعد الدین کے ملکاپور پہنچنے پر بھاری جنگ ہوئی
ور اسنے وہان مورچے بنالیے ہین میر نجف علی خان نے اپنے یہان سے ادھر مدد بھیجی
معیت نے پہنچکر پانچ دن مین ملکاپور پر قبضہ کرلیا جب اس فتح کی خبر حیدرآباد مین پہنچی
ب صلابت جنگ اور شاہ نواز خان بہت خوش ہوے اور عنایت نامے اور تلوار
وڑا اور خلعت اور سرپیچ اسکے لیے بھیجا اور منصب مین اضافہ کیا اور بہادری کے
ب سے سرفراز کیا اور اسکے چھوٹے بھائی میر حیدر علی خان اور بیٹے میر حسین علی خان کو
ی کا خطاب دیا بالاجی کے جسقدر گانون قلعے کے آس پاس تھے انپر میر نجف علی خان نے
ضہ کرلیا بالاجی نے خود بھی میر نجف علی خان کو بہت کچھ لکھا اور نواب صلابت جنگ سے
ی لکھایا مگر نجف علی خان نے نہ مانا۔

شاہ نواز خان کے اعزاز مین ترقی۔ سری رنگ پٹن کے راجہ پر
بالاجی کی چڑھائی مین صلابت جنگ کا معاون ہونا

۱۱۶۸ ہجری مین شاہ نواز خان کو نواب صلابت جنگ نے صمصام الدولہ
شاہ نواز خان بہادر صمصام جنگ خطاب دیا اور ماہی مراتب و جھالردار
پالکی عطا کی اور انھون نے اورنگ آباد و حیدرآباد کے علاقے مین سے ۳۵ لاکھ روپے
کی جاگیر اپنی تنخواہ مین اور پانچ لاکھ روپے کی اپنے بیٹے میر عبدالحی خان کے لیے حاصل کرکے
نواب سے مہری سند لکھوالی اور اپنی سپاہ علیحدہ نوکر رکھی اور ریاست کی سپاہ مین تخفیف
کی چار مہینے برسات کے نواب نے حیدرآباد مین بسر کیے اکثر عمائد مثل میر محمد حسین خان
صمصام الدولہ وغیرہ نے حیدرآباد مین اپنے مسکن مقرر کرلیے اور اکثر آدمیون نے اپنے
قبائل اورنگ آباد و برہانپور سے بلاکر حیدرآباد مین رکھے بالاجی و صمصام الدولہ مین صلح کے
عہد وپیمان ہوکر باہم اطمینان ہوگیا تھا بالاجی نے پیغام بھیجا کہ اس سال سری رنگ پٹن پر
[illegible] پیشکش لینا چاہیے چنانچہ صمصام الدولہ اور نواب صلابت جنگ

ایک لاکھ سوار و پیادے جمع کرکے اور توپخانہ آراستہ کرکے سری رنگ پٹن کے ارادے سے روانہ ہوے مالاجی بھی لاکھ سوار لیکر سری رنگ پٹن کی روانگی کے لیے آمادہ ہوا دونون لشکرون نے اس ملک میں پہنچکر لوٹ مار شروع کردی تین مہینے تک جنگ ہوکر وہاں کا راجہ مغلوب ہوگیا۔ پچاس یا ساٹھ لاکھ روپیہ اور ہاتھی گھوڑے اور کپڑے بھیجے دونون لشکروں نے پیشکش لیکر کوچ کیا مالاجی پونا کو چلا گیا اور نواب صلابت جنگ حیدرآباد مین آگئے چار ماہ یہان رہے اور نواب نے اپنے بحر کے کارخانون کے دیوان ابوالفتح خان کو موقوف کرکے اس کام پر محمد معین خان بہادر شوکت جنگ کو مقرر کیا ابوالفتح خان سے پہلے حیدریار خان مالک شیر جنگ کے یہ کام سپرد تھا۔

بادشاہ دہلی کی طرف سے ماہی مراتب کا آنا

اسی سال عزیز الدین عالمگیر ثانی نے جو احمد شاہ بن محمد شاہ کے بعد دو سنہ تسعہ اشعبان ۱۱۶۸ھ کو تخت نشین ہوا تھا صلابت جنگ کے لیے ماہی مراتب بھیجا مادۂ تاریخ اس کا یہ ہے ؏ از شاہ ہند آمد ماہی وہم مراتب + اسی سال سائر بیجاپور کی داروغگی میر یحیٰ علی خان کے تغیر سے عبدالقادر خان متصدی قطب الدولہ کو دی گئی ۲۷ ذیحجہ ۱۱۶۸ھ ہجری کو اپنے کام پر دخیل ہوگیا۔

۱۱۶۹ھ ہجری مین رگھو بھوسلہ متوفی کے اہلکارون اور رگھو کرانڈیہ نے نواب کے لشکر کی تاراجی کے ارادے سے حملہ کیا نواب صاحب اور صمصام الدولہ نے ان کے مقابلے مین آنا کسرشان جانکر ایک فوج محمد معین خان بہادر شوکت جنگ اور مبارزالملک کی سرکردگی مین مقابلے کو بھیجی انھون نے کوشش کرکے ان کو پوری پوری تباہی کے قریب پہنچا کر بھگا دیا اور بھوسلہ کے دیوان کو پکڑ لیا۔

بالاجی راؤ کا بنکاپور اور سانور کے پٹھانون پر حملہ نواب صلابت جنگ کا بالاجی کی مدد کرنا

مظفر خان گاردی عبدالحکیم خان پٹھان پسر دلیر خان بن بہلول خان میانہ زمیندار سانور کے پاس چلا گیا تھا عبدالحکیم خان نے اسکو اپنے پاس عزت سے رکھ لیا تھا یہ علاقہ آبا عن جد ان پٹھانون کے پاس چلا آتا تھا اُسے امراجی گھوڑپڑہ پسر سنتاجی سے جسکے پاس جمعیت

شایستہ تھی موافقت کر کے بالاجی کے علاقے کو لوٹنے لگا بالاجی پونا سے سانور اور بنکاپور کی طرف آیا جب بالاجی بنکاپور کے پاس آیا تو اس کا مقابلہ عبدالحکیم خان اور مظفر خان گاردی اور امراجی کرنے کو شہر سے نکلے پٹھانون کے سامنے دو تالاب تھے یہان مورچے بناسے بیچ مین پٹھان رہے سیدھے ہاتھ کی طرف مظفر خان گاردی اور الٹے ہاتھ کی طرف امراجی کو متعین کیا بالاجی نے اپنے چچازاد بھائی سدھو کو افغانون کے مقابلے مین رکھا اور ملہار راؤ ہلکر کو مظفر خان گاردی کے مقابلے مین مقرر کیا اور جسونت ہانٹوسیہ کو اسکے دوسرے بھائیون کے ساتھ امراجی کے مقابل بھیجا خوب لڑائیان ہوئین پٹھان ہر لڑائی مین غالب رہے اور بہت سے مرہٹے مارے گئے اور مرہٹون کی سپاہ پر بہت کچھ مصیبت آگئی غلے کی گرانی دانے کی کمی اور گھانس چارے کی قلت ایسی ہوئین کہ مرہٹے تباہی کے قریب پہنچ گئے اور اُنکے چوپاے ہلاک ہوگئے قریب تھا کہ مرہٹے برباد ہو کر بھاگ جائین۔ بالاجی پٹھانون کی جلادت سے تنگ آکر صمصام الدولہ کے مشورے سے نواب صلابت جنگ سے مدد کا مستدعی ہوا اور انکو لکھا کہ اسوقت میری مدد کیجیے اس لیے کہ افغانون کی وہ قوم ہے کہ انکو اپنے خداوند نعمت سے بھی دغابازی کرنے مین تامل نہین ہوتا اور ہر وقت تکلیف پہنچانے کی فکر مین رہتے ہین چنانچہ نواب ناصر جنگ اور مظفر جنگ کے ساتھ انھون نے کیا کیا اور ہم لوگون سے باوجود تخالف مذہب اور منازعت دوامی کے کبھی ادب اور پاس ناموس اور خیر خواہی جان کے مخالف کوئی امر واقع نہین ہوا اس لیے براہ کرم میری مدد کیجیے شاہ نواز خان نے بڑی تدبیر سے صلابت جنگ کو اسکی مدد پر آمادہ کیا اور پٹھانون سے انتقام لینا اور بالاجی راؤ پر احسان کرنا ضروری سمجھا اور نواب نے لشکر کو برار سے سانور اور بنکاپور کی طرف حرکت دی جب نواب کا لشکر مرہٹون کے قریب پہنچا تو بالاجی نے چار کوس سے استقبال کیا۔ نواب نے قلعے کے عقب سے فرانسیسون کا توپخانہ لگاکر اتنی گولہ باری کرائی کہ قلعے کے برج برباد ہوگئے اور پٹھان عاجز ہوگئے جب یہ حال میر نجف علی خان نے سُنا تو بہت جلد نواب کو عرضی لکھی کہ مسلمانون کے مقابلے مین کافرون کو کمک پہنچانا آئین دانش و خرد سے دور ہے جو کہ صمصام الدولہ نے بالاجی سے معاہدہ کرلیا تھا اور کمک کے عوض مین بالاجی نے وعدہ کیا تھا کہ خاندیس واپس کردے گا اور لاکھ روپے روزہ فوج خرچ کے پہنچاتا رہے گا اس لیے اسکی عرضی کا کوئی اثر نہوا پٹھان بہت تباہ ہوگئے اور عاجز ہو کر پچاس لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا زر نقد اُنکے پاس نہ تھا زیور اور کپڑے روپے کے عوض مین بالاجی کے پاس پہنچائے پھر بھی ۳۵ لاکھ روپے باقی رہ گئے اسکی قسط مقرر کی اور بالاجی کا تھانہ بنکاپور مین بٹھا دیا اس شرط سے کہ اُس کا

روپیہ پہنچنے تک شکا پور بالاجی کے قبضے میں رہے اس قلعے سے جتنے پرگنے اور ضلعے متعلق تھے ان سب پر بالاجی کے عامل مقرر ہوگئے اس لڑائی کے انفصال کے بعد بالاجی سے نواب صلابت جنگ نے اس کا قرار پورا کرنے کے لیے کہلایا تو اسنے جواب دیا کہ عالم احلاس میں ایک سردار دوسرے سردار کی مدد کرتا ہے میں بھی کبھی ضرورت کے وقت آپکی کمک کروں گا نواب خاموش ہوگئے اور اسکے خیمے پر ملنے کو گئے۔

بالاجی کے سوتیلے بھائی شمشیر بہادر کا برہانپور کے ناظم سے روپیہ وصول کرنا

شمشیر بہادر جسے ہمن یا رھی کہتے تھے مسلمان طوائف سے بالاجی کا سوتیلا بھائی تھا اسکو بالاجی نے لمہار راؤ ہلکر کی جگہ مقرر کر کے اثنائے راہ سکا پور سے ہندوستان کی طرف روانہ کیا شمشیر بہادر کوچ لے متواتر کر کے ۲۲ ربیع الثانی ۱۱۶۹ھ ہجری کو برہان پور کے متصل آگیا اور یہاں کے ناظم قطب الدولہ کو کہلایا کہ میں یہاں آیا ہوں اور تم میرے دادا بالاجی شواتھ کے سہ پوتے بھائی ہو میری معقول مہمانی کیجیے قطب الدولہ نے نامردی سے ۱۲ ہزار روپے دینا قبول کیے تاکہ شہر تاخت و تاراج سے محفوظ رہے اور شہر کے ساہوکاروں کو بلاکر روپیہ مانگا اور ایک رات اور ایک دن انھیں اپنے مکان پر رکھا۔ اروکش ساہوکار نے درمیان میں پڑکر بارہ ہزار روپے ساہوکاروں کے ذمے مقرر کیے اور پانچہزار روپے وصول کر کے پاس رکھے اور ساہوکار گھروں کو چلے گئے عبدالقادر خان تمنائی قطب الدولہ نے محصل بھیجکر بھراج ساہوکار پر سختی کرائی اسنے بہت سے ساہوکاروں کو جمع کرلیا اور اروکش کو پیام دیا کہ یہ فتنہ و فساد تمنے برپا کرایا ہے عنقریب تمھیں اس کا نتیجہ معلوم ہوجائے گا اور سب نے اتفاق کر کے دوکانیں بند کر کے ہڑتال کردی اروکش نے یہ حال دیکھا تو ڈر گیا اور پانچوں ہزار روپے ساہوکاروں کو واپس کردیے۔ اس درمیان میں پیر محمد بوہرے سے کہ مولوی غلام محمد گجراتی کا مرید تھا اور مولوی مذکور برہان پور میں بہت قدر دانا جاتا تھا روپیہ مانگا گیا تو اسنے مولوی مذکور کی حمایت سے کچھ نہ دیا مولوی کے شاگرد اسکی حمایت کو آمادہ ہوگئے اسنے جب کچھ نہ دیا تو ساہوکاروں نے بھی اسکی تقلید کی اور کچھ نہ دیا قطب الدولہ اور عبدالقادر خان نے عاجز ہوکر اپنے ہاتھی میر علی اکبر خان دیوان صوبۂ مذکور کے پاس رہن رکھکر دس ہزار روپے لیکر برا کی معرفت شمشیر بہادر کے پاس بھیجے وہ روپے لیکر چلا گیا اور شہر سے تعرض نہ کیا

ساہوکاروں نے اس امر کی اطلاع نواب صلابت جنگ کے پاس بھیجی حیدرآباد کے ساہوکار ان سے موافق تھے ان کی کوشش سے نواب کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ قطب الدولہ کے ایما سے شمشیر بہادر نے ضیافت مانگی ہو گی اس لیے اسکو نظامت برہانپور سے معزول کر کے محمد اسلم خان کو حشمت جنگ خطاب دیکر وہان بھیجا اور خلعت نظامت چہار دیواری شہر برہانپور، ۲ جمادی الاخری ۱۱۶۹ھ ہجری کو اسے پہنایا اسنے اپنی نیابت کی سند میر علی خان کے لیے ارسال کی اسنے چہارشنبہ ۲۷ رجب کو وہان عمل و دخل کر لیا ان دنون نواب صلابت جنگ بالاجی کی مدد کے لیے بنکاپور و سانور کے قریب مقیم تھے۔

بالاجی کی سفارش سے نواب صلابت جنگ کے بھائیون کو مناصب اور عہدے ملنا

جب صلابت جنگ تسخیر بنکاپور کے بعد بالاجی کے ڈیرے پر گئے اور اس سے ملاقات کی تو اُسنے تخلیے مین نواب سے کہا کہ آپ اپنا ملک غیرون کو دیتے ہین اور بھائیون کو قید مین رکھتے ہین جو کچھ یہ جانفشانی کرینگے غیرون سے نہو سکے گی اس لیے بہتر یہ ہے کہ برار کا ملک **نظام علی خان اسد جنگ** کو اور بیجاپور کا ملک **محمد شریف خان بسالت جنگ** کو اور اورنگ آباد کا ملک **میر مغل علی خان ناصر الملک** کو دیدیجیے اور فرانسیسون نے جو آپ کے باپ کا برسون مین جمع کیا ہوا روپیہ کھا لیا اور کام کچھ نہین کیا ہے انھین اپنی ملازمت سے علیحدہ کر دیجے اگر برطرفی کے وقت وہ کچھ شرارت کرینگے تو مین اپنی فوج کے ساتھ حاضر ہو کر انکی گوشمالی کر دونگا یہ صلاح نواب کو پسند آئی اسی دن نظام علی خان کو برار کا خلعت دیا اور بسالت جنگ کو بیجاپور ادھونی و رائےچور کا اور میر مغل علی خان کو اورنگ آباد کا خلعت دیا اور سید لشکر خان نصیر جنگ کو جو اورنگ آباد کے ناظم تھے میر مغل علی خان کا نائب بنایا۔ نظام علی خان اور بسالت جنگ کو اپنے اپنے تعلقون کو بھیجدیا۔ میر نظام علی خان افواج تعناتی اور اکثر امرائے نامی جیسے شیخ علی جنیدی و دستت خان افغان و لچھمن راو کھنڈا کلہ کو ساتھ لیکر برار کو چلے گئے اور نواب صاحب نے انکی اتالیقی کے لیے سید واجد علی خان کو مقرر کیا۔

نظام علی خان کی رگھو کرانڈیا سے لڑائی

میر نظام علی خان اسد جنگ کہ ملک برار کو گئے تھے وہان فوج نوکر رکھنے لگے اور سامان

جنگ کی تیاری میں مصروف ہوئے۔ پسران رگھو بھوسلہ لمبارراو ہلکر کی وجہ سے مالاجی کے ساتھ گئے ہوئے تھے۔ رگھو کراﻧﮈیا وکشاگو سدوکشامورلی سرکھنڈوجی رگھو کے بیٹوں کی طرف سے ملک برار میں تھے ان لوگوں کو خیال ہوا کہ نظام علی خاں کی قوت دن بدن ترقی پر ہے شاید ہمیں برار سے نکالدیں اس لیے یہ بھی فوج جمع کرنے لگے نظام علی خاں نے اورنگ آباد و برہان پور کو لکھکر دونوں شہروں سے آدمی ملائے چنانچہ ان ملکوں سے آدمی نوکر ہونے لگے اس عرصے میں نظام علی خاں نے مراج نام کایستھ کو پرگنہ ارکاوں وانکوٹ کی امینی دیکر تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ ان مقاموں کو بھیجا رگھو کراﻧﮈ لیے یہ خبر سکر راہ میں اُسکو تباہ کردیا مراج مارا گیا نظام علی خان فوج جمع کرکے رگھو سے لڑنے کو روانہ ہوئے دونوں مخالفوں کی فوجیں نواح پرگنہ کھولاپور میں مقابل ہوئیں بہت سخت لڑائی کے بعد رگھو نے مغلوب ہوکر صلح کا پیغام بھیجا نظام علی خاں قبول نہ کرتے تھے اور نگ آباد اور برہانپور کی سپاہ کی آمد کے منتظر تھے اور میر قمرالدین علی خاں برادر قابل خاں کو قصبۂ مالاپور میں چھوڑ آئے تھے اسکے ساتھ سپاہ بھی تھی غرض یہ تھی کہ جب اورنگ آباد اور برہان پور کی فوج یہاں پہنچے تو یہ ان کو جمع کرلے اور سب مل کر لشکر میں پہنچیں اورنگ آباد، سدکھیڑ اور برہان پور سے چار ہزار سوار اور اسی قدر پیادے مالاپور میں پہنچے میر قمرالدین علی خاں انکو لیکر لشکر نواب میں شامل ہونے کو چلا جب یہ خبر نظام علی خاں نے سنی تو ہرکارے کو بھیجا اور یہ کہلایا کہ تم وہیں رہو ہم خود آکر اپنے لشکر میں سپاہ کو ملالینگے ہرکارہ راستہ بھول گیا میر قمرالدین علی خاں چل نکلا جب کراﻧﮈیا کو یہ حال معلوم ہوا تو راتوں رات دھاوا کرکے بے خبری کی حالت میں اسپر حملہ آور ہوا اور تمام سپاہ کو لوٹ لیا میر قمرالدین علی خاں مارا گیا نظام علی خان یہ خبر سکر متقل سپاہ میں پہنچے اور اسے حمیدوں کی مرہم پٹی کرائی اور مردوں کو دفن کرایا اور رگھو سے صلح کرلی وہ اپنے مقام کو چلا گیا نظام علی خاں ایلچ پور میں آگئے۔

فرانسیسوں کی برطرفی اور ان کا فساد پیدا کرنا آخرکار صلح ہوجانا

جو فرانسیسی موشیر بوسی سے تعلق رکھتے تھے انھوں نے چار بڑے بڑے اضلاع بطور جاگیر کے فوجی مصارف کے لیے ریاست سے لے لیے ان اضلاع کی سالانہ آمدنی کا اندازہ چالیس لاکھ روپیہ کیا جاتا ہے ان چار ضلعوں کے نام یہ ہیں (۱) مصطفے نگر (۲) ایلور (۳) راجمندری (۴) سیکاکول۔ یہ علاقے اب شمالی سرکاروں کے نام سے احاطۂ مدراس میں شامل ہیں۔ فرانسیسوں نے بڑا رسوخ حاصل کرلیا اور اپنی حد سے پاؤں بڑھاکر قلعہ گولکنڈہ اور بیدر کی درخواست نواب صلابت جنگ سے کی صمصام الدولہ نے بہت سمجھایا۔ مانا نواب صاحب

نے صمصام الدولہ کے مشورہ دینے سے ان کو موقوف کرنے کی تدبیر کی چنانچہ اُنکو برطرف
کرکے چڑھی ہوئی تنخواہ چکادی۔ فرانسیسون کو جب برطرف کیا تو انھون نے خیال کیا کہ
اسوقت مقابلہ کرکے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے خاموش ہو رہے بیس ہاتھی اور چند توپین اور چند
اونٹ اُنکے ساتھ متعین تھے بوسی نے کہلایا کہ یہ باربردار حیدرآباد پہنچنے تک میرے ساتھ
رہین وہان اسباب کو رکھکر انکو خالی کرکے اہلکارون کے حوالے کردون گا نواب نے کہا کہ
کیا مضائقہ ہے اور سلطان جی اور بھیمن راو کھنداکلہ اور دوسرے دس ہزار کے قریب سوار
اس کام پر متعین ہوے کہ حیدرآباد پہنچکر اُن سے باربرداری کے سرکاری جانور لے لیے جائین
اور ان کو ریاست کے حدود سے باہر کر دیا جاے حکم کے بموجب فوج فرانسیسون کے ہمراہ
گئی بوسی آٹھ سو فرنگیون اور پانچہزار ہندوستانی قواعددان سپاہیون کے ساتھ روانہ ہوا جب
سب آدمی دریاے کشنا کے کنارے پہنچے تو فرانسیسون نے سرداران فوج سے کہا کہ
دریا طغیانی پر ہے اور کشتیان کم ہین ہم پہلے اتر جائین کل آپ اُترین انھون نے قبول کرلیا
چنانچہ فرانسیسون نے اپنا اسباب دریا سے اُتار لیا اور خود بھی اُتر گئے رات کو کشتیان
جلادین اور رات ہی مین حیدرآباد کی طرف روانہ ہوگئے صلابت جنگ کے سردار دوسرے
کنارے پر پڑے رہے۔ فرانسیسی لمبی لمبی منزلین کرتے ہوے پانچ دن مین حیدرآباد پہنچگئے
اور چاہا کہ قلعۂ گولکنڈہ[1] پر قبضہ کرلین قلعدار نے ہوشیاری کی کسی فرانسیسی کو قلعے کے قریب
نہ آنے دیا اور اس کا ایسا انتظام کیا کہ وہ اُسپر قابو نہ پاسکے ابراہیم علی خان برادرزادہ و داماد
شوکت جنگ کہ حیدرآباد کا نائب صوبہ تھا اسنے شہر کی بھی خوب حفاظت کی حیدر جنگ پسر
خواجہ قلندر خان کہ بوسی کا کارکن و دیوان تھا اسنے رومی خان کو جو بوسی کا ترجمان تھا اور اسکا
بھی حیدر جنگ کو استیصال مد نظر تھا روز جمعہ ۲۶ رمضان ۱۱۶۹ ہجری کو چار آدمیون کے
ساتھ ابراہیم علی خان کے پاس بھیجکر کہلایا کہ ہم اپنے تعلقے کو جارہے ہین تم ہمارے سفر کے لیے
غلے وغیرہ کا انتظام کردو اور تمھارے شہر کا توپخانہ ہمارے حوالے کردو جسوقت ابراہیم علی خان
رومی خان سے سوال و جواب مین مصروف تھا رومی خان نے چھرا اسکے پیٹ مین مارا اور
اسکے ساتھیون نے تلوار اور کٹار سے کام تمام کردیا ابراہیم علی خان کے آدمیون نے رومی خان
کے ٹکڑے کردیے اسکے بعد فرانسیسون نے شہر پر بغیر کشت و خون کے قبضہ کرلیا اور رواسطے
رعب و داب کے چار منار پر توپین نصب کردین اور چار محل مین کہ قطب شاہی تھا رہنے لگے
شہر کے رہنے والون مین تزلزل عظیم پیدا ہوگیا شرفا اپنے قبائل کو بڑی صعوبت کے ساتھ باہر
نکالکر گولکنڈے اور دوسری بستیون مین چلے گئے نواب صلابت جنگ اور شاہ نواز خان

[1] غیاث اللغات مین لکھا ہے کہ گولکنڈہ کا مخفف گلکنڈہ ہے ۱۲

یہ خبر سنکر اورنگ آباد سے حیدرآباد کی طرف آئے فرانسیسیوں نے شہر کو مضبوط کر لیا نواب کا لشکر شہر سے پانچ کوس پر پہنچا فرانسیسیوں نے یکبارگی مقابلہ کیا دونوں طرف سے لڑائی جاری ہوئی صبح سے شام تک لڑائی رہتی ان حالات کی اطلاع پانڈیچری میں بھیج گئی تھی وہاں سے اوائل ماہ ذیحجہ بین بوسی کی امداد کے لیے موشیرلیس کے ماتحتی میں پلٹنوں کے دو ہزار سپاہی روانہ کر دیے گئے نواب صلابت جنگ نے یہ خبر سنکر خواجم قلی خان اور مظفر خان گاردی کو (جو اس زمانے میں پٹھانوں سے منحرف ہوکر نواب کے پاس آگیا تھا) اور دوسرے رسالہ داروں کو بھی بھیجا کہ اس کمکی فوج کو حیدرآباد میں داخل ہونے دیں موشیرلیس نے اس سپاہ کو چیر کر اپنا راستہ نکال لیا اور شہر مین داخل ہو گیا اور باہم خوب لڑائیاں ہوئین آخر کار بعض اعیان ریاست کے تعاق کی وجہ سے صمصام الدولہ کی معرفت صلح ہو گئی فرانسیسیوں کی اگلی جاگیر اور تنخواہ بدستور بحال رہی۔ موشیر بوسی اور موشیرلیس اور موشیر سرخان وحیدر جنگ نواب کی ملاقات کے لیے آئے صمصام الدولہ نے استقبال کر کے نواب سے ملایا اور پانچ لاکھ کی جاگیر کا اضافہ ہوا جب فرانسیسیوں کا فساد رفع ہو گیا تو نواب صاحب شہر حیدرآباد مین داخل ہوے اور برسات یہاں بسر کی۔

حدیقۃ العالم مین لکھا ہے کہ نواب نے بوسی کو **سیف الدولہ عمدۃ الملک** خطاب دیا لیکن مولوی ذکاءاللہ نے کہا ہے کہ مظفر جنگ نے اسکو عمدۃ الملک سیف الدولہ غضنفر جنگ خطاب دیا تھا۔ حیدر جنگ کا اصلی نام عبدالرحمن ہے اپ کا نام خواجہ قلندر رکھی ہے وہ نواب آصف جاہ نظام الملک اول کے عہد مین بلخ سے آکر صاحب اعتبار ہو گیا تھا اور مچھلی بندر کا فوجدار بنا دیا گیا تھا وہاں کی فوجداری کے زمانے مین بعض فرانسیسیون سے ملاقات پیدا کر لی تھی اور جب سرکاری محاسبہ دار ہو گیا تو پانڈیچری کو چلا گیا اور فرانسیسیوں کی پناہ مین بیٹھ گیا عبدالرحمن اسوقت خردسال تھا وہاں کا فرانسیسی گورنر اس سے بہت محبت کرتا تھا جب مظفر جنگ رئیس ہوے تو گورنر نے ایک فوج بوسی کی ماتحتی میں مقرر کر کے مظفر جنگ کے ساتھ کر دی اور عبدالرحمن کو جو بقول حدیقۃ العالم مسلمانوں اور نصاریٰ مین ممزوج تھا بوسی کے ہمراہ کر دیا اس نے اپنی قابلیت سے ترقی کر کے فرانسیسیوں کی سرکار کا صاحب حل وعقد ہو گیا۔ اور اسد الدولہ حیدر جنگ کے ساتھ مخاطب ہوا فرانسیسی یہاں تک دلیر ہو گئے تھے کہ ہر طرح کی تکالیف شاقہ دینے لگے۔ انکی درخواستوں کی تفصیل یہ ہے (۱) مظفر خان گاردی ہمارا باجی ہے اسے حوالے کر دو لاچار ہوکر حوالے کیا وہ لڑائی کو مستعد ہوا اور موقع پاکر لشکر سے بھاگ گیا (۲) محمد معین خان شوکت جنگ کو جو دیوان سابق ہے وہ ہم سے عداوت رکھتا ہے اُسے

دیوانی سے موقوف کرکے کسی دوسرے شخص کو دیوان بنایا جائے (۳) قلعہ بھونگیر ہم کو دیدو یہ دونون سوال بھی منظور کیے گئے۔

محاصرے کے زمانے مین فرانسیسون کی جاگیر کا انتظام بگڑ گیا تھا بوسی اور حیدر جنگ تمام کام درست کرکے نواب سے رخصت لیکر راجبندری اور سیکاکول کی طرف گئے اور خواجہ رحمت اللہ خان کو تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ چھوڑ گئے کہ نواب کے پاس رہے۔

دو زمینداروں کے باہمی فسادمین فرانسیسون کی مداخلت

اجے رام راج کہ ہمیشہ ایک لاکھ[۱] پیادے اور دو ہزار سوار اور توپخانہ اور سو ہاتھی رکھتا تھا اسکے اور رنگاراو زمیندار قوم بلیہ کے درمیان جسکے ساتھ سات سو پیادے اور یہم قوم آدمی تھے لڑائیان ہونے لگین اور ہر لڑائی مین بلیہ غالب آیا اس سبب سے اجے رام راج نے بوسی کی آمد کو غنیمت جانا اور حیدر جنگ کے توسط سے بوسی سے ملکر اس کو اپنے ہمراہ رنگاراو پر چڑھا لیگیا رنگاراؤ نے جب دیکھا کہ اس معرکے مین جان سلامت لیجانا مشکل ہے تو اسنے اپنے قبائل کی توسو عورتون کا جوہر کیا یعنی جلوادیا اور رفقا کے ساتھ میدان جنگ مین آیا اُسکے ساتھ سات سو آدمی تھے فرانسیسون کی اور اجے رام راج کی سپاہ کو زیر و زبر کردیا اور گروہ کثیر کو قتل کرکے مارا گیا اس معرکے مین رنگاراو کا صرف ایک لڑکا سلامت بچا جسکو وہان چھپا کر کہین لے گئی تھی اس کا عوض بلیہ کی قوم نے یون لیا کہ فتح سے تیسرے دن رات کے وقت بلیہ قوم کے تین آدمی اجے رام راج کے خیمے مین گھس گئے اور اسے کٹار سے مار ڈالا۔

راجہ رام چندر مرہٹہ کی جاگیر کی ضبطی

جب برسات ختم ہوگئی تو صمصام الدولہ نے نواب صلابت جنگ سے اورنگ آباد جانے کو رخصت مانگی انھون نے اجازت نہ دی آخرکار بہت گفتگو کے بعد انکو روانگی کا حکم دیا۔

سنہ ۱۱۶۷ ہجری مین صمصام الدولہ حیدر آباد سے چلے اور ادھونی وراے چور مین پہنچکر شجاع الملک بسالت جنگ کو ساتھ لےکر اورنگ آباد کی طرف آئے راستے مین رام چندر مرہٹہ کی جاگیر کو ضبط کرنا چاہا یہ شخص نظام الملک آصف جاہ اول کے عہد سے بھالکی وغیرہ صوبہ بیدر کے لاکھون روپیہ کے محال اپنے قبضے مین رکھتا تھا اور اپنی بے سلیقگی وعیاشی کی وجہ سے نوکری کے لوازم ادا نہ کرتا تھا رام چندر نے تھوڑا سا مقابلہ کرکے اطاعت کرلی اسکی تمام جاگیرین

[۱] حدیقۃ العالم مین ایسا ہی لکھا ہے اور یہ تعداد بالکل خلاف قیاس ہے ایک معمولی زمیندار اس قدر ہاتھی اور سپاہ نہین رکھ سکتا ۱۲

سوا الہالکی کے سرکار میں ضبط ہو گئیں۔

قلعۂ دولت آباد پر شاہ نواز خان صمصام الدولہ کا قبضہ

شاہ نواز خاں چاہتے تھے کہ دولت آباد کا قلعہ بعنایت نواب صلابت جنگ کے ہاتھ آجائے اسکی حالت یہ ہے کہ قلعے کے بالاحصار سے لیکر کمرگاہ تک سید مبارک خان بخاری کے قبضے میں تھا اور قلعے کا تلے کا حصہ جو مستحکم مقام تھا اور اُس میں برجیں اور دیوار اور خندق تھی مبارک خاں کے چھوٹے بھائی مجتبے خاں کے قبضے میں تھا اور دونوں بادشاہ دہلی کی طرف سے قلعداری کی سند رکھتے تھے چھوٹا بھائی بڑے بھائی سے آزردہ خاطر تھا اسنے مخفی شاہ نواز خاں کو لکھا کہ اگر آپ چاہیں تو میں یہ قلعہ آپ کے حوالے کردوں شاہ نواز خاں کو پہلے سے اسکے لیے کا خیال تھا وہ سمجھتے تھے کہ ملک میں ابتری ہے ایسا ہو کہ قبائل کے رکھنے کے لیے کوئی مضبوط مقام مل جائے جو اورنگ آباد سے نزدیک ہو اگرچہ قلعہ اتور سالق سے انکے پاس تھا جو اورنگ آباد سے میں کوس پر تھا لیکن وہ زیادہ مضبوط نہ تھا دولت آباد کا قلعہ اس کام کے لیے انھوں نے پسند کیا لیکن یہ قلعہ صلابت جنگ کے اختیار میں تھا وہ دوسو سال سے تا عہد اکبر اعظم کے وقت سے سادات بخاری قلعے کے متوارث چلے آتے تھے جب مجتبے خاں نے وعدہ کیا تو انھوں نے دہلی کو اپنا وکیل بادشاہ کے پاس بھیجا اور قلعے کی سند مخفی طور پر اپنے نام کی بادشاہ سے منگالی جب یہ سند مل گئی تو صمصام الدولہ صلابت جنگ سے اورنگ آباد کی طرف رخصت لمگنے لگے صلابت جنگ رخصت دیتے نہ تھے اور وہ اس سند کے بھید سے واقف نہ تھے انھوں نے بڑے اصرار کے بعد رخصت دی صمصام الدولہ نے مجتبے خاں کو سلوک کا امیدوار کیا اور اورنگ آباد پہنچکر قلعے کی تسخیر کے لیے سپاہ مقرر کی اس کا محاصرہ ہوکر ۱۵ دن تک لڑائی جاری رہی اور خوب جدال و قتال ہوا آخر کار مجتبے خاں نے مخفی طور پر شاہ نواز خاں کی سپاہ قلعے کے پائیں حصار میں بلالی سید مبارک خاں قلعے کے بالاحصار و کمرگاہ پر جو مہاکوٹ اور کالاکوٹ کہلاتا ہے قابض رہا جب اسے خیال کیا کہ حقیقی بھائی منحرف ہوگیا ہے اور قلعے کے تلے کا حصہ صمصام الدولہ کی سپاہ کے ہاتھ میں آگیا ہے اور بادشاہی سند کو دیکھا تو باہم عہد و پیمان کرکے بالاحصار بھی حوالے کر دیا۔ شاہ نواز خاں نے سادات بخاری کو دلجوئی مسعف اور خاطر خواہ جاگیریں تنخواہ لیں دیکر قلعہ انکے ہاتھ سے لیا اور خود بھی قلعے میں داخل ہوئے اور اپنے بڑے بیٹے غلام علی خان دلاور جنگ کو اپنی طرف سے وہاں کا نائب بناکر اسکی شکست و ریخت کی تعمیر شروع کردی اور توپیں اور دوسرا سامان جنگ جمع کیا اسکے بعد صلابت جنگ بھی فوج کے ساتھ اورنگ آباد میں پہنچ گئے۔

فائدہ جام جہان نما مین مولوی قدرت اللہ شوق نے اور مساکن فلسفی مین رائے منولال فلسفی نے نے بیان کیا ہے کہ سابق مین دولت آباد کو دھارانگری کہتے تھے پھر دیوگڑھ کہلایا پھر فخرالدین جونا نے دولت آباد نام رکھ کر اپنا دارالسلطنت بنایا اور تذکرہ ہفت اقلیم مین تحریر کیا ہے کہ دولت آباد کا نام ابتدا مین دیوگیر تھا۔ حدیقۃ العالم سے مستفاد ہوتا ہے کہ عہد عالمگیر سے دیوگڑھ کا نام اسلام آباد مقرر ہوا۔ رشید الدین خانی مین لکھا ہے کہ قلعہ دولت آباد راجہ ایل نے بنایا تھا۔ عرصہ دراز کے بعد رام دیو کے تصرف مین آیا سنہ ۶۹۴ ہجری مین سلطان جلال الدین خلجی کے بھتیجے و داماد سلطان علاء الدین نے رام دیو کے ہاتھ سے فتح کر لیا اصل نام اس کا دھارانگر و دیوگڑھ ہے سلطان محمد تغلق شاہ نے شہر پناہ بنوا کر دولت آباد نام رکھا۔

صمصام الدولہ شاہ نواز خان کے انتہاے عروج و ادبار کا قصہ

صمصام الدولہ کو بڑا عروج حاصل ہو گیا یہان تک کہ نواب انکے مکان پر ملنے کو جاتے اور کبھی کبھی بے ملاقات کے لوٹ آتے اور یہ بات اُنکے دل مین خار کی طرح کھٹکتی تھی موقع کے منتظر تھے راحت افزا مین لکھا ہے کہ نظام علی خان اور بسالت جنگ بے مرضی شاہ نواز خان کے برار و بیجاپور کے تعلقون سے سرفراز ہوے تھے تو وہ یہ چاہنے لگے کہ دونون کو بلا کر حکمت عملی سے قید کر لین اول بسالت جنگ کو نواب کا حکم بھجوا کر بلایا جب وہ آ گئے تو اس واسطے انپر ہاتھ نہ ڈالا کہ یہ خبر سنکر نظام علی خان جو برار مین ہین متوحش ہو جاوینگے ظاہر مین اُن سے خوب موافقت پیدا کی اور مخفی طور پر اُن کو نظربند کر لیا تھا پس میر عالم نے جو حدیقۃ العالم مین لکھا ہے کہ شاہ نواز خان کے استصواب سے بالاجی نے صلابت جنگ سے اُنکے بھائیون کو سفارش کی تھی صحیح نہین معلوم ہوتا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو شاہ نواز خان کو ان کا جاگیرون پر بھیجا جانا ناگوار کیون ہوتا۔

اس وقت ایک عجیب قضیہ پیش آ گیا وہ یہ کہ نواب کی سپاہ کی تنخواہ دو سال سے چڑھ گئی تھی سپاہ پریشان حال تھی اور شاہ نواز خان کے نوکر ماہ بماہ تنخواہ پاتے تھے اسوجہ سے سرکاری سپاہ کو شاہ نواز خان سے عداوت پیدا ہو گئی تھی مغویون نے سپاہ کو ورغلایا بہادر خان جماعہ دار کو تمام سپاہ نے سرگروہ مقرر کر کے اسکی معرفت بسالت جنگ سے مخفی معاہدہ کر لیا اور شاہ نواز خان کے قتل کی فکر مین ہوئی بسالت جنگ بھی شاہ نواز خان کی طرف سے مکدر تھے بہادر خان سے انھون نے وعدے کیے اور ترغیب دیکر آمادہ کیا بہادر خان نے سپاہ کو بلوے پر آمادہ کیا سپاہ نے شاہ نواز خان سے تقاضا شروع کیا چنانچہ سنہ ۱۱۷۰ ہجری مین عید الفطر کے دن عیدگاہ مین اتنی ہنگامہ آرائی کی کہ صمصام الدولہ ہاتھی سے اتر کر نماز نہ پڑھ سکے ہزار حیلے کے ساتھ

انکے ہاتھ سے رہائی پائی اوباش چاہتے تھے کہ صمصام الدولہ کی حویلی کو لوٹ لیں مگر شاہ جنگ ایسا ہوا رات کو بلوائی متفرق ہو گئے صمصام الدولہ نے دروازہ کوٹلہ کو کہ وہاں ان کا مسکن تھا سد کر کے مضبوط کر لیا صمصام الدولہ کے ہواخواہوں جیسے شاہ محمود اور مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے بہت کوشش کی مگر تصفیہ ہو سکا دس بارہ لاکھ روپے پر معاملہ درست ہو سکتا تھا اور صمصام الدولہ کی اتنی مقدرت بھی تھی مگر انھوں نے مال اور روپیہ دیکر فساد نہ مٹایا جب سپاہ نے شاہنواز خاں کو پیام بھیجا کہ ہماری تنخواہ کی سبیل کرو تو چونکہ وہ اپنی سپاہ پر مغرور تھے جواب دیا کہ تمھارے مالک نواب صاحب ہیں اور انکے دیوان حافظت خان ہیں میں کون ہوں کہ مجھ سے تنخواہ کا سوال کرتے ہو یہ جواب سنکر تمام سپاہ نے صلابت جنگ پر ہجوم کیا اور مصلحت کار سے دربار کو بند کر دیا اور کسی کو دربار سے باہر نکلنے دیا شاہنواز خاں نے یہ خبر سنکر تمام اپنی سپاہ کو مستعد مقابلہ کر لیا۔

۷ ذیقعدہ سنہ ۱۱۷۰ ہجری کو تمام فوج **بسالت جنگ** کے مکان پر پہنچی اور انکو پالکی میں بٹھا کر نواب صاحب کے پاس لے گئی اور عرض کیا کہ ان کو **وکالت مطلقہ** کا خلعت دیا جائے ورنہ ہم سب کو قتل کر ڈالیں گے۔ نواب صاحب نے ڈر کر وکالت مطلقہ کا خلعت بھائی کو دیدیا اور شاہنواز خاں نے شورش کے رفع کرنے کے لیے وکالت مطلقہ سے استعفا بھیجدیا جب بسالت جنگ وکیل مطلق ہو گئے تو شاہنواز خاں کو حکم بھیجا کہ حساب صاف کریں انھوں نے جواب دیا کہ دفتروں کے متصدی موجود ہیں ان سے حساب لیں ہمیں معاملات مالی میں دخل کبھی نہیں دیا ہے دیوانی کے متصدیوں سے محاسبہ لیجیے اور مہر خاص درگاہ قلی خان کے ہاتھ بھیجدی اور خود مقابلے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ بسالت جنگ اور سپاہ نے یہ ارادہ کیا کہ جیسے ممکن ہو شاہنواز خان کو گرفتار کیجیے لیکن اکثر امرا جیسے شیخ علی حیدری اور عبدالہادی خاں قسورہ جنگ اور قوی جنگ و سرمست خاں وغیرہ نے یہ صلاح کی کہ جیسے ہو سکے شاہنواز خان کو دربار میں لاویں انھوں نے یہ بات منظور نہ کی تو نواب صلابت جنگ و بسالت جنگ نے فوج تیار کر کے لڑائی شروع کر دی اور تیر و توپ و تفنگ کی لڑائی شروع ہو گئی سوار و پیادے دگاردی و حبشی وغیرہ کثرت سے آ گئے تھے تین روز تک لڑائی رہی لیکن سرکاری سپاہ کو شاہنواز خاں پر قدرت حاصل ہوئی تاہم انکی طرف سے سر دوری جاری تھی مورچے دونوں طرف سے تیار ہوئے راحت افزا میں اسی طرح لکھا ہے۔ میر عالم کہتے ہیں کہ شاہنواز خاں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر سپاہی نواب کو ساتھ لاکر چڑھ آئے تو آتش غائلہ بھڑک سکے گا بہتر یہ ہے کہ یہاں سے چلے جائیے اس لیے دوشنبہ ۸ ذیقعدہ سنہ ۱۱۷۰ ہجری کی آدھی رات کے بعد

تمام سامان اور خزانہ اور عمدہ مال و اسباب گاڑیون ۔ ہاتھیون ۔ بیلون اور اونٹون پر بار کرا کے اور مکان کو لاکھون روپے کے اقسام نفائس سے بھرا چھوڑ کر تمام عورتون اور مردون کو ساتھ لیکر گھوڑے پر سوار ہو کر نوبت بجواتے ہوے دولت آباد کے قلعے کو روانہ ہوے پانسو آدمیون نے انکی رفاقت کا حق ادا کیا صمصام الدولہ مشعلین جلوا کے اور رفقاے مسلح کو ساتھ لے کے شہرپناہ سے ظفرآباد دروازے کی طرف آے اور دروازے کے چند محافظون کو قتل کرا کے اور باقی کو بھگا کے دروازے کا قفل تڑوا کے شہرپناہ سے نکلے صبح کے قریب ۸ ذیقعدہ کو دولت آباد مین پہنچ گئے مکان کا اکثر اسباب اوباشون نے لوٹ لیا اور باقی سرکار مین ضبط ہو گیا اُسی شب برہان الملک بسالت جنگ نے خبر پا کر فوج لیکر تعاقب کیا اور یہ قلعہ دولت آباد سے ایک کوس کے فاصلے پر پہنچے تھے کہ شاہ نواز خان اندر داخل ہو کر توپین قلعے سے مارنے لگے نواب بسالت جنگ قلعے کی توپون کی آواز سنکر لوٹ گئے اور قلعے کے محاصرے کے لیے فوج چھوڑ دی قلعہ اس قابل نہ تھا کہ ریاست کی فوج سر کر سکتی شاہ نواز خان کے ساتھ عمدہ سپاہ تھی پندرہ ہاتھی اشرفیون سے بھرے ہوے ہمراہ لاے تھے ۔ نواب صلابت جنگ نے حیدر یار خان بہادر کو شیر افگن خان خطاب دیکر اپنے خانگی کامون کا دیوان بنایا اور درگاہ قلی خان کو سالار جنگ خطاب دیکر اورنگ آباد کا ناظم کر دیا اور بسالت جنگ کو برہان الملک خطاب دیا ۔

سنہ ۱۱۷۰ ہجری مین قائم خان بہادر مظفر جنگ پسر روشن الدولہ خضر خان بہادر جس کا عرف طرہ باز خان ہے کہ پچھلے سال برہان پور مین آیا تھا اورنگ آباد سے اس دولت کے ساتھ جو اسکی ہمشیرہ زوجۂ ناصر جنگ شہید نے دی تھی دہلی کو لوٹ گیا ۔

صمصام الدولہ کی تحریک سے مرہٹون کا ملک حیدرآباد پر حملہ نظام علی خان کا ریاست کی مدد کرنا

سرکاری فوج سے جو دولت آباد کے قلعے کا محاصرہ کر رہی تھی شاہ نواز خان کی لڑائیان ہوئین جب شاہ نواز خان نے دیکھا کہ تمام آدمی اُنسے برگشتہ ہین اور قلعے کا محاصرہ کر لیا ہے تو بالاجی کو کہلایا کہ تیس لاکھ روپے دونگا آپ میری مدد کرین اور نواب کی فوج کو بھگا دین اور انکے ملک پر حملہ کرین چنانچہ فوج مرہٹہ پہنچکر اورنگ آباد کے ضلعے کو لوٹنے لگی بسالت جنگ اور نواب صلابت جنگ سے کچھ نہ ہو سکا انھون نے نظام علی خان سے مدد مانگی وہ بھی

شاہ نواز خان سے مکدر تھے چھ ہزار سوار اور چھ ہزار بے قاعدہ پیادے اور تین ہزار قواعد دان پیادے اور توپخانہ حبشی اور وہ فوج مرہٹہ جو ان سے موافق تھی ہمراہ لیکر اورنگ آباد کی طرف چلے بالاجی راؤ نے یہ معلوم کر کے نظام علی خان کو ممانعت کی اور لکھا کہ صلابت جنگ کی مدد نہ کیجیے مگر وہ بھائیوں کی خاطر سے اور اس اندیشے سے کہ مبادا مرہٹوں کی ریاست زیادہ ہو جائے نواب صلابت جنگ کی مدد کو فوج لیکر روانہ ہوئے بالاجی نے اپنے بیٹے وسواس راؤ کے ساتھ ۲۵ ہزار سوار اور ۲۵ ہزار پیادے قلعۂ دولت آباد کی طرف بھیجے اور ہر قسم کا ذخیرۂ رسد قلعے میں بھجوا کر اسے مضبوط کرا دیا اعیان وارکان ریاست نے نظام علی خان کے آجانے کو اپنے کام میں مخل پاکر ایک خط صلابت جنگ کا مہری ادھر آنے کے ارادے کو فسخ کر دینے کے لیے لکھوا کر بھیجا انھوں نے سمجھ لیا کہ مفویوں نے یہ خط لکھوایا ہوگا مراجعت کو خلاف مصلحت جان کر اورنگ آباد کی طرف آئے نواب صلابت جنگ و بسالت جنگ بھی نظام علی خان کے اس قدر فوج سمیت آمد آمد کی خبر سے خوف زدہ ہو رہے تھے کہ مبادا دغا کریں اسلیے پیغام بھیجا کہ شہر سے میں کوس کے فاصلے پر فوج کو چھوڑ کر تنہا آکر ملیں انھوں نے تنہا آنا منظور نہ کیا اسواسطے دلوں میں زیادہ وسواس پیدا ہوا قریب تھا کہ لڑائی پر نوبت پہنچے کہ امراے درمیان میں پڑ کر باہم عہد و پیمان کرا دیے اور وہ تمام فوج کے ساتھ شہر کے قریب آپہنچے اور فتح میدان میں اترے بسالت جنگ اور دوسرے امراے استقبال کیا اور نظام علی خان کو لاکر نواب صلابت جنگ سے ملایا نواب نے ان کو سرپیچ مرصع اور جیغہ اور خلعت دیا نظام علی خان کے ورود سے قبل بسالت جنگ نے صمصام الدولہ کے ساتھ مصالحت کی سلسلہ جنبانی شروع کر دی تھی اور محاصرہ دولت آباد کے قلعے سے ہاتھ اٹھالیا تھا ابھی شرائط مصالحت تمام ہونے نہ پائی تھیں کہ نظام علی خان اورنگ آباد میں آپہنچے مرہٹوں نے جو ملک میں شورش برپا کر رکھی تھی یہ صلاح قرار پائی کہ انکو تنبیہ کی جائے۔

ادھر بالاراؤ نے شاہ نواز خان کو کہلایا کہ آپ نے خود بے حق ادا میں دینے کا وعدہ کیا تھا وہ بھیجیے۔ انھوں نے تمام روپے بھجوا دیے مالاجی نے زیادہ پاؤں پھیلائے اور کہلایا کہ دولت آباد کا قلعہ میرے حوالے کیجیے تمہارے پاس یہ قلعہ نہ رہ سکے گا اس وجہ سے صمصام الدولہ کا اعتماد مالاجی کی طرف سے جاتا رہا اور نواب صلابت جنگ سے معافی کا سلسلہ شروع کیا نظام علی خان اس خبر سے خوش ہوگئے کیونکہ انکے نزدیک صمصام الدولہ کو دولت آباد سے ملانا مناسب تھا اس لیے مولوی غلام علی آزاد کو جو انکے دوست تھے انکے پاس استمالت کے لیے بھیجا اور انکے مدعا کے طومار کو مسطور کر کے یہ کاغذ بھی انکے ہاتھ اُن کو بھجوا دیا اور نظام علی خان نے

قرآن کی قسم کھائی اور راوجانوجی بنالکر اور ابراہیم خان گاردی کو جس کا خطاب **ببر جنگ** تھا انکے پاس بھیجا ان وعدون کی وجہ سے صمصام الدولہ نے قلعہ اپنے بیٹے دلاور جنگ کے حوالے کرکے اپنی فوج کو وہان چھوڑا اور نواب صلابت جنگ کے پاس چلے جب قریب پہنچے نظام علی خان نے سرداران عمدہ کو استقبال کے لیے بھیجا اور غرہ ربیع الاول سنہ ۱۱۷۱ہجری کو وہ اورنگ آباد پہنچکر نواب صلابت جنگ اور میر نظام علی خان سے ملے دونون نے انکی بہت خاطر کی اور مرہٹون سے جنگ کی تیاری ہونے لگی چنانچہ شجاع الملک بسالت جنگ اور ابراہیم خان ببر جنگ پیش لشکر مین مقرر ہوے اور دوسرے سردار سیدھی اور الٹی جانب اور ہر طرف کی کمک کے لیے متعین ہوے اور صمصام الدولہ کے سپرد عقب لشکر اور بہیر و بنگاہ کی حفاظت ہوئی اسوقت پھر فتنہ پردازون نے نواب صلابت جنگ کو سمجھایا کہ اگر یہ مہم آپ کے بھائی کے ہاتھ سے ظہور مین آے گی تو نتیجہ خراب نکلے گا فتح ہو یا شکست اسکے بعد حکومت آپکے ہاتھ سے نکل جائے گی یہ خبر نظام علی خان کو بھی پہنچ گئی انھون نے اول واجد علی خان کو اور دوبارہ اور آدمیون کو نواب کے پاس بھیجا اور ایک عریضہ لکھ کر انکے دل کو وسوسون سے صاف کیا جب نواب کا دل مطمئن ہوگیا تو انھون نے خوش ہوکر میر نظام علی خان کو ولی عہدی کا منصب اور **نظام الملک آصف جاہ ثانی** خطاب مرحمت کیا کیونکہ صلابت جنگ لاولد تھے اور تمام ریاست کا کام نظام علی خان کے ہاتھ مین دیدیا نظام علی خان نے برہان الملک کو معطل بٹھاکر تمام کاروبار کی زمام حکومت کو اپنے دست تصرف مین لے لیا اور سب امرکو تالیف قلوب سے اسیر دام تسخیر کیا تغیر و تبدل کرنا اور منصب و خطاب دینا جاگیر بخشنا انھین کے قبض و تصرف مین آگیا **وکیل مطلق** کا اطلاق برہان الملک بسالت جنگ پر ہوتا تھا اس لیے نظام علی خان کا لقب **ولی عہد** مقرر ہوا ان ایام مین بالاجی راو لڑائی کے لیے اورنگ آباد کے قریب پہنچ گیا اور اپنے بیٹے بسواس راو کو پیش لشکر مین رکھا۔

صلابت جنگ نے بالاجی کو کہلا بھیجا کہ ہمارے اور تمھارے درمیان صلح ہے پھر تم نے کیون ہمارے نوکر کی جسکو ہم قید کرنا چاہتے تھے حمایت کی بالاجی نے جواب دیا کہ شاہ نواز خان بے تقصیر ہین انھون نے آپ کے ملک کا انتظام کیا ایسے شخص کو قید کرنا مناسب نہ تھا اسلیے ہم پر انکی کمک واجب تھی ہم سے شاہ نواز خان نے وعدہ کیا تھا کہ تیس لاکھ روپیہ نقد دونگا اور تیس لاکھ کی جاگیر بسواس راو کو دلاؤنگا تیس لاکھ روپے تو پہنچ چکے تیس لاکھ کی جاگیر باقی ہے جبکہ وہ آپ سے جاکر مل گیے تو اب تیس لاکھ کی جاگیر دلائیے نظام علی خان نے لکھا کہ جو روپیہ انھون نے دیا ہے وہ سرکاری ہے اسے واپس کیجیے ورنہ جنگ کو آمادہ ہو جیسے اسی قسم کے سوال و جواب ہوکر لڑائی

شروع ہوگئی۔ نظام علی خاں کے لشکر میں رسد کی کمی واقع ہوئی اور جانوروں کو دانہ چارہ اور آدمیوں کو غلہ ملنا مشکل ہوگیا نظام علی خاں لڑتے ہوئے بیس کوس تک چلے گئے جو گاؤں یا قصبہ راہ میں آیا وہاں سے رسد لیتے یہاں تک کہ جالنا پور میں کہ بالاجی کے ماتحت عمدہ جگہ تھی پہنچے۔ وہاں سے خوب سا غلہ اور تین لاکھ روپیہ حاصل کیا اس قصبے کے پاس بڑی لڑائی ہوئی اسی عرصے میں خبر آئی کہ راجہ رام چندر جادو وطن بھالکی سے نظام علی خاں کے پاس آرہا تھا اور اورنگ آباد سے تیس کوس پر سندکھیڑ میں پہنچا تھا کہ مرہٹوں نے اسکو گھیر لیا ہے اور راجہ وہاں متحصن ہوگیا ہے نظام علی خان نے اسکو لکھا کہ ادھر آنے میں جلدی نہ کرے ہم خود ادھر آتے ہیں ریاست کی سپاہ مرہٹوں سے لڑتی ہوئی سندکھیڑ کے قریب جا پہنچی اور راجہ کو محاصرے میں سے نکال لیا نظام علی خاں نے اسکو اپنی طرف سے بہادری کا خطاب دیا اور اپنے ہاتھی کے پاس اُسے جگہ دی مرہٹوں نے یہ حال دیکھکر نہایت ہمت سے ریاست کے لشکر پر حملہ کیا نظام علی خاں نے بسالت جنگ کو اپنے ہراول میں رکھ کر اور اکثر امرا کو انکے ساتھ مقرر کرکے اور درمیان لشکر میں کھڑے ہوکر ایسی مردانہ جنگ کی کہ مرہٹوں کے دل پر ہیبت بیٹھ گئی اور صلح کا پیام دینے کو تھے کہ اس عرصے میں خبر ملی کہ موسیٰ بوسی سپاہ کثیر کے ساتھ نظام علی خاں کی طرف آرہا ہے انھوں نے فرانسیسوں سے خاطرجمعی کرنے کے لیے مرہٹوں سے صلح کی تحریک کی مرہٹوں نے جواب دیا کہ کچھ ہمکو دیجیے تو اس طرح صلح پر راضی ہیں۔ تھے سوال وجواب میں دو دور گذرے تھے کہ فرانسیسوں کی آمد آمد کی خبر بالاجی کو پہنچی تو اسنے وقت پاکر پیام بھیجا کہ آپ بزرگ ہیں یہ لڑکا سوائے راؤ آپ کا خورد ہے ارادۂ بندگی رکھتا ہے جب کام پڑے گا خدمت شایستہ بجالائے گا فوج کے ساتھ حاضر ہوجائے گا تیس لاکھ روپے کی جاگیر اسے دیدی جائے چنانچہ کوئل کنڈہ وغیرہ ۲۲ لاکھ روپے کے ملک کی اور دوسری روایت کے مطابق ۲۷ لاکھ روپے کے ملک کی اور تیسری روایت کے موافق تیس لاکھ روپے کے ملک کی سند بالاجی کے پاس بھیجدی صلح ہوگئی بالاجی نے لشکر سے چار کوس پر آکر ملاقات کا پیام بھیجا نظام علی خاں بھی اپنے لشکر کے باہر گئے ملاقات ہوئی اسکے بعد بالاجی پونا کو چلا گیا اور نظام علی خاں بوسی کی آمد سے تردد میں پڑ گئے۔

فرانسیسوں سے معاملات نظام علی خان بہادر آصف جاہ ثانی کا دربار

ابراہیم خاں گاردی سابق میں فرانسیسوں کا نوکر تھا موسیٰ بوسی نے اسکو فوج دیکر سیکاکول وغیرہ کی طرف بھیجا تھا وہ وہاں سے روپیہ وصول کرکے مچھلی بندر کو چلا گیا تھا وہاں سے لوٹ کر نظام علی خاں

کے پاس آکر اُن کا نوکر ہو گیا تھا موشیر بوسی نے نظام علی خان کو بہت کچھ لکھا کہ یہ ہمارا چور ہے اسے قید کر کے حوالے کیجیے لیکن کچھ مفید نہوا اس لیے بوسی نظام علی خان سے ناراض تھا لیکن شاہ نواز خان کے ساتھ کمال اخلاص رکھتا تھا جب نظام علی خان کے واقعات کی خبر موشیر بوسی اور اس کے دیوان حیدر جنگ کو ہوئی تو وہ یہ سمجھ کر کہ اب ترقی کے لیے جولانی کا وقت باقی نہین ہے گا جاگیرات کا انتظام کر کے صلابت جنگ کے پاس آنے کو ہوے۔ حیدر جنگ نے چند خط صمصام الدولہ کو اشتیاقیہ اور اظہار دوستی کے لکھے صمصام الدولہ نے اعتبار کر لیا اگرچہ دوستون نے سمجھایا مگر انھون نے حیدر جنگ کی باتون کو منافقانہ نہ مانا الحاصل نظام علی خان کا لشکر سند کھیڑ سے معاودت کر کے حوالی شاہ گڑھ مین پہنچا جب موشیر بوسی کے قریب پہنچنے کی خبر آئی تو نظام علی خان نے صمصام الدولہ کو پیشوائی اور استمالت کے لیے بھیجا جب شاہ نواز خان اس سے ملے تو اسنے کہا کہ ہمارا چور ہمارے حوالے کیجیے مین اسکی جگہ نوکری کو حاضر ہون شاہ نواز خان نے ابراہیم خان کو نوکری سے موقوف کر کے تنخواہ خزانے سے دلا کر موشیر بوسی کے پاس بھیجدیا موشیر مذکور نے اسکی خاطر کر کے پاس رکھ لیا اور محاسبہ معاف کیا اور شاہ نواز خان کے ساتھ لشکر مین آکر اُنکے توسط سے نظام علی خان سے ملاقات کی انھون نے موشیر بوسی کی بہت خاطر کی اور اس کا اطمینان کیا نظام علی خان نے موشیر بوسی اور شاہ نواز خان اور مرہٹون کی طرف سے خاطر جمعی کر کے تمام عہدے دارون کے اضافے کیے سردارون کے منصب بڑھاے اور خطاب دیے اور سب کو اپنا رفیق بنا لیا اور اورنگ آباد کی طرف کوچ کیا انکے پہنچنے سے قبل حیدر جنگ نواب صلابت جنگ کے پاس آگیا تھا اور حصول ملازمت کے بعد محمدی باغ اور حصار شہر مین ٹھہرا تھا اسکے پیچھے میر نظام علی خان اورنگ آباد مین پہنچکر صلابت جنگ سے ملے صلابت جنگ نے اُنکو شہر کے قریب ٹھہرایا۔ شاہ نواز خان اور موشیر بوسی باہم دوست ہوگئے تھے حیدر جنگ نے طرح طرح کی چاپلوسی کی باتون سے نواب صلابت جنگ کو اپنی طرف مائل کر لیا۔ ان تینون مین باہم یہ مشورہ قرار پایا کہ نظام علی خان کو وکالت مطلقہ کے عہدے سے ہٹا دین اور بسالت جنگ کو موافق کر لیا اور صلابت جنگ کو خوب سمجھا کر ان کو بھی نظام علی خان کی معزولی پر آمادہ کر لیا چنانچہ انھون نے نظام علی خان کو کہلا یا کہ وکالت مطلقہ کی مہر واپس کر دو اور سرکاری کامون سے دست بردار ہو جاؤ۔ تم کو مین نے کامون سے موقوف کر دیا نظام علیخان نے جواب بھیجا کہ مجھ سے کون سا قصور واقع ہوا ہے۔ مرہٹون سے سخت جنگ کی شاہ نواز خان کو قلعے سے باہر نکالا سرکاری بندوبست وہان قائم کیا ان خدمات کے عوض مین مہربانی کا امیدوار تھا پھر یہ عتاب کیون کیا جاتا ہے نواب نے جواب بھیجا کہ تم کو وکالت مطلقہ اسلیے

دی تھی کہ سپاہ کی تنخواہ چکا دو تم اپنے ساتھ کی سپاہ کو تو تنخواہ دیتے ہو اور ریاست کی سپاہ تنخواہ کے لیے پریشان ہے اس لیے فوج بھی تم سے خلاف ہے نظام علی خان نے وکالت مطلقہ کی مہر بھیجدی جو بسالت جنگ کے حوالے کردی گئی پھر صلابت جنگ نے یہ حکم بھیجا کہ تم اپنے ساتھ کی سپاہ کو برطرف کردو تم کو مین نے تعلقے سے بھی معزول کیا وہ یہ سنکر بجائے خود مستعد ہوگئے صلابت جنگ اور بسالت جنگ اور موشیر بوسی لڑنے کو آمادہ ہوے اور فوج تیار کرکے لڑائی کا مشورہ کیا دونوں لشکر متحرک ہوے دن کھڑیوں ہی فوجیں تیار کھڑی رہیں۔ رات کو شیرانی خان جماعہ دار کہ دو سو سواروں کا افسر تھا نظام علی خان کے پاس سے نمک حرامی کرکے صلابت جنگ کے پاس چلا آیا اور شاہ نواز خان سے ملا اس لیے نظام علی خاں متردد ہوے واجد علی خان قائم جنگ کو کہ سادات پکور سے تھا اور نظام علی خاں کا مدار کار تھا انھوں نے صلابت جنگ کے پاس سوال وجواب کے لیے بھیجا داب نے معاملہ شاہ نواز خاں اور موشیر بوسی کے حوالے کیا قائم جنگ نے اُس سے آکر سوال وجواب کیے اور شاہ نواز خاں سے جواب ناصواب لے گیا پھر شاہ نواز خان اور موشیر بوسی نے صلاح کرکے قائم جنگ کو خط لکھا کہ تمے قرار و مدار کیا تھا کہ تدبیر کرکے نظام علی خاں کی سپاہ کو برطرف کرادوں گا اب تک کچھ عمل مین نہ آیا اور اس رقعے کو علانیہ بھیجا یہ رقعہ نظام علی خان کے ہاتھ آگیا وہ اسے پڑھکر قائم جنگ سے بدظن ہوگئے اسی عرصے مین نظام علی خاں کے چند جماعہ داروں نے انسے کہا کہ ہماری چڑھی ہوئی تنخواہ دیدیجیے ہم نوکری نہین کرتے اس بات سے بھی نظام علی خاں کو تحقیق ہوگیا کہ وہ رقعہ صحیح ہے چنانچہ ان جماعہ داروں کو قتل کرادیا ۲۰ رجب سنہ ہجری کو واجد علی خاں نظام علی خاں کے اشارے سے سرکاری چیلے کے یا ایک حبشی کے ہاتھ سے مارا گیا اس ہنگامے میں نظام علی خاں کی اکثر سپاہ منحرف ہوکر نواب صلابت جنگ کی سرکار میں چلی گئی اور بعضے برطرفی کا سوال وجواب کرنے لگے اور نوکری چھوڑ دی۔

ایک روایت یہ ہے کہ حیدر جنگ نے دیکھا کہ ایک معقول جماعت نظام علی خاں کے ساتھ ہے جب تک یہ لوگ اُن سے جدا ہوں گے ایسا سکہ سمجھے کہ آٹھ لاکھ روپے اور تقویلے بیس لاکھ روپے اپنے پاس سے دیکر ابراہیم خاں گاردی اور تمام دوسری فوج کو نظام علی خاں سے جدا کرکے موشیر بوسی کے نوکروں میں داخل کرلیا نظام علی خاں کے ساتھ تھوڑی سی جمعیت رہگئی سارا زور ٹوٹ گیا ریاست کے کل کاروبار حیدر جنگ کے ہاتھ میں آگئے صمصام الدولہ کو غفلت میں ڈالنے کے لیے کاموں میں مداخلت دی صمصام الدولہ نے حیدر جنگ کی بات تو مان اگر کسی خیرخواہ کی بات کو نہ مانا۔ نظام علی خاں نے اپنی تھوڑی سی جماعت کے ساتھ بھی مقصود علی

کے ساتھ مقابلہ کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اور اپنے ساتھ کے آدمیون سے کہا کہ تم کیون میرے ساتھ خراب ہوتے ہو مگر جو وفادار صادق تھے وہ ساتھ رہے۔ جب نواب صلابت جنگ نے نظام علی خان کو حقیر دیکھا تو ان کو کہلا یا کہ اس جہالت سے درگذرو ۲۰ ہزار روپیہ ماہوار تمھارے مصارف کو ملا جائے گا ہمارے پاس رہا کرو نظام علی خان نے قبول نہ کیا۔

بوسی کے دیوان حیدر جنگ اور صمصام الدولہ کا مارا جانا

نظام علی خان کا صحیح سلامت نکل جانا

راحت افزا مین لکھا ہے کہ صلابت جنگ اپنے خیمے سے سوار ہو کر نظام علی خان کی فرودگاہ پر گئے اور اپنے ساتھ سوار کرا کے ۱۴ رجب سنہ ۱۱۷۱ ہجری کو لے آئے اور اپنے لشکر مین محمدی باغ کے پاس اپنے دولت خانے کے قریب ٹھہرایا اور اس طرح لڑائی صلح سے مبدل ہو گئی جب صلابت جنگ اور نظام علی خان اور بسالت جنگ تینون متفق ہو گئے تو خلوت کی بسالت جنگ نے کہا کہ جس طرح ہو سکے شاہ نواز خان کو قتل کرا دیا جائے صلابت جنگ نے کہا کہ ان کا مروانا نا مناسب ہے ملک مین ہنگامہ پیدا ہو جائے گا نظام علی خان نے بھی کہا کہ بالفعل یہ کام مناسب نہین ہے بسالت جنگ نے یہ راز نہانی موشیر بوسی اور حیدر جنگ سے ذکر کر دیا دونون نے کہا کہ اس مین ہمارا کیا نفع ہے بسالت جنگ نے کہا کہ اس خدمت کے عوض مین تمکو قلعہ دولت آباد دیدون گا بوسی اس قلعے کا عاشق تھا شاہ نواز خان کا مار ڈالنا اسنے منظور کر لیا لیکن کسی کو یہ جرات نہ تھی کہ انپر ہاتھ ڈال سکتا اس لیے یہ رائے قرار دی کہ شاہ نواز خان کے پوتے کی ولادت کی خوشی کی ضیافت مین بوسی انکے یہان مہمان جائے تو ان سے قلعہ دولت آباد کی سیر کی اجازت حاصل کر لے چنانچہ اس موقع پر بوسی نے انسے اجازت چاہی انکو اس کا اعتماد تھا پروانگی دیدی بوسی نے بسالت جنگ سے کہا کہ مین جا کر قلعے کا انتظام کرتا ہون یہان شاہ نواز خان کو قید کر لیجو بسالت جنگ نے صلابت جنگ سے کہا کہ ایسا مشورہ قرار پایا ہے وہ بھی راضی ہو گئے بوسی قلعے کی طرف گیا اور بسالت جنگ صلابت جنگ کو سیر باغ بیگم کی طرف لے گئے۔

لیکن حدیقۃ العالم وغیرہ کی روایت یون ہے کہ حیدر جنگ نظام علی خان کو تنہا کر کے صمصام الدولہ کے قید کرنے کی فکر مین ہوا اور ہر روز ایک تازہ عیاری سے پیش آتا تھا صمصام الدولہ نے صفائی قلبی کی وجہ سے اسکی چاپلوسی کو صدق دلی پر حمل کیا اور بوسی و حیدر جنگ سے دوستی پیدا کر لی اور جب اپنے پوتے کی پیدائش کا جشن ترتیب دیا اور امیرانہ کھانے پکوائے تو ضیافت مین بوسی

اور حیدر جنگ کو بھی ملایا اور خلعت و جواہر گراں بہا دیے اور اُسکے ظاہری برتاؤ کو اخلاص قلبی سمجھا اور خیال کیا کہ یہ لوگ حسن سلوکی سے مطیع و منقاد رہیں گے بلکہ بوسی نے مزید اطمینان دلانے کو حیدر جنگ کے ایما سے دولت آباد کے قلعے کی سیر کی بھی استدعا کی اور مملل خوشی کے برخاست ہونے کے بعد شجاع الملک بسالت جنگ کو کہلایا کہ تم شاہ نواز خان صمصام الدولہ اور میر محمد حسین خان دیوان دکن کو سیر کی تقریب سے باغ بیگم میں کہ شہر کے باہر تھا بلائیو اور جب قلعے کی توپ کی آواز سنو تو فوراً دونوں کو قید کرلیجیو۔ ۲۶ رجب کو بسالت جنگ بوسی کے ایما کے موافق نواب صلابت جنگ کو سیر مقبرہ بیگم کے لیے لے گئے اور اکثر بڑے بڑے امرا جیسے صمصام الدولہ اور میر محمد حسین المخاطب بہ یمین الدولہ منصور جنگ کو طلب کیا اور خود چھت پر چڑھ کر توپ کی آواز کے منتظر رہے جوں ہی موشیو بوسی نے قلعہ دولت آباد سے توپ سر کرائی فوج فرانسیسوں اور تلنگوں اور دوسرے آدمیوں نے آکر شاہ نواز خان و محمد حسین خان کو کہا کہ حکم یہ ہے کہ تم یہاں سے اٹھکر دوسرے دالان مین بیٹھ جاؤ وہ اٹھ کر چلے گئے اور وہاں دونوں سے ہتیار چھین لیے اور جمعرات کے دن ۲۶ رجب سنہ ۱۱۷۱ ہجری کو ایک کوٹھری میں قید کردیا اور فرانسیسوں کا پہرہ مقرر ہوگیا دونوں نواب اوپر سے اترکر احتیاط کے ساتھ سوار ہوکر دولت آباد چلے گئے پھر حکم بھیجا کہ دونوں کو پالکی میں بٹھاکر لشکر میں لے آویں اور اگر کوئی اُنکی حمایت میں بولے تو اُسے قتل کردیں چنانچہ دونوں کو لشکر میں لاکر علیحدہ علیحدہ خیموں مین رکھا اور میر عبدالحی خان و میر عبدالسلام خان و میر عبدالنبی خان پسران صمصام الدولہ کو بھی بلا قید کرکے باپ کے خیمے مین رکھا اور فرانسیسی سپاہیوں کا پہرہ کھڑا ہوگیا اور صمصام الدولہ کے مکان کو دوبارہ لوٹ لیا اور تمام عورتوں کو بے حرمتی کے ساتھ نکال دیا اور جسقدر صمصام الدولہ کے اقربا تھے سب کو پکڑ کر روپیہ وصول کیا۔

اب میر نظام علی خان کو خیال ہوا کہ جبکہ حیدر جنگ نے صمصام الدولہ کو قید کرلیا اور ہمکو بھی بے پروبال کردیا تو ہم کو بھی تباہ کردیگا حیدر جنگ نے صمصام الدولہ کی طرف سے دھمکی کرکے یہ چاہا کہ نظام علی خان کو بھی حیدرآباد کی نظامت کے بہانے سے بھیجکر گولکنڈے کے قلعے میں محبوس کرے اور اپنی جولانی کے لیے میدان خالی کرے چنانچہ اُسکے اشارے سے نواب صلابت جنگ میر نظام علی خان کے خیمے پر گئے اور اُنکو ہاتھی پر اپنی خواصی میں بٹھاکر دولتخانے میں لائے اور بالمجبوری نظامت کی جگہ حیدرآباد کی حکومت اُسکے لیے مقرر کی اور دس ہزار روپیہ ماہواران کا درماہہ مقرر کیا اور یہ شرط ٹھہری کہ سپاہ سرکاری اُنکے ساتھ رہے گی انہوں نے مجبور ہوکر قبول کرلیا مخالفوں نے یہ قرار دیا کہ فرانسیسوں کی طرف سے افسر اور پلٹنوں کے ہندستانی سپاہی اُنکے ساتھ جاویں تاکہ اُنکی شوکت میں خلل آجاوے اور صوبہ داری میں بے اختیاری سبب

نظام علی خان صلاح وقت اسی مین سمجھے کہ نواب صلابت جنگ جو کچھ کہین اسے منظور کرین اور مخلع و مرخص ہو کر اپنے خیمے کو واپس آئے اور رفقا کو سمجھا دیا کہ جب حیدر جنگ آوے تو اسے قتل کر ڈالین بعد اسکے حیدر جنگ کو کہلا بھیجا کہ تم سے کچھ بالمشافہ کہنا ہے اور تاکید کی کہ جلد آجاؤ وہ اجل گرفتہ چند خدمت گارون اور اردلی کے جوانون کے ساتھ ۳ رمضان سنہ ۱۱۷۱ ہجری کو دوپہر کے وقت بے محابا میر نظام علی خان کے پاس چلا آیا میر نظام علی خان نے اپنے ایک ایک رفیق کا ہاتھ اسکے ہاتھ مین دیا اور کہا کہ مین نے انکو تمہارے سپرد کیا انکی پرداخت ملحوظ رہے اور وضو کرنے کے بہانے سے اٹھے انھین رفیقون نے جنھین اول سمجھا رکھا تھا جیسے میر موسی خان اور غلام سید خان اور راجہ بٹھل داس و تہور جنگ و میر اصغر علی خان نے حیدر جنگ کا کام تمام کر دیا نظام جنگ نے اسکے دونون ہاتھ پشت کی طرف پکڑ لیے زبردست خان و تہور جنگ نے دو جمدھر اسکی تہی گاہ مین ایک دوسرے کے متعاقب مارے اور غلام غوث خان اور بٹھل داس نے سر پر تلوار ماری جب وہ بیہوش ہو کر گرا تو ایک آدمی نے ذبح کر ڈالا اور اس کا جسم چاندنی مین لپیٹ کر ایک کونے مین ڈالدیا اور غلام غوث خان کے کہنے سے نظام علی خان سراچہ پھاڑ کر ایک گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے جب سپاہیان پلٹن نے جو حیدر جنگ کی اردلی مین آئے تھے یہ ماجرا سنا تو طیش مین آکر نظام علی خان کا تعاقب کیا گلزار آصفیہ کا مولف کہتا ہے کہ اس وقت میرے باپ بازار مین کھڑے تھے انھون نے دیکھا کہ پلٹن والون نے بازار مین پہنچکر نظام علی خان کے بازو کی طرف بندوقون کی باڑھ ماری لیکن انکے کوئی گولی نہ لگی تمام گولیان بادہوائی گئین تھوڑی سی مسافت طے کر کے نظام علی خان ایک پشتے پر کھڑے ہو گئے رفیق آکر شریک حال ہوے اور وہان موشیر بوسی کی پلٹن کی طرف پھینکے ایک بان بارود کی گاڑی مین لگا جس سے ایک زلزلہ پیدا ہو گیا توپخانے والے حیرت مین تھے اور ہذیان کے کلمات زبان پر لاتے تھے جب موشیر بوسی نے یہ ماجرا سنا تو اسکے حواس جاتے رہے جب اس واقعے کی خبر نواب صلابت جنگ کو پہنچی تو وہ موشیر بوسی کے پاس گئے جس سے فی الجملہ اسکو اطمینان حاصل ہوا۔ ادھر نظام علی خان رامچندر زمیندار کے لشکر مین پہنچے اور اسکو تمام حال سے آگاہ کیا اسنے ۸ سو سوار انکے ساتھ مقرر کر دیے اور وہ وہان سے آگے کو روانہ ہوے راستے مین ابراہیم خان گاردی اپنی پلٹنون اور توپخانے کے ساتھ پڑا ہوا تھا اور اسکو موشیر بوسی نے لکھا تھا کہ نظام علی خان کو روکے اور آگے کو نہ جانے دے تباہ کر دے چونکہ وہ آصف جاہ ثانی کے ساتھ رہ چکا تھا اسنے انکی اطاعت کی اور انکی رفاقت اختیار کر لی اور فرانسیسون کے توپخانے کے بیل جو چراگاہ مین چر رہے تھے انھین گھیر لایا جب یہ خبر بوسی کے لشکر مین پہونچی تو بہت پریشان ہوا۔ فرانسیسون کی لڑائی کا

مدار توپوں پر تھا جیت تک دوسرے میل ہم پیچھا کر تعاقب کیا نظام علی خاں دور نکل گئے۔
تحفہ آصفیہ میں ہے کہ جب صمصام الدولہ نے حیدر جنگ کے مارے جانے کا حال سنا تو بولے
کہ ہماری بھی خیر نہیں ہے چنانچہ اسی دن چار گھڑی کے بعد بوسی نے بعض ناخدا ترسوں کے اغوا
سے مصلا نام ایک شخص کو بھیجکر صمصام الدولہ اور یمین الدولہ اور صمصام الدولہ کے چھوٹے بیٹے عبدالنبی خاں
کو جو محبوس اور اسکے اختیار میں تھے گولیوں کا نشانہ بنوا دیا۔ صمصام الدولہ اور ان کا بیٹا اپنے آبائی
مقبرے میں جو شہر کے جنوبی جانب درگاہ شاہ نوار میں تھا مدفون ہوئے اور یمین الدولہ اپنے آبائی
مقبرے میں مدفون ہوئے میر عبدالحی خاں و میر عبدالسلام خاں ہوشیاری کی وجہ سے باپ سے
علیحدہ رکھدیے گئے تھے بچ گئے۔

نظام علی خاں کا برہان پور پر قبضہ کر لینا اور جانوجی بھوسلہ و رگھوکر انڈیا سے مخالفت ہو کر صلح ہو جانا

الغرض نظام علی خاں اس روز موضع چکل تھانہ میں گئے اور شب وہاں بسر کر کے برہان پور کو روانہ ہوئے
جہاں یوم یکشنبہ ۱۲ رمضان سنہ ۱۱۷۱ ہجری کو داخل ہو کر عالم آرا باغ میں ٹھہرے محمد اسلم خاں بہادر
شوکت جنگ ناظم صوبہ کے پاس سپاہ کم تھی ڈر کر شہر کا دروازہ کھولدیا اور تمام اہلکاروں کے ساتھ
۱۳ رمضان کو سلام کو حاضر ہوا محمد ابو الشجاع خاں تیغ جنگ پسر امام جنگ محمد ابو الخیر خاں شمشیر بہادر
نے بھی حاضر ہو کر شرف ملازمت حاصل کیا اور نظام علی خاں شہر کے انتظام میں مصروف ہوئے
سید نور الدین خاں کو توال کہ ۶۴ سال کی اسکی عمر تھی فالج و لقوہ سے دوشنبہ ۱۴ رمضان کو مرگیا
نظام علی خاں نے تیسرے دن متوفی کے بیٹے سید معز الدین خاں کو جو اورنگ آباد سے آگیا تھا
خدمت مذکور حوالے کی۔ قلت خزانہ کی وجہ سے نظام علی خاں نے ایک روز کے بعد شہر کے تمام
ساہوکاروں کو طلب کر کے کہا کہ دو لاکھ روپے جمع کریں انھوں نے عرض کیا کہ ہمارا نام بدنام ہے
ہم سوداگری کر کے پیٹ پالتے ہیں اور شہر کے دوسرے مالداروں جیسے شیخ شمس الدین و شیخ عبداللہ
و حافظ محمد حفیظ اللہ وغیرہ سے بھی جو متمول تھے کافی مقدار میں روپے طلب کیے نواب نے ہر ایک کا
نام لکھکر شہر کے مالداروں پر پہرے بٹھا دیے اور قید کر کے ایک لاکھ روپے سے زیادہ ان سے
وصول کیے اور قطب الدولہ محمد انور خاں سے ایک لاکھ روپیہ مانگا اسے اپنی مفلسی ظاہر کی تو اس
نظام علی خاں نے قوام الدین خاں و عبدالقادر خاں کو کہ دونوں اسکے متبنے تھے بلاکر قید کردیا اور انکی
کیسروں پر بڑی سختی اور عذاب ہوا تب ساٹھ ہزار روپے وصول ہوے نظام علی خاں عبدالعزیز کا

دوگانہ پڑھ کر عید گاہ سے مراجعت کر کے میر علی اکبر خان کو چار ہزاری ذات کا منصب اور بہادری کا خطاب اور طبل و علم دیا اور اسکے بیٹے صدر الدین خان و حشمت جنگ و محمد بہادر خان وغیرہ دہان کے اعیان کو مناصب دیکر خدمات عطا کین محمد انور خان اپنی حیثیت سے زیادہ مانگ اور محصلون کی سختی کے صدمے سے کہ روز بروز زیادہ ہوتی تھی ۲ ذیقعدہ سنہ ۱۱۷۱ ہجری روز یکشنبہ کو مر گیا اسکے قبائل کو حویلی سے نکال کر مع قوام الدین خان و عبدالقادر خان کے قادری باغ مین قید کر دیا قوام الدین خان تو قابو پاکر بھاگ گیا اور عبدالقادر خان کہ بھاگا تھا پکڑا آیا اور رام راؤ کے مکان مین قید رکھا گیا۔ یہ وہ انور خان ہے کہ شنکراجی ملہار کے ذریعے سے امیر الامرا حسین علی خان فرخ سیری اور مرہٹون مین صلح کا واسطہ ہوا تھا اور مرہٹون کے واسطے چوتھ کی سند اسنے امیر الامرا سے لکھوائی تھی نظام علی خان نے میر نجف علی خان قلعدار آسیر کو لکھا کہ آکر ملے اُسنے جواب دیا کہ مین نواب صلابت جنگ کی طرف سے یہان مقرر ہون بغیر اُنکے حکم کے قلعہ حوالے نہین کر سکتا نظام علی خان نے بہت کچھ اسکی دلجوئی کی اور لکھا کہ مین تمپر اعتماد رکھ کر ادھر آیا ہون میری سرکار مین تمھاری طرح کوئی جوانمرد نہین ہے اگر آکر ملوگے توکل کامون کا مدار تمپر مقرر ہو جائے گا مجھے قلعے سے کام نہین ہے ان سوال و جواب پر قرآن مجید کا واسطہ درمیان مین کیا اس عرصے مین نواب صلابت جنگ اور بسالت جنگ نے میر نجف علی خان کو کئی بار لکھا کہ تم ہرگز قلعہ نظام علی خان کے حوالے نہ کیجیو میر نجف علی خان نے بہت مضبوطی سے قلعے کا انتظام کر لیا جب نظام علی خان نے سمجھ لیا کہ قلعہ مضبوط ہے ہاتھ نہ آئیگا تو چشم پوشی کر کے اور صلح کا نام کر کے منگل کے دن ۶ شوال سنہ ۱۱۷۱ ہجری کو باغ عالم آرا سے کوچ کیا دوسرے دن پانچ مقام کر کے اور میر علی اکبر خان کو بہادری کا خطاب دیکر اسکو اور مرست خان قلعدار دولت آباد کو ساتھ لیا اور ۱۱ شوال کو برار کی طرف روانہ ہوے اور ملکاپور اور انکوٹ کے پرگنون سے جو میر نجف علی خان کی جاگیر مین تھے جمعبندی سے زیادہ روپیہ لیکر انکو خراب کر دیا نواب صلابت جنگ نے میر نجف علی خان کی بہت تعریف لکھی اور اسکے منصب پر دو ہزاری ذات و دو ہزار سوار کا اضافہ کیا اور **شمشیر جنگ** خطاب دیا۔ اور صلابت جنگ فرداپور کی پہاڑی سے کوچ کر کے برار کی طرف چلے۔ اُدھر نظام علی خان کو خبر پہنچی کہ صلابت جنگ نے بعض مفسدون کے اغوا سے بالاجی راو اور جانوجی بھوسلہ کو لکھا ہے کہ جہان تک ہو سکے نظام علی خان کا دخل برار پر ہونے نہ دین اس لیے نظام علی خان نے صفائی کے لیے غلام سید خان کو پونا کو بالاجی راؤ کے پاس بھیجا اور سپاہ جمع کر کے نواب صلابت جنگ سے لڑنے کا ارادہ کیا بوسی فرانسیسی اور بالاجی نے نواب صلابت جنگ کو صلاح دی کہ نظام علی خان سے نہ لڑین اس لیے وہ حیدر آباد کو چلے گئے اور اُنھون نے عین راہ مین حیدر آباد کے قریب

اپنے ذاتی کاموں کی دیوانی شوکت جنگ کے سپرد کی اور تمام ملک دکن کی دیوانی شیر جنگ
کے حوالے کی اور شجاع الملک بسالت جنگ کو مدار المہام بنایا۔

نظام علی خان قصبۂ باسم میں کہ برار کے متعلقات سے ہے بارش کی شدت کی وجہ سے ٹھہر گئے
انھوں نے فرانسیسیوں کی جاگیرات سیکاکول وغیرہ کے زمینداروں کو لکھا کہ ملک کا مالک
میں ہوں فرانسیسیوں کو محاصل نہ دیں میں نے فرانسیسیوں سے جاگیریں نکال لی ہیں انکے عاملوں کو
عمل نہ دیں اس حیلے سے زمینداروں نے بوسی کے عامل اور علی خان کو قتل کر ڈالا اس خبر سے بوسی
گھبرا کر نواب صلابت جنگ سے رخصت لیکر اپنی جاگیرات کو چلا گیا۔ نظام علی خان سنہ ۱۱۷۲ ہجری
میں باسم میں برسات کی وجہ سے اور لشکر کشی کے انتظام کی غرض سے ٹھہرے رہے ان کا ارادہ
تھا کہ بعد برسات کے کراندیہ کو تنبیہ کریں رگھو کراندیہ جانوجی پسر رگھوجی بھوسلہ سے موافقت کر کے
بہت سی سپاہ کے ساتھ نظام علی خان سے لڑنے کو مقابل ہوا۔ نظام علی خان نے اسکو تنبیہ کرتے
ہوئے انکوٹ وغیرہ کی طرف کوچ کیا راستے میں قصبۂ انکولہ میں کہ مضبوط جگہ تھی اپنے محل کی سکونت
کو ٹھہرایا اور وہاں سے چل کر اس نواح کے قصبوں اور گاؤں کو برباد کرتے ہوئے اور انکوٹ
محال جاگیر میر یوسف علی خان کو تباہ کرتے ہوئے بڑھے اس اثنا میں مرہٹوں سے خوب خوب
لڑائیاں ہوئیں قبل اس سے نظام علی خان نے شیخ معین الدین احمد کو حکم دیا تھا کہ شہر برہانپور
کی توپیں جو برجوں اور شہر پناہ کی دیواروں پر کھڑی ہوئی ہیں درست کر کے ہمارے پاس لے آئے
اسنے دو تین ماہ میں ۱۸ توپیں درست کیں اور شہر کے باہر نکال لایا رگھو کراندیہ نے دو ہزار
سواروں کو حکم دیا کہ جب توپیں روانہ ہوں تو ان کو لوٹ لیں۔ نظام علی خان کو خبر ملی کہ جسقدر
توپخانہ برہانپور میں تیار ہوا ہے کراندیہ تاک میں ہے کہ جب توپیں برہانپور سے چلیں اُن پر
قبضہ کر لے انھوں نے معین الدین احمد خان کو کہلا بھیجا کہ ہم خود آکر اپنے ساتھ توپیں لائیں گے توپخانہ
ہمارے آنے تک وہیں رکھو آٹھ نو دن تک توپیں شہر کے باہر کھڑی رہیں پھر وہ انھیں واپس
شہر میں لے گیا نظام علی خان مرہٹوں سے لڑتے اور ان کو منہزم کرتے ہوئے دو ماہ میں غرۂ
ربیع الثانی سنہ ۱۱۷۳ ہجری کو برہانپور کے پاس پہنچے اور دریائے تپتی کے کنارے مقام کیا یہ خبر
سنکر شہر کے ساہوکاروں میں تزلزل پیدا ہو گیا۔ وہ لوگ اور دوسرے مالدار شہر میں سے نکلکر
علاقے میں بھاگ گئے اور بعضے آسیر کے قلعے میں پناہ گزیں ہوئے۔ نظام علی خان نے انکی بہت کچھ
استمالت کی مفید ہوا۔ نظام علی خان نے شہر کے باہر توپیں منگائیں انکو دیکھکر خوش ہوئے اس
ایک ہفتے میں ساہوکاروں کو پکڑ کر لاکھ روپیہ وصول کیا محمد انور خان کی حویلی کہ مسطتی لوگوں
نے نواب سے کہا کہ اس میں روپے اور اشرفیاں مدفون ہیں اس سبب سے حکم دیا کہ حویلی کو کھودیں

کچھ نہ نکلا۔ رگھو کرانڈیہ شہر اور گرد و نواح مین لوٹ مار کر رہا تھا نظام علی خان نے اس سے لڑائی شروع کی دو تین دن خوب جنگ رہی خاصکر چہارشنبہ چوتھی جمادی الاخری ۱۱۷۰ھ ہجری کو شدید جنگ ہوئی نظام علی خان نے ناگپور کی طرف کوچ کیا جانوجی بھوسلہ نے جب دیکھا کہ اب کرانڈیہ بالکل ہارنے لگا اور مقابلے کی طاقت نہین رکھتا تو خود بھاری جمعیت کے ساتھ مقابلے کو نکلا اور لڑائی شروع کردی نظام علی خان کے لشکر کے چارون طرف اسکے آدمی لوٹ مار کرتے تھے اور توپون اور بانون سے منتشر ہو جاتے تھے یہان تک کہ دریاے پورنا کے کنارے مقام ہوا رات کو سیدی عنبر خان و قادر خان نے نظام علی خان کے حکم سے دشمن کے لشکر پر کہ غافل تھا شبخون مارا بھوسلہ اور کرانڈیہ گھبراکر گھوڑون کی ننگی پشت پر سوار ہوکر بھاگ گئے بعد اسکے پھر جانوجی نے منتشر فوج جمع کرکے مقابلہ کیا مگر اب پھر ہزیمت پاکر بھاگ نکلا اور صلح کی تحریک ٹھل داس وغیرہ سردارون کے ذریعے سے کی اس شرط پر صلح قرار پائی کہ جانوجی کی مدد اور دیوگڑھ چاندا کا محاصرہ نظام علی خان کرین اس قرارداد کے مطابق نظام علی خان دیوگڑھ چاندا کی طرف گئے جیساکہ حدیقۃ العالم مین ہے اور راحت افزا مین لکھا ہے کہ جانوجی نے بطور پیشکش تین لاکھ روپے نظام علی خان کو دیے اور خود بھی آکر اُن سے ملا یہ جانوجی رگھو بھوسلہ کا بیٹا تھا اور مرہٹون کی طرف سے چوتھ لینے کے لیے صوبہ برار مین متعین تھا۔

نظام علی خان نے شیخ عبداللہ شیرازی کو جان نثار خطاب دیکر سیکاکول و راج بندری کی طرف بھیجا اس عرصے مین غلام سید خان بھی پونا سے لوٹ آیا اور تمام حال بیان کیا اور کہا کہ بالاجی کی راے یہ ہے کہ آپ اس عزیمت کو فسخ کرکے حیدرآباد کو نواب صلابت جنگ کے پاس چلے جائین اور انکے پاس رہین ٹھل داس اگرچہ دل مین اس سے خوش نہ تھا لیکن نظام علی خان کی مرضی پاکر خاموش رہا۔ پس نظام علی خان حیدرآباد کو روانہ ہوے اور تلی گانون کے رستے سے ماہور اور نرمل کو عازم ہوے۔ نرمل کا قلعدار مجاہد جنگ تھا جو صلابت جنگ کی طرف سے متعین تھا لڑنے مین کامیابی نہ دیکھکر اطاعت پر آمادہ ہوا اور سلام کو آیا نظام علی خان نے یہان کا قلعدار خواجہ امید خان کو بنایا پھر آٹھ دن کے بعد اسکی جگہ خواجہ شہید خان پسر عضدالدولہ کو مقرر کیا امید خان سپاہ کی تنخواہ کے تقاضے سے پریشان تھا نظام علی خان نے سپاہ کو بجاے سو کے دس پر راضی کرکے اپنے پاس سے دس ہزار روپے دیکر اس کا پیچھا چھڑایا اور مجاہد جنگ کو محاسبے مین پھانس کر قید کردیا آخر کار وہ ۲۳ رمضان ۱۱۷۲ھ ہجری کو حیدرآباد کے قریب رستے مین مرگیا اسکے دوست اسکی لاش کو حیدرآباد کو لے گئے اس کا بیٹا محمد تقی خان محاسبے مین مقید ہوا نرمل کے معاملے کے بعد نظام علی خان حیدرآباد کی طرف عازم ہوے اور صلابت جنگ

وبسالت جنگ ارکاٹ کی طرف روانہ ہوئے اسکی توضیح آگے معلوم ہوگی۔

بوسی کی کوشش سے ارکاٹ پر ریاست حیدرآباد کا جھنڈا[1] لہرانا اور بوسی کا انگریزوں سے لڑنا

موسیو بوسی نے حیدر جنگ کی جگہ اسکے بھائی ذوالفقار جنگ کو مقرر کیا تھا اس عرصے میں خبر آئی کہ زمینداران نواح سیکاکول وراج بندری مفسدہ پردازی کرتے ہیں بوسی اپنی فوج کے ساتھ ادھر کو گیا اور زمینداروں پر حکومت جما کر دوسرا عامل مقرر کردیا بوسی وہاں سے پانڈیچری آیا اور یہاں برسات گذار کر ارکاٹ میں پہنچا اور محمد علی سے لڑا اور اسے بھگا کر ملک پر قبضہ کرکے نواب صلابت جنگ کا جھنڈا کھڑا کردیا اور صلابت جنگ کو عرضی لکھی کہ ارکاٹ آپ کی حکومت میں شامل ہوگیا محمد علی خان انگریزوں کے پاس چینا پٹن میں چلا گیا ناکواری کہ بوسی کا دیوان ہوا تھا اسے ارکاٹ پر قبضہ کرلیا اور صلابت جنگ سے مدد مانگی نواب نے اسے پنجہزاری منصب دیا اور اپنے چھوٹے بھائی میر مغل علی خان ناصر الملک کو ارکاٹ اور راجبندری اور سیکاکول کا تعلقہ مرحمت کیا۔ بوسی یہاں سے پانڈیچری کو انگریزوں سے مقابلے کے لیے روانہ ہوا اور ذوالفقار جنگ کو انت[1] راج کے مقابلے کے لیے جس نے لاکھ پیادے اور ہزار سوار کی جمعیت فراہم کرلی تھی اور انگریزوں کی مدد سے خودسری کا دعوے کرنے لگا تھا بھیجا جیسا کہ حدیقۃ العالم میں ہے مگر ایک چھوٹے سے زمیندار کے پاس اس قدر سپاہ کا نوکر ہونا خلاف قیاس ہے سرکش رعایا اور لٹیرے جمع ہوگئے ہوں گے راجبندری سے بیس کوس کے فاصلے پر قلعہ کھٹ پور کے میدان میں دونوں کا مقابلہ ہوا خوب لڑائی ہوئی آخرکار ذوالفقار جنگ توپخانہ اور نقد و جنس اور ہاتھی اور توشہ خانہ اور جواہر خانہ چھوڑ کر بارہ سواروں کے ساتھ بھاگ گیا اور راجبندری کو چلا گیا اس میں جیمنا جسنے صمصام الدولہ کو قتل کیا تھا اور پلٹن کے سپاہیوں کا جمعدار محمد حسن کہ اسنے بھی اسکے ساتھ بدسلوکی کی تھی مارے گئے بوسی پانڈیچری میں پہنچکر اور سپاہ فراہم کرکے انگریزوں کی سندگاہ چینا پٹن پر حملہ آور ہوا اور جاکر اس کو گھیر لیا مگر لڑائی میں مغلوب ہوکر فرانسیسی سپاہ لیکر پانڈیچری کی طرف بھاگ آیا اسوقت سے فرانسیسیوں کا زوال اور انگریزوں کا اقبال شروع ہوا برسات کے بعد بسالت جنگ کے مشورے سے صلابت جنگ محمد آباد بیدر کو جس کا قلعدار میر مقتدا خان نامی ہوگیا تھا اسے ایک ماہ میں فتح کرلیا

---

[1] مولوی ذکاء اللہ نے اننت راج لکھا ہے اور حدیقۃ العالم میں اسلاح ہے اور راحت افزا میں بگراج ہے ۱۲

کلایو نے یہ سمجھکر انکو خط لکھا تھا کہ وہ کرنیل فورڈ کی حمایت و مدد کرین اس خط کے پہنچتے ہی وہ انگریزون کی اعانت پر تیار ہو گئے اور جسوقت انھون نے سنا کہ صلابت جنگ انگریزون پر فوجکشی کے لیے روانہ ہوے ہین تو وہ لڑائی کے ارادے سے حیدرآباد چلے گئے اور یہ ارادہ کیا کہ بھائی کی جگہ پر مین خود مسند ریاست پر جلوہ افزا ہوجاؤن صلابت جنگ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انھون نے کرنیل فورڈ سے اعانت کرنے کے لیے کہا اور بہت کچھ روپیہ دینے کا وعدہ کیا مگر اس جوان مرد نے انکار کر دیا تو وہ فرانسیسی سپاہ کو جس کا لیجانا عہدنامے کی شرط کے خلاف تھا اپنی دارالریاست کو لے گئے۔

جارج نامے کا ناظم تیسری جلد مین اس مضمون کو یون نظم کرتا ہے۔

برادر یکے داشت کہتر بسال ۔۔۔ برائے و مردی بنودش ہمال
نخستین نظام آنکہ گوعلی ۔۔۔ سپش خان کہ نامش بود منجلی
زجاہ برادر بنودست شاد ۔۔۔ دلش پر ز کین و سرش پر ز باد
چو بشنید کو شد بمچھلی پٹن ۔۔۔ تہی ماند ز د تختگاہ دکن
بیاراستہ لشکر جنگجو ۔۔۔ سوے حیدرآباد بنہاد رو
کہ جاے مہی آورید بدست ۔۔۔ بجاے برادر گزیند نشست

نظام علی خان اور صلابت جنگ کی ملاقات وصفائی اور دوسرے واقعات

راحت افزا مین ہے کہ بسالت جنگ اور صلابت جنگ کے درمیان نظام علی خان سے لڑائی کا مشورہ ہوتا تھا آخرالامر صلابت جنگ اس کام مین ریاست کی بہتری سمجھے کہ نظام علی خان سے اتفاق ہوجاے بسالت جنگ نے یہ معاملہ دیکھا تو صلابت جنگ کے لشکر سے نکلکر ادھونی وراے چور کو روانہ ہو گئے۔

اس عرصے مین صلابت جنگ کو نظام علی خان کے حیدرآباد کے قریب پہنچ جانے کی خبر ملی اور ابھی صلابت جنگ حیدرآباد مین وارد نہین ہوے تھے کہ نظام علی خان حیدرآباد مین داخل ہو گئے ۲۳ شوال سنہ ۱۱۷۲ ہجری کو صلابت جنگ کے قریب حیدرآباد وارد ہونے کی خبر سنکر نظام علی خان استقبال کے لیے نکلے ملاقات کے بعد تینون بھائیون مین کئی طرح کے تنازع برپا ہوے۔ مولوی غلام علی آزاد خزانہ عامرہ مین کہتے ہین کہ صلابت جنگ اور نظام علی خان آصف جاہ ثانی اور بسالت جنگ دکن کی سلطنت کے لیے باہم لڑنے جھگڑنے لگے اور کئی قسم کے نزاع برپا ہوے آخرکار یہ طے پایا کہ شجاع الملک بسالت جنگ تو اپنی جمعیت اور رحمت اللہ خان اور کریم خان نارومی اور اپنے خانساماں محترم خان کے ساتھ بیجاپور کو چلے گئے صلابت جنگ اور نظام علی خان

النظم ونسق ملک میں مشغول ہوئے۔ صلابت جنگ نے نظام علی خان کو اپنا مدار المہام اور وکیل مطلق بنایا تمام ریاست کی حکومت نظام علی خان کے ہاتھ میں آگئی وہ مالی وملکی انتظام میں مصروف ہوئے اور صمصام الدولہ کے بیٹے میر عبدالحی خان شمس الدولہ کو جو گولکنڈے میں مقید تھا رہا کرکے صمصام الدولہ صمصام جنگ خطاب دیا اور شش ہزاری ذات و پنجہزار سوار کا منصب بخشا اور میر نظام علی خان کے حکم سے میر عبدالسلام خان بھی دولت آباد سے آکر اپنے اہل وعیال سے ملا چند روز کے بعد ابراہیم خان گاردی راجہ رٹھل داس سے ناراض ہوکر بالاجی راو کے پاس چلا گیا۔

نواب بسالت جنگ نے دھونی ورلے چور سے تجاوز کرکے ارکاٹ کو گئے اور وہاں کے اکثر محالات پر قبضہ کرلیا ۱۱۷۳ھ ہجری کے آغاز میں صلابت جنگ اور انکے بھائی نظام علی خان حیدرآباد میں تھے اور بسالت جنگ ارکاٹ کے پاس مقیم تھے مرہاپور میں بعض امور کی وجہ سے ۵ا محرم ۱۱۷۳ھ ہجری سے محمد غفور خان بہادر بہرام جنگ پسر محمد اسلم خان ونا پورا و ناظم مرہاپور کے درمیان ردوبدل ہوکر جنگ ہوئی ۱۹ محرم کو صلح ہوگئی۔ ۲۱ محرم کو لعل مرزا پسر مرزا ایک خان متوفی نے اپنے تعلقے سے آکر اپنی ماں کو لوٹ لیا اور جو کچھ اسکے باپ نے اسکی ماں کو دیا تھا سب لیکر مفلس کردیا باوجودیکہ حقیقی ماں تھی۔

آسیر کے قلعے کی تلیٹی میں ایک قوم رہتی تھی جسے پوربیہ کہتے تھے اس قوم کے ایک آدمی سل سنگھ کے بیٹے نے رام سنگھ کے مکان پر پہنچکر اسکی بیوی سے زنا کیا یہ خبر شائع ہوئی تو سل سنگھ کا بیٹا بھاگ گیا عورت کے شوہر نے اسکو سل سنگھ کے دروازے پر لاکر قتل کرڈالا اور بھاگ گیا اور رات کو چند آدمیوں کے ساتھ تلیٹی میں آتا اور وہاں کے رہنے والوں کے مکان جلا کر چلا جاتا تحف علی خان شمشیر جنگ نے سل سنگھ کو بلاکر قید کردیا اور کہا کہ اپنے بیٹے کو پیدا کرے اور رام سنگھ کو جسے اپنی بیوی کو اس کے دروازے پر مار ڈالا ہے راضی کرے اس معاملے کو چند دن گذرے سل سنگھ نے کچھ نہیں دیا دو مہینے کا وعدہ کیا اور ضامن کی تلاش میں اپنے گھر آیا سرکاری سپاہی جو اسکے ساتھ گئے تھے وہ دروازے کے باہر بیٹھے رہے اسے گھر میں جاکر اپنی حاملہ جورو اور دو چھوٹی بیٹیوں اور دو چھوٹے بیٹوں کو قتل کرکے اپنا گلا کاٹ لیا پیادے جب اندر گئے تو سب کو مرا ہوا پایا قوم پوربیہ یہ سنکر جمع ہوئی ان مردوں کو نہ اٹھاتے تھے نہ جلاتے تھے آخرکار چند شرطوں کے ساتھ بڑی تدبیر سے ان کو راضی کیا۔

بالاجی پیشوا کی فوجوں کا نواب صلابت جنگ سے جنگ و پرخاش کرکے تباہی کے قریب پہنچا دینا اور بہت سا ملک لے لینا

(۱) نظام علی خان آصف جاہ ثانی کے رشک وحسد سے مرہٹوں نے بعض عہدوں کا عوض

مرہٹون کی قوت کی ترقی پر انکی حکومت کے کارخانے ترقی کو پہنچگئے تھے یہان تک کہ انکی فوج نری لٹیرون کی جماعت نرہی تھی بلکہ اس مین عمدہ عمدہ تنخواہ دار اور چنے چنے سوار انکی حکومت کے ملازم تھے اور دس بارہ ہزار عمدہ قواعددان پیادے تھے اگرچہ پیادون کی فوج اس فوج کی پوری پوری نقل نہ تھی جو اور ریاستون مین یورپ والون کے تحت حکومت ہوتی تھی مگر باوصف اسکے ایسے پیادون کی فوج سے نہایت عمدہ تھی جو پہلے وقت مین ہندوستان مین پائی جاتی تھی علاوہ اسکے انکے توپخانے کا سلسلہ اس بادشاہی توپخانے سے بہت شایستہ تھا جس سے مرہٹے ایک عرصے تک ترسان اور لرزان رہتے تھے نواب صلابت جنگ اور نظام علی خان توپون کی زنجیرہ بندی مین ہیئت اجتماعی کے ساتھ راستہ چلتے تھے اور مرہٹے ٹولیان بناکر بطور لٹیرون کے راستہ طے کرتے تھے اس لیے توپ کے گولون کا ان پر بہت کم اثر ہوتا تھا حدیقۃ العالم مین ہے کہ ابراہیم خان باوجودیکہ اپنے آپ کو مسلمان جانتا تھا لیکن توپون کی آتشباری سے مسلمانون کا ناطقہ بند کردیا تھا اور اسلام کی شکست پر طرفہ کمر باندھی تھی کوچ و مقام کی حالت مین شب و روز توپخانہ سامنے لاکر آگ برساتا تھا ذرا بھی دم لینے کی فرصت نہین دیتا تھا اسلیے مسلمانون کے لشکر مین کمال خستگی پیدا ہوگئی اور بہت سا حصہ مارا گیا۔ ایک دن مسلمانون نے توپون کی آڑ مین سے نکلکر سخت حملہ کیا اا نشان ابراہیم خان کے آدمیون سے چھین لیے اس لڑائی مین ابراہیم خان کا بھتیجا مارا گیا اور نواب کے لشکر مین سے سیداو غلان اور نیکو پنڈت اور سرپاراو کا بھانجا مارے گئے مگر اتنی کامیابی سے جنگ کی عام حالت مین کوئی فرق نہ پڑا اور اسیطرح لڑتے لڑتے قلعہ اوسا تک جو دھارور کے علاقے مین اس سے دس کوس پر تھا پہنچے نواب کا ارادہ یہ تھا کہ دھارور پہنچ جائین اور وہان جو سرکاری منصبدار افواج کے ساتھ جمع ہین اور وہ مرہٹون کے سد راہ ہونیکی وجہ سے نواب تک پہنچ نہین سکتے تھے ائے ملکر مرہٹون پر حملہ کرین مرہٹون نے دیکھا کہ اب یہ دھارور پہنچکر وہان کے لشکر سے مل جاوینگے اور پھر عہدہ برآئی مشکل ہوگی تو انکے چالیس ہزار سوارون نے مجتمع ہوکر ۲۲ جمادی الاخری کو نواب کی سپاہ کے پچھلے حصے پر حملہ کردیا مسلمانون کے یہان صرف دو تین[1] ہزار آدمی باقی رہ گئے تھے اس لیے قریب قریب تباہی کے پہنچ گئے شوکت جنگ اور قادر صاحب جلال الدولہ وحسین منور خان وغلام نقشبند خان ومحمد عظیم میر منزل اور بسنت راؤ اور بالکشن پنڈت پیشکاران دیوانی حضور وحیدرآباد اور بلونت وغیرہ ۱۳ سردار اور ایک ہزار سوار مارے گئے اور راجہ سورپاو وغیرہ سخت زخمی ہوے اور مرہٹون کے ۴۱ سردار اور دو ہزار سوار و پیادے کام آسے دو گولیان شوکت جنگ کے لگین پچھلے حصے کی سپاہ کو تباہ کرنیکے بعد مرہٹے قلب لشکر پر حملہ آور ہوے نظام علی خان نے اتنی تیراندازی کی کہ چند ترکش خالی ہوگئے

[1] دیکھو خسرانۂ عامرہ ۱۲

راجہ پرتاب ونت جو خواصی میں تھا اسنے اور بیلسان نے بھی ترکش خالی کر دیے میر علی خان پسر شاہ نواز خان صمصام الدولہ اور راجہ رام چندر بہادر صلابت جنگ اور نواب کے بھائی جو ہر الملک باوجودیکہ کم عمر تھے یہ سب ہاتھی بڑھا کر لے گئے اور تیر مارنے لگے تھوڑا سا فاصلہ مرہٹوں اور نواب صلابت جنگ کے ہاتھی میں رکھا گیا تھا کہ اسوقت بہادروں کے بیل جن پر علہ لدا ہوا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ تھے درمیان میں حائل ہو گئے شام تک جنگ رہی بعد غروب آفتاب کے لڑائی بند ہوئی مرہٹے شوکت جنگ کے ہاتھی کو پکڑ کر لیے جا رہے تھے اسنے عین حالت غشی میں آنکھ کھولکر کہا کہ میرا ہاتھی کدھر لیے جاتے ہیں بیلسان نے کہا کہ مرہٹے گھیر کر لیے جا رہے ہیں یہ سنتے ہی وہ تلوار سونت کر حوضے سے تلے کودا اور لڑکر جان دیدی ۲۹ جمادی الاخری تک خوب لڑائی ہوئی نواب کا لشکر اب لڑنے کے قابل نہیں رہا تھا دوسرے دن نواب صلابت جنگ اور نظام علی خان نے صلح کی تحریک کی وجہ لکھا کہ بخشی دکن اور رائے رایان راجہ سکھولال کو بالاجی کے پاس بھیجکر کہا کہ میں بادشاہی ملک سے حکم کے کیسے دیسکتا ہوں تمکو اختیار ہے جو چاہو سو لکھکر لو بالاجی نے نقدی کا دعوی چھوڑا اور اضلاع حیدرآباد و بیجاپور و اورنگ آباد سے دست برداری کی غلام سید خان کی کوشش سے صلح ہو گئی جسمیں ساٹھ لاکھ روپے کا ملک مرہٹوں کو لکھدیا اورنگ آباد کا تمام علاقہ سوائے شہر کے دہرسول و ستارہ اور آدھا صوبہ بیدر و صوبہ بیجاپور و قلعہ دولت آباد و قلعہ آسیر و قلعہ بیجاپور و قلعہ ملہیر و قلعہ اتورا اور برہانپور و پرگنات بیوسا و بیجاپور و کانماوٹی و راکس بھون واسرو جالنہ وغیرہ نامی سرکارات و پائیں گھاٹ و بالاگھاٹ صوبہ اورنگ آباد یہ سب علاقے نکل گئے احمد نگر پہلے ہی سے انکے قبضے میں تھا غرضکہ بہت سا ملک جاتا رہا صوبہ حیدرآباد اور تھوڑا تھوڑا سا حصہ صوبہ برار و بیجاپور و بیدر کا اولاد نظام الملک آصف جاہ اول کے ہاتھ میں رہا لیکن یہ جو کچھ رہا اس میں بھی جو بجھ کا جوں فاسد ملک کی رگوں میں جاری رہا ۵ رجب کو مومن خان و سلطان جی وغیرہ راؤ صلابت جنگ کے لشکر میں آئے اور بسالت جنگ بھی آکر بھائیوں سے ملا سب کوچ کر کے حیدرآباد میں آئے رستے میں بسالت جنگ نے رخصت حاصل کی اور اپنے تعلقے کو چلے گئے اور وہاں سے ارکاٹ کی طرف فوج کشی کی۔

اگر میلے ویسے نظام کی فوجیں مرہٹوں کے مقابلے میں پامردی کی قابلیت رکھتیں تو وہ خود بخود اسی قسم سے فائدہ اٹھاتے اور جلد لوٹ جاتے کیونکہ احمد شاہ درانی بادشاہ افغانستان سے مقابلہ شروع ہونے والا تھا تاہم بھاؤ کا جو ارادہ تھا کہ حکومت اسلامی کو دکن سے مٹا دے وہ پورا ہوا صلح کے بعد مرہٹوں کے آدمی دولت آباد کے قلعے پر قبضہ کرنے کو گئے وہاں کے قلعدار شجاعت جنگ نے مقابلہ کیا مرہٹوں نے بیے در پے احکام نواب صلابت جنگ سے لکھوا کر خالی کرنے کے لیے اسکے پاس بھیجوائے ناچار اسنے خالی کر دیا۔ ریاست آصفیہ کے لیے یہ بڑی مصیبتوں کا زمانہ تھا۔

اور پچھلے وقتون مین زمان شاہ کی فوج سے مقابلہ کرنے اور ایشیا والون کی تقسیمات افواج غلطی تعداد سے یہ قیاس مین آتا ہے کہ وہ تعداد مبالغے سے بیان کی گئی ہے علاوہ اسکے بہت تخفیف ان قلعہ بند گروہون کے نہونے سے اصل افغانی فوج مین واقع ہوئی ہوگی جو پنجاب وغیرہ پر احمد شاہ چھوڑ کر آیا تھا اور کسی قدر لڑائیون مین مارے جانے اور گرمی و برسات مین مرنے سے بھی فوج مین کمی پڑی ہوگی واقعات جنگ پانی پت مین کاشی راؤ نے لکھا ہے کہ درانی فوج کے ۲۴ دستے یا رجمنٹ تھے اور ہر ایک دستے مین بارہ سو سوار تھے۔ وہان دو ہزار شتر سوار بھی تھے اور ہر ایک شتر پر دو بندوقچی سوار ہوتے تھے جنکے پاس بڑی مہری کی بندوقین ہوتی تھین جنکو زنبورک کہتے تھے چالیس توپین تھین اور بہت سے شتر نال تھے یہ قوت خاص درانی فوج کی تھی اور ہمراہیان شاہ مین سے شجاع الدولہ والی اودھ کے ساتھ دو ہزار سوار دو ہزار پیدل فوج اور بیس توپین مختلف قامت کی تھین۔ نجیب الدولہ والی نجیب آباد و سہارنپور کے ساتھ چھ ہزار سوار بیس ہزار روہیلہ پیادے اور بہت سے بان چلانے والے تھے اور روہیلکھنڈ کے سردارون جیسے دوندے خان۔ حافظ رحمت خان اور نواب فیض اللہ خان وغیرہ کے ساتھ پندرہ ہزار پیادے اور چار ہزار سوار اور کچھ توپین تھین نواب احمد خان بنگش والی فرخ آباد کے ساتھ ایک ہزار سوار ایک ہزار پیادے اور کچھ توپین تھین۔ حیدرآباد کی آصف جاہی حکومت نے اس جنگ عظیم مین مسلمانون کا ساتھ نہ دیا کیونکہ وہ بہت کمزور ہو رہی تھین۔

پانی پت کے میدان مین ایک طرف شاہ درانی اور سرداران افاغنہ ٹھہرے اور دوسری طرف بھاؤ اور بسواس راؤ فوج مرہٹہ کے ساتھ ٹھہرے۔ یہ مقام ہندوستان کی اول درجے کی لڑائیون کا میدان کارزار شمار ہونے کے قابل ہے اس جنگی میدان کے قرب وجوار مین تین بڑی لڑائیاں اور ہو چکی ہین۔

(۱) مہابھارت[1] جسکو قریب پانچہزار برس کے ہوے۔

(۲) جنگ مابین بابر و ابراہیم لودھی ۹۳۲ھ ہجری مین ہوئی۔

(۳) جنگ اکبر و ہیمون بقال مین ۹۶۳ھ ہجری مین ہوئی۔

---

[1] مہابھارت سے مراد وہ جنگ عظیم ہے جو چندربنسی راجپوتون کے دو خاندانون مین جو راجہ بھرت کی اولاد سے تھے اور کورو- اور پانڈو کہلاتے تھے ہوئی تھی یہ لڑائی کورو چھیتر کے میدان مین تھانیسر کے قریب جو پنجاب مین واقع ہے ظہور مین آئی تھی۔ تاریخ جدید صوبہ اڑیسہ و بہار مین سید اولاد حیدر فوق بلگرامی نے لکھا ہے کہ اس مقام کو آج کل کرنال بولتے ہین ماخوذ از تاریخ راجپوتانہ مولفہ مولف این کتاب یہ تاریخ وقائع راجپوتانہ و کارنامۂ راجپوتان سے جدا ہے - ۱۲

بھاؤ نے اپنے کیمپ میں قصبۂ پانی پت کو بھی لے لیا تھا اور ایک گہری اور چوڑی خندق سے گھیر لیا تھا بادشاہ نے مرہٹوں کی لین سے قریب چار کوس کے خیمے جمائے تھے۔ گمان غالب ہے کہ بھاؤ نے اپنی فوج کے بہت سے گروہ احمد شاہ کی فوج کے پیچھے بھیجکر مسلمانوں کی رسد بھیجنے سے روکنے کا انتظام کیا ہوگا اسلیے کہ بہت عرصہ نہ گذرنے پایا تھا کہ مسلمانوں کا لشکر رسدوں کی کمی کوتاہی سے نہایت تکلیفیں اٹھانے لگا اگرچہ درانی ایسی لوٹ مار کی لڑائی کے عادی تھے جیسی مرہٹوں کی دوڑ دھوپ سے پیش آئی تھی اور مرہٹوں کی فوجیں گو ہندوستانی فوجوں سے زیادہ سبک وچست وچالاک تھیں لیکن درانی اس سے بھی زیادہ پھرتیلے تھے اسلیے انھوں نے رسدوں کے نقصان کو اپنی فوج کے ٹکڑوں کے کوچ و مقام سے پورا کیا اور احمد شاہ نے جہان خان کو چھ ہزار سوار دیکر حکم دیا کہ مرہٹوں کی رسدوں کو گرفتار کرے اور شاہ پسند خان کو چھ ہزار سوار دیکر حکم دیا کہ مرہٹوں کے گرد وپیش کے دیہات کو پندرہ پندرہ کوس تک برباد کردے تاکہ مرہٹوں کے لشکر میں وہاں سے رسد نہ پہنچ سکے اور بہادر خان کو چھ ہزار سوار دیکر حکم دیا کہ مرہٹوں کی نگرانی کرے کہ خندق سے باہر نہ نکل سکیں ان سواروں اور ان مرہٹوں سے جو رسد لانے کے لیے نکلتے تھے کئی بار مقابلہ ہوا اور مرہٹے زخمی و خستہ ہو کر خندق کے اندر گھس گئے اور آخر کار ان کا خندق سے نکلنا بند ہو گیا جبکہ درانیوں کو کھلے میدان پر قبضہ حاصل ہوا تو بھاؤ اپنی دشواری و پریشانی کو بہت جلد معلوم کرنے لگا مرہٹوں کے لشکر میں رسد بھیجنے کے سارے ذریعے مسدود ہوگئے اور جبکہ انھوں نے پانی پت کو کھانی کر صاف کردیا جو انکے لشکر میں واقع ہوا تھا تو قلعے کے ڈھہنے سے بڑے بڑے صدمے اٹھانے۔ ایک رات کو جبکہ مرہٹوں کے تقریباً بیس ہزار لشکری آدمی جنگل میں کچھ فاصلے پر لکڑی لینے کو گئے تھے تو اتفاقاً وہ شاہ پسند خان کے سواروں کے سامنے پڑگئے جنھوں نے انکو چاروں طرف سے گھیر لیا اور سب کو تہ تیغ کیا اور مرہٹوں کے کیمپ سے کوئی آدمی انکی مدد کو نہیں آیا صبح کو جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچائی گئی تو وہ موقع قتل پر مع اپنے بہت سے سرداروں کے گیا جہاں پر کہ لاشین کہ ایک پہاڑ کے مانند جمع تھیں غم اور خوف حواس باختہ سے مرہٹوں کو جو ہوا وہ ناقابل بیان ہے اور خود بھاؤ کو ڈر اور مایوسی ہونے لگی۔ اسنے اپنے ہاتھ سے خط لکھکر شجاع الدولہ کو بھیجا کہ وہ درمیان میں پڑکر بشمول وزیر اعظم بادشاہ سے صلح کرادین اور یہ کہ وہ ہر طرح کی شرائط کے لیے تیار ہے اگر خود وہ اور اسکی فوج برقرار رکھی جائے لیکن نجیب الدولہ کی کوشش سے معاملہ صلح مکمل نہوا آخر کار سردار اور سپاہیوں نے بھاؤ کے خیمے کو گھیر اور اس سے کہا کہ دو دن سے ہمارے پاس کوئی چیز کھانے کے واسطے نہیں ہے بھوکوں مرنے سے لڑائی کی جوکھوں اٹھانی آسان ہے الآخر یہ طے ہوا کہ آفتاب نکلنے سے ایک گھنٹہ پیشتر لین سے باہر

نکلنا چاہیے اور توپخانے کو آگے بڑھا کر دشمن پر حملہ آور ہونا چاہیے چنانچہ ۷ جنوری ۱۷۶۱ء مطابق ۶ جمادی الاخری ۱۱۷۴ ہجری کو بدھ کے دن سورج کے نکاس کے وقت سے تھوڑی دیر بعد لڑائی شروع ہوئی اور تیسرے پہر کے وقت تمام فوج مرہٹہ نے پشت پھیر دی اور نہایت تیزی سے مفرور ہوئی اور میدان جنگ کو مردون کے تودون سے چھپا ہوا چھوڑ دیا۔
جسوقت کہ مرہٹے بھاگے اس وقت فتحمندون نے نہایت جوش وخروش سے انکا تعاقب کیا اور چونکہ انکو ذرا بھی نہ قیام کرنے دیا اسواسطے خونریزی کا مشکل سے اندازہ ہو سکتا ہے ہر ایک طرف کو جدھر مرہٹے بھاگے دس بارہ کوس تک ان کا تعاقب کیا گیا۔ مرہٹون کے کیمپ مین پانچ لاکھ آدمی سے کم نہ تھے جن مین سے ان کا بڑا جزو قتل ہوا یا قیدی بنا اور بھاگے ہوے میدان جنگ والون مین سے زمینداران ملک کے ہاتھون سے تباہ وبرباد ہوے اسباب غارتگری جو مرہٹون کے کیمپ مین پایا گیا وہ غیر معمولی طور سے بہت زیادہ تھا۔ بسواس راؤ اور بھاؤ۔ اوجھنکو سندھیا اور ابراہیم خان گاردی اور بیلاجی اور سنباجی۔ اور انتاجی۔ اور شمشیر بہادر وغیرہ بڑے بڑے سردار قریب قریب تمام فنا ہوگئے۔ مرہٹون کو ایسی بھاری شکست کبھی واقع نہین ہوئی تھی جس سے بڑی افسردگی وپژمردگی ان مین پھیلی اور سارے مرہٹون پر مایوسی وغمگینی چھا گئی اور پیشوا کے خاندان کی ترقی بالکل ٹوٹ گئی ۱۹ ذیقعدہ روز سہ شنبہ ۱۱۷۴ ہجری کو اس شکست کے صدمے سے بالاجی راؤ بھی اپنے بھائی اور بیٹے سے جا ملا اور اسکی ریاست اسکے صغیرسن بیٹے مادھوراؤ کو پہنچی اور بالاجی کا بھائی رگناتھ راؤ کام کرنے لگا۔

آصف جاہ ثانی کا مقتدا خان کی بغاوت دفع کرنا۔ شاہ عالم ثانی کی طرف سے صلابت جنگ کے لیے خطاب آنا

میر مقتدا خان نے قلعہ بیدر مین متحصن ہو کر فساد پیدا کیا آصف جاہ ثانی اسکی سزادہی کے لیے اسکے سر پر پہنچے اور قلعے کا محاصرہ کر کے فتح کر لیا اور سیادت خان کو یہان کا قلعدار بنا دیا بعد اسکے حیدرآباد مین آ گئے اسوقت صلابت جنگ نے شجاع الدولہ بہادر دل خان اورنگ آبادی کو حیدرآباد کا ناظم مقرر کر دیا تھا اور خود اناگونڈی وغیرہ محالات کی طرف دریاے کشنا کے کنارے گئے ہوے تھے بہادر دل خان نے آصف جاہ ثانی کا استقبال کیا آصف جاہ ثانی یہان رمضان کا مہینہ بسر کر کے عیدالفطر کے بعد گلبرگہ مین آئے جہان صلابت جنگ مقیم تھے اور ملاقات کے بعد تازہ طور پر

سلہ دیکھو ماثرالامرا جلد سوم صفحہ ۹۲۷۔

آپس میں عہد و پیمان ہوئے اور محمد آباد بیدر میں برسات بسر کی اور افواج کو معمولی طور پر چراگاہوں اور اُن کے مکانوں کو بھیج دیا۔
شاہ عالم ثانی نے صلابت جنگ کے پاس ایک فرمان بھیجا جس میں اُنکو امیر الممالک کا خطاب دیا تھا۔

رگناتھ راؤ اور مادھو راؤ سے جنگ اور اُن کا مغلوب ہو جانا

۱۱۷۵ہجری میں آصف جاہ ثانی فوج جمع کر کے اور امیر الممالک کو ساتھ لیکر قلعہ بیدر سے روانہ ہوکر اورنگ آباد کی طرف آئے اور رگھناتھ راؤ اور مادھو راؤ بھی فوج اور توپخانہ لیکر چلے شاہ گڑھ میں مسلمانوں اور مرہٹوں میں جنگ ہوئی اورنگ آباد تک لڑتے بھڑتے آئے آصف جاہ ثانی نے یہاں بھاری بھاری سامانوں کو چھوڑ دیا اور ۲۲ ربیع الثانی ۱۱۷۵ہجری کو پونا کی طرف روانہ ہوئے اور مرہٹوں کو مارتے دھاڑتے پونا سے سات کوس پر پہنچا دیا۔ راستے میں شہر ٹونکہ کو جو دکن میں دریائے گنگا کے کنارے آباد تھا اور وہاں ایک عالی شان بتخانہ تھا اور دولت بھی بیشمار جمع تھی برباد کر کے زمین دوز کر دیا قریب تھا کہ پونا کا بھی یہی حشر ہوتا۔ خدا کی شان تو دیکھیے کہ ناصر الملک میر معل علی خان چھوٹا بیٹا نظام الملک آصف جاہ اول کا اس عداوت کی وجہ سے جو بھائی سے رکھتا تھا اور راجہ رام چندر جو اس ریاست میں اعلے درجے کا ایک سردار تھا یہ دونوں ۲۷ جمادی الاولی سنہ مذکور کی رات میں مرہٹوں سے جا ملے اور اس طرح ان کا پلہ بھاری کر دیا۔ اب مرہٹوں نے چاروں طرف سے مسلمانوں کو گھیر لیا انھوں نے بھی توپخانے کے حصار سے نکلکر ہاتھوں میں شمشیر برہنہ لیکر مرہٹوں پر ایسی سختی سے حملہ کیا کہ انکی بہت سی جماعت مقتول و مجروح ہو گئی مرہٹے تاب مقابلہ نہ لاکر میدان سے بھاگ نکلے جب مرہٹوں نے دیکھا کہ مسلمان دو دو چار چار کوس طے کر کے پونا سے سات کوس پر آپہنچے اور انکی کوئی روک تھام نہ ہو سکی اور سمجھ لیا کہ کل پونا تمام ہو جائیگا تو پونا کے رہنے والوں نے رگناتھ راؤ اور مادھو راؤ سے فریاد کی کہ اب کیا تم ہمارے خان و مان کو برباد کرانا چاہتے ہو ناچار دونوں نے مسلمانوں سے دب کر صلح کر لی اور ۲۷ لاکھ روپے کا ملک صوبہ اورنگ آباد و بیدر کا خرچہ جنگ میں دیکر پیچھا چھڑا لیا۔ یہ صلح جمادی الاخری ۱۱۷۵ھ کو ہوئی طرفہ یہ ہے کہ سال گذشتہ میں اسی تاریخ کو شاہ درانی نے بھاؤ کو مغلوب کیا تھا اگر مرہٹوں کی تباہی کے بعد ہی ریاست حیدرآباد کی طرف سے پونا پر حملہ ہو جاتا تو قریب تھا کہ اپنا کھویا ہوا سارا ملک بلکہ کچھ زیادہ مرہٹوں سے زور نکال لیتے آصف جاہ ثانی نے پونا سے لوٹتے ہوئے بیج محلہ علاقہ راجہ رام چندر کو اس غداری کی یاداش میں برباد کر دیا۔

آصف جاہ ثانی کا نواب صلابت جنگ کو قید کردینا

بعد اس کے شروع بارش مین ۱۴ ذیحجہ ۱۱۷۵ھ ہجری کو مقام کرنے کے لیے امیر الممالک اور آصف جاہ ثانی قلعہ بیدر مین داخل ہوے اور یہان ٹھہر کر افواج کو موافق معمول کے چراگاہون کو رخصت کیا یہان صلابت جنگ نے محمد صفدر خان پسر شیر جنگ کو چار ہزاری منصب اور غیور جنگ اشجع الدولہ خطاب دیا۔ رشید الدین خانی مین واقعات مین یہان سنون کو غلط کردیا ہے صلابت جنگ کے ذاتی کامون اور حکومت کے کامون کا مدار اہلکارون پر تھا۔ اُنکے بھائی آصف جاہ ثانی نے ان کو اسی دن اراکین ریاست کے اتفاق سے قلعہ مذکور مین قید کردیا ایک سال اور ۳ ماہ اور ۶ روز قید رہ کر ۲۰ ربیع الاول روز جمعرات ۱۱۷۷ھ ہجری کو زندان ہستی کی قید سے رہائی پائی اور شیخ محمد ملتانی کے مقبرے مین مدفون ہوے حملات حیدری مین جو ۱۱۶۶ھ ہجری لکھے ہین یہ غلطی ہے اس زمانے مین یہ مشہور ہوا تھا کہ محافظون نے قتل کردیا ہے اور وجہ قتل حدیقۃ العالم سے یہ مستفاد ہوتی ہے کہ میر نظام علی خان آصف جاہ ثانی کو یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ مبادا کنا تھ راؤ صلابت جنگ کو چھڑا کر ملک مین فساد پیدا کرے تاریخ وفات یہ ہے ع امیر الممالک بجنت شدہ + ۱۳ سال حکومت کی۔ جب نواب نظام علی خان کو اسکی خبر پہنچی کہ امیر الممالک صلابت جنگ مرگئے تو انکے سوگ مین تین دن تک نوبت بجنی موقوف رہی

یہان تک
تاریخ حیدرآباد کا
پہلا حصہ ختم ہوا

حاشیہ متعلق صفحہ ۱۵۹ حصہ اول سطر ۲۷

قوم نوائت کا نام اس کتاب مین متعدد مقامون مین آیا ہے اس لیے مین اس قوم کے نام اور نسب پر کسی قدر روشنی ڈالتا ہوں نواب عزیز یار جنگ نے اس قوم کی ایک تاریخ مکمل لکھی ہے

واضح رہے کہ نائط بکسر ہمزہ و سکون تائے حطی زبان عربی مین رگ پشت کے معنے میں ہے قوم کی وجہ تسمیہ اگر کچھ ہو سکتی ہے تو یہ ہو سکتی ہے کہ اس قوم کا اتفاق زمانہ سلف میں حد سے زیادہ تھا اور ایک فرد ضعیف کی پشتی پر ساری قوم ٹوٹ پڑتی تھی اور اسی اتفاق کی وجہ سے یہ قوم کامیاب رہی غالباً اسی لیے عربون نے قوم نائط کو اس نام سے موسوم کیا۔ مولوی نجم الدین (؟) عظیم خان نے گلستان نسب میں وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ یہ لوگ وائل بن حجر (؟) جعفر طیار کی اولاد سے ہین اور وائلط کہلاتے تھے کثرت استعمال سے داد ون سے بدل کر نوائت ہو گیا محمد قاسم ابن محمد ہاشم صاحب تذکرہ مشاہدۃ الاصفیا نے قوم نائت کی وجہ تسمیہ یہی لکھی ہے شیخ جلال الدین سیوطی نے بھی کشف الانساب میں اس قوم کو سوالوائط لکھا ہے اور جد واحد الوائط کی اولاد قرار دیا ہے صاحب کشف الانساب ایک مقام مین یون کہتے ہیں کہ اس قوم کا قیام مدینے سے ہجرت واقع ہونے کے بعد موضع وائط میں رہا ہے جو بغداد سے تیس کوس کے فاصلے پر ہے۔ ربان جان ہانڈی نے ترک والاجاہی میں بیان کیا ہے کہ نوائط جمع کا صیغہ ہے مفرد اس کا نائط ہے اور یہ عربوں کی ایک قوم ہے اور مولانا محمد باقر آگاہ نے اپنی تصنیف نفحۃ العنبریہ میں جد قبیلہ کا نام نائط بتایا ہے اور وہ فرزند تھے نضر بن کنانہ جد رسول اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اہل لغت نے اس لفظ کو نوتی بمعنی ملاح سے ماخوذ مانا ہے جسکی جمع نواتی آتی ہے مجد الدین فیروزآبادی قاموس میں کہتا ہے النواتی الملاحون فی البحر لیکن اسپر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ نوتی کی جمع نواتی ہے تو نوائت کیسے صحیح ہو سکتا ہے چنانچہ صاحب مآثر الامرائے ملا احمد نوائتہ کے حالات میں کہا ہے کہ جو لوگ نوائت کو ملاحین کہتے ہیں اور قاموس سے سند لیتے ہیں انکی غلطی ہے اور غلطی کی وجہ یہی ہے کہ نوتی کی جمع نواتی ہے نہ نوائت مگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ نواتی غلط العام طور پر نوائت ہو گیا ہے اور اب اس میں شبہ نہ رہا کہ یہ قوم بوجہ ملاح ہونے کے نوائت کہلاتی ہے چنانچہ مولوی عظیم الدین مدراسی نے اپنی تصنیف صبح النسب میں انکی ملاحی کے ثبوت میں ایک واقعہ بیان کیا ہے اس طرح پر کہ ۱۵۰ھ (؟) ہجری کے بعد جب اس قوم نے حاکم الوقت کے مظالم کی وجہ سے بصرہ سے ہند کا ارادہ کیا تو بصرے کا حاکم جسکے مظالم سے تنگ (؟) ارباب تھے انکی ہلاکت کے درپے ہوا جن کشتیوں پر یہ لوگ سوار ہو چکے تھے انکے ملاح بحکم امیر بصرہ کشتیوں سے اتار لیے گئے سمجھا گیا کہ اب اس قوم کی ہلاکت یقینی ہے لیکن اس قوم کے بعض آدمی کشتی رانی سے کماحقہ واقف تھے جنکی ستودگی نے جہازوں کو منزل مقصود پر سلامت پہنچایا اس واقعے کے بعد اہل بصرہ نے انکو نواتی کا خطاب دیا

لیکن اس مین یہ کلام ہے کہ نوائت اور نواتی مین بہت تفاوت ہے۔ نور الدین مدراسی نے کشف النسب مین جامع العلوم کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ لفظ دراصل نوآمدہ تھا پھر مستعملیون کے تصرف سے نوائت ہو گیا اور حدیقۃ العالم سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ نو وارد کی تصحیف ہے لیکن نوائت کو عربی لغت کے سانچے مین ڈھالنا تکلف سے خالی نہین بلکہ تحقیقی امر یہ ہے کہ یہ خالص ہندوستان کے ایک ملک کا محاورہ ہے اور نوائت تاے فوقانی کے ساتھ صحیح ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ ملاباری زبان مین نوایت کے معنے حاکم اور خداوند کے ہین ملا قاسم ہندو شاہ نے تاریخ فرشتہ کی دوسری جلد مین بہ ضمن تذکرہ وقائع ملابار لکھا ہے کہ جو مسلمان لوگ عرب سے آکر ملابار کے سواحل مین مسکن گزین ہوے انھین وہان کے رہنے والے نوائت یعنی خداوند کے ساتھ مخاطب کرنے لگے۔ علامہ شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنی تصنیف لب اللباب فی تحریر الانساب مین بیان کیا ہے کہ نائت ایک ناحیہ کا نام ہے جو بصرہ مین واقع ہے۔ مصنف تاج العروس فی شرح القاموس نے بھی اسی کو کسی قدر صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ جن اہل تصانیف نے اس قوم کے نام کو تاے قرشت سے خیال کیا ہے من وجہ اُن کا خیال بھی درست ہے اس لیے کہ ہجرت ثانی مین اس قوم کا مقام حدود بصرہ مین واقع تھا پس موضع سکونت کی طرف منسوب کر کے نائتی کہنا بالکل صحیح ہے۔

تمام تحقیقات کا نچوڑ یہ ہے کہ اس قوم کا املا طاے حطی کے ساتھ موضع نائط اور دوسرے معنون سے متعلق ہونے کے سوا نسب سے بھی تعلق رکھتا ہے اسلیے کہ مولانا محمد باقر آگاہ نے جد قبیلہ کا نام نائط بن نضر بتایا ہے لیکن تاے قرشت کا املا متعلق بہ نسب نہین ہو سکتا موضع نائت کی سکونت کی بنا پر ہے جیسا کہ لب اللباب اور تاج العروس سے موضع کا پتہ چلتا ہے پس ان اعتبارات مختلف کے لحاظ سے طاے حطی کے ساتھ نائطی کہنا بھی صحیح ہے اور تاے فوقانی کے ساتھ نائتی بھی۔

حق تحقیق یہ ہے کہ نوائت کا اطلاق اس قوم عرب پر بقول مصنف تاریخ فرشتہ ملاباری زبان کے مطابق ہے ۱۲

ضمیمۂ تاریخ حیدرآباد

کتب خانہ ریاست رامپور میں بادشاہی فرامین کا ایک قلمی مجموعہ ۲۹۱ نمبر پر فن انشا پردازی میں رکھا ہے اس میں محمد شاہ کے متعدد فرمان نظام الملک آصف جاہ اول کے نام موجود ہیں میں ان کا یہاں لفظی ترجمہ لکھتا ہوں۔ اس گلابی اردو میں بادشاہ کے فرمانوں کے اصلی الفاظ بھی موقع موقع سے درج کرنے کا حسن ہے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ بادشاہ کی قوت کتنی کمزور ہو گئی تھی کہ وہ اس قدر تالیف قلب سے پیش آتے تھے اور آصف جاہ کی اعانت کے محتاج تھے ان فرمانوں کا اگر خلاصہ محاورے کی زبان میں کیا جائے تو انکی حقیقت کا اندازہ ہو سکے۔

پہلا فرمان جو امیر الامرا اور قطب الملک کی بربادی سے پہلے لکھا گیا تھا

اس زمانے میں شور بختان شقاوت گیر (قطب الملک و امیر الامرا) نے سیہ بختی کے اقتضا سے جس کو ساقی روزگار و دور رشتہ سرشار نے ان تنگ ظرفاں خود کام کے جام میں ڈالا تھا اور اسی وجہ سے اس گروہ بے شکوہ کے ہاتھ سے سررشتہ ہوشمندی چھوٹ گیا تھا فطرت قلیل اور فکرت علیل کی راہ سے اپنی خاطر فتنہ مآثر میں یہ ارادہ کیا کہ اس فدوی با اعتقاد (نظام الملک) کو حضور میں طلب کرکے اس مورد الطاف بادشاہی کی تمام سپاہ کو متفرق و منتشر کردیں اور مجلس باعیان ساکن قصوبہ کے پاس حکم ہوا کہ عبد الصمد خاں سے جنگ کرکے اسکو برباد کردے۔ اسی طرح اعتماد الدولہ اور دوسرے امرائے قدیم کی فکر میں ہیں تاکہ سرزمین ہندوستان کو مغلوں کے وجود سے جس سے اطاعت والقیاد متصور ہے بالکل صاف کردیں بعد اسکے اپنے جوہر ذاتی کو ظاہر کرکے استقلال کے ساتھ تنہا سلطنت کے کاموں پر حاوی ہوجائیں معاذ اللہ اگر اس گروہ کے منصوبے درست ہوجاویں تو ایک بڑی جماعت کی زندگی ان کے ہاتھ سے تلخ ہوجائے اگرچہ مشیت مالک الملک میں کو ترتیب خلافت اور تربیت بنیاد سلطنت اسکے اختیار میں ہے کسی کو مداخلت نہیں لیکن جو کچھ ہمارے دل دوربیں اور خاطر حقیقت گزیں میں ظہور پذیر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مقاصد عالی کا حصول ہمت بلند اور اندیشہ صادق پر منحصر ہے بادشاہ مرحوم فرخ سیر انار اللہ برہانہ نے اپنے حسن نیت اور صفائے طینت سے جو اس خاندان قدسی نشان کا خاصہ ہے اس جماعت اشرار کے ہاتھ میں اختیارات کی باگ

دیدی تھی اور ان کی خود سری و گردن کشی کا حال معلوم ہونے کے باوجود تدارک کی طرف متوجہ نہوے اور نہایت حسرت و غم کے ساتھ اس عالم فانی سے جہان جاودانی کو رحلت کی یہ حادثہ اور زیادہ ان سرکشون اور مفسدون کے غرور کا باعث ہوگیا یہان تک کہ ہمارے ضمیر خلافت تخمیر پر ان کے ارادہاے فاسد کا حال کھل گیا۔ چونکہ میدان روزگار کی صفائی بغیر شمشیر آبدار کی جوہر نمائی کے ناممکن ہے بادشاہان عالی مقدار اور خسروان نامدار نے سواے امداد صمصام خون آشام کے ممالک کی تسخیر اور اعداے بد سرانجام کی مدافعت نہین کی ہے خصوصًا صاحب قران ثانی (شاہ جہان) اور حضرت عرش آشیانی (اکبر) کا حال صفحات تاریخ پر پڑھنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ انھون نے مفسدون سے ملک ہندوستان کو پاک کرنے مین کتنی کوشش کی ہے۔ صلاح وقت یہ ہے کہ اس سے زیادہ تحمل و تغافل کو بہتر نہ جانکر جس قدر سپاہ اس فدوی ہواخواہ کے ساتھ ہے بلکہ انتظام حدود متعلقہ دکن کے واسطے اور سپاہ بھرتی کرکے دکن کو جاکر اس ملک کو ان ناکسون کے آدمیون سے صاف کرکے (یہ ایما ہے سید دلاور خان اور سید عالم علی خان کے استیصال کی طرف) تمام سپاہ ہمراہی اور توفیر خزانہ اور توپخانہ مرتب کرکے ہمارے پاس آجاؤ۔ غالب یہ ہے کہ جب وہ تمھارے ان عزائم کا حال سنین گے تو غایت غرور سے تمام سپاہ ہمراہ لے کر دکن کی طرف روانہ ہوجائین گے خدا کی مدد سے ان کی سپاہ کے ٹوٹ جانے سے اس زمرۂ ابتر کا سر ٹوٹ جاے گا چونکہ خلائق کے دل ان لوگون سے پھر گئے ہین اور خدا کے فضل سے تمام ملازمین شاہی ان کے استیصال مین اپنی بہتری جانتے ہین اس لیے انکی بربادی مین سب متفق ہوکر کام کرین گے۔ تھوڑی سی کوشش سے ان کا استیصال ہوجاے گا اور اگر کوئی دوسری صلاح تمھارے دل مین پیدا ہوئی ہو تو اسے ہم سے عرض کرو تاکہ اسکے موافق عمل درآمد کیا جاے۔ غرضکہ اس مہم کا سرانجام اہم جانکر ذرا بھی توقف و تخلف روا نہ رکھو۔

دوسرا فرمان جو دلاور خان و عالم علی خان پر نظام الملک کی فتحیابی کے بعد لکھا تھا

اس آب گوہر نجابت جوہر شمشیر شجاعت کی دلاوری ودلیری اور تیغ زنی کا آوازہ اور رستمانہ معرکہ آرائی کا غلغلہ ہمارے کانوں تک پہنچا۔ اس جرات وجسارت نے افراسیاب اور رستم کا نام صفحۂ روزگار سے مٹا دیا اور بہادران عرب وعجم کی شجاعت کو اس معرکہ آرائی نے دلوں سے بھلا دیا۔ اس حال کے سننے سے دلوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور زبانوں پر تعریف کے الفاظ آگئے۔

این کارنامہ ایست کہ آمد بروے کار ۔ این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

یا مدد دست اگر بہ سخن سحر وکمان ۔ بردست وبازوے تو ہزار آفریں کنند

منشیان درگاہ آسمان جاہ کو حکم ہوا کہ ہر ملک میں اس جنگ کا فتحنامہ اس عمدہ خانہ زاداں عقیدت شعار کے نام سے لکھکر بھیجیں اور ہمارے حالات میں جہاں فتوحات کے واقعات اور سوانح جہان آرا مرقوم ہوتے ہیں اس مقدمۃ الجیش کے ترددات کو عنوان مقدمات سازیں خدائے علیم گواہ ہے کہ ہمارا دل کسقدر اس فدوی ارادت کیش سے متعلق ہوا ہے اور اس ہوا خواہ یک رنگ کی فدویت ہزار رنگ کے ساتھ ہمارے نگارستان خاطر مقدس میں نقش پذیر ہوئی ہے حق تعالیٰ ہر حالت میں صحت وسلامتی کے ساتھ رکھے اور دوسرے نوکروں کو حسن کارگذاری کی توفیق بخشے اس رکن سلطنت کی عرضداشت ابتک کس لیے نہیں بھیجی چاہیے کہ ہماری روز افزوں عنایت ومرحمت کو اپنے شامل حال ہمیشہ جانتے رہیں اور نظم ونسق حدود متعلقہ سے خبردار رہیں۔

نظام الملک کی جوابی عرضداشت

حضور کا منشور کرامت ظہور جس میں دلاور خاں اور عالم علی خاں کی لڑائی کا حال معلوم ہونے کا ذکر اور فدوی کی عرضداشت نہ بھیجنے کا بیان تھا وحی آسمانی کی طرح نزول فرمایا جس نے اس ذرہ بے مقدار کے سر کو مہر اور کی بلندی تک پہنچایا اس شکرگذاری کے لیے اگر ہر موے تن زبان ہو جاتا تب بھی ایک شمہ عہدۂ شکرگذاری سے سبکدوش نہ ہو سکوں اللہ تعالیٰ ذات مقدس مبارک کو جو محفل آرائے دین ودولت وشیرازۂ ملک وملت ہے مدت دراز تک اورنگ خلافت واقبال پر

سایہ گستر رکھے تنبیہ و تادیب مخالفان بدنہادمین ایسی کون سی عجیب و غریب کارگذاری خانہ زاد سے ظہور مین آئی تھی کہ عرضداشت بھیجتا۔ خانہ زادون کا منتہائے مرام اور عقیدت مندون کا معراج کمال اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ خداوندی مین جان نثاری کرین۔ فدوی کی طرف اعیان و انصار کی کمی اور دشمنون کی طرف راجپوتون اور مرہٹون کی کثرت غایت ظہور کی وجہ سے محتاج اظہار نہین ہے خدا گواہ ہے کہ عرصۂ جنگ اتنا تنگ ہوگیا تھا کہ قلم کو اسکے بیان کا یارا نہین ہے پیر و مرشد کے کام مین کہ سعادت جاودانی ہے سوائے جانفشانی کے کوئی دوسری آرزو نہ تھی ایسے سخت معرکے مین تائید ایزدی کی روشنی نے فتح و نصرت کو چمکایا اور اعدائے باغی و نافرمان کفران نعمت کی پاداش مین منزل عدم مین شعلہ افروز جہنم ہوئے۔ چونکہ فتح و نصرت رب العزت کے ہاتھ مین ہے مخالفان تیرہ رائے کو دین و دنیا مین نقصان و وبال حاصل ہوا۔

تیسرا فرمان

خانہ زاد با فرہنگ نظام الملک فتح جنگ بعنایت خاص بادشاہی مستظہر و مباہی بودہ بداند امیر الامرائے نمک حرام کے مارے جانے کے بعد ہم دار الخلافت کی طرف جانے کو متوجہ ہوئے تھے کہ ہم سے عرض کیا گیا کہ عبد اللہ خان کوتہ اندیش نمک حرامی کی راہ سے محمد ابراہیم کو دست آویز (بادشاہ) بناکر پریشان اور بھاگی ہوئی جماعت کو جمع کرکے جنگ کا ارادہ رکھتا ہے ہمارا یہ ارادہ نہ تھا کہ وہ ہمارے ہاتھ سے تباہ ہو گو مستوجب سیاست و مستحق عقوبت تھا اس لیے اسکو بہت سی باتین نصائح کی کہلائین لیکن چونکہ اس کا اقبال جاتا رہا تھا قضا سر پر کھیل رہی تھی راہ راست پر نہ آیا ہماری باتون کو نہ سنا اور لڑائی پر آمادہ ہوا اس لیے ہم نے بھی لڑائی کا اہتمام کرایا۔ ۱۲ محرم کو دار الخلافتہ سے بیس کوس پر ہمارا لشکر پہنچا تھا کہ وہ سپاہ اور توپخانہ کثیر لیکر مقابل ہوا اور صبح کے وقت اسکے بہت سے ساتھی مارے گئے دوسرے دن ہماری سپاہ نے دشمن کی جمعیت پر حملہ کرکے اکثر لوگون کو قتل و اسیر کیا اور محمد ابراہیم جو میدان جنگ سے بھاگ نکلا تھا وہ بھی گرفتار ہو کر آیا اس فتح کا مژدہ کہ جس کا ظہور تمھاری پیش قدمی کے نتائج سے ہم جانتے ہین تمکو بطور مبارکباد کے پہنچاتے ہین چاہیے کہ اللہ کا شکر ادا کرکے اس طرف کے ملک کے انتظام مین سرگرم رہو۔

چوتھا فرمان

عمدۂ امرائے عظیم الشان قدوۂ خوانین بلند مکان مہبط عنایات سلطانی مورد الطاف خلیفۃ الرحمانی

گنجور اسرار بادشاہی محرم رموز دولت خواہی رکن رکین سلطنت عمدہ عمید خلافت ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و اقبال صاحب السیف والقلم رافع اللوائے طبل و علم وزیر صائب تدبیر سپہ سالار ظفر جنگ یار وفادار بے ریو و رنگ نظام الملک بہادر فتح جنگ بعنایت خاص مستظہر و مباہی بودہ بداند

کہ اس زمانہ سعادت پیرا اور اوان دولت افزا میں فضل و کرم بادشاہانہ نے اس رکن السلطنت کو والا رتبہ وزارت جو حضور کی بڑی خدمت اور تمام کاموں کا مرجع ہے تفویض کرکے ہم سروں میں سر بلندی بخش کر تمام کارہائے متعلقہ کے حل و عقد کو تمہارے ہاتھ میں دیا اور تمہارے یہاں پہنچنے تک نیابت وزارت کا کام عنایت اللہ خان کے تفویض کر دیا گیا اور دکن کی صوبہ داری بھی اس خدمت کے ضمیمے کے طور پر بحال رکھی چاہیے کہ شکر الٰہی ادا کرکے اپنا کوئی مستقل نائب دکن میں رکھکر جلد ہمارے پاس چلے آؤ۔

پانچواں فرمان

مدار دولت بادشاہی باعث امن و امان ملک شاہنشاہی تیر صعدد معرکہ آرائے رزم و رزم جنگ قاتل کفار کشور فرنگ تاج شاہان روم و رنگ یار وفادار بے ریو و رنگ اعتماد خلافت نامدار آصف جاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ بعنایت خاص جہاں پرور معزز و مفتخر بودہ بداند۔

تمہاری عرضداشت جس میں بڑے مسافت کرکے فرصت قلیل میں باجی راؤ کو سزا دینے کا اور مرہٹوں کی آوارگی و سراسیمگی کا مفصل حال مندرج تھا پہنچی ایسی جرأت و جسارت اس سیف مسلول شجاعت و سہم معقول شہامت سے معلوم ہوئی سے این کار از تو آید و مرداں چنین کنند + تمہارے عریضے کے موصول ہونے سے پہلے نہایت وحشتناک مختلف خبریں مشہور ہوتی تھیں جو کہ دروغ کو فروغ نہیں ہوتا تو اب انکی حقیقت کھل گئی ملک گجرات و سورت و مالوہ کا ادمعف اس قدر خرابی و ویرانی کے سلامت رہنا فی الواقع تمہاری کوشش کا نتیجہ ہے ہمیشہ توجہ خاطر ملکوت ناظر تمہارے حال پر مبذول ہے اور عنان عزیمت اطمن اہل بغی و عصیاں کے شر سے تم کے استیصال کی طرف معروف ہے۔ انشاء اللہ جماعت مستحق عذاب و نکال جلد مکافات اعمال میں گرفتار ہونے والی ہے۔

چھٹا فرمان۔ یہ اس وقت لکھا گیا تھا کہ نظام الملک انحراف کے ارادے سے دہلی سے روانہ ہوئے تھے

عمدۂ امرائے با فرہنگ یار وفادار بے ریو ورنگ نظام الملک بہادر فتح جنگ بعنایت خاص عز اختصاص یافتہ بدانند۔

تم بوجہ مخالفت آب وہوائے دہلی کے دو ماہ کے واسطے شکار کھیلنے کے لیے رخصت لیکر مرادآباد کی طرف گئے تھے وہان سے مالوے کو اور مالوے سے اورنگ آباد کو چلے گئے اور دکن کی حکومت اس رکن السلطنت کے استعفا دینے کی وجہ سے مبارزخان کے حوالے ہوئی تھی۔ تم ہمیشہ اس صوبے کی ویرانی و کم حاصلی ظاہر کرتے رہتے تھے۔ اگر یہ تمام خواہش اس یار وفادار کی معلوم نہوتی تو کس لیے وہ صوبہ مبارزخان کو دیا جاتا اور چونکہ اورنگ آباد کی طرف تمھاری روانگی کا حال مسموع ہوا اور معلوم ہوا کہ تم اس خدمت سے کنارہ کش ہوے تو تمھاری نیابت مین بخشی الملک اعتماد الدولہ کو غازی الدین خان کی شاملات سے امور ریاست تمھاری نیابت مین تمھارے واپس آنے تک سپرد ہوے ہین وہ تمھاری نیابت مین کام کرتے ہین کچھ تمھارا عزل عہدۂ جلیلہ وزارت سے منظور خاطر نہین ہے۔ ایسی بات کبھی ہمارے خیال مین بھی نہین گذری ہے اس قابل العنایت کی خدمات کے حقوق اسطرح ہمارے صفحۂ خاطر پر منقوش ہین کہ ارباب خلاف کی ریشہ دوانی سے وہ محو نہین ہوسکتے جو کہ ایسی مہمات کے جوہر استعداد و استحقاق مالک الملک تعالی شانہ کی پیشگاہ سے ہر ایک کو نصیب نہین ہوتے بس تمھارے سوا کہ ہر وقت شاہراہ خدمت پر مستعد رہتے ہو کون ایسا شخص ہے کہ ایسے اہم کامون کی بجا آوری کا خلعت لے سکے قامت لیاقت پر زیبا معلوم ہو وزارت اور صوبہ داری دونون اس سپہ سالار ارادت شعار کے لیے مسلم ہین اطمینان خاطر کے ساتھ مشغول کار رہو اور جب تک دل چاہے اس صوبے مین مقیم رہو اور جب مرضی ہو دارالسلطنت مین چلے آؤ۔ ہماری خاطر ملکوت ناظر کو ظاہر و باطن مین اپنے حال پر متوجہ جانتے رہو اور صوبہ دکن مبارزخان کے حوالے ہوگیا ہے اس سے متعرض نہو۔

ساتوان فرمان

زبدۂ امرائے عظیم الشان قدوۂ وزرائے بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت

واقبال در پرمصائب تدبیر یار وفادار بے ریو رنگ نظام الملک بہادر فتح جنگ بعنایت بادشاہی مستظہر و مباہی بودہ ماند۔

اس زمانے مین اجیت سنگھ (والی جودھپور) نے صوبۂ اجمیر مین ایسا شر و فساد برپا کر رکھا تھا کہ مخلوق اسکے ہاتھ سے پریشان ہو گئی تھی اس لیے ہمارے حکم سے شرف الدولہ سید ابادت مند خان بہادر صادق و فوج معلیہ کے ساتھ اسکی سزا کے لیے مامور ہوا تھا خان مذکور کے بارہول پہنچنے کے بعد اور سپاہ قاہرہ اسکی مدد کو بھیجی گئی لیکن اسپر بھی خان مذکور اجیت سنگھ کی تنبیہ کے لیے پیش قدمی نہ کرتا تھا یہ حال دیکھکر اجیت سنگھ نے زیادہ سرکشی اختیار کی اور اپنے مقام سے چند کوس چل کر سپاہ بادشاہی کے قریب آگیا اس یار وفادار کا انتظار حد سے گذر گیا اور اجیت سنگھ کی بغاوت بڑھتی رہی اس لیے سپاہ کی حکومت معز الدولہ حیدر قلی خان کے ہاتھ مین دیدی۔ خان مذکور کوٹ پتلی تک بھیجا اور لڑائی کی تیاری شروع کی اور دشمن کی کثرت کو خیال میں نہ لاکر جنگ کو آمادہ ہوا غرہ شعبان کو اجیت سنگھ سے مقابلہ کیا سخت جنگ کے بعد اجیت سنگھ کا بیٹا جو سرداران راجپوت کے ساتھ اسکے پیش لشکر مین تھا مارا گیا اور بہت سے سردار بھی کام آئے محکم سنگھ جاٹ جو تمام فتنہ و فساد کی جڑ تھا گرفتار ہوا اور دشمن تباہ ہوئے اس کامیابی کے صلے مین معز الدولہ کو صوبۂ اجمیر کی حکومت حوالے ہوئی اور ایک زبردست لشکر راجپوتون کا استیصال ہونے تک اُسکے ساتھ مقرر کر دیا جو کہ رب الارباب کی شکرگذاری تمام بندہاے خلافت پر واجب ہے تم بھی خدا کا شکر بجا لاؤ اور اسلام نگر کے کام سے فرصت پاکر ہمارے پاس آجاؤ۔ ۵ ماہ مبارک رمضان کو لکھا گیا۔

فرمان محمد شاہ۔ بنام مبارزخان نظام الملک کے استیصال کے کام مین بزدلی دکھانے کی ملامت مین

شجاعت و شہامت دستگاہ مبارزخان بہادر بداند۔ دکن کی صوبہ داری اس شجاعت شعار کے لیے اس وقت مقرر ہوئی کہ اس عقیدت شعار نے اس عہدے کی استدعا کے واسطے ہمارے پاس مکرر عرضیان بھیجیں جن مین اپنی جرات کا اظہار کیا تھا اور لکھا تھا کہ اطاعت وغیرہ میرے ساتھ متفق ہین اس بات کے معلوم ہونے سے نظام الملک اور اسکے مددگارون کی طرف سے توجہی ہوئی۔ پہلا فرمان جو تمھارے نام صادر ہوا تھا تو اسوقت نظام الملک مرادآباد کی جانب اور عضد الدولہ دیوگڑھ کی طرف تھا اور نگ آباد خالی تھا ایک چھوٹے سے قلعہ کو جو

کے محاصرے مین تم نے کوشش بے حاصل کرکے اتنا توقف کیا کہ وہ دونون اورنگ آباد مین جمع ہوگئے اور جبکہ مقابلے کا وقت آیا تو تم نے بارش کا بہانہ کیا حالانکہ بارش جوانمردون اور بہادرون کے عزائم کے لیے مانع نہین ہوسکتی اور تم شہر سے چھ کوس پر بیٹھ گئے اور رشتہ کار کی گرہ کھول سکے باوجودیکہ تمھاری استدعا کے بموجب بہادر خان وغیرہ کے نام اس مضمون کے فرمان یہان سے جاری ہوئے کہ وہ وقت پر تمھاری مدد کرین پس ایسی حالت مین بھی مقابلے سے گریز کرنے کا سبب عدم جرأت وجسارت کے سوا کیا ہوگا کہ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انتظام ملک مین خرابی پیدا ہوگئی اور خودسر خیرہ سر ہوگئے تمھارے اصرار پر فوج کا اجتماع کرایا۔ معتمدان خلافت نظام الملک کی بحالی کے لیے اصرار کرتے تھے لیکن انکے معروضے سے چشم پوشی کی جو کچھ تم نے سپاہ جمع کی وہ دیکھنے ہی کی تھی اب متحقق ومتیقن ہوا کہ تم سے کچھ نہو سکے گا اور تمھارے ہمراہیون کا عزم طائر بے بال وپر کی طرح ہے اب اس سے زیادہ اغماض مصلحت کے خلاف جان کر اس ملک کی صوبہ داری نظام الملک پر بحال کی جاتی ہے اور عظیم آباد پٹنہ اس شجاعت دستگاہ کے لیے مقرر ہوتا ہے براہ پنور یا سیکاکل کی راہ سے جدھر سے مناسب سمجھو تعلقۂ ماموره کو چلے جاؤ فرمان خدمت کا بھی مرسل ہوتا ہے اور نظام الملک کو لکھدیا گیا ہے کہ تم سے متعرض نہو۔

نوٹ معلوم ہوا کہ محمد شاہ کا دل جس طرح سادات بارہہ کی طرف سے مکدر تھا اسی طرح نظام الملک کی جانب سے بھی دل مین غبار تھا مگر انکی تباہی کے لیے کوئی جوانمرد انکو میسر نہوا اور یہ ارمان آخر دم تک بادشاہ کے دل مین رہا اپنی کمزوری اور عدم دوراندیشی سے نظام الملک کو بڑھا کر اور سادات بارہہ کو مٹا کر محمد شاہ کو بہت پشیمانی حاصل ہوئی اور نظام الملک کی خودسری کا تدارک نہو سکا۔

محمد نجم الغنی

بیٹھ کر گھر مین سیر دنیا کی
یہ تماشا کتاب مین دیکھا

شائقین علم تاریخ کو مژدہ ہو کہ کتاب نایاب بے مثل لاجواب حاوی حالات جدید دکن

موسوم بہ

تاریخ ریاست حیدرآباد دکن

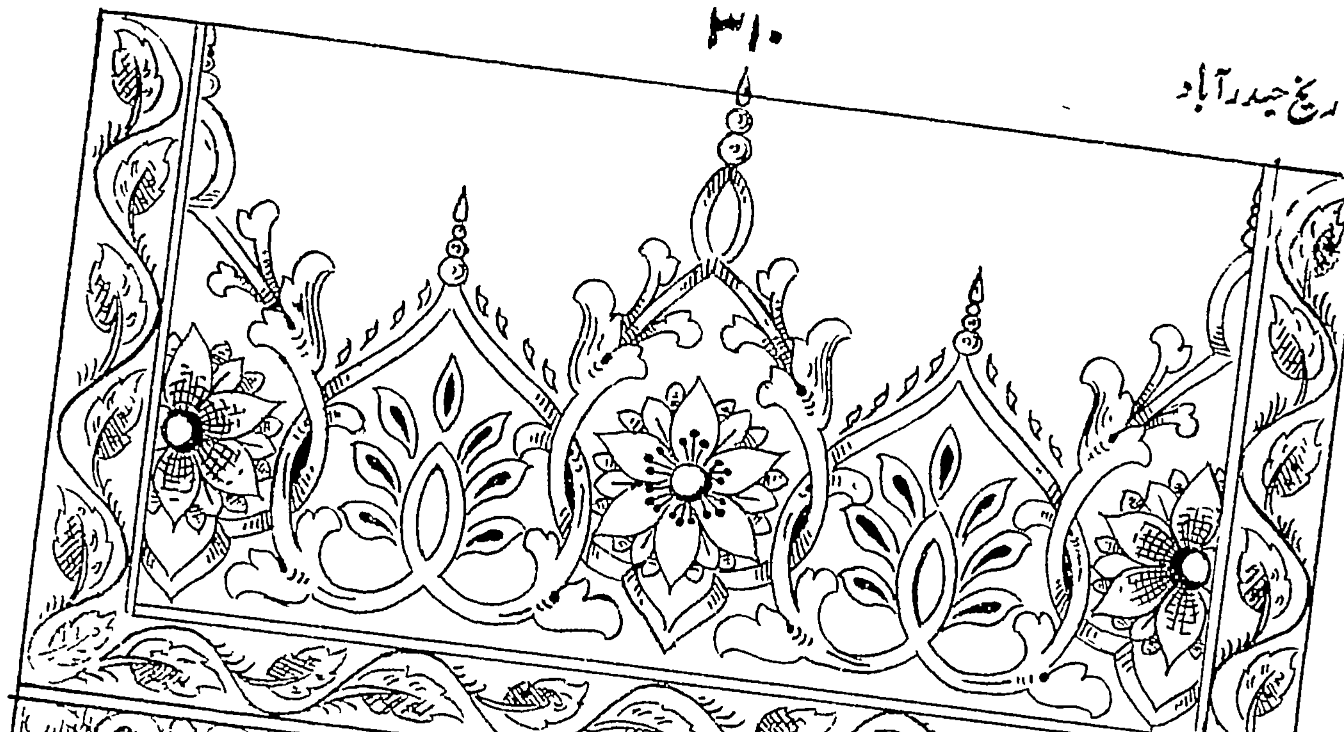
حصۂ دوم

جس میں فرمان فرمایان ریاست مذکور یعنی میر نظام علی خان آصف جاہ ثانی اور میر اکبر علی خان سکندر جاہ آصف جاہ ثالث اور فرخندہ علیخان آصف جاہ رابع اور تہنیت علیخان آصف جاہ خامس اور میر محبوب علیخان آصف جاہ سادس اور اعلیٰحضرت سکندر صولت میر عثمان علیخان بہادر آصف جاہ سابع کے یوم مسندنشینی سے آخر تک کے حالات و ضمنی واقعات تا زمانۂ حال مفصلاً مذکور ہیں۔

مصنفۂ
خیر اللاحقین بالماہرین سابقین علامہ حکیم محمد نجم الغنی خان رامپوری مصنف کتب متعددۂ متداول

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ
مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین طبع ہو کر شائع ہوئی

سنہ ۱۹۳ء



بسم اللہ الرحمن الرحیم

و نصلی علی رسولہ الکریم

اسد جنگ نظام الدولہ نظام الملک آصف جاہ ثانی میر نظام علی خان بہادر کی مسند نشینی

یہ نظام الملک آصف جاہ اوّل کے چوتھے بیٹے تھے غرۂ شوال سنہ ۱۱۴۷ ہجری کو پیدا ہوئے تھے ماں کا نام عُمدہ بیگم تھا مادّۂ تاریخ ولادت لفظ سعید بخت ہے اور تاریخ ولادت اس مصرع سے بھی ظاہر ہے ؎

طلوع آفتاب از صبح دولت

ان کا اصلی نام میر نظام علی خان ہے۔ امیر الممالک صلابت جنگ نے آصف جاہ ثانی خطاب اور منصب ولی عہدی دیا تھا۔ یہ قلعۂ بیدر مین ابھی مقیم تھے کہ عالی گہر شاہ عالم ثانی نے باوجودیکہ اُس کا کوئی اقتدار نہ تھا ایک فرمان اپنی طرف سے صلابت جنگ کے صوبۂ دکن سے عزل اور آصف جاہ ثانی کے تقرر کی بابت بھیجا جس کا استقبال آصف جاہ ثانی نے کرکے اس فرمان کے مطابق مسند ریاست کو بالاستقلال آرائش دی جیسا کہ غلام امام خان ترین نے میر عالم کی اتباع سے لکھا ہے مگر ایسے احسان فراموشی کے کام مین جس سے آصف جاہ ثانی کے اخلاق پر حرف

آتا تھا ایک غیر مختار بادشاہ کی فرماں پذیری نہ کرتے تو اُنکو دکن میں کیا قدرت حاصل تھی۔ اسکے بعد نواب نے رکن الدولہ لشکر خاں کو جو اُس وقت مدار المہامی کا کام کر رہے تھے معزول کرکے بھگل داس برہمن چھچھ ساکن سنگم گڑھ کو راجہ پرتاپ ونت خطاب دیکر اپنی ریاست کا مختار کل مقرر کرکے تمام مہمات مالی و ملکی اُسکے ہاتھ میں دیدیے حدیقۃ العالم میں جہاں اس کا ذکر آیا ہے وہاں راجہ بہادر کے نام سے یاد کیا ہے۔

مادھوراؤ اور رگناتھ راؤ میں مخالفت۔ آصف جاہ ثانی اور رگناتھ راؤ میں موافقت کے بعد بگاڑ ہوجانا رگناتھ راؤ کا نواب کے علاقے میں دھوم مچانا

۶ جمادی الاخری سال گذشتہ کو جو رگناتھ راؤ اور مادھوراؤ اور آصف جاہ ثانی میں صلح ہوکر وہ دونو سردار پونا کو چلے گئے تھے وہاں دونوں میں اَن بَن ہوگئی مادھوراؤ کے اہلکاروں نے چاہا کہ موقع پاکر رگناتھ راؤ کو قید کرلیں لیکن رگناتھ راؤ کو اس بات کا چہ لگ گیا وہ ۳۰ صفر ۱۱۷۶ ہجری کو جریدہ کچھ سوار و نکے ساتھ پونا سے نکلا اور ناسک کی طرف روانہ ہوا۔ محمد مراد خاں اورنگ آبادی کہ آصف جاہ ثانی کا ایک سردار تھا اور مرہٹوں کی استمالت کے لیے نواب کی طرف سے مامور تھا اورنگ آباد میں مقیم تھا اُسے جب رگناتھ راؤ کے پونا سے نکلنے کی خبر سُنی تو ۱۴ صفر سنہ مذکور کو اورنگ آباد سے عیلگری کے ساتھ کوچ و مقام کرکے ناسک کے نواح میں رگناتھ راؤ سے جا ملا رگناتھ راؤ اس وقت نہایت بے سامانی کی حالت میں تھا مراد خاں کے آنے کو اپنے حق میں مغتنم سمجھا اور نہایت اعزاز سے پیش آیا جب رگناتھ راؤ کے ساتھ مراد خاں کے شامل ہونے کا حال مادھوراؤ کے اہلکاروں نے سنا تو اُنکو یقین ہوگیا کہ آصف جاہ ثانی رگناتھ راؤ کی حمایت پر آمادہ ہیں تو مادھوراؤ کے اکثر سردار رگناتھ راؤ سے آملے اس وجہ سے رگناتھ راؤ کے ساتھ ایک عمدہ جماعت ہوگئی اور وہ اورنگ آباد سے احمد نگر کی جانب چلا گیا مادھوراؤ بھی پونا سے فوج لے کر نکلا اور احمد نگر سے ۴ کوس پر ۲۵ ربیع الثانی ۱۱۷۶ ہجری کو دونوں میں جنگ ہوئی مادھوراؤ نے شکست پائی اور میدان جنگ سے الگ ہوگیا اور اماں چاہی دوسرے روز اپنے چچا رگناتھ راؤ کے پاس خود چلا گیا۔ نواب آصف جاہ ثانی رگناتھ راؤ کی مدد کے لیے بیدر سے روانہ ہوکر جگاؤ کے قریب تک پہونچ چکے تھے کہ دونوں میں صلح ہوجانیکی خبر سُنی۔ جبکہ آصف جاہ ثانی کا لشکر بدگانوں میں پہونچا تو رگناتھ راؤ وہاں نواب کے پاس آیا اور جمادی الاولی کے پہلے عشرے میں دونوں کی ملاقات ہوئی نواب نے اُس کی ضیافت کی رگناتھ راؤ نے پچاس لاکھ روپے کا ملک اور دولت آباد کا قلعہ اس عنایت کے شکریے میں نواب کے حوالے کردیا اور سندیں مرتب کرکے نواب کے سفیروں کے حوالے کردیں جو کہ یہ کار عظیم

محمد مرادخانکی کوشش سے ہوا تھا راجہ پرتاپ ونت جل بھنا اور قبل اس سے کہ نواب کا قبضہ اس قلعے اور ملک مفوضہ پر ہوتا صلح کو درہم برہم کرادیا اور آصف جاہ کو یہ پٹی پڑھائی کہ رگناتھ راؤ کو معطل کر کے جانوجی پسر رگھوجی بھوسلہ کا سدار برار کو رگھناتھ راؤ کا قائم مقام کرادیا جائے چنانچہ یہ لالچ اُسکو دیکر آصف جاہ کے پاس بلالیا ناصر الملک جو آصف جاہ اول کے چھوٹے بیٹے تھے وہ اپنے بھائی سے علیحدہ ہوکر مرہٹون کے پاس چلے گئے تھے اُنکی وہان کچھ آؤبھگت نہ ہوئی اس لیے کبیدہ ہوکر ۱۴ شعبان سنہ مذکور کو اپنے بھائی آصف جاہ ثانی کے پاس چلے آئے۔ اس کے بعد نواب اپنی سپاہ کو مرتب کر کے رگناتھ راؤ کے سرپر جا پہونچے اُسنے اُنکا مقابلہ اپنی طاقت سے باہر پاکر تیس ہزار سوارون کے ساتھ نواب کا ملک تاخت و تاراج کرنے کے لیے کوچ کیا اور اورنگ آباد کے پاس آکر شہر کی غربی جانب مقام کیا اور اہل شہر سے بہت سا روپیہ بطور تاوان کے مانگا وہان کا ناظم موتمن الملک تھا گو اُسکے پاس مقابلے کے قابل نہ سامان جنگ تھا اور نہ کافی سپاہ تھی تاہم اُسنے قلعے کا پورا استحکام کر کے مورچے تیار کرا کے جوانمردون کے سپرد کر دیے اور سکنائے شہر نے بھی مدد کی اور آصف جاہ ثانی کی طرف سے مدد پہونچنے تک دشمن کے ساتھ لطائف الحیل مین وقت گذارنے لگا۔ رگناتھ راؤ اس گرہ کو تاڑ گیا اور قلعہ گیری کی سیڑھیان تیار کرا کے ۲۰ شعبان سنہ مذکور کو سورج کے نکاس پر حملہ آور ہوا فوج کو چارون طرف سے چڑھنے کا حکم دیا اور خود شہر کی شمالی جانب کھڑا رہا اس کے سپاہی سیڑھیان دیوار کے تلے کھڑی کر کے ہاتھیونکو دیوار کے متصل لائے اور چند آدمی چڑھنے لگے قلعہ اور باغ کی دیوار کے تختون کو توڑ کر اندر داخل ہونا چاہا کہ ہمت خان برادر محمد مراد خان اور شہر کے تماشائیون نے گولیون اور تیرون اور جوتون کی اُنکے سرونپر اس قدر بارش کی کہ دشمن کے بہت سے آدمی دیوار کے تلے مرگئے یہ حال تو اُس طرف کے حصے کا ہوا جدھر رگناتھ راؤ کھڑا ہوا تھا شہر کے دوسری طرف کے حصے مین بھی شہریون نے حملہ آورونکی خوب مرمت کی کہ مرہٹے کثرت سے مقتول و مجروح ہوئے عین شدت جنگ مین ایک گولی رگناتھ راؤ کے فیلبان کے لگی رگناتھ راؤ حسرت واندوہ مین مبتلا ہوا اور یورش بند کردی کہ اسی عرصے مین نواب آصف جاہ ثانی کے قریب پہونچ جانے کی خبر آئی رگناتھ راؤ یہان سے بگلانہ کی طرف بھاگ گیا۔ ۲۶ شعبان سنہ مذکور کو نواب کی سپاہ اورنگ آباد مین داخل ہوگئی۔ دشمن کا ارادہ تھا کہ ملک برار مین پہونچکر بربادی پھیلائے نواب کڑے کڑے کوچ کر کے بالاپور کی طرف پہونچکر سد راہ ہوئے۔ مرہٹے ادھر سے توجہ کاٹ کر اورنگ آباد کے قریب سے گذرتے ہوئے حیدرآباد کی طرف چلے گئے۔ نواب نے بھی ادھر عطف عنان کر کے دریائے گنگا تک تعاقب کیا۔ اب یہ مصلحت قرار پائی کہ مرہٹون کا تعاقب کرنے سے یہ بہتر ہے کہ اُنکے ملک کو برباد کرنا چاہیئے چنانچہ نواب آصف جاہ ثانی اپنی فوج لے کر پونا کی طرف بڑھے اور احمد نگر کی پہاڑی سے گذر کر سپاہیونکے گروہون کو ہر طرف لوٹ مار کے لیے

مقرر کیا اور خود پونا کی طرف آئے شہر والے ریاست حیدرآباد کی فوج کی آمد کا حال سنکر اپنے اپنے گھروں کو چھوڑ کر بھاگ نکلے نواب کی سپاہ پونا سے دو کوس کے فاصلے پر جا کر ٹھہری پھر پونا کو اتنا برباد کیا اور آتش زنی سے عمارات کو یہاں تک جلایا کہ شہر ویران ہو گیا اور فوج نے اطراف پونا میں پھیلکر اُسکی تباہی میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔

سبحان اللہ بالاجی راؤ اور بھاؤ کے عہد میں کسی کی یہ قدرت نہ تھی کہ اُن کے کسی علاقے میں مخالفانہ طور پر قدم رکھ سکتا۔ مرہٹوں کی قوت غایت عروج پر تھی اور اُنکی قلمرو کی وسعت یہاں تک پہونچی تھی کہ شمال میں سرحد اُسکی کوہ ہمالیہ اور دریائے اٹک اور جنوب میں جزیرہ نمائے دکن کے عین سرے تک یعنی سمندر تک پھیلی ہوئی تھی اور حدود مذکورہ میں جو ملک اُنکی حکومت سے خارج تھے وہ اکثر اُنکے باجگذار تھے یا اُنکی دستبرد سے پامال تھے۔

ادھر رگناتھ راؤ حیدرآباد میں پہونچا اور غرۂ ذیقعدہ ۱۱۷۶ ہجری کو شہر پر یورش کی لیکن بہادر دل خان اورنگ آبادی ناظم حیدرآباد نے اپنی جمعیت اور گولے گولیوں اور تیروں کی مار مار سے ہزاروں مرہٹوں کو خاک و خون میں لٹا دیا رگناتھ راؤ بے نیل مرام لوٹ گیا نواب آصف جاہ نے پونا سے پورندھر ہوتے ہوئے دریائے بھیما تک سارا علاقہ پامال کر ڈالا۔

راجہ پرتاپ ونت کا مارا جانا رگناتھ رائو کے ہاتھ سے نواب کی سپاہ کا نقصان عظیم اُٹھانا۔ میر موسیٰ خان کی مدار المہامی

رگناتھ راؤ نے نظام علی خان کے ملازم جانوجی بھونسلہ کو تیس لاکھ روپیے کی آمدنی کے علاقے کا لالچ دیکر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی بھونسلا بوجہ جنسیت اور لالچ کے اس سازش میں شریک ہو گیا اسی عرصے میں برسات کا موسم آگیا آصف جاہ ثانی قیام کے ارادے سے محمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوئے اثنائے راہ میں جب قلعہ دھارور پر آئے تو جانوجی بھونسلے نے جو ہمرکاب تھا راجہ پرتاپ ونت سے کہا کہ اس سال اگر نواب اورنگ آباد میں ٹھہریں تو بہتر ہو کہ وہاں سے پونا بھی قریب ہے اور ناگپور بھی نزدیک ہے راجہ پرتاپ ونت اس فساد نیتی کی ترغیب میں آگیا اور نواب اُس کے عرض کرنے سے لوٹ گئے جبکہ تمام لشکر گنگا کے کنارے پہونچا تو اُس کو نہایت طغیانی پر پایا چند روز تک اس انتظار میں قیام کیا کہ ندی اُتر جائے اس فوج کے آدمیوں کے دو حصے ہو گئے ایک حصہ تو نواب کے ہمراہ گنگا کو اتر گیا اور دوسرا حصہ دوسرے کنارے پر بدستور راجہ پرتاب ونت کے ساتھ پڑا رہا اُس وقت جانوجی کہ رگناتھ راؤ سے خفیہ سازش رکھتا تھا ہنگامہ سپاہ کے بہانے سے تنخواہ کے واسطے راجہ سے جدا ہو کر تیس کوس کے فاصلے پر جا اترا رگناتھ راؤ جو تاک میں بیٹھا ہوا تھا وہ راجہ پرتاب ونت کے سر پر جا پہونچا اور قتل و غارت کا

ہاتھ دراز کیا راجہ بہادر نے اُسی تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ مقابلہ کیا مسلمانون نے یہان تک جلاوت
کی کہ مرہٹون کی فوج کو زیر و زبر کر کے رگناتھ راؤ کے آہنی ہودج تک پہونچ گئے اور ہاتھی کے رسے
کاٹ کر اُس کا سر قلم کرنا چاہا جو لوگ سلے ہوئے تھے وہ کہنے لگے کہ یہ رگناتھ راؤ نہین ہے کوئی دوسرا ہین
ہے اور رگناتھ راؤ اُس دوسرے ہودج مین ہے سب مسلمان دوسرے ہودج کی طرف چلے رگناتھ راؤ
موقع اور فرصت پاکر وہان سے نکل گیا اس حالت مین ایک گولی راجہ بہادر پرتاب ونت کے لگی اور
وہ وہین ٹھنڈا ہو گیا کہتے ہین کہ مراد خان جو راجہ بہادر سے عناد دلی رکھتا تھا اُس نے عین ہنگامۂ
کارزار مین اپنے ایک قراول کو اشارہ کیا اُسکے اشارے سے قراول نے گولی ماردی راجہ بہادر کے مرتے ہی
لشکر اسلام مین پریشانی پڑگئی اور فتح مبدل بہ شکست ہو گئی مرہٹے جو بھاگ نکلے تھے یہ واقعہ سُنکر
لوٹ پڑے کر لشکر اسلام کو لوٹ لیا کچھ مسلمان مارے گئے اور کچھ مال و اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے اور اکثر
دریا مین کود کر جان بحق ہوے اور بہت سے قید بھی ہو گئے نواب نظام علی خان جو راجہ بہادر کے قتل سے
پہلے گنگا کو عبور کر گئے تھے اورنگ آباد تک کہین نہ رکے میر موسی خان جو رزمگاہ سے صرف بدن کے
کپڑے پہنے ہوے پیادہ پا بھاگے تھے نواب شیر جنگ حیدر یار خان بہادر کے پاس چلے گئے اُسنے اُنکے آنے کو
غنیمت جانا کیونکہ خلیق آدمی اور نواب آصف جاہ ثانی کے مقرب تھے اور باہم مشورہ کر کے صلح کی تجویز
کی اور صلح نامہ یہ قرار دیا کہ میر موسی خان خلعت مدار المہامی پائے اور شیر جنگ کا میر موسی خان کے ساتھ
پختہ وعدہ ہو گیا کہ جب میر موسی خان یہان سے مخلصی پاکر نواب کے پاس جائین اور تمام کامون کا مرجع کل
ہو جائین تو نواب سے کہکر شیر جنگ کو پونا سے بلا کر اُسکے مشورے کے موافق ریاست کا کام کرین پس شیر جنگ
کے اشارے سے مراد خان آصف جاہ ثانی کے پاس آیا اور جو کچھ طے پایا تھا اسی کے مطابق صلح مقرر ہو گئی
نواب نے اسی مین مصلحت سمجھی کہ صلح ہو جائے کیونکہ اُنکی سپاہ بہت تباہ حال ہو گئی تھی اور محمد مراد خان
رگناتھ راؤ سے ملگیا تھا چنانچہ راجہ بہادر کے قتل سے بیس دن کے بعد میر موسی خان نواب کے
پاس پہونچے اور خطاب رکن الدولہ بہادر احتشام جنگ پایا نواب نے مدار المہامی
کا خلعت چار پارچے کا جس مین سرپیچ مرصع اور مالائے مروارید بھی تھے دیا۔ اس کے بعد شیر جنگ پونا سے
رکن الدولہ کے مشورے کے مطابق نواب کے پاس آیا جو کہ یہ شخص امیر الممالک صلابت جنگ کے
عہد مین صوبجاب دکن کی دیوانی کا کام کرتا تھا اس لیے ریاست کے تمام معاملات سے واقف تھا
اور اکثر سرداران لشکر اور سپاہ سے اتفاق رکھتا تھا۔ دخیل کار ہوا بظاہر رکن الدولہ مدار المہام تھے
لیکن درحقیقت ریاست شیر جنگ سے متعلق ہو گئی تھی شیر جنگ کا اصلی نام شمس الدین محمد حیدر ابن
محمد تقی ابن محمد باقر ابن شیخ محمد علی ابن شیخ اویس ہے جس کا سلسلۂ نسب اویس قرنی تک منتہی ہوتا ہے
صلابت جنگ کے عہد سے شیر جنگ منصب ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار کا اور جھالردار

پالکی اور خطاب منیر الدولہ منیر الملک پاچکا تھا غلام سید خاں کہ نہایت بدباطن تھا اور نواب سے سب کی دریردہ چغلیاں کھاتا رہتا تھا اُسے غوث روغن قار ملکر معین الدولہ سہراب جنگ خطاب دلاکر صوبہ برار کو بھیجدیا اور نواب کے پاس سے ہٹادیا اور راجہ جگدیو جو پیش کار تھا اُسکی جگہ ڈھونڈو پیڈت المخاطب بہ راجہ رایاں کو رکن الدولہ کی پیش کاری ملی

نواب صاحب کا حیدرآباد کو دارالحکومتہ بنانا

راجہ پرتاب ونت کے دشمن کو سزا دینا

اسکے بعد نواب نظام علی شولاپور کی طرف گئے اور وہاں کے زمینداروں سے پیش کش لیکر غرہ ربیع الاول ۱۱۷۷ ہجری کو حیدرآباد آئے جب نواب نے اُس شہر کو اپنا دارالحکومتہ قرار دیا تو ممالک ماتحت میں ارکان ریاست۔ حکام شرع۔ قاضی مفتی۔ صدرالصدور۔ ناظر خطیب محتسب۔ کوتوال۔ مشرف۔ امین ساہل دفتر منشی اور عرض بیگی مقرر کیے اور شاہ عالم کا خطبہ و سکہ اپنی قلمرو میں جاری کیا اور بادشاہ کی اطاعت و انقیاد کرتے رہے اور اپنا لقب بندگان عالی مقرر کیا۔

۲۷ محرم ۱۱۷۸ ہجری کو نواب نے مرادخاں اور اُسکے خالہ زاد بھائی ہمت خاں کو راجہ پرتاب ونت کے قصاص میں جسکے مارے جانے سے لشکر اسلام کو بہت بڑی ہزیمت پہونچی تھی قلعہ گولکنڈہ میں قید کردیا جہاں دونوں بھائی مرگئے۔ مرادخاں پہلے بارگیروں میں نوکر تھا پھر سیدسواروں کا جمعدار رہا پھر راجہ بہادر کی مدار المہامی کے عہد میں امارت کے مرتبے کو پہونچ گیا۔

نواب کا اپنے بھائی بسالت جنگ کی مخالفت کی تلافی کرنا

جب سے نواب نے اپنے بڑے بھائی صلابت جنگ کو قید کردیا تھا اُس کے چھوٹے بھائی بسالت جنگ اُن سے خائف رہتے تھے اور اُنکے پاس نہیں آتے تھے کیونکہ ابراہیم گردی اور دوسرے مفسدوں نے اُن کے ذہن نشین کردیا تھا کہ صلابت جنگ کے محافظوں نے نواب نظام علی خاں کے اشارے سے اُنہیں مار ڈالا ہے کیونکہ نواب موصوف کو یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ مبادا ارگاٹہ راؤ صلابت جنگ کو چھڑا کر ملک میں فساد پیدا کردے بسالت جنگ نے ان وجوہات سے نواب کی اطاعت سے انحراف کیا نواب اُن کی تنبیہ مناسب کے لیے سپاہ فراہم کرکے روانہ ہوئے

حیدر علی خان کی ریاست کی ابتدا اور اسکی حقیقت

حیدر علی خان جس کا عرف حیدر نایک ہے اُسکی نسبت حدیقۃ الاقالیم مین ہے کہ مردے ست اُمی بظاہر مسلمان و بباطن شیطان۔ خدا جانے ایسا کن واقعات کی بنیاد پر لکھا ہے حکمرانی مین بہت سے فند و فریب کرنے پڑتے ہین جب حکومت جمتی ہے۔

اس کا مختصر حال یہ ہے کہ یہ فتح خان کا بیٹا تھا۔ دائرۃ المعارف کی ساتوین جلد کے صفحہ ۲۷۴ مین ہے کہ وہ عربی الاصل تھا۔ سنہ ۱۷۴۹ء مین جب میسور کے راجہ کا دیوان نندی راج ایک مہم کے فتح کرنے کو گیا تو حیدر علی بھی راجہ کی سپاہ مین اپنی خوشی سے والنٹیر یعنی بغیر تنخواہ کا سپاہی بنا یہان اُس نے وہ فرزانگی اور شکوہ مردانگی دکھائی کہ نندی راج تعجب مین رہ گیا اور فوراً اُس کو پچاس سوارون اور دو سو پیادون کا افسر بنا دیا اور ایک دروازے کی حفاظت بھی اُسکے حوالے کی اس وقت سے اس عالی ہمت کا فروغ ہوا اور دکن کے ہزارون چور اور رہزن حیدر علی کے وفادار بنے اس چتر سورما نے ان اپنے یارون کے لیے اور اپنے لیے لوٹ کے مال کے وہ قانون اور ضابطے مقرر کیے کہ غارتگری کے لیے بھی ایک اچھا خاصہ ضابطہ دیوانی بن گیا کسی کی مجال اور قدرت اور طاقت نہ تھی کہ لوٹ کے مال مین سے ایک تنکا اوڑا لے جائے جو کچھ آتا خواہ اونٹ بھیڑ بکری ہون یا عورتون اور بچون کے کپڑے لتے اور زیور ہون اُن مین سے آدھا ان سپاہیون کو علاوہ تنخواہ کے دیا جاتا اور آدھا خود بدولت کی دولت بڑھاتا۔

جس وقت ناصر جنگ کے قتل ہونے سے اُس کا لشکر درہم برہم ہوا تو حضرت کی قرارگاہ تک لوٹ کی رسد بندھ گئی تھی اور سپاہیون کا ہجوم ہو گیا۔ ترچناپلی کے جنوب مین ڈنڈاگل نام ایک قلعہ تھا اُس کی حفاظت کرنی بھی ایک مشکل کام تھا وہان نندی راج نے اُس کو حاکم مقرر کیا۔ گو پڑھنا لکھنا اُس کو نہ آتا تھا مگر حافظہ وہ بلا کا تھا کہ قلم و دوات سے کاغذ کالا کرنے کی کچھ ضرورت نہ تھی تو سنے اپنی ریاست کی ساری منزلین شیواجی کی چالون سے طے کین اور اپنی سپاہ بڑھاتا گیا اور خزانہ لوٹ مار کی دولت سے بھرتا گیا اور ہمسایون کو محکوم بناتا گیا جب وہ نندی راج کی ہمراہی سے ترچناپلی آیا تو اُس کے ساتھ ڈھائی ہزار سوار اور سات ہزار پیادے تھے ان مین سے پانچ ہزار کو قواعد بھی آتی تھی اور اُس نے فرانسیسی کاریگر لا کر اپنا اسلحہ خانہ بھی خوب تیار کرا لیا تھا تو پخانہ اُس کا مرتب اور آراستہ تھا۔ سنہ ۱۷۵۵ء مین بالاجی راؤ سری رنگ پٹن کی طرف جھکا اُس کے ساتھ فرنگستانی انجنیر تھے اُنکی مدد سے دار الریاست کا محاصرہ کر لیا تب کرشنا راجہ اور نندی راج ایسے مجبور ہوئے کہ اُنھون نے ۳۲ لاکھ روپیہ دے کر صلح کرنی چاہی جب یہ روپیہ خزانہ اور جواہرات سے ادا نہ ہو سکا تو اُسکے عوض

ملک دیا۔ رئیں نکل جانے سے حرایے میں چوہے دوڑنے لگے اُدھر سپاہ نے راجہ کے گھر پر دھرنا دیا
حیدر علی اُس نازک وقت میں سری رنگ پٹن میں آیا اور اُسنے سپاہ کی تنخواہ چکادی اور اپنے واسطے
نئی جاگیریں مقرر کرائیں پھر اُس نے سدی راج کو یہ صلاح دی کہ جتنے مرہٹے امیر اس ریاست میں
ہیں اور پیشوا سے تعلق رکھتے ہیں اُن سب کو نکالدیا چاہیے یہ سنکر پھر پیشوا سر پر چڑھ آیا حیدر علی اُسکے
مقابلے کے لیے تحویر ہوا اُس نے پیشوا کی ناک میں ایسے تیر کیے کہ اُس نے مجبور ہوکر یہ کہا کہ ہمارا
روپیہ دیدیا جائے ملک لے لیا جائے ہم اُس سے درگذرے حیدر علی نے اپنی ضمانت سے روپیہ
مہاجنوں سے قرض لے کر بالاجی کو دے کر ٹالا اور ملک خود لے لیا پھر سپاہ نے تنخواہ کے لیے بغاوت
کی راجہ اور منتری دونوں کو محل میں گھیر لیا۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ طرح طرح کے داؤں فریبوں سے سنہ ۱۷۶۱ء
(مطابق سنہ ۱۱۷۲ ہجری) میں راجہ کی تین لاکھ روپے سالانہ کی پنشن کرکے گوشے میں بٹھایا اور سدی راج
کا بھی ایک لاکھ روپیہ سالانہ مقرر کر دیا اور خود والی ملک میسور ہوگیا مآثر فلسفی میں لکھا ہے
کہ حیدر علی نے سرنگا پٹن کو جو میسور سے پانچ کوس شمال میں ہے دار الحکومت بنایا۔
مولوی ذکاء اللہ لکھتے ہیں کہ حیدر علی خان نے میر نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کے بھائی میر
محمد شریف خاں بسالت جنگ کی کچھ خدمت کرکے لقب **حیدر علی خان بہادر نواب**
سری رنگ پٹن حاصل کر لیا۔ اور حدیقۃ العالم میں لکھا ہے کہ حیدر علی نے نظام الدولہ
آصف جاہ دوم کے پاس روپیہ بطور پیشکش کے بھیجکر صوبہ داری سری رنگ پٹن کی اور منصب
ہفت ہزاری ذات اور ہفت ہزار سوار کا اور خطاب **حیدر علی خان بہادر** حاصل کیا۔
لیکن حملات حیدری میں بیان کیا ہے کہ بسالت جنگ حاکم کتنی افغانان کڑپا کو ہمراہ لے کر بھاری لشکر
سے پونا کے ماتحت ہسکوٹہ کی تسخیر کو روانہ ہوا وہاں کے قلعدار مکدسرٹ نے اُس کا ایسا مقابلہ
کیا کہ بسالت جنگ بھاگنے کے قریب ہوگیا تھا کہ اُس نے بعض مشیروں کی صلاح سے حیدر علی خاں
سے مدد مانگی آخر کو حیدر علی خاں کی کوشش سے وہ قلعہ فتح ہوگیا۔ فتح کے بعد حیدر علی خاں
بسالت جنگ کو تاجر کے لقب سے یاد کرتا تھا کیونکہ اُس نے اسباب اور آلات جنگ کو حیدر علی خاں کے
ہاتھ زر نقد کو فروخت کر ڈالا تھا۔ بسالت جنگ نے اس فتح سے قبل حیدر علی خاں کے ساتھ
یہ معاہدہ کیا تھا کہ تمام عمر اُس کی دوستی سے سرمو تجاوز نہ کرے گا اور وہ اپنی عرضی کے ذریعے
سے بادشاہ دہلی اور حیدر علی خاں سے سابقہ دوستی قائم کر دے گا چنانچہ حیدر رہنے کے بعد محمد شاہ
بادشاہ دہلی کا سفیر مع اتحاد نامہ آیا اور سپر اور شمشیر مرصع کار اور پالکی جھالردار اور چتر جواہر نگار اور
ماہی مراتب اور نقارہ و نشان اور انواع و اقسام کے ہدیے اور بادر تیرین لایا اس حکایت کو محمد شاہ
کے نام سے ناحق بے اصل کر دیا ہے کیونکہ وہ سنہ ۱۱۶۱ ہجری مطابق سنہ ۱۷۴۸ء میں مر چکے تھے۔

نواب کرناٹک کی حکومت

شاہ عالم بادشاہ ہند نے ۲۶ - اگست ۱۷۶۵ء (۱۱۷۹ ہجری) کو حکومت ملک کرناٹک کے پائن گھاٹ کی جو سرحد ملک ملتا دسے سرحد اخیر ملک ملدوراتک ملتا ہے نسلاً بعد نسل کے لیے نواب سراج الدولہ انورالدین خان بہادر ظفر جنگ پسر انورالدین خان بہادر شہامت جنگ کو دیدی تھی اس لیے نواب نظام علی خان نے بھی ان اضلاع کی حکومت ہمیشہ کے لیے سراج الدولہ اور اُسکے ورثا کو دیدی اور اپنی ماتحتی اُن سے دوام کے واسطے اُٹھاکر کل مطالبہ گذشتہ وحال بذریعہ سند مہری و دستخطی اپنے مرقومہ ۱۲ نومبر ۱۷۶۶ء (۱۱۸۰ ہجری) کے بری کیا اور سراج الدولہ نے اُس کے عوض پانچ لاکھ روپے نظام علی خان کو انگریزی کمپنی کے افسراعلے کی معرفت پیش کیے اور نظام نے اسکو منظور کرکے اقرار کیا کہ ہمیشہ کے واسطے سراج الدولہ اور اُس کے وارث لوگ کرناٹک پائن گھاٹ کی حکومت بطور آل تمغا اپنے قبض وتصرف مین رکھین اور تاریخ ۱۱ جمادی الاخرے ۱۱۸۰ ہجری مطابق ۱۷۶۶ء کو ایک عہدنامہ درمیان سرکار انگریزی اور نواب کرناٹک ایک فریق اور نواب نظام علی خان فریق ثانی کے منعقد ہوا جسکی روسے نواب نظام علی نے تمام سندین جو صوبہ داران دکن نے حیدرعلی کو دی تھین مسترد اور منسوخ کین۔

نواب نظام کا شمالی سرکارین انگریزون کو دیدینا اور انگریزی دستے کا نواب کی مدد کے لیے مقرر ہونا جسکی تنخواہ ان سرکارونکے خراج مین سے مجرا ہونا

نواب صلابت جنگ نے سیکاکول وغیرہ کی سرکارین فرانس کی کمپنی کو دیدی تھین لیکن اسکی منظوری شاہ عالم بادشاہ ہند سے نہین لی تھی۔ انگریزی کمپنی کے گورنر کلایو نے ۱۲ - اگست ۱۷۵۶ء (۱۱۷۹ ہجری) کو شاہ عالم سے جہان اور معاملات طے کیے تھے اُن مین مدراس گورنمنٹ کی درخواست کے موافق یہ فرمان بھی بادشاہ سے لکھالیا تھا کہ شمالی سرکارین نواب دکن کی حکومت سے علیحدہ ہوکر انگریزون کو عطا ہوجائین حالانکہ دوسال پہلے معاہدۂ پیرس مین انگریز خود تسلیم کرچکے تھے کہ یہ علاقہ نظام کی ملک ہے - جب گورنمنٹ مدراس نے جرنیل کلائیڈ کو سرکارونپر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا تو نواب نظام کو یہ امر نہایت ناگوار گذرا اور اُنکو افسوس ہوا کہ میرے ملک کا نہایت عمدہ حصہ جدا ہوتا ہے اس لیے اُنھون نے کرناٹک پر جو انگریزونکی سرپرستی مین تھا حملہ کرنے کی تیاریان کین جہان انگریزون کے اشارے اور مدد سے نواب محمد علی خان

اس انوار الدین خاں جو خود مختار ہوگیا تھا۔ انگریزوں نے پہلے تو کرنیل کیمبل کی زیر قیادت مزاحمت کی مگر بعد میں یہ سوچ کر پریسیڈنٹ مدراس ڈرا کہ نظام سے سارا لڑائی نہ ٹھن جائے یہاں پہلے ہی نے ادری نے پریسیڈنٹ کو کمزور اور بے دل سا رکھا تھا اس لیے جرنیل کلائیڈ کو حکم بھیجا کہ وہ فوراً حیدرآباد جائے اور نظام سے صلح کے عہد وپیماں کرے اس صلح کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک عہد نامہ سرکار کمپنی اور نواب نظام علی خاں میں ۹ جمادی الاخری ۱۱۸۰ھ ہجری مطابق ۱۲ ماہ نومبر ۱۷۶۶ء کو اس مضمون کا لکھا گیا کہ نواب نے جو پانچ سرکار۔ ایلور۔ سیکاکول۔ راج بندری مرتضےٰ نگر اور مصطفےٰ نگر باستثنائے جاگیر ملحقہ مصطفےٰ نگر معروف بہ کنڈپلی اور معمولی دہات کال الماس کی سند کمپنی کو عطا کی اس کے عوض انگریز نظام کو پانچ لاکھ روپیہ تین سرکاروں راج بندری۔ ایلورا اور مصطفےٰ نگر کا تین قسطوں میں دیا کریں اور باقی دو سرکاریں سیکاکول اور مرتضےٰ نگر جب انگریزوں کے قبضے میں دی جائیں تو ان میں سے ہر ایک کے لیے دو لاکھ روپیہ ادا کریں مرتضےٰ نگر جسکو گنٹور بھی کہتے ہیں نظام نے اپنے بھائی بسالت جنگ کی جاگیر میں دیدی تھی اس سرکار کی نسبت یہ بات ٹھہری کہ جب تک بسالت جنگ زندہ رہیں یا وہ نظام کے ساتھ وفادار رہیں اور کوئی فساد کرناٹک میں برپا نہ کریں اور حیدر علی خاں نایک سے خط وکتابت چھوڑ دیں تو وہ قابض رہیں اور اُن کی وفات کے بعد انگریزوں کو دی جائے اگر خود بسالت جنگ یا اُن کے کسی ملازم سے فتور واقع ہوگا جس سے سرکاران مقبوضہ کمپنی میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہوگا تو وہ فوراً بسالت جنگ کی سرکار پر قبضہ کرلے۔ اور انگریزی دستے کے رہنے کے واسطے جو نظام کی مدد کے لیے مقرر کیا جانا تجویز ہوا تھا قلعۂ کنڈاپلی میں نظام نے اجازت دیدی اور یہ قرار ہوا کہ جب نظام موسم سرما میں اپنے سرداروں اور سپاہ کو اپنے اپنے وطنوں کو جانے کی اجازت دین گے تو کمپنی کی سپاہ کو بھی اپنے وطن جانیکی اجازت دی جائے گی اس دستۂ فوج کی تنخواہ کی یہ صورت قرار پائی کہ سرکاروں کا جو خراج کمپنی کے ذمے قرار پایا تھا اُس میں سے اُس کی تنخواہ مجرا ہوکر بقایا رقم کمپنی نظام کے خزانے میں جمع کرائے یہ وہی خدمات کا پہلا واقعہ تھا بعد میں اُس نے جو جو شکلیں نظام کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے اختیار کی ہیں اُنکا ذکر آگے آتا ہے انگریزوں نے نظام کو پانچ لاکھ روپیہ نذرانے میں دیا اور یہ اقرار کیا کہ وہ اپنی سپاہ سے مہمات مناسب میں نظام کی مدد کریں گے۔ اور تخلل نظام کے ملک میں واقع ہوگا تو انگریزی فوج کے دستے سے مدد دیں گے اور نظام نے وعدہ کیا کہ وہ بھی مدد انگریزوں کی اپنی فوج سے کریں گے مگر اس بتیس کش کے روپے کا واب کرناٹک نے انتظام کیا تھا۔

اس عہدنامے کی وجہ سے دانش مند مؤرخ بہت تعریف پریسیڈنٹ پر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُنھ

اُس وقت گورنمنٹ مدراس کا زور زر کے نہ ہونے نے گھٹا رکھا تھا مگر نظام کی قوت و قدرت کا تخمینہ پریسیڈنٹ نے غلط کیا اُن کی ساری سپاہ کو پوری تنخواہ نہین ملتی تھی اور وہ بگڑنے کو بیٹھی تھی اس روپیے کے ملنے سے نظام نے انکو کچھ دنون کے لیے خاموش کردیا مگر سب سے زیادہ شرط حماقت آمیز یہ تھی کہ نظام کے ساتھ وعدہ خدمت کا کیا گیا اس کے سبب سے دکن کے فسادون مین سرکار کمپنی پھنس گئی اور اُس کو سردست لڑائیون مین نظام کے ساتھ شریک ہونا پڑا۔

حیدر علی خان پر نظام اور مرہٹون اور انگریزون کا حملہ مرہٹون کا حیدر علی خان سے موافقت کرلینا۔ نظام کا بھی اس سے مل جانا

انگریزی مورخ تو یہ کہتے ہین کہ اس جنگ مین نظام نے انگریزون کو الجھایا تھا اور نظام کی ریاست کے مورخون کا بیان ہے کہ انگریزون نے اپنی مدد کے لیے نظام کو بلاکر حیدر علی خان پر حملہ کیا تھا چنانچہ پہلے گروہ کا قول ہے کہ جب حیدر علی خان نے ملک ملیبار کو فتح کیا اور ساحل پر قدم بڑھا کر کانی کٹ مین جا پہونچا تو نظام اور مرہٹون نے آپس مین سازش کرکے مخالفت کی اس وجہ سے اُسکو سری رنگ پٹن مین آنا پڑا انگریزون کو موافق عہدنامے کے نظام کا ساتھ دینا پڑا اور ایک دستہ دو پلٹنون کا اور کچھ ترک سوار جن کا افسر کرنیل اسمتھ تھا نظام کے لشکر سے جا ملا نظام کے ساتھ اُن کا بھائی بسالت جنگ بھی تھا۔ یہ لشکر میسور کی شمال کی جانب مین چلے مرہٹون کے ساتھ بقول مؤلف حملات حیدری ڈیڑھ لاکھ سوار تھے حیدر علی خان کا بھتیجا مرزا علی خان سرا کی حکومت پر حیدر علی خان کی طرف سے مامور تھا وہ مرہٹون سے ملگیا اور یہ اقرار اُس نے حاصل کیا کہ جب مرہٹے حیدر علی خان پر فتح پالین تو وہ سرا کی حکومت اُسپر بحال رکھین گے اور ایک طرف سے مرہٹون کی جماعت حیدر علی خان کے ملک پر تاخت کرے اور دوسری طرف سے نواب نظام علی خان اور انگریز چڑھائی کرین۔ جب یہ خبر حیدر علی خان کو پہونچی کہ اُس کے بھتیجے کی نمک حرامی و نافہمی سے تمام ملک دشمنون کے ہاتھ سے برباد ہوا چاہتا ہے تو اس نے خود سری رنگ پٹن مین متحصن ہوکر اپنی سب فوج کو چھوٹے چھوٹے حصون مین منقسم کرکے دارالملک کے چارون طرف متعین کیا افسرون کو حکم دیا کہ شہر و قصبات و دہات و قلعجات کے رہنے والون کو بزور اس امر پر لادین کہ وہ اپنے مکان اور مسکنون کو چھوڑ کر سب اشیاے منقولہ لے کر سری رنگ پٹن مین آرہین اور سواے بڑے درختون کے سب کھیتون اور جنگلون کی گھانس کو آگ لگا کر خاک سیاہ کردین چنانچہ تھوڑے ہی دنون مین سری رنگ پٹن کے گرد ملک بیس تیس میل تک تباہ

اور ویراں ہوگیا کارنامہ حیدری میں جس کا تاریخی لقب تواریخ گزیدہ ہے ملا عبدالرحیم نے لکھا ہے کہ کرنیل اسمتھ اور رکن الدولہ نے جب ساکہ مرزا علی خاں مرہٹوں سے مل گیا ہے نواب نظام علی خانکو اس امر سے اطلاع دی چونکہ نظام علی بسبب اپنے اسراف کے ہمیشہ زر کے محتاج رہتے تھے کرنیل مذکور نے اُن کو یوں سمجھایا کہ جلد سری رنگ پٹن پر حملہ کریں ایسا نہ ہو کہ مرہٹے اس امر میں پیشدستی کرکے وہاں کے سب خزانوں پر متصرف و قابض ہوجائیں چنانچہ ادھر سے نظام علی خاں اور اُدھر سے مرہٹے جو قلعہ مارٹ سرا و گھیری کے محاصرے میں مصروف تھے کوچ کرتے اور دونوں لشکر ایک ہی وقت میں سیاٹپن کی حدود میں جو سری رنگ پٹن سے سات کوس کے فاصلے پر ہے باہم پہونچے اور ویرانی و خرابی دیار و جوار سری رنگ پٹن سے اُنکے حوصلے پست ہوگئے اور جو لوگ اُنکے لشکر سے رسد لانے کے لیے نکلتے وہ حیدر علی خاں کے سواروں کے ہاتھ سے مارے جانے اور گرفتار ہونے لگے محاصرین نہایت مایوس ہوگئے دو دن تک مرہٹوں اور نظام علی خاں کے لشکری جوق جوق سری رنگ پٹن کے آس پاس پھرے اور حیدر علی خاں کی طرف سے ایک گولی بھی چلی تیسرے روز پہر دن چڑھے یکبارگی میدان قلعہ میں نواب نظام علی خاں اور مرہٹوں کے سوار اور امیر و سردار جو ہاتھیوں پر چڑھے ہوئے تھے جا پہونچے اور سواروں کے پیچھے نوے ہزار پیادے مع پچاس توپوں کے آئے اُس وقت ایک عظیم شکوہ اور طرفہ اسوہ نمایاں ہوا سوار و پیادے دو لاکھ سے زیادہ اور عماری دار ہاتھی دو سو سے متجاوز تھے اس وقت کرنیل اسمتھ اپنے رسالہ ترک سواراں کے ساتھ حیدر علی خاں کی سپاہ کا حال دریافت کرنے کو آگے بڑھا حسب یہ رسالہ چلتے چلتے اس مقام پر پہونچا جہاں سے آگے جانا ممکن نہ تھا ایک اشارہ اُس قلعے سے جس میں حیدر علی خاں بیٹھا ہوا تھا کیا گیا اور یکبارگی تمام قلعوں سے اس طرح آتش باری شروع ہوئی کہ آناً فاناً میں ہزاروں آدمی مارے گئے اور کشتوں کے پشتے لگ گئے تب نظام علی خاں اور اُنکی فوج کے آدمیوں پر ہیبت و دہشت مستولی ہوئی اور کرنیل پر ثابت ہوگیا کہ حملہ کرنا امکان سے باہر ہے۔ اس درمیان میں مرہٹے اور نظام علی خاں کے سوار جو اس نواح میں آذوقے کی تلاش کو جاتے اکثر حیدر علی خاں کے سواروں سے جا ملکر اُن سوروں سے جو محمد دوم علی خاں کے تابع تھے دوچار ہوجاتے اور ناکام مہرم پھر آتے۔ چنانچہ نواب کے اور مرہٹوں کے لشکر میں آذوقہ اور علوفہ نایاب ہوگیا اور رسد لانے والے جانور ہاتھی۔ گھوڑے اور بیل اور وہ آدمی جو اُنکے ساتھ ہوتے ہر روز گرفتار ہوتے آخرکار یہ نوبت پہونچی کہ کسی جگہ غلہ ہاتھ نہ آیا۔

مرہٹوں اور حیدر علی خاں میں بھی پیام و سلام بھی ہونے لگے مرہٹوں نے حیدر علی خاں سے ۳۲ لاکھ روپیہ اس شرط پر لے لیا کہ ہم ابھی تمہارے ملک سے چلے جاویں گے اور انگریزوں

اور نظام سے جو عہد کیا ہے اُسے توڑ ڈالین گے چنانچہ مرہٹے اذوقے اور علوفے کی تحصیل کے بہانے سے سیناپٹن سے خیمے اکھیڑ کر دریاے کاویری کے کنارے سری رنگ پٹن سے پانچ میل کے فاصلے پر چلے گئے اور بعد تبدیل مقام کے دوسرے ہی روز حیدر علی خان سے صلح مکمل ہوگئی اور تیسرے روز وہ صوبۂ سرا کو کارپردازان حیدر علی خان کے حوالے کرکے پونا کو روانہ ہو گئے۔ مولوی ذکاء اللہ لکھتے ہین کہ نظام سے جب پیشوا کو لاہین ملا اور انھون نے لوٹ کا اپنا حصہ مانگا تو وہ انکار کرتا ہوا اپنی دارالریاست کو چلا گیا اور نظام اور انگریزون کو تنہا چھوڑ گیا کہ وہ حیدر علی خان سے جس طرح چاہین نبٹ لین پیشوا کی روانگی سے نظام علی خان کی سیاہ گرداب اضطراب مین پڑی اور خود نواب نظام علی خان سب سے زیادہ مشوش و پریشان خاطر ہوے حیدر علی خان نظام علی خان کی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھا اُنکی وحشت زیادہ کرنے کے لیے اپنی فوجون کو حصار سے باہر نکال کر میدان مین سیناپٹن کی راہ پر خیمے استادہ کراے نظام علی خان نے اس حرکت سے جیسا کہ حیدر علی خان کا خیال تھا نہایت خائف و ہراسان ہوکر صلاح و مشورے بسالت جنگ و محفوظ خان وغیرہ سے کیے یہ لوگ حیدر علی خان سے درپردہ ملے ہوے تھے اُنکے مشورون کو سمع قبول سے سُنا جب میر سے خان رکن الدولہ مدارالمہام نواب نظام علی خان نے معاملہ دگرگون دیکھا اور راہ شجاعت کی نواب کے دل پر مسدود[1] دبائی تو بموجب اقتضاے حال اس بات مین پیشدستی کرکے صلح کی مصلحتین بیان کرکے اُن سے عرض کیا کہ حیدر علی خان سے صلح کرلینی چاہیے اور وہ خود اس صلح کی تکمیل کے انجام دینے کے درپے ہوے اور اس عذر لنگ سے انگریزی فوج کو مدراس کی طرف روانہ کیا کہ وہ حیدر علی خان کے قلعے جو اُس طرف ہین فتح کرنے کی کوشش کرے۔ کرنیل سمتھ قرائن حال و مقال سے اس بات کو سمجھ گیا اور اُس نے انگریزی ملک کی طرف روانہ ہونے کو غنیمت سمجھا تاکہ نظام علی خان کے منافقانہ سلوک سے محفوظ رہے اس واسطے کہ اگر وہ وہان رہتا تو احتمال تھا کہ نظام علی خان اُس کو حیدر علی خان کے حوالے کردیتے اور کرنیل سے سواے تسلیم و انقیاد کے کچھ چارہ نہ ہوتا اب کرنیل صاحب نے یہ سب حال من و عن مدراس کی گورنمنٹ کو لکھ بھیجا اور اپنی بدگمانی کا حال بھی جو نظام علی خان اور اُنکے دیوان رکن الدولہ سے رکھتا تھا ظاہر کیا اور اُن مصلحتون کو جو حیدر علی خان کے ساتھ صلح کرنے مین تھین بیان کیا اور آخر مین لکھا کہ اس امر مین سستی و توقف ہرگز نکرنا چاہیے نہین تو انگریزون کو تنہا بار اخراجات سنگین جنگ کا جو اُنکے ملک مین واقع ہوگی متحمل ہونا پڑے گا۔ ادھر گورنر مدراس نے کرنیل سے یہ خبر معلوم کی اُدھر رکن الدولہ نے اپنے سالے نواب محمد علی خان والاجاہ کو یہ لکھا کہ یہ جنگ جو نواب

---

[1] ف ۵ یہ تمام الفاظ حالات حیدری کے ہین ۱۲

اور حیدر علی خان کے درمیان بالفعل واقع ہوئی ہے طول کھینچے گی اور جب تک حیدر علی خاں مجبور ہو کر تو اپنی شکوہ و تسلیم نواب نظام علی خاں کو نہ دے صلح ہونا معلوم مدراس کے گورنر نے رکن الدولہ کی اس تحریر جو اس نے محمد علی خاں کو لکھی تھی اعتماد کیا اور سمتہ صاحب کی خبر کو غلط سمجھا بلکہ اُس کو لکھا کہ وہ نواب نظام علی خان کے ساتھ ہر حال میں موافق رہے حملات حیدری میں اسی طرح ہے اور حدیقۃ العالم میں یوں لکھا ہے کہ جو حیدر علی خاں نے ڈر کر محی الدین صاحب و سید کریم صاحب وغیرہ کو جو ادھونی کے مشائخ سے تھے نواب نظام علی خاں کے پاس بھیجکر موافقت کی درخواست کی اور مادھو راؤ نے بھی نواب صاحب کو لکھا کہ حیدر علی خاں کی اعانت کریں اور رکن الدولہ نے محی الدین صاحب کی خاطر سے جن کی رکن الدولہ کے ساتھ بڑی دوستی تھی نواب صاحب سے عرض کیا کہ حیدر علی خان حضور کا تہ دل سے ہوا خواہ ہے اور انگریزوں کی دوستی سے نواب کے مزاج کو منحرف کر دیا۔

حملات حیدری کا مؤلف بیان کرتا ہے کہ رکن الدولہ نے محفوظ خاں کو حیدر علی خاں کے پاس بھیجکر بذریعہ تحریر ظاہر کیا کہ میں بسری رنگ پٹن میں آپ سے ملنے کے لیے آتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ تمام امور جو محفوظ خاں گوش گذار کرے گا وہ آپ کی مرضی کے موافق انجام کو پہونچاؤں حیدر علی خاں کو جب یہ حال معلوم ہوا تو واسطے دل جوئی او ماعتماد نواب نظام علی خاں کے حکم دیا کہ ہمارا لشکر معسکر مدیدہ سے معسکر قدیم کو لوٹ جائے اور رکن الدولہ کو لکھ بھیجا کہ آ جائیں اور سوداگروں اور بنجاروں کو حکم دیا کہ غلہ و دانہ وغیرہ ضروری چیزیں نواب صاحب کے لشکر میں پہونچائیں جب نواب نظام علی خاں نے حیدر علی خاں کا یہ برتاؤ دیکھا تو اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ لڑائی کے ساز و سلاح کھول ڈالیں اور حیدر علی خاں نے بھی اپنی سپاہ سے ہتیار رکھلوا دیے۔

نواب نظام اور حیدر علی خان میں اتحاد ہو کر انگریزوں کے خلاف قول و قرار ہونا

رکن الدولہ سری رنگ پٹن میں آئے اور حیدر علی خاں سے ملکر صلح کے امور طے کیے اور یہ بھی قرار پایا کہ حیدر علی خاں کے بیٹے کے نکاح میں محفوظ خاں پسر کلاں انور الدین خاں کی بیٹی آوے اور محمد علی خان جو تو جہ بڑا بیٹا انور الدین خاں کا ہونے کے ترچناپلی کرناٹک کا مالک ہو رہا ہے وہ اپنے سب حقوق نوابی کے اپنے داماد ٹیپو پسر حیدر علی خاں کو تفویض و تسلیم کر دے گا اور حیدر علی خاں و نواب نظام علی خاں اپنی افواج متفقہ سے نواب محمد علی خاں مسند نشین کرناٹک اور اُس کے

دوستون (انگریزون) کو مغلوب کرین گے اور جب تک نواب نظام علی خان کی فوج اس مہم مین مصروف رہے گی حیدرخان چھ لاکھ روپے ماہوار نظام علی خان کو دیتا رہے گا اور قلعجات مفتوحہ مین حاکم مقرر کرنے کا تمام وکمال اختیار حیدرعلی خان کو ہو گا اور ملک ارکاٹ وغیرہ کے قلعونکی حکومت حیدرعلی خان کے سالے مخدوم علی خان کے سپرد ہوگی جو اپنے بھانجے ٹیپو کی نیابت مین وہان کام کرے گا اور ٹیپو تمام خزانون کا مالک ہو گا اور مخدوم علی خان بعد وضع کرنے اخراجات ضروری حکمرانی صوبہ مذکور کے جس قدر روپیہ بچے گا ٹیپو کے خزانے مین بھیجے گا اور رضا علی خان پسر چندا صاحب مرحوم نے بھی تمام اپنے حقوق نوابی ارکاٹ و ترچناپلی و ماڈورا کے بحق ٹیپو چھوڑ دیے لیکن حیدرعلی اور ٹیپو نے یہ التزام کیا کہ تمام مملکت تنجاور بعد معزول کرنے وہان کے راجہ کے رضا علی کو اُس کے باپ چندا صاحب کی مقتولی کے فدیے مین دلوین جب یہ عہد نامہ تیار ہو گیا اور محفوظ خان نے اُس کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی تو اب یہ قرار پایا کہ ٹیپو نواب نظام علی خان سے ملاقات کرے چنانچہ اُس کے ساتھ بہت زبردست سپاہ مقرر کر کے محفوظ علی خان کے ساتھ بھیجا گیا حملات حیدری کا مؤلف لکھتا ہے کہ ٹیپو کے روانہ ہونے کے وقت حیدرعلی بہت متفکر ہوا اور اپنے سردارون سے کہا کہ مین نظام علی خان کی غداری و ستمگاری سے بہت اندیشہ ناک ہون کیونکہ جس شخص نے ریاست کی طمع سے اپنے بھائی کو مار ڈالا دیکھا چاہیے کہ وہ میرے نورچشم کے ساتھ کس طرح پیش آوے اور کچھ نہ کرے فقط قید ہی رکھے تو اس صورت مین مجھے مجبور ہو کر بہت سا روپیہ یا بڑا حصہ ملک کا بطور فدیے کے دیکر اُس سے چھڑانا پڑے۔ غرض کہ مین ایسے شخص کو اپنا بیٹا سونپتا ہون جس کے قول کا تو کیا ذکر ہے قسم بھی اعتبار کے قابل نہین ہے مگر رضا علی خان اور فیض اللہ خان کے اطمینان دلانے سے جو ٹیپو کے ساتھ جانے کو مقرر ہوے تھے اپنے بیٹے کو نظام علی خان کے لشکر مین بھیجا غرض کہ ٹیپو سیناپٹن مین پہونچا دوسرے روز بسالت جنگ اور نظام علی خان اُس سے ملنے آئے بعد ایک ساعت کے رخصت ہوے۔ تیسرے دن ٹیپو نظام علی خانکی ملاقات کو گیا نواب بہت خاطر و تلطف سے پیش آئے اور اُسکے بعد باقی انگریزی سپاہ کو یہ کہکر رخصت کیا کہ اب ہمارے اور حیدرعلی خان کے درمیان سلسلۂ اتحاد و مودت قائم ہو گیا ہے اور کسی قسم کی نزاع و خصومت باقی نہین رہی ہے اب تم لوگون کو نوکر رکھنے کی کچھ ضرورت نہین رہی۔ بعد منعقد ہونے عہد و میثاق کے حیدرعلی خان نے اپنے وکیل ہیناجی پنڈت کو جو مدراس مین تھا ایک اطلاع نامہ بھیجا اور لکھا کہ اس اطلاع نامے کو گورنر مدراس کے ملاحظے مین گذرانے مضمون اُس کا یہ تھا کہ نواب نظام علی خان اور نواب حیدرعلی خان خوب آگاہ ہین کہ نواب محمد علی خان فند و فریب کی راہ سے مصدر اس تمام زحمت و وحشت کا

ہوا ہے جس سے تمام ملک دکن پریشان حال و مضطرب ہو رہا ہے اُس نے چاہا کہ نواب حیدر علی خان کے ساتھ صف جنگ آراستہ کرے اس لیے اب نواب نظام علی خان اور نواب حیدر علی خان نے اُس کو تمام اُس ملک سے جو اُس نے شرعی وارثوں سے غصباً چھین لیا تھا محروم و بے بہرہ کیا اور دونوں سرکاروں نے اب ایسا مناسب جانا کہ انگریزوں کو منع کریں کہ آئندہ سے کبھی کمک اُس کی نہ کریں اور اُن فوجوں کو جو حراست و حمایت قلعجات متعلقہ ارکاٹ یا دوسرے ملک مقبوضہ نواب محمد علی خان کے انگریزوں کی طرف سے متعین ہیں بلا لیں اور جو قلعے و ملک نواب محمد علی خان نے انگریزوں سے روپے لے کر اُن کے ہاتھ میں بطور رہن دے رکھے ہیں نواب حیدر علی خان نے وعدہ کیا ہے کہ یہ روپے میں ادا کروں گا۔

انگریزی مؤرخ کہتے ہیں کہ جب نواب نظام اور حیدر علی میں یہ قول و قرار ہو گیا کہ آؤ ہم تم دونوں ملکر کرناٹک اور ساحل کارومنڈل کو انگریزوں سے پاک صاف کریں اور کرنیل اسمتھ نے جب نظام کی دورنگی کا یہ رنگ دیکھا تو اُس نے اپنے لشکر کو علیحدہ کرنا چاہا اور قلعہ بنگلور کے پاس سے سے رخصت چلا گیا نظام کا حال نواب محمد علی خان کو بھی معلوم ہو گیا اُس نے ریزیڈنٹ کو صلاح دی کہ نظام کے لشکر پر پہلے اس سے کہ میسور کا لشکر اُس سے ملے حملہ کرنا چاہیے مگر ریزیڈنٹ نے اس صلاح کو نہ مانا کرنیل اسمتھ لکھتا ہے کہ اگرچہ یہ بات کہ حیدر علی اور نواب نظام دونوں ملکر کرناٹک پر حملہ کرنا چاہتے ہیں ہر شخص پر اظہر من الشمس تھی مگر ریزیڈنٹ کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا اس لیے اُسے نظر نہ آتی تھی۔

نواب نظام علی خان کا حیدر علی خان کے شریک ہو کر انگریزوں سے لڑنا

انگریزی فوج کے چلے جانے کے بعد رکن الدولہ اور راجہ رام چندر و شمس الدین صاحب اور دوسرے کئی سردار حیدر علی خان کے پاس گئے اور ایک ماہ تک وہاں مشورے کرتے رہے اور سپاہ لے کر انگریزوں کے ملک کی طرف روانہ ہوئے اور نواب نظام علی خان سے حیدر علی خان کے حسن عقیدت و انقیاد کی بہت سی باتیں کہیں اور نواب کو بھی حیدر علی خان کی امداد کے لیے آمادہ کیا رکن الدولہ اور حیدر علی خان نواب کے لشکر سے بارہ کوس آگے آگے رہے جب انگریزوں کو ان متفق فوجوں کے چڑھنے کا حال معلوم ہوا تو مدراس گورنمنٹ نے ان سے مقابلے کے لیے کرنیل اسمتھ کو مامور کیا جس کے ساتھ چار ہزار ہندوستانی پیادے اور آٹھ سو گورے اور تین ہزار سواران صوبہ ارکاٹ اور چار ہزار کرناٹکی تھے جیسا کہ نشان حیدری میں ہے بعض کہتے ہیں کہ انگریزی فوج میں چودہ سو گورے پیدل اور بیس گورے سوار اور نو ہزار تلنگے اور پندرہ سو ہندوستانی سوار تھے نواب محمد علی خان بھی برائے نام ساتھ تھا

نظام علی خان اور حیدر علی خانکی سپاہ کی تعداد تخمینی ستر ہزار کے قریب تھی جن مین آدھے سوار تھے کرنیل مذکور یلغار کر کے چلا اور ننجن گڑھ کے راستے سے ترنامل مین پہونچا۔ رکن الدولہ کے سالے مخدوم علی خان اور دوسرے اکثر منصب دارون نے جلد بڑھکر لڑائی چھیڑ کر کرنیل اسمتھ کی راہ مین حائل ہوگئے اور کاویری پٹن کی گڑھی پر طرفین کا مقابلہ ہوا سرداران انگریزی باوجود مسٹر یونچی کے مارے جانے کے نہایت جوانمردی کر کے منزل جیکم تک پہونچ گئے اور پیش لشکر کی تقویت کے لیے راجہ رام چندر وغیرہ سرداران مرہٹہ نواب کی طرف سے روانہ ہوے یہانتک کہ راستے مین ایک پہاڑی درمیان مین آگئی حیدر علی خان کہ رکن الدولہ کی فوج کے آگے آگے تھا آگے سے چلکر سد راہ ہوا اور رکن الدولہ کو اطلاع کی رکن الدولہ یلغار کر کے شروع جنگ مین حیدر علی خان سے جا ملا اس جنگ مین کپتان کوک نے پہاڑی لے لینے مین بڑی مردانگی دکھائی اور پہاڑی پر قبضہ کر کے بہت گولے مارے حشمت جنگ بہادر نے اپنی جمعیت کے ساتھ ایک طرف سے گھوڑے دوڑائے اور رکن الدولہ اور نصیب یار خان کہ ہاتھیون پر سوار تھے یورش کے لیے بڑھے اور پہاڑی کے تلے آکر گھوڑے پر سوار ہوکر اُس کے لینے کا قصد کیا انگریزون نے توپون کے گولون سے ایک جماعت کو مجروح و مقتول کر دیا اور فضل علی خان مارا گیا جب رات ہوگئی تو انگریز پہاڑی سے اتر کر آگے کو روانہ ہوگئے اور راتون رات چودہ کوس نکل گئے اور ترنامل کے مندر مین متحصن ہوگئے حیدر علی خان نے پہاڑی کی شرقی جانب رکن الدولہ سے مشورہ کر کے علے الصباح مندر پر پہونچکر اُس کا محاصرہ کرلیا انگریز رات مین مندر مین سے اس طرح چپکے سے نکل گئے کہ کسی کو معلوم نہ ہوا اور چیناپٹن کی طرف چلے گئے اور ایک محفوظ جگہ مین فروکش ہوے وہان چیناپٹن سے اور فوج امداد کو آگئی حیدر علی خان اُس مندر کے پاس نہایت کوشش سے محاصرہ کر رہا تھا مگر اُس کو ہو رات اور دو دن کے بعد یہ حال معلوم ہوا تو انگریزون کا تعاقب کیا جب اُنکے قریب جا پہونچا تو انگریزون کا چھوٹا سا لشکر ایک ایسے میدان مین نمودار ہوا کہ ایک طرف اُس کے چانولون کے کھیت تھے اور دوسری طرف تالاب کا پانی تھا اور ایک طرف اونچا پہاڑ تھا حیدر علی خان اور نظام علی خانکی سپاہ جو اُس کوہستان کے دامن مین مقیم تھی رات کو وہین رہی دوسرے دن صبح کو کہ جمادے الاولے کی دوسری تاریخ اور ۱۲۸۱ ؁ ہجری کی تھی انگریز لڑائی پر آمادہ ہوے نظام کے ساتھ توپخانہ کافی نہ تھا البتہ حیدر علی خان کے ساتھ اچھا توپخانہ تھا بہرصورت جس قدر توپین رکن الدولہ اور حیدر علی خان کے ساتھ تھین اُن کو انگریزی فوجون کے سامنے کھڑا کر کے گولے مارنے لگے نشان حیدری مین لکھا ہے کہ اس لڑائی مین کہ نظام کی سپاہ انگریزی لشکر کے سیدھے ہاتھ پر کھڑی تھی اور بے کار اور بے شست کے توپین مار رہی تھی اور اُنکے سوار مور و ملخ کی طرح انگریزی لشکر کے گرد جمع تھے انگریزون نے جب دیکھا کہ حیدر علی خانکا

توپ خانہ خوب کام دے رہا ہے اور نظام کی سپاہ سے کچھ نہیں ہوسکتا تو توپوں کا رخ ادھر کر دیا اور نواب نظام علی خاں کے آدمیوں کی طرف گولہ ماری شروع کی ادھ جلتے والے گولے لگتے برسائے کہ نظام کی فوج میں تزلزل عظیم پیدا ہوگیا انگریزی توپوں کی مار مارے خاک کر دیا راجہ رام چندر و دلمست خاں وغیرہ سرداروں نے اطراف و جوانب سے حرکت مذبوحی کرکے انگریزی توپوں سے منہ پھیر دیا منشی ذکاء اللہ لکھتے ہیں کہ نظام کی مستورات پیچھے ہاتھیوں پر سوار تھیں اور لڑائی کا تماشا دیکھتی تھیں جب اُن سے کہا گیا کہ تم اپنے ہاتھیوں کو لے جاؤ تو ایک عورت نے پردے میں سریلی آواز سے کہا کہ ان ہاتھیوں نے منہ پھیرنا سیکھا ہی نہیں وہ سلطنت کے علم کے ساتھ سایے کی طرح چلتے ہیں گولے اور گولیوں کی بوچھار اُن کی طرف پڑی اور وہ اُن کا تماشا دکھائیں اور اپنی جگہ سے نہ ٹلیں جب نواب نظام علی خاں لوٹے اور بھیڑا آیا تو اس کے پیچھے وہ اپنے ہاتھی اُٹھائے چلیں انگریزوں نے نظام کی لشکرگاہ کو لوٹ لیا انگریزوں کے ہاتھ ۶۴ توپیں آئیں لیکن ڈیڑھ سو آدمی اُنکے مارے گئے اور مسلمانوں کے کئی ہزار قتل ہوئے نواب نظام شرمندہ ہوکر لڑائی سے کنارہ کش ہوئے رکن الدولہ کی بے تدبیری پر ہریں کی حیدر علی خاں نے یہ حال دیکھکر اپنی تمام توپیں سنکاریٹہ کی طرف بھیجدیں دس توپیں میدان جنگ میں رکھیں انگریز نظام کا لشکر لوٹ کر حیدر علی خاں کی طرف متوجہ ہوئے وہ آہستہ آہستہ لڑتا ہوا لوٹا۔ نظام سنکاریٹہ کو چلے گئے تھے حیدر علی خاں بھی ادھر ہی آیا اور نظام سے ایک فرسنگ پر مقیم ہوا اور اپنے بیٹے کو جو مدراس کی طرف شورش کر رہا تھا تین سوار کے ہاتھ خط بھیجکر بلایا اور نواب نظام علی خاں کو کہلا بھیجا کہ آپ کے ایسے لشکر کے ساتھ ہم انگریزوں پر غالب نہیں ہوسکتے اس لیے آپ کاویری پٹن میں ٹھہر جائیں اور ہم سے جس قدر ہوسکے گا انگریزوں سے لڑتا ہونگا آپ کی سپاہ اس لڑائی کے قابل نہیں ہے چنانچہ نواب کاویری پٹن کو چلے گئے جب حیدر علی خاں کا بیٹا ساز و سامان کے ساتھ آگیا تو اُس کو اطمینان ہوگیا نواب نظام علی خاں نے بڑی کوشش کے ساتھ حیدر علی خاں کو اپنی ملاقات کے لیے بلایا جیسا کہ نشان حیدری میں ہے اور نظام کی ریاست کی تاریخیں کہتی ہیں کہ رکن الدولہ نے ۷ جمادی الاولی ۱۱۸۱ھ ہجری کو اپنی قیام گاہ سے نواب کے پاس پہونچکر عرض کیا کہ حیدر علی خاں کو حضور سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے انھوں نے رکن الدولہ کے پاس خاطر سے قبول کرلیا اور کہا ملالو جب اُس کو جواب پہونچا تو اپنے مقام سے نواب کے ملنے کو چلا نواب نے ۶ جمادی الآخرے کو رکن الدولہ کو استقبال کے لیے بھیجا اور ملاقات کے بعد نظام علی خاں نے اُس کو خلعت الماس اور پر سیاہ کی کلغی اور سرپیچ جڑاؤ مرصع اور مالائے مروارید اور دھگدھگی مرصع اور تلوار جس کا قبضہ یشب کا مرصع تھا اور خنجر یشب کے دستے کا اور دستبند مرصع اور ایک مرصع انگوٹھی اور پاندان عنایت کرکے رخصت کیا اور نواب بھی دو روز کے بعد حیدر علی خاں کے ہاں تشریف لے گئے اس نے حلوخانے تک مع اپنے فرزندوں اور اقربا کے استقبال کیا اور چبوترہ زرین پر بٹھایا

اور ۱۵ ہزار روپیہ اور ایک ہزار مشخص یعنی سونے کی تیلیاں اور جواہر اور پارچہ پوشاک اور دو ہاتھی پیش کیے اور دو توپین جو انگریزون سے چھینی تھین دین۔

بہرصورت نواب نظام علی خان اور حیدر علی خان کی اس ملاقات مین نشان حیدری کے بیان کے مطابق یہ صلاح قرار پائی کہ نظام مع اپنے لاؤ لشکر کے ہسکوٹہ کی طرف چلے جائین اور حیدر علی انگریزوں سے نبٹا رہے چنانچہ نظام ادھر کو چلے گئے اور اپنے مدارالمہام رکن الدولہ و منور خان کرنولی و اسماعیل خان ایلچپوری اور راے رنبا مرہٹہ کو بیس ہزار سوار و نکے ساتھ حیدر علی خان کے ساتھ مقرر کر دیا اور ان کی انگریزون سے اوڈچیری اور باین پلی کے درمیان لڑائی ہوئی رکن الدولہ کے سامنے انگریزون نے دو پلٹنین اور ایک رسالہ گورون کا اور چار توپین مقرر کی تھین اور حیدر علی کی سپاہ کی طرف سار از و رتھا رکن الدولہ چند گولے کھاتے ہی بھاگ نکلے اور دانم باڑی سے ادھر نہ رکے حیدر علی خان نے خوب مقابلہ کیا اور جنگاہ سے ہٹتے وقت اُس پلٹن کو برباد کر کے لوٹ لیا جو انگریزون نے رکن الدولہ کے تعاقب مین بھیجی تھی اور یہ بھی دانم باڑی مین پہونچا۔ چار روز انگریز میدان جنگ مین ٹھہر کر دانم باڑی کی طرف بڑھے حیدر علی خان اپنی فرودگاہ چھوڑ کر اول روز میدان ترپاتور مین پہونچا دوسرے دن کوچ کر کے کاویری پٹن کے میدان مین ایسی جگہ اترا جو دل دل اور دھانون کے کھیت سے گھری ہوئی تھی اور چارون طرف توپین لگادین انگریز بھی مقابلے مین آئے اور ایک کوس کے فاصلے سے دامن کوہ مین ٹھہرے اور حیدر علی خان پر شبخون مارنے کا ارادہ کیا چونکہ رکن الدولہ پر انگریزون کی چابکدستی اور لڑائی سے خوف وہراس غالب ہو گیا تھا حیدر علی خان سے مخفی طور پر نواب محمد علی خان کی وساطت سے مصالحت اور اتفاق کی بات چیت شروع کردی تھی رکن الدولہ کے مخبرون کو انگریزون کے شبخون کا حال معلوم ہو گیا مگر رکن الدولہ نے حیدر علی خان پر ظاہر نہ کیا جب انگریزون نے شب مین حملے کا ارادہ کیا تو اُنکے رہنما کی غفلت سے انکی سپاہ دلدل اور کیچڑ مین پھنس گئی حیدر علی خان کو بھی اسوقت اُنکے حملے کا حال معلوم ہو گیا آتش باری سے انگریزی سپاہ کو بھون دیا اور رکن الدولہ جو بظاہر حیدر علی خان کے ساتھ تھے اور اسکی سپاہ کی بربادی کے لیے انگریزون سے سازش کر لی تھی وہ انگریزون کے حملہ شبخون کی ناکامیابی کا حال سنکر رات کو نواب کے پاس چلے گئے اور انکو سمجھایا کہ انگریزون سے صلح کر لین اور حیدر علی خان کو جنگ و جدل مین مبتلا چھوڑا اور نظام ہسکوٹہ سے کرنپات کی طرف چلے گئے اور وہان سے بغیر اطلاع حیدر علی کے کڑپا اور کرنول کے راستے سے حیدرآباد کو لوٹ آئے نظام علی نے حیدر علی کو چھوڑ کر انگریزون سے اتحاد پیدا کرنے کے قصے کو جارج نامے کی تیسری جلد کے صفحہ ۲۳۸ مین یون نظم کیا ہے۔

نظام آنکہ بد شہریار دکن　　بدو منتظم بد دیار دکن
بہ پشتی حیدر گہ گیر و دار　　پیادہ بیاوردہ بود و سوار
چو ز انگریز دید نیروے دست　　سر کاخ یاری بیفگند پست

ز میسور چوں حیدر نامورے | سوے دلی امری کرد روے
سراپردہ زد بر لب رود آب | بیامد سمت در پئے او شتاب
رسیدہ ز حیدر رہ یاوری | گذشتہ ز مردی و کندآوری
گرفتہ ز خود آنچہ بودش سپاہ | سوے شہر کرنیٹ پیمودہ راہ
دلاور دو دستور با جاہ و آب | بہ پیش رکن دولہ در گہ خطاب
بمدراس سوے محمد علی | یکے نامہ کرد او بخط جلی
در رسم دوہ مہر و آئین داد | بدیں گونہ گفتار بنمود یاد
ماندر زمن مہتر نامورے | ز حیدر بہ پیچید گرداند روے
یک سو کشیدہ از او خویشتن | بیامد بہ کرنیٹ با انجمن
دہر گونہ شایستہ گفتار دید | بہر تو کردم دلش پا بے سد
تو واگر بیرار ادیں یک خواہ | پسندیدہ پذیرید آئیں راہ
رواں گشتہ آئیم یکجا ئیں | نشینیم فرایم باہم سخن
ہمہ راہ و رسم نکو آوریم | سوے مہر ادکینہ رو آوریم
زدودہ رہم سینہا از غبار | بباشیم باہم دگر دوستدار

نواب نظام علی خان کا نہایت مجبور ہو کر انگریزوں سے مصالحت کرنا

یہ ایسا موقع تھا کہ اگر ریاست حیدرآباد و ریاست میسور کا دائمی اتحاد ہو جاتا تو کم از کم جنوبی ہند پر اسلامی سلطنت از سر نو مستحکم ہو جاتی مگر مشیت الٰہی کو کچھ اور منظور تھا منشی دکار اللہ لکھتے ہیں کہ انگریزوں کی طرف سے کرنیل سمتھ لشکر لے کر شمالی سرکار تلنگانہ کی دارالحکومت ورنگل میں داخل ہو گیا تھا وہ حیدرآباد سے ۸۶ میل پر تھا اب نواب نظام علی خاں کا یہ حال تھا کہ نہ تو اُنکے پاس سامان تھا کہ وہ لڑائی کو زیادہ دیر تک جاری رکھتے دو شکستیں حیدر علی خاں کے ساتھ انگریزوں سے پا چکے تھے اُن کے خود ملک میں بدنظمی پھیل رہی تھی حیدر علی خاں کی رفاقت میں نہ لوٹ ہاتھ آئی نہ ملک ملا مصیبتوں کا بوجھ سر پر آیا کرنیل سمتھ کے لشکر نے حیدرآباد کی طرف رخ کیا ان سب باتوں نے ایسا زور کیا کہ نواب نظام علی کا دل حیدر علی کی طرف سے پھیر دیا اور وہ اسی میں مصلحت سمجھے کہ انگریزوں سے صلح اور آشتی کی ٹھہرائیں سراج الدولہ نے بھی ان دونوں کی موافقت مناسب جانی اور ضیعت جاں کے مشورہ سے مصالحت آصف جاہ ثانی اور انگریزوں میں کرانی چاہی نواب نے کرنیل سمتھ کے پاس اپنا آدمی پیغام صلح لے کر بھیجا اس نے کہا کہ وہ مدراس گورنمنٹ کے پاس اپنا

سفیر بھیجیں اور پہلے اپنے لشکر کو حیدر علی کے لشکر سے جدا کریں نواب نظام علی نے یہی کیا چنانچہ اپنی جانب سے رکن الدولہ کو چینا پٹن کو گورنر کے پاس بھیجا انھون نے وہان گفتگو کی اور مسٹر اولی وغیرہ انگریزون کے وکلا کو لے کر نواب کے پاس لوٹ آئے ان وکیلون کے ہاتھ انگریزون اور سراج الدولہ نے تحائف بھی نواب کے لیے روانہ کیے یہ سب آدمی ۲- شوال ۱۱۸۱ھ ہجری مطابق ۶ فروری ۱۷۶۸ء کو پہونچ گئے نواب انتظار میں تھے - ۲۲ شوال مطابق ۲۲ فروری کو ایک عہدنامہ لکھا گیا جس کے بموجب ان شرائط پر انگریزون اور نواب محمد علی اور نواب نظام علی مین صلح ہو گئی کہ نواب نظام علی خان جو منصب اور ملک حاصل ہے وہ قائم رہے اور ملک کرناٹک اور بالاگھاٹ کی دیوانی ان شرائط پر انگریزون کو ملی کہ سات لاکھ روپیہ نظام کو اور چوتھ مرہٹون کو دیا کریں اور نواب نظام علی کے لیے جو مجملاً دستہ فوج کا تقرر تھا اب اس دوسرے عہدنامے سے اُس کی یون تفصیل ہو گئی کہ دو پلٹنین مع اتواپ کے نظام کو کمپنی اس شرط پر دے گی کہ نظام اُس کا خرچ ادا کریں جو ستاون ہزار سات سو تیرہ روپیہ ماہوار تھا اور یہ بھی مقرر ہوا کہ فوج مذکور انگریزون کے کسی رفیق اور دوست کے مقابلے پر نہ بھیجی جائے گی اور حیدر علی نایک کی سزادہی مین نواب نظام علی خان کمپنی کی مدد کرینگے اور قلعہ کنداپلی بھی مع جاگیرات کے انگریزون کے قبضے مین رہنا قرار پایا اور نواب نے تمام سرکارون کے علاقے کے زمینداروں کو لکھ بھیجا کہ آئندہ سرکار کمپنی کو اپنا مالک تصور کر کے مالگذاری اُسے دیا کریں اور شمالی سرکارون کا خراج نو لاکھ روپے سے گھٹ کر سات لاکھ روپیہ سالانہ چھ برس تک ٹھہرا کیونکہ ابھی تک ایک سرکار انگریزون کے قبضے مین نہ آئی تھی افسوس اس وقت کوئی ایسا صاحب نظر سیاست دان موجود نہ تھا جو اس حقیقت کو سمجھتا کہ سلطنت کا استحکام اُس کی اپنی طاقت پر منحصر ہوتا ہے نہ کسی حلیف کی مدد و اعانت پر۔

جب صلح تکمیل ہو گئی تو نواب نے انگریزون اور سراج الدولہ محمد علی خان کے لیے جواہر اور ہاتھی دے کر سفیرون کو رخصت کیا اور ابراہیم بیگ دھونسہ پسر فاضل بیگ خان کو کہ نہایت بہادر آدمی تھا اور سراج الدولہ نے اُس کی سفارش لکھی تھی ہمراہ لے کر حیدرآباد کی طرف آئے راہ مین امیر الامرا شجاع الملک وعبدالکریم خان وعبدالحلیم خان دکیل حیدر علی خان ودرن مست خان ومحی الدین صاحب اور دوسرے سردارون کو کہ ساتھ تھے خلعت وجواہر ایک کے رتبے کے موافق دیکر رخصت کیا۔

۶ ماہ ذیحجہ روز یکشنبہ ۱۱۸۱ھ ہجری کو دروازہ تالاب میر جملہ سے حیدرآباد مین داخل ہوے جب شمالی سرکارین سرکار کمپنی کے قبض وتصرف مین آئین تو اُس وقت یہی مناسب معلوم ہوا کہ ان کا انتظام جس طرح بالفعل ہے وہی بدستور قائم رہے - سرکار راج بندری - سرکار ایلو و سرکار مصطفے نگر عرف کونڈپلی کا ٹھیکہ تین برس کے لیے حسین علی خان کو دیدیا جائے اور چوتھی سرکار سیکاکول کا ایک اور شخص کو ٹھیکہ دیدیا مگر بعد کو اُس کا بندوبست یون تبدیل ہوا کہ ہر سرکار مین ایک چیف اور کونسل

مقرر ہوئی۔ ایک سرکار مرتضےٰ نگر عرف گنٹور نظام کے بھائی بسالت جنگ کے قبضے میں تھی اور نظام نے وعدہ کیا تھا کہ تا میں حیات وہ اُسی کے پاس رہے گی اور بعد اُس کے سرکار کمپنی کے حوالے کی جائیگی

مادھوراؤ والی پونا کے پاس رکن الدولہ کا جانا۔ اور ظفر الدولہ ضابطہ جنگ مبارز الملک ابراہیم بیگ دھونسہ کی کارگذاری

کچھ دنوں کے بعد نواب کو یہ حال معلوم ہوا کہ مادھوراؤ نے رگھناتھ راؤ کو قید کر دیا ہے اور تمام ریاست کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیے ہیں۔ اب مادھوراؤ نے یہ خیال کیا کہ نظام علی خاں کی سپاہ انگریزوں کے مقابلے میں بہت خستہ ہو گئی ہے اس لیے اُس نے نظام کے ملک کی تسخیر کا تہیہ کیا اور اول نظام سے قلعہ بیدر اور حیدرآباد کی چوتھ کی درخواست کی اس لیے نواب نے رکن الدولہ کو مادھوراؤ کے پاس صلح اور موافقت کے لیے بھیجا اور عزم اس سفارت سے اس ملک پر اُس کی دست درازی کو روکنے کی تھی۔ ۹ ربیع الثانی ۱۱۸۲ھ ہجری کو رکن الدولہ پونا کی طرف راہی ہوئے اور راجہ رتن چند کالداس کو اپنی نیابت میں نواب کے پاس چھوڑ گئے اور اپنے دیوان خانے کا داروغہ واحد علی خاں متوطن بنگالہ کو بنایا جب رکن الدولہ پونا پہونچے تو مادھوراؤ نے بہت خاطر اور تعظیم و تکریم کی اور اپنا مہمان بنایا رکن الدولہ نے بھی وہاں کے سرداروں کو داد و دہش و خوش کلامی سے دوست بنالیا۔ اس زمانے میں جانوجی بھوسلہ نے بوجہ قید ہو جانے رگھناتھ راؤ کے خودسری اختیار کر لی تھی تو مادھوراؤ نے رکن الدولہ کے اتفاق کے ساتھ اُس پر حملہ کیا اُس نے ہاتھ پاؤں بہت مارے آخرکار ناچار مادھوراؤ کی مرضی کے موافق صلح کر لی۔ مادھوراؤ پونا کی طرف لوٹ گیا اور چونکہ رکن الدولہ کی موافقت سے یہ فتح اُس کو حاصل ہوئی تھی رکن الدولہ کے مقاصد دلی کے اُس سے وعدے کر کے حیدرآباد کی طرف اجازت دی یہاں آکر راجہ رتن چند کالداس کو قلعہ گولکنڈہ میں قید کرا دیا اور اعظم خاں جمعدار کو جو اُس کا شریک حال تھا نکلوا دیا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ رکن الدولہ نے کالداس کو دفتر سررشتہ پیشکاری جو مرسلے دیوانی کے متعلق سپرد کیا تھا اور اپنا نائب مستقل بناکر تمام مالی و ملکی کاموں کی حکومت اور عزل و نصب خدمات کا اُس کے سپرد کر دیا تھا اور خود پونا کو چلا گیا تھا ایک دن تمام سرکاری نوکروں نے اپنی کئی سال تنخواہ کے لیے جلوخانہ خاص میں ہنگامہ آرائی کی اور کالداس کو بے حرمت کیا اسکے بعد اُس نے اکثر جمعداروں کو ملا کر نواب کے حضور میں درخواست کی کہ اگر رکن الدولہ کو معزول کر کے مجھے سرکاری دیوانی مل جائے تو سپاہ کی تنخواہ ادا کر دوں گا اور دس لاکھ روپے نقد بطور حضور کے خزانہ عامرہ

مین داخل کرون گا۔ نواب نے جواب دیا کہ اس بات کا اُس وقت بادرہو گا کہ اپنا اور جو سردار تم سے موافقت رکھتے ہین اُن کا وثیقہ مہرون سے مکمل کرکے پیش کرو اُس ناعاقبت اندیش نے نواب کے حکم کے موافق تعمیل کی۔ اسی زمانے مین رکن الدولہ پونا سے آئے نواب کی مرضی کے موافق اُنکے ہاتھ سے کام درست ہوگیا تھا نواب جو حوالی شہر مین مقیم تھے نوازش کے طور سے ۱۷ ربیع الاول ۱۱۸۳ہجری کو سردارون کو ساتھ لے کر شکار کی تقریب سے رکن الدولہ کے استقبال کو گئے اور بہت سی مہربانی فرماکر خواصی مین بٹھاکر دولت خانے مین آئے اور خلوت مین رتن چند کے مطالب کی فہرست رکن الدولہ کو دیدی اور کہا کہ یہ وثیقہ تمہارے اعتمادی آدمیون کا ہے رکن الدولہ اُسے دیکھکر خواب غفلت سے بیدار ہوے اور نواب کے پاس سے اُٹھکر رتن چند اور اُس کے بیٹے کان چند کو گولکنڈے مین قید کر دیا اور اعظم خان کو بڑے ہنگامے کے بعد قید تو نکر سکے شہر سے نکلوا دیا۔ رتن چند کے اکثر دوستون کو نظرون سے گرادیا اور جگدیو راؤ کو بڑا رتبہ دیا اور اکثر اہل خدمات کا عزل ونصب کیا اور ۱۵ ربیع الثانی ۱۱۸۳ہجری کو ابراہیم بیگ خان دھونسہ ابن فاضل بیگ خان کو ضابط جنگ خطاب اور سرکار ورنگل۔ کھمم۔ وایلکندل وغیرہ تنخواہ جمعیت کے لیے اجارے مین دے کر رخصت کیا۔ اسکو سراج الدولہ نے جس وقت اُس کی معرفت انگریزون سے صلح ہوئی تھی سفارش کرکے ساتھ کر دیا تھا ضابط جنگ نے تمام علاقے پر قبضہ جماکر سپاہ کی درستی کرلی اور باغیون کا استیصال کر دیا اور زمیندار بھدراچلم سرکار کھمم کو کہ عالمگیر کے وقت سے یہان کا زمیندار تھا تباہ کرکے تمام خزانہ اور اسباب اُس کا چھین لیا۔ اور قلعہ اویلب کنڈہ کو جو سرکار ورنگل کے حوالی مین ہے ازسرنو تعمیر کرکے ظفرگڑھ نام رکھا اور اپنے تمام خزانے اور اسباب جو ہاتھ آئے تھے اُس مین جمع کرلیے اور جب نواب کا لشکر بعض زمیندارونکی تنبیہ کے لیے کرکٹہ کی طرف گیا تو وہان نواب کے پاس حاضر ہوگیا اور خوب جان فشانی کی اور اُسکی کوشش سے وہان کے معاملات بہت جلد درست ہوگئے۔

نواب کا تمام زمانہ سفر کرکٹہ کا تین ماہ وچند روز رہا۔ ۶ شعبان ۱۱۸۳ہجری کو حیدرآباد سے کوچ ہوا تھا اور دسوین ذیقعدہ سنہ مذکور کو معاودت عمل مین آئی اس سال راجہ جگدیو کا اضافہ منصب مین ہوکر چارہزاری منصب ہوگیا اور اُس کے بھائی مناصب ارجمند پر فائز ہوے۔

قلعۂ کلیانی[1] ونرمل کی تسخیر کے بعد حیدرآباد کو واپسی اور دوسرے واقعات

سفر مذکور مین کہ ۶ شعبان ۱۱۸۳ہجری کو شروع ہوکر دسوین ذیقعدہ کو ختم ہوا تھا وقت معاودت

[1] احکام عالمگیری مین جس کا جامع عنایت اللہ ہے اور دوسری تاریخون مین کلیان ہے مگر حدیقۃ العالم مین کلیانی لکھا ہے ۱۲

اثنائے راہ میں نواب جب قلعۂ اودگیر پر کہ بیدر کے شمال و مغرب میں ایک قلعہ اور متصل شہر اُس سے ۲۴ میل پر ہے پہونچے تو رکن الدولہ نے راجہ رام چندر ولد راجہ چندر سین کو کہ ہمیشہ شورہ پشتی کرتا رہتا تھا حکمت عملی سے پکڑ لیا اور قلعہ گولکنڈہ میں قید کر دیا اُس کی ماں قلعہ کلیانی پر قابض تھی قلعے کا استحکام کر کے جنگ پر آمادہ ہوئی نواب کے لشکر نے وہاں پہونچکر محاصرہ کیا اور ڈھائی ماہ میں اس قلعے کو ۱۵ ذیحجہ ۱۱۸۲ ہجری کو فتح کر لیا۔ رام چندر کی ماں اور اُس کے دونوں بیٹے نواب کے پاس حاضر ہو گئے۔ نواب نے اُس کی جاگیر میں بحالی مقرر کر دی اور بعد اُس کے صابط جنگ کی استدعا کے موافق جسکے نام نرمل کی سند ہو گئی تھی جو ایک مضبوط شہر گوداوری کے شمال میں بالکنڈے سے ۱۸ میل پر ہے اور وہاں کے زمیندار دیبا راؤ کی جرات کی بہت شہرت تھی نواب قلعہ نرمل کی طرف گئے اور غرۂ محرم ۱۱۸۳ ہجری کو قلعۂ مذکور کے پاس پہونچکر محاصرہ اُس کا کر لیا اول وہاں کے زمیندار نے کچھ مقابلہ کیا پھر حاضر آکر اطاعت کر لی اور قلعے سے نکل گیا اس مقام پر صابط جنگ دھونسہ سے بڑی شجاعت ظہور میں آئی تھی اس لیے اُسکو ظفر الدولہ کا خطاب ملا اور نواب کے حکم سے اُس پر قابض ہو گیا بعد اس کے ظفر الدولہ نے اُس ضلع کے تمام قصبات اور دیہات پر سرحد صوبۂ برار تک قبضہ کر لیا اور نرمل کے قلعے کے از سر نو دیوار اور برج تیار کیے اور لڑائی کا سامان اہل یورپ کی طرز پر تیار کیا اور رفتہ رفتہ باغ اور عمدہ محلات سوا ایسے اور ایک قلعہ بنواکر اپنے نام اُس کا نام ظفر گڑھ رکھا ظفر الدولہ نے نرمل کی فتح کے بعد نواب نظام علی خان کی ضیافت کی گھوڑے۔ ہاتھی۔ جواہر اور اعلےٰ درجے کے کپڑے نذر کیے نواب نے اسکو دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور ماہی مراتب عطا کیا ۱۲ ماہ صفر سال مذکور کو نواب صاحب لوٹ آئے ۱۷ صفر کو حیدرآباد میں پہونچ گئے۔ اس زمانے میں دولہ بیگم کو دیوان خانے کی داروغگی ملی اور ۲۷ جمادی الاولےٰ ۱۱۸۳ ہجری کو اسمٰعیل خان پنی ایلچپور و برار کی حکومت پر بھیجا گیا۔ اور لقتیدی خان راجہ ملکاپور کی استدعا کے موجب سرکار کوبلکنڈہ وغیرہ کی حکومت پر روانہ کیا گیا اور غرۂ ذیقعدہ سال مذکور کو رکن الدولہ پونا کی طرف بعض امور کی درستی کے لیے بھیجے گئے اور دو ماہ ۱۹ یوم کے بعد تمام مطالب حسب دلخواہ طے کر کے لوٹ آئے۔ نواب خود شہر سے باہر اُن کے استقبال کے لیے گئے اور اُن کو خواصی میں بٹھا کر دولت خانے میں آئے انہیں ایام میں یمین الدولہ شہسوار جنگ کو نواب نے شہر سے نکلوا دیا کیونکہ وہ رکن الدولہ سے نفاق رکھتا تھا اور قادر الدولہ شیبار خاں کو حیدرآباد کی نظامت ملی

موسے ندی میں طوفان سے شہر کی بربادی۔ بارود خانے میں آگ لگ جانے سے چار محل کا اُڑ جانا وغیرہ

۱۱۸۵ ہجری میں بارش کی ایسی کوتاہی ہوئی کہ قحط سالی کا خوف ہوا نواب نے ۲۱ ربیع الاول کو

عیدگاہ جاکر نماز استسقا ادا کی اور عجز و نیاز کے ساتھ نزول باران رحمت کی دعا جناب باری مین کی اسی روز آثار قبولیت کے ظہور مین آ گئے اور ۱۷ ربیع الثانی ۱۱۸۵ھ ہجری روز جمعہ کو پھر دن رہے سے تقاطر ہو کر آناً فاناً مینھ شدت سے برسنے لگا یہان تک پانی پڑا کہ طوفان نوح کے آثار پیدا ہو گئے موسے ندی مین ایسی طغیانی آئی کہ فصیل غرب رویہ اور سمت جنوبی شہر کو بیخ و بنیاد سے اکھیڑ کر پھینکدیا اور ندی شہر کے اندر بہنے لگی ہزارون مکان گرا دیے اور ایک عالم سیل فنا کی نذر ہو گیا۔

۲۷ ماہ مذکور کو محافظون کی بےخبری سے چار محل کے بارود خانے مین ایسی آگ لگی کہ وہ نہایت مستحکم محل نیست و نابود ہو گیا اور بہت سے آدمی جل بھُنے۔ اسی سال ارسلان جنگ برادر رکن الدولہ گلبرگہ کا حاکم ہو گیا۔ ۱۴ ذیحجہ ۱۱۸۵ھ ہجری کو جگدیو اور اُس کا دوست نقشبندی خان قلعہ گولکنڈہ مین قید کر دیے گئے۔ وجہ گرفتاری کی یہ ہے کہ ظابط جنگ نے نرمل کی فتح کے بعد سرحد برار تک ملک اپنے قبض و تصرف کر لیا تو باجگو پنڈت نامی برہمن ایل گنڈل کے رہنے والے کو رعایاے ورنگل کی تقویت کے لیے اپنا کار پرداز بنایا کیونکہ وہ لوگ اس نواح کے زمینداروں سے جان و مال کا خوف رکھتے تھے جب انتظام ہو چکا تو یہ مقرر کر لیا کہ اُس کے پاس سپاہ کی تنخواہ بھیجدیتا تھا اتفاقاً تنخواہ دارون مین سے ایک شخص باجگو پنڈت سے اُلجھ گیا اور نوبت خشت و مشت تک پہونچی پنڈت مذکور اپنی بےعزتی سے برافروختہ ہو کر نمک حرامی پر کمربستہ ہوا اور اُدھر کے زمینداروں سے موافقت کر کے قلعہ ظفر گڑھ اور تمام توپون اور سامان جنگ اور خزانے پر قبضہ کر لیا اور جگدیو کے بھائی سے جو پہلے ضابط جنگ سے عناد رکھتا تھا موافقت کر لی اور علانیہ باغی ہو گیا اور جگدیو کہ ضابط جنگ کے روز افزون اقتدار سے نہایت حسد رکھتا تھا اس بات سے خوش ہوا اُس نے پنڈت کو بغاوت کی اور ترغیب دی پنڈت مذکور نے سرکاری خزانون کے قفل توڑ کر بے باکانہ زر سرکار خرچ کر کے اُس علاقے کے زمینداروں کی معرفت فوج بھرتی کر لی اور لڑائی کو آمادہ ہوا۔ ظفر الدولہ اس وقت زمیندار جٹپور کی مہم مین مصروف تھا فوراً ادھر حملہ آور ہوا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا پنڈت کے ہمراہی زمیندار بھاگ نکلے قلعہ فتح ہو کر وہ گرفتار ہوا اور اُس ملک کے دیس مکھی اور دیس پانڈی بہت سے پکڑے گئے اُن مین سے اکثر کو مروا ڈالا اور بعض کے ناک کان کٹوا کر چھوڑ دیا اور پنڈت مذکور کو ایک سال تک نہایت عذاب کے ساتھ مقید رکھکر ملک عدم کو پہونچا دیا اور اپنے تعلقے کے تمام زمیندارون اور مقدمون اور سرآوردہ لوگون سے متوہم ہو کر سب کو بے دخل کر دیا اور ہر جگہ نائب مستقل مقرر کر دیا اور تمام حال رکن الدولہ کو لکھ بھیجا رکن الدولہ چونکہ جگدیو سے مطمئن نہ تھے ایسی تحریک کا حال

معلوم کرکے اُسے قلعہ گول گنڈہ میں قید کردیا اور کچھ دنوں کے بعد قلعہ ایل کندل میں بھیجکر ایک دیوار کی بنیاد میں چنوادیا۔ نویں صفر ۱۱۸۶ھ ہجری کو مانوجی بعوسلہ حبس بول کے عارضے سے مرگیا۔

اسی سال نواب نظام علی خاں نے اپنے بڑے صاحب زادے عالی جاہ کا بیاہ شجاع الملک بسالت جنگ کی دختر کے ساتھ کیا دوسری جمادی الاولے سے آخر جمادی الاخرے تک یہ جشن قائم رہا رسم ساچق اور حنابندی اور تپ گشت وغیرہ کی اس طمطراق سے ادا ہوئی کہ اُس وقت تک دکن میں کوئی ایسی دھوم دھام نہ ہوئی تھی ۲۶ ذیحجہ ۱۱۸۶ھ ہجری کو دھونڈو پنڈت راے رایان خطاب پاکر راجہ جگدیو کی جگہ رکن الدولہ کا پیشکار مقرر ہوا۔

رگناتھ راؤ کی فوج کشی نواب کا اس کو بارہ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی کا علاقہ دیکر صلح کرلینا

۱۱۸۶ھ ہجری میں مادھوراؤ والی پونا واسیر یعنی بھگندر کے عارضے سے عین جوانی میں مرگیا اُس کی جگہ اُس کا چھوٹا بھائی نارایں راو سترہ برس کی عمر میں مسند نشین ہوا۔ اُس نے رگناتھ راؤ کو مادھوراؤ کی وصیت کے مطابق قید میں بدستور رکھا۔ رگناتھ راو کی سازش سے نارایں راؤ مارا گیا تو قاتلوں نے رگناتھ راؤ کو قید سے رہا کرکے راجہ بنادیا۔ رگناتھ راؤ بلجے راؤ کا بیٹا تھا۔

رگناتھ راؤ نے نظام علی خاں آصف جاہ ثانی اور حیدر علی خاں اور محمد علی خاں والاجاہ کو چوتھ کا پیام دیا اور جلدی کرکے پونا سے ملک گیری کے لیے نکلا چونکہ وہ کج خلق تھا اس لیے سرداران مرہٹہ اُس سے آزردہ تھے ہر ایک ایک بہانے سے رخصت لے کر پونا میں رہ گیا نواب آصف جاہ ثانی اُس کی چڑھائی کی خبر سنکر ۱۴ ماہ شعبان ۱۱۸۶ھ ہجری کو مقام موکل میں جو حیدرآباد سے ۱۴ کوس پر ہے پہنچے نواب نے فوج کی یہ ترتیب رکھی تھی ہراول میں ثابت جنگ برادر ظفر الدولہ اور دوسرے امرا کو رکھا تھا اور عقب لشکر میں حشمت جنگ کو مقرر کیا تھا جس کے ساتھ تمام حرم و حشم تھا اور داہنی طرف شرف الدولہ کو بہت سے دلاوروں کے ساتھ متعین کیا تھا اور بائیں طرف رکن الدولہ اور دوسرے ارکان دولت تھے اسی طرح دوسرے سردار جیسے راو رمبھا نالکر و گوپال سنگھ و راجہ قندھار و راو کریت سنگھ و بالاجی کیسو حسب الحکم مناسب سامان کے ساتھ مقرر ہوئے اور نواب صاحب قلب لشکر میں تھے۔ ۲۶ شعبان کو سعید اللہ خاں قلعدار گول کنڈہ و خواجہ عبدالواحد دیوان عالی جاہ کو واپسی کی اجازت ملی قلعدار مذکور اضافہ منصب و ماہی مراتب سے سرفراز ہوا اور اسی دن بعض بیگمات حیدرآباد سے آکر نواب کے پاس پہونچگئیں یہاں سے چلکر ۲ رمضان کو قلعہ بیدر کے

پاس جا پہونچے رگناتھ راؤ کے سپاہی بھی نظر آنے لگے جو شخص نواب کے ساتھ تھا وہ تو محفوظ رہا اور جو لوگ ایک دو منزل پیچھے رہ گئے تھے اُن کو مرہٹون نے لوٹ لیا آخر کار قلعہ بیدر کے سامنے پہونچکر تمام بھاری سامانون اور بھیر و بنگاہ اور بیگمات کو تو اُس مین رکھدیا اور آج ہی یا دوسرے دن کچھ مرہٹون سے لڑائی ہوئی جانبین کے تھوڑے سے آدمی مارے گئے اور اُسی دن راجہ بیر بہادر راکاجی بسر کردہ عین لڑائی مین نواب کے پاس اپنی جاگیر سے آگیا اُس کو نواب نے سرپیچ مرصع دیا رگناتھ راؤ کی سپاہ نے نواب کی سپاہ کو چارون طرف سے لوٹنا شروع کیا اور ۱۹ رمضان کو مرہٹون کے متفرق گروہ ہراول مین ثابت جنگ پر حملہ آور ہوئے اور قلعے کی ایک طرف حملہ کردیا ثابت جنگ رکن الدولہ نے بڑی دلیری سے مدافعت کی اب تو رگناتھ راؤ نواب کے مقابلے سے گھبرانے لگا اس وجہ سے کہ سا باجی بھوسلے نے پونا کے کارپردازان قدیم کے اشارے سے جو رگناتھ راؤ سے رخصت لے کر پونا کو چلے گئے تھے پونا کے علاقے کو لوٹنا شروع کردیا اس لیے رگناتھ راؤ نے صلح کا پیام دیا اور رکن الدولہ سے ملاقات کی درخواست کی تاکہ اُس کے ذریعے سے عہد و پیمان مستحکم کیا جائے نواب نے بارہ لاکھ روپے کی آمدنی کا علاقہ اپنے ملک مین سے کاٹ کر اُس کی سند رگناتھ راؤ کے لیے لکھ کر رگناتھ راؤ کے پاس بھیجی حالانکہ اُس کی خواہش زیادہ کی تھی رکن الدولہ نے رگناتھ راؤ سے ملکر اور اُس سے عہد و میثاق کرکے کاغذ اُس کے حوالے کیا رگناتھ راؤ نے رکن الدولہ کو پانچ پارچے کا خلعت اور گھوڑا ہاتھی دیکر رخصت کیا نواب سے بھی رگناتھ راؤ کی ملاقات ٹھہری چنانچہ دونون لشکرون کے درمیان مین ایک خیمہ استادہ ہوا اور دوسرے دن دونون رئیس اُس مین ملے بعد اس کے رگناتھ راؤ نے نواب سے اپنی فرودگاہ پر چلنے کی استدعا کی جو خاناپور کے پاس تھی چنانچہ وہ وہان گئے ایک پہر تک باہم بات چیت ہوکر کھانا آیا اُسے نواب نے کھایا اس بعد رگناتھ راؤ نے خلعت اور جواہرات اور دو گھوڑے اور دو ہاتھی پیش کیے اور وہ بارہ لاکھ روپے کے علاقے کی سند جو رکن الدولہ نے جاکر دی تھی واپس کردی بعد اس کے نواب اپنی لشکرگاہ مین آگئے اور وہان سے کوچ ہوگیا ۲۵ رمضان کو قلعہ بیدر کے پاس پہونچ گئے وہان تمام عورات محل اور بھیر و بنگاہ قلعے سے نکل کر ساتھ ہوئے اور رکن الدولہ کو سرپیچ مرصع جس مین الماس اور آویزہ اور کلس اور بڑے بڑے مروارید دولڑے تھے نواب نے دیے صلح کے بعد رگناتھ راؤ نے کوچ کرکے ترمک ماما کو سا باجی پر بھیجا اور خود دارے چور کی طرف آیا اور وہان نواب کے بھائی امیر الامرا شجاع الملک سے جھگڑا کیا بعدہ صلح ہوگئی اور یہان سے حیدر علی خان پر چڑھائی کی جس نے اپنا پیچھا چھڑانے کو خرچ راہ کے نام سے چند لاکھ روپے بھیجے۔

نواب کی میدان جنگ سے واپسی اور دوسرے وقعات

جب ثانا پور سے رگناتھ راؤ کوچ کر گیا تو اُس کے کوچ سے دوسرے دن نواب صاحب قلعہ بیدر سے جلگرگہ کی طرف روانہ ہوئے اور زبردست جان داروغۂ فراش خانہ اور داور جنگ بیگمات محل کو لانے کے لیے حیدرآباد کو راہی ہوئے۔ ۵ شوال ۱۱۸۶ہجری کو تمام محل کی بیگمات و خادمات ہمایاد کے مقام پر نواب کے لشکر میں شامل ہو گئیں ۸ شوال کو شاہ عالم بادشاہ کے خلعت اور فرمان کی پیشوائی کے لیے سوار ہوئے۔ اس زمانے میں الگنی کے محال رستم راؤ نپنڈر کو جاگیر میں عطا کیے اُس کے بھائی سونت راؤ نے اُس کو دخل نہ دیا اُس کی گوشمالی کے لیے اول سیدی عمر اور بعدہ ثابت جنگ بھیجے گئے آخر کار اُس نے عاجز آکر بھائی کو دخل دیدیا یہاں سے نواب روانہ ہو کر کلبرگہ میں آئے اور مزار گیسو دراز علیہ الرحمۃ کی زیارت اور سیر کلبرگہ کر کے ۷ ذی قعدہ کو کالے چبوترے کی طرف چلے گئے۔ ویں ماہ مذکور کو مودھاجی بھونسلہ کے کارپرداز نے جو علاقے کو روپیہ وصول کرنے جا رہا تھا نواب کے لشکر کے پچھلے حصے کے آدمیوں پر حملہ کر دیا جو لشکر سے دو تین کوس پر مقیم تھے دلاور اسلام نے ایک حملے میں اُس کے لشکر کو تہ و بالا کر دیا جو کچھ اُس کے لشکر سے لوٹ ہاتھ آئی نواب نے لوٹنے والوں کو معاف کر دی اسی زمانے میں حشمت جنگ کی معزولی کے بعد بھلکی کی فوجداری اور کلبرگہ کی قلعداری داور جنگ کو ملی حشمت جنگ آزردہ دل ہو کر رخصت لے کر حیدرآباد کو چلا گیا اور عقب لشکر کی حکومت داور جنگ کے سپرد ہوئی نواب کا لشکر قلعہ اتگیر کے پاس دریائے بھیم رتھی کے اس جانب پہونچا تو تعلقہ شولاپور و کرکٹہ وغیرہ کے جو دریائے کشنا کے اُس پار واقع ہے زمینداروں کے وکیل پیش کش لے کر حاضر ہوئے اور اس پار کے زمینداروں نے جو حاضر ہو کر خراج دیا اور جس نے درا بھی سرکشی کی سزا پائی۔ امیر الامرا شجاع الملک بسالت جنگ بہادر قلعہ رائے چور سے نواب کے پاس سلام کو آرہے تھے جب لشکر سے چھ کوس پر پہونچے تو نواب نے دوسرے دن بھائی کی دلجوئی کے لیے رکن الدولہ کو بھیجا اور ۲۲ کو خود نواب بسالت جنگ کے استقبال کے لیے دریا کے اُس پار گئے اور شجاع الملک کو اپنے ساتھ ہاتھی پر بٹھا کر اپنے خیمۂ خاص میں لوٹ آئے۔ چند ساعت کے بعد امیر الامرا اپنے لشکر میں جو دریا کے دوسرے کنارے پر تھا چلے گئے۔ ۲۵ تاریخ کی رات کو امیر الامرا کو مع اُن کے سرداروں کے نواب نے ضیافت میں بلایا خلعت اور جواہر گراں بہا عطا کر کے آدھی رات کے وقت رخصت کر دیا دوسرے روز نواب خود اُن کی فرودگاہ پر ضیافت کھانے گئے اُن کے ساتھ تمام اعیان ریاست اور منصب دار تھے آدھی رات تک وہاں رہ کر خلعت اور جواہر اور ایک گھوڑا اور ایک ہاتھی لے کر اپنے لشکر کو معاودت کی۔ ۲ ذی الحجہ ۱۱۸۶ہجری کو امیر الامرا

نواب کے پاس رخصت ہونے کو آئے نواب نے اُن کو خلعت جواہر اور ایک گھوڑا ایک ہاتھی دیا اور اُنکے ہمراہیون کو بھی بقدر حیثیت خلعت عنایت کیے نواب نے احتشام خان مستعد جنگ کو چہار ہزاری ذات و دو ہزار سوار کے منصب پر پہونچا کر علم و نقارہ و پالکی جھالردار اور مکرم الدولہ خطاب دیا۔ ۷ ذی الحجہ کو نواب نے وہان سے کوچ کیا اور جو جو قلعدار و زمیندار شریک لشکر تھے اُن کو واپسی کی اجازت دی۔

مسلمانون کا ہندوون کی مورتون پر حملہ

۷ ماہ صفر ۱۱۸۷ھ ہجری کو ہندو ڈینیر جو دھونڈو رام سفیر ریاست پونا کی پشت گرمی سے بتون کو رات کے وقت روشنی اور دھوم کے ساتھ ایک بت خانے سے شب گشت کے لیے لے کر نکلے تھے مسلمانون نے قاضی بلدہ اور چوبدارون کے جمعدار محمد ہاشم کے اتفاق سے حملہ کر کے بتون کو توڑ ڈالا سفیر مذکور رنجیدہ ہو کر یہان سے پونا کو چلا جانا چاہتا تھا رکن الدولہ نے اُس کو خوش رکھنے کے لیے قاضی بلدہ کو بدل دیا اور محمد ہاشم کو نکلوا دیا۔

۲۸ ماہ مذکور کو رکن الدولہ کے بھائی ارسلان جنگ کی وفات کی خبر پہونچی تو نواب بذات خاص تعزیت کے لیے رکن الدولہ کے مکان پر گئے۔

پونا کے برہمنون کا نواب نظام علی خان سے رگناتھ راؤ کی تنبیہ کے لیے اتفاق کرنا

رگناتھ راؤ نواب نظام علی خان سے مصالحت ہو جانے کی وجہ سے مطمئن ہو گیا اس وجہ سے پونا کے کارپردازون کو بہت فکر پیدا ہوئی اُنھون نے ساباجی بھوسلہ کو ترمک ماما کی معرفت ملا کر بھیکن خان و راجہ رام پنڈت کو نواب کے پاس مراسلات دیکر بھیجا اور رکن الدولہ کے استصواب سے رگناتھ راؤ کی تنبیہ کے باب مین مدد چاہی چنانچہ ۷ ماہ ذیقعدہ ۱۱۸۷ھ ہجری کو نواب نے اُن کی مدد کے لیے کوچ کیا یہان تک کہ کوچ و مقام کرتے ہوے موضع ہیپر کہ مین ۱۷ ماہ مذکور کو مقام ہوا۔ ترمک ماما وغیرہ ارکان دولت پونا ساباجی بھوسلہ کے ساتھ نواح ناندیر مین پہونچ کر پانچ کوس کے فاصلے پر نواب کے لشکر سے اُترے شام کو رکن الدولہ نواب کے حکم سے حقیقت حال معلوم کرنے اور دوستی کو مضبوط کرنے کے لیے اُن کے پاس گئے مرہٹہ سردارون نے آدھے راستے سے استقبال کیا اور وہین خیمے برپا کر کے اُس مین بیٹھ کر مشورہ کیا بعد اس کے

اپنے اپنے لشکر کو لوٹ گئے بعد اس کے نواب نے حکم دیا کہ ہمارے لشکریوں میں سے جسکو سفر کی تاب و توانائی نہ ہو وہ اور شہر دیگاہ حیدرآباد کو لوٹ جائے بعض محلات کی عورتیں بھی ٹوٹے جانے کے ساتھ حیدرآباد چلی گئیں۔ ۲۱ کو ترمک راؤ وغیرہ نواب سے ملنے کو آئے رکن الدولہ اور صمصام الدولہ نے استقبال کرکے نواب سے ملایا یہاں پھر رگناتھ راؤ کی تنبیہ کے لیے مشورے ہوئے بعد اسکے سرداراں مرہٹہ رخصت ہوئے۔ ۲۳ ماہ مذکور کو پھر سرداراں مرہٹہ نواب کے پاس آئے اور رگناتھ راؤ کی طرف یلغار کے ساتھ روانگی مقرر ہوئی سب کو نواب نے خلعت و جواہر اور گھوڑے ہاتھی بخشے اور انکو رخصت کردیا۔ ۲۴ تاریخ کو ظفر الدولہ اپنے تعلقے سے نواب کے پاس آگئے۔ ۲۷ کو ہنور سال کی سرل میں جو دریائے بھیرا کے کنارے مرہٹوں کی حکومت کے متعلقات سے تھا ہری رام عرف ہری پنڈت بھڑکیہ بہت سا ... ... ترمک نے سکھا رام پنڈت کارپردار کے لیے بھیجا تھا لے کر پہونچا اور ترمک ماما کے پاس پہونچا دیا اس زمانے میں تانت جنگ اپنے بھائی کے محالات تعلقہ کو چلا گیا۔ ۲۸ ذیقعدہ ۱۱۸۷ھ ہجری کو گرہن تھا۔ ہندو لوگ اس وقت پرستش کرتے ہیں اس لیے مقام ہوا دوسرے دن لمبے لمبے کوچ کیے رگناتھ راؤ جو دریائے کشنا کے کنارے مقیم تھا وہ سکر گھبرایا اور بھاگ گیا اس کے بھاگنے کا حال معلوم ہونے سے زیادہ کوشش کے ساتھ تعاقب کیا گیا اس وجہ سے رگناتھ راؤ کی جمعیت منتشر ہوگئی اور اس کے سردار اس کی رفاقت ترک کرکے ترمک ماما سے آملے۔

۱۲ محرم ۱۱۸۸ھ ہجری کو خبر پہونچانے والوں نے ترمک ماما کو خبر دی کہ رگناتھ راؤ پونا کے لیے تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ فلاں مقام میں ٹھہرا ہوا ہے ترمک ماما نے بغیر اس کے کہ نواب کی سپاہ سے مدد لیتا دھاوا کردیا اس کو امید تھی کہ رگناتھ راؤ کے بعض سردار جو اس سے خفیہ معاہدہ کرچکے ہیں وہ مدد کریں گے تھوڑی سی لڑائی کے بعد کہ دس پندرہ آدمی زخمی و مقتول ہوئے تھے ترمک ماما زخم کاری اٹھا کر گرفتار ہوگیا دو تین دن کے بعد رگناتھ راؤ کی قید میں مرگیا جب وہ گرفتار ہوا تھا تو اس کے ساتھی بھاگ کر لشکر میں آگئے تھے۔ چودھویں تاریخ کی رات کو جب یہ خبر نواب نظام علیخانکو پہونچی تو دوسرے دن صبح کو انھوں نے بارہ کوس کا سفر کیا تاکہ ترمک ماما کی سپاہ کو تقویت حاصل ہوجائے اور ہری رام پنڈت بھڑکیا رکن الدولہ کے مشورے سے ترمک ماما کی جگہ اس کی فوج کا سردار قرار پایا اسی عرصے میں ایک تردد پیدا کرنے والا سانحہ پیش آگیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ نواب ذوالفقار الدولہ جہانت جنگ بہادر خلف الصدق نواب امیر الامرا بہادر قلعہ ادھونی سے کوچ کرکے نواب کے پاس آرہا تھا رگناتھ راؤ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس کے پکڑنے کو روانہ ہوا جب یہ خبر ذوالفقار الدولہ کو پہونچی تو اس نے ایک گڑھی میں پناہ لی رگناتھ راؤ نے اس گڑھی کو گھیر لیا

مہابت جنگ کے پاس سامان جنگ اور کافی سپاہ نہ تھی بڑا پریشان ہوا آخر کار مجبور ہو کر گڑھی سے نکل آیا
رگناتھ راؤ نے اسکی بہت تعظیم وتکریم کی اور ہاتھی پر بٹھا کر اپنی لشکر گاہ مین لے گیا نظام علی خان کو جب یہ خبر
پہونچی تو انھون نے سرداران مرہٹہ کو طلب کر کے مشورہ کیا آخر کار یہ قرار پایا کہ رگناتھ راؤ پر حملہ کرنا چاہیے
اس لیے نواب نے زائد سامان اور بھیر وبنگاہ کو قلعہ پرینڈہ مین رکھدیا اور لمبے لمبے کوچ کر کے رگناتھ راؤ
کا تعاقب کیا ۲ محرم ۱۱۸۸ھ ہجری کو یہ تمام آدمی احمد نگر کے حوالی مین پہونچے اور شہر مذکور سے
محمدی باغ مین اُترے اس عرصے مین بھوانی راؤ پرتھی ندی اور جوق جوق رگناتھ راؤ کی فوج کے
آدمی اُس سے جدا ہو کر ہری رام پنڈت کے لشکر مین مل گئے اور رگناتھ راؤ اورنگ آباد کیطرف گیا اور وان لوج مین مقام کر کے ناظم
اورنگ آباد سے روپیہ مانگا منیر الملک خان کا ناظم تھا وہ سامان درست کر کے لڑائی کو آمادہ ہوا جب نواب نے یہ حال
سُنا تو شتابی سے احمد نگر سے روانہ ہو کر دریائے گیلنا کے کنارے آئے اور نظام آباد کے گھاٹ سے ظفر الدولہ
اور ساباجی کو پیشتر سے بھیجدیا بعد اس کے آپ دریائے پیتھی کے اس طرف برہان پور کے آہو باغ مین
مقیم ہوئے اور جب نواب نے گنگا کو عبور کیا تو رگناتھ راؤ اس خبر سے گھبرا کر اورنگ آباد کے پاس سے
چلا گیا اور جیکل ٹھانہ مین مقام کیا اور وہان سے کوچ کر کے غیر متعارف راہ سے منزل والوچ سے
برہانپور کو چلا گیا رگناتھ راؤ کی روانگی سے تین دن کے بعد نواب ۳ صفر ۱۱۸۸ھ ہجری کو اورنگ آباد
پہنچکر اُس کے باہر کالے چبوترے کے میدان مین مقیم ہوے اس زمانے مین لشکر کے بہت سے
آدمی سفر کی وجہ سے تھک گئے تھے شہر مین جا کر اُترے اور محلات کی بعض بیگیات نے بھی وہین مقام کیا
یہان پونا سے خبر آئی کہ نراین راؤ کی زوجہ کے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام سوائی مادھو راؤ
رکھا گیا مرہٹون نے اس خبر کو سنکر بڑی خوشی کی اور پونا سے سردار شیرینی ہاتھیون پر بار کر کے نوبت
ونقارہ کے ساتھ نواب نظام علی خان کے لشکر مین آئے اور تمام لشکر مین تقسیم کی نواب کی صلاح
سے پونا کی مسند اس لڑکے کے نام مرہٹون نے مقرر کی اب مرہٹون کا اور نواب کا لشکر کوچ کر کے
۵ ماہ صفر کو فرداپور کی پہاڑی سے اُتر کر اُس کے دامن مین مقیم ہوا اور بیس ہزار سوار رگناتھ راؤ
کے ہری رام پنڈت پھڑکیہ کے قول وقرار کے مطابق اُس سے جدا ہو کر برہانپور سے چودہ
کوس پر چلے آئے اور ہری رام پنڈت سے آملے اور مودھاجی بھوسلہ کہ اپنے بھائی ساباجی کی مخالفت کے
خوف سے رگناتھ راؤ کی رفاقت مین داخل ہو گیا تھا اُس سے علیحدہ ہو کر اپنے ملک چاندا کو چلا گیا اور رگناتھ راؤ
تھوڑے سے آدمیون کے ساتھ جس مین محمد یوسف گاردی اور شمشیر سنگھ وغیرہ ہزار کے قریب آدمی تھے
برہانپور کی راہ سے ہندوستان کی طرف بھاگ گیا۔ ۲۳ ماہ صفر کو دریائے پیتھی کے اس طرف نواب
کی فوج کا مقام ہوا مشورے کے بعد ہری رام پنڈت کی فوج بلونت راؤ کی سرکردگی اور ظفر الدولہ کی
ہمراہی مین رگناتھ راؤ کے پیچھے روانہ ہوئی اور ساباجی کی فوج اس کے دیوان بھوانی کالو کی ماتحتی مین

مودھاجی کے تعاقب پر مقرر ہوئی کئی دن تک نواب صاحب برہان پور کے پاس ٹھہرے رہے
رگھناتھ راؤ نربدا کا عبور کرکے ہلکر اور سیندھیا کے پاس مدد کی استدعا کے لیے چلا گیا نواب کے
پاس خبر آئی کہ بلونت راؤ جو تعاقب میں گیا ہوا تھا دریائے نربدا کے اس پار ٹھہرا اور ظہیر الدولہ دریا کو
اتر گئے دسویں ربیع الاول کو نواب کو خبر ملی کہ بھوانی کالو مودھاجی کے پاس پہونچ گیا ہے اور تھوڑا سا
فاصلہ رہا ہے اسی سفر میں دریابائی کا لشکر ساباجی کے اشارے سے لٹ گیا اور مسماۃ مذکور بھاگ کر
ہری رام پنڈت کی پناہ میں آگئی اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب جانوجی بھوسلہ مرگیا تو مودھاجی اور ساباجی
میں مخالفت پیدا ہوگئی اور جانوجی بھوسلہ کی بیوی دریابائی مودھاجی سے متفق ہوکر رگھناتھ راؤ کی پناہ
میں جو نارائن راؤ کے مارے جانے کے بعد جو پونا کا مسند نشین ہوگیا تھا چلی گئی اور ساباجی نے
سفر راؤ کے وقت رکن الدولہ سے اتحاد کرلیا تھا جبکہ رگھناتھ راؤ کی صلح نواب سے ہوگئی تھی اور وہ قلعہ بیدر
کے پاس سے چلا گیا تھا اور اُس نے ترمک راؤ وغیرہ سرداروں کو ساباجی کی سرکوبی کے لیے جس نے
پونا کے پنڈتوں کے بہکانے سے رگھناتھ راؤ کے ملک میں فساد پھیلایا تھا بھیجا تھا ساباجی نے ترمک راؤ
کو رگھناتھ راؤ سے توڑ لیا تھا اور نواب سے مدد لے کر رگھناتھ راؤ سے لڑائی کا ارادہ کیا تھا اور
دریابائی کہ رگھناتھ راؤ کی اجازت سے کر اپنے تعلقے کو روانہ ہوگئی تھی۔ ترمک راؤ نے اُس کی صفائی ساباجی
سے کرادی اور ساباجی دریابائی کو اپنے ساتھ لے کر اس مہم کو روانہ ہوا جس وقت کہ مودھاجی اپنے
ملک کو چلا دریابائی نے یہ بہانا کیا کہ میری سپاہ تنخواہ کے لیے ہنگامہ کرتی ہے اس لیے میں اپنے
علاقے کو جاتی ہوں ساباجی کو یہ فکر ہوئی کہ مبادا وہ دوبارہ مودھاجی سے اتفاق کرکے ہنگامہ آرائی
کرے دریابائی کو جانے سے روکا جب اُس نے نہ مانا اور ۲۱ ربیع الاول کو مستعد روانگی ہوئی تو
اُس کے لشکر کو اپنی فوج اور نواب کی سپاہ سے لٹوادیا فوج اُس کی بھاگ گئی بہت سے آدمی زخمی
بھی ہوئے اور مارے بھی گئے اور دریابائی تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ ہری رام پنڈت کی پناہ
میں آگئی اُس نے تسلی دی اور اُس کے زخمیوں کا علاج کرایا اور سامان کی واپسی کے لیے
نواب سے عرض کیا نواب نے لشکر کے کوتوال کو حکم دیا کہ اسباب تلاش کرے چنانچہ بہت سی جستجو کے
بعد باربرداری کے کچھ اونٹ اور بیل ملے۔

چونکہ برسات کا موسم قریب آگیا تھا نواب نے چھاؤنی کے لیے اورنگ آباد کا ارادہ کیا چھاؤنی سے
مراد برسات میں کسی جگہ مقام کرلینا ہے) ادھر ہری رام پنڈت بھڑکیا کو سرپیچ مرصع اور ساباجی کو سرپیچ و
جیغۂ مرصع مرحمت کیا اور پان رخصت کا دیا اور رگھناتھ راؤ کے تعاقب پر مامور کیا دوسرے روز
نواب دونوں سرداروں کے ڈیرہ پر گئے انھوں نے جواہر کی کشتیاں اور جیغہ جواں پوشاک کے
اور ہاتھی گھوڑے پیش کیے۔ اب نواب روانہ ہوگئے راہ میں کشن لال کو سرپیچ اور جیغہ مرصع

اور موتیون کی مالانجشی اور پونا کی طرف کو پاپائی اور سکھارام پنڈت کے پاس معاملات کی درستی کے لیے بھیجا جعفرآباد کی منزل مین شرف الدولہ اور داور جنگ کو اُن کے علاقون کو جانے کی اجازت ملی اور جعفرآباد سے جب کوچ ہوا تو اتنا پانی پڑا کہ قصبۂ مذکور کا نالہ چڑھ گیا۔ بھیر و بنگاہ اور اکثر آدمی کہ نواب کے ساتھ تھے وہ تو نالے کو طغیانی سے پہلے عبور کر گئے اور جو پیچھے رہ گئے تھے وہ نالے کے چڑھ جانے کی وجہ سے عبور نہ کر سکے اُنھون نے بڑی خرابی سے رات بسر کی صبح کو نالے کا پانی کم ہوا تو دوسرے کنارے پہونچے غرض کہ کوچ و مقام کرکے ۲۲ ربیع الثانی ۱۱۸۰ھ ہجری کو اورنگ آباد مین پہونچے رگناتھ راؤ کے مقربون نے کہ کارپردازان پونا سے موافقت کرلی تھی رگناتھ راؤ کو اس پر آمادہ کیا کہ مہابت جنگ کو رخصت کردے اُس نے اُن کو چھوڑ دیا اور وہ رہا ہو کر ۲۶ ربیع الثانی کو نواب کے پاس آگئے اعیان دولت نے تہنیت کی نذرین پیش کین اور تین روز تک تہنیت کی نوبت بجی بعد چند روز کے نواب کے پاس خبر آئی کہ محمد یوسف کمیدان جو پونا کے لشکریون کے ہاتھ مین قید ہو گیا تھا مارا گیا اور ساباجی جو مودھاجی سے لڑنے گیا تھا وہ بھی کام آگیا اس لیے نواب کے حکم سے حشمت جنگ رکن الدولہ کا بھائی اُس کے ملک و مال کی ضبطی کے لیے بھیجا گیا بعد اس کے نواب کے پاس خبر آئی کہ رگناتھ راؤ ہلکر اور سیندھیا کی کمک سے لڑنے کو آمادہ ہوا ہے پس نواب نے منیر الدولہ ناظم اورنگ آباد کو خلعت اور جواہر دے کر شہر کی حفاظت کے لیے مامور کیا اور خود رگناتھ راؤ کے مقابلے کو اورنگ آباد سے کوچ کیا اور نواب نے نانا پھڑنویس وغیرہ کارپردازان پونا کو خلعت وجواہر بھیجکر کہلایا کہ رگناتھ راؤ سے لڑائی کے لیے تیار ہو جاوین۔ برسات کے بعد آخر شوال ۱۱۸۰ھ ہجری مین نواب نے کوچ کیا رگناتھ راؤ نے نواح خاندیس مین پہونچکر شورش برپا کر رکھی تھی نواب نے ضابط جنگ کو اُس کے تعاقب مین بھیجا۔ نانا پھڑنویس نے ایسی چال چلی کہ رگناتھ راؤ و ہلکر و سیندھیا مین اختلاف پیدا ہو گیا اور وہ انسے متوہم ہو کر انگریزون کے پاس سورت کو چلا گیا جب وہ سورت کی طرف بھاگ گیا تو رکن الدولہ نے نواب کو مودھاجی کی گوشمالی کے لیے جس نے برار مین شورش پیدا کر رکھی تھی آمادہ کیا نواب کے لشکر کا گذر سلطانپور نندرآباد اور تھالنیر سے برہانپور کی طرف ہوا یہان ضابط جنگ نواب کے لشکر سے مل گیا اس عرصے مین نواب کی مان عمدہ بیگم کے انتقال کی خبر آئی کہ وہ ۲۰ ذیحجہ ۱۱۸۰ھ ہجری کو مر گئی تھین۔ پھر نواب سرحد ایلچپور مین قلعہ انہیڑ کے پاس پہونچے نواب نے ظفر الدولہ کو حکم دیا کہ قلعے کا محاصرہ کرے اہل قلعہ نے تین دن تک لڑائی کے بعد وہ قلعہ نواب کے نوکرون کے حوالے کر دیا قلعۂ مذکور کی مفتوحی کے بعد ظفر الدولہ کو مودھاجی سے مصالحت کے سوال و جواب کے لیے رخصت کر کے آپ بھی نواب نے چھٹی تاریخ صفر ۱۱۸۹ھ ہجری کو کوچ کیا اثنائے راہ مین عجیب اتفاق ہوا کہ رکن الدولہ فیتو نام ایک گاردی (قواعد دان سپاہی) کے ہاتھ سے مارے گئے جسکی تفصیل

آگے آتی ہے مآثر الامرا میں اُن کے قاتل کا نام اسماعیل خاں لکھا ہے جو سپاہی تھا۔

رکن الدولہ میر موسےٰ خان احتشام جنگ کے اخلاق

میر موسےٰ خاں ہمیشہ عیش و عشرت میں مشغول رہنے لگے اُن کا اقبال جو اعتلائے اوج کو پہونچ گیا تھا تو وہ کسی کی بات بھی توجہ سے نہیں سنتے تھے چنانچہ بطور نمونے کے اُن کے تکبر کا حال قلمبند ہوتا ہے کہ وہ ایک دن وقار الدولہ کے ساتھ بیٹھے ہوے تھے کہ سید نجابت خاں نبیرہ بہادر دل خاں شجاع الدولہ صوبہ دار حیدرآباد اُن کے خیمے کے دروازے پر پہونچا چوبدار حاضر تھے پہرے والے نے اندر قدم رکھنے سے منع کیا اُس نے چاہا کہ معمول کے موافق اندر چلا جائے یہاں تک نوبت پہونچی اور کش مکش ہوئی کہ تلنگوں کے ہاتھ سے خاں مذکور کا گریباں پھٹ گیا ادرجہ رکن الدولہ اور وقار الدولہ دیکھتے اور ہنستے رہے سپاہیوں کو منع نہ کیا اس عرصے میں چوبدار آ پہونچے اور تلنگوں کو منع کیا اور کہا کہ یہ صاحب منصب ہیں اُن سے ایسی بے ادبی سے پیش آئے اور خاں مذکور سے عذر کیے سپاہیوں کے ہاتھ سے رہائی پاکر وہ رکن الدولہ کے روبرو گیا جنھوں نے استہزا کی راہ سے کہا خاں صاحب آئیے آئیے سید نجابت خاں بولا کہ میں اس لیے نہیں آیا ہوں کہ آپ کی خدمت میں حاضر رہوں بلکہ اس لیے آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس عاصی کو پھر کبھی آپ کے پاس نہ لائے اور لوٹ گیا تاریخ گلزار آصفیہ کا مصنف بیان کرتا ہے کہ عباس علی خاں اعتصام الملک خلف میر حیدر خاں بہادر اعتصام جنگ میر منشی آصف جاہ اول بقسمیہ کہتا تھا کہ میں اُس وقت رکن الدولہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس اہانت کا بدلا یہ ہوا کہ اُسی ہفتے میں رکن الدولہ مارے گئے مآثر الامرا میں لکھا ہے کہ کثیر الخلق تھے۔

رکن الدولہ کی مقتولی کا حال

انکی مقتولی کی بابت تاریخ گلزار آصفیہ میں دو وجہیں لکھی ہیں **ایک وجہ** یہ ہے کہ ایک دن نواب کی بہن کالی بیگم نے اپنی ڈیوڑھی کے بیوپاری کی زبانی رکن الدولہ کو کہلایا کہ ان دنوں سفر طولانی درپیش ہے مردور بیگار عالی کوچ در کوچ چلتے ہیں میرے رتھ کی سواری کے بیل بسبب ڈھلیے کے بہت کمزور ہو گئے ہیں اس لیے تم ایک جوڑی گجراتی بیلوں کی بھیجوا دو رکن الدولہ نے قبول کر لیا وہ بیوپاری روز تقاضے کو جانے لگا ایک دن بیوپاری نے بہت تنگ آکر زیادہ تقاضا کیا اُس وقت رکن الدولہ نے سخت جواب دے کر جھڑک دیا بیوپاری بہت آزردہ ہو کر اپنی ڈیوڑھی پر آکر بیٹھ گیا اور کچھ بیان نہ کیا تین دن کے بعد بیگم صاحبہ نے اُس سے ناراض ہو کر کہلایا کہ بیلوں کے واسطے کیوں نہیں جاتا عرض کرایا کہ یہ کام کسی دوسرے نوکر سے لیا جائے میں رکن الدولہ کے پاس ہرگز

نجاؤنگا آخر الامر جو کچھ رکن الدولہ نے کہا تھا اُس نے بیان کردیا جب نواب کھانا کھانے کے لیے محل کے اندر آئے تو کالی بیگم نے نواب کے روبرو بیٹھ کر کہا کہ اے بھائی اگر والد مرحوم کی اولاد مین آپ بھی بیٹی پیدا ہو جاتے تو بہتر ہوتا کہ تمھاری ریاست و استقلال دولت مین نوبت اس حد کو پہونچ گئی ہے کہ ایک پوربیے کی غیرت نے بھی اُس کی برداشت نہ کی تو دوسرے غیرت دارون کی کیا حالت ہوگی اُس وقت نواب نے بہن کو جواب دیا کہ آپ مجھے بھائی نہ کہین کیونکہ مین آصفیہ خاندان کا مرد نہین ہون بلکہ مرہٹون وغیرہ کی جنگ و جدل اور دوسرے اختلال سے سخت مجبور ہو رہا ہون بیگم صاحب نے فرمایا کہ جبکہ تمھاری یہ حالت ہے اور ایسے مجبور و ناچار بن گئے ہو تو مجھے اجازت دیجیے کہ جو کچھ میرے ہاتھ سے ہو سکے عمل مین لاؤن نواب صاحب نے جواب دیا کہ کون تمکو روکتا ہے جو کچھ تم سے بن سکے عمل مین لاؤ پس بیگم صاحبہ نے فیضو تلنگے کو جو زنانی ڈیوڑھی کے پہرون پر حاضر رہتا تھا طلب فرما کر کہا کہ فیضو مین تجھ سے ایک کام کو کہتی ہون کہ اُس مین تیری جان کا اندیشہ ہے تجھ سے ہو سکے گا یا نہین ہو سکے گا عرض کیا کہ اگر غلام کی جان جانے پر حضور کا کام درست ہوتا ہے تو ایسی ہزار جانین قربان ہین بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ اگر زندہ رہا تو تجھ سے زیادہ کوئی شخص عزیز نہوگا اور اگر مارا گیا تو تیری اولاد سے زیادہ کوئی عزیز نہ ہوگا فیضو نے قبول کیا جب اُس کو رکن الدولہ کے قتل کرنے کا حال سنایا تو عرض کیا کہ اس شرط سے قتل کرنے کو تیار ہون کہ نواب صاحب بھی اپنی زبان سے اس کام کے واسطے کہدین بیگم صاحبہ نے کہا کہ نواب اپنی زبان سے ایسا کبھی نہین کہین گے البتہ میرے حکم دینے کے وقت وہ سُنکر خاموش رہین گے پس تو اُن کی خاموشی کو اُنکی رضامندی کی دلیل سمجھیو۔ فیضو نے اس بات کو قبول کر لیا دوسرے دن نواب اور بیگم صاحبہ ایک باریک پردے کے اندر بیٹھے اور فیضو کو ایک محرم راز اصیل کی معرفت بلایا۔ بیگم صاحبہ نے کہا کہ اے فیضو تو نے میری اور حضرت کی شبیہ کو باہر سے دیکھ لیا فیضو نے عرض کیا کہ ہان اُس وقت بیگم صاحبہ نے کہا کہ حضرت کا حکم یہ ہے کہ رکن الدولہ کو قتل کر ڈال فیضو نے تسلیم کیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اُن ایام مین نواب کے محلات کا یہ دستور تھا کہ تمام بیگیات اور خانزات وغیرہ سنجاف کا کام مچھلی بندر کی چھینٹون سے لیتی تھین کیونکہ یہان کی قلم کار چھینٹین عجیب و غریب ہوتی تھین ملکو نہین جاتی تھین چنانچہ ایک مغل بندر مذکور سے عمدہ عمدہ چھینٹین لایا تھا اس مین سے سات سو روپے کا مال سرکاری محلات کی خریداری مین آیا تھا اُس کی قیمت کا کاغذ نواب کا دستخطی رکن الدولہ کے پاس پہونچایا گیا مدار المہام نے چھ ماہ تک ٹالا کیونکہ جابجا فوج کشی کرنے کے مصارف ہونے اور ملک کی آمدنی مین فتور پڑنے سے خزانہ ایسے مصارف کا روپیہ نہ دے سکتا تھا جو کچھ روپیہ حاصل ہوتا تھا وہ فوج کشی کی درستی مین رکن الدولہ لگاتے تھے چنانچہ اونکے

انتظام سے وجہ اچھی حالت میں تھی رکن الدولہ مغل مذکور سے آج کل کا وعدہ کرتے رہتے تھے مغل نے مجبور ہو کر ایک دن نواب صاحب کی سواری کے راستے میں کھڑے ہو کر فریاد کی اور خدا و رسول کے نام کی دہائی دی کہ یا تو حضور میرے دام دلوا دیں یا مال واپس کرا دیں رکن الدولہ خواصی میں بیٹھے ہوئے تھے اُن سے نواب نے کچھ نہ کہا اور عماری سے اُتر کر محل میں چلے گئے اور جھینٹوں کے کئی سالم تھان اور باقی سجائیں اور تین سو روپے کشتیوں میں رکھوا کر مغل کو بھجوا کر کہلا دیا کہ یہ تمہارا مال ہے اور تین سو روپے تقصیر انے کے ہیں جہاں چاہو اُس کو بیچ لو اور پھر سوال ہو کر روانہ مقصد ہوئے رفتہ رفتہ بیگم صاحبہ کی عداوت اور حضور کی بے التفاتی رکن الدولہ کے ساتھ تمام میں مشہور ہو گئی۔ ایک رات رکن الدولہ سو رہے تھے کہ صمصام الدولہ کا رقعہ خیمے میں آیا رکن الدولہ نے اُسے پڑھ کر شمع پر رکھ کر جلا دیا اور جواب دیا کہ حال معلوم ہو گیا اُسی وقت رکن الدولہ کا چھوٹا بھائی شرف الدولہ خیمے میں آیا اور بھائی کے پاؤں پر ہاتھ رکھ کر جگا دیا رکن الدولہ نے پوچھا کہ ایسے بے وقت آنے کا کیا سبب ہے شرف الدولہ نے کہا کہ آدمی آپ کے متعلق ایسا ایسا کہہ رہے ہیں بہتر یہ ہے کہ چند روز تک دربار کی آمد و رفت موقوف رکھو یہ کہہ کر رونے لگا رکن الدولہ نے جواب دیا کہ اے بھائی کیوں روتا ہے اپنے خیمے میں چلا جا میں بکری کا بچہ نہیں ہوں کہ کوئی مجھے حلال کر ڈالے گا خاطر جمع رکھو جب نواب کا لشکر کی منزل میں پہونچا تو عماری سے اُترنا چاہا اول موافق رسم کے رکن الدولہ کہ خواصی میں تھے اُتر کر کھڑے ہو گئے۔ نواب نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر سب کو رخصت کر دیا اور رکن الدولہ سے بھی کہا کہ اپنے خیمے میں چلے جاؤ کیونکہ اُنکی مرضی یہ تھی کہ اُن کا خون نواب کے سامنے نہ ہو رکن الدولہ نے عرض کیا کہ غلام کو بعض باتیں عرض کرنی ہیں امیدوار تنہائی کا ہے نواب نے فرمایا کہ اس وقت منزل سے چلکر آتا ہوا ہوں پہلے ضرورت کی احتیاج کا رفع کرنا ضروری ہے وہ باتیں کس لیے خواصی میں نہ کہیں دوسرے وقت پر حاضر ہو کر بیان کیجو جب خلوت کے قریب پہونچے تو پھر رکن الدولہ نے وہی بات عرض کی اور وہی جواب پایا جب خیمہ خلوت میں داخل ہونے لگے تو پھر رکن الدولہ نے باصرار عرض کیا نواب نے برہم ہو کر فرمایا کہ میں کتنا ہی چاہتا ہوں کہ رفع الوقتی ہو اور تم نہیں مانتے تم کو کچھ خیال نہیں ہے آؤ اور بیٹھ جاؤ کہ کونسی ضروری بات عرض کرنی ہے بعد اس کے نواب خیمہ محل کے اندر چلے گئے اور رکن الدولہ خیمہ خاص محل کے باہر بیٹھے رہے۔

اس وقت نیسو کہ پہرے پر کھڑا تھا اُس نے بندوق تو اپنی خیمے کے کونے میں رکھ دی اور رکن الدولہ کے پیچھے سے آ کر اُن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ نواب صاحب بلاتے ہیں اور اپنا خنجر کٹار اس زور سے مارا کہ اُن کے گردے کاٹتا ہوا دوسرے پہلو میں نکل گیا اور یہ کام کر کے بھاگنے لگا

کہ برہان الدولہ نے جو رکن الدولہ کی طرف سے نواب کے حضور مین وکالت کے طور پر حاضر رہتا تھا
اُس کا تعاقب کرکے تلوار کا ایک ہاتھ ایسا بھرپور مارا کہ کام تمام ہو گیا اس خیال سے کہ شاید نواب
کے کہنے سے اُس نے ایسا کیا ہو اور اُس کے مُنھ سے یہ راز کھل جائے۔ اُسی وقت نواب نکل آئے
اور کہا کہ ہمنے بار بار تمکو نہ کہا تھا کہ اپنے خیمے مین چلے جاؤ آخر تمہارا یہ حال ہوا۔ رکن الدولہ نے کہا کہ
جان نثاری نوکری کی معراج ہے لیکن اگر دوسرے مقام پر ایسا ہوتا تو بہتر تھا خیر جو کچھ ہوا سو ہوا
لیکن مبارز الملک و ہماعیل خان اس سانحہ ناگزیر سے پریشان ہون گے اس لیے غلام اُن کی
تسلی کرتا ہے پس اپنے منشی کو بلا کر خط لکھوائے اور اپنے ہاتھ سے دستخط کیے جن کا مضمون یہ تھا کہ یہ کام
حضور کی اطلاع کے بغیر ہوا ہے خود بدولت کو اس مین مداخلت نہین ہے تم کوئی دوسرا خیال
نہ کیجو اور جان نثاری و فرمان برداری اپنا شیوہ رکھیو بعد اس کے نواب نے رکن الدولہ کو پالکی
مین ڈلوا کر اُن کے خیمے مین پہونچوا دیا جراحون نے زخم کو ٹانکے لگائے قریب صبح صادق کے
دم نکل گیا اُنکے قتل کا واقعہ ۲۶ صفر ۱۸۹؁ھ ہجری کو ہوا تھا دوسرے دن نواب خود رکن الدولہ کے
بھائی شرف الدولہ کے خیمے مین گئے اور کلمات تشفی کہے اور تمام رفقا و وابستگان رکن الدولہ مثل
داود جنگ اور اشرف جنگ اور تہور جنگ اور محکم جنگ اور ارسلان جنگ اور حشمت جنگ کو نواب
نے اعزاز و اکرام سے شادکام کیا اور رکن الدولہ کی جاگیر اُنپر بحال رکھی لیکن حدیقۃ العالم مین اور
اُس کی تقلید سے رشید الدین خانی وغیرہ مین لکھا ہے کہ حاضرین دربار نے فیضو کو پکڑ لیا تھا
اور اُس سے اصرار کے ساتھ پوچھا کہ تمنے یہ فعل کیون کیا اور کس کے کہنے سے کیا اور نواب صاحب
نے بھی اُس کو طمع دلائی اُس نے کسی کا نام نہ لیا اور عقدہ اس کا حل نہ ہوا وہ اُسی وقت
مروا دیا گیا نواب صاحب کو اس سانحے کا بہت رنج ہوا ان صاحبون نے اُن وجوہات کو جو
گلزار آصفیہ مین مذکور ہین ذکر نہین کیا۔

بلدۂ حیدرآباد کی شرقی طرف ایک تالاب رکن الدولہ کی یادگار سے ہے موسے خان کا دادا بخارا
سے تلاش معاش کے لیے ہند مین آیا تھا اور آصف جاہ اول کی سرکار مین نوکر ہو کر ترکی خان
خطاب پایا اُس کے چار بیٹے تھے اُن مین سے فرزند اوسط موسے خان تھا اس نے بھی آصف جاہ
موصوف کی رفاقت مین بسر کی اس کا بڑا بیٹا محمد یار خان باپ کے مرنے کے بعد اول خطاب
پدری میر موسے خان بہادر سے سرفراز ہوا اور صلابت جنگ کے عہد مین جزائر اندازون کے
رسالے کا افسر ہوا بعد اس کے صمصام الدولہ شہنواز خان کے توسط سے میر نظام علی خان کی
دولت ملازمت سے باریاب ہوا اور سپاہ کی بخشی گری پائی اور منصب چار ہزاری اور علم و
نقارہ و نشان و خطاب احتشام جنگ سے بہرہ یاب ہوا اور جھالردار پالکی پائی ۱۱۷؁ھ ہجری

میں ٹھل داس کے مقتول ہونے کے بعد منصب ہفت ہزاری ذات و شش ہزار سوار پر پہونچا
اور ماہی مراتب اور خطاب رکن الدولہ ملا اور عہدہ دیوانی پر سرفراز ہوا۔

عہدۂ مدارالمہامی اور ظفرالدولہ کی ترقی

رکن الدولہ کے اختیارات ریاست میں بڑھے ہوئے تھے اور تمام لوگ ان سے محبت رکھتے تھے
اُنکے قتل کے بعد تین سال تک نواب کے حکم سے وقارالدولہ اور صمصام الملک اس عہدے
کو چلاتے رہے اور رکن الدولہ کے دی اقتدار اور مختار کل ہوجانے کی وجہ سے نواب نظام علی خاں کو
یہ بات گوارا نہ ہوئی کہ کسی ایک شخص کو مدارالمہام مقرر کرکے اختیارات اُس کے سپرد کریں لیکن بعد
میں اُن کی یہ رائے بدل گئی اور وقارالدولہ کو مدارالمہام بنادیا بعض کہتے ہیں کہ رکن الدولہ
کے بعد ظفرالدولہ اُن کی قائم مقامی میں کام کرنے لگے۔ بہر صورت رکن الدولہ کی مقتولی کے
بعد ظفرالدولہ کی ترقی شروع ہوئی تھی یہ امامیہ مذہب رکھتے تھے ان کا خاندانی لقب دھونسہ
ہے اور قوم مغل چغتائی ہے ابتدا میں خاص بیگ دھونسہ ہندوستان میں اکبر سیکاکول کے
علاقہ بیجانگر متعلقہ راج راج میں سکونت پذیر ہوا ظفرالدولہ یہیں پیدا ہوئے تھے جب سن تمیز کو
پہونچے تو فرانسیسیوں کی رفاقت اختیار کی قواعد فوجی اور نقشۂ صفوف جنگ کی تیاری کا ہنر
سیکھکر حیدرآباد میں آئے اور رکن الدولہ کے ساتھ رہنے لگے اور اُن کی سفارش سے تعلقہ نرمل
اور کئی دوسرے محال جاگیر میں پائے اور بعد اس کے بہت سی سپاہ فراہم کرکے رگھوجی بھوسلہ کے
بعض محالات دبا لیے۔

نواب صاحب کا ناگپور جانا۔ اسماعیل خان ناظم ایلچپور کا مارا جانا

نواب صاحب ناگپور میں جو بھوسلہ کی حکومت گاہ تھی جا پہونچے۔ ۳ جموری ۱۱۸۹ ہجری کو مودھاجی
بھوسلہ نواب کے پاس آیا ظفرالدولہ اور وقارالدولہ کی معرفت نواب کا سلام ہوا نواب
نے خلعت اور جواہر اور ایک ہاتھی اُس کو دیا اور سرپیچ مرصع اپنے ہاتھ سے اُس کے سر پر باندھا اور
اُسکے ساتھ والوں کو بھی سرپیچ مرصع عنایت کیے۔ اور ۷ ربیع الاول کو نواب صاحب اس کی
ملاقات بازدید کے لیے اس کے خیمے میں گئے اس نے چار خوان کپڑوں کے اور دو کشتیاں جواہر
کی اور گھوڑے ہاتھی پیش کیے دوسرے دن نواب نے اپنے بڑے بیٹے عالی جاہ کے نام ایلچپور کی
صوبہ داری مقرر کی اور اُن کی نیابت میں بہرام جنگ کو مقرر کرکے ایلچپور کی حراست اور برار کے
محالات کے انتظام کے لیے بھیجا اور پایاں رخصت اور سرپیچ مرصع اور جیغہ مرحمت کیا اور

صلابت خان اور بہلول خان کو بھی ایک ایک سرپیچ مرصع اور پاندان رخصت عنایت کیا اور خود نواب اورنگ آباد کو لوٹے اور سید مکرم خان کو صاحبزادۂ عالی جاہ کا دیوان اور اتالیق مقرر کیا۔ اسماعیل خان پنی ناظم ایلچپور اور ظفر الدولہ مین سابق سے عداوت چلی جاتی تھی ظفر الدولہ کو تو یہ منظور تھا کہ خان مذکور اطاعت و انقیاد کی طرف مائل ہو اور وہ بوجہ اپنی خلقی بہادری اور خودی کے اُس کو موت سے بدتر جانتا تھا اور ظفر الدولہ کے اقتدار کو خیال مین نہ لاتا تھا اور اپنی خود داری کی وجہ سے ایلچپور کے حصار کو پتھرون اور چونے سے تیار کرایا تھا۔ اس امر کو فساد پر حمل کرکے ظفر الدولہ ہمیشہ رنگ رنگ کی تمہیدین خان مذکور کی طرف سے نواب کے ذہن نشین کرتا رہتا تھا۔ غرض کہ ظفر الدولہ کو یہ منظور تھا کہ خان مذکور پر کوئی تہمت لگا کر جنگ مین مبادرت کرے مگر رکن الدولہ اُس کی بربادی نچاہتے تھے جب وہ مارے گئے تو ظفر الدولہ نے بہت سے قصے خان مذکور کے تمرد کے گھڑ کر نواب سے کہے اور چاہا کہ خان مذکور کا غرور توڑے نواب نظام علی خان نے ظفر الدولہ کی خاطر سے اسماعیل خان پنی کو جو نواب کے حکم سے نواب کے خیمہ گاہ سے ڈیڑھ کوس کے فاصلے پر اُترا ہوا تھا کہلا بھیجا کہ ایلچپور کی صوبہ داری ہم نے عالی جاہ کے حوالے کی اور تمہارے واسطے فقط بالاپور جاگیر مین مقرر رہا ہے بہتر ہے کہ تم ایلچپور کو خالی کرکے اہلکاران ریاست کے حوالے کردو اور آپ اگر ضابط جنگ کے ذریعے سے سلام کرو پٹھانون نے نواب کے حکم سے سرتابی کی ظفر الدولہ چونکہ اُنکے خون کا تشنہ تھا اُنکی سرکوبی کی اجازت لے کر ۱۱ ربیع الاول ۱۱۸۹ھ ہجری کو ساز و سامان تیار کرکے بہت سی فوج اور بڑا توپخانہ ہمراہ لیکر اُنپر حملہ آور ہوا نواب بھی ظفر الدولہ کی اعانت کے لیے مستعد روانگی ہوے۔ اُدھر خان مذکور نواب کے سلام کو تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ اپنی قیام گاہ سے نکلا تھا۔ جب اُسکو یہ معلوم ہوا کہ ظفر الدولہ جنگ کے ارادے سے آرہا ہے تو اُس سے مُنھ پھیرنا ننگ و عار سمجھکر اپنی تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ ظفر الدولہ کے ٹڈی دل لشکر پر آگرا توپون کی زد سے گذر کر ظفر الدولہ کے ہاتھی تک پہونچ گیا ظفر الدولہ کے لشکر پر بے حد سراسیمگی چھا گئی مگر اسماعیل خان تیر و تفنگ اور سنان کے زخمون سے چور ہو کر گر پڑا جس کا سر کاٹ لیا گیا۔ بعد اس کے نواب نظام علی خان نے ایلچپور جا کر شاہ عبد الرحمن کی قبر پر فاتحہ خوانی کی اور ظفر الدولہ کو ایک تلوار مع علم نبد اور منصب ہفت ہزاری ذات او رہفت ہزار سوار اور خطاب **مبارز الملک** دیا اور سید عاقل خان بہرام جنگ کو جو ہرکارون کا داروغہ تھا منصب پنجہزاری ذات و سہ ہزار سوار پر پہنچا کر جھالر دار پالکی عطا کی اور **برہان الدولہ** خطاب اور برار کی نظامت دی جب اسماعیل خان مارا جا چکا تو ظفر الدولہ نے اُس کے دو بیٹون صلابت خان اور بہلول خانکی تالیف قلوب

کے لیے سعادتِ کی نواب نے انکو بلوا کر سرپیچ مرصع دیگر جاگیر اور منصب سے سرفراز کیا۔ اسی عرصے میں حسن میر الملک تیغ جنگ حیدر یار خاں کے فوت ہو جانے کی آئی۔ ۱۲ جمادی الاولے ۱۱۸۹ھ ہجری کو نواب صاحب اورنگ آباد میں داخل ہوئے اور عوض خاں مرحوم کی بارہ دری میں ٹھہرے ظفر الدولہ ایک منزل پیچھے تھے وہ بھی آکر کوٹلے میں شاہ نواز خاں مرحوم کی حویلی میں اُترے نواب صاحب نے روضے میں جاکر اپنے والد آصف جاہ اول اور بھائی ناصر جنگ کی قبروں پر فاتحہ پڑھی۔

متفرق باتیں۔ سوائی مادھوراو کا نواب کو بعض علاقے اور قلعہ دولت آباد واپس دیدینا

نواب نے خود کاغذ وانے میں جاکر کاغذ سازوں سے فرمایا کہ ایسے سائز کا کاغذ کہ طول اُس کا ایک گز دو گرہ کا اور عرض پندرہ گرہ کا ہو اور نہایت خوش قلم اور چہرہ دار ہو زرباد کے کاغذ کی طرح تیار کریں اور نام اسکا نظام علی خانی رکھیں اور اپنی جیب خاص سے بیس اشرفیاں انکو دیں بعد اس کے دولت آباد کی سیر کو گئے قلعے پر جو سکندری سلطان کی قبر ہے اُس کی زیارت کی۔ ۱۶ جمادی الاخرے ۱۱۸۹ھ کو محمد احمد خاں کو جو تیغ جنگ کا رشتہ دار تھا رسالہ داری عطا کی اور غرہ رمضان ۱۱۸۹ھ ہجری کو یورپ کا بہت سا سامان جیسے گھنٹے اور صندوق وغیرہ دو لاکھ روپے کا خریدا اور انکو لکھوا کر سب کو اجازت دی کہ آکر دیکھیں اسی زمانے میں خبر آئی کہ راجہ دیو جیڈ لماری کے پاس حیدر علی خاں نایک کے مقابلے میں زخمی ہوکر مرگیا اور اُس کی تمام سپاہ کٹ گئی۔

سوائی مادھوراو کی طرف سے کامداپور۔ وعیاپور۔ وحالنہ۔ دموگی ٹیلی اور قلعہ دولت آباد کی واگذاشت کا کاغذ جس کی آمدنی ۲۵ لاکھ روپے سال کی تھی اور جو رگھناتھ راؤ کے مقابلے میں ہکشی کی امداد میں نواب کو دیا قرار پائے تھے سکھا رام وغیرہ کارپرداز ان پونا نے نواب کے پاس لاکر حوالے کیے۔

اورنگ آباد میں نواب کا برسات بھر قیام اور دوسرے انتظام

جب نواب صاحب اورنگ آباد میں مقیم ہوئے تو میر جملہ بہادر نصیر جنگ کو مادر الملک ظفر الدولہ کے مشورے سے حیدرآباد کی صوبہ داری اور عظیم الدولہ خطاب دیا اور محمد عارف خاں برادر وفادار خاں کو دولت آباد کا قلعدار بنایا اور بہادر بیگ خاں کو خدم و حشم کا داروغہ کیا۔ ۱۰ شوال ۱۱۸۹ھ ہجری کو نواب صاحب اورنگ آباد سے واپس ہوئے اور چند روز قلعہ دولت آباد اور

زیارت مزارات روضہ اور سیر باغات اطراف بلادئین بسر کیے اور ۸ ذیقعدہ کو مبارز الملک نے دولت آباد کے قلعے مین نواب کی ضیافت بڑے تکلف سے کی اور جواہر گران بہا اور پوشاک فاخرہ نذر کی۔ نواب نے مبارز الملک کو فوج مرہٹہ کے ساتھ رگناتھ راؤ کے استیصال کے لیے جو الورے مین لوٹ مار کر رہا تھا بھیجا اور نواب خود ۲۱ ماہ مذکور کو وہان سے کوچ کرکے ۲۷ ماہ مذکور کو دھاور کی پہاڑی سے اُتر کر دوسرے دن قلعہ فتح آباد دھاور کی سیر کے لیے متوجہ ہوے یہ قلعہ شرف الدولہ کے تعلقے مین تھا اور عظیم الدولہ نصیر جنگ ناظم اورنگ آباد کو سرپیچ اور جیغہ اور کنٹھی اور مالائے مروارید دیگر پاندان رخصت مرحمت کیا اور جب وہان سے روانہ ہو کر قلعہ اوسہ کے حوالی مین آئے تو یہان کا قلعہ دار غلام سید خان اپنے بیٹے اور بعض خاص آدمیون کے ساتھ نواب کے پاس حاضر ہوا اور نواب نے قلعے کی سیر کی۔ قلعدار نے جواہر اور پوشاک اور گھوڑا اور ہاتھی نذر کیا۔ یہان عشرہ محرم سنہ ۱۱۹۰ ہجری مین توقف ہوا پھر وہان سے کوچ کیکے ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۱۹۰ ہجری کو قلعۂ کلیان کے پاس مقام ہوا اور اس ماہ کی ۲۰ تاریخ کو مبارز الملک اُن منصبدارون کے ساتھ جو اُس کے ہمراہ متعین تھے جیسے سیدی عبداللہ خان وسنبھاجی راؤ پانڈروا ور صاحب خان متی کے سلام کو حاضر ہوا ور دولاکھ روپے جو نواب کے ادھر سفر خرچ کے نام سے قصبجات اور منصب دارون کی جاگیرون سے وصول کیے تھے پیش کئے۔ کلیان کے علاقے مین ہیضہ شدت سے پھیلا ہوا تھا سیکڑون آدمی قے اور دست سے تھوڑے سے عرصے مین مر گئے تھے بعد اس کے نواب نے مبارز الملک کو زمینداران شولاپور ولکدوال سے زر پیشکش وصول کرنے کو روانہ کیا اور خود حیدرآباد کی طرف چلے اور ۲۴ جمادی الآخرے سنہ ۱۱۹۰ ہجری کو یہان داخل ہوگئے۔ بعض نے ۲۷ جمادی الاولے تاریخ واپسی لکھی ہے۔ مگر تاریخ گلزار آصفیہ مین ۷۔ رجب سنہ ۱۱۸۹ ہجری تاریخ آمد حیدرآباد غلط بتائی ہے۔

یہان آکر تیغ جنگ ابوالفتح بہادر کو جو خاندان شمس الامرا کے بانی ہین حکم دیا کہ فوج بھرتی کرین چنانچہ اُنھون نے سواران سلحدار اور پائے گاہ کے بیش قرار تنخواہ پر نوکر رکھے۔ ظفر الدولہ مبارز الملک زر پیشکش زمینداروں سے تحصیل کرکے مقام سنگا ریڈی کے پاس آئے وقار الدولہ نے نواب کے حکم سے اُن کا استقبال کیا۔ چونکہ معین الدولہ غلام سید خان تعلقہ اوسہ سے حاضر ہو کر امورات ریاست مین دخیل ہوسے تھے اور ظفر الدولہ مبارز الملک اُن کو ناپسند کرتے تھے اس لیے ظفر الدولہ نے یہان سے چلا جانا مناسب جانا اور تعلقہ نرمل کے انتظام کے لیے نواب سے اجازت لی اور عرض کیا کہ برسات بعد آؤنگا اور نرمل کو چلے گئے

ان ایام مین نواب نے اپنی بیٹی بدری بیگم کی شادی ذوالفقار الدولہ مہابت جنگ سے کی۔ ۱۷ شوال

سنہ ۱۱۹ ہجری کو سالگرہ کے جشن کی تقریب میں مقربوں کو خلعت اور مناصب اور خطابات دیے جو کہ غلام سید خاں ریاست کے کاموں میں دخیل تھے مشار الملک نے اُن کی مداخلت کو ناپسند کیا اور وقار الدولہ کے توسط سے نواب سے عرض کرایا کہ فدوی کا حاضر ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ غلام سید خاں کو حضور میں سے علیحدہ کر کے قلعہ اوسہ کو بھجوا دیا جائے چنانچہ نواب نے اُنکے پاس خاطر سے ایسا ہی کیا اور عنایت نامہ مشار الملک کی طلب میں لکھا چنانچہ وہ حیدرآباد میں آ گئے۔

نواب صاحب ماہ محرم سنہ ۱۱۹۱ ہجری میں نواحی گولکنڈہ کے موضع لگن پہاڑ کی طرف گئے وہاں سے کوچ و مقام کرتے ہوئے سیر کر کے واپس بلدے میں آئے اور محرم کا مہینہ گوردھن داس سیٹھ کے باغ میں بسر کیا۔

نواب نظام علی خان کی حیدر علی خان والی میسور سے لڑائی

حیدر علی نایک نے پٹھانوں کے اکثر مقامات دبا لیے تھے نواب نے اُس سے لڑنے کی تیاری کی ضیاء الدولہ کو قلعہ بیدر کی طرف بھیج دیا اور اپنے بیٹے عالی جاہ کو سرداران فوج کے ساتھ اور صمصام الملک دیوان کی اتالیقی میں گلبرگہ کی طرف بھیج کر وہاں مقام کرنے کا حکم دیا۔ ۸ ماہ ربیع الاول سنہ ۱۱۹۱ ہجری کو نواب نے خود بھی کوچ کیا اور دریائے کشنا کی طرف چلے راستے میں ظفر الدولہ مشار الملک بھی اپنے تعلقے سے چلکر حاضر ہو گئے اُنکو نواب نے حکم دیا کہ دس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے نئے بھرتی کریں اور معتمد الدولہ کی سپاہ زبردست توپخانے کے ساتھ اُنکے ہمراہ کر دی اور حیدر علی خاں کے ملک کی طرف آگے سے بھیج دیا اور خود نواب اُنکے پیچھے پیچھے چلے۔ مشار الملک متواتر کوچ و مقام کرتے ہوئے کرنول کی طرف گئے وہاں کے حاکم سے پیشکش لے کر قصبۂ دون کی طرف گئے جو کرنول سے گیارہ کوس کے فاصلے پر ہے اور پھر یہاں سے حیدر علی خاں کے علاقہ میرک پر جو بارہ کوس تھا حملہ کر کے اُسے لوٹ لیا اور وہاں کی رعایا اور ساہوکاروں کو قید کر لیا اور درل میں آبادی کے لیے بھیج دیا وہاں سے کمی کونڈا اور پرگنہ ورک کو کہ حیدر علی خاں کے ملک سے متعلق تھے عازم ہوئے راستے میں چونکہ پہاڑی اور جنگل جھاڑی کثرت سے تھی دو تین روز تک کسی اچھے صاف راستے کی تلاش میں مقیم رہے جب حیدر علی خاں کو یہ حال معلوم ہوا تو مقابلے کے عزم سے اپنی دارالحکومت سے روانہ ہوا جب اُس کی روانگی کی خبر نواب کے بھائی شجاع الملک بسالت جنگ کو پہنچی تو اُنھوں نے مشار الملک ظفر الدولہ کو لکھا کہ اب اُن پہاڑوں میں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے حیدر علی خاں تیزی سے اُدھر آ رہا ہے ظفر الدولہ یہاں سے فوراً قلعہ کنتی کی طرف آ گئے اور وہاں سے مدکیرا میں کہ ادھونی سے آٹھ کوس ہے پہنچے اور یہاں سے شجاع الملک کی تحریر کے موافق چلکر ادھونی آئے اور بھی

دن حیدر علی خان مدکیرا مین پہونچ گیا مبارزالملک ایک دن ادھونی مین ٹھہرے اور فوج کو درست
کرکے حیدر علی خان کی طرف رات کے وقت روانہ ہوے۔ حیدر علی خان جس کی ہوشیاری کا لوہا اُسکے
دشمن بھی مانتے تھے پہلے ہی سے اُنکے ارادے سے ہوشیار ہوگیا تھا ظفر الدولہ کے کتی پہونچنے سے قبل
کتی مین جا پہنچا اور وہان سے چلکر نلگنڈہ قلعہ سنگین مین جاکر ٹھہر گیا اور یہان لڑنے کا تہیہ کیا۔ اور ظفر الدولہ
کی فوج کتی تک حیدر علی خان کے تعاقب مین گئی تھی کہ نواب کے حکم سے یہان سے لوٹ گئی اِسی
عرصے مین خبر آئی کہ مرہٹون کی فوج ہری پنڈت پھڑکیہ کی ماتحتی مین ظفر الدولہ کی مدد کے لیے روانہ
ہوئی ہے اور اُس کا ارادہ ہے کہ تعلقہ کچندر گڑھ متعلقہ حیدر علی خان کو لوٹ لے ظفر الدولہ یہ بات سُنکر جریدہ
جلد سے جلد اُدھر کو روانہ ہوے اور پنڈت کے پہنچنے سے پیشتر وہان جا پہنچے اور مقام مذکور کو لوٹ کر بہت
سا مال و اسباب حاصل کیا اور بعد پہونچنے پنڈت کے اُس سے ملے اور چند روز یہان مقام ہوے
اُس عرصے مین اُس طرف کے زمینداروں نے ظفر الدولہ کو ترغیب دی کہ وہ حیدر علی خان کے ملک
مین داخل ہو جاوین اور لڑائی چھیڑ دین اور اُس کا استیصال کر دین حیدر علی خان کو جب یہ معلوم
ہوا تو ہری پنڈت کی فوج کو بہت سا روپیہ خفیہ طور پر دے کر اپنے ساتھ متفق کر لیا یہان تک کہ اُنھون نے
طلب تنخواہ کے لیے ہنگامہ کیا اور کہا کہ ہم یہان نہین ٹھہرتے پنڈت نے جب دیکھا کہ سپاہ تعمیل حکم نہین کرتی
اور برسات کا موسم قریب آگیا ہے تو کوچ کرکے پونا کو چلا گیا ظفر الدولہ بھی پاک ٹور کی پہاڑی سے اُتر کر اور
کدوال کے زمینداروں سے تین لاکھ روپے لے کر کویل کنڈہ مین نواب کے حکم سے ٹھہر گئے تاکہ برسات
یہان بسر کرین نواب بھوت پور مین پہنچکر یہان ٹھہر گئے۔ ۱۱ جمادی الاولے ۱۱۹۱ سنہ ہجری کو عالی جاہ کو گلبرگہ
کی چھاؤنی کو رخصت کیا اور اکثر سرداران فوج کو اپنی اپنی فوجون کے ساتھ اُنکے ہمراہ کیا اور شرف الدولہ
نواب سے چھٹی لے کر حیدرآباد کو چلے گئے اور اپنے مختار کار پرداز محمد علی خان کو فوج کا افسر کرکے عالی جاہ
کے ساتھ بھیجدیا نواب بھوت پور سے کوچ کرکے فرخ نگر کے پاس پہنچے۔ ۱۷ ماہ مذکور کو وہان سے
کوچ کرکے بلدۂ حیدرآباد کی عیدگاہ کے متصل مقام کیا کوچ کے دن ذوالفقار الدولہ بہادر مہابت جنگ
و منصور جنگ نواب سے آکر ملے اور عیدگاہ کے متصل منزل مین سید دلاور علی خان ناظم بلدۂ
حیدرآباد وغیرہ بڑے بڑے آدمی سلام کو حاضر ہوے نواب یہان دو گھڑی تک خیمے مین بیٹھکر سوار ہوے
خواصی مین تیغ جنگ بہادر اور امیر الدولہ کو بٹھایا اور ساعت نیک پر دولت خانے مین پہنچکر نذرین اعیان
ریاست کی لے کر محل کے اندر تشریف لے گئے۔ ۲۰ جمادی الاولے ۱۱۹۱ سنہ ہجری کو شاہ فضل اللہ
درویش سے ملنے گئے اور ۲۵ جمادی الاولے کو توپخانہ دیکھنے کو گئے۔ ۲۹ ماہ مذکور کو راسے بھوانی
کہ اپنے بیٹے کیول کشن کا بیاہ کرنے کو ہندوستان مین جاکر واپس آیا تھا نواب کے پاس حاضر ہوا اور
نذر پیشکش گذرانا اسی زمانے مین صلابت خان و بہلول خان حیدرآباد کے قریب آئے اور

دلاور خاں کے ساتھ جو استقبال کے لیے مامور ہوا تھا نواب کی ملازمت میں پہنچے۔ ان دنوں سید دلاور خاں کو انتظام جنگ بہادر خطاب اور تیغ جنگ کو شمس الدولہ بہادر خطاب ملا اور دونوں منصب پنجہزاری ذات و سہ ہزار سوار کو پہنچکر علم و نقارہ اور پالکی جھالردار سے معتبر ہوے۔ اور آغاز موسم بہار میں نوروز کا جشن منایا۔

۱۷ ذی الحجہ ۱۱۹۱ہجری کو نواب نظام علی خاں دوبارہ نواب حیدر علی خاں سے جنگ کرنے کے لیے تیاری کرکے حیدرآباد سے روانہ ہوے اس سال بھی اس سے لڑائی کا اتفاق نہوا کیونکہ حیدر علی خاں نواب نظام علی خاں سے لڑائی ملتوی رکھکر انگریزوں سے لڑنے کو چلا گیا۔ مادرالملک ظہرالدولہ کے ہاتھ سے کوئی کام نہ نکلا اور وہ لوٹ آئے چونکہ انکو شمس الدولہ سے اندیشہ تھا اور انکی جمعیت اور اقتدار روز افزوں تھا۔ ظہرالدولہ نے عرضی نواب کے پاس بھیجکر رخصت حاصل کرکے بالا بالا اپنے تعلقے کو چلے گئے اور جب تک زندہ رہے پھر نواب سے نہ ملے۔

نواب کا بعض امرا کو منصب و خطاب وغیرہ دینا۔ سکّے کی اصلاح کرنا

۲۵ ربیع الثانی ۱۱۹۲ہجری کو مادرالملک کے بیٹے فرخ مرزا و یعقوب مرزا اور ان کا بھانجا حاجی مرزا نواب کے پاس آئے ہر ایک کو سرپیچ مرصع ملا۔ اور راے رایاں کا منصب اصل و اضافہ ملاکر دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا ہوگیا اور راجہ خطاب ملا اور راے نامیڈت کا منصب ڈیڑھ ہزاری ذات اور دو سو سوار کا ہوگیا ۲۰ ربیع الثانی کو نواب نے بادشاہ کے فرمان کا استقبال کیا اس سال بہت سے امرا کو مناصب و خطاب عطا کیے۔

اس زمانے میں نواب کو معلوم ہوا کہ روپے میں کھوٹ ہے اور صراف روپیے میں سکّے کے چار پانچ آنے کم کرکے لیتے ہیں نواب نے حکم دیا کہ جس قدر روپیہ اورنگ آباد وغیرہ سے آمدنی ملک کا یا آکر جمع ہے وہ ملدے کے ساہوکاروں کو دے کر کہدیں کہ انہیں سے کھوٹ صاف کرکے اور حیدرآباد کا سکہ اس پر لگاکے ایک ماہ میں خزانے میں داخل کریں اور جو کچھ کھوٹ کا نقصان ہوگا وہ سرکار سے ملے گا اور اسی روپے کو رائج کریں۔

۱۱۹۳ہجری میں پوشاک فاخرہ اور جواہر گراں بہا تکوجی ہلکر نے نواب صاحب کو بھیجا تھا بھیجا۔ نواب نے معمور جنگ کو اصل و اضافہ ملاکر منصب پنجہزاری پر پہنچادیا اور قمرالدولہ خطاب بخشا اور وقارالدولہ اصل و اضافہ ملاکر شش ہزاری منصب ذات اور چار ہزار سوار پر پہنچ گیا اور اس کو خاندوران خطاب ملا اسی طرح بہت سے ملازمان معزز کو خطاب اور منصب بخشے نواب نے اپنے بیٹے عالی جاہ کو صمصام الملک کے ساتھ کرکے دریاے کشنا تک بھیجا

اور وہ اس ضلع کی مالگذاری کا انصرام کرکے ۷ ارجب ۱۱۹۳ھ ہجری کو باپ کے پاس واپس آگئے۔
اسی سال مسٹر ہولینڈ انگریزون کے گورنر کی طرف سے نواب کے پاس سفارت کو آیا۔
اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔

انگریزون کے ساتھ معاملات

۱۷۷۴ء (۱۱۸۸ ہجری) کے آخر مین گورنر مدراس اور کونسل کو یہ خبر ملی کہ نواب نظام علی خان کے چھوٹے بھائی بسالت جنگ نے فرانسیسی گورنر لالی کے کہنے سے جوڈوپلے کی جگہ آیا تھا فرانسیسی آدمی سپاہ مین بھرتی کیے ہین اور موناپلی سے اُن کے پاس کمک اور ذخیرہ غلہ وغیرہ کا آیا ہے فرانسیسی سپاہ کے بھرتی ہونے سے انگریزون کو ہمیشہ اندیشہ رہتا تھا اُس کی اطلاع اُنھون نے سپریم کونسل بنگال کو کی وہان سے حکم آیا کہ بسالت جنگ سے کہا جائے کہ وہ فرانسیسی سپاہ کو اپنے یہان سے نکالدے اور سپاہ اُس کی حد پر پہنچکر اُس کو دھمکائے کہ وہ فرانسیسیون کو نہین نکالتا تو ہم اُس کا ملک ابھی لیے لیتے ہین اور نظام کے ساتھ عہد وپیمان کرنا چاہئے کہ وہ سرکار مرتضے نگر عرف گنٹور بغیر کسی خراج لینے کے گورنمنٹ کمپنی کو دیدین اور اُنسے درخواست کرنی چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کو سمجھائین کہ فرانسیسیو کو نکالدے اور انگریزون پر بھروسا کرکے وہ گنٹور کو مامون ومحفوظ سمجھے یا اس سرکار کو دوستانہ قیمت پر کمپنی کو دیدے۔ نظام نے اِس کا جواب دوستانہ یہ دیا کہ مین نے ایک معزز اہلکار اپنے بھائی کے پاس بھیجا ہے کہ وہ وہان جاکر فرانسیسیون کو بسالت جنگ کی خدمت سے دور کردے اور انگریز اس کو سپاہ اُس کے ملک کی حفاظت کے لیے دیدین گے اور لکھا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان جو شرائط صلح ٹھہر گئی ہین اُنمین کبھی سر مو تفاوت نہ ہوگا۔ نظام کے حکم کا تو کچھ نتیجہ مرتب نہ ہوا۔ مگر ۱۷۷۹ء مین بسالت جنگ کو حیدر علی نے دھمکایا تو اُس نے انگریزون سے درخواست حمایت کی اور ۱۲ محرم ۱۱۹۳ھ ہجری مطابق ۲۷۔ اپریل ۱۷۷۹ء کو گورنمنٹ مدراس سے کہا کہ ضلع گنٹور مجھ سے مستاجری مین لیلے اور مین فرانسیسیون کو اپنے یہان سے علیحدہ کرتا ہون جب تکمیل اس معاہدے کی ہوگئی تو ریسیڈنٹ مدراس نے گنٹور بسالت جنگ سے ٹھیکے پرلے کر نواب ارکاٹ کو دس برس کے لیے ٹھیکے پر دیدیا اور بسالت جنگ سے وعدہ ہوا کہ اگر وہ سپاہ فرانسیسی کو اپنے پاس سے جدا کردے گا تو وہ جس قدر فوج طلب کرے گا انگریز اُسے دین گے یہ فوج اُسکے اضلاع مین کام کرے گی اُس کے ملک کی حفاظت بمقابلے بیرونی دشمن کے کرے گی مگر یہ فوج کسی صورت مین اُس کے علاقے سے باہر نہ جائیگی فوج کا خرچہ آمدنی سرکار گنٹور سے مجرا ہونا قرار پایا اور جو کچھ خرچ فوج سے بچے گا وہ بسالت جنگ کو دیا جائے گا اور یہ بھی اقرار ہوا کہ قلعہ اور دیہات کندر دیر بسالت جنگ کے ملازمون کے ہاتھ مین رہینگے

بعد اس کے یہ تجویز ٹھہری کہ انگریزی ریذیڈنٹ حیدرآباد میں نواب نظام کے پاس جا کر دریافت کرے کہ اُنکے کیا خیالات ہیں اور ہندوستانی ریاستوں سے اُنکے کیا تعلقات ہیں فرانسیسیوں سے اُن کے ربط و ارتباط ہیں یا نہیں۔ بادر صاحب کے ماتحت لشکر بسالت جنگ کے ملک کی حفاظت کے لیے بھیجا گیا۔

بمبئی اور بنگال پریسیڈنسیوں میں جو لڑائیاں انگریزوں کی مرہٹوں کے ساتھ ہوئی تھیں اُن میں نظام کسی کے طرفدار نہ ہوئے تھے گو رگھناتھ راؤ سے دلی نفرت رکھتے تھے اور اُس کے گروہ مخالف کے ساتھ آشتی و صلح رکھتے تھے اور اس امر کو علی الاعلان کہتے تھے۔ باوجودیکہ راجہ برار سے سپریم کونسل نے اس امر پر مصالحت کرنی چاہی کہ اُس کو وہ ملک جو نظام دکن نے دبا لیا ہے دلا دیں گے مگر اس سے بھی نظام کو کچھ خیال بُرا انگریزوں کی طرف سے دل میں پیدا نہیں ہوا جب ۶۔ اپریل ۱۷۷۹ء مطابق ۱۸ ربیع الثانی ۱۱۹۳ ہجری کو ہالس صاحب (ہولینڈ صاحب) ریذیڈنٹ بن کر مدراس گورنمنٹ سے حیدرآباد میں آیا اور اُس کے ساتھ جو تحائف تھے وہ پیش کیے تو اُس کی بڑی تواضع و تکریم ہوئی جس سے ایک اتحاد نظام اور انگریزوں کا معلوم ہوتا تھا مگر جب ریذیڈنٹ نے اُن عہد و پیمان کا ذکر کیا جو بسالت جنگ کے ساتھ ہوئے تھے تو اُس پر نظام بگڑ بیٹھے اور انھوں نے کہا کہ انگریز ایسے عہد و پیمان سے پھر گئے اُن کے موافق کوئی حق مداخلت کا میرے بھائی کے کاموں میں جو میری رعیت ہے نہیں پہنچتا ہے اور نہ سپاہ انگریزی میرے ملک میں حفاظت کے واسطے آسکتی ہے۔ اگر انگریز ایسے معاہدے کے پابند رہنا چاہتے ہیں تو انہیں گنٹور سے فوجیں ہٹا لینی چاہئیں اگر اس خواہش کی تکمیل نہ کی گئی تو میں جبراً انہیں نکال دینے پر مجبور ہونگا۔

(تاریخ برگس جلد اول صفحہ ۲۰۷) اُس پر ہولینڈ صاحب نے کہا کہ حیدر علی کے حملے کا خوف ایسا تھا کہ فرصت اور مہلت نہیں ملی کہ حضور سے اجازت لی جاتی۔ اُس پر نظام نے کہا کہ حیدر علی کا ارادہ ہرگز یہ نہ تھا کہ وہ بسالت جنگ کو حیران و پریشان کرے بلکہ وہ ملک کرناٹک کو تاخت و تاراج کیے جاتا تھا۔ غرض نظام کو سب سے زیادہ رنج یہ بات معلوم ہوئی کہ بسالت جنگ کے پاس انگریزوں نے سپاہ بھیجدی اُس سے اُس کو اندیشہ پیدا ہوا کہ مبادا بھائی آزاد ہو جائے اور اُس کی اطاعت سے نکل جائے اس لیے وہ فرانسیسی سپاہ کہ بسالت جنگ نے موقوف کی تھی نواب نے نوکر رکھ لی اور یہ عذر کیا کہ مجھے اندیشہ یہ تھا کہ یہ فوج حیدر علی اور مرہٹے نوکر نہ رکھ لیں یہ سپاہ اُس زمانے کی بچی کچھی مری پٹی ہوئی تھی کہ جس سے پریسیڈنٹ کو کچھ خوف نہ تھا اور اُس نے اس سے چشم پوشی کی تھی اُس میں فقط فرانسیسی ہی نہ تھے بلکہ تمام اہل یورپ فرنچ پرتگیز انگریز وغیرہ وہ لوگ بھرتی تھے جو اپنی قوم میں مردود سمجھے جاتے تھے۔ اس کے بعد پریسیڈنسی مدراس کے گورنر کی طرف سے ریذیڈنٹ نے نظام سے

یہ درخواست کی کہ وہ پانچ لاکھ روپیے جو سرکاروں کے عوض میں پیشکش دیے جاتے ہیں چھوڑ دیے جائیں۔ دو برس سے یہ پیش کش نہیں دیا گیا تھا اور اُس کے لیے انگریزوں نے یہ عذر بنایا تھا کہ بسالت جنگ نے فرانسیسی سپاہ اب تک موقوف نہیں کی ہے اور کمپنی کے خزانے میں روپیہ بھی نہ تھا جب رزیڈنٹ نے یہ بیان کیا تو نظام کو یقین ہو گیا کہ انگریز اپنے عہد و پیمان کو قائم رکھنا نہیں چاہتے اور اُس سے بالکل منحرف ہوتے ہیں ۲۵ رجب ۱۱۹۳ہجری کو مسٹر ہولینڈ انگریزی سفیر کو نواب نے رخصت کر دیا۔ ان تمام معاملات کی خط و کتابت کو ہولینڈ صاحب نے سپریم کونسل میں بھیجا ۱۰ اکتوبر ۱۷۷۹ء کو وہاں یہ مقدمہ پیش ہوا سارے کاغذات کی خوب چھان بین ہوئی سب کی یہ رائے تھی کہ گورنمنٹ مدراس کا عہد و پیمان بسالت جنگ سے کرنا اور اُس میں نظام سے صلاح و مشورے نہ لینا اور سرکاروں کی پیش کش کے ادا کرنے سے انکار کرنا سخت عہد شکنی تھی اُس نے انگریزوں کی بے ایمانی اور بے انصافی ہی نہیں ظاہر کی بلکہ ایک قوی دشمن اپنے لیے پیدا کیا جس کے پنجوں سے چھٹکارا مشکل ہو گا غرض سپریم کونسل نے اِدھر نظام کو یہ لکھا کہ ہمارا ارادہ ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہماری اور آپکی صلاح اور آشتی میں فرق آئے اُدھر گورنمنٹ مدراس کو تحریر کیا کہ وہ ایسے اندھادھند کام نہ کرے احتیاط اور ہوشیاری سے کام کرنا چاہیے اس پر پریسیڈنٹ آگ بگولا ہو گیا اور اُس نے ایک طومار کا طومار لکھ مارا کہ سپریم کونسل کے اختیارات فقط اپنے احاطے پر اور اپنے عہد و پیمان پر محدود ہیں اسکو ہمارے اور اوروں کے عہد و پیمان میں ہاتھ ڈالنے کا کیا منصب ہے مگر خود کورٹ ڈائرکٹرز نے اس معاملے کی تحقیقات کی اور آخر نواب کو خوش کرنے کے لیے نہ صرف سرکار گنٹور جو نواب کرناٹک کو دس سال کے لیے مستاجری میں دیدی گئی تھی واپس کی گئی بلکہ سر ولیم رمبالڈ گورنر مدراس کو کونسل کے دو ارکان سمیت برطرف کر دیا گیا۔

متفرق باتیں

ماہ رمضان ۱۱۹۳ہجری میں جواہر اور بیش قیمت کپڑے پونا سے پنڈت پردھان کے مرسلہ نواب کے پاس پہنچے عید الفطر کے دن قمر الدولہ کو صرف جیغہ اور شمس الدولہ کو جیغہ اور کلغی سیاہ پروں کی نواب نے بخشی۔ نویں شوال کو وقار الدولہ نے خبط دماغ کی وجہ سے اپنے چھری مارلی کچھ دنوں کے بعد اسی مرض سے فوت ہو گئے۔ ۱۴ ذیقعدہ کو بانو بیگم عرف گانی بیگم نواب کی بی بی مر گئیں کچھ دنوں کے بعد نواب صاحب تفریح کے لیے لالہ گوڑہ کی طرف شکار کے لیے گئے اور نجم الدولہ بہادر سیف جنگ مع ایک شائستہ سپاہ کے تعلقہ مصطفےٰ نگر عرف کونڈاپلی اور مرتضےٰ نگر عرف گنٹور کی طرف جہاں انگریزی سپاہ کی آمد کی خبر گرم ہوئی تھی بھیجے گئے اور ماہ صفر ۱۱۹۴ہجری میں میر نجم خان کہ موسیٰ لالی فرانسیسی

گورنر کا اسباب لانے کے لیے گیا تھا واپس نواب کے پاس آگیا اور اسباب کو نواب کے حضور میں پیش کیا۔ ۱۴ ربیع الاول ۱۱۹۴ھ ہجری کو نواب کے غسل صحت کا جشن منایا گیا کیونکہ اُن کا مزاج کسی قدر علیل ہوگیا تھا اور اطبا کو خلعت و جواہر ملا۔ ماہ جمادی الاولے ۱۱۹۴ھ ہجری میں شاہ ید اللہ حسینی مع فرزندوں کے بلدۂ حیدرآباد میں آئے نواب خود اُن سے جاکر ملے ماہ جمادی الآخرے میں قطب الدولہ پسر حیدر جنگ کے ساتھ اپنی بھانجی کا بیاہ بڑے تکلف سے کیا اس سال بھی اکثر امرا کو مناصب و خطابات ملے۔

مشیر الملک اعظم الامرا غلام سید خان کی مدار المہامی اور اُنکے ہاتھوں سے ملازمین و رعایا پر سختی

غلام سید خان نے وقار الدولہ کی حیات میں اپنے وکیل طوطا رام کے ہاتھ ادہسے ایک عرضی نواب نظام علی خان کے پاس اور ایک خط وقار الدولہ کے پاس بھیجکر لکھا تھا کہ مجھے وہاں بلالیا جائے مگر اپنے مطلب کو نہ پہنچے تھے اب وقار الدولہ کے انتقال کے بعد ظہر الدولہ مبارز الملک حافظ جنگ کو اخلاص آمیز خط برار میں بھیجکر موافقت کا ارادہ ظاہر کیا اور نواب کے پاس کئی عرضیاں بھیجیں کہ اجازت مبارز الملک سے ملنے کی ہوجائے نواب نے اجازت دے دی اول غلام سید خان ادہسے برار کو گئے چونکہ بہت چلتے ہوے آدمی تھے اور دنیاداری کے داؤں گھات خوب یاد تھے مبارز الملک کو اس بات پر آمادہ کیا کہ آپکی سفارش میں نواب کو عرضی لکھیں چنانچہ انھوں نے نواب کو عرضی میں لکھا کہ مجھکو حضور میں بدوں ہوے غلام سید خان کے دلجمعی حاصل نہیں ہے اُنکو حضور میں بلالینے سے اس فدوی کے دل کو اطمینان ہوجائیگا نواب نے شمس الدولہ کے پاس خاطر سے جو خاص باتیں اور صداقت کیش تھے تامل فرمایا اور جب معلوم ہوگیا کہ شمس الدولہ کو بجز کار سپاہ کے ریاست کے اور کسی کار اہم کی طرف التفات نہیں ہے اور ایسے شخص کا موجود ہونا جو مشورے میں شریک رہے اُس وقت ضرور تھا اس لیے ایک عنایت نامہ اُنکی طلبی میں بھیجا چنانچہ وہ ۷ شعبان ۱۱۹۴ھ ہجری کو حیدرآباد آگئے اور نواب سے ملے اور دو سال تک شمس الدولہ کے خوف سے اپنے دل کی کسی بات کو ظاہر نہ کیا اور شمس الدولہ کی ہر وقت خوشامد رکھتے اور اُنکے دل کو اپنی طرف سے بالکل مطمئن کرلیا اس کے بعد نواب کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا اس طرح کہ کفایت خرچ سرکار اور آمدنی کے اضافے اور سال بسال عاملوں پر زر مقرری کے بڑھانے اور تاجروں کے مال و بیر محصولوں کے زیادہ کرنے اور رعایا سے ہر طرح مال و تحول کرنے کی

ترکیبین اُنکے سامنے عرض کرتے یہان تک کہ نواب کو اُن کا بڑا اعتماد ہوگیا رفتہ رفتہ **معین الدولہ سہراب جنگ** خطاب دیکر کچھ کام اُنکے سپرد کیے اور پہلے مددگار دیوان بنایا پھر تمام معاملات مالی وملکی مین دخیل ہوگئے اور مدارالمہامی کا کام بغیر اس کے کہ اُس کا خلعت ملے خود بخود کرنے لگے آخرکار شمس الملک محمد ابو الفتح خان کے مشورے سے نواب نے غلام سید خان کو اپنا **مدار المہام** بنایا اور تمام بحالی وبرطرفی کا اُنھین مختار کردیا۔ ان کا اصلی نام **غلام سید خان** ہے اور یہی مادہ تاریخ تولد ہے اور خطاب **معین الدولہ سہراب جنگ مشیر الملک اعظم الامرا ارسطوجاہ بہادر** ہے اور القاب **فرمان وکیل مطلق فرزند جگرپیوند فدوی خان نثار وزیراعظم دولت آصفیہ** ہے اُنکی مان کا نام نورالنسا ہے اُنھون نے **رگھوتم راو کو راجہ اندر** خطاب دلواکر اپنا پیشکار بنایا جس کے مشورے سے رعایا پر طرح طرح محصول بڑھائے اور بھبوترہ کی بدعت ایجاد کی اور تاجرون پر محصول بڑھایا مکانات ضبط کیے خلق اللہ کو بہت تباہ کیا شرفا ونجبا کی زبانون پر شکایت پیدا ہوگئی ہر طرف سے شور مصیبت برپا ہوگیا منصبداران قدیم کی آمدنی روپے مین سات آنے رہگئی اوران سات آنون مین سے بھی اخراجات وکالتانہ چوبداری کے اور متصدیون کے اخراجات مقرر ہوے اور تمام اخراجات وضع کرنے کے بعد پھر بھی ماہ بماہ تنخواہ کا ملنا بند ہوگیا بعض کو سال مین چھ ماہ کی تنخواہ بعض کو اس سے بھی کم ملتی غرض کہ انکے عہد مین کم مایہ لوگ گرانی غلہ کی وجہ سے بسبب احتکار[1] کے اور مصارف کے بڑھ جانے سے فاقہ کشی سے ہلاک ہوگئے اور جو لوگ مالدار تھے جبر وظلم کے خوف سے ترسان ولرزان رہتے تھے شرفا ونجبا وعلما وصلحا وسادات کو بیش از بیش اذیتین پہنچین اکثر جلا وطن ہوگئے بعض نے گوشہ نشینی اختیار کرلی مردم پواج نے اُنکی مدد سے مخلوق کو بہت تباہ کیا پواج کی بن آئی جب اختیار واقتدار مشیر الملک کا بہت بڑھگیا تو نواب نے اُنکے مقابلے کے لیے تیغ جنگ کو بڑھایا تیس لاکھ کا ملک اور بہت سی سپاہ اُن کے سپرد کرکے نقطہ مقابل بنادیا۔

نواب اکثر شکار مین مصروف رہتے تھے اور تالاب سنگراج کے کنارے پر جو شہر سے دو کوس ہے ایک شکارگاہ موضع لنگوجی گوڑہ مین شمس الملک محمد ابو الفتح خان کے اہتمام سے بنی جہان تیندوے اور ہرن رکھے گئے تمام شکارگاہ مین کہ بارہ کوس کے پھیر مین تھی موسم گرما مین جابجا آبدار خانے سرد وشیرین پانی کے تیار کیے کہ ہر وقت ہر آدمی کو آب سرد ملتا تھا۔

[1] احتکار اُسے کہتے ہین کہ کھانے کی چیزون کا اس وجہ سے روک رکھنا کہ قحط سالی پڑنے پر اُن کو بیچین ۱۲ از تسہیل اللغات مولفہ مولف این کتاب ۱۲۔

امرا کو خلعت و خطاب و مناصب و مراتب دینا

نواب نے امرا کو خلعت و خطاب و مناصب عطا کیے جس کی تفصیل یہ ہے مرزا خان بہادر انکو سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار کا منصب اور علم و نقارہ اور مبارز جنگ خطاب دیا یعقوب مرزا انکو چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ملا جمال الدین حسین خان انکو یکہزاری ذات اور دو سو سوار کا منصب ملا میر حیدر خان منشی نواب انکو یکہزاری ذات و یک ہزار سوار کا منصب اور علم اور بہادری کا خطاب ملا غلام مرتضے خان پسر غلام سید خان انکو یکہزاری ذات و یکہزار سوار کا منصب اور سید ارجنگ خطاب ملا فرخ مرزا پسر ظفر الدولہ انکو چار ہزاری ذات و دو ہزار سوار کا منصب اور علم و نقارہ اور احتشام جنگ خطاب ملا۔

عید الفطر کے موقع پر

صمصام الملک میر عبد الحی خان انکو دست مدرصع کی جوڑی ملی غلام مرتضے خان پسر غلام سید خان ان کو جیغہ ملا مرزا امجد خان ان کو سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار کا منصب ملا راجہ دیانت ونت ان کو چار ہزاری ذات و دو ہزار سوار کا منصب اور نقارہ اور بہادری کا خطاب ملا رلے رنیکا داس پسر دیانت ونت ان کو ہزاری ذات کا منصب ملا شمس الدولہ بہادر ان کو ہفت ہزاری ذات اور شش ہزار سوار کا منصب اور شمس الملک خطاب ملا اسی سال سربلند خان بہادر رسیدار بتولا پور کی تنبیہ کے لیے مامور ہوے اور حافظ محمد مدرس مکہ مسجد شہر کے قاضی بنائے گئے اور غلام سید خان و علیم الدولہ و شمس الدولہ کو خلعت و جواہر ملے۔

احتشام جنگ پسر مبارز الملک ظفر الدولہ کی بغاوت اور اسپر فوج کشی اور اس ضمن مین دوسرے واقعات

نواب کو خبر پہنچی کہ مبارز الملک مرض سرطان میں مبتلا ہوگئے ہیں اور تمام منہ پیپ اور لہو سے بھر گیا ہے طبیبون کا علاج فائدہ مند نہیں ہوتا نواب نے حکیم باقر خان مسیح الدولہ کو علاج کے لیے بھیجا اور ایک ہندو جراح کو جسکا نام رلیا تھا اور کوروا اکا مٹیا تھا ساتھ کیا یہ شخص بھی اُس وقت کے مشاہیر سے تھا ابھی یہ لوگ دہل پہنچے۔ پلٹے تھے کہ مبارز الملک مرگئے استقلال کا خلعت اُن کے بیٹے احتشام جنگ کے نام غلام سید خان کے مشورے سے بھیجا گیا اور وہ اپنے باپ کا جانشین ہوگیا اُس نے اپنے کشتی ہولی محمد

کے اغواسے بھیکو مرزا اور فرید مرزا کو جو اُس کے باپ سے قرابت قریبہ رکھتے تھے بے تقصیر مار ڈالا اور رعایا پر بے حد ظلم توڑنے لگا نواب نے یہ حال سنکر اُس کی جوانی پر ترحم کرکے سزا دینے مین تامل کیا اور پہلے پند و نصیحت کے مضامین سے عنایت نامے لکھے مگر اُس خود سر نے بالکل نہ مانا تو خود بدولت ۲ محرم ۱۱۹۶ہجری کو اُس کی تادیب کے لیے روانہ ہوئے اور شہر سے باہر نکلکر گوردھن داس کے باغ کے پاس دو ماہ تک سیر و شکار مین مصروف رہے اور بار بار احتشام جنگ کو پند و نصیحت کے عنایت نامے لکھتے رہے جب وہ راہ راست پر نہ آیا تو ۴ ربیع الاول کو وہان سے چلکر گول کنڈے کے پاس موسے ندی کے کنارے پر ٹھہرے اور چند روز یہان مقام کیا اور ہر شب نواب صاحب کے حکم سے قلعے کے برجون اور دیوارون پر سرفراز جنگ کے اہتمام سے روشنی ہوتی اور آتش بازی چھوڑی جاتی تھی۔ اُنھین دنون مین موتیونکی ایک کنٹھی عطا یار خان پسر سعید الدولہ کو مع سرپیچ مرصع کے دی اور اعتقاد الدولہ قلعداری بھونگیر اور تحصیلداری تعلقجات راجہ رانیا متوفی پر بھیجا گیا اور صمصام الملک میر عبد الحی خان کے بھانجے دلاور جنگ کو بیدر کی دیوانی کا خلعت دیا بعد اس کے اس مقام سے کوچ کرکے جشن نوروز کال تکلف سے ترتیب دیا اور منصب دارون کو خطاب و مناصب دیے اور غلام سید خان سہراب جنگ کو خطاب **مشیر الملک** و یک ہزاری ذات و یک ہزار سوار کا منصب اور شمس الملک ابو الفتح خان بہادر کو بھجبند کی جوڑی مع سراسری مروارید کے اور محمد عظیم خان کو سرپیچ مرصع و اضافہ منصب دو ہزاری ذات و یک ہزار سوار و علم و خطاب بہادری اور اقتدار الدولہ کو منصب پنجہزاری و علم و نقارہ و خطاب قیام الملک اور حیدر علی خان کو اصل و اضافہ ملا کر منصب دو ہزاری و عطاے علم و خطاب ممتاز جنگ سے سرفراز کیا اسی طرح دوسرے امرا کو مناصب و خطاب دیے اور شکوہ جنگ ناظم حیدرآباد کو جیغہ اور پاندان رخصت دے کر خود نواب صاحب کولاس کی طرف روانہ ہوے اور وہان پہنچکر چند مقام کیے۔ ۵ جمادی الاولے ۱۱۹۶ہجری کو صمصام الملک میر عبد الحی خان کہ امیر صاحب علم و فضل تھا عارضہ درد شکم سے مرگیا نواب کو رنج ہوا نواب نے یہان تمام فوج اور توپخانے کا ملاحظہ کیا اور چونکہ برسات قریب تھی ۲۲ ماہ مذکور کو کولاس سے حیدرآباد کو لوٹ آئے ۲۸ ماہ مذکور کو تالاب حسین ساگر پر مقام کیا اور ہر شب روشنی اور آتش بازی کا تماشا دیکھتے اور عیش و عشرت مین بسر کرتے۔ دوسری ماہ جمادی الاخری ۱۱۹۶ہجری کو اولے کثرت سے پڑے اور زور و شور کی بارش ہوئی اور لشکر والون کو بہت تکلیف پہنچی ۴ جمادی الاخرے روز جمعہ کو شہر مین داخلے کا مہورت تھا چنانچہ دولت خانے مین داخل ہوے اور اکثر مشائخ شہر جیسے شاہ فضل اللہ اور شاہ امر اللہ کے ملنے کو اُن کے گھرون پر جاتے تھے شرف اللہ کو ہفت ہزاری ذات و شش ہزار سوار کا منصب اور شرف الملک کا خطاب دیا اور عظیم الدولہ کو سرپیچ مرصع و جیغہ اور موتیون کی کنٹھی اور خلعت اور پاندان دے کر اورنگ آباد کو رخصت کرنا

ماہ رمضان ۱۱۹۶ ہجری میں حیدر علی خاں کا وکیل سنبھا را دو نواب کے پاس تحائف اور جواہر لیکر آیا
نواب کو خبر پہنچی کہ احتشام جنگ نے اپنی فوج سوار و پیادہ کو قصبۂ نامڈیر میں بھیجا ہے اور فساد
کا ارادہ رکھتا ہے تو انہوں نے اُس کی سرکوبی کی طرف توجہ کی۔ حسام الدین خاں بہادر عرف گھانسے میاں کو
دو ہزار سوار دے کر اُس کے دفع شر کے لیے مقرر کیا خاں مشارالیہ لمبے لمبے کوچ و مقام کرتا ہوا قلعہ
بودن مضاف نامڈیر کے پاس پہنچ گیا اور ایسی جلادت دکھائی کہ باوجود قلعے سے آتش باری کے
ڈھائی گھڑی میں فتح کر لیا احتشام جنگ کی فوج کے کچھ آدمی مارے گئے اور کچھ بھاگ گئے اور کچھ نے
اطاعت کر لی جب احتشام جنگ کو یہ حال معلوم ہوا تو فوراً دلاور جنگ فرنگی اور الو میاں جمعدار
کو تین ہزار سوار اور دو توپوں اور قواعد دان پلٹن کے پیادوں اور روہیلہ پٹھانوں کے ساتھ گھانسے میاں
سے مقابلے کے لیے بھیجا نواب صاحب نے یہ سن کر اپنے بیٹے میر اکبر علی خاں کو **اسد الدولہ**
خطاب دے کر بعض سرداران فوج کے ساتھ اُدھر بھیجا اور سیدی عبداللہ و حشمت جنگ کو حکم ہوا کہ لمبے
لمبے کوچ و مقام کرتے ہوئے گھانسے میاں سے جا کر مل جاویں جب یہ خبر احتشام جنگ کو پہنچی تو اُس
نے فرنگی مذکور اور الو میاں کو لکھا کہ گھانسے میاں سے کمکی فوج ملنے سے پیشتر لڑائی شروع کر دیں
چنانچہ ۵ ذیقعدہ ۱۱۹۶ ہجری کو توپیں اپنے سامنے کھڑی کر کے گولے مارنے شروع کیے اگرچہ بہت
سے آدمی کام آئے مگر جوانمردوں نے اپنی جگہ سے قدم پیچھے نہ رکھے الو میاں نے جب دیکھا کہ گولوں کی
مار سے بھی یہ لوگ بھاگتے نہیں تو فوج کے دائرے سے پیش قدمی کر کے حسام الدین کی سپاہ پر حملہ آور
ہوا حسام الدین خاں نے ایسا محکم مقابلہ کیا اور ایسی سختی سے مارا کہ ہراول کے آدمی بھاگ کر فرنگی
کی سپاہ میں گھس گئے اور گھانسے میاں کے آدمیوں نے اُس کے نشان بردار دونوں ہاتھیوں کو اول
ہی حملے میں لے لیا حاصل یہ ہے کہ احتشام جنگ کے آدمی ایسے بھاگے کہ قلعۂ برل تک راستے میں کہیں
نہ ٹھہرے دلاور جنگ فرنگی بھی رات میں برل کو بھاگ گیا۔ گھانسے میاں کے ہاتھ دو ہاتھی مع نشانوں کے
اور چند گھوڑے اور نقارہ اور بانوں کے چھکڑے اور اونٹ اور بیل گولہ بارود سے لدے ہوئے آئے
حسام الدین خاں گھانسے میاں نے نواب کو فتح و فیروزی کی عرضی لکھی اور احتشام جنگ نے اس ہزیمت
کے بعد اپنی فوج جمع کر لی مگر برل سے قدم آگے نہ بڑھایا اور حسام الدین خاں نواب کے حکم سے قلعۂ
مالکنڈہ میں جہاں دانہ چارہ اور رسد کا سامان کثرت سے تھا چلا آیا اس زمانے میں نواب صاحب نے
محمد امجد خاں کو **سربلند خان بہادر** خطاب اور سرپیچ مرصع اور صاحب خاں متی کو منصب ہزاری
ذات و ہزار سوار کا اور علم و نقارہ اور خطاب نظام نواز خاں بہادر اور وزیر خاں کو منصب اور خطاب
بہادری عطا کیا۔ دوسری ذیقعدہ ۱۱۹۶ ہجری کو **امیر الامرا بسالت جنگ** کے
فوت ہونے کی خبر نواب کو پہنچی اُن کو رنج و ملال ہوا اور تین روز تک نوبت کا بجنا موقوف رہا

ج حیدرآباد

ور میر مبارزخان صفدر جنگ کو ادھونی اور رائے چور کی طرف بھیجا اور ثابت جنگ مبارز الدولہ کو
سرپیچ مرصع وجیغہ اور حاجی مرزا خان کو سرپیچ مرصع دیگر اسد الدولہ بہادر اپنے بیٹے کے ساتھ مقرر کیا
اور راجہ دیانت ونت بہادر کو جیغۂ مرصع اور شمشیر اور راجہ امانت رام کو جیغہ مرحمت کیا۔ اور ۲۱
ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ ہجری کو نواب حیدرآباد سے روانہ ہوکر گوشہ محل کے پاس آکر ٹھہرے اور بیس روز
توقف کیا اور کئی عنایت نامے استمالت اور اطاعت گذاری کی ہدایت کے اعتشام جنگ کو بھیجے
اور ہر طرح سے سمجھایا لیکن اُس خودسر کے کوئی بات خیال مین نہ آئی آخرکار نواب نے یہی مناسب
سمجھا کہ اُس کو پوری سزا دی جائے اور نجم الدولہ میر بخشی اور سید عمر خان کو مضبوط جماعت کے ساتھ
حسام الدین خان کی کمک کے لیے روانہ کیا اور یہ تاکید کردی کہ لڑنے مین اپنی طرف سے سبقت
نہ کرین اور جب اعتشام جنگ کی طرف سے لڑائی شروع ہو تو اچھی طرح جنگ کرین اس زمانے
مین اپنے چھوٹے بھائی امیر الامرا بسالت جنگ محمد شریف خان کے بیٹے **ذوالفقار الدولہ**
مہابت جنگ کو اصل و اضافہ ملاکر نو ہزاری ذات و نو ہزار سوار دو اسپہ وسہ اسپہ کے
منصب پر پہنچا کر خطاب **امیر الملک** اور ماہی مراتب اور سرپیچ مرصع اور کلگی مرصع بخشی
اور دھونی اور رائے چور کا تعلقہ اُس کے سپرد کرکے اُدھر کو رخصت کیا اور مکرم الدولہ بہادر اور تلجا
رام امیر الوکلا کو اُن کے ساتھ بھیجا اور نواب نے اپنے سرکار کی میر سامانی سے اعتقاد الدولہ کو علیحدہ
کرکے اس خدمت کا خلعت سید جمال الدین حسین خان کو دیا اور شیخ عظمت الدین سرفراز جنگ کو
تلدرک کا قلعہ دار بنایا اور حکیم غیاث الدین خان کو بلدے کی کوتوالی دی۔ اور ۲ ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ
ہجری کو گوشہ محل کے پاس سے ایلگنڈل کے قلعے کی طرف روانہ ہوے اور موضع علی آباد کے حوالی
مین صاحبزادہ سکندر اقبال عین راہ مین ملازمت سے فائز ہوے۔ ۲۰ ماہ مذکور کو قلعہ ایلگنڈل
کے پاس جا پہنچے دوسرے دن اُس قلعے کی سیر کی ۲۸ کو وہان سے کوچ ہوا۔ ۲۹ ذیحجہ کو ایلواڑہ
مین پہنچے۔ ان دنون عظیم الدولہ کو نظامت اورنگ آباد سے ہٹا کر علاء الدولہ کو اُس کی جگہ مقرر کیا۔
۱۱۹۷ھ ہجری مین عشرۂ محرم کے ایام ایلواڑے مین بسر کیے ۱۱ محرم کو دولہ رائے نواب کے حکم سے
فوج اور توپین اور کرنال لے کر قلعہ جگتیال کے محاصرے کے لیے روانہ ہوا اور توپخانہ ایک نو مسلم
انگریز کی ماتحتی مین اُس کے ساتھ تھا۔ نواب خود عشرہ محرم کے بعد ایلواڑہ سے نرمل کی طرف
روانہ ہوے اور یہان سے کوچ کے بعد راجہ پدم سنگھ اور کنور جودھ سنگھ کو دولہ رائے کی کمک کے
لیے روانہ کیا اور ہر روز ہر منزل مین درخت کٹ کر طے مسافت ہوتی تھی اُسی دن
حسام الدین خان نواب کے پاس آ گئے جن کو نواب نے خلعت اور سرپیچ اور خطاب بہادر اور علم ونقارہ
اور منصب سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا عطا کیا فوج نے قلعہ جگتیال کے پاس پہنچکر

(جو احتشام جنگ نے کمال استحکام کے ساتھ اہل یورپ کی طرح بنایا تھا) اُس کا محاصرہ کر کے اہل قلعہ کو محصور کر دیا اور رات گولے مارے کہ وہاں کے قلعہ دار ظہر الماس حبشی نے قلعے کو تمام اسباب اور سامان جنگ کے ساتھ ۲۸ محرم ۱۱۸۱ ہجری کو محاصرین کے حوالے کر دیا اور دولہ رائے کے توسط سے نواب کے سلام سے مشرف ہوا نواب نے اُس کو پانصدی کا منصب اور بہادری کا خطاب عطا کیا اور دولہ رائے کا منصب دو ہزاری ذات دو ہزار سوار کو پہنچایا اور علم اور خطاب بہادری و سرپیچ مرصع و گوشوارۂ زمرد مرحمت ہوا اور ۲ صفر کو نواب موضع کورٹلہ کے پاس سے کوچ کر کے جگتیال میں پہنچے اس قلعے کی سیر کر کے یہاں کا قلعہ دار دوبارہ ظہر الماس کو مقرر کر دیا وہاں سے ملکاپور کی طرف گئے اس سفر میں محمد عظیم خان بہادر کہ گھوڑوں کی خریداری کے لیے مالی گاؤں کو گیا ہوا تھا دو ماہ کے بعد دو ہزار سواران پائے گاہ کے ساتھ جن کے پاس سامان درست تھا نواب کے پاس حاضر ہوا نواب اُس کے کام سے بہت خوش ہوئے یہاں سے نواب مال کنڈہ کی طرف روانہ ہوئے ان دنوں بہلول خان نواب کے پاس آیا اور احسان اللہ خان تعلقہ دار ورنگل و سرکار کھم کو رخصت کیا گیا اور میر عبدالسلام خان مرحوم کے ایک بیٹے میر عبدالعزیز خان کو منصب میں اضافہ ملا کر منصب چار ہزاری پر پہنچا دیا اور قوام الدولہ خطاب پایا اور اسکے دوسرے بیٹے کا منصب بڑھا کر مبارز جنگ خطاب و علم و نقارہ بخشا اور اسکے تیسرے بیٹے کا منصب بڑھا کر شمس خطاب اور علم بخشا اور میر مبارز خان کہ ادھونی کو گیا ہوا تھا نواب سے آکر ملا اور ۱۴ ماہ صفر کو سرداران سپاہ جیسے رفعت الدولہ سربلند جنگ اور حسام الدین خان و محمد بہلول خان و سیدی عبداللہ خان و سید عمر خان وغیرہ رسالہ داریا دوں اور جزائرداروں کے ساتھ دریائے گنگا کے دوسرے کنارے پہنچکر ٹھہر گئے اور ہوشیاری و احتیاط میں مشغول ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جب نواب کی فوج دریائے گنگا کے پار اتری تو اُس وقت احتشام جنگ تھوڑے سے سواروں کے ساتھ آہو کے شکار میں مشغول تھا اگر یہ خبر نواب کے آدمیوں کو ہو جاتی تو اُسے گرفتار کر لیتے لیکن احتشام جنگ کو فوج کے ورود کی خبر ہوتے ہی جستی کے ساتھ چلا گیا اور پیادہ و سوار اور توپخانہ تیار کر کے لڑنے لگا جب تھوڑے سے سوار اور بہت سے پیادے مارے گئے تو بھاگ کر جیتال میں جاکر متحصن ہو گیا دوسرے دن نواب نے بھی گنگا کو عبور کر لیا۔ اب بھی نواب نے تحمل کیا اور جنگ میں سبقت نہ کی ۲۲ ماہ صفر ۱۱۸۱ ہجری کو نواب کے بیٹے اسد الدولہ میر اکبر علی خان جو اس سفر میں ساتھ تھے پنڈت پردھان کے بلانے سے مادھو راؤ کی شادی میں شرکت کے لیے پونا کو بھیجے گئے اکثر بڑے بڑے آدمی جیسے شرف الدولہ و مبارز الدولہ وغیرہ اُس کے ساتھ بھیجے گئے غرہ ربیع الاول ۱۱۸۱ ہجری کو احتشام جنگ کی عرضی نواب کے پاس بہت سے مطالب کے ساتھ بعض ارکان دولت کے توسط سے آئی ہر دو سوال۔ جو اب جاری ستھے۔ ۶ ربیع الاول کو دولہ رائے

اور پایے گاہ کے سوارون نے اُس پہاڑی پر قبضہ کرلیا جو نواب صاحب اور احتشام جنگ کی فوجون کے درمیان مین حائل تھی تاکہ دشمن اُس پر قبضہ کرکے توپین نہ چڑھا دے احتشام جنگ کے آدمیون نے مقابلہ کرکے گولے مارے آخرکار بھاگ نکلے اور حصار چیتال مین پناہ لی نواب صاحب کی سپاہ چیتال کے مقابل مورچے قائم کرکے تمام رات ہوشیار رہی نواب نے دوسرے دن دریائے گنگا کے کنارے سے کوچ کرکے پہاڑی مذکور کے پاس ڈیرے خیمے نصب کرائے نواب نے خیال کیا کہ یہ آتش فساد بغیر آب شمشیر کے بجھ نہین سکتی اور سوائے تحریک تیغ وسنان کے اس قضیے کا فیصلہ نہین ہوسکتا تو دوسرے دن آہنی ہودج مین سوار ہوکر تمام فوج کے ساتھ احتشام جنگ کی تنبیہ کے لیے متوجہ ہوئے اور سپاہ کے سردارون کو حکم دیا کہ ہر طرف سے لڑائی شروع کردین آج کے دن نواب کی خواصی مین شمس الدولہ بیٹھے ہوے تھے اُنھون نے اپنی پایے گاہ اور رسالے کے آدمیون کو حکم دیا کہ ہر طرف سے حملہ کرکے مخالفون کو بھگا دین عین گرمی کارزار مین سید عمر خان دوڑ کر نواب کے پاس آیا اور عرض کیا کہ سیدی یاقوت و دلاور جنگ فرنگی بہت سی سپاہ کے ساتھ میری جمعیت کے مقابلے مین جو قلیل ہے آکر لڑنے مین مصروف ہین اعانت کا امیدوار ہون نواب نے شمس الدولہ کو کمک کے لیے حکم دیا شمس الدولہ نے محمد مکارم خان کو کمک کے لیے ہمراہ کردیا محمد عظیم خان نے پرورش علی خان کو حکم پہنچایا کہ جلد مدد کرین اس وقت شاہ مرزا پسر ثابت جنگ مبارز الدولہ نے پائیگاہ کے سوارون اور پٹھانون کی جمعیت کے ساتھ حملہ کیا اکثر سرکاری آدمی مارے گئے اس اثنا مین محمد عظیم خان خاص پایے گاہ کے جوانون اور اپنے رسالے اور سوارون کے ساتھ بڑھا اور مخالفون کی کمر پر حملہ کیا سخت لڑائی واقع ہوئی اس درمیان مین نجم الدولہ محمد امجد خان سربلند جنگ و غلام امام خان صولت جنگ نے ایک طرف سے اور دوسری طرف سے حسام الدین خان بہادر نے اپنے آدمیون کے ساتھ اور ایک طرف سے رفعت الدولہ نے فوج مغلیہ کے ساتھ اور ایک طرف سے پرورش علی خان نے اپنی جمعیت کے ساتھ اسی طرح ہر طرف سے دوسرے رسالہ دارون نے مخالفون پر ایسی سختی سے حملہ کیا کہ سب بھاگ نکلے اور قلعے کی دیوار کے تلے پناہ گزین ہوے اور لڑائی مین پلٹنون اور پیادون اور روہیلون کے نشان سرکاری فوج کے ہاتھ آئے دلاور جنگ فرنگی زخمی ہوکر بھاگ گیا اور سیدی یاقوت زخمی ہوکر گرفتار ہوا لڑتے لڑتے شام ہوگئی مخالف کے بہت سے آدمی کشتہ و زخمی ہوے آخرکار سرکاری سپاہ کو فتح عظیم حاصل ہوئی سرکاری آدمی بھی بعضے مارے گئے بعضے زخمی ہوئے اور صولت جنگ شرف الدولہ کے بیٹے کے پانون مین گولہ لگا تھا نواب معاودت کے وقت اُس کے دیکھنے کو خیمے مین گئے دوسرے دن وہ مرگیا لڑائی سے دوسرے

دن احتشام جنگ نے اپنی ماں کو نواب کے پاس بھیجکر کمال عاجزی کے ساتھ معافی چاہی نواب نے اُس کی ماں کو بنگلے میں بلا کر اُس کے معروضات کو قبول کر لیا دوسرے دن مشیر الملک کو احتشام جنگ کے پاس اطمینان دلانے کے لیے بھیجا گیا ۱۴ ماہ ربیع الاول ۱۲۰۸ھ ہجری کو احتشام جنگ نواب کے پاس آکر نہایت عجز و نیاز کے ساتھ معافی خواہ ہوا نواب نے اُس کی معذرت قبول کی اور اپنے کیمپ میں اُس کو ٹھہرنے کا حکم دیا صبح کو دربار کے وقت مشیر الملک کو بھیجکر احتشام جنگ کو بلوایا اور اُسکا قصور معاف کیا اور رخصت کے وقت ایک سرپیچ مرحمت کیا اور اس کی روانگی سے پیشتر اعتقاد الدولہ کو قلعے کے انتظام کے لیے بھیجدیا تھا ۱۹ ربیع الاول کو نواب تمام بیگمات کے ساتھ قلعہ نرمل میں گئے اور ابراہیم باغ میں کہ مشیر الملک نے صرف کثیر کے بعد بڑے تکلف کے ساتھ تیار کرایا تھا جاکر ٹھہرے بعد اُس کے احتشام جنگ کے تمام قلعوں پر قبضہ کر لیا اور اپنی طرف سے قلعدار اُن میں بھیجے اور معتمد الملک ہمت یار خان بہادر کو ظفر گڑھ کی قلعداری پر روانہ کر دیا نرمل انتظام کے بعد برار کی نظامت بہرام جنگ سے نکال کر احتشام جنگ کو وہاں بھیجدیا اور اُس کا خطاب **ظفر الدولہ** مقرر کر دیا جو اُس کے باپ کا خطاب تھا اور ماہی مراتب بھی بخشا اور اُسکے بھائی یعقوب مرزا محتشم جنگ کو جو اُس قلعے میں قید تھا اپنے ساتھ لیا اور اپنے بہت سے خیرخواہوں و ملازموں کو منصب اور خطاب اور خلعت و جواہر بقدر مراتب دیے چنانچہ **محمد صلابت خان** کو پنج ہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے منصب پر پہنچا دیا اور ماہی مراتب اور سرپیچ مرصع اور جیغہ اور کنٹھی اور مالائے مروارید عطا کی اور مشیر الملک کے بیٹے **غلام مرتضےٰ خان سپہدار جنگ** کو چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر مشیر الدولہ خطاب دیا اور **جمال الدین حسین خان** کو دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور علم و نقارہ اور بہادری کا خطاب بخشا اور **ضرغام جنگ** خلف حسام الدولہ مرحوم کو چار ہزاری ذات و دو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر جھالردار پالکی اور خطاب حسام الدولہ دیا اور **محمد سربلند خان** کو سرپیچ مرصع و جیغہ مرصع اور کنٹھی اور مالائے مروارید دی اور **محبوب خان** کو سرپیچ مرصع اور کنٹھی اور **محمد بہلول خان** کو سرپیچ مرصع اور جیغہ اور کنٹھی اور مالائے مروارید بخشی اور اکثر منصبداروں کو نرمل کے قلعے سے رخصت کر دیا نواب کا بیٹا پونا سے شرکت شادی سے فرصت پاکر مراجعت کرکے یہاں نواب کے پاس آگیا اور ایک خوان جواہر کا اور سات خوان کپڑوں کے اور چار گھوڑے اور دو ہاتھی عماری ساز اور سامان کے ساتھ جو پونا کی ریاست سے نواب کے لیے بھیجے گئے تھے مقبول عالم کے ذریعے سے نواب کے ملاحظے میں گذرے بعد اس کے نواب صاحب شرف الدولہ بہادر کے خیمے میں اُنکے بیٹے کی تعزیت کی تقریب سے تشریف لے گئے اور اُن کی

و دل جوئی کی اور اپنی دستار سے سرپیچ کھول کر اُن کی دستار مین باندھ دیا۔ ۱۹
ی ۱۱۸۵ہجری کو برہان الدولہ صوبہ ایلچپورکی صوبہ داری سے معزول ہوکر آئے اور نواب
ہ ماہ مذکور کو نواب صاحب حیدرآباد کی طرف لوٹے اور امیر الدولہ و میر نجسم خان و
ن کو حکم دیا کہ ایک دو روز یہان ٹھہرین اور سامان سفر تراب مرزا و متعلقات
ے لیے تیار کرکے ہمراہ لے کر آجائین۔ ۴ رجب ۱۱۸۷ہجری روز جمعہ کو نواب صاحب
ین داخل ہوگئے۔

مشیر الملک کی زیادتی تقرب

ے واپسی کے بعد نواب نے مشیر الملک کا زیادہ تقرب بڑھا دیا اور راجہ دیانت ونت
ن اور راجہ امانت ونت نانا پنڈت کو کہ دفتر پیشکاری و دیوانی کا اُن سے متعلق تھا
دفتر بھی اُن کے پاس تھا حکم دیا کہ مشیر الملک سے رجوع رکھین۔
لمہ ہجری مین نجم الدولہ کو زمینداران مرتضےٰ نگر و مصطفےٰ نگر کی سرکوبی کے لیے مقرر
ہ اُن کو قرار واقعی سزا دے کر بہت سا روپیہ لے کر واپس آیا۔
سال **حیدر علی خان والی سری رنگ پٹن** کی وفات کی خبر آئی اور اسی سال
کی پلٹنون کے سپاہیون نے اس وجہ سے کہ مشیر الملک نے اُن کی تنخواہ دلانے مین اہمال
اس سے قبل اُن کو ماہ بماہ مل جاتی تھی مشیر الملک کے مکان پر حملہ کرکے بہت بے حرمت
سرکار نواب کی تہدید و تاکید سے اُنھین چھوڑا اسی سال داراب بیگ کے انتقال کی
ر محمد حسین خان کو موجودات سرکاری کی داروغگی ملی اور غلام نبی خان خلف نجم الدولہ کو
یٹے اسد الدولہ کی سرکار کے سائر کی بخشی گری ملی اور بہادر علی خان پسر دلاور علی خان
رکا بخشی مقرر ہوا اور اُس کو منصب سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار کا اور نقارہ و علم
رہ جنگ بہادر ملا اور میر محسن علی خان اصل و اضافہ ملکر منصب سہ ہزاری ذات
سوار کو پہنچ گیا اور موداجی کی جمعیت کے سردار کو سرپیچ مرصع اور چمنا راجہ بہادر کو کنٹھی
مروارید ملی اور ایک ایک سرپیچ مرصع راجہ دیانت ونت و امانت ونت و راے
او محمد خیر اللہ خان کو خلعت تحصیلداری نکت نارایین راؤ کا ملا اس سال کے اخیر مین
نے اپنے بیٹے سیف الملک مشیر الدولہ سپہدار جنگ مرتضےٰ خان کی شادی شجیع الملک
ر جنگ کی بیٹی کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے کی اس تقریب مین نواب نظام علی کو مدعو

اور دو جوان کپڑوں کے اور پچاس ہزار روپے مدد کیے۔
۱۱۹۵ ہجری میں راجہ رائے رایاں مرض سل نول اور عارضۂ تپ سے مرگیا اُس کے بھائیوں اور بیٹوں کو خلعت ماتمی اور خدمات لائقہ اور منصب ملے اور عظیم الدولہ حیدرآباد کی نظامت و کوتوالی و خدمت چنگی اور امینی وغیرہ سے ممتاز ہوا۔ نواب صاحب اس زمانے میں پہلے اُس شکارگاہ کو شکار کے لیے گئے جس کو دلیر دولہ رام نے تیار کرایا تھا بعد اس کے اُس شکارگاہ کو گئے جس کو مشیر الملک نے بنوایا تھا۔

نواب نظام اور مرہٹوں کا ٹیپو سلطان سے لڑنے کے لیے اتفاق کرنا

ٹیپو سلطان نے اپنے لیے خلعت اور سلطان کا خطاب سلطان روم سے حاصل کرلیا تھا اس بادشاہ نے اپنے لیے تخت شیر بنوایا تھا جس میں تقریباً تین کروڑ روپے کی لاگت آئی تھی یہ تخت اب لندن میں ہے میں نے جو تصویر دیکھی ہے اُس کی صورت یہ ہے کہ ایک شیر بنا ہوا ہے جس کی پشت پر ایک مرصع چتر کے نیچے جڑاؤ تخت نصب ہے اور متعارف کتابوں میں لکھا ہے کہ تخت پر دو شیر بنے ہوئے ہیں جن کی پشت پر ایک مرصع چتر کے نیچے جڑاؤ کرسی نصب ہے چتر پر ایک عقاب بیٹھا ہے جس کے پروں اور چونچ میں بہت ہی بیش قیمت جواہرات جڑے ہوئے ہیں عقاب اس عمدگی سے بنا ہے کہ اصل و نقل میں تمیز کرنا مشکل ہے سلطان عبدالعزیز خاں والی قسطنطنیہ لندن گئے تھے تو اُن کی نشست سے اس یادگار زمانہ تخت کو عزت حاصل ہوئی تھی۔ جب سلطان ممیوا ور انگریزوں کے درمیان صلح منگلور میں ہوگئی تو اُس کے دماغ میں کوئی کسر نہ تھا جو پیدا نہ ہوگیا ہو گیا مغرور دماغ تھا کہ ابھی صلح نامے کی سیاہی بھی خشک نہ ہوئی تھی کہ فرانسیسیوں کو پھلچری (پانڈیچری) کو لکھ بھیجا کہ اُس کا ارادہ ہے کہ نظام اور مرہٹوں کو پامال کرے اور انگریزوں کو ہندوستان سے نکال دے تیس ہزار عیسائیوں کو ساحل ملیبار پر پکڑ کر ختنہ کرادیا اور کنارا کے ہندوؤں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا دو ہزار برہمنوں نے اس خوف سے اپنے تئیں ہلاک کیا ٹیپو چونکہ جاہلیت شعار آدمیوں میں نہ تھا اس لیے وہ مذہب پرستی اور مذہب سے گہری عقیدت مندی کو مطلق نہیں سمجھا جہاں تک ہندوؤں کے مذہب کا تعلق ہے ہزارہا سال تک اُن پر ایسے ایسے ظالمانہ اور بے رحمانہ حملے ہوئے اور اپنا آبائی مذہب ترک کرنے اور فاتح قوم کا مذہب اختیار کرنے کی اس حد تک جبر۔ قہر اور لالچ۔ ہر طریقہ سے ترغیب دی گئی کہ اُس کی مثال شاید دنیا کے کسی دوسرے حصے میں ملے گی مگر انھوں نے مذہب کے سامنے جان و مال کی مطلق پروا کی اور آگ میں جلے۔ خودکشی کرلی۔ دل ہجوم میں لڑتے لڑتے جان دینے کو ترک مذہب پر موت کا ترجیح دی اب ٹیپو نے کچھ بہانہ بنا کر نواب نظام سے کہا کہ

بیجاپور عنایت کیجئے اور ترگونڈ مین مرہٹون پر حملہ کیا اور کسی حکمت و دغل سے اُسپر قبضہ کرلیا نظام نے دیکھا کہ ٹیپو سلطان تو اپنے باپ حیدر علی کا بھی باوا ہے اُس کی ہمسائگی نہایت خوفناک ہے اس لیے اُنھون نے اس پہلو کے نمرود کو دور کرنے کے واسطے مرہٹون سے اتحاد مستحکم کرنا چاہا اور نانا پڑت پدھان نے بھی ٹیپو سے لڑائی کے لیے نواب نظام علی سے اتفاق کرنا چاہا۔ اور اُس کو جس وجہ سے عداوت پیدا ہوئی اُس کی تفصیل یہ ہے کہ نور محمد خان حیدر علی خان کے عہد سے پونا مین سفیر تھا اُس سے بالاجی عرف نانا پھڑنویس پنڈت پدھان (یعنی پیشوا کے مدار المہام) نے کہا کہ زر مقررہ چار سال سے تمہاری ریاست کی طرف سے جمع نہین ہوا ہے اب مناسب یہ ہے کہ جس قدر روپیہ حیدر علی خان نے دینا شرط کیا ہے اُس سے فی سیکڑہ پانچ روپے بڑھا کر چار سال کا روپیہ اُس حساب سے جمع کرو تب ہمارے اور تمہارے درمیان آشتی قائم رہے گی ورنہ لڑائی شروع کی جائے گی۔ نور محمد خان نے ٹیپو سلطان کو لکھا کہ کارپردازان پونا بوجہ نہ پہنچنے زر تعہد کے ناخوش ہین اور اُن کا ارادہ آپ کے ملک مین شورش کا ہے اگر اُن کے ساتھ موافقت منظور رہے تو زر تعہد جو حساب سے نکلے پہنچا دیا جائے اور جو روپیہ بڑھایا ہے وہ محض تہدید و تخویف کے لیے ہے اگر اُن کا روپیہ پہنچ جائے گا تو آپ سے مخالفت کا خیال اُن کو نہ پیدا ہوگا اور آپ کے خلاف نواب نظام علی اور بھوسلہ سے موافقت کا ارادہ نہ کرین گے۔ ٹیپو نے نور محمد خان کو جواب دیا کہ مرہٹون کا قول اور تمہاری بات قابل اعتبار نہین ہے اس لیے کہ انگریزون سے صلح منعقد ہونے سے پہلے اقرار نامے مین لکھا تھا کہ فرنگیون سے صلح باہمی مشورے اور صوابدید کے ساتھ ہوگی اور جب مرہٹون نے دیکھا کہ فرنگیون نے ہمارے ملک مین دخل کرلیا ہے تو اپنے اقرار کے خلاف ہماری شرکت کے بغیر اُن سے صلح کرلی اور فوج کمکی کو بھی اپنے پاس بلا لیا اور آئندہ مخالفت کی فکر مین ہین اس لیے تمکو چاہئیے کہ اپنی طرف سے بالاجی پنڈت پدھان سے سوال رخصت کا نہ کیجیو اور جواب و سوال لیت و لعل کے ساتھ کرتے رہیو اس لیے کہ تمہاری رخصت چاہنے سے مرہٹے ہماری موافقت سے مایوس ہوکر اس طرف متوجہ ہوجائین گے اور ابھی تک ہمکو بالکل فرصت بندر کوڑیائی کی مہم سے نہین ہوئی ہے اور وہان کی خبرین ملنا بند ہوجائے گا چنانچہ نور محمد خان بالاجی کے پاس گیا اور کہا کہ انشاءاللہ کوڑیائی کی مہم سے فرصت پانے کے بعد آپ کے روپے کی سبیل کی جائے گی بالاجی پنڈت اور دھری پنڈت اس جواب سے مطمئن نہ ہوے اور جنگ کا انتظام کرنے لگے اور کشن راؤ بلال کو نواب نظام علی خان کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ بعضے کامون کا انتظام نوشت و خواند اور پیغام زبانی سے درست نہین ہوسکتا آپ سے امید ہے کہ حیدرآباد سے دس پندرہ منزل ادھر تک چلین ہم بھی پونا سے چلکر آپ سے مل لینگے اور اُس کو نواب کے پاس بھیجکر سفر کا تہیہ شروع کیا اور وکیل کی روانگی کے پیچھے ہی کوچ کیا۔

اول ہری پنڈت اور ہلکر پونا سے روانہ ہوئے تین روز کے بعد نانا جی پنڈت پردھان نے سوائی مادھوراؤ پیشوا مسند نشیں پونا کو بابا ملوت اور امرت راؤ جی کے سپرد کرکے خود پونا سے کوچ کیا اور سپاہ مرہٹہ کو جمع کرکے ایک ماہ کے عرصے میں پنڈھرپور تک پہنچا اور نواب نظام علی کی روانگی کی خبر کا انتظار کرنے لگا چونکہ نظام علی بھی ٹیپو سے دل میں کدورت رکھتے تھے فوراً روانہ ہوگئے اور قلعہ اتگیر (اودگیر) کے متصل ملاقات کی ٹھہرائی چنانچہ ۱۴ ربیع الاول ۱۱۹۸ھ ہجری کو حیدرآباد سے روانہ ہوئے اور قلعہ مذکور کے پاس پہنچکر نانا جی کے انتظار میں مقام کیا۔

اس سفر میں نواب نے اپنے بیٹے **میر اکبر علی خان اسد الدولہ بہادر** کو ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار کا منصب اور ماہی مراتب اور خطاب آصف الملک دیا اور صاحبزادہ **میر سبحان علی خان بہادر** کو اصل اور اضافہ ملاکر شش ہزاری ذات و شش ہزار سوار کے منصب پر پہنچا دیا اور ماہی مراتب اور خطاب **انتظام الدولہ** دیا اور صاحبزادہ **میر ذوالفقار علی خان بہادر** کو اصل و اضافہ ملاکر شش ہزاری ذات و شش ہزار سوار کا منصب اور ماہی مراتب اور **نصیر الدولہ** خطاب دیا اور سرداروں میں سے **محمد مراد خان** کو سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور علم و نقارہ اور خطاب لشکر جنگ بہادر اور **محمد روشن خان** جمعہ دار کو سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر خطاب بہادری کا دیا اور **سبحان خان** کو ڈیڑھ ہزاری منصب اور خطاب بہادری کا دیا اور رائے بھوانی داس کو صوبۂ حیدرآباد و بیدر کے صیغۂ مال کی سررشتہ داری دی۔ اور برہان الدولہ برار سے اور علاء الدولہ اورنگ آباد سے نواب کے پاس آئے اور مشیر الملک کے بھائی ممتاز الدولہ کو سرپیچ مرصع عطا کیا نانا جی پنڈت عرف نانا پھڑنویس نواب کے اتگیر کی طرف روانگی کی خبر سنکر پنڈھرپور سے کوچ کرکے نواح اتگیر میں آکر ملا اس کو نواب نے قبضۂ مرصع کی تلوار مع علی مد اور ایک جیغہ مرصع مع علاقہ مکلل دیا بعد اس کے نواب خود بھی، رجب ۱۱۹۸ھ ہجری کو نانا جی کے خیمے میں گئے اس نے جواہر گراں بہا اور نفیس کپڑے پیش کیے اور سلطان ٹیپو سے جنگ کا منصوبہ طے ہوا ایسا قرار پایا کہ سال آیندہ میں دونوں لشکر متفق ہو کر اس پر حملہ کریں اور جس قدر ملک اس نے نواب کا دبا لیا ہے وہ نواب صاحب کی سرکار سے ملحق ہو جائے اور جس قدر ملک پیشوا کا اس نے لے لیا ہے وہ پیشوا کے ملک میں شامل ہو جائے اور جس قدر ملک خاص ٹیپو کا فتح ہو وہ نصفا نصف دونوں میں بٹ جائے بعد اس کے ہری پنڈت نے تکوجی ہلکر کو نانا جی کے کہنے سے نواب کے سامنے پیش کیا نواب نے اس کی خیریت دریافت کرکے ایک دوشالہ دوسرے کسکر اپنے ہاتھ سے سرپیچ مرصع اس کے سر پر باندھا اور مالائے مروارید عطا کرکے رخصت کیا بعد اس کے

نواب صاحب خود ملاقات بازدید کے لیے اپنے بھائی صاحبزادۂ ناصر الملک کو جو ان دنون قید ادھونی سے رہائی پا کر آئے تھے ساتھ لے کر تکوجی کے خیمے مین گئے اُس نے جواہر اور کپڑے پیش کیے اور صاحبزادۂ ناصر الملک کو بھی تحفے دیے۔

اس زمانے مین مسٹر جانسن کلکتے سے نواب کے پاس آیا تھا اور حیدر آباد پہنچا تھا تاکہ سرکار گنٹور کی حوالگی کا مطالبہ کرے اُس کی عرضی آئی کہ بلدے مین رہے یا نواب صاحب کے پاس آجائے جواب لکھا گیا کہ وہین ٹھہرے عنقریب ہم وہان پہنچنے والے ہین بعد اس کے نواب نے قلعہ اتگیر کی سیر کی۔ عسکر جنگ اتگیر کے قلعدار نے جواہر اور کپڑے نذر کیے بعد اس کے نواب نے حیدر آباد کی روانگی کا تہیہ کیا اور سرپیچ مرصع اور جیغہ اور کنٹھی اور مالائے مروارید ہلکر کو دی اور اُسکے سردارون کو سرپیچ و جیغۂ مرصع اور بھوجنبند زمرد و طرہ مرصع و کنٹھی و مالائے مروارید آرسی سمیت اور ہری رام پنڈت کو سرپیچ و جیغۂ مرصع و کنٹھی و مالائے مروارید اور بلونت راؤ کو جو مودھاجی بھوسلہ کی طرف سے آیا تھا سرپیچ و جیغہ و کنٹھی و مالائے مروارید دے کر رخصت کیا۔ پانچوین ماہ شعبان کو نواب وہان سے کوچ کر کے حیدر آباد کی طرف چلے ان دنون مقبول علی خان کو دیوان خانۂ خاص کی دارو غگی کا خلعت دیا اور راجہ پدم سنگھ و محمد حسین خان گھٹالہ کو ایک ایک سرپیچ مرصع اور ایک ایک پاندان رخصت کا مرحمت کیا۔

اثنائے راہ پال مور کی منزل مین ایک درویش بے باک دیا وہ گوتے مہدویون کی قوم کے حق مین بیہودہ باتین کہین دو تین مہدوی آدمی اُس کی سزا کو آئے اور اُسے زخمی کیا سرفراز الدولہ کے آدمیون نے اُس درویش کی طرف سے مقابلہ شروع کیا اکثر مہدوی پٹھان زخمی و قتل ہوئے اور اکثر تجارت پیشہ پٹھانون کا مال لٹ گیا بعد اس کے نواب کی تاکید سے خونریزی بند ہوئی دوسرے دن وہان سے کوچ ہوا۔ ۱۲ شعبان ۱۱۹۸ھ کو حیدر آباد مین پہنچ گئے۔

انگریزی سفیر سے ملاقات اور دوسرے واقعات

اس زمانے مین افتخار الدولہ کو بخشی گری دکن کا خلعت ملا اور امیر الامرا کے چارون بیٹے نواب کی ملاقات سے شرف اندوز ہوئے چارون کو خلعت اور سرپیچ مرصع دیے ۲۱ شعبان کو گورنر جنرل کا سفیر مسٹر جانسن نواب سے ملا جواہر گران بہا اور کپڑے گورنر جنرل کے مرسلہ پیش کیے اور سلخ شعبان کو نواب خود اُس کی فرودگاہ پر ملنے کو گئے اُس نے ایک کشتی جواہر کی اور ایک کشتی چھریون کی جن کے دستے مرصع تھے اور چند کشتیان کپڑون کی اور فیل مادہ جن کے ساتھ بچے بھی تھے اور کلابتونی پالکی اور بارہ گھوڑے پیش کیے نواب نے یہ چیزین قبول کین جانسن کے

ساتھ میر قمرالدین مست شاعر مشہور بھی آیا تھا اُس نے نواب کی مدح میں ایک ترکیب سند پڑھا تین ہزار روپے نواب صاحب نے صلے میں دیے ان دنوں عالی جاہ بہادر و آصف الملک بہادر و ناصر الملک بہادر نے تین ہاتھی اور تین گھوڑے اور تین جیغہ مرصع نواب کی خدمت میں پیش کیے اور رفعت الدولہ کو نواب نے سرپیچ مرصع و جیغۂ مرصع عطا کرکے نادیر کی طرف روانہ کر دیا اور محمد تقی خاں بہادر پسر غیور جنگ مرحوم کو منصب سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار پر بیجا کر علم و نقارہ اور خطاب قوی جنگ بہادر دیا اور سید عبداللہ منصب سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار پر اصل و اضافے کے بعد پہنچکر خطاب رعد جنگ سے مفتخر ہوا اور سید عمر خاں بھی اصل و اضافے کے بعد ایک ہزاری ذات و بہادری کے خطاب سے سرفراز ہوا اس سال جشن سالگرہ بڑی دھوم دھام سے منعقد ہوا اور مشیر الملک کے مکان پر نواب گئے انھوں نے گھوڑا اور جواہر اور ہاتھی نذر کیا جواہر اور گھوڑا قبول کرکے ہاتھی معاف کر دیا۔

عشرۂ محرم ۱۱۹۹ھ ہجری میں عاشور خانوں کی زیارتوں کے لیے معمول کے موافق گئے نذریں وہاں دیں۔ ۲۹ ماہ محرم سنہ مذکور کو اُس شکار گاہ میں گئے جو دولہ راے نے تیار کرائی تھی اور شکار کھلانے والوں کو ہزار روپے دیے اس سال بھی سالہائے گذشتہ کے موافق بہت سے آدمیوں کو منصب اور خطاب دیے چنانچہ اشجع الملک بہادر کو کنٹھی اور مالائے مروارید اور اعتقاد الدولہ کو پنجہزاری منصب و سہ ہزار سوار پر بیجا کر خطاب اعتصام الملک اور جھالردار پالکی دی۔ اور مسٹر جانسن سفیر انگریزی کو بھی مالائے مروارید آرسی سمیت اور کنٹھی اور دست بند مرصع دیا اور مولوی معین الدین خاں سالک نودن معاف نادیر کو خلعت قضائے بلدہ حیدرآباد کا دیا۔

۲۱ جمادی الاولی سنہ مذکور کو نواب صاحب مسٹر جانسن کی فرودگاہ پر گئے اُس نے چند خوان کپڑوں کے اور تحائف از عطر دان اور پاندان اور سات ہاتھی جن پر زردوزی عماریاں مع سائبان اور زربفت کی جھولیں کے تھیں اور پالکی جھالردار زردوزی کی دی۔ نواب صاحب دو شوال سنہ مذکور کو فرمان بادشاہ کے استقبال کے لیے سوار ہوئے سلخ ماہ مذکور کو ظفر الدولہ احتشام جنگ الجیور سے آکر سلام سے ممتاز ہوا اُس کو سرپیچ مرصع ملا۔

اس زمانے میں نواب کو اپنی پہلی غلطی کا احساس ہو چکا تھا اور انھوں نے ملک دیگر جیسی طاقتوں سے فوج رکھوانے کے انجام کو سمجھ لیا تھا اس لیے انگریزی سفیر کے سامنے انھوں نے یہ تجویز پیش کی کہ کمپنی شمالی سرکاروں کو واپس کر دے اور اُس کے عوض میں سرکار نظام نہ صرف پیش کش کا بقایا معاف کر دے گی بلکہ ایک کروڑ روپیہ نقد بھی کمپنی کو دے گی اس کے ساتھ

نواب نے کرناٹک کی واپسی کے لیے بھی ایسی ہی تجاویز پیش کی تھین مسٹر جان سن نے ان تجاویز کو پسند کیا اور سپریم گورنمنٹ کو اُن کی منظوری کے لیے لکھا وہان سے سختی کے ساتھ اُنھین رد کر دیا گیا اور اُس کو منصب سفارت سے فوراً برطرف کر دیا گیا چنانچہ ۸ جمادی الاخرے ۱۱۹۹ھ ہجری کو وہ کلکتے کی طرف واپس ہوا نواب نے رخصت کے وقت اُس کو سرپیچ مرصع وجیغۂ وکنٹھی و مالا مروارید جس مین آرسی لگی ہوئی تھی دی اور اُس کے ساتھ کے تین انگریزون کو سرپیچ اور تین جیغہ مرصع اور تین کنٹھیان دین اس سال اپنے بیٹون و امرا کو جواہر دیے اور شمس الدولہ و مشیر الملک وغیرہ کو جواہر جڑی ہوئی چیزین اور اعتصام الدولہ کو مروارید کی کنٹھی دی۔

ٹیپو سلطان سے جنگ کے لیے روانگی مرہٹون اور نظام کے درمیان بے اعتباری کے شگوفے

بالاجی پنڈت نے نواب نظام علی خان بہادر سے نواح اتگیر مین ملکر ٹیپو سلطان کی مہم سال آیندہ پر قرار دی تھی اور پونا کو واپس چلا گیا تھا مودھاجی بھوسلہ جو رگناتھ راؤ کا دوست تھا بالاجی اور نواب نظام علی مین اتفاق پاکر ڈر ا اور اپنے سفیر بلونت راؤ کو چارسو آدمیون کے ساتھ راؤ صاحب رئیس پونا اور اُن کے نائب بالاجی پنڈت پدھان اور ہری پنڈت کے لیے قدرے جواہر اور چار ہاتھی دیکر دوستی کے استحکام کے لیے پونا کو بھیجا بالاجی نے سفیر مذکور کے ساتھ بڑے جوش کے ساتھ ملاقات کی اور مودھاجی نے جو اُس کے دشمن سے رفاقت کی تھی اُس کا شکوہ کیا بہت سی گفتگو کے بعد صفائی اس بات پر قرار پائی کہ مودھاجی خود پونا آکر راؤ صاحب یعنی سوائی مادھوراؤ والی پونا سے ملے اور بالمشافہ حسب دلخواہ تصفیہ کرے سفیر نے کہا کہ اگر یہی مرضی ہے تو اُنھین لکھین وہ ضرور آوین گے چنانچہ بالاجی کی تحریر کے موافق مودھاجی بھوسلا ۱۲ ہزار سوار اور ۱۲ ہزار پیادے اور پچاس توپین لیکر پونا مین آیا اور بالاجی سے ملا دونون مین یہ قرار پایا کہ اگر مودھاجی بھی ٹیپو کی جنگ مین شرکت کریگا تو ملک مفتوحہ کے چھ حصے ہو کر دو حصے نواب نظام علی خان کو اور دو حصے ریاست پونا کو اور ایک ایک حصہ مودھاجی اور تکوجی ہلکر کو ملے گا۔ مودھاجی اس طرح دل جمعی کر کے پونا سے رخصت ہوا۔ ہلکر نے اس مہم کی شرکت کے لیے بارہ لاکھ روپے مانگے تھے اُس کو ہری پنڈت نے چار لاکھ روپے نقد اور ایک لاکھ کے کپڑون پر راضی کر لیا۔

ماہ ذیقعدہ ۱۱۹۹ھ ہجری کے آخر مین نواب نظام علی خان کی سواری جریدہ قلعہ احمد نگر کو روانہ ہوئی اور شمس الملک محمد ابوالفتح خان بہادر کو دست بند مرصع مع مالائے مروارید اور محمد فخر الدین خان

پسر شمس الملک مذکور کہ جس کی عمر اس وقت چار سال کی تھی خورشید الملک خورشید الدولہ امام جنگ محمد بہاء الدین خاں بہادر خطاب اور پچیس ہزار کی آمدنی کے دیہات تعلقہ برگموڑ میں سے جاگیر میں دیے۔ اس عرصے میں کشن راؤ ملال بالاجی کا سفیر آیا اور کہا کہ آپ حسب وعدہ کوچ کریں نواب نے جواب دیا کہ اس مہم کے سرانجام کے لیے پچیس لاکھ روپے مطلوب ہیں اگر اتنا روپیہ بالاجی دے اور ملک بیجاپور اور قلعہ احمد نگر کو چھوڑ دے اور ساتھ اس کے وعدہ کرے کہ جب ٹیپو پر فتح ہوگی تو یہ حیدرآباد کا علاقہ جو اس نے دبا لیا تھا مسترد ہو جائے گا تو اس صورت میں میں چلنے کو تیار ہوں۔ سفیر نے کہا کہ روپے سے تو بالفعل معاف کیجیے البتہ ملک کی واگذاشت سے بالاجی دریغ نہ کریگا نواب نے یہ بات قبول کر کے ٹیپو پر چڑھائی کا ارادہ کیا اور آخر عشرۂ محرم سنہ ۱۲۰۱ ہجری میں مرہٹوں کے سفیروں کی تاکید سے حیدرآباد سے نکل کر میدان عیدگاہ میں مقام کیا۔

چونکہ ان روزوں میں شمس الملک محمد ابوالفتح خاں نے اپنے بیٹے خورشید الملک محمد بہاء الدین خاں یعنی شمس الامرائے دوم ابوالعظیم محمد فخر الدین خاں کی بسم اللہ خوانی کا جشن ترتیب دیا تھا نواب نظام علی خاں ان کی خاطر سے وہیں ٹھہر گئے یہ جشن ڈیڑھ مہینے تک رہا کئی لاکھ روپے صرف میں آئے اور بڑا تکلف کیا۔ دوسری صفر سنہ ۱۲۰۱ ہجری کو نواب کی ضیافت بڑی دھوم دھام سے کی اور ساتویں صفر کو رسم بسم اللہ خوانی ادا ہو کر آٹھویں صفر کو کوچ ہوا اور نواب کا مقام لنگر حوض پر ہوا نویں صفر کو رفعت الدولہ اور عظیم الدولہ کی نذریں ہوئیں کیونکہ انھوں نے قلعہ بیڈہ کو فتح کیا تھا دسویں صفر کو کوچ ہوا اور چند منزلیں قطع کیں اس عرصے میں شہریار الدولہ قلعدار بیت کلبرگے حاضر ہو کر وہاں کی سرزمین کی آب و ہوا کی خوبی کا حال عرض کیا نواب صاحب قلعہ مذکور کی سیر کے مشتاق ہوئے اور وہاں جا کر تالاب کے کنارے ٹھہرے کئی مقام ہوئے اور ہر روز باڑی میں بیٹھ کر شمس الملک محمد ابوالفتح خاں اور مشیر الملک غلام سید خاں اور رفعت الدولہ وغیرہ امرا کے خیموں پر جاتے اور رودستی اور آتش بازی اور ناچ وغیرہ کا تماشا دیکھتے اور ہر ایک کی نذر قبول کرتے۔ اس جوش عیش و نشاط میں اپنے بیٹے آصف الملک میر اکبر علی خاں کو مع اصل و اضافہ نو ہزاری ذات اور نو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا دیا اور خطاب سکندر جاہ دیا اور ناصر الملک میر مغل علی خاں کو بھی مع اصل و اضافہ نو ہزار ذات اور نو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر ہمایوں جاہ کے خطاب سے سرفراز کیا۔ اور انتظام الدولہ کو ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر جھالر دار پالکی اور انتظام الملک خطاب دیا اور نصیر الدولہ کو ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر ذوالفقار الملک خطاب دیا اور بدستور ایسے دوسرے رشتہ داروں اور امرا کو خطاب و مناصب دیے اور جو امرا کہ دولہ کا خطاب رکھتے تھے وہ خطاب ملکی سے

سرفراز ہوے جیسے اشجع الدولہ کو اشجع الملک خطاب دیا اور جو خطاب جنگی رکھتے تھے اُن کو دولہ کا خطاب دیا اور جو خانی خطاب رکھتے تھے وہ بہادری اور جنگی خطابون سے سرفراز ہوے اور جو خطاب نہین رکھتے تھے اُنھین خانی کا خطاب دیا۔

جب نواحی مذکور کے سیر و شکار سے نواب کا دل سیر ہوگیا تو منزل مقصود کی طرف روانہ ہوے پنڈھرپور مین مرہٹون کے پچاس ہزار سوار جمع ہوگئے تھے راستے مین ۵ صفر کو ہری رام پھڑکیہ جو نپڈت پردھان کی طرف سے اس مہم پر مامور ہوا تھا نواب کے لشکر مین آیا۔ نواب کے بیٹے میر اکبر علی خان نے پیشوائی کر کے نواب سے ملایا۔ ۲۳ صفر کو بالاجی اور مودھاجی بھوسلہ بھی مع اپنے پٹھون کے نواب کے لشکر مین پہنچ گئے سب بالاتفاق کوچ و مقام کرتے ہوے سلطان ٹیپو کے قلعہ بادامی سے تیس چالیس کوس پر جا کر اُترے اور اس قلعے کے پاس پہنچکر گھیر لیا۔ کشن راؤ بلال دریائے کشنا کا عبور کرنے کے بعد بوجہ مرض کے بالاجی سے رخصت لے کر پونا کو گیا اور وہان مر گیا۔

بالاجی اور ہری نپڈت نے بارہ جوڑی جاسوس اور نواب نے چھ جوڑی جاسوس ٹیپو کے لشکر مین تیاری کا حال معلوم کرنے کو بھیجے۔ ٹیپو نے ہلکر سے سازش کر لی تھی اور اُس کو پانچ لاکھ روپے بھیجدیے تھے اور یہ وعدہ کیا تھا کہ پیشوا سے لڑائی ہوئی اور تمنے میری جانب داری کی تو پانچ لاکھ روپے اور بھیجون گا اور صلح ہو جانے کی صورت مین بھی پانچ لاکھ روپے دون گا اور بعد اسکے سال بسال دو لاکھ روپے بھیجتا رہون گا۔ ہلکر نے اپنا سفیر مخفی طور پر بھیجکر ٹیپو کا اطمینان کرا دیا اور کہلا دیا کہ میری طرف سے دل جمعی رکھکر بے اندیشہ مقابلے کو بڑھو ان دنون ٹیپو سری رنگ پٹن سے آکر بنگلور مین ٹھہر گیا اور دونون لشکرون کے اجتماع کی خبر سنکر فکرمند تھا کہ ہلکر کا پیام پہنچتے ہی مطمئن ہوگیا اور وہان سے کوچ کیا اور دونون سرکارون کے جاسوسون کو پکڑ کر قید کر دیا تاکہ کسی قسم کی خبر نہ پہنچائین اس وجہ سے وہان کی خبر پر پردہ پڑا رہا۔ اس وقت نواب نظام علی خان نے ٹیپو کو کہلا یا کہ اگر تمھین جنگ منظور ہے تو اور آگے کو قدم بڑھاؤ اور جو صلح منظور ہے تو اپنے سفیر بھیجکر معاملہ فیصل کر دو ٹیپو نے مقام مذکور سے کوچ کیا۔ اس وقت آب و ہوا کی خرابی سے بالاجی کو دست آنے لگے مگر جلد صحت حاصل ہوگئی اور ہری نپڈت کے مشورے سے معاودت موقوف رکھی۔ اس ضمن مین نواب نظام علی خان نے بیجاپور کا سوال کیا بالاجی راؤ نے اُس کے چھوڑنے سے انکار کیا۔ دلون مین کدورت پیدا ہوگئی جہان نواب مقیم تھے یہ مقام خوفناک اور بے پناہ تھا نواب کے مشیرون کو مرہٹون کی طرف سے شبخون کا اندیشہ ہوا انہین نواب کو سب نے سمجھایا تو اُنھون نے بیجاپور کا سوال چھوڑ کر یہ قرار دیا کہ اب تک جس قدر ملک ٹیپو کا قبضے مین آیا ہے اس مین سے ایک حصہ ریاست حیدرآباد کو ملے اب نواب کا دل مرہٹون کی وعدہ خلافی کی وجہ سے اس

مہم کی شرکت سے برداشتہ ہو گیا اور حیدرآباد کی طرف معاودت کو آمادہ ہوئے بہت سی رد و بدل کے
بعد شرف الملک برادر رکن الدولہ مقتول کو سات ہزار سواروں کے ساتھ اور حشمت جنگ کو ایک ہزار
سواروں کے ساتھ اور بہادر جنگ کو دو ہزار سواروں کے ساتھ مالاجی کے پاس چھوڑا اور یہ قرار پایا کہ اگر
مالاجی پونا کو لوٹ جاوے اور ہری پنڈت کو ٹیپو کی مہم کے لیے چھوڑ جائے تو یہ سوار اس کے ساتھ رہ کر کام
کریں اور اگر پنڈت بھی پونا کو مالاجی کے ساتھ چلا جائے تو تمام سوار حیدرآباد کو آجائیں اور ملک مفتوحہ کا ایک
حصہ ریاست حیدرآباد کے آدمیوں کے حوالے کیا جائے اور نواب خود مالاجی کے خیمے میں رخصت ہونے کو گئے
اُسے دو کشتیاں کپڑوں کی اور عطرداں و پاندان پیش کیے پھر مشیر الملک و شمس الملک علیحدہ علیحدہ مالاجی سے
رخصت حاصل کرنے کو گئے انکو بھی مالاجی نے عطر و پاندان دیکر رخصت کیا نواب طولانی کوچ کرتے ہوئے
حیدرآباد کی طرف لوٹے اور مالاجی قلعۂ ادامی کی تسخیر پر متوجہ ہوا آٹھویں رجب سنہ ۱۲۰۱ ہجری کو نواب صاحب
نے دریائے کشنا کا عبور کالے چبوترے کے پاس کیا اور پے در پے کوچ و مقام کرتے ہوئے لدہ میں پہنچ گئے
یہاں شولاپور کے زمیندار کو پنج ہزاری ذات و چار ہزار سوار کا منصب دیا اور جھالردار پالکی اور سرپیچ مرصع اور
جیغہ اور پاندان دیکر رخصت کیا۔ ابھی پورا آرام نہیں کرنے پائے تھے کہ یہ خبر آئی کہ نواب کی واپسی کے بعد
فوج نے قلعہ ادامی کو ٹیپو کے آدمیوں سے خالی کرا لیا تھا ٹیپو یہ بات سنکر سخت برافروختہ ہوا اور ایک بھاری
سپاہ جس میں ایک لاکھ پیادے اور چھیاسٹھ ہزار سوار اور تین سو توپیں اور دوسرا سامان حرب و ضرب تھا لے کر
۲۲ رجب کو قلعہ امتیاز گڑھ یعنی ادھونی پر اس ارادے سے آیا ہے کہ مہابت جنگ داراجاہ کو جو مع اہل و عیال
وہاں مقیم تھا تباہ کرے اور اُس نے اس کا محاصرہ کر لیا ہے اور پے در پے توپوں کی آتش فشانی اور مار مار سے
مہابت جنگ کو نہایت خستہ و مضمحل کر دیا ہے اس تنگ حالت میں قلعہ شجاع الملک کی ماتحتی میں مقابلے
میں ڈٹے ہوئے ہیں سلطان نے چاہا تھا کہ سرنگ لگا کر قلعے کے برجوں اور دیواروں کو اُڑا دے کہ اندر
سے محصورین نے نکل کر نقب زنوں کو تباہ کر دیا حصار کے باہر جتنے گاؤں تھے اُن کا سب مال و اسباب
غارت ہو گیا۔ نواب نے ٹیپو کے مقابلے اور محصورین کو چھڑانے کے لیے خود چڑھائی کرنی چاہی مگر
شمس الملک بدر ابوالفتح خاں اور مشیر الملک غلام سید خاں نے یہ مہم اپنے ہاتھ میں لی اور نواب کو روانگی
سے روک دیا اور ۱۸ شعبان کو ہمایوں جاہ و میر مغل علی خاں ماتحتی میں ادھر کو رخصت ہوئے اور لمبی لمبی
منزلیں کرتے ہوئے منزل مقصود پر جا پہنچے یہ سنکر مرہٹوں کا افسر ہری رام بھی آگیا ٹیپو ان کا اجتماع سنکر
محاصرہ اٹھا کر قلعہ شاہ دوکر کو چلا گیا سرداران حیدرآباد بیگمات وغیرہ کو سوار کرا کر وہاں سے روانہ ہو کر دو
منزلہ راستے عربوں کے مع داراجاہ و قلعہ والے چوہتی میں داخل ہوئے اور تیسری ذیقعدہ سنہ ۱۲۰۱ ہجری کو
حیدرآباد میں پہنچ گئے اور انھوں نے راستے میں سے کرنول اور بعد ازاں ہندو مہ کے چند افسران نامی کو مع ا

؎۱ متک سعد رامی کہتے ہیں ۱۲

سوارون کے ساتھ پنڈت پردھان کی استمداد کے لیے بھیجدیا تھا نواب نظام علی خان نے ناموس آصفیہ کے صحیح و سالم پہنچ جانے کی بڑی خوشی کی توپین سلامی کی سر کرائین اور سردارون کی نذرین لین پھر اس جانفشانی کے جلدو مین شمس الملک محمد ابوالفتح خان اور مشیر الملک غلام سید خان کو جشن عید اضحے مین زمرد کے طرے اور مروارید کے آویزے عطا کیے دوسرے امرا اور راجون کو بھی سرپیچ و خطاب اور جواہر عطا کیے۔ غرہ محرم سنہ۱۲۰۱ ہجری کو بہو بیگم عالی جاہ کی محل خاص یعنی بیوی کا انتقال ہوگیا اسکی تعزیت مین تین دن تک نوبت بجنی موقوف رہی اور نواب صاحب نے خود وہان ماتم پرسی کو جاکر بیگم متوفیہ کے بیٹے اور بیٹیون کو ماتمی خلعت عطا کیے۔ ماہ صفر مین فرمان بادشاہ کا استقبال کیا اور حویلی نو تعمیر شمس الملک بہادر مین ضیافت کی تقریب سے نواب صاحب تشریف لے گئے اور اسی سال شجاع الملک کو ادھونی مین جانفشانی دکھانیکی جلدو مین امیر الامرا خطاب اور سرپیچ مرصع اور کلگی اور ملبوس خاص اور جوشن اور خود رومی اور ایک جوڑی دستانے کی اور ایک تلوار اور کٹار اور ڈھال عطا کی۔

ہری رام پنڈت اور ٹیپو سلطان مین کوپل اور بہادر بنڈہ مین خوب لڑائیان ہوئین کہ ٹیپو نے دفعتہً صلح کی درخواست کی اور اپریل سنہ۱۷۸۷ء مین اُن نبرد آزمایون مین صلح ہوگئی اور شرائط صلح یہ ٹھہرین کہ سلطان ۴۷ لاکھ روپیہ خرچہ جنگ کا دے اور بہت سے مقامات جو اسنے فتح کیے ہین پھر حوالے کرے اس صلح کا یہ سبب تھا کہ اسکو اندیشہ پیدا ہوا کہ اس لڑائی مین کبھی انگریز دشمن کے ساتھ شریک نہو جائین دو ہی مخالفون سے بُری بن رہی تھی تیسرا اور زبردست شریک ہو جاتا تو کیا ٹھکانا باقی رہتا۔

زمینداروں کی سرکشی کی وجہ سے قلعۂ رد رور و چنور و مادہ پور کا ضبط کرلیا جانا

غلام سید خان نے جاگیرداروں کے محالات مین بہت جمع سرکاری بڑھا کر ان سے بڑی سختی کے ساتھ روپیہ وصول کرنا شروع کیا تھا چنانچہ موہن راؤ بنکلیہ سے بھی زر یک سالہ بطریق پیشی کے مانگا نامبردہ نے استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے قبول نہ کیا غلام سید خان نے سنہ۱۲۰۱ ہجری مین اسکی جاگیر کی ضبطی کے لیے سپاہ بھیجی اور سخت و شدید محصل مقرر کیے وہ چھپ کر شب کے وقت قلعہ رد رور مین جو اسکے قبضے مین تھا جا کر پناہ گزین ہوا اور اسکے برجوان و در دیوار کو مضبوط کرایا غلام سید خان نے نواب سے عرض کیا کہ موہن راؤ باغی ہوگیا ہے اور سپاہ سرفراز الدولہ پسر حسام الدولہ قلعہ دار اودگیر کی ماتحتی مین اسکی سزادہی کے لیے مقرر کی سرفراز الدولہ کے عقب سے بھارا ملی کو بھی بھیجا موہن راؤ نے کچھ مقابلہ کیا اور وہان سے بھاگ گیا بعد اسکے غلام سید خان نے اسکی تمام موروثی جاگیر ضبط کر لی اسی سال راج نادر سیکھ کی سخت گیری کی وجہ سے راجہ چنور مخالفت پر آمادہ ہوا جسنے غلام سید خان سے سرکار الگندل اور ورنگل و میدک کو بہت جمع بڑھا کر مستاجری مین لیا تھا د سیکھ نے غلام سید خان سے اُسکی شکایت کی اور اسکی تنبیہ کے لیے سپاہ مانگی۔ غلام سید خان نے بھارا مل کو راجہ تیج ونت بہادر خطاب

اور جعیہ وسریج نواسے دلاکر بہت سی سپاہ کے ساتھ دیکھ کی مدد کو بھیجا جسے چپور کا محاصرہ کرلیا راجہ چپور نے
تھوڑا سا مقابلہ کیا پھر عاجز آکر اطاعت کرلی راجہ فتح ونت نے فتح کی عرضی غلام سید خان کی معرفت نواب
کو بھیجی غلام سید خان نے زمیندار چپور کو بلاکر قلعہ گولکنڈہ میں قید کردیا اور اس کا تمام ملک مادہ پور وغیرہ ضبط
کرکے دیکھ کو دیدیا سلخ جمادی الاولی سنہ ۱۲ ہجری کو جشن نوروز شروع ہوا۔

جشن نوروز

نواب نظام علی خان بہادر کی عادت تھی کہ جشن نوروز اور عیدین اور سالگرہ اور تقریب جشن ورود
فرمان بادشاہ دہلی اور تقریب ورود اور رسم نکاح اور رسم بسم اللہ خوانی اور اولاد کے بیاہ میں
اکثر رفقا اور امرا اور مصاحبوں کو خطاب اور جاگیر دیا کرتے تھے۔

واضح رہے کہ نوروز اصل میں پارسیوں کا تیوہار ہے اور یہ ایران قدیم کے بادشاہ نوشیرواں کی تخت نشینی
کی یادگار ہے اکبر[1] کی مسلم آزار اور قوم کش پالیسی کی بدولت یہ تیوہار ہندوستان میں جاری ہوا اور
سلاطین تیموریہ اسے بڑی دھوم دھام سے منایا کرتے تھے اور عام مسلمان اسکو عیدین کی طرح مذہبی
اہمیت دینے لگ گئے تھے اور اسکو نہایت ہی مقدس دن خیال کرنے لگے تھے عالمگیر نے نوروز
کی خوشیاں موقوف کردیں نوروز کی حقیقت یہ ہے کہ جس راستے سے سورج اور چاند گردش کرتے ہوئے

---

[1] اکبر کی یہ حالت تھی کہ جاہل امی ہونے کی وجہ سے ہر جھوٹی بات کے ماننے کو تیار ہوجاتا تھا ہندو درباریوں کے اثر اور انکے
مریدوں کی صحبت نے اسے ہندو سا بنا چاہا پھر فیضی اور ابوالفضل کے لیے آزاد خیال شیعوں اور انکے باپ شیخ مبارک جیسے دنیا پرست
اور زمانہ شناس عالموں نے اسے ہندوؤں اور صداقت اسلام دونوں کی طرف سے روک کے ایسے بیچ ادھر میں ڈالدیا کہ نہ ہندو تھا
نہ مسلمان دونوں مذہبوں سے دور تھا اور نہ جانتا تھا کہ مجھے کیا ہونا چاہیے ہمایوں ایران سے اور معمولی خاندان کے اثر سے آدھا
شیعہ بن کے اور بہت سے شیعہ اہل دربار کو ساتھ لیکے آیا تھا انھوں نے اکبر کو بس طفولیت ہی سے شیعہ سنی کی کشمکش میں ڈالدیا تھا اور
جس طرح ابتدائے عمر کی کشمکش سے نہ شیعہ رہا نہ سنی اسی طرح بڑھاپے کی کمزوریوں نے اسکو نہ ہندو رکھا نہ مسلمان اسی عالم حیرت
میں تھا کہ جاہ کی … سے آخری حماقت میں مبتلا کیا کہ امیلے سلف کی طرح ایک نئے مذہب کی ایجاد کرنے لگا اس میں کچھ
اسکے کہ ہندو مسلمانوں کی رسومات و مختلف خیالوں کو ناقص العقلا … انتخاب کیا جو صلح کل و دوستی کا مسلک تھا … روحانیت کا
کچھ حصہ تھا کوئی معمول فروغ دین کا شرعی … اس لیے بہت کم کامیاب ہوا سوا ایک دو … ہوئے جو حاشیہ
نشین تھے … ایجاد کیا ہوا مذہب اسکی آنکھ بند ہوتے ہی ہوا کی طرح اڑ گیا اور اس کشمکش مذہبی سے … صادق آئی
کہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے یہاں تک کہ اسکے جنازے کی نماز بھی نہ پڑھی گئی جیسا کہ تاریخ جغتائیہ میں اکبر کے حالات میں لکھا ہے
کراہت کی … نے بہت کرونی کے قلعے میں سنہ جلوس اکبری ایجاد کیا … اسکی یادگار کی … دوسری کی وجہ دو … تھا
… کیونکہ … جانشین نے اسے … بادشاہ کا سنہ جلوس منسوخ کردیا ہندو اپنے بزرگوں کی یادگار کو پائدار رکھنے والے
ہیں انھوں نے ایسا … کیا منشی اسد … خطاب … شیخ ابوالفضل نے اپنے … میں لکھا ہے
کہ شاہ … وفات کی خبر … اکبر نے جامی کی اس غزل پر … یہ شعر … کیا
جہاں … گناہ … اسکو … شروع کیا

معلوم ہوتے ہین اس راستے پر ستارگان ثوابت کی کیفیت وقوع سے بارہ شکلین متصور ہوئین انھین شکلون کا نام برج ہے اور ہر شکل مین ۳۰ حصے فرض کیے گئے ہین جسکو درجہ کہتے ہین اس دائرے مین دو مقام یعنی درجے ایسے ہین کہ اُن کے محاذ مین جب آفتاب ہوتا ہے تو گرمی وسردی رات اور دن کا اعتدال ہوجاتا ہے ایک جسکو **اعتدال ربیعی** کہتے ہین وہ اس برج کا پہلا درجہ ہے جسکی شکل مینڈھے کی سی ہے جسکو عربی مین **حمل** اور ہندی مین **میکھ** کہتے ہین دوسرا نقطہ **اعتدال خریفی** ہے جو برج میزان کا پہلا درجہ ہے فصلون کا تغیر آفتاب کی بلندی وپستی کی بنا پر ہوتا ہے اور ستارون سے جو شکلین پیدا ہوتی ہین وہ نہ آفتاب کے ساتھ وابستہ ہین نہ آفتاب ان کا پابند ہے۔

نوروز جس کا وجود صرف پارسی قوم مین تھا وہ آفتاب کے شکل حمل کے محاذ مین پہنچکر نقطۂ اعتدال ربیعی مین چمکنے کی تاریخ ہے دیگر اقوام نے جو نقطہ اعتدال کے تعین سے بحث کی ہے وہ کسی مذہبی یا اعتقادی رنگ سے نہین بلکہ سال کے چارون تغیر سے بحث کی اور اسکو سب کا مرکز قرار دیا اس لیے کہ انسان حیوان اور نبات وغیرہ موالید مین نشاط وتازگی روئیدگی وبالیدگی اس زمانے مین آتی ہے۔

مذہبًا نوروز کی فضیلت کے وجوہ امور ذیل ہین (**الف**) اس روز بعثت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہوئی (**ب**) اس روز خانہ کعبہ کے بتون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ نے توڑکر بیت اللہ کو پاک کیا (**ج**) اس روز غدیر خم کے مقام پر جناب رسالت مآب نے حضرت علیؑ کو خلیفہ مقرر کیا (**د**) اسی روز خلیفہ ثالث کی خلافت کا اختتام اور حضرت علیؑ کی خلافت کا آغاز ہوا۔

لیکن حساب کے کانٹے پر تولنے سے ظاہر ہے کہ یہ وجوہ واقعی نہین (۱) آنحضرت کی ولادت دوشنبہ ۲۰۔اپریل ۵۷۱ء اور بعض تحقیقات کے مطابق ۱۴ مئی ۵۷۱ء کو ہوئی تاریخ ولادت مین اختلاف ہے لیکن اسقدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینا اور دوشنبے کا دن تھا اور پہلی تاریخ سے لے کر بارہ تک منحصر ہے اور قواعد ہیئت سے ثابت ہوتا ہے کہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ ۱۲۔اپریل ۵۷۱ء کے مطابق تھی اور ٹھیک چالیس سال کی عمر پوری ہونے پر اکتالیسوین سال کے پہلے روز نبوت کا آغاز ہوا اب چونکہ چالیس سال قمری کے دن ۱۴۱۷۵ ہوتے ہین اسلیے ۲۰۔اپریل ۵۷۱ء سے اتنے دنون کی تعداد ۹ فروری ۶۱۰ء روز یکشنبہ کو اور ۱۴ مئی ۵۷۱ء سے ۲۳ فروری ۶۱۰ء روز یکشنبہ کو پوری ہوتی ہے پس ثابت ہوا کہ آغاز نبوت ۱۰ فروری خواہ ۲۴ فروری ۶۱۰ء روز دوشنبہ کو ہوا اور یہ ہرگز نوروز کی تاریخ نہین ہے کیونکہ نوروز ۲۱ مارچ کو مانا گیا ہے (۲) خانہ کعبہ کو بتون سے پاک کرنے کی تاریخ ٹھیک فتح مکہ والا دن ہے اور فتح مکہ رمضان ۸ ہجری کا واقعہ ہے اور رمضان کی تاریخ مین اختلاف ہے صرف ۱۰ سے ۲۰ تک محدود ہے فتح مکہ کی تاریخ کو حجۃ الوداع کی روشن تاریخ کے مقابل کرکے جانچیے حجۃ الوداع یعنی جمعہ ۹ ذیحجہ ۱۰ھ ہجری کو محمد بن موسے خوارزمی منجم کے حساب کے مطابق ۶ مارچ ۶۳۲ء تھی

پس ۱ یا ۲ رمضان سنہ ہجری مع ۹ ذیحجہ سنہ ہجری روز جمعہ کے ۵ ۸ یا ۹ ۸ ۷ دن ہوتے ہیں اور ۶ مارچ ۶۳۲ء سے گذشتہ زمانے کی طرف اتنے دنوں کی تعداد ۲۳ یا ۲۳ دسمبر ۶۲۹ء پر پوری ہوتی ہے اور اس تاریخ سے نوروز تک پوری سہ ماہی کا تفاوت ہے (۳) اس علاوہ غم کی تاریخ کو جانچیے حج کے بعد آنحضرت ایام تشریق بھر مکے میں رونق افروز رہے اور ۱۴ ذیحجہ کو بقصد مدینہ روانہ ہوئے تو مکہ معظمہ میں موتے جوار بمی سمم کے حساب کے موافق جمعہ ۹ ذیحجہ کو ۶ مارچ تھی تو ۱۴ ذیحجہ کو ۱۱ مارچ ہوئی پس اس رو سے آپ ۱۸ یا ۱۹ مارچ ۶۳۲ء کو مدینے میں پہنچ چکے (۴) خلیفہ ثالث کی خلافت کا اختتام اور حضرت علی کی خلافت کا آغاز بھی کسی طرح آفتاب کے نقطۂ اعتدال ربیعی پر پہنچنے یعنی نوروز کے دن ثابت نہیں ہوتا اس لیے کہ تاریخ الخلفاء میں سیوطی نے لکھا ہے کہ قتل حضرت عثمان جمعہ ۱۸ ذیحجہ ۳۵ھ ہجری کو واقع ہوا اور شب شنبہ کو مغرب و عشا کے درمیاں دفن سے فراغت ہوئی اور صبح کو حضرت علی کی خلافت پر بیعت ہوئی تو جب مارچ ۶۳۲ء یعنی ذیحجہ ۱۰ھ ہجری ماہ حجۃ الوداع سے ذیحجہ ۳۵ھ ہجری تک پچیس سال قمری کے ایام مطابقت روز محسوب کرتے ہیں تو ۸۸۶۰ دن آتے ہیں جس کے شمسی سال چوبیس اور چورانوے دن ہوتے ہیں اور جمعہ ۱۸ ذیحجہ ۳۵ھ ہجری کو یکم جولائی ۶۵۶ء کے مطابق پاتے ہیں پس روشن طور پر ثابت ہوا کہ حضرت علی کی بیعت خلافت کی تاریخ نوروز سے ایک سہ ماہی بعد پڑی تھی۔ علاوہ اسکے اسلام میں قمری حساب معتبر ہے نہ شمسی لیکن یہ اس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اُن کی چھٹی پشت میں ایک ایسا شخص جانشین ہوگا کہ اُن کے اس عمل کو وہ فرامین کر مسدود کردے گا اور یکم شعبان ۱۳۴۱ھ ہجری کو یہ حکم لکھے گا کہ نوروز کو اسلام سے کچھ تعلق نہیں بلکہ یہ آتش پرست اور مجوسیوں کی عید سمجھی جاتی ہے۔

سالگرہ کا جشن وغیرہ

۲۰ محرم ۱۲۰۲ھ ہجری کو شدت بارش کی وجہ سے موسے ندی میں ایسی طغیانی پیدا ہوئی کہ فصیل جنوب رویہ ۵ اگر گر گئی۔

۲ ماہ شوال ۱۲۰۲ھ ہجری کو سالگرہ کا جشن ہوا اس سال بھی بہت سے آدمیوں کو منصب اور خطاب اور جواہر اور تعلقے حسب حال ملے چنانچہ معزز خاں کو استقلالی مالگذاری کا ملعت اور اعتصام الدولہ کو دست بند مرصع اور امیر خاں بہادر سربلند جنگ کو اصل و اضافہ ملا کر پنج ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب و پالکی جھالردار و امجد الدولہ خطاب اور کامیاب جنگ بہادر

کو چھ ہزاری ذات و چھ ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر جھالر دار پالکی و خطاب سرافراز الدولہ اور رائے بھوانی داس سر دفتر دیوانی سرکار و رائے درگا داس و راجہ تیج ونت بہادر کو موتیون کی ایک ایک کنٹھی اور رائے کیول کشن و رائے خوش حال چند کو ایک ایک سرپیچ مرصع اور رائے شنکر کو منصب و خطاب و علم و نقارہ و تعلقجات نرمل و قلعہ بودن و قوال وغیرہ اور ایک ہاتھی اور جمال اشرف خان کو سرپیچ مرصع و خطاب بہادری اور تعلقہ کوپل نواب صاحب نے عنایت کیا۔ اور ابھی تک قلعہ کوپل ریاست کے اہلکارون کے ہاتھ مین نہ آیا تھا البتہ علاقے مین تھانے قائم ہو گئے تھے۔ اسی سال نواب نے خواجہ بہاء الدین خان و حافظ فرید الدین خان کو ٹیپو سلطان کے پاس سفارت پر بھیجا۔

ماہ محرم ۱۲۰۳ھ ہجری مین سید محمد نامی حیدرآباد مین آیا اور ظاہر کیا کہ مین شریف مکہ ہون نواب نے دس ہزار روپے عنایت کیے۔ ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۰۳ھ ہجری کو خواجہ بہاء الدین خان و حافظ فرید الدین خان ٹیپو کے پاس سے لوٹ آئے اور اُس کا خط اور جواہرا ور کپڑے اور گھوڑا اور ہاتھی اُس کی طرف سے نواب کی خدمت مین پیش کیے۔ اسی سال عبد القادر خان کو محکمہ سائر حیدرآباد کی داروغگی سے علیحدہ کر کے حسام الدولہ کو اُس کی جگہ مقرر کیا اور میر ابراہیم برادر صفی الدولہ کو علاقہ گلبرگہ کا تعلقہ دار بنایا اور رائے بسنت رائے کو نواب کی ذات خاص کے علاقے کی افسری ملی اور شوکت اللہ خان کو صوبہ حیدرآباد کی دیوانی کا خلعت دیا۔

۱ جمادی الاولےٰ ۱۲۰۳ھ ہجری کو جشن نوروز شروع ہوا اور دس شعبان سنہ مذکور کو بادشاہ کا فرمان اور خطاب رستم دوران آیا اس عرصے مین دو جشن ہوے دونون جشنون مین امرا کو منصب اور جواہر اور عہدے دیے چنانچہ اکرام اللہ خان خلف اشجع الملک غیور جنگ کو خلعت میر سامانی سرکار کا ملا اور حیدرآباد کی نظامت پر شکوہ الدولہ معتمد جنگ کو مقرر کیا اور نواب نے دولت خانہ نو تعمیر مین تمام مشائخ شہر کو بلا کر ضیافت کی اسی زمانے مین قمر الملک کو سائر کی بخشی گری کا خلعت ملا اور نجم الملک کو تعلقہ ابور کنڈہ و نلکنڈہ سے معزول کر کے یہ کام بھی قمر الملک کے حوالے کیے۔ ۲۰ ذیقعدہ ۱۲۰۳ھ ہجری کو مشیر الملک کے مکان پر ضیافت مین نواب صاحب گئے اور نقدی و جواہر پیش کش کی جو فرد انھون نے پیش کی تھی اُس پر معافی لکھدی اور امتیاز الدولہ کو خطاب ممتاز الامرا کا اور ماہی مراتب اور شمس الملک کو خطاب شمس الامرا کا اور مشیر الملک کو خطاب اعظم الامرا کا اور افتخار الدولہ کو خطاب افتخار الملک کا عطا ہوا۔ نواب نے حافظ فرید الدین خان کو خانی کا خطاب دے کر ٹیپو سلطان کے پاس سفارت پر بھیجا۔

مینا بازار یا زنانہ بازار

۸ جمادی الاول ۱۲۳۱ھ ہجری کو نواب صاحب قلعہ گولکنڈہ کی سیر کو گئے اور یہاں تیار کیے ہوئے محل کو آراستہ کیا اور مینا بازار لگایا یہ زنانہ بازار تھا وہاں محل کی بیگمات آئیں اور شرفا کی بی بیوں کو بھی اجازت ہوئی کہ جو چاہے آئے تماشا دیکھے دوکانوں پر تمام عورتیں بیٹھی تھیں سوداگری اور سودا زیادہ تر زنانہ رکھا گیا خواجہ سرا اور دوسری عورتیں انتظام میں مصروف تھیں مالیوں کی جگہ مالنیں چمن آرائی کرتی تھیں نواب آپ بھی آتے مینا بازار میں بیگمیں پڑی پھرتی تھیں جیسے باغ میں قمریاں ہر باول میں ہرنیاں۔

ایک دن نواب مسند پر بیٹھے ہوئے تھے ایک سدرکسی بیگم کا پلا جو آدمیوں سے مالوف تھا مسند کے نزدیک آکر بیٹھ گیا نواب نے پیار سے اس پر ہاتھ پھیرا اسے ناگوار ہوا نواب کے ہاتھ میں کاٹ لیا ایسا مجروح ہوا کہ ایک ماہ اور چند یوم میں صحت پائی اسد علی خاں تمنائے مادہ تاریخ یوں کہا ہے اسے دست ترا مدد بداں بتدبا نواب نے اس سال جشن غسل صحت و جشن نوروز کمال تکلف سے مرتب کرایا اور تیسرا جشن سالگرہ بھی بڑے پیمانے پر منعقد ہوا۔

ولی عہد سلطنت دہلی کا ورود اور اسکے مناسب حال نواب کی طرف سے برتاؤ نہ ہونے پر ناخوش ہوکر لوٹ جانا

خورشید جاہی میں لکھا ہے کہ ۱۲۳۲ھ ہجری میں بادشاہ زادۂ ہندیعنی فرزند ارجمند عالی گوہر شاہ عالم بہادر بادشاہ وقت اپنے باپ سے آزردہ ہوکر دکن میں آیا اور قادر بیدر کی راہ سے کوہیر تک پہنچا تھا نواب نے یہ خبر سنکر استقبال کا ارادہ کیا لیکن ارکان دولت کے معروضے سے اس خیال سے کہ تکلیف آداب بجالانے کی ذات اشرف بندگان حضرت کو ہوگی یہ عزیمت موقوف کرکے شمشیر جنگ کو پیش کش دے کر شاہ زادے کے پاس روانہ کیا یہ بات شاہ زادے کو ناگوار گذری نذر قبول نہ کی اور اپنا معاری سامان جلواکر دہلی کو لوٹ گیا انتہی کلامہ اس عبارت میں عالی گوہر اور شاہ عالم کے درمیان میں کا لفظ کاتب کی یا مؤلف کتاب کی غلطی سے لکھا گیا ہے عالم گوہر جو شاہ عالم کا نام ہے جو عزیز الدین عالمگیر ثانی کا بیٹا ہے اور ۱۲ جمادی الاول ۱۱۷۳ھ ہجری سے ۱۲۲۱ھ ہجری تک برائے نام دہلی کا بادشاہ رہا۔ ۱۲۰۲ھ ہجری میں اسکو غلام قادر خان پسر ضابطہ خاں نجیب الدولہ نے نابینا کرکے بیدار بخت بن احمد شاہ بن محمد شاہ کو تخت نشین کرایا تھا

جس کے اُسی زمانے مارے جانے کے بعد وہ سلسلہ برہم ہوا اور بدستور شاہ عالم کو مہاجی سیندھیا نے تخت نشین کر دیا قلعہ دہلی کی تباہی کے موقع پر شاہ عالم کا بیٹا معین الدین اکبر شاہ دکن میں آیا ہوگا۔

جس نے دہلی میں سلطنت تیموریہ کی معراج دیکھی ہو اُس کے ذہن میں یہ خیال بھی کبھی آسکتا تھا کہ اُس خاندان کا ولی عہد مستحق سلطنت اپنے نمک حرام نوکروں کے ہاتھ سے بے چین ہوکر غریب ایسا پریشان ہوگا کہ دکن کا صوبہ دار اُس کی ملاقات سے احتراز کرے گا جو لوگ کل تک اُس کے تخت تک پہنچ جانے اور سامنے دست بستہ کھڑے ہونے کو اپنا فخر سمجھتے تھے اور اُس کی عنایت و کرم کو اپنی عزت و حرمت گنتے تھے آج اُنھیں کے جانشین اپنے ولی نعمت کے قائم مقام کے ساتھ ایسی بے پروائی کا سلوک کرتے ہیں اس عزت و ذلت کا دور ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور چلا جائے گا۔

انگریزوں کا نظام پر فوج کشی کا و باؤڈالکر سرکار گنٹور حاصل کرنا اور نظام کی طرف حساب فہمی کے لیے سفیر کا کلکتے کو جانا

ماہ ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ ہجری میں نواب کے بھائی بسالت جنگ مر گئے تھے اور ۱۷۶۸ء کے عہد نامے کے مطابق انگریزوں کے نظام سے یہ عہد و پیمان ہوے تھے کہ بسالت جنگ کے بعد سرکار گنٹور سرکار کمپنی کے حوالے کی جائے گی مگر بسالت جنگ کی وفات کے بعد نظام نے یہ سرکار انگریزوں کو نہ دی انگریزوں نے اس رنج سے نظام کو پیش کش دوسری سرکاروں کا نہ دیا۔ ان دو سالوں میں کمپنی کے گورنر جنرل کارن والس نے نظام سے گنٹور کا مانگنا مناسب نہ جانا جب انگریزوں کو یورپ میں فرانسیسوں سے لڑائی کا خوف جاتا رہا اور دکن کی ملکی حالتیں ایسی ہو گئیں کہ جن کے سبب سے گنٹور کے حوالے کرنے کی درخواست نظام سے کی جائے تو گورنر جنرل نے ۱۷۸۸ء میں کپتان کنوہی کو پہلی مرتبہ رزیڈنٹ بنا کر اس غرض سے حیدرآباد بھیجا کہ وہ ضلع مذکور کو طلب کرے اور خراج جو نظام کو دیا جائے گا اُس کی تنقیح کرے کیونکہ خراج کا دینا حیز التوا میں پڑ گیا تھا کپتان مذکور ۲۹ شعبان ۱۲۰۲ھ ہجری کو حیدرآباد پہنچا اور شمشیر جنگ کے باغ میں ٹھہرایا گیا اس کے ساتھ میر حسین بھی تھا کپتان کنوہی کو کینا وی بھی کہتے ہیں۔ اُس کو نواب نظام علی خان بہادر نے **دلاور جنگ** خطاب عطا کیا اُس نے گورنر جنرل کی طرف سے یورپ کے تحفے پیش کیے اس مرتبہ سرکار گنٹور کی تفویض کا مطالبہ صرف زبانی ہی

نہیں پہنچ گیا ملکہ ریاست حیدرآباد کی سرحد پر حزم و احتیاط کی راہ سے فوج کا اجتماع کیا گیا کہ مسلح ماہ ۱۲۰۶ء کی پوری تکمیل نظام سے کرلے اور نظام کو اطلاع دی کہ دو ہفتے کے اندر سپاہ گنٹور میں داخل ہو جائے گی اور اس کی اطلاع ٹیپو کے دربار اور سیدھیا اور راجہ برار ان سب کو کردی تھی اور کپتان کو ہدایت تھی کہ جہانتک ہو سکے مصالحت میں سعی کرے اب نواب نظام علی خاں کا یہ حال تھا کہ انگریزوں کے اتحاد سے اپنی فلاح و بہبود کی امید بہ نسبت کسی خوف کے زیادہ رکھتے تھے مرہٹوں اور ٹیپو کے ساتھ اخلاص پیدا کرنے سے انگریزوں کے ساتھ مصالحت کو زیادہ اپنے حق میں فائدہ مند سمجھتے تھے ان کے ملک کے آس پاس جو والیاں ملک تھے اُن سے نظام کو خوف تھا کہ مبادا کہیں وہ اُن کو نگل نہ جائیں سوائے اس کے گنٹور ایک بے حقیقت ملک تھا اس سے کچھ ایسی آمدنی بھی نہ تھی اس لیے انھوں نے بے تامل انگریزوں کی درخواست کو قبول کر لیا اور سیف جنگ کو ۱۸ ماہ ستمبر ۱۷۸۸ء (۱۲۰۳ ہجری) کو لکھا کہ تم بعد حصول اس حکم کے سرکار گنٹور ملازمان کمپنی کے سپرد کردو اور اپنی واصل باقی اور اپنا اسباب اور جو کچھ سرکار کی تمہارے پاس ہو لے کر حاضر ہو چنانچہ اُس نے تعمیل کی اور گنٹور حوالے کر دیا مگر تکرار جو بابت بقایائے خراج کے تھی اُس کا فیصلہ حیدرآباد میں ہو سکا اور طرفین کی رضامندی سے اس کا تصفیہ گورنر جنرل کی رائے پر منحصر رکھا گیا۔ میر ابوالقاسم پسر سید رضی شوستری کو جو تاریخ حیدرآباد میں میر عالم کے نام سے مشہور ہیں نواب نظام علی خاں نے اُن کی تنخواہ پانچ ہزار روپیہ ماہوار مقرر کرکے اور دو لاکھ روپے مصارف کے لیے دیکے اس کام کے واسطے کلکتے کو بھیجا اُن کے ساتھ یہ پانچ معتمد اور کیے (۱) عاقل الدولہ (۲) میر عباس علی خاں نظام یار جنگ (۳) میر عبدالعزیز خاں (۴) غلام نبی خاں (۵) میرزا ابوتراب خاں۔ اُن کے ہمراہ سات ہاتھی تھے۔ جن میں سے دو پر عماریاں تھیں اور دو پر حوضے تھے اور تین پر چارجامے اور سترہ اونٹ باربردار اور ساٹھ سوار اور شہر وغیرہ بھی سرکار سے ہمراہ کی گئی جگناتھ کے راستے سے کلکتے میں پہنچے میر ابوالقاسم خاں چھ بار گورنر جنرل سے ملے اور پانچ بار گورنر جنرل اُن کی فرودگاہ پر آئے ایک دن کی ملاقات میں عجیب لطیفہ ہوا کہ میر ابوالقاسم لارڈ صاحب کے پاس کوچ پر بیٹھے ہوئے اُن سے باتیں کر رہے تھے اور اُن کا عصا کہ جس میں ہاتھی دانت کی پچی کاری کا کام تھا گر پڑا تھا گورنر جنرل نے انگریزی زبان میں اپنے آدمی سے کہا کہ اُس کو اس ترکیب سے اُٹھا لو کہ میر صاحب کو خبر نہ ہو جب میر ابوالقاسم باتوں سے فراغت پا کر اُٹھے اور عصا نہ پایا تو ڈھونڈھنے لگے

گورنر جنرل نے کہا کہ کس چیز کی تلاش ہے جواب دیا عصا کی اُس وقت گورنر جنرل نے کہا کہ آپکے ہاتھ مین بہتر عصا ہونا چاہیئے نہ کہ ہاتھی دانت کے کام کا پس ایک عصا شاخ دارچینی کا کہ جس کے سر پر ہیرے جڑے ہوئے تھے جن کی قیمت دس ہزار روپیے تھی میر ابو القاسم کے ہاتھ مین دے کر خوش کر دیا میر ابو القاسم نے پیش کش کے معاملے سے سوا یہ درخواست بھی کی کہ صلح نامے کے موافق اس شرط کا پورا ہونا بھی ہے کہ دو پلٹنین سپاہیونکی اور چھہ توپین جس کے افسر فرنگستانی ہون نواب کی مرضی کے موافق جہان وہ طلب کرین بھیجنے چاہئین اور ضلع کرناٹک مین بالاگھاٹ جو حیدر علی نے چھین لیا ہے دلایا جائے اور ریاست حیدرآباد کی طرف سے سرسٹھ لاکھ انچاس ہزار تین سو تینتیس روپے کی رقم کامپنی کے ذمے مطالبہ تھا اور ۱۷۸۲ء سے لے کر ۱۷۸۸ء تک گنٹور کی مالگزاری کی رقم جو نظام نے وہان سے وصول کی تھی اٹھاون لاکھ بتیس ہزار چھ سو سرسٹھ بنتی تھی بعد مجرا دینے اس قدر رقم کے بقایا نو لاکھ سولہ ہزار چھ سو ۶۵ روپے کی رقم کمپنی کے ذمے باقی رہ گئی اور تنازعہ کا تصفیہ ہو گیا جس نے میر عالم کو انگریزون کی نظرون مین معزز بنا دیا اور انگریز حیدرآباد مین میر عالم اور اُن کے خاندان کے ہمیشہ پاسدار بنے رہے۔ واپسی کے وقت گورنر جنرل نے میر ابو القاسم خان اور اُن کے ہمراہیون کو جواہرات اور خلعت اور تحفے دیے جب میر ابو القاسم خان گورنر جنرل کی تحریر لیے کر آئے تو نواب نے اُن کو خلعت فاخرہ اور خطاب میر عالم بہادر دیا اُن کے بیٹے کو میر دوران اور اُن کے بھائی کو میر زمان کا خطاب دیا اور ہر ایک منصب دار ہی کو بھی خانی و بہادری کا خطاب عطا کیا اور میر عالم کے خالہ زاد بھائی میر عباس علی خان کو نظام یار جنگ خطاب بخشا۔ آصف الدولہ والی اودھ نے جب یہ خبر سُنی کہ نواب حیدرآباد نے میر عالم کو کلکتے بھیجا ہے تو اُن سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا اُنھون نے عذر کر دیا کہ ہم سرکار آصفیہ کے نمک خوار ہین بغیر اجازت اپنے رئیس کے کیسے مل سکتے ہین۔

لارڈ کارن والس نے نواب نظام علی خان کو لکھا کہ ہمنے کپتان کنوی کو آپ کے پاس بھیجا تھا کہ وہ آپ کا اطمینان کرے کہ ہمارا ارادہ ادائے بقایائے واجبی کا ہے جو آپ کو بابت پیشکش ملتا ہے اور آئندہ اُس کے وقت معمولی پر ادا کرتے رہنے کا ارادہ ہے اور ہم اس سے خوش ہوئے کہ آپ نے حکم دیا کہ گنٹور کو سرکار کمپنی کے سپرد کر دیا جائے لیکن عہدنامہ جدید کے منعقد کرنے کی بابت گورنر جنرل کو دو سبب سے تامل ہوا اول تو اس لیے کہ پارلیمنٹ ایکٹ کے موافق منع تھا کہ بغیر منظوری ولایت کے کسی ہندوستانی ریاست سے جنگ و آشتی کی جائے دوسرے اس وجہ سے کہ مرہٹون سے دشمنی اور ناخوشی پیدا ہوتی تھی اور منظور یہ تھا

کہ اُن سے اتحاد پیدا ہو۔ سوا اس کے دو صلحناموں کے موافق انگریزی گورنمنٹ نے یہ تسلیم کر لیا تھا کہ بالاگھاٹ صلع کرناٹک کا مالک حیدرعلی اور اس کا بیٹا ٹیپو سلطان ہے۔ غرض کہ اس وقت کارن والس کو بڑی دشواریاں پیش آئیں کہ کیا کیجئے نظام کے صلح نامے کی شرائط کا بھی پورا کرنا ضروری تھا اس لیے اس نے اُس فقرے کے معنے جو صلح نامے میں بالاگھاٹ کرناٹک کے باب میں تھا یہ بیان کیے کہ زمانے نے حالات کو ایسا بدل دیا ہے کہ جس بنا پر یہ شرط صلح نامے میں داخل ہوئی تھی وہ اپنی مگر یہ بالفعل قائم نہیں رہ سکتی لیکن آئندہ امید کی جا سکتی ہے کہ سرکار کمپنی اس ملک کو نظام کی اعانت سے نظام کو دلا دے اور سپاہ کی امداد کے بیان میں جو فقرہ تھا اور اُس میں یہ بھی لکھا تھا کہ جہاں کمپنی کی ضرورت اس امداد کی اجازت دے گی اُس کے معنے یہ بیان ہوئے کہ نظام اس کمک کی سپاہ کو اپنی مرضی کے موافق کام میں لا سکتے ہیں مگر یہ انگریزی فوج اُس والی ملک سے کہیں نہ لڑے گی جس سے کہ سرکار انگریزی کا اتحاد ہے اور ان والیان ملک کی تفصیل میں تمام مرہٹوں کے سرداروں کے نام اور نواب ارکاٹ اور نواب اودھ اور رٹرا ونکور اور تحور کے راجاؤں کے نام تھے مگر ٹیپو سلطان کا نام اُس میں نہ تھا۔

نظام کی حمایت کے لیے انگریزی سپاہ کا اُنکے پاس رہنا۔ اور انگریزون اور ٹیپو سلطان کی جنگ مین نظام کا انگریزون کے شریک ہونا

سنہ ۱۲۰۳ ہجری میں سلطان ٹیپو نے حافظ فریدالدین خاں و قطب الدین خاں اور علی رضا خاں کے ساتھ نواب صاحب کے پاس بہت سے تحفے اور ہدیے اور خط بھیجا جکہ جواب و سوال ٹیپو اور نواب نظام علی خاں میں مکمل ہو سکے اور کوئی سمجھوتا قرار نہ پایا تو نواب کے دل پر ٹیپو کا ایسا خوف بیٹھا کہ وہ انگریزوں کی آغوش میں گھس گئے اور ٹیپو کے مقابلے میں اپنی فوج کو کمر دریا کر ۲ ماہ شوال سنہ ۱۲۰۳ ہجری مطابق ۴ ماہ جولائی سنہ ۱۷۸۹ء گورنر جنرل کارن والس کے عہد حکومت میں یہ معاہدہ سرکار کمپنی سے کر لیا کہ وہ اگر اپنی مدد کے لیے نظام سے سپاہ مانگے گی تو نواب اپنی فوج مدد کو بھیجیں گے اور اگر ٹیپو نظام پر حملہ کرے گا تو انگریز اُن کی مدد کریں گے اس معاہدے میں پونا کا وزیر اعظم پیشوا پنڈت پردھان بھی شامل تھا بعد اس کے دوسرا عہد نامہ سرکار کمپنی کی فوج کمکی کی بابت قرار پایا جس میں فوج بنگالہ کی چار پلٹنوں سے یم پلٹنوں تک مع توپخانہ کے ایک انگریز افسر کی ماتحتی میں رہنا قرار پایا اور جس قدر تنخواہ

اُس کی سرکار کمپنی سے ملتی تھی اُسی قدر تنخواہ دیے جانے کا نواب نظام نے وعدہ کیا اور اُس فوج پیادہ کے ساتھ نظام کی فوج سواران کا ایک دستہ اُسی انگریز افسر کی ماتحتی مین مقرر ہوا اور یہ بھی اقرار ہوا کہ جو کچھ لوٹ کا مال فوج مذکور کے ہاتھ آئے گا وہ نظام کو دیا جائے گا اور جو خزانہ کسی فوج کا ملے گا وہ نظام اور انگریزون اور پنڈت پردھان مین برابر برابر تقسیم پاوے گا اور نظام کو جب اس کمکی فوج کی ضرورت ہوگی بشرط ملنے مہلت کے سرکار کمپنی فوراً اپنے ملک سے بھیجدے گی یہ معاہدہ کپتان کرک پاٹرک کی معرفت منعقد ہوا تھا یہان تک کہ نظام نے ٹیپو کی جنگ مین انگریزون کے ساتھ شرکت کا بھی وعدہ کرلیا۔ نانا پھڑنویس پنڈت پردھان گو انگریزون کے ساتھ سردمہری رکھتا تھا مگر ٹیپو سلطان کی عداوت مین ایسا سرگرم تھا کہ بے تامل اُس کے برباد کرنے کے لیے انگریزون کے ساتھ شریک ہوگیا ان تینون مین آپس مین اتفاق ہوگیا اور یہ بات ٹھہر گئی کہ برسات کے بعد تینون سلطان ٹیپو کے ملک پر حملہ کرین اور جو ملک اور قلعے فتح ہون وہ آپس مین برابر تقسیم ہوجائین گے اور جو بعض زمیندار اور جنگل کے رہنے والے ماتحت نظام اور پیشوا کے ہین اُن کو اُنکی حیثیت اصلی پر قائم کرنا چاہیے۔ اور اگر بعد صلح کے ٹیپو سلطان کسی احد الفریقین کے ملک پر حملہ آور ہوگا تو باقی فریق اُس کے شریک ہوکر سزا دہی مین کوشش کرین گے نظام ان تینون مین ضعیف تھے اور یہ سمجھے تھے کہ جس وقت سلطان ٹیپو کی طاقت ضعیف ہوجاوے گی تو مرہٹون کا اقتدار بڑھ جائے گا اور وہ انھین چوتھ کے لیے جو مدت سے نہین دی ہے بہت دق کرین گے اس لیے وہ معاہدے پر دستخط کرتے ہوے جھجکتے تھے مگر یہ خوف انگریزون نے اُن کے دل سے نکالدیا اور خود اُن کے ذمہ دار ہوگئے کہ مرہٹے اُن سے کچھ تقاضہ نہین کرین گے گو اس سے مرہٹے دل مین کچھ ناراض ہوے مگر آخر کو ان احباب ثلثہ مین اتفاق ہوگیا۔

غرہ رجب ۱۲۰۴ ہجری کو نظام حیدرآباد سے چلکر گوردھن داس کے باغ مین اُترے قطب الدین خان جو ٹیپو کے پاس سے آیا تھا جب اُس نے رنگ دگرگون دیکھا تو ظاہرداری کے طور سے مکاری کے ساتھ عقیدت کا اظہار کرکے حافظ فریدالدین خان کی معرفت اعظم الامرا کو کہلایا کہ ٹیپو کا ملک قلعہ گُتی سے سرحد سرا تک میرے قبض و تصرف مین ہے اگر رخصت مرحمت ہوجائے اور فریدالدین خان بھی ہمراہ ہون تو وہ ملک اُس کے سپرد کردون اور سرکاری تھانے وہان قائم کرکے لوٹ آؤن اور اس کے معاوضے مین مجھے منصب اور جاگیر عطا ہوجائے جب اعظم الامرا کو یہ پیغام پہنچا تو اس بات کو فتوح غیبی تصور کرکے قطب الدین خان کو منصب اور جاگیر کی توقع دلاکر نواب سے رخصت دلائی قطب الدین خان حافظ فریدالدین خان کے اتفاق سے گُتی کی

طرف روانہ ہوا اور نواب باغ گوردھن داس میں سپاہ کے جمع کرنے میں مصروف ہوئے اس عرصے میں شمس الامرا کا مزاج سل کی بیماری سے جادہ اعتدال سے منحرف ہوگیا اور ایک رات سخت آندھی چلی اور ابر سیاہ اٹھکر ایسی ژالہ باری ہوئی کہ کسی کا خیمہ درست نہ رہا خود نواب کا خاص ڈیرہ پارہ پارہ ہوگیا سب نے اذیت اٹھائی ہر ایک تہ وبالا ہوگیا یہ رات لشکر کے لیے قیامت کی رات تھی صبح کو ابر کھلا تو تسلی ہوئی نواب یہاں ایک ماہ تک مقیم رہے یہاں سے چلکر قلعۂ پانگل کے پاس مقام ہوا یہاں عمارات کی تیاری اور حوض چاہوں کی تعمیر شروع ہوئی اس عرصے میں معلوم ہوا کہ قطب الدین خاں اپنی سرحد میں پہنچکر قول و قرار سے منحرف ہوگیا اور حافظ فرید الدین خاں ڈرکر کرنول میں رن مست خاں کی پناہ میں چلا گیا۔ انھیں دنوں امیر الامرا بسالت جنگ کا بیٹا ذوالفقار الدولہ بہادر جنگ قلعہ رائے چور سے نواب کے پاس آیا نواب نے اس کو خطاب **داراجاہ** دیا اور اسکے ساتھ بہت سی سپاہ اور شمس الامرا کی پائے گاہ کی فوج اور دو پلٹنیں جس کا افسر انگریز ملازم سرکار نظام تھا اور توپیں مقرر کرکے قلعہ کوپل کی تسخیر کے لیے جو ٹیپو کے ملک کا حصہ تھا مامور کیا اور اسکے ساتھ رفعت جنگ پسر زور آور جنگ مرحوم اور راؤ رمبھا وغیرہ کئی منصب دار بھیجے گئے اور پرسرام بھاؤ نے جو ٹیپو کے خون کا پیاسا تھا پنڈت پردھان کے حکم سے قلعہ دھارور کی طرف جاکر وہاں مورچے قائم کیے تھے۔

جنرل میڈوز گورنر اور کمانڈر انچیف مدراس میں آیا تو ٹیپو سلطان کی جنگ کا اہتمام اس کے سپرد ہوا۔ ہولنڈ کی غفلت سے کچھ اسباب جنگ مہیا نہ ہوا تھا اس سبب سے کئی مہینے کا توقف کرنا پڑا پندرہ ہزار سپاہ ترچناپلی کے میدان میں جمع ہوئی اور چھ بریگیڈ میں منقسم ہوئی میر عالم نے جو لکھا ہے کہ دس بارہ ہزار گورے اور پچاس ہزار تلنگے جنرل میڈوز کے ساتھ تھے یہ نہایت غلط مبالغہ ہے بہر صورت جنرل مذکور کشن گری کے پہاڑ سے گذر کر سمت شرقی سے کرور کی طرف چلا یہ مقام دشمن کی سرحد سے زیادہ قریب تھا ٹیپو سپاہ لے کر اس کا سد راہ ہوا اور کماٹ وغیرہ کے تمام زمیندار اور رام راجہ چھ ہزار پیادوں کے ساتھ جنوبی طرف سے ٹیپو کے ملک میں شورش کرنے لگے۔ اور اسد علی خاں تاج الدولہ کو نواب نے حکم دیا کہ اپنا موروثی قلعہ بیکن پلی جاکر فتح کرلے جسے حیدر علی خاں نے دبا لیا تھا چنانچہ اس نے وہاں جاکر قبضہ کرلیا اور اس میں مقابلے کے لیے تیار ہوکر بیٹھ گیا قطب الدین خاں دس ہزار تلنگے اور دو ہزار سوار اور چند توپیں اور کئی چھکڑے بانوں کے لے کر بیکن پلی کی تسخیر کے لیے گتی سے راہی ہوا اسد علی خاں نے اس پر حملہ کرکے بھگا دیا اور اس کے تمام لشکر کا

سامان اور توپین لوٹ لین نواب کو اس فتح کی عرضی اور چھینی ہوئی توپین بھیجین اس لڑائی مین اسد علی خان کی ناف کے تلے زخم آیا اور اس کا بھتیجا فتح علی خان کہ سولہ سالہ تھا مارا گیا دوبارہ پھر قطب الدین خان سپاہ جمع کر کے قلعہ کتی سے لڑنے کو آیا اعظم الامرا نے راجہ تیج ونت کے ساتھ سپاہ بھیجی کہ اس عرصے مین ٹیپو سلطان نے قطب الدین خان کو سری رنگ پٹن مین بلا لیا۔

حافظ فرید الدین خان نے جس کا خطاب اول مین موید جنگ تھا اور دوبارہ مؤید الدولہ خطاب پایا سپاہ جمع کر کے راجہ شتاب رائے پیشکار بخشی سائر کے ساتھ جسکے ہمراہ فوج بھی جا کر قلعہ گڑپہ اور بھم پر قبضہ کر لیا بعد اسکے قلعۂ سدھوٹہ کی تسخیر کے لیے متوجہ ہوا ۲۵ ربیع الثانی ۱۲۰۵ ہجری کو شمس الامرا عارضہ مرض سل سے مر گئے انکی لاش اُس ٹیلے پر جو نواب کے لشکر کے سامنے تھا بطور امانت کے زمین کے سپرد کر دی گئی اور ماہ شعبان مین یہان سے اکھیڑ کر حیدرآباد کے باہر سید حسن برہنہ کے مرقد کے پاس دفن کر دیا نواب کے حکم سے یہان مقبرہ اور مسجد بنوا دی گئی اور قرآن خوانی کے لیے حافظ مقرر ہو گئے نواب نے شمس الامرا کے بیٹے کو شہر سے بلا کر خلعت اور جواہر اور باپ کے تمام خطابات دیے اور جاگیر بھی بحال رکھکر امجد الملک کو اسکی نیابت پر مقرر کر دیا اور سردار الملک اور امام الملک اور عظیم الملک یہ سب شمس الامرا کے عہد کی طرح بدستور اپنے اپنے کام پر مقرر رہے پانگل کی چھاونی مین سہ شنبہ ۱۴ شعبان ۱۲۰۵ ہجری کو اشجع الملک غیور جنگ خان خانان خلف منیر الملک شیر جنگ مرحوم جو نواب کے ساتھ تھے شدت خفقان سے مر گئے نواب نے ۲۳ شعبان کو کل صوبجات دکن کی دیوانی کا خلعت انکے بیٹے حیدر یار خان شوکت جنگ کو مرحمت کیا۔ ۲۶ رمضان کو ان کے بیٹے منیر الدولہ کو منیر الملک کا خطاب دیا ۸ ماہ صفر ۱۲۰۶ ہجری کو نواب نظام علی خان صاحب نے قلعہ پانگل کی چھاونی مین اشجع الملک محمد صفدر خان کو خان خانان کا خطاب دیا۔

ٹیپو سلطان کو اپنی شجاعت پر بڑی نخوت تھی اپنی قوت اور قدرت کو بڑا جانتا تھا اور انگریزون کی طاقت کو بہت کم ان دونون غلط فہمیون نے اس کا ستیاناس ملایا سوائے اسکے وہ اپنے باپ کی طرح اپنی طبیعت کو قابو مین رکھنا نہ جانتا تھا طبیعت اسپر ایسی غالب تھی کہ جو چاہتی سو کراتی غرض اب انگریزی سپاہ کرور کی طرف چلی مگر کمسریٹ کا کارخانہ درست نہ تھا اسی لیے وہ آہستہ آہستہ جاتی تھی سوائے اسکے آندھیان ایسی چلتی تھین کہ خاک کے تودے کے تودے سر پر اڑتے تھے آنکھین پھوٹی جاتی تھین اس سبب سے بارہ سو سپاہی

کرور تک پہنچتے پہنچتے بیماری کے سبب ڈولیوں میں سوار ہونے لگے کرور پر قبضہ کرکے ارادا کوچی
پر لشکر بھیجا اور یہ نیل سا مقام بھی فتح کرلیا اور بعد اسکے دارا پورم کہ بے حقیقت مقام تھا لے لیا
یہاں بیمار اور مریض چھوڑے گئے اور ایک بریگیڈ انکی حفاظت کو چھوڑ دیا گیا۔ ایک لشکر کو اتوڑ
میں بھیجا یہاں سے ایک لشکر پالی گھاٹ کے فتح کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا مگر بارش کے سبب
راہ مسدود تھی اسی لیے دیل مرام واپس آئے پھر کرنیل سٹوورٹ نے ڈنڈی گل پر بڑی جوانمردی
اور دلیری سے حملہ کیا اور توپوں کی مار مار سے دیوار میں دراریں ڈالدیں قلعدار نے سخت مقابلہ
کیا انگریزوں کے پاس صرف دو گھنٹے کا گولہ بارود رہ گیا تھا کہ قلعدار نے علم سفید دکھایا اور صرف
ان شرائط پر حوالے کیا کہ لوگوں کے گھر کے مال و اسباب کو ہاتھ نہ لگایا جائے اسی طرح پالی گھاٹ
فتح کرلیا۔ انگریزی متفرق سپاہیں کرنیل فلوئڈ کے علم کے نیچے جمع ہوکر دریائے بھوانی کی جنوبی سمت
میں فتوحات حاصل کرنے کے لیے مامور ہوئیں انھوں نے ایک فوج بھیجکر ستی منگل بے تکلف
لے لیا تھا یہ مقام درہ گج ہٹی سے تھوڑی دور پر تھا اس درے سے ستمبر ۱۷۹۰ء کے شروع میں
ٹیپو سلطان کی فوج اتری تھی اور اسے انگریزی لشکر کے کمٹ کو بھگا دیا تھا ایک رجمنٹ سواروں کی
حفاظت کے واسطے بھیجی گئی تھی وہ بھی گھر گئے اور کسی احاطے میں ایسی کمک کے منتظر پڑے رہے
انگریزی سپاہ نے حملہ کیا اور کئی سو دشمن تہ تیغ کیے اور میدان کو صاف کرتے ہوئے اپنے
لشکر سے آملے ابھی لشکر نے کمریں نہ کھولی تھیں کہ ٹیپو سلطان کا لشکر آگیا اور انگریزی لشکر میں کچھ ایسی
ہل چل پڑی کہ جنگی کونسل کا یہ مشورہ ہوا کہ مراجعت کیجیے جب اس انگریزی فوج نے مراجعت
کی سوار آگے پیادے پیچھے تھے کہ سلطان ٹیپو کے لشکر نے پیادوں پر توپ ریزی شروع کی سوار
پیدلوں کی امداد کے واسطے لوٹ آئے ایک غلط خبر مشہور ہوگئی کہ جنرل میڈوز کا لشکر آگیا اور
ایک بڑے عزیز بہادر کے مرنے کی بھی خبر سلطان کے پاس آئی اس لیے اسے کرنیل فلوئڈ کا پیچھا
چھوڑ دیا جو جنرل میڈوز کے لشکر سے آملا جنرل میڈوز کا مطلب یہ تھا کہ ایک جنگ عظیم ٹیپو سلطان
سے کیجیے سلطان گولی بچاتا تھا کئی ہفتے تک وہ جنرل میڈوز کے مقابلے میں نہ آیا اور اس عرصہ
میں اسے ستی منگل ارایروڈا اور دارا پورم پر بھی قبضہ کرلیا مگر جب اسکو یہ خبر ملی کہ انگریزی لشکر
بارہ محال پر اپنا زور دکھا رہا ہے تو اسے اپنی بہت سی فوج کا حصہ وہاں بھیجا اور باقی فوج کو
یہاں چھوڑا کہ وہ جنرل میڈوز کی خبر رکھے کہ کدھر جاتا ہے بارہ محال پر ساڑھے نوہزار سپاہ تھی
اس سپاہ نے شروع نومبر ۱۷۹۰ء میں اپنا ہیڈ کوارٹر کاویری پٹم مقرر کیا تھا اب جنرل میڈوز
بھی اپنا لشکر لیکر اس سپاہ سے آملا مگر سلطان ٹیپو کا لشکر تین روز پہلے آ پہونچا تھا یہ لشکر بہت
بھاری تھا اسے جنرل میڈوز کو پاس کتم پورٹی سے اترنے نہ دیا یہ لڑائی ہنڈولا سی رہی کبھی

بان نے نظام کو خط لکھا کہ میرے بیٹے نے جو گستاخی آپ کے خاندان کے ساتھ عنفوان شباب
میں کہ انسان کی طغیانی طبیعت اور غلیان قوت غضبی کا موسم ہوتا ہے کی ہے معاف کرین
ایک اور ڈرپوک پنے کی بات سنیئے کہ بازارون کی دیوارون پر انگریزون کی تصویرین بڑھنگے
طور کی فقط انکی تذلیل اور تحقیر کے لیے بنائی گئی تھین سلطان نے حکم دیا کہ وہ سب مٹادی جائین
جس سے سلطان کی انگریزون سے نفرت کا نشان بے نشان ہوجائے بہت انگریز لڑکے
اس دارالریاست مین تھے ان کو ناچنا گانا سلطان نے اپنا دل بہلانے کے لیے سکھلوایا تھا
حالانکہ ۱۷۸۴ء کے عہدنامے کے موافق سب قیدیون کو چھوڑ دینا واجب تھا اب اپنی بدعہدی
چھپانے کے واسطے ان بے گناہون اور بعض قیدیون کو مار ڈالا۔
ٹیپو نے سوار اور پیادے بہت سے جمع کیے اور توپخانہ سامنے لاکر مقابلہ کیا مگر انگریزی توپون
کی آتش باری نے اسکی تمام فوج کو خستہ کردیا اسکی توپ بند ہوگئی اور وہ مقابلے سے بھاگا
اور دریاے کاویری اور لال باغ تک چلا گیا۔ ترک سواران انگریزی سرگرم تعاقب تھے
کہ بازو سے ٹیپو کی اس قواعددان پیادہ فوج نے جنکو اسدالٰہی کہتے تھے اور تعداد مین پچاس ہزار
چیلے تھے ایسی مار مار کی کہ ترک سوارون کا منھ پھر گیا اور قریب تھا کہ انگریزون کو شکست ہو
گورنر جنرل نے تیج ونت سے مدد چاہی اور کہلایا کہ اگر ترک سوار تباہ ہوگئے تو دوبارہ ہم مین
لڑنے کی طاقت نرہے گی راجہ تیج ونت فورًا ہاتھی پر سوار ہوا اور مع سرداران پائگاہ وغیرہ کے
اپنے مقام سے جھپٹا اور اسدالٰہیون کی کمرگاہ مین حملہ کیا جس سے وہ سخت مجروح ہوکر عاجز ہوگئے
سلطان ٹیپو کف افسوس ملتا ہوا لال باغ اور گنجام کو چلا گیا اور یہان تک پیچھے ہٹا کہ سری رنگ پٹن
کے مورچون کے اندر جاکر پناہ لی مگر انگریزی سپاہ کا بھی ناک مین دم آگیا چھکے چھوٹ گئے تھے
انگریزی لشکر کو گو فتح حاصل ہوئی تھی مگر اس کا فائدہ نہوا اور سلطان کا استیصال نہو سکا۔ انگریزی
لشکر مین ایسی غلے کی گرانی پھیلی کہ پانچ روپے اور چھ روپے سیر بکنے لگا چوپاے وغیرہ تلف ہوے
اور سب کے سب بھوک سے فریاد کرنے لگے کہتے ہین کہ اس قحط کا باعث مشیرالملک کی وہ
بدعت تھی جو اسنے کشن ونت کروڑے کی تحریک سے پچھوترے کی ایجاد کی تھی جسنے ایک عالم
کو خاک مین ملا دیا۔ جب لارڈ کارن واس نے دیکھا کہ فاقون سے فوج کا حال تنگ ہے اور
ایک دوسرے کو لقمہ بنانا چاہتا ہے تو آیندہ سلسلہ جنگ جاری رکھنے سے مایوس ہوا اور لشکر
کو لوٹنے کا حکم دیا توپخانے کے بیل اتنے کمزور ہوگئے تھے کہ توپین تو کیا کھینچتے اپنے جسم کو بھی لے کر
وہ نہین چل سکتے تھے اس لیے بھاری توپون کو بگاڑ کر اور بعض کو زمین مین دفن کرکے بنگلور مین لے
چلے گئے تمام مویشی مرگئے تھے آدمیون کی صحت مین خلل آگیا تھا غرض جانون اور مالون کا بہت کچھ

نقصان ہوا اور ۲۶ مئی سنہ ۱۷۹۱ء کو سفر مراجعت شروع ہوا اور جسقدر اسباب سنگین اور وزنی تھا ضائع کرنا پڑا مدارالمہام مشیرالملک نے ابوالقاسم میر عالم کو گورنر جنرل کے پاس تسلی کے لیے بھیجا پہلی ہی منزل مین یہ شکستہ دل لشکر چند میل ہی چلا تھا کہ اچانک ایک دستہ سواروں کا نظر آیا اور یہ شبہہ ہوا کہ ٹیپو کے سوار آپہنچے مگر پھر تحقیق ہوا کہ وہ مرہٹون کے سوار ہیں اور خوشخبری لائے ہین کہ ہری رام پنڈت اپنا لشکر اور پرسرام بھاؤ اپنا لشکر لیے چلے آتے ہین اگر مرہٹے دیر کرکے نہ آتے تو اس مہم مین انگریزوں کو ناکامی ہوتی بلکہ کامیابی ہوتی اب انگریزی لشکر مین مرہٹوں کے آجانے سے بیل اور بہت سا غلہ آگیا اور ساماں کی افراط ہوگئی۔

انگریزوں کے لشکر کو جو ساماں رسد مرہٹے پہنچاتے تھے تو وہ بہت گراں قیمت پر انکے ہاتھ فروخت کرتے تھے مگر اس قحط زدہ لشکر کو یہ بھی غنیمت تھا اور دشمن کے ملک سے بنجارے پچاس ہزار بیل اناج کے بھرے لیکر ساتھ ہوے ان تجاروں کو قیمت اناج کی ٹیپو سلطان کے لشکر مین کم ملتی تھی اور حاکم انپر جبر و ظلم بہت کرتے تھے اس لیے وہ یہاں آگئے حمید خانی میں لکھا ہے کہ انگریز جب بنگلور کی طرف نامراد پھرے تھے تو ٹیپو کو اسوقت یہ خبر ملی تھی کہ مرہٹے بڑھے چلے آرہے ہیں اس لیے اسے لارڈ کارن والس کو صلح کے متعلق ایک خط لکھا لارڈ موصوف نے اس سے یہ سمجھا کہ ٹیپو اس طرح نظام علی خاں اور مرہٹوں سے انگریزوں کو تو ڑنے کے لیے ہم سے اتفاق و اتحاد رکھنے کا ارادہ کرتا ہے گورنر جنرل نے یوں جواب دیا کہ میں آپ کا کسی طرح ایسا پیام جس میں انگریزوں کے جیرعاہ مرہٹے اور نظام علی خاں شریک و متفق ہوں منظور نہیں کر سکتا اسکے علاوہ طرفین سے کچھ عہد و پیماں قرار پانے سے پہلے یہ بات نہایت ضرور ہے کہ آپ انگریزوں کے سارے اسیروں کو حوالے کردیجیے ٹیپو سلطان نے جواب دیا کہ یہاں کوئی بھی قیدی نہیں ہے۔ قلعہ بارہ سے مشیرالملک اعظم الامرا بلے نظام علی خاں کے بیٹے سکندر جاہ میر اکبر علی خاں کو ساتھ لیکر صفر سنہ ۱۲۰۶ھ (سنہ ۱۷۹۱ء) کو انگریزون کی کمک کو روانہ ہوے یہ لوگ قلعہ کورم کنڈہ کے پاس اترے اور وہاں سے چل کر قصبہ مددیر آئے کہ قلعہ مذکور سے تین کوس کے فاصلے پر تھا اور وہاں تسخیر کے لیے مؤید الدولہ حافظ فریدالدین خاں کو چھوڑ کر موضع مورس میں کہ انگریزوں کے علاقے میں تھا خیمہ زن ہوے پھر دریاے کشنا سے عبور کر کے آگے کو چل رہے تھے کہ خبر آئی کہ گورنر جنرل اور تیج ونت اور ہری رام بھڑکیہ بنگلور سے کوچ کرکے قلعہ ناکر ہ کے متصل مقیم ہیں اور ٹیپو کے بیٹے تیس ہزار سپاہ اور بار برداری کے ساتھ پہاڑوں میں قلعہ کے اس طرف چھپے ہوے ہیں اور خود ٹیپو لال باغ سے آکر سری رنگ پٹن کے متصل ٹھہرا ہوا ہے اور گورنر جنرل نے ۹ انگریزی پلٹنیں مقابلے کو مقرر کی ہیں اور دو پلٹنیں لشکر سری پنڈت کے ساتھ اور دو پلٹنیں راجہ تیج ونت کے ساتھ مقرر کی ہیں ۲۵ ربیع الثانی سنہ ۱۲۰۶ ہجری کو ٹیپو کے سوار

غلہ اور اسباب غلہ فروشون کا لوٹ لے گئے۔ انگریزون کے مراجعت کرتے ہی ٹیپو نے اپنے بڑے بیٹے فتح حیدر کو بھاری لشکر اور ایک سال کی تنخواہ محصوران کورم کندہ کی جنھون نے خوب مقابلہ کیا تھا دیکر روانہ کیا وہ تری کیر کی راہ سے صوبۂ سرا کی طرف گیا اور اپنے لشکر کو ماکل واڑی و بوکا پٹن مین چھوڑ کر اس مین سے تھوڑے سے آدمی اور تنخواہ محصوران کورم کنڈہ کی لیکر یلغار کے طور سے کورم کنڈہ کے پاس جا پہنچا حافظ فریدالدین خان مؤیدالدولہ مقابلے کو تیار ہوا اور لڑ کر مارا گیا شاہزادے نے سب محصورین کی تنخواہ چکادی سکندرجاہ و مشیرالملک جنکے ساتھ ۲۵ ہزار سوار اور تیس ہزار پیادے تھے جیسا کہ نشان حیدری مین ہے اور مورسن پلی اور پلملیاری مین کورم کنڈے سے سترہ کوس پر ٹھہرے ہوے تھے یہ خبر سنکر ڈر کر سنکلہ پالہ کے جنگل کی طرف بھاگ گئے لیکن حدیقۃ العالم مین آیا ہے کہ جب سکندرجاہ کو یہ خبر پہنچی کہ مؤیدالدولہ مارا گیا اور اسکی کمک کے لیے جو سوار وغیرہ گئے تھے وہ لٹ کر گرفتار ہو گئے تو وہ اس خبر کو سنکر ۲۸ ربیع الثانی سنہ ۱۲۰۶ ہجری کو دوبارہ کورم کنڈہ پر گئے اور مسٹر کیپٹن جو ریاست کا ملازم تھا مورچے جمانے پر متعین ہوا۔ ریاست کا توپخانہ اس کام کا نہ تھا کہ اسکے حصہ زیرین کو فتح کرتا اس لیے گورنر جنرل نے توپین اسکے فتح کرنے کو بھیجین غرضکہ نظام کی فوج سے اسوقت تک کچھ نہو سکا جب تک کہ کپتان ریڈ انگریزی سپاہ لیکر نہ آیا اسنے دو روز کے عرصے مین قلعہ زیرین فتح کرلیا اسکے بعد مدارالمہام اور سکندرجاہ ریاست کے لشکر اور انگریزی سپاہ کو ساتھ لیکر گورنر جنرل سے ملنے چلے اور قلعۂ زیرین کی حفاظت کے واسطے تھوڑا سا لشکر چھوڑ گئے مگر دسمبر سنہ ۱۷۹۱ء مین سلطان ٹیپو کا بڑا بیٹا کورم کنڈہ مین بارہ ہزار سوار اور پیدل لیکر آیا اور اسنے نظام کے لشکر سے قلعہ زیرین لے لیا اور سپاہ قلعہ بالا کی کمک کے لیے چھوڑ کر سری رنگ پٹن کو چلا گیا۔ گورنر جنرل نے وہ تمام قلعے جو کسی طرح سدراہ لشکر سری رنگ پٹن کو جاتے ہوے ہوتے اور سامان رسد کی بہم رسانی مین سنگ راہ بنتے فتح کر لیے۔ مشیرالملک اور سکندرجاہ موضع کشنا پور مین جو بنگلور کے نزدیک تھا جا پہنچے مسٹر لنک سر ہری نے قلعے سے نکلکر ملاقات کی اور ضیافت کے لوازم ادا کیے اور وہان سے سری رنگ پٹن کی طرف راہی ہوے جب قریب لشکر انگریزی کے پہنچے تو ہری پنڈت بہرکیہ مع اپنے فرزند کے ملنے کو آیا مشیرالملک نے ایک کوس سے استقبال کیا پنڈت نے صاحبزادے سے ملاقات کی اسکے بعد چند قیمتی کپڑے اور جیغہ و سرپیچ دونون باپ بیٹون کو دیکر رخصت کیا ۵ جمادی الاخرے سنہ ۱۲۰۶ ہجری گورنر جنرل اور جرنیل میڈوز جنکے استقبال کو اعظم الامرا گئے تھے سکندرجاہ سے ملنے کو جہان وہ ٹھہرے ہوے تھے پانچ کوس کا راستہ طے کرکے آے لارڈ صاحب کو تلوار اور دوسرون کو عطردان و پاندان دیکر

رخصت کیا اور پھر یہ لوگ مشیر الملک کے خیمے پر گئے اور وہاں عطردان و پاندان سے تواضع ہو کر رخصت ہوئے اور شام کے قریب اعظم الامرا اور میر ابو القاسم اور دوسرے سردار ہاتھیوں پر سوار ہو کر رات کے وقت مشعلوں کی روشنی میں ہری پنڈت کے خیمے پر گئے اور ایک پہر تک تخلیہ رہا اور سری رنگ پٹن کا نقشہ دیکھتے رہے اور عطردان و پاندان لیکر رخصت ہوئے ۶ جمادی الاخری کو سکندر جاہ انگریزوں سے بازدید کے لیے گئے ہری پنڈت اور آپا بلونت وغیرہ مرہٹے اور حیدرآباد کے سردار ساتھ تھے گورنر جنرل نے پانسو ترک سواروں کے ساتھ استقبال کیا گورنر جنرل اور جنرل میڈوز اور مسٹر چیری دو سو انگریزوں کے ساتھ جلو میں آگے آگے چلتے تھے اسکے بعد سکندر جاہ نے بھی انگریزی کیمپ میں قیام کیا ۵ فروری ۱۷۹۲ء کو تمام لشکر اس سطح مرتفع پر جا پہنچا جو سری رنگ پٹن کے سامنے شمال و مشرق کی جانب میں اس سے دو کوس پر تھا اور رات اسپر حملہ شروع ہوا اڑتالیس گھنٹے میں سری رنگ پٹن کا دو طرف سے محاصرہ ہو گیا اور سلطان کا لشکر شکست پاکر شکستہ خاطر ہو گیا اور انگریزی لشکر ظفر پاکر اور شیر دل ہو گیا ۸ فروری تک انگریز اسی فکر و تدبیر میں رہے کہ شہر اور قلعے کو فتح کریں ٹیپو نے کوئی ایسی چستی اور چالاکی نہیں دکھائی سوا اسکے کہ بے فائدہ بندوقیں یا ہوائی چھوڑتا رہا اور توپوں میں بارود گولہ بیکار رائگاں کرتا رہا اور اسکے دشمنوں کو اپنی آنکھوں کا پردہ سا مارا کہ دشمن جو کام چاہیں کریں اسکو نظر نہ آئے ۱۱ کو سری رنگ پٹن پر یورش ہوئی ٹیپو سلطان کا شکاری خیمہ انگریزوں نے گولوں سے گرا دیا۔ لال باغ کے سارے مورچے چھین لیے ٹیپو سلطان مورچے خالی کر کے شہر میں گھس گیا اور برابر لڑائی جاری رہی اس عرصے میں خبر آئی کہ جنرل ایبر کرومبی جسکو حدیقۃ العالم میں ایک مرپی لکھا ہے آٹھ ہزار پیادے اور چار ہزار ترک سوار لیکر بمبئی سے گورنر جنرل کی کمک کو آتا ہے سکندر جاہ نے اپنی طرف سے ابراہیم خان پسر رستم خان اول اور اعتقاد الملک کو دو پلٹنیں اور ایک ہزار سوار دیکر بھیجا اور چار پلٹنیں گورنر جنرل کی طرف سے گئیں تاکہ جنرل مذکور کو اپنے ساتھ لاکر انگریزی کیمپ میں پہنچا دیں۔ سلطان ٹیپو آٹھ ہزار سوار لیکر مرہٹوں کی فوج پر حملہ آور ہوا لیکن تاب مقابلہ نہ لاکر بھاگے اور انگریزی سپاہ میں پناہ لی۔ گورنر جنرل نے اپنی سپاہ سے ٹیپو پر حملہ کر کے اسے دو کوس تک بھگا دیا تو ٹیپو کے سواروں نے جنرل ایبر کرمبی کی لشکرگاہ کو جا کر لوٹ لیا رات کو گورنر جنرل نے شبخون مار کر ٹیپو کا بڑا نقصان کیا اب سلطان نے جان لیا کہ دشمنوں سے لڑائی میں عہدہ برآ ہو سکوں گا اگرچہ وہ ایسے پیام ہمیشہ سے گورنر جنرل کے پاس بھیج رہا تھا سلطان نے شامر اور رش نام دو انگریزوں کو جو اس کے پاس قید تھے یہ پیام دیکر بھیجا کہ مجھے اجازت دیجیے کہ میرے وکیل آپ کے پاس آکر مصالحت کے باب میں گفتگو کریں

لیکن جس روز یہ پیغام صلح کا لیکران دونون انگریزون کو بھیجا ہے اسی دن اسنے سوارون کا دستہ لارڈ کارن والس کے مار ڈالنے کے لیے روانہ کیا مگر یہ سوار اپنے ارادے مین ناکامیاب ہوے کچھ مارے گئے کچھ بھاگ گئے اسکے بعد انگریزی سپاہ نے سری رنگ پٹن کے فتح کرنے کا ارادہ کیا اب ٹیپو سلطان کی ہردم یاس بڑھتی جاتی تھی اور ہر آن دشمنون کے ہٹانے کی امید گھٹتی جاتی تھی اسوجہ سے اسنے صلح کا ارادہ مصمم کرلیا جب صلح کی کارروائی مین دیر ہوئی تو ۲۶ جمادی الاخرے سنہ ۱۲۰۶ ہجری کو جنرل ایکرم بی نے اپنی سپاہ سے حملہ کیا اس دن بھی بڑی لڑائی ہوئی تین روز تک ہنگامۂ کارزار گرم رہا اسکے بعد ٹیپو کے سفیر سلطام کا مہری نوشتہ لیکر آے اور میر عالم کے حوالے کیا ۲۲ فروری سنہ ۱۷۹۲ء ہجری کو صلح کی گفتگو ختم ہوگئی اور ٹیپو نے شرائط صلح کو منظور کرلیا اور ۲۴ فروری سنہ ۱۷۹۲ء سے لڑائی بند ہوگئی۔ اسوقت نظام کے اور مرہٹون کے افسرون کے دلون پر گورنر جنرل کا رعب ایسا چھایا ہوا تھا کہ انھون نے صلح مین کچھ چون وچرا نہ کی اور اس کی راے پر سارا معاملہ چھوڑ دیا کہ جو جی چاہے سیاہ وسفید کرے۔ شرائط صلح یہ تھین۔

(۱) لڑائی سے پہلے جس ملک پر سلطان ٹیپو قابض تھا اس مین سے آدھا مخالفون کو جو اُسکے ملک سے متصل ہو حوالے کرے۔

(۲) تین کروڑ روپیہ سلطان ٹیپو ادا کرے کہ آدھا تو ابھی دیدے اور آدھا تین قسطون مین چار چار مہینے کے فصل سے ادا کرے۔

(۳) انگریزون نظام مرہٹون اور ٹیپو ان چارون نے جن جن آدمیون کو حیدر علی کے زمانے سے قید کیا ہے وہ سب چھوڑ دیے جائین۔

(۴) شرائط صلح کے ایفا کے واسطے سلطان کے دو بیٹے اول مین دیے جائین۔

(۵) جب سلطان کے بیٹے اول مین آئین تو صلح نامے کو ٹیپو سلطان کے دستخط کرا کے لائین اس کا متنے تینون نظام مرہٹون اور انگریزون کے پاس بھیجدین اور تمام پرخاش اور جنگ کے کام موقوف کیے جائین اور ہمیشہ کے لیے اتحاد و وداد اور مصلحت و موانست قائم کی جائے۔

اب سلطان نے بھی دیکھا کہ وہ نوک سنان جسپر تمام امیدین قائم تھین شکستہ ہوگئی تو اسنے صلح نامے پر دستخط کرکے لارڈ کارن والس کے پاس بھیجدیا۔

میر عالم لکھتے ہین کہ مسٹر میڈوز اس صلح سے راضی نہ تھا جب اسنے اسکی خبر سنی تو رنجیدہ ہوکر اپنے طپنچہ مار لیا مرا نہین زخمی ہوگیا گورنر جنرل نے اسکی سپاہ جنرل ایبر کرومبی کے سپرد کرکے پہرے اُسکے خیمے کے آس پاس لگا کر معالجہ اس کا شروع کرایا پرسرام بھاؤ بھی اس صلح سے خوش نہ تھا

اور چاہتا تھا کہ صلح بگڑ جائے چونکہ وہ میرے ذریعے سے ہوئی تھی کسی تدبیر سے ٹوٹ نہ سکی ٹیپو کے ملک کی آمدنی دو کروڑ ۳۷ لاکھ روپے کی تھی اس کا نصف تینوں شرکا کے ملک مین تقسیم ہوگیا تو ساڑھے اتنالیس لاکھ روپے کا ملک ہر ایک کے حصے مین آیا اور اس سبب سے مرہٹوں کے ملک کی سرحد دریائے تنگ بھدرا ہوگئی جو تیرہ برس پہلے تھی اور نظام کا جو ملک اس دریا کے شمال کی طرف ہاتھ سے نکل گیا تھا وہ حاصل ہوگیا اور اسکے جنوب مین کڑپہ ہاتھ لگا انگریزوں کے تیسرے حصے مین یہ علاقے ہاتھ آئے۔ ملیبار۔ کورگ۔ ڈنڈی گل۔ بارہ محال۔ ان اضلاع سے سرکار کمپنی کی عملداری کو بڑی تقویت حاصل ہوئی اور سارے علاقے آپس مین مل گئے۔

۲۶ فروری سنہ ۱۷۹۲ء مطابق ۳ رجب سنہ ۱۲۰۶ ہجری کو سلطان کے دو بیٹے کہ جن مین سے عبدالخالق کی عمر دس برس کی تھی اور معزالدین کی سات آٹھ برس کی اول مین آئے دونوں ہاتھیوں سوار تھے جن پر زرق برق کی جھولین پڑی ہوئی تھین جواہرات ان پر چمک رہے تھے میسور کا سفیر انکے ساتھ علیحدہ ہاتھی پر سوار تھا بہت سے چوبدار اور سونٹہ بردار چاندی سونے کی چوبین اور سونٹے لیے ہوے اور دو سو پیدل اور سوار اردلی میں تھے ایک اژدہام خلقت کا انکے گرد تھا سلطان خود فصیل پر حسرت کی نگاہ سے اپنے ان لخت جگروں کو دیکھ رہا تھا لڑکے سوار ہوے تو قلعے پر سے سلامی کی توپین چھوٹین۔ گورنر جنرل کی طرف سے سرجان کیناوی اور مرہٹون کی طرف سے انکے سفیر اور سکندر جاہ کی طرف سے دلاور جنگ نے ڈیڑھ کوس تک استقبال کر کے اس خیمے مین جو راستے مین ایستادہ تھا ملاقات کی اور اکیس توپیں انکی سلامی میں سر ہوئیں پس وہاں سے بالاتفاق گورنر جنرل کی طرف آئے اور جس سپاہ انگریزی میں اُن کا گذر ہوا اسنے سلامی اتاری گورنر جنرل کے خیمے کے پاس جب وہ ہاتھیوں پر سے اتر آئے تو گورنر جنرل اور بڑے بڑے افسر خیمے سے باہر آگئے اور گورنر جنرل دونوں کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر خیمے کے اندر لے گئے اور دونوں کو کرسی پر بٹھایا سفیر نے گورنر جنرل سے کہا کہ آج صبح تک یہ ہمارے سلطان کے بیٹے تھے مگر اب ان کا حال بدل گیا ہے اب حضور انکے باپ ہین اسپر گورنر جنرل نے سفیر سے کہا کہ انکے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے گا کہ ان کو یہ نہ معلوم ہوگا کہ ہم اپنے باپ سے جدا ہوے اس بات کے سننے سے لڑکوں کا چہرہ بشاش ہوگیا پھر گورنر جنرل نے اُن کو سونے کی گھڑیاں دیں جن کو وہ دیکھکر بڑے خوش ہوے۔ انگریزوں کو دونوں شاہزادوں جتنا چھوٹے شاہزادے پر رحم آتا تھا کیونکہ اسکی ماں اس صدمے سے کہ ٹیپو سلطان کی دوسری بی بی پر حملہ ہوا تھا مر گئی تھی۔ گورنر جنرل نے ان سے بہت دلداری اور پیار کی باتیں کیں اور عطر و پان دیکر اس خیمے کی طرف رخصت کیا جو انکے واسطے گورنر جنرل کے لشکر کے عقب میں عیدگاہ کی

برابر کھڑا تھا پھر گورنر جنرل ملاقات بازدید کے لیے لڑکون کے خیمے مین گئے لڑکون نے پانچ پارچہ بادلہ کا خلعت اور سرپیچ مع جیغہ مرصع اور دو فارسی تلوارین گورنر جنرل کو دین اور ایک تلوار دلاور جنگ کو بھی دی گورنر جنرل نے بھی ایک عمدہ بندوق عبدالخالق کو اور ایک جوڑی طپنچہ کی معزالدین کو دی اور عطر و پان کی رسم کے بعد رخصت ہوے۔ ۵ رجب ۱۲۰۸ھ ہجری کو پسران ٹیپو سلطان سکندر جاہ سے ملنے کو گئے سیف الملک اور دوسرے چند ممتاز آدمیون نے ہزار سوارون کے ساتھ استقبال کیا پسران سلطان نے خلعت بادلہ پنج پارچہ اور ایک جیغہ مرصع اور ایک ہاتھی سیف الملک کو دیا۔ سکندر جاہ نے سرپیچ جڑاؤ مع جیغہ مرصع اپنے ہاتھ سے ہر ایک شاہزادے کے سر پر باندھکر رخصت کیا۔ غرض ان شاہزادون کی ایسی خاطرداری ہوئی کہ سلطان اور اسکی بیگمات نہایت خوش ہوئین اور سلطان نے اس خوشی و مسرت کی اکیس توپین سر کرائین اب ایک کروڑ روپیہ بھی سلطان نے بھیجدیا۔

حملات حیدری مین لکھا ہے کہ سلطان کو اس صلح مغلوبانہ سے اس قدر رنج ہوا کہ وہ اپنے محل سے برآمد ہو کر کئی دن تک گوشہ نشین رہا اور نشان حیدری مین بیان کیا ہے کہ جب سلطان کی کارن والس سے صلح ہو گئی تو اُسنے بستر چارپائی نہالین اور توشک ترک کردی اور زمین پر چند تھان کھادی کے بچھوا کر کئی رات اسپر سویا۔

صلح کے بعد سکندر جاہ اور ہری رام پنڈت اور پرسرام اور گورنر جنرل مع اپنی اپنی سپاہ کے لوٹے اور دونون لڑکے اول مین چینا پٹن تک گئے ایک سال چند ماہ وہان رہے جب طرفین مین شرائط موافقت درست ہو گئین اور مقررہ روپیہ پہنچ گیا تو وہ وطن کو واپس ہوے منشی حمید خان گورنر جنرل کے ہمراہ تھا اسنے تمام حال لکھکر کتاب کا نام حمید خانی رکھا ہے۔

نواب نظام کی طبیعت کا حال

نواب نظام علی خان اس لڑائی کے بعد پانگل سے اپنی دارالریاست کی طرف لوٹے اس وقت گرمی بہت سخت اور آب و ہوا کی خرابی سے تہیج اطراف کا عارضہ ہو گیا تھا اس لیے سفر مین ہاتھی کی عماری کے پردے چھڑوا دیتے تھے جدھر سے انکی سواری گذری ادھر کے تمام لوگ یہ سمجھنے لگے کہ نواب کا انتقال ہو گیا ہے لوگون کا خیال تھا کہ اگر مرے نہ ہوتے تو عماری کے پردے کیون پڑے ہوتے ۔ جب بلدۂ حیدرآباد مین داخل ہو کر دربار کیا تو مخلوق کو یقین ہوا کہ زندہ ہین شہر مین آنے کے بعد چند روز شیر شتر پینے سے تہیج اطراف کا عارضہ جاتا رہا۔

کرنول کی نوابی۔ اور فرانسیسون کا دوبارہ عروج

کرنول کا رقبہ تقریباً آٹھ ہزار مربع میل تھا یہاں کا نواب ریاست آصفیہ کا ماتحت تھا یہاں کے نوابوں کا سلسلہ داؤد خاں پنی عالمگیری سے ملتا ہے جو ذوالفقار خاں کا نائب تھا ہمت خاں جسے ناصر جنگ کو قتل کیا تھا اور مظفر جنگ کے مقابلے میں مارا گیا تھا اسکے بعد ریاست آصفیہ کے ساتھ کرنول والوں کے بہت سے کشت و خوں ہو کر ہمت خاں کے بھائی رن مست خاں عرف منور خاں باغی کو نواب صلابت جنگ نے کرنول کا نواب مانکر اپنے بھائی غازی الدین خاں فیروز جنگ سے لڑائی کے موقع پر امداد کے لیے ملایا تھا اس رن مست خاں کے دو بیٹے تھے الف خاں و رن مست خاں اول۔

جب حیدر علی کو عروج حاصل ہوا تو اسے کرنول پر بھی قبضہ کرلیا اور کرنول کا حکمران ریاست آصفیہ کے بجائے ریاست میسور کو پیش کش ادا کرنے لگا۔ انگریزوں نے کرنول کا علاقہ ٹیپو سلطان سے واپس مانگا ٹیپو مدرحۂ آخر اس بات کے لیے تیار ہوگیا کہ یہ علاقہ انگریزوں کے بجائے ریاست آصفیہ کے حوالے کردے تاکہ بہر حال سلمان ریاست اس سے فائدہ اٹھائے نواب صاحب کو اپنے آبائی علاقے کے واپس لینے پر اصرار تھا لیکن لارڈ کارن والس مخالفت پر جمے رہے بعض نے یوں لکھا ہے کہ جنگ میسور کے خاتمے کے بعد ہی جاگیر کرنول کی تابعیت کے مسئلے میں نواب نظام اور ٹیپو سلطان کے درمیان نزاع برپا ہوئی جسے طے کرنے کے لیے نواب نے اس فوج کو طلب کیا جو معاہدین کے روپیے سے رکھی گئی تھی لیکن سرکار کمپنی نے اسکے دینے میں لیت و لعل کیا اور محض فوجی خدمت سے بچنے کے لیے یہاں تک کیا کہ کرنول پر نواب کے قانونی حقوق تک تسلیم کرنے سے انکار کردیا ۱۷۹۶ء میں کرنول کے رئیس الف خاں ابن رن مست خاں اول نے کھلم کھلا ریاست حیدرآباد کی اطاعت سے انحراف کرکے ٹیپو سلطان کی اطاعت اختیار کرلی نواب نظام علی خاں نے چاہا کہ سرکار کمپنی کی فوج کو بھیجکر اسے راہ راست پر لائیں مگر اس مرتبہ بھی فوج دینے سے صاف انکار کردیا۔ اور سر جان شور گورنر جنرل نے نواب العاطین لکھدیا کہ۔

> ریذیڈنٹ کو نظام پر یہ امر واضح کردینے کے ہر مناسب موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے کہ کمپنی کی فوج انکی خدمت میں حاضر رہنے کو ہماری باہمی دوستی کی ایک علامت سمجھا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ اسے نظام کی سرکش رعایا سے خراج وصول کرنے کا ایک ذریعہ سمجھا جائے۔

ان مبہم واقعات سے نظام پر اچھی طرح روشن ہو گیا کہ کمپنی کی فوج انکے کسی کام کی نہین ہے بلکہ کمپنی نے اسے انکے خرچ سے اپنی خدمت کے لیے رکھا ہے۔ الف خان کے تین بیٹے تھے اسکے بعد اس کا منجھلا بیٹا مظفر خان کرنول کا رئیس بنا پھر اسکے بعد الف خان کا بڑا بیٹا منور خان ثانی رئیس ہوا اسکے بعد تیسرا چھوٹا بیٹا غلام رسول خان رئیس ہوا الف خان کے بھائی ابراہیم خان کو نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی نے محال جعفرآباد و شاہ گڑھ مضافات اورنگ آباد جاگیر مین دیے تھے ابراہیم خان کا بیٹا خضر خان رن مست خان دوم تھا۔ اسی زمانے مین مرہٹون سے نظام کے تعلقات بہت کشیدہ ہو رہے تھے۔ مرہٹون کی جانب سے بقایا چوتھ کا مطالبہ سخت تھا اور نظام کو ہر وقت مرہٹہ فوج کے حملے کا اندیشہ لگا ہوا تھا نظام نے کمپنی کے رویے پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ وہ کسی طرح بھی ان کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہین ہے اور اپنے اس حلیف کے ساتھ حد سے حد یہی کر سکتی ہے کہ مصالحت کی کوشش کر دے دوسری طرف جب مرہٹون کی طاقت کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اُنھون نے ایک فرانسیسی افسر موسیو دیبا ئنی کی قیادت مین ایک زبردست باضابطہ فوج قائم کر لی ہے ان حالات کو دیکھکر نظام نے قطعی فیصلہ کر لیا کہ کمپنی کی فوج سے اپنا پیچھا چھڑائین اور اپنی ایک باضابطہ مستقل فوج مرتب کرین چنانچہ اس غرض کے لیے ایک فرنچ افسر موسیو ریمو (موسیو ریمنڈ) کو جو موسی رحمو کے نام سے مشہور ہے ملازم رکھا گیا اور اسکے ماتحت دیسی اور یورپین فوجون کے دستے مرتب کیے گئے اسکے علاوہ چند اور امریکن۔ فرنچ اور آئرش افسرون کی خدمات بھی حاصل کی گئین۔

سخت قحط سالی

سنہ ۱۲۰۵ ہجری مین ملک تلنگانہ کے شرقی حصے مین سخت قحط پڑا اور اس کا اثر حیدرآباد کی طرف پہنچا یہان تک کہ سنہ ۱۲۰۶ ہجری مین ایک سیر جوار کی ایک روپیہ قیمت ہو گئی بلکہ ایکبار تین روز تک حیدرآباد کے بازار مین غلے کا ایک دانہ نہ ملا جہان غلہ میسر آتا تھا وہان خانہ جنگی ہو جاتی تھی عورت۔ مرد۔ جوان۔ بوڑھے اور بچے کثرت سے تلف ہوے نواب صاحب نے ملک تلنگانہ کی ۷۰۰ کے قریب محتاج عورتین جمع کر کے نوکر رکھین اور تلنگون کی بہت سی لڑکیان خرید کر کے زنانی پلٹن بنا کر انکو وردی پہنا کر قواعد سکھائی یہ بندوق سر کرتی تھین محلات مین انکے پہرے مقرر کراے اور بعض لڑکیون کو سینے کا کام اور بعض کو لوہاری کا کام اور بعض کو زرگری کا کام اور بعض کو گانے بجانے کا کام اور بعض کو نوبت بجانے کا کام سکھلایا۔ تاکہ محلات مین ان کامون کو انجام دین بظاہر اس گرانی کا سبب مشیر الملک کی ذات سے لوگ منسوب کرتے تھے اور

انپر طعن وتشنیع کرتے تھے اور کہتے تھے جو کچھ کیا ہے انھیں نے کیا ہے ایک دو سال بارش کم ہوئی اور غلہ کم پیدا ہوا دوسری رنگ پٹن کے سفر کے لیے سرکاری افسروں نے سب لے لیا تھا اس قحط سے متاثر ہو کر لاکھوں روپے کا غلہ میون کا رعایا نے لوٹ لیا۔ محتاج لوگ فریاد کناں ڈیوڑھی خاص پر پہنچے اور بلوے کی صورت پیدا ہوئی نواب نے دروازہ بند کرا دیا محتاجوں نے بیچ محلہ کے کواڑوں کو آگ لگا دی۔ دروازہ جل کر قریب تھا کہ بالاخانہ بیٹھ جائے کہ سپاہیوں نے گولیوں کا نشانہ بنایا بہت سے مر گئے جو بچے بھاگ نکلے قحط کا سلسلہ برابر جاری رہا چنانچہ ۱۲۱۱ھ ہجری میں ملک مرہٹہ میں گرانی شروع ہوئی نواح احمدنگر سے صوبہ مرہٹہ اور صوبہ بیجاپور تک روٹی کا پتہ نہ تھا جب موسم برسات آیا اور تخم ریزی کی تو ایک نوبت برسی جب دو سال گذر گئے تو اچھی بارش ہوئی کہ کھیتوں میں خودبخود غلہ پیدا ہو گیا لیکن اسکے کاٹنے والے نہ رہے تھے کیونکہ قحط میں اکثر دیہاتی دروازے بند کر کے مر گئے تھے جب وہ گرانی رفع ہوئی تو آدمیوں کی ہڈیاں گھروں میں پائی گئیں مجبور ہو کر سرکاری آدمیوں نے غلہ کاٹا[۱] اور سرکار میں داخل کیا ۱۲۱۹ھ ہجری مطابق ۱۸۰۴ء تک مخلوق پریشان رہی جب اس سال نواب نے انتقال کیا تو نجات حاصل ہوئی۔

مرہٹوں کا نظام پر حملہ کر کے اُن کی قوت کو پامال کر دینا اور اُن کو مجبور کر کے بہت سا روپیہ اور ملک لے لینا

مرہٹوں کی فوج کشیاں اس طرح کی نہ تھیں جیسے اعدائوں اور ایرانیوں کی ملک اکی غرض یہ تھی کہ یہ سلاطین مغلیہ کے جانشین بن جائیں اور تمام ہند پر حکومت کریں۔ مولوی ذکاء اللہ تاریخ ہندوستان میں لکھتے ہیں کہ نظام مرہٹوں کے خوف سے ایسے گھبرائے کہ کم جنوری ۱۷۹۴ء کو سرجان کیناڈی رزیڈنٹ حیدرآباد نے گورنمنٹ کو لکھا کہ نظام علی الدوام کے واسطے اپنا سارا ملک انگریزوں کو دیتے کو موجود ہیں اگر اُنکے ساتھ عہد وپیمان رفاقت کا کیا جائے ایسے موقع کو ہاتھ سے دینا گورنمنٹ انگریزی کی عقلمندی سے بعید ہوگا۔ مرہٹے نظام سے چوتھ لیتے تھے اور اُسکے بہت سے ملک پر اپنا ایسا رعب وداب رکھتے تھے کہ خود نظام کے مدارالمہام کو مرہٹوں کی خاطرداری کا زیادہ خیال نسبت نظام کے تھا جب نظام اور مرہٹوں اور انگریزوں میں اتفاق ہوا تھا تو تھوڑے عرصے کے لیے مرہٹوں نے نظام سے چوتھ کا مطالبہ نہیں کیا مگر اسکا دعوے زیادہ شدومد سے شروع کیا جب انگریزوں نے بیچ میں پڑ کر اس کا انفصال چاہا

[۱] یہ قحط دراصل بیچ محلہ جو عوام اسے کوارکہتے لگے ۱۲

تو نظام نے انگریزون کا کہنا مانا مگر مرہٹون نے یہ سمجھکر کہ انگریز ہتیارون سے نظام کی اعانت نہین کرینگے انکے کہنے پر کچھ خیال نہ کیا۔

مادھوراؤ نے جوان ہوکر اپنے چچا رگناتھ راؤ عرف راگھو کے ہاتھ مین اپنی ریاست کے تمام کاروبار رکھے جسنے اپنا لقب **پنڈت پردھان** یعنی وزیر اعظم مقرر کیا لیکن کاشی راؤ پنڈت نے جو جنگ پانی پت کے واقعات لکھے ہین جن مین وہ خود شجاع الدولہ والی اودھ کے ساتھ شریک تھا اس رسالے مین اسنے بالاراؤ کا لقب پنڈت پردھان لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ پیشوا کے جانشینون نے اپنے لیے یہ لقب اختیار کیا تھا۔

پہلے اس سے کہ نظام اور مرہٹون مین معرکہ جنگ برپا ہو مہاجی سیندھیا مرگیا رزیڈنٹ پونا کو یہ خیال ہوا کہ اسکے مرنے سے مرہٹون مین ایسے انقلابات پیدا ہون گے کہ نظام اور مرہٹون مین انگریزون کو مصالحت کرا دینا آسان ہوگا مگر سر جان شور گورنر جنرل نے فقط اس بات پہ توجہ اپنی مبذول رکھی کہ دربار پونا کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرے نظام کی طرفداری مین فقط زبانی باتین بنایا کیے اور کچھ نہ کیا۔ مہاجی سیندھیا کا بھتیجا دولت راؤ سیندھیا فوج کو جمع کرکے اپنے چچا کا پورا قائم مقام ہوگیا آخرکار وہ طوفان برپا ہوا جسکے آثار پہلے سے نظر آتے تھے۔

۱۳ شعبان ۱۲۰۸ ہجری کو اعظم الامرا کے بیٹے سیف الملک مشیر الدولہ غلام مرتضی خان سپہدار جنگ عرف مالی میان نے عین شباب مین دنیا سے انتقال کیا چونکہ اعظم الامرا کا یہی ایک بیٹا تھا اسلیے اسکے رنج و غم سے مجنون ہوگئے اور مکان سے سر و پا برہنہ چار مینار تک چلے گئے میر عالم ابوالقاسم خان نے نواب سے جاکر عرض کیا کہ حضور مرہٹون کی مہم پر روانگی کا ارادہ کرتے ہین اور مدار المہام کی یہ صورت ہوئی اس لیے روانگی نامناسب ہے نواب نے کہا کہ پھر کیا کیا جاے میر عالم نے جواب دیا کہ حضور اپنے کسی صاحبزادے کو انکی آغوش مین دیدینگے تو یقین ہے کہ ان کا غم غلط ہوجاے گا نواب نے یہ راے پسند کی اور میر جہانگیر علی خان المخاطب بہ ظفر جنگ سلطان الدولہ رئیس الملک سلیمان جاہ کو کہ اسوقت وہ نواب کا سب سے چھوٹا بیٹا خرد سال چھ مہینے چار دن کا تھا آغوش مین سلطان بخش بیگم والدہ حقیقی مشیر الدولہ کے دیدیا بعد اسکے حواس اعظم الامرا کے قائم ہوے اثر غم کا بالکل نہ رہا اور گوردھن داس کے باغ مین جاکر فوج کی درستی مین مصروف ہوے کیونکہ بقول میر عالم انھین کے اغوا سے نظام مرہٹون سے لڑنے کو آمادہ ہوے تھے۔ نظام بیدر کو روانہ ہوے کچھ اس خیال سے نہین کہ اول وہ خود ہی جاکر لڑائی شروع کرین بلکہ اس خیال سے کہ مرہٹون کے معاملات خانگی مین مداخلت پیدا کرین اُنھون نے مرہٹون سے مقابلے

منگائے تھے اور ستر ہزار سپاہیان پلٹن مع توپخانہ کے موسیو ریمون کے ساتھ تھے کل ایک لاکھ سپاہ تھی جیسا کہ خورشید جاہی میں ہے اور اسی کتاب کے راقم نے اپنی دوسری کتاب میں جس کا نام رشید الدین خانی ہے سواروں کی تعداد ایک لاکھ اور تیس ہزار بتائی ہے اور گلزار آصفیہ میں مرقوم ہے کہ نواب صاحب قلعہ بیدر تک سیر و شکار کرتے ہوئے ایک لاکھ سواروں اور قریب دو لاکھ قواعد داں ودے قواعد داں پیادوں کے ساتھ پہنچے قواعد داں پیادے پلٹنوں کے تھے۔

۱۲۰۸ ہجری میں اس مقام پر سکندر جاہ کے نطفے سے ایک لڑکا جانی بیگم کے بطن سے پیدا ہوا جس کا نام فرخندہ علی خان رکھا۔

پہلے اس سے کہ پیشوا کا لشکر چڑھ کر نظام پر لائے مارچ ۱۷۹۵ء (۱۲۰۹ ہجری) میں دولت راؤ سیندھیا سپاہ لیکر نظام کی طرف چلا اس وقت سلطان ٹیپو نے بھی مرہٹوں کی امداد کا قصد کیا مگر اسکو ایسے ہی قصیے ایسے پیش آئے کہ وہ مرہٹوں کے لشکر کے ساتھ نہ مل سکا۔ تاریخ گلزار آصفیہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اعظم الامرائے صاحب سیندھیا کو جس کا اصلی نام اسی کتاب میں مہادیو جی لکھا ہے اور دوسری کتابوں میں مادھو جی بتایا ہے ایک کروڑ روپیہ مدد خرچ دینے کے وعدے سے پونا والوں سے لڑنے کے لیے دہلی سے بلایا تھا اور اسنے وعدہ امداد کیا تھا کہ مرگیا پھر اسکے بیٹے دولت راؤ کو اعظم الامرائے ملانا چاہا مگر پیشوا کے مدار المہام نانا پھڑنویس نے اسکو قسمیں دلاکر اور وعدے کرکے اپنے ساتھ موافق کرلیا اور نظام کے افسروں کو بھی سات لاکھ روپیے دیکر ملا لیا تھا ۱۱ جمادی الاخری ۱۲۰۹ ہجری کو نظام بیدر سے پونا کی طرف دولت راؤ کے مقابلے کے لیے چلے دس شعبان کو نواب نے حکم دیا کہ ہراول کی سپاہ کوہ مری کی پہاڑی سے چل کر باین گھاٹ کی گڈیوں پر قبضہ کرلے ایسا ہو کہ مرہٹے ان پہاڑیوں پر قابض ہو جائیں اسکی تعمیل ہونے سے مرہٹوں پر جو لڑنے کو آئے تھے بڑا رعب پڑا ان کا ارادہ یہ تھا کہ اس پہاڑی پر نواب کی سپاہ کو روک لیں ۲۹ شعبان کو نواب کے ہراول اور مرہٹوں کے ہراول سے لڑائی ہوئی تو اول روز مرہٹے پسپا ہوئے اور مرہٹوں کا افسر بسرام بھی زخمی ہوا اور نواب کی طرف سے دریر خان نامی جمعدار ان سے مارا گیا۔

نواب میدان جنگ سے چھ کوس کے فاصلے پر مقیم تھے سوار و پیادے لشکر گاہ کی طرف لوٹے امرائے فوج کی مدد میں گذرانیں۔ دوسرے دن نواب سوار ہوکر آگے بڑھے اور فوج کی صف بندی کا حکم دیکر صف آرائی کو چلے اور بہیر و بنگاہ کو تمام لشکر کے پیچھے شرق رویہ جمع ہو کر قائم رہنے کے لیے فرمایا۔ ہراول کی فوج جو بڑے لشکر سے آدھ کوس آگے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی اسے

ایک پشتے پر جو فوج مرہٹہ کے مقابل تھا ایک بڑی توپ چڑھا کر گولہ زنی شروع کی مرہٹون نے بھی ۳۵ گولے فوج ہراول اور فوج خاصہ اور اس فوج پر گرایے جو لشکر کی حفاظت کے لیے پیچھے آرہی تھی موسیو ریمون نے پیرو فرانسیس ملازم سیندھیا کی لین کے مقابل ہو کر لڑائی شروع کی نزدیک تھا کہ پیرو کو شکست ہو بقول غلام امام خان ترین اس حالت مین مشیرالملک اعظم الامرا نے ریمون کو اپنے پاس بلا کر نمک کی قسم دیکر کہا کہ آگے چلنا ہے یہین لڑائی کو ختم نہ کرو وہ واپس لوٹ آیا پھر کیا تھا نواب کے لشکر پر شکست کے آثار ظاہر ہوے لیکن گلزار آصفیہ مین اس کا کچھ وجود نہین ہے اس کا مصنف تو یہ کہتا ہے کہ اُنکے مخالفون کی شرارت سے نظام کے لشکر پر شکست پڑی جنھون نے مرہٹون سے سات لاکھ روپے رشوت مین لے لیے تھے جیسا کہ صفحۂ ۱۶۱ مین ہے۔ اس اثنا مین مظفر الملک اسد علی خان کے سوار گھوڑے دوڑا کر مرہٹون کی فوج پر ڈھال تلوار سے حملہ آور ہوے مشیرالملک نے اپنے جمعدار لعل خان کو انکی کمک پر جانے کا حکم دیا اور وہ لڑ بھڑ کر مارا گیا۔ مشیرالملک کا ایک سردار جس کا نام وزیر خان تھا ہاتھی کی عماری مین لبٹیا ہوا تھا اسکے ایک گرم بان ایسا لگا کہ وہین ٹھنڈا ہو گیا احتشام جنگ بن مظفر الدولہ اور اعظم جنگ محمد عظیم خان اور سردار الملک گھانسے میان فوج پیشین کا یہ حال دیکھکر میدان سے لوٹے اور پیچھے آکر کھڑے ہو گئے اور الف خان رئیس کرنول اور صلابت خان ناظم ایلچپور کہ یہ بھی فوج ہراولی کی مدد کے لیے مامور تھے فرط شجاعت سے صف باندھکر کھڑے رہے دشمن کی توپون کے گولے انکے سرون پر سے گذر کر سردار الملک اور محمد عظیم خان کی فوج مین پہنچتے تھے اور فوج ہراول مین جو راجہ راو رنبھا ایک بڑا سردار ہاتھی پر سوار کھڑا تھا مرہٹون کے سوارون نے اُسکو گھیر کر ہاتھی کو زخمی کیا جسکی سونڈ کٹ کر زمین پر گر پڑی راجہ مذکور ہاتھی سے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہوا اور زخمی ہاتھی نواب کی نظر سے گذرانا۔ غلام علی خان برادر زادہ مظفر الملک اسد علی خان نے گھوڑا دوڑا کر لڑائی کی ہاتھ پر زخم کھا کر واپس آیا اور یہ بھی نواب کے ملاحظے مین پیش ہوا عصر و مغرب کے درمیان مرہٹون کے ایک لاکھ سوارون نے یکبارگی دھاوا کیا اور شور و غوغا کرتے ہوے فوج ہراول پر آپڑے۔ نشان کا ہاتھی انکٹ راو ساکن شولاپور کا طرفین کے غوغا اور بانون کے شور سے گھبرا کر میدان سے مع نشان بھاگا تلوارین اور بھالے اسکے چھوئے مگر نہ رکا اسوجہ سے ہراول کی فوج بھی پسپا ہوئی ایک تیر کی مار تک یہ فوج بھاگی تھی کہ ایک سپاہی نے باواز بلند مظفر الملک سے کہا کہ اتنے دنون مشیرالملک اور بندگان عالی کا نمک کھایا یہ کیا موقع بھاگنے کا تھا مظفر الملک یہ بات سنکر رک گیا اور اپنی فوج کو ایک جا کر کے مرہٹون کی جانب منھ کر کے مقابلہ کرنے لگا یہان تک کہ کچھ عرصے تک اسکے ہاتھی کے پاس تلوار چلتی رہی

بہت سے مرہٹے مارے گئے مگر گلزار آصفیہ میں لکھا ہے کہ اسد علی خان بہادر مظفر الملک و منصور الدولہ بہادر نے متواتر عرض کرایا تھا کہ عنقریب فتح دست بستہ حاضر ہو جائے گی اگر تھوڑی سی کمک ہم کو مل جائے نواب نے حکم دیا کہ فلاں فلاں مظفر الملک کی کمک کریں لیکن ان لوگوں نے یہاں تک چشم پوشی کی کہ وہ زخمی ہوا اور منصور الدولہ میدان جنگ میں زخمی ہو کر گر گیا اور لال خان اور وزیر خان مارے گئے اور معاملہ بالعکس ہو گیا۔ تھوڑی سی فوج ہراول ٹھہر کر شام کے قریب لوٹ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد نواب کی رکاب کی فوج سے جا ملی بعض سوار اس فوج کے اپنی جمعیت سے جدا ہو کر بھیڑ میں جا گھسے جوں ہی ازدحام اس فوج کا بھیڑ میں گھسا معاذ اللہ ایک شور بھیڑ سے اٹھا عبد اللہ خان اور موسیو ریمون جو اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ نواب کے روبرو نالے کے کنارے پر کھڑے تھے ان کو مخالف کی فوج سمجھ کر بندوقیں اور توپیں مارنے لگے اس ہول و ہراس سے بھیڑ کے آدمی بہت گھبرا کر زیادہ شور کرنے لگے نصف شب تک یہ شور بند نہ ہوا بلکہ ہر لحظہ مرہٹوں کی فوج کے آنے کے خیال سے اور زیادہ ہوتا جاتا تھا قیامت کا سا ایک ہنگامہ تھا حالانکہ مرہٹوں کی فوجیں جہاں کھڑی ہوئی تھیں جنگل میں جا بجا مشعلیں لکڑیوں کے سروں پر لپیٹ لیے ہوئے آغاز شام سے اپنی فرودگاہ کو کہ وہاں سے چھ کوس پر تھی چلی گئی تھیں اور چونکہ مشعلیں جنگل میں نمودار تھیں نواب کی سپاہ انھیں مرہٹوں کی فوجیں تصور کر کے اسکے مقابل آپ بھی صف باندھے کھڑی تھی یہاں تک کہ جب آدھی رات کے قریب چاند نکلا اور چیزیں معلوم ہونے لگیں تو معلوم ہوا کہ مرہٹے نہیں تھے اگرچہ کسی فریق کو اب تک فتح نصیب نہ ہوئی تھی مگر نظام کے گھر کی عورتوں نے واویلا مچا کر میدان جنگ سے رات کو انھیں اپنے پاس بلا لیا۔ اب نواب نے کہا کہ کہیں پناہ کی جگہ قیام کرنا چاہیے بعض نے عرض کیا کہ یہاں سے تین کوس پر کھرڈلہ[1] کا قلعہ ہے میر الملک کو حکم ہوا کہ آگے سے قلعے میں جا کر اسکی دیواروں پر مشعلیں اور مہتابیں روشن کر دے تاکہ اس علامت سے قلعہ نمودار رہے دو گھڑی کے بعد نواب خود سوار ہو کر اُدھر روانہ ہوئے اب نواب کے لشکر کے لٹیروں نے غارتگری کا ہاتھ بھیڑ و بنگاہ پر دراز کر کے اسکو لوٹنا شروع کیا غرض کہ نواب صبح ہوتے ہوتے قلعہ کھرڈلہ میں داخل ہو گئے نواب کے بیٹے سکندر جاہ قبل سے اس قلعے میں باپ کے حکم سے موجود تھے اور برجوں پر مہتابیں میر الملک نے آ کر روشن کرا دی تھیں جو دور سے دکھلائی دیتی تھیں نواب کا لشکر اسکے سراغ سے منزل مقصود تک پہنچا جب قلعے میں پہنچ گئے تو تمام آدمی جو خوف و ہراس سے بدحواس تھے تمام چیزیں فراموش کر کے فرداً فرداً مطلق العنان آوارہ فرودگاہ کی تلاش

[1] حدیقۃ العالم میں اسکو ہر جگہ کھرزہ لکھا ہے ۱۲

مین سرگردان تھے کسی کو کسی سے کام نہ تھا سردار سپاہی سے سپاہی سردار سے باپ بیٹے سے بیٹا باپ سے چھٹ کر ایک دوسرے کی تلاش مین پھرتا تھا بہیر و بنگاہ کے آدمی فصیل قلعہ تلے ٹھہرے اس عرصے مین پنڈارے قلعے کے قریب آپہنچے اور لوٹ کھسوٹ شروع کی چونکہ لشکر مین ابتری تھی اور خوف و ہراس غالب تھا کوئی اُنکے مقابل نہ آسکتا تھا پنڈارے کا ایک ایک سوار نظام کے سو سو سوارون پر چیرہ دستی کرنے لگا دو پہر کے قریب مرہٹون کا بڑا لشکر قلعے سے مغربی جانب آکر اترا اور دولت راو سیندھیا گولی کے ٹپے پر خیمہ زن ہوا اور مادھوراو پیشوا کے حکم کا منتظر تھا نانا پھڑنویس جو کارپرداز مادھوراو کا تھا نواب کی تباہی سے اپنے افسرون کو منع کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ہماری دولت کا قیام دولت آصفیہ کے کے قیام پر منحصر ہے الغرض پنڈارون اور مرہٹون کے سوارون نے نواب کے لشکر کے گرد پہنچکر خوب غارتگری کی۔ تیسرے دن موسیو ریمون کی پلٹنین سیندھیا کے لشکر کے مقابل آکر اترین تب تھوڑا سا امن نواب کی سپاہ کو ملا مگر مرہٹون نے غلے کی رسد سب طرف سے بند کر دی تھی اور نواب کا ایک آدمی بھی مرہٹون کے خوف سے نکل نہ سکتا تھا غلے اور چارے دانے کا بڑا قحط پڑا کہ ایک روپے کو دو سیر گیہون بلکہ دو سیر جو بھی نہین ملتے تھے اور موٹے چانول اور گیہون کا آٹا فی روپیہ تین پاؤ ہو گیا چارہ اتنا مفقود تھا کہ کنوون کی پرانی ٹٹی جو ادھر چھپرون پر ڈالتے تھے اٹھارہ بیس برس کی پرانی دھوین کی ماری ہوئی کا ایک گٹھر جو دو سیر سے زیادہ نہوتا تھا دس روپے کو ملتا تھا گھوڑے اسے بھی رغبت سے کھا لیتے تھے اور ہاتھی املی کی سخت لکڑیان اور موٹی موٹی شاخین جو اُنکے سامنے کاٹ کر ڈالدی جاتین نگل لیتے اس وجہ سے بہت سے چوپاے تلف ہو گئے باقی ماندہ جان بلب تھے جو مرجاتا تھا کھینچکر پھینکدیتے تھے گرمی سخت پڑ رہی تھی عفونت سے نازک مزاجون کا دم ناک مین تھا لشکر کے آدمی بسبب شدت گرمی کے بخار اور دستون کے مرض مین گرفتار تھے اور بہت سے مر گئے تھے دفن کرنا مشکل ہو گیا زمین مین یون ہی داب دیتے تھے اس سبب سے تمام لشکر ہراسان تھا کسی کو زیست کی امید نہ تھی ۲۲ دن اسی تکلیف سے بسر ہوے اس عرصے مین مشیر الملک کا ایک عہدہ دار عیسے میان نام جو پانچ ہزار سوارون کا افسر تھا اور اسکو اپنے آدمیون کے ساتھ جاکر رسد لانے کا کام سپرد تھا کئی بار لشکر مخالف مین جاکر رسد لایا جس قدر جسکے ہاتھ اس مین سے لگا اس نے رسد پائی۔

حدیقۃ العالم اور گلزار آصفیہ مین لکھا ہے کہ گوبند کشن پنڈت پدھان کی طرف سے نواب کے پاس بطور سفیر کے رہتا تھا اسنے یہ خیال کر کے کہ صلح مین دونون سرکارون کا نفع ہے نواب سے وہ باتین کہین جو غلام سید خان اعظم الامرا کی طرف سے نواب کے مزاج کے منحرف ہونے کا

موجب تعین نواب نے مصلحت وقت پر لحاظ کر کے اسکی باتوں کو قبول کر کے مرہٹوں کے پاس اسی کو صلح کی سلسلہ جنبانی کے لیے بھیجا۔ گوبند کشن ۸ رمضان کو نواب صاحب کے پاس لوٹ آیا

خورشید جاہی مین بیان کیا ہے کہ مرہٹوں نے علاقہ جات بیڑ۔ واندور و لودون سرکار بادیر صوبہ بیدر اور تین کرور روپیہ نقد مانگا رشید الدین خانی مین بیان کیا ہے کہ پانچ چار دن اس سوال وجواب مین گذرے۔ اور بھاؤ تین بار مرہٹوں کے پاس آیا گیا مرہٹے اپنی بات پر اڑے رہے آخر کار نواب صاحب اور انکے امرا نے تکلیف سے مجبور ہو کر غلام سید خان کو پنڈت پردھان کے پاس بھیجکر اسنے جو شرائط پیش کیں انکو منظور کر لیا۔ اور ۹ رمضان سنہ ۱۲۰۹ھ کو صلح نامہ لکھا گیا جسکی رو سے مرہٹوں کو ۳۵ لاکھ روپے کا ملک صوبہ اورنگ آباد سے اور محالات پایان گھاٹ اور لودون سرکار بادیر صوبہ محمد آباد بیدر اور تین کرور روپیہ دینا پڑا۔ مگر رشید الدین خانی کے مولف سے تعجب ہے کہ اسنے خورشید جاہی میں لکھا ہے کہ پانچ لاکھ روپے کا ملک مرہٹوں کو دیا گیا تھا جسکی تفصیل میں یہ نام گنوائے ہیں بیڑ۔ اندور۔ اور لودون سرکار بادیر صوبہ بیدر اور گلزار آصفیہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دولت آباد کا مشہور قلعہ بھی دینا پڑا یہ قلعہ ریاست حیدرآباد کے ہی ہاتھ مین تھا سنہ ۱۱۷۲ ہجری میں بالاجی نے نواب صلابت جنگ کو مغلوب کر کے ان سے لے لیا تھا اور سنہ ۱۱۸۹ ہجری میں سوائی مادھو راؤ نے نواب نظام علیخان کو رگھناتھ راؤ کے مقابلے میں فوج کشی کی امداد کے معاوضے میں واپس کر دیا تھا اور روپیہ اس طرح دیا گیا کہ ایک کرور روپیہ نقد ادا کیا اور باقی روپے کے واسطے پچیس لاکھ روپیہ سالانہ کی قسط ٹھہری اور اس کے واسطے نواب کو اپنے مدار المہام اعظم الامرا کو اول مین دینا پڑا گلزار آصفیہ میں مرقوم ہے کہ اعظم الامرا کے مخالفوں نے یہ قرار دیا تھا کہ جب وہ نواب کے پاس کھرڑا میں رخصت ہونے کو آئیں تو راستے میں حرکات ناملائم کر کے قتل کر ڈالین مگر وہ نے ٹھکنے پہرات باقی رہے نواب کے پاس نشان ڈنکہ چلے گئے۔ اعظم الامرا کے ساتھ جسکہ وہ اول میں گئے تھے خدمتگار اور مصاحب سب سو کے قریب آدمی گنتے انکی ہم صحبتی کے لیے محمود خان حافظ اور محمد اسماعیل اور لعل محمد خان اور لعل علی خان اور رحمان خان اور چاند خان تھے ان لوگوں کو اس وقت تک کوئی خطاب حاصل نہ تھا اعظم الامرا کا دل بہلانے اور بات چیت کرنے کے لیے ہمراہ کیے گئے تھے جس وقت اعظم الامرا لشکر مرہٹہ کی طرف روانہ ہوئے تو نواب رونے لگے اور انکی مفارقت کا نہایت رنج وغم کیا تھا گلزار آصفیہ میں ہم بعض مورخوں کا یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ مرہٹوں نے انھیں اول میں مانگا تو نواب اس سے خوش ہوئے کیونکہ انھیں نے مشورہ دیکر نواب کو

اس جنگ مین مبتلا کیا تھا۔
اعظم الامرا پنڈت پدھان کے کیمپ کے قریب پہنچے تو نانا پھڑنویس نے پانچ ہزار سوار ساتھ لیکر پیشوائی کی اور اعظم الامرا سے معانقہ کیا اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر ایک خیمے کے دروازے پہنچا اعظم الامرا نے دریافت کیا کہ یہ کس کا خیمہ ہے نانا صاحب نے جواب دیا کہ یہ خاص خیمہ رائو صاحب سری ونت کا ہے اور آپ کو یہ مناسب ہے کہ اول ان سے مل کر پھر اپنے خیمے مین داخل ہون اعظم الامرا نے کہا کہ مجھے انکی ملاقات سے کچھ سروکار نہین تمھاری ملاقات ہی کافی ہے اس لیے کہ اگر وہ میری تواضع کرینگے تو خیر اور اگر نہ کی اور اس طرف سے بھی کوئی حرکت نامناسب ظہور مین آجاے گی تو طرفین کو ملال ہوگا پس مجھے اس سے معاف رکھیے۔ نانا صاحب نے کہا کہ آپ ذرا ٹھہرین مین ابھی آتا ہون نانا پھڑنویس اندر گیا اور مادھو رائو کو کچھ سمجھا کر واپس آیا اور کہا کہ اب آپ بے تکلف اندر چلین اعظم الامرا کے ہاتھ مین نانا صاحب کا ہاتھ تھا اس طرح دونون اندر گھسے جب لب فرش پر پہنچے اور دفعتہً مادھو رائو کی نظر سے نظر ملی اور اسکو سلام کیا تو اسنے زانوون تک تعظیم کی اعظم الامرا اسکے سیدھے ہاتھ پر جا بیٹھے اور باہم استفسار خیریت کرکے پاندان رخصت کا لیکر اٹھ کھڑے ہوے اور اپنے خیمے مین آگئے اور وہان اسے کوچ بکوچ چلکر پونا مین داخل ہوے وہان ایک پرانے باغ مین ان کو مقیم کیا اور پلٹن کے ایک ہزار سپاہی اور ایک ہزار عرب لوگ انکے باغ کے آس پاس حفاظت کے لیے مقرر کردیے گئے۔
نواب مرہٹون سے پیچھا چھڑا کر ۲ ارمضان ۱۲۰۹ھ ہجری کو کھڑلہ سے روانہ ہوے میر عالم جو بعض کامون کی درستی کے لیے پونا کو گئے ہوے تھے ۱۹ رمضان سنہ مذکور کو واپس آگئے اور نواب کے لشکر مین شامل ہوگئے راجہ شام راج اور رگھوتم بھی اسی دن نواب کے لشکر مین پہنچ گئے ۵ ا رمضان کو نواب صاحب نے سرداران فوج کو حکم دیا کہ نئے بھرتی کیے ہوے آدمی موقوف کردیے جائین نواب صاحب کوچ و مقام کرتے ہوے گولکنڈے کے متصل پہنچے انکے بڑے بیٹے میر احمد علی خان بہادر اپنی جمعیت کے ساتھ برا جماے سلام کے لیے کھڑے تھے جب نواب کی سواری بہت قریب پہنچی تو بیٹے نے باپ کی ملازمت حاصل کی روز جمعرات ۱۷ شوال ۱۲۰۹ھ ہجری کو نواب صاحب اور انکے بیٹے مع الخیر بلدۂ حیدرآباد مین داخل ہوے۔ ۳ ذیقعدہ روز دوشنبہ سنہ مذکور کو گوبند کشن جسکو دوبارہ کھڑلہ سے نواب نے صلح نامہ دیکر پونا کو بھیجا تھا حیدرآباد آکر نواب سے ملا۔ مشیر الملک کی غیر حاضری مین امجد الملک تمام کام کرنے لگا اور راجہ شام راج سے نواب نے اپنی پیش دستی مین کام لینا شروع کیا لیکن بقول میر عالم حقیقت مین شام راج ہی تمام ملکی و مالی کام غلام سید خان کی نیابت مین

کرتا تھا امجد الملک نواب کا محل اعتماد تھا اسکے مردان ہمراہی نشست خلوت خاص اور
دیوان خانہ بار عام میں رہا کرتے تھے اور موسیو ریمون کو حکم ہوا کہ اپنی سپاہ کے ساتھ شمس الامرا بہادر
اور امجد الملک بہادر کے ساتھ رہا کرے۔

انگریزی پلٹنوں کی برطرفی اور فرانسیسی اثر کا دوبارہ عروج

جس وقت دولت راؤ سیندھیا نے نواب نظام علی خان کو مغلوب و تباہ کیا تھا تو اسوقت
انگریزوں نے انکی کچھ مدد نہ کی باوجودیکہ انھوں نے اس جنگ پر جاتے وقت برطانوی ریذیڈنٹ
سے خواہش کی تھی کہ امدادی فوج کو میدان جنگ میں بھیجا جائے ریذیڈنٹ نے اس سے انکار کر دیا
اس لیے کہ مرہٹوں اور نظام اور انگریزوں میں یہ بات ٹھہری تھی کہ تینوں رفیقوں میں سے کوئی کسی
رفیق کے دشمن کی مدد نہ کرے تو جب دو رفیقوں میں آپس میں دشمنی ہوئی تو انگریز کسی کی طرفداری
نہیں کر سکتے تھے مگر نظام انگریزوں کی اس حرکت سے بہت آزردہ خاطر ہوئے کہ دو پلٹنیں
انگریزی جو انکی سرکار سے تنخواہ پاتی تھیں میدان جنگ میں مرہٹوں سے لڑنے کے لیے مع کی گئیں
انھوں نے سوچا کہ جب یہ سپاہ جسکے لیے یہ زر کثیر صرف کیا جاتا ہے مرہٹوں سے لڑنے کے
کام کی نہیں تو اس سے کیا فائدہ ہے بلکہ نقصان ہے اس لیے انھوں نے حیدرآباد میں پہنچکر تھوڑے
دنوں کے بعد دونوں پلٹنوں کو اپنی خدمت سے جدا کر دیا اور وہ سرکار کمپنی کے ملک میں چلی گئیں
حدیقۃ العالم میں اس کام کو شاہ مراج راے رایاں کی تحریر قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اسے رگھوراو
کے سمجھانے سے سرکاری کفایت پیش نظر رکھکر نواب کو سپاہ کی تخفیف کی طرف مائل کر دیا اور میر عالم
کو پیغام بھیجا کہ انگریزی سپاہ کو علیحدہ کر دیں جو میر عالم کی کوشش سے نواب کے پاس مقرر ہوئی
تھی میر عالم نے اسکو مصلحت کے خلاف جانکر نواب سے عرض کیا کہ کس کوشش سے تو یہ
صورت پیدا کی گئی تھی جسکی وجہ سے انگریزوں کے ساتھ حضور کی دوستی مستحکم ہوگئی تھی اور اس
ریاست کی حشمت و سطوت مخالفوں کے قلوب پر بیٹھ گئی تھی مبادا انگریزی سپاہ علیحدہ کرنے
سے بدخواہوں کے دلوں سے رعب اٹھ جائے اور کچھ کا کچھ ہو جائے کہ جسکا تدارک مشکل ہو
لیکن نواب نے انکی بات نہ مانی کیونکہ خود انکے نزدیک یہ سپاہ بے کار ثابت ہوئی تھی
کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ فرانسیسی افسر نظام کے خدمت گزار رہے ہوں ٹیپو کی
جنگ میں بھی انکے پاس دو پلٹنیں تواعدداں تھیں جسکے افسر فرانسیسی تھے اور انکا سپہ سالار
موسیو ریمنڈ عرف موسیو ریموں تھا وہ اپنی نوعمری سے سپہ سالاری کا کام کیا کرتا تھا
پہلے اسکے پاس تین سو آدمی تھے جسکے ہتیار اسے اپنے ایک ہموطن سے کرایہ پر لیے تھے

مگر پھر وہ نظام کے یہان روز بروز بڑھتا گیا اور بڑا سپہ سالار ان کے یہان ہوگیا اور نواب نے اسکو اثردر الدولہ خطاب دیا گو وہ فن سپہ گری سے خوب باہر نہ تھا مگر جوڑ توڑ لگانے اسے خوب آتے تھے نظام نے اسے اتنی ترقی دی کہ اسکی سپاہ ۱۵ ہزار کی تعداد کو پہنچ گئی جن کی تنخواہ اور خرچ کے واسطے نظام نے ملک کا ایک حصہ محفوظ کر دیا اور سرکار کمپنی کی سرحد پر کڑپاہ اور کھم مین سپاہ لیکر بھیدیا غرض انھون نے انگریزون کے جلانے کے لیے فرانسیسون پر مہربانیان کرنی شروع کین رزیڈنٹ نے جب یہ حال دیکھا تو اسنے نواب سے کہا کہ اس سپاہ کو واپس بلالو نہین تو انگریزی لشکر تمھارے سر پر بھیجا جاے گا اب انگریزون کو اور زیادہ خوف اس سے پیدا ہوا کہ انکے پاس جو فرانسیسی افسر قید تھے انھون نے بھاگ کر موسیو ریمون سے ملنے کا قصد کیا نواب کو انگریزون سے بالکل مایوسی ہوگئی تھی کہ وہ مرہٹون کی مخالفت مین انکی امداد نہ کرینگے اس سے وہ فرانسیسون سے اپنا زیادہ توسل ڈھونڈھتے تھے اور سارے نشان اور علم فرانسیسی انکی سپاہ مین قائم ہونے لگے سرکار کمپنی کی سرحد پہ یہ سپاہ مقیم تھی اسکے افسرون نے مدراس کی انگریزی پلٹن کو بھکاکر باغی بنادیا انگریزی گورنمنٹ کو فرانسیسون کی یہ ترقی نظام کے یہان ناگوار خاطر تھی۔ نظام نے پھر انگریزون سے کہا کہ مین ابھی اس سپاہ کو موقوف کیے دیتا ہون اگر انگریز یہ حامی بھرلین کہ وہ اتنی سپاہ کا انصرام کردین کہ انکی ریاست کی حمایت وحراست کے واسطے کافی ہو بعض دل چلے انگریز اس لیے مستعد کیے گئے کہ وہ نظام کی خدمت گذاری سے اعزاز و اعتبار پیدا کرین مگر فرانسیسون نے انکی دال نہ گلنے دی اور اس تدبیر خام سے کوئی کام نہ نکلا نظام کو ان واقعات سے کچھ فائدہ ہوا ہو مگر انگریزی گورنمنٹ کو اس سے نقصان نہین پہنچا۔

نواب کے بڑے بیٹے کی بغاوت

نواب نظام علی خان کا بڑا بیٹا میر احمد علی خان عالی جاہ باغی ہوگیا جسکی تفصیل یہ ہے کہ عالی جاہ کو ریاست کی ازحد تمنا تھی اسی آرزو مین دن رات بے چین رہتا تھا چالیس برس سے عمر متجاوز ہوگئی تھی اور خود مختاری کے موقع کا متلاشی تھا جب اسکو اپنے باپ کے موضع کھڑلہ مین شکست یاب ہونے کی خبر پہنچی تو بعض کوتہ اندیشون نے اسکو بھکایا کہ یہ بہت اچھا موقع خودسری کے اعلان کا ہے جن لوگون نے اسکو اغوا کیا انکے نام یہ ہین بدیع اللہ خان ناظم حیدرآباد کہ وہ نواب صاحب سے مصاہرت کا رشتہ رکھتا تھا اور سداشیو رڈی زمیندار اور غالب جنگ پسر سیف جنگ کہ یہ دونون ان دنون خانہ نشین تھے انکے سوا اور بھی

دوسرے شہرت پسند امرا شامل مشورہ تھے اور عالی جاہ نے بغاوت و خروج کا ارادہ کیا یہ خبریں نظام علی خاں تک پہنچیں۔ جب نواب مرہٹوں کے پنجوں سے رہا ہوئے اور ان بغاوت شعاروں کو بھی معلوم ہو گیا کہ انہیں ہمارے ارادے کا علم ہو گیا ہے تو بہت اندیشہ مند ہوئے لیکن اپنی جگہ خاموش بیٹھے رہے اور وقت کا انتظار کر رہے تھے اور ایک محضر تیار کرا کے اراکین کی مہریں کرائی تھیں مگر شمس الامرا محمد فخر الدین خاں اور امجد الملک اور سرداران پایگاہ نے مہریں نہ کی تھیں اس لیے نواب کی خلوت۔ چوکی خانوں اور دروازوں شمس الامرا کے سپاہیوں کا بندوبست تھا اور جو دوسرے لوگ سلام کو آتے انکے ہتیار پہروں میں رکھوا لیے جاتے ماہ شوال ۱۲۰۹ھ ہجری مطابق ۲۵ جون ۱۷۹۵ء کو سداشیو ریڈی جمعیت کثیر کے ساتھ آکر قریب درگاہ حسین شاہ ولی کے اترا اور مخفی طور پر سپاہ کی بھرتی شروع کی اور بعض اہالیان حیدرآباد سے وعدہ وعید پر موافقت کر کے ۹ ماہ ذیحجہ ۱۲۱۰ھ ہجری کو آدھی رات کے وقت شہر میں داخل ہو گیا کیونکہ ناظم سے سازش تھی جس نے شہر کا دروازہ کھلا رکھا تھا اور عالی جاہ کے مکان پر جا کر اسکو گھوڑے پر بٹھا کر لے آیا اور دوسرے امرا کو جو شریک مشورہ تھے آگاہ کیا سب جمع ہو کر چوک میں آکر کھڑے ہوئے اور یہ ارادہ کیا کہ سیڑھیاں لگا کر حرم سرائے نظام میں کود دیں اور نواب نظام علی خاں کو قید کر کے عالی جاہ کو مسند ریاست پر بٹھا دیں عالی جاہ نے نہ مانا اور کہا میرے باپ کی ناموس کی سبکی ہے وہ ترغیب و تحریص دیتے تھے اس کشمکش میں نواب صاحب کو خبر ہو گئی اور وہ بنگلے میں آ گئے اور راسخ امرا کو بلایا امجد الملک چند رفیقوں کے ساتھ حاضر ہوا۔ سداشیو ریڈی کو معلوم ہوا کہ نواب نظام علی خاں اس امر سے واقف ہو گئے ہیں اور صبح کا وقت قریب آ گیا تھا اس لیے عالی جاہ کو ساتھ لیکر تمام جمعیت کے ساتھ شہر سے نکلکر سرکار میدک کی طرف روانہ ہوا صبح کو عید تھی لوگ خوف و ہراس سے عیدگاہ تک نہ گئے مکہ مسجد ہی میں خطبہ پڑھا گیا نواب نے عبداللہ خاں حبشی کو فوج دیکر قلعہ بیدر کی طرف بھیجا یہ لوگ گو میر کی راہ سے اس طرف روانہ ہوئے اور سب غافل قطار باندھے ہوئے جا رہے تھے کہ سداشیو ریڈی موضع کشاکر پور پرگنہ حسن آباد کلکرہ میں حملہ آور ہوا اور سیدی عبداللہ خاں کی سپاہ کو ضرب و حرب سے مقتول و مجروح کر کے خزانہ لوٹ لیا اور ہمراہیوں کا بھی بہت سامان و اسباب لوٹ لیا اور سیدی کے اہل و عیال کو قید کر لیا اور قلعہ بیدر کی راہ لی عالی جاہ کی سواری پیچھے چلی آ رہی تھی نواب نے بیٹے کو راہ راست پر لانے کے لیے کئی خط لکھے مگر وہ نہ مانا مختصر یہ لوگ قلعہ بیدر کے قریب پہنچے وہاں کا قلعدار ذاکر الدین خاں امام نور محمد خاں کا نائب کوتاہ اندیش تھا وعدہ و وعید کی تمنا پر اُسنے قلعے کے دروازے کھولدیے عالی جاہ قلعے میں داخل ہوا اور ذاکر الدین خاں پر مہربانی کر کے ہنگو یل یا

خواصی مین جگہ دی سواری بیدر مین داخل ہوئی چند روز یہان رہ کر فوج کی بھرتی شروع کی بیش قرار درماہے کی وجہ سے بہت سی جمعیت فراہم ہوگئی نواب صاحب نے حیدر آباد مین نور محمد اور امام خان کو قلعہ حوالے کرنے کے جرم مین قید کردیا اور امجد الملک اور اسکے ہمراہیون کو معتمد جانکر خلوت کی محافظت سپرد کی۔ اس سال ماہ محرم سنہ ہجری مین بلدۂ حیدر آباد سے علم شہر سے باہر شست وشو کے لیے نہ نکلے تعزیے منیر الملک کے چھتے کے باغ مین دفن ہوے اور بیدر کے قلعے مین عالی جاہ کے لشکر مین عشرۂ محرم کمال فراغت کے ساتھ انجام پایا پچیسوین محرم کو خبر آئی کہ سداشیو ریڈی موضع مین رچرہ پر چڑھ آیا ہے اور غارت کر رہا ہے شہر کے لوگون نے شور وغوغا مچایا اس روز امجد الملک کو نواب نے بلا کر سہ پہر سے تمام رات ہوشیاری خبرداری سے گذاری پھر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے لیکن خوف وہراس ایسا غالب ہوا تھا کہ محل کی بیگمات مثل بخشی بیگم صاحبہ اور مردمان درباری خصوص امتیاز الدولہ خلف میر کلان خان ہمشیرہ زادہ نواب نظام علی خان جوان دونون دمساز ومصاحب تھا ان سب نے نواب کو صلاح دی کہ عالیجاہ صاحب عقل وفراست ہے چونکہ وہ عزم تسخیر مرہٹہ کا رکھتا ہے بالفعل حضور اسکو دلا سا دین اور تھوڑا ملک اطراف ممالک سے مرحمت کرکے اپنا قوت بازو جانین تاکہ عزم ورزم مین شریک وسہیم رہے کہ اس سے دوست خوش ہون گے اور دشمنون پر رعب پڑے گا نواب نے اس صلاح کو پسند کرکے نرمل اور برار کا ملک عالی جاہ کو جاگیر مین دینا تجویز کیا قریب تھا کہ سند روانہ ہو اس ضمن مین میر عالم نے خفیہ عرضی لکھی کہ عالی جاہ کو جاگیر دینا ریاست مین خلل آجانے کا موجب ہے رفتہ رفتہ قوت حاصل ہوجاے گی تمام آدمی اسکی طرف رجوع کرین گے حضور کے ہاتھ سے حکومت جاتی رہے گی بالفعل بہتر صلاح یہ ہے کہ فوج انگریزی جو سفر کھڑلہ مین ہمرکاب تھی اور رخصت ہوکر چینا پٹن کو گئی ہے ابھی راہ مین ہے اور واڑاپلی کی پہاڑی تک پہنچی ہے اسکو طلب کرنے کے لیے ایک حکم بھیجدیا جاے نواب نے عرضی ملاحظہ کرکے سند کا بھیجنا ملتوی رکھا چونکہ سپاہ مذکور کے وہان سے واپس آنے مین دیر لگتی خود میر عالم اور موسیو ریمون اور سردار الملک گھانسے میان اور محمد عظیم خان کو سپاہ کے ساتھ عالی جاہ کے مقابلے کو روانہ کیا کہ اندول اور جوگی پیٹ پر ماہ صفر سنہ ۱۲۱۰ھ مین سداشیو ریڈی سے جنگ کرکے وہان اپنا تھانہ قائم کیا۔ ان دونون بندہ علی خان پسر محمد عظیم خان ہمنا باد مین تھا۔ اور اسکے ساتھ علاوہ اسکی ہمراہی فوج کے پانچ ہزار سوار شمس الامرا کی جاگیر کے بھی تھے یہ سوار بوجہ مسدود ہونے راہ حیدر آباد کے اسکی پناہ مین تھے جسوقت سداشیو ریڈی کی فوج موضع دلانڈی پرگنہ بھالکی مین آکر لوٹ مار مین مصروف ہوئی تو بندہ علی خان نے اس کا مقابلہ کرکے شکست فاش دی اور اسکو بھگا کر باپ کے پاس آکر شامل سپاہ میر عالم ہوگیا

اس عرصے میں میر عالم کے ساتھ چالیس ہزار سوار و پیادے جمع ہو گئے تھے۔ ایک دن عالی جاہ ناآزمودہ کاری کی وجہ سے میدان جنگ کے ملاحظے کے لیے ہاتھی پر سوار ہو کر چند آدمیوں کے ساتھ جنگل میں پھرنے لگا یہ خبر میر عالم کے لشکر میں جا پہنچی ادھر سے سپاہی مقابلے کو نکلے اور تھوڑی دیر کے بعد میدان میں جنگ شروع ہو گئی موسیو ریمون کی پلٹنون میں سے توپ کا ایک گولہ عالی جاہ کی سواری کے ہاتھی کے لگا وہ زخمی ہوا کچھ روہیلے ساتھ تھے وہ مردانگی دکھا کر مارے گئے کچھ سوار بھی لڑے چونکہ عالی جاہ جریدہ تھا اس لیے اسے اس روز لڑنا مناسب نہ جانا اور جنگ کرتا ہوا قلعے کی طرف لوٹا موسیو ریمون نے دلیر ہو کر تعاقب کیا قلعہ نزدیک تھا عالی جاہ جلد فتح دروازہ میں داخل ہو گیا موسیو ریمون لوٹ کر اپنی سپاہ میں آ گیا آج کے دن سداشیو ریڈی ہمرکاب نہ تھا قلعے کے اندر کی سپاہ نے تنخواہ کے لیے اُسیر دھرا دیا تھا ان میں زیادہ تر جمعدار قوم کے آدمی تھے انھوں نے سداشیو ریڈی کو ٹھہرا رکھا تھا اُٹھنے نہیں دیتے تھے۔ عالی جاہ نے ہراساں ہو کر اورنگ آباد کا قصد کیا اس کا ارادہ یہ تھا کہ وہاں پہنچ کر مرہٹوں سے ملکراں سے امداد حاصل کر کے اپنے باپ کو مغلوب کرے اس لیے قلعے کا دہلی دروازہ توڑ کر نکل گیا جب یہ خبر میر عالم کی سپاہ میں پہنچی تو وہ قلعے کے قفل اور زنجیریں توڑ کر اندر داخل ہو گئی جو لوگ عالی جاہ کی سپاہ کے اپنے آقا کے نکل جانے سے غافل تھے ان کا مال و اسباب لٹ گیا نواب نظام علیخان یہ خبر سنکر خوش ہوے اور تعاقب کا حکم بھیجا۔ سداشیو ریڈی اگرچہ بھاگنے والوں میں شامل ہو گیا تھا مگر نواب کی سپاہ سائے کی طرح اُنکے تعاقب میں چلی آتی تھی اس لیے سداشیو ریڈی نے آثار نحوست دیکھ کر عالی جاہ سے انحراف کیا اور میراں یار جنگ عرف جیسے میاں جو جمعدار کا سردار اور نواب کی سپاہ کا معتمد افسر تھا اس سے سید محمد جمعداری کی قسم لیکر نواب کی سپاہ میں چلا آیا عالی جاہ کے پاس تیرہ ہزار کے قریب آدمی جمع ہو گئے تھے مگر انکو تلوار بھی میان سے نکالنے کا موقع نہ ملا کہ سب منتشر ہو گئے غالب جنگ ایک طرف اور بدیع اللہ خان ایک طرف بھاگ گیا جب عالی جاہ اورنگ آباد میں داخل ہو گیا تو یہاں باقی ماندہ سپاہ نے بھی رفاقت چھوڑ دی ہر ایک نے پہلوتہی کی اور لڑائی سے طرح دے گئے۔ پس عالی جاہ مع چند رفقا کے عفو تقصیر کا خواستگار ہوا اور موسیو ریموں کی ذمہ داری سے میر عالم کے لشکر میں چلا آیا اور اسکے ساتھ حیدرآباد کی طرف چلا چند منزلیں طے کی تھیں کہ نواب صاحب کا حکم آیا کہ قیدیوں کو گمٹاٹوپ یعنی پردہ پوش عماریوں میں لاویں دو منزلیں اس طرح طے ہوئی تھیں کہ صاحبزادے کی طبیعت علیل ہو گئی بخار آ گیا ایک دن مقام ہوا اسی رات داعی اجل کو لبیک کہا ارکان دولت تابوت لیکر حیدرآباد کو روانہ ہوے نواب نظام علی خان کو سنکر بیحد رنج و غم ہوا جواب دہ

تلخ ہوگیا ہمیشہ مغموم و محزون رہنے لگے جب جنازہ حیدرآباد مین پہنچا تو نواب کے حکم سے شاہ ہمم کی درگاہ مین دفن کیا گیا اسکے بعد سداشیو رڈی کے ہاتھ رومال سے باندھکر میان علیسے اپنے ساتھ نواب کے سامنے لے گیا اسکو دیکھکر نواب کے منھ سے نکلا ؎

کشتنی سوختنی لائق گردن زدنی

نواب کے حکم سے رومال اسکے ہاتھون سے کھولدیا گیا اور انھون نے میان علیسے کو کہا کہ اسکو اپنے مکان مین حفاظت سے رکھے بعد اسکے ایک روز دربار عام کا حکم دیا جب تمام ارکان دولت حاضر ہوگئے تو سواران ہمراہی امجد الملک کو حکم ہوا کہ تیار رہین سداشیو رڈی علیسے میان کے ساتھ تھا جب در دولت پر آئے علیسے میان تو دربار مین چلا گیا اور سوارون نے سداشیو رڈی کو دلدار خان عہدوی کے دروازے پر روک لیا اور اس کے ہتیار لیکر پردہ پوش پالکی مین بٹھاکر قلعہ گولکنڈہ مین بھجوادیا چند روز کے بعد اپنی موت سے مرگیا یا مروا ڈالا گیا اسکی لاش خندق مین پھینکدی اور زمینداری ضبط ریاست ہوئی۔ کہتے ہین کہ یہ شخص سپہ پرور فیض گستر تھا۔

نواب نظام علی خان کی عیش و عشرت پرستی و علالت

بڑے بیٹے کی موت وغیرہ کے بعد نواب کا مزاج مرکز اعتدال سے منحرف رہتا تھا ارکان دولت اور بیگیات محل کے کہنے سے طبیعت کی درستی کے لیے عیش و عشرت کی طرف مائل ہوے دربار مین ہمیشہ ناچ و رنگ رہنے لگا۔ خورشید جاہی مین لکھاہے کہ اکثر آدمیون نے اپنی لڑکیان ہزارون زیب و زینت کے ساتھ آراستہ کرکے نواب کو پیش کین ان مین سے بعض ہی کو نواب سے ہم بستری کا شرف حاصل ہوا۔ نواب کے عہد مین چندا بائی نام ایک کسبی تھی نہایت حسین و شکیل ماہ لقا بائی اس کا خطاب تھا اختر تابان سے معلوم ہوتا ہے کہ چندا اس کا نام اور مہ لقا تخلص تھا بعض نے چندا تخلص بتایا ہے گانے بجانے کے فن مین بڑی ماہر اور علم موسیقی کی باریکیون سے واقف تھی طبع رسا رکھتی تھی اردو مین شعر کہتی تھی شیر محمد خان متخلص بہ ایما سے اصلاح لیتی تھی اردو مین صاحب دیوان تھی اور اس فن مین ہندوستان مین سب سے پہلی یہ صاحب دیوان عورت ہے یہ شعر اسی کا ہے ؎

اخلاق سے تو اپنے وقف جہان ہے گا ۔۔۔ پر آپ کو غلط کچھ اب تک گمان ہے گا

اسکو نواب کی خواصون مین داخل ہونے کی بڑی آرزو تھی مگر نواب نے کبھی اسپر دست مواصلت دراز نہ کیا مگر اسکے قدردان تھے اور بہت مہربانی رکھتے تھے اور اس سے خوب

باتین کرتے تھے دربار مین اس کا رقص ملاحظہ کرتے تھے اور آج کل چیدا سے بھی خوب صحبت رہنے لگی اور جو رامہ لیٹن قحط سالی مین بھرتی کی تھی اسکو سلامی ملاکر قواعد ملاحظہ کرتے ان کی بندوق زنی اور نشانہ بازی دیکھتے اس طرح دن کو عید کی سی خوشی اور رات کو شب برات کی سی دل لگی رہتی تھی مگر اندرونی طور پر کھرڑلہ کے واقعات اور بیٹے کے غم سے گھلے جاتے تھے شعبان ۱۲۱۰ ہجری میں شب برات کی رات کو آتشبازی کا تماشا خوب دیکھا نواب چھت پر تھے تلے رنگ برنگ اور قسم قسم کی آتشبازی چھوٹتی تھی آدھی رات تک اس تماشے مین مصروف رہے جب نیچے آئے بعد زفاف[لہ] (مجامعت) پسینے کی حالت میں دہی نوش کیا اور گرمی کے اندیشے سے زیر آسمان استراحت کی عمر کہولت کو پہنچی ہوئی تھی مزاج پر سردی ورودت کا غلبہ تھا سیدھی طرف فالج گرا ایک پاؤں اور ایک ہاتھ کام سے جاتا رہا صبح کو اطبا نے علاج شروع کیا نواب صاحب پرہیز کرتے تھے مزاج صحت پذیر ہوا اسی طور پر رہا اور انجام کار اسی مرض میں انتقال ہوا مرض کی حالت میں کاغذ پر دستخط نہ ہو سکتے تھے تو دستخطوں کی مہر کھدوالی تھی جسے فرامین پر لگا دیا کرتے تھے اور شکار کے لیے لالہ گوڑہ مین کہ ایک موضع ہے بلدے سے شمال کی طرف مہینوں جاکر رہتے تھے۔

مشیر الملک اعظم الامرا کا پونا کی ریاست کے امرا مین اختلاف پیدا کرکے رہائی حاصل کرنا

گلزار آصفیہ میں لکھا ہے کہ تین سال تک اعظم الامرا پونا میں ایک پرانے باغ مین پڑے رہے اور کسی نے انکی رہائی کی طرف توجہ نہ کی نہ کبھی نانا صاحب ان سے آکر ملا اب خدا کو منظور ہوا کہ یہ رہا ہو جائیں تو اسکی صورت یوں نکلی کہ بری وقت مادھو راؤ بالاے بام سے تلے ایک حوض کے فوارے پر گر گیا اس کا گلدستہ مادھو راو کے پہلو مین گھس گیا اور نوک جگر پر جاکر ٹھہری اٹھاکر اندر لے گئے اور وہ مرگیا نانا پھڑنویس نے بہت کچھ رنج والم کیا اور دور دور تک اسکے مرنے کی خبر پبلک میں ہونے دی جو کچھ اسکی مرضی تھی انتظام کرکے رات میں ایسے وقت جلا دیا کہ کسی کو خبر تک نہ ہوئی اور اب دوسرے شخص کو تخت پر بٹھانے کی فکر میں مبتلا ہوا

لہ دیکھو خورشید جاہی صفحہ ۴۹۳ زفاف کسر اول مکلاوا۔ گونا۔ دلہن کا اپنے دولہا کے گھر داخل ہونا (۲) مجامعت۔ ہم بستری سہاگ کی رات۔ تمت کی رات ایسے موقع پر شب زفاف زیادہ کہتے ہیں شرع میں مراد دولہا کا جانا ہے دولہن کے گھر میں بعد نکاح کے ۔ منقول تسہیل لغات مولفہ مولف این کتاب

حقیقت حال یہ ہے کہ باجے راو اور چمنا آپا ایک ماں سے حقیقی بھائی تھے اور امرت راو دوسری ماں سے تھا اور یہ تینوں رگناتھ راو عرف راگھو کے بیٹے تھے کہ نانا پھڑنویس نے ان تینوں کو قلعہ پونا دھر مین قید رکھا تھا اور مادھوراو متوفی ایک سناری کے پیٹ سے تھا جو کہ راگھو کا بھتیجا نرائن راو پونا کا رئیس تھا اور اسکے کوئی اولاد نہ تھی اسکے مارے جانے کے وقت اسکی عورت حاملہ تھی جو لڑکی جنی کارپردازان ریاست نے اسکو ایک سناری کے گھر مین بھیجا کہ وہ بھی اسی وقت لڑکا جنی تھی اور اسکے لڑکے کو نرائن راو کی عورت کے پاس رکھکر اس کا بیٹا مشہور کر دیا اور نرائن راو کی جگہ مسند نشین بنا دیا یہی سری ونت مادھوراو ہے۔ ایک دن باجے راو نے اپنے ہاتھ سے ایک رقعہ لکھکر مادھوراو سری ونت کو بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ ہم اور آپ بھائی ہین اور ہم تمھاری دولت کے دشمن نہین بلکہ ہم چاہتے ہین کہ تمھارے ساتھ رہکر سیرین کرین تمھاری مجلس مین جشن دیکھا کرین اور دسہرہ کی سواری کے موقع پر تمھاری سواری کے ساتھ رہین اور اپنے دل کو تفریح پہنچاتے رہین نہ کہ ہم کو یہ بھی خبر نہین کہ واندہ زمین مین کس طرح بوتے ہین اور کیسے کاٹتے ہین اگر واقع مین ہمکو آپ دشمن جانتے ہین تو قتل کرا دیجیے ورنہ ایسا انتظام کیجیے کہ ہم اور آپ ایک جگہ بسر کرین اور وہ رقعہ بلونت راو کے ہاتھ جو ان کا رازدار تھا مادھوراو کو پہنچا دیا مادھوراو نے اپنے ہاتھ سے جواب لکھا کہ جس طرح تم چاہتے ہو عنقریب ویسا ہی کر کے تم کو بلا لیا جائے گا جب یہ جواب باجے راو کو پہنچا تو وہ بڑا خوش ہوا اور ہر وقت قلمدان سے نکالکر پڑھا کرتا تھا خدمتگار جو نانا صاحب کی طرف سے متعین تھے اور ان کو ہدایت تھی کہ ہر قسم کی خبر پہنچاتے رہین انھون نے رقعہ دیکھکر اسکو اطلاع کر دی کہ ایسا رقعہ باجے راو کے ہاتھ آیا ہے جسے ہر وقت دیکھکر خوش ہوتا رہتا ہے نانا صاحب نے اسنے کہا کہ کسی ترکیب سے وہ رقعہ اڑا لاؤ ایک دن خدمتگار نے وہ رقعہ اڑا کر دست بدست نانا صاحب کے پاس پہنچا دیا وہ دوسرے روز رقعہ جیب مین رکھکر مادھوراو کے پاس پہنچا معاملات کا حال بیان کر کے عرض کیا کہ مہاراج آپنے باجے راو کو کچھ لکھا تھا آخر وہ کس معاملے مین لکھا ہے فدوی کو بھی خبر کیجیے مادھوراو نے کہا کہ مجھسے اور باجے راو سے کیا تعلق کہ رقعہ بازی کرتا اسنے پھر عرض کیا کہ ضرور لکھا ہے کہ مین وہ ملاحظے مین پیش کرتا ہون اسوقت معلوم ہو جائے گا کہ میرا معروضہ صحیح ہے مادھوراو نے کہا کہ دیکھیون بیشک اسوقت تمھارا قول صحیح ہوگا نانا صاحب نے وہ رقعہ اسکے ہاتھ مین دیدیا اور عرض کیا مجکو رگناتھ راو کی اولاد سے کچھ عداوت نہین ہے وہ اس دولت کے مالک ہین معاملہ آپ کا جس صورت سے ہوا وہ آپ پر روشن ہے اور وہ بھی خوب جانتے ہین معہذا رگناتھ راو نے انگریزون کو بندر بمبئی کے ملک سے چوتھ لینے کے لیے ایک دست آویز لکھدی ہے جو انکے پاس موجود ہے جب

کوئی اسکی اولاد میں سے مسند ریاست پر بیٹھیگا یا دخیل کار ہوگا لامحالہ انگریز بھی مداخلت کرینگے اس لیے یہ مجھے منظور نہین کہ انکے ساتھ سلسلہ اتحاد پیدا ہو کر وہ دخیل کار ہون اور اس طرح انگریزون کو ریاست کے کلی وجزئی معاملات میں مداخلت کا موقع ہاتھ آئے اور آگے آپ کو اختیار ہے اور اسی وقت نانا صاحب نے چوبدار کو حکم دیا کہ دو ہزار سواران چوکی کو حاضر ہین حکم پہنچا دین کہ وہ لومت راو کو گرفتار کرکے قلعہ جنیر مین پہنچا دین مادھوراو نے کہا کہ یہ رقعہ جعلی ہے میرے حروف سے ایسا ملا دیا ہے کہ ذرا فرق نہین معلوم ہوتا مین نے اسکو ہرگز ایسا نہین لکھا اور اگر کچھ قصور ہے تو میرا ہے مجھے قید کر دیجیے لومت راو کا کیا قصور ہے جو اُسے قید کرتے ہو اس عرصے مین دسہرہ کا تیوہار آگیا اور مادھوراو ہاتھی پر سوار ہوکر نکلا کئی بار اُسنے چاہا کہ ہاتھی پر سے اپنے کو گرا کر خودکشی کرے مگر اسکی خواصی مین لومت راو آ بیٹھا تھا جسے دامن پکڑ لیا جب یہ خبر نانا صاحب کو پہنچی تو اُسے بیس خدمتگار مادھوراو کے پاس اپنی طرف سے متعین کر دیے کہ اسکو خودکشی نہ کرنے دیں۔ ایک روز تینگ اڑا رہا تھا کہ دفعۃً اچھلکر بام آیا اور گر گیا خدمتگار نے دھوتی پکڑلی جس کا کونا اسکے ہاتھ مین رہگیا۔ یہ حکایات حیدرآباد کی اردو کی تاریخ مین موجود ہے چنانچہ خورشید جاہی مین لکھا ہے کہ اسوقت مادھوراو خردسال تھا اور لہو ولعب پتنگ بازی میں مصروف رہتا تھا۔ مگر مجھے اس پر یہ اعتراض ہے کہ برائن راو کا بیان مادھوراو ۱۱۸۸ھ ہجری مین پیدا ہوا تھا اور مشیر الملک اعظم الامرا ۱۲۱۱ھ ہجری میں رہا ہوے ایسے وقت میں وہ خردسال نہین ہوسکتا۔

ہر صورت جب مادھوراو کے مرنے کی خبر مشتہر ہوئی تو اعظم الامرائے دولت راو سیندھیا کے ام جو پونا سے تین کوس پر مقیم تھا ایک خط لکھا جسکا مضمون یہ تھا کہ بالفعل ایسا حادثہ واقع ہوا ہے اور نانا پھڑنویس کا یہ ارادہ ہے کہ امرت راو کو گادی پر بٹھا دے اور اسکی حالت طفلی کی وجہ سے تمام امور کا خود مالک مختار بنے تم طاقتور ہو ایسا ہرگز نہ کرنے دو لہجے راو جس تیر کو بھیج گیا ہے اسکو مسند نشین کرانا چاہیے اس مین بہت سی متعلقین موجود ہین اور یہ خط لعل علی خان کو دیا کہ پاوں کی جوتی میں رکھکر پہنچا دے دولت راو کو یہ بات پسند آئی۔ لعل علی خان کو جواب تحریری دیکر رخصت کیا جب مادھوراو کے سوگ کے دن ختم ہوگئے تو نانا صاحب نے امرت راو کو مسند نشین کرنا اسوقت پونا کے ارکان دولت مین ایک فساد عظیم برپا ہوگیا نانا صاحب مجبور ہوکر باجی راو کے مسند نشین کرنے پر راضی ہوگیا اور اسکو پونا دھر سے لاکر شہر سے باہر ایک خیمے میں اتارا اور یہ قرار پایا کہ فلاں وقت اول سوائی کے مسند مین جاکر رسم قشقہ ادا کیا جائےگا بعد اسکے

سلہ یہ لکھا تاریخ گلزار آصفیہ میں ہے اور رشید الدین خانی میں پونا گڑھ ہے ۲

مسند پر بٹھایا جائے گا اور پرسرام بھاؤ کے مشورے سے دل مین یہ قرار دیا کہ جب باجے راؤ بھوانی
کے مندر مین پہنچکر قشقہ لگوا کر پالکی مین سوار ہو کر واپس ہو تو دو ہزار بھوئی (ہندو کہار۔ دھیمر)
اور پانچ ہزار عرب سوار تیار رہین اور اسکی پالکی کو دوش بدوش قلعہ جنیر مین پہنچا دین اور دوسرے
پانچہزار سوار عربون کے پیچھے اس لیے چلین کہ اگر کوئی روکنے کا ارادہ کرے تو اس سے جنگ کرین
تاکہ پالکی رک نہ سکے ابھی تک یہ تدبیر عمل مین نہ آئی تھی اور باجے راؤ خیمے مین ٹھہرا ہوا تھا اور پرسرام
اسکے پاس حاضر رہتا تھا ایک دن باجے راؤ نے پرسرام سے کہا کہ اگر مین راجہ ہو گیا تو تم کو تمام
ریاست پر اختیارات دیدونگا چنانچہ دونون نے قول و قسم سے باہم شرکت کرلی اور نانا صاحب
کے مشورے سے پرسرام بھاؤ نے باجے راو کو مطلع کر دیا اور سمجھا دیا کہ جب وہ تم کو بھوانی کے
مندر مین لیجانے کو کہے تو لطائف الحیل سے ٹال دینا۔ روز موعود آیا اور سارا انتظام ٹھیک ہو گیا
اور باجے راؤ کو سوار ہونے کو کہا تو اسنے اپنے مزاج کی ناسازی کا عذر کر دیا اب نانا صاحب سمجھ گیا
کہ یہ پرسرام کا کام ہے کہ اسنے باجے راو کو سب حال بتا دیا ہے۔ دولت راو بھی پونا کے پاس
آگیا تھا۔ ایک دن دولت سیندھیا سیر و شکار کے لیے سوار ہوا اور اس کا گذر اس باغ
کے پاس ہوا جس مین اعظم الامرا قید تھے چونکہ اسکے مصاحبون نے اعظم الامرا سے بہت سا
روپیہ کھایا تھا اس لیے وہ سب اسکے ہوا خواہ تھے اور اعظم الامرا کے بیٹے مالی میان کے
ایک گھوڑے کا جس کا نام ہمدم تھا بار ہا اسکے سامنے ذکر کر چکے تھے جو بے مثل تھا اسوقت
دولت راو سے ان لوگون نے کہا کہ آپ باغ مین چلین تو وہ گھوڑا دیکھین دولت راو جوانی
مین مخمور تھا اور اس گھوڑے کا بڑا مشتاق تھا باغ مین جانے سے اسنے تامل نہ کیا اعظم الامرا کی
افظت پر جو آدمی مقرر تھے سب نے سلامی دی اعظم الامرا نے استقبال کرکے مسند پر بٹھایا
گھوڑا ساز نقرئی کے ساتھ آراستہ کرکے دیدیا یہ خبر نانا صاحب کو پہنچی کہ دولت راو اعظم الامرا
ملنے گیا تھا وہ خود بیتاب ہو کر چلا آیا اور اعظم الامرا سے دریافت کیا کہ دولت راو یہان کیون
ا انھون نے جواب دیا کہ تمھارے اخباری حاضر تھے انھون نے سب حال کہا ہوگا نانا صاحب
ہ کہا کہ نواب صاحب جو واقعی حال ہو وہ سچ سچ کہدیجیے تاکہ تسکین خاطر ہو اعظم الامرا نے کہا کہ
ید کی بات نہین ہے مگر نانا صاحب کو یقین نہین آتا تھا اور یہی کہے جاتا تھا کہ آپ اصل
تا دیجیے تب اعظم الامرا نے کہا کہ نانا صاحب دولت راو کا بھید بتانے کی وہ شخص جرات
ہے جسکو اپنی زندگی وبال ہو نانا صاحب نے بہت سی قسمین کھائین کہ افشاے راز نہ کرونگا
لامرا نے کہا اس مین سے ایک بات تو یہ ہے اسپر دوسری باتون کو بھی قیاس کر لیجیے کہ
یہ کہ اب نانا صاحب گھبرایا اور کہا کہ نواب صاحب مجھے کیا کرنا چاہیے
میرے آپ

دوست ہیں جو کچھ میرے حق میں بہتر ہو وہ بتائیے کیونکہ اسوقت مخالفوں نے زور باندھ رکھا ہے اعظم الامرا نے کہا کہ آپ کے واسطے یہی بہتر ہے کہ قلعہ کوکن میں چلے جائیے اور وہاں سے سوال جواب کرتے رہیے اگر یہ لوگ تم سے پختہ وعدہ کرلیں اور تمہاری مرضی کے موافق کام کرنے کو تیار ہوں تو لوٹ آئیے ورنہ انگریزوں کے پاس چلے جائیے نانا صاحب نے کہا کہ بہتر ہے مگر آپ بھی میرے ساتھ رہیں غرضکہ نانا صاحب آدھی رات کے وقت دس ہزار عرب سواروں کے ساتھ جو خاص اسکے ملازم تھے کوکن کی طرف چلا گیا اور دو سو سواروں کو مقرر کیا کہ وہ اعظم الامرا کو سوار کرا لائیں اعظم الامرا نے اسی وقت دولت راؤ سیندھیا کے پاس رقعہ لعل علی خان کے ہاتھ بھیجا کہ نانا صاحب تو بھاگ گیا اور مجھے ساتھ رکھنے کے لیے سوار مقرر کر دیے ہیں اور وہ اس اندھیری رات میں تشدد کر رہے ہیں میں ٹال رہا ہوں فوراً بھیجکر مجھے بچا لیجیے اور پرسرام کی معرفت باجے راؤ کو اطلاع کرا دی دونوں نے جواب بھیجا کہ آپ اطمینان سے بیٹھے رہیں کوئی آپ کا کچھ نہیں کر سکتا اعظم الامرا نے سواروں کو لطائف الحیل میں رکھا کہ اتنے میں دن نکل آیا اور دولت راؤ سیندھیا خود سوار ہو کر آ گیا جو سوار لینے آئے تھے اسے دیکھکر بھاگ گئے اور اعظم الامرا کے چوکی پہرے اور پلٹن کے سپاہی نانا صاحب کی فراری کا حال سنکر پہلے ہی بھاگ گئے تھے دولت راؤ نے اعظم الامرا کے پاس آکر صلاح پوچھی کہ کیا کرنا چاہیے انھوں نے جواب دیا کہ نانا صاحب کا پیچھا کیجیے تاکہ وہ کوکن میں داخل ہونے نہ پائے اور خود فارغ البال ہو کر دولت راؤ اور پرسرام سے اجازت لیکر تبدیل آب و ہوا کے لیے اس باغ سے اٹھکر گھاسی رام کوتوال کے باغ میں مقام کیا اور تیس ہزار سوار عارضی طور پر نوکر رکھکر ایک کروڑ روپے متفرق طریق پر پونا کے ساہوکاروں سے قرض لے لیے جیسا کہ گلزار آصفیہ میں ہے مگر مجھے یہ بات غلط معلوم ہوتی ہے۔

سیندھیا نے نانا صاحب کا تعاقب کیا تو عربوں نے چاروں طرف سے گھیر کر اتنی بندوقیں ماریں کہ سیندھیا کا دست قدرت نانا پھڑنویس تک نہ پہنچ سکا اور وہ کوکن میں داخل ہو گیا اور سیندھیا لوٹ کر پونا کے باہر اترا۔

اس عرصے میں باجے راؤ اور پرسرام بھاؤ میں بھی اختلاف پیدا ہو گیا پرسرام نے ارادہ کیا کہ جنیر میں بھیجکر نانا پھڑنویس کو اپنا شریک کر کے اور انگریزوں سے اتفاق کر کے تینوں مل کر باجے راؤ کو خارج کر کے امرت راؤ کو پھر مسند نشین کر دیں اور باجے راؤ اور دولت راؤ کا کام درہم برہم کر دیں یہ خبر مفصل اعظم الامرا کو پہنچی انھوں نے دولت راؤ اور باجے راؤ کو خبر پہنچا دی دونوں ہوش ہو گئے اور کہا کہ تم اپنی جمعیت سے جو معمولی ہے اور کسی کے خیال میں نہیں آتی ہے پرسرام کو کہ جسکے ساتھ بڑی جمعیت ہے اور اسکی فوج پونا سے دو کوس پر پڑی ہوئی ہے گرفتار کر لو اعظم الامرا نے جواب دیا

کہ مین غریب الوطن بے دست وپا ہون میرے پاس جمعیت کہان ہے انھون نے کہا کہ تم
نواب صاحب سے سپاہ منگالو اور ان کو اپنی عرضی جلد ڈاک کے ذریعے سے بھیجدو تاکہ کوئی
اس بات کو نہ سمجھ سکے اعظم الامرا یہ بات سُنکر شادی مرگ ہونے کے قریب ہوگئے اور عرضی
نواب کے پاس روانہ کردی کہ فوج ادھر بھیجدین نواب نے بڑو پیک کو اعظم الامرا کے پاس بھیجا
کہ خود جاکر ان کا حال دیکھکر بیان آکر بیان کرے اور فوج کی تیاری شروع کی قاصد ڈھائی دن مین
حیدرآباد سے پونا پہنچگیا۔ اعظم الامرا نے تمام حال قاصد کے ہاتھ لکھ بھیجا۔ نواب نے عیسیٰ میان
المخاطب بمیران یار جنگ اور محمد سبحان خان اور موسیو پیرن فرانسیس کو تین ہزار سوار اور آٹھ ہزار
پیادگان کی پلٹن دیکر پونا کی طرف بھیجا اور انکے پیچھے ساٹھ ہزار پیادہ و سوار راجہ راو رنبھا جیونت
و سردار الملک گھانسے میان و مظفر الملک اسد علی خان وغیرہ امرا کے ہمراہ پونا کیطرف بھیجدیے
اور اسی لاکھ روپے اشرفیون اور ہن کی صورت مین روانہ کیے کہ وہ اس جمعیت کے خرچ مین
لائین جب میران یار جنگ و محمد سبحان خان کے تین ہزار سوارون کے ساتھ دریاے سیونا پہ
پہنچ جانے اور انکے پاس خرچ راہ نہ رہنے کی خبر اعظم الامرا کو ملی فوراً ایک لاکھ روپے کی ہنڈی قلعہ
اودسہ کے ساہوکارون کے نام اپنے دو ہرکارون کے ہاتھ بھیجدی۔ اعظم الامرا نے اس دن جس روز
ان کا داخلہ پونا مین ہوتا تیسرے پہر تک کھانا نہ کھایا تھا منتظر تھے کہ انکے آنے کے بعد ساتھ بیٹھ کر کھائین
اور دور سے انکی سواری کی گرد اڑنے کو دیکھنے کے لیے خیمے کے باہر کھڑے تھے جب یہ سوار پہنچگئے
تو دونون امیرون سے بغل گیر ہوے اور نواب کی خیریت مزاج دریافت کرکے کھانا نوش کیا
چند روز کے بعد موسیو پیرون آٹھ ہزار پیادگان پلٹن اور توپخانے کے ساتھ جا پہنچا اسکے بعد اعظم الامرا
نے دولت راو اور باجے راو کو کہلا بھیجا کہ حیدرآباد کی طرف سے سپاہ آگئی ہے انھون نے جواب دیا
کہ اپنی سپاہ سے کہیے کہ آدھی رات کے وقت شہر مین پرسرام کے مکان پہ جاکر اسے محصور کرلین
اعظم الامرا نے محمد سبحان خان و میران یار جنگ و موسیو پیرون کو حکم دیا کہ سوار اور پیادے شہر پونا مین
لیجاکر پرسرام کو پکڑلو انھون نے جاکر اسکے مکان کو گھیر لیا مگر وہ ایک گھوڑی پر بیٹھ کر اور اپنے پیچھے
امرت راو کو بٹھا کر مخفی نکل بھاگا اور اپنے بیٹے کے لشکر مین پہنچ گیا جب اسکے نکل جانے کا حال
محمد سبحان خان کو معلوم ہوا تو گھوڑے پر سوار ہوکر اس کا تعاقب کیا اور اسکے بیٹے کے
لشکر مین پہنچکر قتل شروع کیا تمام لشکر متحیر ہوگیا کہ یہ کیا ناگہانی آفت ہے اور سب جنیر کی طرف
بھاگ نکلے جب محمد سبحان خان نے یہ حال سنا کہ دو سوار گھوڑی پہ بیٹھے ہوے جنیر کی طرف
بھاگے جارہے ہین تو اسنے تعاقب کیا معلوم ہوا کہ جنیر کے دروازے پہ پہنچکر امرت راو تو
اندر گھس گیا اور پرسرام قضاے حاجت کے لیے باہر بیٹھا ہے اسکو پہنچکر پکڑلیا اب دوسرے

سوار بھی پہنچ گئے جب امرت راؤ کو یہ حال معلوم ہوا تو اسے قلعے سے نکلکر کہا کہ اچھا ہوا کہ حرام کو پکڑ لیا مجھے ناحق حیران کیا ہے۔ ایک ہاتھی پر اسکو بٹھا کر اور پرسرام کو مسلسل کر کے میانے میں سوار کرا کے پونا کو لوٹ آئے اور دونوں کو اعظم الامرا کے پاس پہنچا دیا۔ دولت راو اور لمجے راو خوش ہو گئے۔ اب اعظم الامرا کے پاس حیدرآباد کی تمام سپاہ جمع ہو گئی اور جسقدر سوار مخفی طور پر بھرتی کیے تھے وہ بھی علانیہ ہو گئے اور اعظم الامرا نے تکلف اور آزادی کے ساتھ دریائے سیونا کی طرف آنے جانے لگے۔

اعظم الامرا کی عرضیاں قید و بند کی حالت میں ممتازالامرا کے توسط سے نظام کے پاس پہنچا کرتی تھیں اور جواب بھی اسی کے ذریعے سے ملا کرتا تھا مہاراجہ شام راج برہمن اورنگ آباد برار بیجاپور اور حامدیس کے چاروں صوبوں کا سر دفتر تھا اور اعظم الامرا کی غیبت میں تمام کام اسکے سپرد تھے اس لیے وہ انکی رہائی نہیں چاہتا تھا۔ رگھوتم راو برہمن ساکن گنگا کھیڑ جو نظام کیطرف سے دربار پونا میں سفارت پر متعین تھا اسکے توسط سے پیشوا کا مدارالمہام نظام کو خط لکھا کرتا تھا اسی عرصے میں مہاراج شام راج نے جو خط سرداراں پونا کے پاس حیدرآباد سے بھیجے تھے کہ اعظم الامرا کے شر سے ڈرتے رہو یہ شخص بڑا مفسد ہے گرفتاری کے بعد اسکو آزادی دینا مصلحت کے خلاف ہے یہ تمام خط رگھوتم راو لیکر اعظم الامرا کے پاس پہنچا اور کہا کہ حیدرآباد سے آپ کے خلاف خط آئے ہیں اور جس آدمی نے خط لکھے ہیں اور جس کے پاس آئے ہیں مجھے اس کا حال معلوم ہے اعظم الامرا یہ امر سنکر متوحش ہوئے اور کہا کہ اسے یہاں کے سرداروں سے نہ ملنے دو بلکہ اسکو یہاں بلا لاؤ رگھوتم راو نے کہا کہ آپ اس شخص کے ساتھ کیا سلوک کرینگے اعظم الامرا نے جواب دیا کہ جس قابلیت اور جس قوم کا ہوگا ویسا ہی اسکے ساتھ سلوک کیا جائے گا رگھوتم راو نے کہا کہ وہ قابل ہے اور قوم سے برہمن تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم حیدرآباد بھیجکر اسکو حضور کی پیشکاری دلا دینگے اور کلام اللہ کی ضمانت دی اسوقت رگھوتم راؤ نے کہا کہ وہ میں ہوں اور تمام خط دکھا دیے آج سے اعظم الامرا نے رگھوتم راؤ کو لمجے راؤ اور دولت راو اور رگھوجی بھوسلہ کے اور اپنے درمیان سفیر بنا لیا۔ رگھوتم راو نے رگھوجی بھوسلہ کی ملاقات بھی اعظم الامرا سے کرا دی۔ چند دنوں کے بعد سرداراں مرہٹہ میں بڑا اختلاف پیدا ہو گیا اور اب سب نے ملکر سمجھ لیا کہ یہ سب کارسازی اعظم الامرا کی ہے اس لیے ان کا یہاں رکھنا نامناسب ہے حیدرآباد کو بھیجدیا چاہیے چنانچہ دولت راؤ و لمجے راو وغیرہ روسائے مرہٹہ نے اتفاق کر کے اعظم الامرا کو کہلا بھیجا کہ آپ حیدرآباد چلے جائیں نواب صاحب جو ہمارے دادا کی جگہ ہیں وہ آپ کو بلاتے ہیں اس لیے انکے پاس آپ کا رہنا مناسب ہے اب کوئی آپ کو یہاں روکنے والا نہیں ہے خوشی و خرمی کے ساتھ

ہم آپ کو اجازت دیتے ہین اعظم الامرا چلتے وقت اول بالجی راو سے ملے اسنے خلعت فاخرہ
اور جواہر وغیرہ دیا پھر دولت راو سیندھیا اور رگھوجی بھوسلہ سے ملے اور رخصت ہو کر دریاے
سیونا کے کنارے پہنچے تھے کہ نانا پھڑنویس کا قاصد خط لایا جس مین لکھا تھا کہ آپ نے اپنے
مقصود کے لیے محکوبے نیل مرام قلعۂ کوکن مین بھیجدیا اور خود حیدرآباد کو جاتے ہین بہتر یہ ہوگا
کہ باجی راؤ کو مسند نشین پونا کرا کے مجھے اسکی مدار المہامی دلا دیجیے اس عنایت کے شکریہ مین
ایک کروڑ روپیہ نقد خرچ راہ کے لیے پیش کرون گا اور کھڑلہ کی مہم کی بابت جو تین کروڑ روپے
کی دستاویز ریاست حیدرآباد کی طرف سے لکھی ہوئی ہے وہ مسترد کردون گا اور دولت آباد
کا قلعہ خالی کردون گا اور چوتھ کے حق کی معافی کی سند تحریر کردون گا یہ سب لیکر حیدرآباد کو جائیے
اعظم الامرا پونا کو لوٹے اور تمام امراے مرہٹہ کو سمجھا کر نانا صاحب کو کوکن سے بلا لیا یہ امرا صرف
اس بات سے اس سے ناراض تھے کہ وہ باجی راو کی حکومت کو ناپسند کرتا تھا جب اس نے
یہ بات مان لی تو سب راضی ہوگئے اور نانا صاحب کو بخوشی بلا لیا جب نانا صاحب پونا مین
داخل ہوگیا تو اعظم الامرا خود اسکو اپنے ہمراہ باجی راو کے پاس لے گئے اور صفائی کرادی جب
تینون سردار باہم راضی ہوگئے تو اچھے مہورت مین باجی راو کو مسند ریاست پر بٹھا کر اعظم الامرا
نے نواب کی جانب سے اسکی پیشانی پر تلک لگایا نانا صاحب نے اپنے وعدے کو پورا کیا کل
تین کروڑ روپے کا تمسک اور قلعہ دولت آباد کی سند اور معافی چوتھ کی سند کا کاغذ اعظم الامرا
کے حوالے کرکے حیدرآباد کی طرف روانہ کیا اور ساہوکاران پونا کے قرضے کے کروڑ روپے کی
کفالت بھی نانا صاحب نے کرلی۔ اعظم الامرا شادان و فرحان بڑی بڑی منزلین کرتے ہوے
حیدرآباد کی طرف آئے۔

یہ جو کچھ روپے کے متعلق گلزار آصفیہ مین لکھا ہے اس مین بہت مبالغہ ہے اور تین کروڑ روپے
کے تمسک کا بیان بھی لغو معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ ایک کروڑ روپے صلح کے بعد دولت آصفیہ
ادا کرچکی تھی اور بعد کو بھی کچھ دیا ہوگا اور نانا صاحب تھے بھی بڑے دریادل اور ارب پتی کہ باتون
باتون مین پونا کے ساہوکارون کے کروڑ روپے کی بھی کفالت کرلیتے ایسی غلط بخشیان تو بوستان خیال
اور امیر حمزہ کی داستان مین لکھے جانے کے قابل تھین مرہٹون کا تو یہ حال تھا کہ دمڑی نہ تھے
چمڑی دیدیتے۔

اعظم الامرا کی رہائی کے متعلق غلام امام خان ترین نے کہ جسنے ریاست حیدرآباد کی دو تالیفین
تالیف کی ہین اور دونون میرے کام مین ہین رشید الدین خانی کے صفحہ ۱۴۳ مین لکھا ہے کہ اعظم الامرا
نے پونا مین ایسی موافقت بہم پہنچائی کہ حسن تدبیر سے چوتھ صوبہ محمد آباد بیدر کی گذاشت کی سند

لیکر حیدرآباد کو چلے جانے کی اجازت حاصل کرلی اور خورشید جاہی کے صفحہ ۱۴۴ میں اس واقعے کو بہت تفصیل سے تحریر کیا ہے چنانچہ اس میں کہا ہے کہ اعظم الامرا پونا میں چالیس آدمیوں کے ساتھ ایک چھوٹے سے ویران مکان میں محبوس تھے مادھو راؤ الملقب بہ پنڈت پردھان جب مرگیا اور باجی راؤ پسر کلاں رگھناتھ راؤ گادی پر بیٹھا اور نانا پھڑنویس باہمی شکر رنجیوں و سازشوں کے خوف سے بمبئی کو انگریزی عملداری میں بھاگ گیا جب مدبروں سے میدان خالی ہوگیا تو مشیر الملک نے دولت راؤ سیندھیا سے کہ نوجوان ناتجربہ کار تھا بابت اخلاص مستحکم کی یہاں تک الفت بڑھی کہ اسنے ان کو رہا کردیا اور بیڑ اور اندور اور بودن وغیرہ محالات کے کاغذات جو محاصرہ کھرڈلہ کے زمانے میں جاتے رہے تھے اور سند معافی رقم چوتھ صوبہ محمد آباد بیدر کی بھی دولت راؤ سیندھیا کی معرفت پیشوا کی سرکار سے مشیر الملک نے مسترد کرالی اور اب مردمان ہمراہی و سواری و خدم و حشم کے انتظار میں تھے جب نواب کی فوج محمد سبحان خاں وغیرہ کی سرکردگی میں پونا کے قریب اس سے چالیس پچاس کوس کے فاصلے پر جمع ہوئی تو مشیر الملک نے دولت راؤ سے کہا کہ نواب سے جاکر ملنے کی اجازت چند روز کے لیے دیجیے ان سے مل کر اور بقیہ روپوں کی بات چیت کر کے لوٹ آؤں گا اور اس طرح اجازت حاصل کر کے پونا سے نکلے اور حیدرآباد کی طرف اس انبوہ کثیر کے ساتھ آئے ان دنوں نواب صاحب تہنیت گرعرف لالہ گوڑہ میں مقیم تھے جب اعظم الامرا مشیر الملک تاریخ ۲ ماہ ذیحجہ سنہ ۱۲ ہجری کو پونا سے آکر گولکنڈے کی عیدگاہ کے میدان میں پہنچے تو نواب بھی گولکنڈے میں آگئے اور مشیر الملک کو یہاں طلب کر کے ملاقات کی نوازنے دستور انکو اپنی وزارت کا عہدہ دیا اور خطاب اعظم الامرا ارسطو جاہ مشیر الملک غلام سید خان بہادر سہراب جنگ فرزند ارجمند وکیل مطلق مختار دولت آصفیہ بخشا اور علاوہ خطاب کے ہشت ہزاری ذات و ہشت ہزار سوار کا منصب اور ماہی مراتب اور مورچھل طاؤسی عطا کیا اور ۱۱ رجب سنہ ۱۲ ہجری کو حویلی شمشیر جنگ جو چک لدہ میں تھی انکی سکونت کے لیے تجویز کی اور اس وقت تک خلوت مبارک میں رکھا جو امرا مشیر الملک سے مخالفت رکھتے تھے وہ دلوں میں جل مرے چنانچہ علی یار خاں داروغہ عمارت خانہ نے رہبری کر جان دی اور جو مشیر الملک کی رفاقت و خیر خواہی میں سرگرم تھے انکو ترقیاں حاصل ہوئیں چنانچہ ان میں سے حامد خاں ساکن بیڑ کو رفیق یار جنگ کا خطاب اور سواروں کا رسالہ ملا اور محمد اسماعیل و محمد حفیظ سکنائے قصبہ بودن مسمیٰ بہ اسماعیل یار جنگ و حفیظ یار جنگ ملے گئے محمد اسماعیل کو میر منشی گری کی خدمت ملی اور محمد حفیظ عرض بیگی قرار پایا اور رگھوتم راؤ کو راجہ اندر کا خطاب ملا اور تمام کاروبار مالی و ملکی

متعلقہ دیوانی اسکے سپرد ہوے اور ممتاز الامرا باوجودیکہ مشیر الملک کی عرضیان نواب نظام علیخان کو سنایا کرتا تھا اپنی خیر خواہی کا اس غریب کو یہ ثمرہ ملا کہ شہر بدر کرایا گیا نواب سے دور ہوکر موضع کلانی کو کہ اسکی جاگیر تھی چلا گیا اور دنیا کے کامون سے ایسا افسردہ خاطر ہوا کہ ترک لباس کرکے درویشی اختیار کرلی۔ سردار الملک معروف بہ گھانسے میان و محمد عظیم خان پر یہ تہمت عائد کی کہ کھڑلہ کے سفر مین مرہٹون سے متفق تھے اور نواب کے باغی بیٹے عالی جاہ سے سازش رکھتے تھے میر نظام علی خان نے دونون کو قید کرنے کا حکم دیا لیکن سردار الملک کو امجد الملک کی بہن بیاہی تھی اور امجد الملک سے سردار الملک کی بہن منسوب تھی وہ اس سفارش سے بچ گیا اور یہ بلا میرن صاحب کے سر آئی کہ وہ سردار الملک کی فوج کا بخشی تھا تمام فتنہ و فساد کا بانی وہی سمجھا گیا اس لیے قید ہوا اور محمد عظیم خان امجد الملک کی ناموافقت سے قلعہ گولکنڈہ مین قید کیا گیا۔ اسوقت مہدوی پٹھان دلدار خان پٹھان نے جو امجد الملک کے رفقا سے تھا نواب صاحب سے عرض کیا کہ محمد عظیم خان کے پاس بہت سا مال و اسباب جمع ہے جب حویلی کی ضبطی کی گئی اور دیہات پر ریاست کا قبضہ ہوا تو اس قدر مال نہ نکلا جس قدر کی اسنے مخبری کی تھی اس لیے مواخذہ اس کا جمعدار مذکور پر ہوا آخر کار امجد الملک کی سفارش سے نجات حاصل کی اور محمد عظیم خان کو بھی رہا کرکے مشیر الملک نے نواب صاحب کے توشے خانے کی داروغگی دلادی۔ اس عرصے مین میر امام نام ایک شخص جو چندے زمینداران کرناٹک کی رفاقت مین رہا تھا حیدر آباد کے ملک جنوبی پرگنہ مین لوٹ مار کرنے لگا اسکی غارتگری کا اثر بلدے سے تین کوس تک آپہنچا تھا سردار الملک اسکو گرفتار کرلایا نامبردہ چندے قید مین رہ کر مکر و دغا سے نکل بھاگا اور مدۃ العمر کرناٹک کے اطراف مین جنگلون اور ویرانون مین بسر کرتا رہا۔

ظفر الدولہ کے بیٹے احتشام جنگ نے قلت معاش سے تنگ آکر پونا کا ارادہ کیا اور رخصت ہوکر چار منزل تک گیا تھا کہ دلدار خان جمعدار مہدویہ کے سوارون نے اثنائے راہ گلبرگہ مین اسکو قتل کرڈالا کیونکہ اسکے باپ نے قوم مہدویہ کو قتل کرایا تھا احتشام جنگ کی لاش قلعہ بیدر کے متصل شاہ ولی اللہ بت شکن کی درگاہ مین مدفون ہوئی۔ راجہ شام راج سے مشیر الملک کے دل مین کدورت تھی اس لیے اسنے اندیشہ مند ہوکر رخصت پرستش بت خانہ دکن کی حاصل کی جب وہان سے فارغ ہوکر مراجعت کی تو اثنائے راہ مین حکم پہنچا کہ اپنی جاگیر کرڈکھیڑ مین رہا کرے خورشید جاہی مین لکھا ہے کہ مرہٹون خصوصًا دولت راو سیندھیا کی طرف سے ارسطو جاہ کو متواتر پیغام آتے رہے کہ تم چندروز مین واپس آنے کا وعدہ کرکے گئے تھے اب تک نہ آئے نہ تین کروڑ روپے کی رقم پوری کی اب جلد واپس آؤ اور تین کروڑ روپے پورے کرو مشیر الملک

لیت و لعل کر رہے تھے اور مرہٹوں کے استیصال کی فکر میں تھے مگر یہ کام انکی اور نظام کی طاقت سے دور تھا اور انگریزی ملک چیاپٹن سے آئی نسبت موجودگی سلطان ٹیپو کے متعدد تھی اس قول سے تاریخ گلزار آصفیہ کے بیان کی بخوبی تکذیب ہوتی ہے جسکو ہم اوپر بھی استعجاب ظاہر کر آئے ہیں۔

انگریزوں سے لڑنے کے لیے سلطان ٹیپو کا نظام کو اپنی طرفداری پر آمادہ کرنے مین کامیاب نہونا

ٹیپو سلطان نے نواب صاحب کو انگریزوں کے خلاف ایک جہاد عام میں شرکت کی دعوت دی اور ایک طویل خط لکھا جس مین قرآن و حدیث کا حوالہ دیکر نواب کو اس فریضۂ دینی کی طرف توجہ دلائی گئی تھی کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ملکر ان ممالک کو کفار سے واپس لیں جو پہلے دارالاسلام میں رہ چکے ہین ایک طرف ان باتوں کا اور دوسری طرف انگریزی فوج کی سابق مدد نہ دینے کا نظام پر یہ اثر ہوا کہ انھوں نے کمپنی کی فوج کو واپس بھیجدیا قریب تھا کہ انگریزی کمپنی سے نظام کے تعلقات منقطع ہو جائین مگر مین وقت پر نظام اور ٹیپو کے درمیان کرنول کا جھگڑا اٹھ کھڑا ہو گیا اور میر عالم نے بڑے وثوق کے ساتھ نظام کو یقین دلادیا کہ ٹیپو نے کرنول پر قبضہ کرنے کا پورا سامان کر لیا ہے ریاست کی خوش قسمتی سے اس زمانہ مین مشیر الملک بھی پونا سے چھوٹ کر آ گئے اور انھوں نے بھی ریاست کی ناؤ کو ڈوبنے سے بچا لیا۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ٹیپو کے سفیر نامراد واپس گئے اگر ریاست حیدرآباد بھی اسکی شرکت کر لیتی تو نواب نظام کی کم قوت پر نظر کرکے ایسا یقین ہوتا ہے کہ اس ریاست کی بھی خیر تھی

کرنل کرک پیٹرک کی کوشش سے نظام اور انگریزوں مین اتحاد پیدا ہونا

مرہٹوں سے نواب نظام علی خاں بہادر کی جنگ کے موقع پر انگریزوں نے جو نظام کی مدد کے لیے فوج نہیں بھیجی تھی اس وجہ سے نواب موصوف انگریزوں سے برہم و دلشکن ہو گئے تھے حصہ دوم مختصر تاریخ اہل ہند مصنفہ ڈاکٹر ہنٹر کے ترجمے کے صفحہ ۱۵۴ میں لکھا ہے کہ جب لارڈ ولزلی ہندوستان کی انگریزی کمپنی کے گورنر جنرل ہوکر آئے تو وہ سب سے اول جنوبی ہند کے ضعیف ترین یعنی نظام حیدرآباد کی طرف متوجہ ہوئے اور ایسی حکمت عملی کی چال چلے کہ جسکی نسبت رقابت کا خیال تھا اسکو حکم بردار دوست بنا لیا فرانسیسی افسروں

توڑ دی گئین گورنر جنرل نے کرنیل کرک پٹریک کو حیدرآباد کا رزیڈنٹ بنا کر بھیجا اس شخص کی ہوشیاری اور چالبازی اور نظام علی خان کی مہربانی اور خلوص سے بڑے عمدہ نتائج کمپنی کے حق مین پیدا ہوے اسنے حیدرآباد پہنچکر اس مصلحت کو کہ نواب کے دربار مین انگریزی اثر کو بڑھاے اور فرانسیسون کی قوت کو توڑ دے جس عمدگی سے انجام دیا اور جس مضبوطی سے حیدرآباد مین انگریزون کے قدم جماے اسکے ثبوت کے لیے حیدرآباد مین موجودہ انگریزی تسلط کافی ہے نواب نظام علی خان کو کرنیل مذکور نے اتنا خوش کر لیا تھا کہ وہ اسکو **فرزند محبت پیوند** کہتے تھے اور نواب ممدوح نے **حشمت جنگ** اسکو خطاب دیا تھا۔

اسی رزیڈنٹ کے زمانے مین حیدرآباد کی موجودہ رزیڈنسی کی عمارت تعمیر ہوئی ورنہ اسکے پہلے رزیڈنٹ کے رہنے کا مقام سکندرآباد تھا موسیو ریمون جسنے نظام کی سپاہ کا عمدہ انتظام کیا تھا ۱۷۹۵ع کے موسم بہار مین اسکی بہار عمر پر خزان آگئی اسکی قبر ہیگم پیٹھ (نزد حیدرآباد) مین ہے ریمون کا نام ابتک زندہ ہے حیدرآباد کی بے قاعدہ فوج کو میسرم کہا جاتا ہے یہ حقیقت مین موسیو ریمون کی بگڑی ہوئی صورت ہے اسوقت اسکی جگہ پیرون فرانسیسی ایک دلاور سپہ سالار مقرر ہوا تھا اسکو انگریزون سے دلی نفرت تھی یہ سپاہ نظام کے لشکر کی جان تھی۔ اب لارڈ ولزلی نے خیال کیا کہ ٹیپو سلطان سے لڑائی یقینی ہونے والی ہے اگر اس مین نظام کے اس لشکر کو امداد کے لیے نظام کی طرف سے لے جاؤنگا تو وہ ضرور میدان جنگ مین دغا دے گا اور سلطان کے لشکر سے جا ملے گا کیونکہ فرانسیسی افسرون سے اس کا دوستانہ ارتباط و اختلاط ہے اور اگر اسکو پیچھے چھوڑ جاؤنگا تو اسکی خبر گیری کے واسطے ایک لشکر کثیر متعین کرنا پڑے گا اور اگر نظام کا یہ لشکر ٹوٹ کر والی میسور یا سیندھیا کے پاس چلا گیا تو نظام اور پیشوا کا کام تمام ہو جاے گا اور پھر فرانسیسون کو وہ قوت اور سطوت حاصل ہو جاے گی کہ دکن اور ہندوستان کو اپنے ساتھ ملا کر سرکار کمپنی کے ملک پر اپنی دست درازیان شروع کرین تو تعجب نہین پس اول کام یہ ہے کہ حیدرآباد سے اس فرانسیسی سپاہ کو غائب کیجیے۔ اندنون نظام کے مدارالمہام مشیرالملک تھے وہ مرہٹون کے ہان جس زمانے مین قید رہے تھے اس عرصے مین فرانسیسی نظام کے سر پر بہت چڑھ گئے تھے اس شخص کا دل فرانسیسون سے پھٹتا چلا تھا انھون نے وہ زمین جو اس سپاہ کے خرچ کے لیے معین تھی اپنے قبضے مین لے لی اور بار بار رزیڈنٹ کرک پیٹرک سے کہا کہ انگریزی سپاہ آجاے تو ان فرانسیسون کے عذاب سے جان چھوٹ جاے یہ درخواست لارڈ ولزلی کے ماقبل گورنر جنرل سرجان شور سے بھی رزیڈنٹ کنوی کی معرفت نظام نے کی تھی مگر انھون نے انکار کر دیا تھا سرجان شور کی اس غلط فہمی اور ناعاملہ دانی کو لارڈ ولزلی

نے درست کیا چونکہ ٹیپو سلطان کا خوف غالب تھا اور پونا سے واپس آنا اعظم الامرا کا انگریزوں کے لیے بھی مفید تھا لہذا انگریزوں کو حیدرآباد سے اتفاق کرنے کی ضرورت پیش آئی اور یکم ستمبر ۱۷۹۸ء مطابق ۱۹ ربیع الاول ۱۲۱۳ ہجری کو ایک عہدنامہ ڈیلیوا کرک پیٹرک کی معرفت لکھا گیا جسکے موجب کمپنی کی اگلی فوج پر اور فوج بڑھانا قرار پایا اب اس فوج اور اگلی فوج کو ملا کر چھ پلٹنیں تھیں پلٹن ہزار جوان اور ایک رجمنٹ پانسو سواروں کا اور توپخانہ اور سامان ضروری جمع ہو گیا اس عہدنامے میں دس شرطیں تھیں اول پانچ شرطیں تو خرچ سپاہ کے باب میں تھیں کہ ساٹھ ہزار سات سو تیرہ روپے ماہوار جو انگریزی سپاہ کے خرچ کے لیے پہلے سے مقرر تھے اب انکی جگہ دو لاکھ ایک ہزار چار سو پچیس روپے ماہوار مقرر کیے جائیں اور کل چھ ہزار سپاہ رکھی جائے جسکی سالانہ تنخواہ ۲۴ لاکھ سترہ ہزار ایک سو روپیہ تین تین ماہ کی چار قسطوں میں نواب کے خزانے سے دیا قرار پایا اور یہ بھی وعدہ ہوا کہ اگر اتفاقاً کسی قسط میں تعلل ہوگا تو بیدرنگ فی الساعت اس روپیہ کش میں جو ہوگا جو نواب کو شمالی سرکاروں کی بابت دیا جاتا ہے اور اگر کبھی ایسا ہو کہ بالکل زر اقساط ادا نہو تو اس رقم کے واسطے اس قدر آمدنی کا علاقہ نواب کو سپرد کرنا ہوگا چھٹی شرط یہ تھی کہ جس وقت انگریزی لشکر حیدرآباد میں پہنچے تو تمام فرانسیسی افسر اور سارجنٹ موقوف کیے جائیں انکی سپاہ دیسی منتشر اور پراگندہ کر دی جائے اور کوئی نشان انکے پہلے کارخانوں کا باقی نہ رہے اور نظام کے تمام ملک میں کوئی فرانسیسی نہ رہنے پائے کوئی اہل یورپ بغیر اجازت سرکار کمپنی کے نہ ان کا ملازم ہو نہ انکے ملک میں سکونت اختیار کرے اس وقت سے یہ جملہ عہدنامے میں جو ہندوستانی ریاستوں کے ساتھ ہوا داخل کیا جاتا باقی شرائط یہ تھیں کہ نظام کو مرہٹوں کے ناجائز مطالبوں سے انگریز محفوظ رکھیں گے۔

تاریخ ہندوستان میں مولوی ذکاء اللہ لکھتے ہیں کہ نظام کا یہ حال تھا کہ وہ اپنی ۶۵ برس کی عمر میں وہ ہوش و عقل رکھتے تھے جو انکے باپ کے سو برس کی عمر میں عقل و ہوش تھے ان کو ایسی شرائط کے منظور کرنے میں تامل ہوا کہ اس قوم کو جسکو اپنی ریاست کی ابتدا سے برسر عروج دیکھا ہو اسکو یوں نکال دیں جاں میں سیکڑوں خوف ہوں مدارالمہام کے دل میں سو سو وسوسے آتے تھے کہ معلوم نہیں کیا ہو جائے مگر آخر کو مدارالمہام نے نظام کو سمجھایا کہ انکی ریاست بالکل بے حفاظت ہے اس لیے بہتر ہے کہ اس قوم کے ساتھ اتحاد پیدا کیجیے کہ جو اپنے عہد میں ایفا دار اور وعدے میں استوار ہو یہ حالت اچھی نہیں کہ ہمیشہ مرہٹوں کی دست اندازی اور سلطان ٹیپو کی ترکتازی کے خوف اور اندیشے میں رہے غرض اس مدارالمہام نے جوں توں کر کے نظام سے عہدنامے پر دستخط کرا لیے۔

اب موافق عہدنامہ جدید کے مدراس سے چار پلٹنین مع توپخانون کے حیدر آباد کی طرف چلین اس وقت کمپنی کے پاس اس قدر روپیہ نہ تھا کہ وہ اس سپاہ کے رستے کے خرچ کی متحمل ہواس لیے لارڈ ولزلی نے اپنی ضمانت سے روپیہ قرض لیکر اسکو بھیجا اور وہ لشکر ۱۰ اکتوبر ۱۷۹۸ء کو حیدر آباد مین پہنچا اور کسی کو یہ نہ کھلا کہ کس مطلب کے لیے وہ آیا ہے یہان آکر اس کو یہ دقتین پیش آئین کہ نور وز تک برابر سازشین اور حکمتین اس واسطے ہوتی رہین کہ شرائط معاہدہ پوری نہ کی جائین اور فرانسیسی نہ نکالے جائین نظام اور مدارالمہام دونون سہمے جاتے تھے اور ڈھل مل ہورہے تھے فقط ان کو یہی خوف نہ تھا کہ انگریزون اور فرانسیسون مین ہنگامہ کارزار گرم ہوجاے بلکہ یہ ڈر تھا کہ آخر کار جانب غالب کی اطاعت نہ اختیار کرنی پڑے نظام تو اپنے خوف سے گولکنڈے کے نواح مین چلے گئے اب انگریزی رزیڈنٹ نے مدارالمہام کو سمجھایا کہ ایفاے عہد مین بہت توقف نہ کیجیے اگر اس نقض عہد کا کوئی نتیجہ بد ظہور مین آے گا تو اسکی جواب دہی نظام کے ذمے ہوگی۔ اس سپاہ کثیر کی توقیر انگریزون کی نظرون مین ایسی حقیر ہوگئی تھی کہ کرنیل روبرٹس جو انگریزی سپاہ کا افسر اعلی تھا وہ اپنی سپاہ قلیل سے ہی اس جھگڑے کا فیصلہ پہلے اس سے کرنا چاہتا تھا کہ نظام کے سوار اس سے آکر ملے ان سوارون کو حکم ہوا تھا کہ وہ انگریزی لشکر کی کمک کرین مگر انکی فرانسیسون سے سازش تھی اسلیے کرنیل موصوف انکی شرکت کو پسند نہین کرتا تھا کہ کہین دوستی کے لباس مین دشمنی نہ کرین آخر کو وزیر کے فہم مین آگیا کہ ایفاے عہد مین وہ اندیشہ نظام کے لیے نہین ہے جو عہد شکنی مین اس لیے اشتہار دیدیا گیا کہ افسر فرانسیسی نظام کی خدمت سے موقوف کیے گئے کوئی سپاہی انکے حکم کو نہ مانے اچانک جو یہ حکم آیا تو تمام افسر و سپاہی عالم تحیر مین تھے کہ آناً فاناً مین سمان کیسا پلٹ گیا اور کیا تھا کیا ہوگیا اب انگریزی سپاہ اور نظام کے سوارون نے فرانسیسی لشکر کو اسکے کیمپ مین جا گھیرا جہان انکے اختیار مین تھا کہ اگر فرانسیسی کچھ چخ لائین تو انکے تمام سامان حرب و ضرب اور غلے کو آگ لگادین فرانسیسون کا افسر موسیو پیرون تھا اسنے رزیڈنٹ کرک پٹریک کے پاس اپنا پیغام بھیجا کہ مین اور میرے ہمراہی افسر اپنے تئین انگریزون کے حوالے کرنے کے لیے موجود ہین اور آپ کی ذات سے مجکو قوی امید ہے کہ ہم سب کے ساتھ اس مدارات اور لطف سے پیش آئینگے جو شایستہ قومون مین مروج ہے۔ مگر سپاہی جنکی تنخواہین مدتون کی چڑھی ہوئی تھین برسر بغاوت ہوے اور انھون نے اپنے افسرون کو قید کردیا یہ افسر بڑی مشکل اور دشواری سے انکی قید سے نکلکر رات کو انگریزی خیمون مین پہنچے۔ مالکم صاحب ایک نوجوان ہوشیار افسر تھا اور اسکے کامون کی شہرت ہوتی جاتی تھی وہ اس ہندوستانی سپاہ کے سمجھانے کے لیے

اور یہ کہنے کے لیے بھیجا گیا کہ چڑھی ہوئی تنخواہ سب سپاہی اپنی لے لین اسے اس بیدار مغزی اور دانشمندی سے کام سرانجام دیا کہ چودہ ہزار آدمی جو قواعد جانتے تھے اور بھاری توپخانے سے مسلح تھے اور سب سامان حرب وضرب تیار رکھتے تھے انھون نے اسکے سامنے ہتیار رکھدیے اور کسی کی نکسیر بھی نہ پھوٹی۔ اس کام کو دیکھکر سارے ہندوستانی رئیسون کی عقل دنگ رہ گئی اور وہ خیال اُن کے دل سے کافور ہوگیا کہ سرکار کمپنی کی شوکت ودولت مین ضعف آتا جاتا ہے

نظام اور انگریزون کی ٹیپو سلطان پر چڑھائی اور ٹیپو کی تباہی

سلطان ٹیپو والی میسور کو گورنمنٹ کمپنی کا اپنا کرلینا چندان آسان نہ تھا اسکے دل مین بھر آیا کہ انگریزون کو ہندوستان سے نکالدون۔ اور لارڈ ولزلی گورنر جنرل کو یہ معلوم ہوا کہ سلطان نے وہ سارے عہد وپیمان جو سرکار کمپنی کے ساتھ کیے تھے توڑ ڈالے ہر کام سے اسکی ہوائی بدعہدی ٹپکی پڑتی تھی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان نے ڈیوبو نام ایک فرانسیسی افسر کو ڈیج کے علاقہ ترنکوبار سے پیرس کو روانہ کیا ہے اور درخواست بھیجی ہے کہ دس پندرہ ہزار سپاہ انگریزون کو ہندوستان سے نکالنے کے لیے بھیجدو اور اس کا سارا خرچ مین دونگا اور زمان شاہ سے سازش کرنی شروع کی اور لکھا کہ دریاے سندھ سے پار اُتر کر آؤ اور کفار ومشرکین پر جہاد کرو خدا کے فضل وکرم سے آپ کے غازیون کی شمشیر تیز کے آگے انگریز لقمہ ہونگے اسوجہ سے لارڈ ولزلی نے جو بعد مین ڈیوک آف ولنگٹن ہوگئے اسکی سرکوبی پر کمر باندھی اور عزم مصمم کرلیا کہ ایک ہی لڑائی میں سلطان کا کام ختم کیجیے اور دارالحکومت سری رنگ پٹن کو لے لیجیے چنانچہ انھون نے ۳ فروری ۱۷۹۹ء کو حکم دیدیا کہ جنرل ہیرس کے ساتھ انگریزی سپاہ اور نظام کی سپاہ فوراً میسور کو چلی جائے چنانچہ ایک لشکر ۲۰۸۰۲ سپاہیون کا آراستہ وپیراستہ ویلور مین ہوا اس مین ۶ ہزار گورے تھے اور ۴ توپین قلعہ شکن اور ۶ ۴ توپین میدانی تھین اور پھر اسپر نظام کے لشکر کا اضافہ ہوا نظام کی فوج کی روانگی میر عالم کی سرکردگی میں تجویز ہوئی تھی جو اِن دنون سخت مرض فساد خون میں مبتلا تھے اور اس سفر طویل کے وقوع سے بار خاطر تھے اکثر کہتے تھے کہ مشیر الملک نے میرے مرجانے کی تدبیر نکالی ہے جب یہ حال مشیر الملک کو معلوم ہوا تو انکی حویلی پر جا کر تشفی کی میر عالم روانہ منزل مقصود ہوے اور صحیح وسالم انگریزی فوج سے جاملے۔ نظام کی فوج میں دس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے تھے اور ان پیادون مین ۳۶۰۰ سپاہی تھے جنکو ریمنڈ فرانسیسی نے قواعد سکھائی تھی اور اس سپاہ کے افسر کرنل ولزلی اور کپتان مالکم تھے اس لیے اکی دفعہ نظام کا لشکر حقیقت مین لشکر تھا لارڈ کارنوالس کے عہد کی طرح نام کا

لشکر نہ تھا اس فوج کا نام نظام کنٹنجنٹ تھا پہلے پہل ان لوگون کو لڑائی پر لیجانے مین دقت واقع ہوئی کیونکہ وہ کچھ بگڑے ہوے تھے لیکن کپتان مالکم نے جو بعد کو سر جان مالکم ہوگیا بہت جلد انھین فرمانبردار بنالیا یہ اسوقت حیدرآباد مین اسسٹنٹ رزیڈنٹ تھا اور اسوقت میر عالم کی درخواست سے اس مہم مین شریک ہوا تھا انکی ناراضگی کا باعث یہ تھا کہ بعض لوگون نے ان مین بیدلی اور ناراضی پھیلادی تھی۔

لارڈ ولزلی سلطان کو ایسا بے حقیقت جانتے تھے کہ انھون نے اس لشکر کو یہ حکم دیدیا کہ وہ سری رنگ پٹن کو سیدھا جاے اور اسکی کچھ پروانہ کرے کہ بیچ مین سلطان کے قلعے نہایت مستحکم اسکے پیچھے بے فتح کیے رہ جائینگے۔ جنرل ہیرس کی سپاہ نے مع لشکر نظام کے ۹ مارچ کو ٹیپو کی سرحد پر قدم رکھا اسکے ساتھ قلعہ شکن توپین بھاری بھاری اور بہیر و بنگاہ بہت کچھ تھی نظام کے لشکر کا سامان بہت تھا بنجارون کی بھیڑ بھاڑ جدا تھی بنگلور پر جنرل ہیرس کا لشکر ۱۵ مارچ کو پہنچا تھا۔ لشکر یہان سے سری رنگ پٹن کی طرف بڑھا اور جرنیل وہ راہ چھوڑ کر جسکو سلطان نے بالکل برباد اور ویران کردیا تھا دوسرے راستے سے کاویری سے سوسلا پر پایاب اُترآیا یہ مقام مشرق مین سری رنگ پٹن سے پندرہ میل پر تھا۔ انگریزی سپاہ ایک مہینہ سلطان کی عملداری مین سفر کرکے ۵۔ اپریل کو دارالسلطنت کے محاصرے کے مقام پر پہنچی جب پے درپے حملے شہر پر ہوے تو سلطان نے جرنیل ہیرس کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اسنے ایسی کڑی شرائط صلح پیش کین کہ سلطان سنکر خاموش ہوگیا انگریزی لشکر نے چارون طرف کے مورچون سے قلعے پر گولون کا مینھ برسانا شروع کیا یہان تک کہ ۲۴۔ اپریل کو فصیل سے ڈھائی سوگز کا فاصلہ باقی رہ گیا لارڈ ولزلی نے اپنے لشکر کی کامیابی کو دیکھ کر یہی ارادہ کرلیا تھا کہ سلطان کا بالکل نام و نشان مٹادے ۳ مئی کو فصیل کو اتنا توڑ دیا کہ لشکر اسکے اندر چلا جاے ۴ مئی کو لشکر مورچون مین تیار ہوا ٹھیک دوپہر کو ایک بجے لشکر نے حرکت کی اور سارا لشکر چڑھ گیا مشرقی دروازے پر سلطان کے جان نثار سپاہیون نے جان نثاری کی سلطان کے پہلو مین ایک گولی آکر لگی اسکے ساتھ ایک اور زخم لگا پھر گھوڑا زخمی ہوکر مرا سر پر سے پگڑی اڑگئی اسوقت اسکے بعض نوکر پالکی مین ڈال کر لے چلے مگر کشتون کے پشتون نے پالکی کے ڈنڈے پکڑے اسکو چلنے نہ دیا راہ مین انگریزی سپاہیون سے دوچار ہونا پڑا ایک سپاہی نے جواہر سے قبضۂ شمشیر کو مرصع دیکھکر اس پر ہاتھ ڈالا سلطان نے پیش قبض اسکے مارا اسنے جھنجھلا کر سلطان کے گولی ایسی ماری کہ وہ بھی کشتہ ہوکر مردون مین شامل ہوا یہ واقعہ قمری حساب سے ذیقعدہ ۱۲۱۳ھ ہجری کا ہے۔

غرضکہ چند گھنٹون مین وہ دارالسلطنت میسور فتح ہوگیا جسکی حفاظت بیس ہزار سپاہ کررہی تھی

۲۸۷ توپین اسپر چڑھی ہوئی تھین اور سب سامان حرب وضرب اور کھانے پینے کا کثرت سے
موجود تھا لارڈ ولزلی اور ماہرین فن سپہ گری سب کی یہ رائے تھی کہ اگر ایک ہزار سپاہ فرانسیسی
کسی عمدہ سپہ سالار کے پاس اس قلعے مین ہوتی تو قلعہ ایسا مستحکم تھا کہ وہ ہرگز لشکر انگریزی کی
ہوائین لگنے دیتے اور اسکی سرحد پر دشمن کے لشکر کی گرد نہ اڑنے دیتے یہ دارالسلطنت کیا
فتح ہوا حیدر علی کا خاندان ہی ختم ہوا انگریزون نے نہایت اعزاز و احترام سے حیدر علی کی قبر کے
پاس سلطان کو دفن کرایا۔ اسوقت میسور کے قدیمی راجہ کے خاندان کا ایک پانچ برس کا لڑکا کرشن راج
اودیے راؤ موجود تھا اسکو میسور کی گادی پر انگریزون نے بٹھایا کچھ ملک اسکو دیا اور ۳۱۰۸۰۰
روپیے کی آمدنی کا ملک سرکار کمپنی نے لیا اس مین سے ۱۶۰ روپے سالانہ ٹیپو سلطان
اور حیدر علی کے خاندان کا وظیفہ سرکار کے ذمے ٹھہرا اور ٹیپو کے بیٹون کے ساتھ لارڈ ولزلی
پدرانہ شفقت سے پیش آیا اور وہ نیم شاہانہ ٹھاٹ سے ویلور مین بعد کو کلکتے مین سکونت پذیر ہو
اور نظام کو اٹھائیس لاکھ روپے کی آمدنی کا ملک دیا گیا اور بقول تاریخ گلزار آصفیہ نقد ایک کرور
روپیہ بھی ملا اور ۲۸۰۰ روپیہ سالانہ کا ملک قمرالدین خان کو دینا پڑا وہ ایک بڑا سپہ سالار
سلطان کا تھا اور اسنے سلطان سے غداری کر کے بغیر کسی شرط کے چار ہزار سوارون سمیت
اپنے تئین انگریزون کے حوالے کر دیا سری رنگ پٹن کی فتح کے بعد کمانڈر انچیف نے نظام
کی فوج کی خدمتون کی بڑی تعریف کی اور نظام اس لڑائی کے بعد بالکل انگریزون کے تابع ہو گئے
اس آخری لڑائی کے بعد جو علاقہ پیشوا کو دیا گیا تھا اسنے اسکے لینے سے انکار کیا کیونکہ یہ ملک
اس کو اس شرط سے دیا جاتا تھا کہ جو معاملات اسکے اور نظام کے درمیان تھے انکی طرف سے
اطمینان انگریزون کو اور نظام کو کرا دے اور سرکار کمپنی اپنے جن معاملات کی نسبت اسکو
ریزیڈنٹ کی معرفت لکھے اسکے متعلق اطمینان کرا دے پیشوا نے یہ بات منظور نہ کی اس لیے ڈولٹ
اور نظام کو دیے گئے راحت افزا مین لکھا ہے کہ سری رنگ پٹن سے واپسی کے بعد میر عالم کی ہمت
شہرت ہو گئی تھی اعظم الامرا کا دل ان سے کبھی صاف نہ ہوا گو ظاہر مین حرف لا یعلم تھے اسطوجاہ
میر عالم کی حرکات خلاف مرضی باطنی سے آگاہ تھے اس لیے انھون نے انکو کڑپا اور قلعہ سدھوٹ
اور قلعہ گنجی کوٹہ وغیرہ اس ملک مفتوحہ کے انتظام کے لیے جو بابت نظام علی خان کے حصے
مین ٹیپو کی قلمرو مین سے آیا تھا نواب سے رخصت کرا دیا میر عالم نے اس خیال سے کہ ایک
کرور روپے کا ملک بلا شرکت غیرے میرے ہاتھ مین آئے گا اس کو غنیمت جانا۔

ٹیپو سلطان کے خصائل

اس وقت سلطان کی چھیالیس برس کی عمر تھی۔ حیدر علی سے تو دشمنی انگریزون کو فقط گورنمنٹ

مدراس کی حماقت سے پیدا ہوئی تھی مگر سلطان سے عناد یون بڑھا کہ اسکے دل مین کینہ وری
اور انتقام جوئی بھری ہوئی تھی کوئی تمنائے دلی اس سے زیادہ نہ تھی کہ کسی طرح انگریزون کو
ہندوستان سے دفع کرے اس شوق مین دیوانہ سا ہو گیا تھا اس ارمان کے پورا کرنے کے
لیے اسنے کیا کیا نہ کیا ہندوستان مین رئیسون سے سازشین کین کابل اور پیرس تک خاک
اڑائی مگر کسی طرح یہ آرزو نہ بر آئی اس ارمان ہی مین جان گنوائی اور اسنے سپاہیانہ جانکھوئی
نہ افسرانہ اور شاہانہ کوئی دانائی اور لیاقت اور قابلیت اس لڑائی مین ظاہر نہ کی۔ درحقیقت
دوراندیشی اور عاقبت بینی انگریزون کے مقابلے کی نہین رکھتا تھا۔ حق یہ ہے کہ انگریزون کے
ساتھ سلطان کی نفرت یون ہی ضرب المثل ہو گئی ہے ورنہ سیندھیا اور ہلکر اس سے زیادہ
انگریزون سے نفرت رکھتے تھے جیسا کہ وہ تبرا بھیجتا تھا ایسے ہی انگریز اسپر لعنت بھیجتے تھے
وہ کونسا تولا اس سے رکھتے تھے اگرچہ وہ چالاک ذہین اور تیز ہوش تھا اور سلاطین مشرقیہ مین
غنیمت تھا مگر معاملہ فہم نہین تھا اپنے کامون کا آغاز وانجام نہین سمجھتا تھا نہ اسباب دیکھنے کی
لیاقت نہ اسکے نتائج سمجھنے کی قابلیت رکھتا تھا اس مین یہ استعداد نہ تھی کہ دس پانچ مقدمات
کو ملا کر اس کا نتیجہ نکال سکے وہ صرف ایک بات پر توجہ کرتا تھا اور باقی کسی طرف خیال نہین کرتا
تھا۔ ہر بات کے ایک پہلو پر جم جاتا تھا پھر اور پہلوؤن کی طرف نظر اٹھا کے نہین دیکھتا تھا
خواہ اسکے کتنے ہی نقصان ہون اسکے دل مین یہ بات ٹھن گئی تھی کہ انگریزون نے اس کے
استیصال کرنے اور ریاست چھین لینے کا عزم مصمم کر لیا ہے وہ کسی طور سے ٹالے نہین ٹلتا
کہان کہان انگریزون کے باہر نکالنے کے لیے پیغام سلام پہنچائے تھے مگر وہ سب مین ناکامیاب
ہوا مگر اسکے انتظام کی بڑی خوبی یہ تھی کہ اسکی رعایا خوش حال اور ملک ایسا زراعت سے سرسبز تھا
کہ اور رئیسون کا ملک خود سرکار کمپنی کا ملک اسکی شادابی کے آگے پانی بھرتا تھا اور اس کے
سامنے ویران اور بے چراغ معلوم ہوتا تھا وہ درشت مزاج اور سخت خو تھا جی چاہے تو ظالم
بھی کہہ لو وہ بے شک انگریزون کے قید کرنے مین نہایت تشدد کرتا تھا مگر وہ زمانہ ہی ایسا ہی
تھا کہ قید خانے مین اسیرون پر سخت گیری ہوتی تھی جو اسکے ہان انگریزون پر ظلم ہوتا تھا مدراس
اور کلکتے کے انگریزی جیل خانون مین ہزار روپے کے قرضدار پر اس سے بڑھ کر ہوتا تھا۔
بڑی خوبی سلطان ٹیپو مین یہ تھی کہ وہ اپنے مذہب مین پکا اور سچا تھا ہر روز خدا کی عبادت
بلاناغہ کرتا تھا نماز کا پابند تھا خداداد اسکے مذہب کا نام تھا خدا پر توکل رکھتا اور تقدیر پر
بالکل بھروسا رکھتا تھا اور یہ سمجھتا کہ سارے کام تقدیر سے ہوتے ہین جو قسمت مین ہوگا سو ہوگا
اسی خیال نے اسے ڈبو دیا یہ نہ سمجھا کہ دنیا عالم اسباب ہے اس مین بغیر اسباب و تدابیر کے

ین اور کفار سے نفرت قلبی تھی اور وہ کفر وشرک کے دور کرنے کو اپنے اوپر
یخ وفات کے مادے مین بھی یہ بات رکھی گئی ہے ہ

ٹیپو بوجہ دین محمد شہید شد

کے کام مین عجیب وغریب طبیعت رکھتا تھا مثلاً ماہہاے شمسی کہ ہندوستان
انکی حساب و دفتر میں ضرورت تھی تو انکی جگہ اس طرح نام مقرر کیے
۔ حلوئی۔ دارائی۔ ہاشمی۔ واسعی۔ زبرجدی۔ حیدری۔ طلوعی۔ یزدانی۔ ایزدی
ایام سلطنت مین ناموں کو اس طرح تبدیل کیا احمدی۔ بہاری۔ تقی۔ ثمری
ری۔ خسروی۔ دینی۔ ذاکری۔ رحمانی۔ ربانی۔ زکی۔ اسی طرح سالون کے نام
سکون کے بھی نام مقرر کیے تھے چنانچہ ہن یعنی اشرفیون کے یہ نام ہین صدیقی و احمدی
ہن جسکے ایک طرف نام اور دوسری طرف حرف ح تھا اسی طرح نقرئی سکون کے
چنانچہ روپے کا نام امامی مقرر کیا جس کا وزن اور قیمت دو روپے تھی اٹھنی یعنی آدھے
نام باقری رکھا چوانی یعنی پاؤ روپے کا نام جعفری اور دوانی کا نام کاظمی اور ایک آنہ
رکھا اور تانبے کے نام بھی مقرر کیے پیسہ اور دمڑی وغیرہ کا نام مشتری ٹھہرایا کچہریوں کے نام
کے قائل ہین اللہی کچہری۔ رحمانی کچہری۔ عمار کچہری۔ غفور کچہری۔ عزیزی کچہری
وغیرہ وغیرہ

کرنیل کرک پیٹرک رزیڈنٹ کا ایک معزز مسلمان گھرانے کی لڑکی کو اپنی بیوی بنا لینے کا قضیہ اور میر عالم کا ادبار وزوال

ریزیڈنٹ مذکور نے شرف النساء بیگم دختر عاقل الدولہ کے ساتھ حرکات نامناسب کرکے
اسکو اپنی بیوی بنا لیا اس بات سے تمام آدمی متعرض ہوگئے تھے میر عالم اسوقت اس علاقے
کے انتظام کے لیے جو ٹیپو کی لڑائی کے بعد نظام کو ملا تھا کڑپا مین مقیم تھے یہ تمام حال اعظم الامرا
نے لکھکر میر عالم کے پاس بھیجا میر عالم ریاست کی طرف سے سرکار انگریزی کے پاس سفارت
کا کام بھی کرتے تھے اعظم الامرا نے ان کو لکھا کہ یہ تمام حالات کلکتے کو گورنر جنرل کے پاس
لکھ بھیجین تاکہ وہ ریزیڈنٹ کو سزاے واجبی دیں جس سے دوسروں کو عبرت حاصل ہو میر عالم نے
اعظم الامرا کے ایما کے موافق تمام حقیقت مذکورہ گورنر جنرل کو لکھ بھیجی جسکے جواب مین کلکتے سے
ریزیڈنٹ کو سزاے شدید دینے کی بات لکھی ریزیڈنٹ کو یہ حال

چٹھی کے ریاست مین پہنچنے سے پیشتر معلوم ہوگیا تھا وہ گھبرا کر اعظم الامرا مدار المہام کے پاس تخلیے مین آیا اور اُن سے میر عالم کا گورنر جنرل کو لکھنا اور وہان سے اپنی نسبت سزا کا حکم جاری ہونے کا حال بیان کیا اور معافی کی استدعا کی اور یہ کہا کہ ایک محضر لڑکی کے وارثون اور دوسرے شرفاے شہر کی طرف سے مہرین ہوکر اس مضمون کا مجھے مرحمت ہو جاے کہ یہ حرکت رزیڈنٹ نے خود نہین کی ہو بلکہ لڑکی خود فریفتہ ہوکر اسکے تصرف مین آئی ہے رزیڈنٹ نے زبردستی اسکے ساتھ نہین کی تھی اگر ایک ایسا محضر گورنر جنرل کے پاس پہنچ جاے گا تو میری جان بخشی ہو جاے گی اس مہربانی کے شکریے مین جب تک یہان مقرر رہونگا مرہون احسان ہوکر سرکار عالی کے تمام کامون کی درستی کرتا رہون گا اور فرمانبرداری مین کوتاہی نہ کرون گا اعظم الامرا نے کہا کہ اگر اس مضمون کو مین نواب کے حضور مین پیش کرون گا تو محضر کی تیاری سے پیشتر وہ مجکو ہی سزا کو پہنچا دینگے جس سے خود میری جان جاتے رہنے کا خوف ہے اور اگر مین نے کسی تدبیر سے محضر تیار کرا لیا اور تمھاری ذات خطرے سے نکل گئی تو کیا تم میرے مدعا کو صدر سے درست کرا دوگے رزیڈنٹ نے پوچھا کہ وہ کام کیا ہے اعظم الامرا نے قسمیہ اقرار لیا کہ یہ راز کسی پر نہ کھلے اور بعد اسکے کہا کہ وہ کام کیہ ہے کہ میر عالم کو سفارت کی خدمت سے معزول کرنا چاہتا ہون تم یہ انتظام کرو کہ صدر کلکتے سے ان کی عدم معزولی کی بابت کوئی سفارش نہ پہنچے رزیڈنٹ نے یہ بات دل وجان سے قبول کرکے وعدہ محکم کیا بعد اسکے اعظم الامرا نے نواب صاحب کے سامنے انتظام امور کلیات کی بابت عرض کرکے ورثاے دختر کا مہری محضر حاصل کر لیا جب گورنر جنرل کی چٹھی رزیڈنٹ کو سزا دینے کی بابت پہنچی تو اسکے جواب مین یہ محضر بھجوا دیا گیا اور رزیڈنٹ نے گورنر جنرل کو یہ بھی لکھا کہ نواب صاحب میر عالم کو عہدۂ سفارت سے سبکدوش کرکے یہ کام بھی اعظم الامرا سے لینا چاہتے ہین۔ گورنر جنرل نے اسکے جواب مین لکھا کہ جبکہ رزیڈنٹ بے تقصیر ہے اور سرکار عالی اس سے خوش ہین تو وہ اپنے عہدے پر بدستور بحال رہے اور ہم کو سرکار عالی کی رضامندی منظور ہے۔ لیکن میر عالم کے عہدہ سفارت سے جو معزولی کی نسبت رزیڈنٹ نے لکھا ہے تو انکی معزولی کا حضور پرنور کو اختیار ہے جسے چاہین مقرر کر دین ہم اس سے رجوع کرینگے اگر اعظم الامرا اس کام پر منصوب ہون تو یہ اولی وانسب ہے اس سے کیا بہتر ہے لیکن تین باتون کا میر عالم کی نسبت خیال ہے کہ اُنکی جان و آبرو و مال کی حفاظت رہے جب یہ تحریر گورنر جنرل کی رزیڈنٹ کے پاس پہنچی تو اسنے نواب و مدار المہام کو پیش کر دی پس میر عالم کو خدمت سفارت و تعلقہ داری ملک مفتوحہ سے معزول کرکے قلعہ رودرو مین رکھدیا گیا اور حکم دیا گیا کہ کسی سے ملاقات نہ کرین کیونکہ اعظم الامرا کو ان سے دلی عداوت تھی اعظم الامرا نے اپنی مدار المہامی کے ساتھ عہدۂ سفارت بھی ملحق کر لیا۔ میر عالم کا بیٹا میر دوران اور اُن کا سالا

مستقیم الدولہ دونوں شہر مین رہے مستقیم الدولہ شب و روز ارسطوجاہ کے پاس حاضر رہتا اور نواب صاحب کے پاس بھی بھیجکر میر عالم کی طرف سے سوال و جواب مین مصروف رہا جب میر عالم اور ارسطوجاہ میں دشمنی علانیہ ہو گئی تو عشمت جنگ نے اُن جواہرات کا حال جو ٹیپو کی لڑائی کے بعد نواب صاحب کے واسطے میر عالم کو ملے تھے نواب صاحب سے عرض کر دیا ارسطوجاہ نے بھی میر دوران سے طلب کیا اور تقاضا کرنے لگے اور اسپر چوبداروں کو محصل بنا کر مقرر کر دیا یہ بیچارہ ناواقف تھا کلام مجید کی قسم کھائی کہ مجھے اسکی کچھ اطلاع نہیں ہے اور مستقیم الدولہ جسکے پاس جواہر امانتاً رکھا ہوا تھا بالکل کنارہ کش ہو کر کہنے لگا کہ میں اس سے مطلقاً آگاہ نہیں ہوں اور کسی کی زبان سے اس کا حال سنا بھی نہیں ہے اور میر عالم کے حاسا مان غلام بیگ کو بدنام کر دیا کہ اسکی سپردگی مین تھے ارسطوجاہ نے اس کا مکان لٹوا لیا میر دوران صاحب غیرت تھا اس وجہ سے سخت بیمار ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد میر عالم کو رود در رود سے بلا کر موضع کلکلی میں جو اُنکی جاگیر میں گولکنڈے کے عقب مین واقع تھا قید کر دیا اور دو سو سوار اور ہرکارے اور پلٹن کے سپاہی انکی محافظت پر متعین ہوے اس عرصے میں ایک رات میر عالم کے مکان کو آگ لگ گئی تمام سامان اور مکان جل گیا فقط عورتین بچ گئین کچھ دنوں کے بعد میر دوران کہ نہایت قابل اور عاقل نوجوان تھا ۱۸ سال کی عمر مین غم و غصہ سے مرگیا میر عالم کو اور زیادہ رنج پیدا ہوا جذام کا عارضہ جو پہلے سے لاحق تھا بڑھ گیا اس وقت مین مستقیم الدولہ نے ارسطوجاہ کی منت و سماجت کر کے میر عالم کو شہر مین اس شرط سے بلوا لیا کہ وہ کسی اسے ملاقات نہ کرینگے پھر ایک موقع پر ارسطوجاہ کو اپنی مخالفت کا شبہہ مستقیم الدولہ کی طرف سے پیدا ہو گیا اور اسکو شہر سے نکلوا کر اسکی جاگیر کے گانون دکوال میں رہنے کا حکم دیا۔

انگریزون کا نواب سے عہدنامۂ جدید مقرر کر کے وہ سارا ملک جو ٹیپو کے ملک مین سے نظام کو دیا تھا فوج کمکی کے مصارف کے لیے اُن سے خود لے لینا

ٹیپو کی بربادی سے مرہٹون کو نہایت رشک و رنج ہوا اور اس کام سے جو متفکر و متنبہ ہوے اس سے انکی طرف سے اندیشہ پیدا ہوا اس لیے انگریزون نے نواب نظام علی خان سادہ کے ساتھ نئے عہدنامے کا استحکام دیا مناسب سمجھا ۱۲ ستمبر ۱۸۰۰ء کو جو عہدنامہ نظام اور انگریزوں کے

درمیان لکھا گیا تھا اُسکے موافق سپاہ فرانسیسی موقوف ہوگئی تھی اور اسکی جگہ سرکار کمپنی کی سپاہ ملک کی حفاظت کے لیے مقرر ہوئی تھی مگر اس لشکر کو مرہٹون سے لڑنے کی ممانعت تھی نظام کے مدار المہام اعظم الامرا نے سوچا کہ مرہٹون کی قوم بے وفا ہے اور لوٹ مار کی دیوانی ہے اسکی حرص و آز ترکتاز سے بچنا مشکل ہے اُسکے سوا پیشوا نے بھی اس شرط سے انکار کر دیا تھا جو انگریزون نے پیش کی تھی کہ نظام اور مرہٹون کے درمیان جو تنازعات ہون اس کا انفصال ہم ثالث بنکر کیا کرین اس سے اعظم الامرا کو معلوم ہوا کہ مرہٹون کی نیت مین ضرور فساد ہے یقینی وہ ہمارے ساتھ ستیزہ کاری کرینگے اس لیے انھون نے رزیڈنٹ سے درخواست کی کہ سرکاری سپاہ مین پیادون اور سوارون کی تعداد زیادہ کی جاے اور انکی خرچ کی رقم جو مقرر ہے اور وہ نقد دی جاتی ہے اسکے ادا کرنے مین اور روپے کی ڈھیریون کے ڈھونے مین دقت اور دشواری پڑتی ہے اسلیے بہتر یہ ہوگا کہ اسکے عوض مین ملک لے لیا جاے لارڈ ولزلی یہ خود اسے چاہتے تھے انھون نے درخواست منظور کر لی کیونکہ اس سے روز کی دقت دفع ہوتی تھی جھٹ پٹ ۱۲ ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۰۰ء مطابق ۲۲ جمادی الاولی سنہ ۱۲۱۵ ہجری کو عہدنامہ لکھا گیا جسکی دفعہ دو کی رو سے دو پلٹنین پیادون کی اور ایک رجمنٹ سوارون کا فوج ملکی مین زیادہ کیا گیا قبل اس سے چھ پلٹنین جس مین فی پلٹن ہزار جوان تھے اور ایک رجمنٹ پانسو سوارون کا توپون اور گولہ اندازون سمیت نواب کے پاس متعین تھے اور اب دو پلٹنین دو ہزار پیادون کی اور پانسو سوارون کا رجمنٹ مع توپخانہ جدید مقرر ہوے تو تمام فوج ملکی حال و سابق آٹھ ہزار جوانون کی آٹھ پلٹنین اور ہزار سوارون کے دو رجمنٹ مع توپخانہ و گولہ اندازون کے ہو گئے اور سفر مینا اسکے علاوہ مقرر ہوئی اور یہ فوج ہمیشہ کے لیے نواب کے ملک مین رہنا قرار پائی پہلے سے چالیس لاکھ روپیہ جو نظام خرچ فوج مین دیتے تھے اب افزائش سپاہ کے بعد اسکی جگہ دفعہ تین کے مطابق ۶۳ لاکھ روپے سالانہ آمدنی کا ملک ہمیشہ کے لیے انھون نے سرکار کمپنی کو دیدیا باقی ملک جو ریاست کے پاس رہا دفعۂ اول کے موافق اس کی حفاظت اندرونی و بیرونی دشمنون سے خواہ وہ کوئی ہون سرکار کمپنی کے ذمے قرار پائی جنگ کھرڈہ کے موقع پر نظام اسی قسم کے اتحاد کے خواہشمند تھے مگر چونکہ اسوقت میسور کی مہم پیش نظر تھی اس لیے مرہٹون کو خوش رکھنے کے واسطے ایسا اتحاد کرنے سے انکار کر دیا تھا یہ ملک جو نواب نظام علی خان نے دیا تھا سنہ ۱۷۹۲ء اور ۱۷۹۹ء مین میسور کی لڑائیون مین انگریزون نے انکو دیا تھا مگر اس مین کچھ فرق تبادلہ بہ نظر حدود بندی مناسب کے عمل مین آیا۔ اور اب انگریزون کا تقاضا قرض کی بابت نواب پر کچھ نہ رہا کسی تیسری طاقت سے جنگ چھڑنے کی صورت مین دفعہ ۴ کے مطابق نظام نے وعدہ کیا کہ سپاہ مذکورہ بالا کے علاوہ وہ خود اپنی فوج مین سے نو ہزار سوار اور چھ ہزار پیدل مع ساز و سامان سرکار کمپنی کی مدد کے لیے بھیجین گے۔ دفعہ ۵ کے بموجب نظام نے عہد کیا کہ وہ کمپنی کی اطلاع کے بغیر دوسری کسی طاقت سے کسی قسم کے تعلقات

رکھینگے اسکے عوض کمپنی نے عہد کیا کہ وہ نظام کی اولاد۔ لنکے اعزہ۔ انکی رعایا اور انکے ملازمون سے کسی قسم کا تعلق رکھنے کی جسکے حق مین نظام کے اختیارات مطلق ہون گے اور دفعہ ۱۵ کے مطابق یہ بھی وعدہ ہوا کہ دوسری طاقتون سے حکومت نظام کے نزاع ہونے کی صورت مین کمپنی کی حکومت کو فیصلہ کرنے کا کامل اختیار ہوگا دفعہ ۱۷ مین کمپنی نے وعدہ کیا کہ اگر شولاپور اور گدوال کے زمیندار یا نظام کے تحت دوسرے سرداران کے جائز حقوق کے ادا کرنے سے انحراف کرینگے یا انکے ممالک محروسہ میں مدد و فتنہ برپا کرینگے تو جرم کی حقیقت کو اچھی طرح معلوم کرنے کے بعد کمکی فوج ان کا استعمال کرنے کے لیے نظام کی فوج کے ساتھ شرکت عمل کریگی۔ اس عہدنامے سے تنقیح سب امور کی ہوگئی جو فوج کمکی کے متعلق تھے۔

اس معاہدے کی اکثر شرائط ایسی تھیں جنکو انگریزی حکومت نظام سے تسلیم کرانے کے لیے عرصے سے کوشش کر رہی تھی خصوصاً پانچویں اور چھٹی شرط کی انھیں خاص ضرورت تھی تاکہ نظام برٹش حکومت کی حمایت کو قبول کرکے اپنی خارجی آزادی سے دست بردار ہوجائین۔ نومبر ۱۷۹۹ء میں جب نواب میر نظام علی خان سخت بیمار تھے اور زندگی کا بھروسا نہ تھا تو صاحبزادہ سکندر جاہ کے سامنے یہی شرائط پیش کی گئی تھین اور انسے صاف کہدیا گیا کہ برٹش گورنمنٹ انکی مسند نشینی کی تائید صرف اس صورت میں کرسکتی ہے کہ ان شرائط کو قبول کرلیں اگرچہ نظام اس انتظام مین اس سب سے کہ اپنی ملک کی حفاظت کا کام سرکار کمپنی کی سپاہ کے حوالے کردیا اور آئندہ انکو کسی ریاست غیر سے جو عہد و پیمان کرنے کا اختیار نہیں رہا اپنی شان حکومت سے گرگئے مگر انکی ریاست باقی رہی اگر یہ ہوتا تو جیسے اور بڑی بڑی ریاستیں پاس کماری سے مرہٹوں کے درمیاں بے نام و نشان ہوگئین نظام کا نام بھی گمنام ہوجاتا اور آج جو نام آری قلیچ خان کی نسل فہرست والیان ریاست ہندوستان مین ممتاز رہی ہے رہتی گو نظام کی وہ قدرت اور حکومت باقی نہین جو سلطنت مین ہونی چاہیے لیکن ہندوستان میں یہ بھی غنیمت ہے مولوی ذکاءاللہ صاحب نے تاریخ ہندوستان میں اسی طرح لکھا ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ جنگجو قوموں کے پڑوس کی وجہ سے اور دوسری مہمات سے سرکار کمپنی کو فرصت حاصل ہونے سے یہ ریاست بچ گئی کچھ اسوجہ سے نہین بچی کہ اسنے اپنے اختیارات سے دست برداری کرکے سرکار کمپنی کے سامنے سرنگوں ہوگئی اگر ایسا ہوتا تو اودھ کی سلطنت کیوں مٹتی جو کہ اسکے پڑوس میں اور اسکی رعایا میں جنگی قوت باقی نہ تھی اسلیے سرکار کمپنی کی جوع الارض کا آسانی سے لقمہ بن گئی۔ اودھ کی ریاست کی بدنظمی کشت و خون اور لوٹ مار کی وارداتین دکن کے ملک سے کم ہی تھیں۔

۱۲۔ماہ اپریل سنہ ۱۸۰۲ء مطابق ۸ ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۲۱۶ہجری کو ایک عہدنامہ نظام اور سرکار کمپنی مین دریاؤ محصودی تجارت کے باب مین منعقد ہوا جسکی روسے محصول اشیاے درآمد پانچ روپیہ فی صدی قرار پایا اور طریق تحصیل محصول مذکور قائم کیا گیا اور باستثنا ان محاصل کے جو اس

عہدنامے کی روسے قرار پائے باقی اور سب محاصل راہ داری وغیرہ ملک نظام مین موقوف ہوگئے اور محصول غلہ بھی موقوف ہوا اور جو ممانعت غلے کے باہر لیجانے کی سابق مین ہوئی تھی وہ بھی موقوف ہوئی۔ اس عرصے مین فوج انگریزی مع فوج آصفی جو ہیبت رام کھتری کی ماتحتی مین تھی جو موسیو ریمون کی پلٹنون کا متصدی تھا باجے راو کی کمک کے لیے ہلکر کی جنگ کو روانہ ہوئی ۱۲۱۸ھ ہجری مین خبر آمد آمد جسونت راو ہلکر کی مشہور ہوئی اعظم الامرا نہایت فکر مین تھے کہ ہلکر نے خجستہ بنیاد اورنگ آباد کو آگھیرا اور وہان سے لوٹ مار کرکے ہندوستان کو لوٹ گیا۔

مرہٹون کا حملہ

تاریخ قلمرو نظام کے صفحہ ۱۷ مین لکھا ہو کہ ۱۸۰۳ء مین مرہٹون نے نظام کے ولی عہد کو مسند نشینی سے روکنے کے لیے نظام کے ملک پر حملہ کرنا چاہا اسوقت نظام سخت بیمار تھے لیکن انگریزون اور نظام کی متحدہ فوجون نے اسائی اور ارگانون مین دو بڑی بڑی لڑائیان کین اور انھین ایسا منہزم کیا کہ ہمیشہ کے لیے نظام کے ملک پر چڑھائی کرنا بھول گئے۔

عہدۂ سفارت کلکتہ

نظام علی خان بہادر کے عہد تک دونون سرکارون مین برابر کے سفارتی تعلقات تھے حیدرآباد مین رزیڈنٹ اور کلکتے مین سفیر رہتا تھا۔
۱۸۰۵ء مین جب میرزا عبداللطیف کی جگہ یاورالدولہ کو سفیر بنا کر بھیجا گیا تو گورنر جنرل نے اس کو ناپسند کیا اور تھوڑے ہی عرصے مین وہ واپس بھیجدیا گیا اسکے بعد پھر کلکتے کی سفارت موقوف ہوگئی اور حیدرآباد کے انگریزی رزیڈنٹ کے اندر دونون عہدے جمع ہوگئے۔

متفرق وقعات

۱۲۱۴ھ ہجری مین سکندرجاہ کا بیاہ بڑی دھوم دھام سے سیف الملک مالی میان پسر کلان اعظم الامرا ارسطوجاہ کی بڑی بیٹی کے ساتھ جس کا خطاب جہان پرور بیگم تھا ہوا اس سے پہلے ایجاب وقبول قلعہ بیدر مین ہوچکا تھا بعد اسکے شاہ یار الملک پسر مظفر الملک اسدعلی خان جاگیردار بیگن پلی کا بیاہ مالی میان کی دوسری بیٹی کے ساتھ ہوا۔ ۵ محرم ۱۲۱۵ھ

کو گمان ہے میاں سردار الملک کو کسی نے مار ڈالا اور قاتل صاف نکل گئے معلوم ہوا کہ کون تھے اور کس کے بھیجے ہوئے تھے۔ نواب کو رنج ہوا۔

نواب نظام علی خان کی حق پرستی

بعض اخبارات مین نظر سے گذرا ہے کہ ٹیپو کی بربادی کے بعد سرکار کمپنی نے نظام سے دریافت کرایا کہ وہ بادشاہ کا لقب اختیار کرنا چاہتے ہین یا نہین نظام نے جواب دیا کہ مشہور عالم خاندان تیموریہ کا جب تک ایک شاہزادہ بھی باقی ہے تب تک والی دکن کا اپنے آپکو بادشاہ کے لقب سے ملقب کرنا نمک حرامی کے مترادف ہے۔

نواب نظام علی خان کی وفات

ستر سال چھ ماہ، اون کی عمر مین ۴۲ برس ریاست کر کے ۷ ربیع الثانی ۱۲۱۸ھ ہجری مطابق ۷۔ اگست ۱۸۰۳ء کو مرض جسمانی سے نواب صاحب کا انتقال ہو گیا اور بعض نے قمری سنہ وفات ۱۲۱۸ ہجری لکھے ہین۔ حیدرآباد مین مکہ مسجد کے صحن مین مدفون ہوئے لقب بعد الوفات **غفران مآب** ہوا۔ انکی قبر کے آس پاس ایک جالی سنگ مرمر کی خوشنما بنوا دی گئی چنانچہ تاحال صحیح و سالم ہے سرہانے کے دروازے کی پیشانی پر شیر محمد خان ایما کا یہ قطعہ کندہ ہے ؎

بر روح پاک میر نظام علی مدام خواہد او صوبہ اشخاص خاتمہ
زین مصرعہ غمیب دو تاریخ راحوان مستوجب بہشت و باخلاص فاتحہ

مشیر الملک مدار المہام نے الوال کی چھاؤنی سے جمعیت انگریزی بلا کر دو سو جوان اور ایک توپ حلو خانہ خاص میں اور اسی طرح ہر ہر صاحبزادے کے دروازے پر فساد کے اندیشے اور حفاظت کے لیے مقرر کی۔

سلہ دیکھو رشید الدین خانی و خورشید جاہی وگلزار آصفیہ و حدیقہ العالم ۱۲

سلہ سپاہ الوال کی شرح میں کہیں جیسے ساگر کی چھاؤنی کی سپاہ اور کہیں سکندرآباد کی چھاؤنی کی سپاہ لکھتے ہیں ۱۲

نواب کی بیگمات

(۱) نواب کی پہلی شادی برہان پور میں خواجم قلی خان کی بیٹی زیب النسا بیگم سے ہوئی تھی لیکن اس بیگم کے بطن سے کوئی اولاد پیدا نہوئی۔
(۲) بخشی بیگم۔
(۳) تہنیت النسا بیگم عرف بی بی صاحبہ یہ حضرت پیران پیر کی اولاد سے ہے۔
(۴) بہرہ ور بانو بیگم۔
(۵) داور النسا بیگم۔
(۶) عنایت النسا بیگم
(۷) سردار بانو بیگم عرف گمانی بیگم۔
(۸) مہر دل بربائی
(۹) روشن آرا خانم۔
(۱۰) واجد النسا بیگم۔
(۱۱) مصاحب بائی۔
(۱۲) جانی بیگم۔
(۱۳) سنگار حسن بائی المخاطب بہ زہرہ خانم۔
(۱۴) کنچن بائی مخاطب بہ عزت النسا بیگم۔
ان کے سوا اور خواصین بیشمار تھیں۔

اولاد نرینہ

(۱) عالی جاہ میر احمد علی خان بطن سے سردار بانو بیگم کے انکی شادی صالحہ بیگم صبیہ شجاع الملک بسالت جنگ سے ہوئی۔
(۲) سکندر جاہ اور بقولے سکندر اقبال میر اکبر علی خان اسد الدولہ جانشین پدر انکا خطاب نشان حیدری میں فولاد جنگ بھی لکھا ہے بطن سے خاص بی بی صاحبہ کے ان کا بیاہ جہان پرور بیگم صبیہ غلام مرتضٰے خان عرف مالی میاں سے ہوا تھا۔ انکی بڑی بیٹی جمال النسا کا بیاہ نواب نظام علی خان نے اپنی حیات میں رفیع الدولہ رفیع الملک محمد تاج الدین خان سے کیا۔ جمال النسا کی بہن کا بیاہ میر معین الدین حسین خان المخاطب بہ امتیاز الدولہ

پسر ممتاز الدولہ کے ساتھ ہوا تھا سنہ ۱۲۱۶ ہجری میں سکندر جاہ کے میٹا ہو بیگم سے پیدا ہوا تھا جس کا نام میر تفضل علی خان عرف میر بادشاہ تھا۔
(۳) فریدون جاہ میر سبحان علی خان بطن سے عنایت النسا بیگم کے۔
(۴) جہاندار جاہ میر ذوالفقار علی خان بطن سے مہر دلبر بائی کے!
(۵) جمشید جاہ جمشید علی خان بطن سے عنایت النسا بیگم کے۔ اس صاحبزادے کا انتقال ۱۵ برس کی عمر میں فسادخون کے مرض سے ہوا جو پاؤں میں پیدا ہو گیا تھا۔
(۶) اکبر جاہ میر تیمور علی خان بطن سے خاص بی بی صاحبہ کے انکی شادی بسالت جنگ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی تھی۔
(۷) سلیمان جاہ رئیس الملک میر جہانگیر علی خان بطن سے بہرہ ور بائی بیگم کے۔
(۸) کیوان جاہ میر جہاندار علی خان بطن سے روشن آرا خانم کے ان کو مشیر الملک اعظم الامرا کی فرزندی میں دیا تھا۔

بیٹیان

(۱) نقش بندی بیگم زوجہ عبداللہ خان داراجاہ مہابت جنگ پسر بسالت جنگ حدیقۃ العالم میں ذوالفقار الدولہ مہابت جنگ کی زوجہ ثانی ہے اول ان سے بدری بیگم کی شادی ہوئی جب ۴ ماہ شعبان سنہ ۱۲۱۹ ہجری کو اس کا انتقال ہو گیا تو ۲ ماہ رجب سنہ ۱۲۱۹ کو نقش بندی بیگم سے بیاہ ہو گیا۔
(۲) سراج النسا بیگم بطن سے واحد النسا بیگم کے زوجہ فخر الدین خان ابن جاجہ بادشاہ۔
(۳) سلیمہ بیگم زوجہ عظیم الدین خان رستم جنگ برادر داراجاہ۔
(۴) جہاں آرا بیگم المخاطب بہ افتخار النسا خانم بطن سے صاحب بائی کے زوجۂ رستم یار جنگ پسر بسالت جنگ۔
(۵) خورشید بیگم۔
(۶) ساجدہ بیگم بطن سے خاص بیگم کے زوجۂ غیرت جنگ میر قدرت خان ابن بسالت جنگ۔
(۷) تاجدار بیگم زوجہ قدرت اللہ خان پسر بسالت جنگ۔ اغلب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساجدہ بیگم اور تاجدار بیگم میں باہم تحریف ہے اور میر قدرت خان اور قدرت اللہ خان ایک ہیں۔

(۸) بہجۃ النسا بیگم زوجۂ شہاب الدین خان۔
(۹) فخر النسا عرف مغلی بیگم بعض نے قمر النسا عرف منجھلی بیگم تحریر کیا ہے سنگارسن بائی المخاطب بہ زہرہ خانم کے بطن سے تھی اور رباب اللہ خان پسر میر رحمت خان باشندۂ دہلی کی زوجہ تھی۔
(۱۰) کموبیگم بطن سے روپا بائی کے زوجۂ رستم جنگ بہادر۔
(۱۱) ریاض النسا بیگم زوجہ میر محمد علی شیرازی شہزادہ ایران۔
(۱۲) بدری بیگم زوجۂ ذوالفقار الدولہ مہابت جنگ ۴ ماہ شعبان ۱۱۹۲ھ ہجری کو اسقاط حمل سے اس کا انتقال ہوگیا۔
(۱۳) بشیر النسا بیگم بطن سے عنایت النسا بیگم کے یہ شمش الامرا محمد فخر الدین خان کی خاص بیگم تھی ۱۱۷۵ھ ہجری میں بشیر النسا بیگم کے حمل ظاہر ہوا تو نواب نے اپنے پاس بلا کر نتھ پہنوائی اور فرط محبت سے چکنی ڈلی اپنے منہ سے نکال کر کھلا کر کہا کہ انشاء اللہ بیٹا پیدا ہوگا چنانچہ دو مہینے کے بعد لڑکا پیدا ہوا جس کا نام فرید الدین خان رکھا۔ نواب اس بچے کو دیکھنے کو گئے۔
(۱۴) کابلی بیگم بطن سے کنچن بائی مخاطب بہ عزت النسا خانم کے زوجۂ بدیع اللہ خان ناظم الملک ناظم جنگ۔
(۱۵) امیر النسا بیگم عرف مغلو صاحبہ زوجۂ فخریاب جنگ پسر اول ہمایون جاہ مغل علی خان۔
(۱۶) قمرو بیگم معروف بہ کمو بیگم کہ اسے بخشی بیگم نے اپنی گود میں لیا تھا نواب اسکے یہاں اکثر مہمان جایا کرتے تھے اس کے شوہر کا نام خواجہ ہاشم ہے جو قمر الدین خان کا نواسا ہے۔

مسند نشینی نواب میر اکبر علی خان سکندر جاہ اسد الدولہ فولاد جنگ نظام الملک آصف جاہ ثالث

آصف جاہ ثانی کے بعد اُن کے بڑے بیٹے نواب سکندر جاہ جن کا نام میر اکبر علی خاں اور خطاب اول فولاد جنگ تھا اور بعد جلوس نظام الملک آصف جاہ ثالث ہوا۔ اور جو ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۱۸۲ ہجری میں اور بقولے یکم رجب سنہ مذکور کو حیدرآباد میں تہنیت النسا بیگم عرف بی بی صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے ۲۲ ربیع الثانی سنہ ۱۲۱۷ ہجری کو اور دوسری روایت کے مطابق ۲ ربیع الثانی سنہ ۱۲۱۸ ہجری کو مسند نشین ہوئے سالوں کا اختلاف اُن کے والد کی وفات کے اختلاف کی بنا پر ہے۔ باوجودیکہ انکے والد ۶ ربیع الثانی کو فوت ہوئے تھے مگر اُن کی مسند نشینی میں کئی دن کی دیر کی وجہ یہ ہوئی کہ اُن کو مسند نشینی مطلوب نہ تھی مشیر الملک اور دوسرے امرا کے اصرار سے یہ کار عظیم اپنے دوش پر لیا انھوں نے تعلقات عرفیہ کا پاس ہو کر منظوری شہنشاہ دہلی سے حاصل کی اس وقت دہلی میں برائے نام شاہ عالم ثانی جسکو غلام قادر خاں روہیلے نے نابینا کر دیا تھا بادشاہ تھا انھوں نے برٹش گورنمنٹ سے معاہدے کی تجدید کر کے اتحاد قائم کیا اور گورنر جنرل باجلاس کونسل کی دستخطی سند مورخہ ۲۷ ماہ اگست سنہ ۱۸۰۳ء مطابق جمادی الاخرے سنہ ۱۲۱۸ ہجری اس مضمون کی تامین دی گئی کہ دوستی اور اتفاق جو اس قدر استحکام کے ساتھ درمیان نواب نظام علی خان مرحوم اور گورنمنٹ کمپنی کے جاری ہیں اُسی طرح ہر وقت پائیداری کے ساتھ جاری متصور ہوں گے اور ہمیشہ کے واسطے دونوں میں جاری رہیں گے اور تمام عہدنامجات و اقرارنامجات جو نواب مرحوم اور کمپنی کے درمیان جاری ہیں حرفاً جاری و ساری متصور ہوں گے اور عہد و اقرارنامجات تا یوم القیام ملحوظ رہیں گے نواب نے اپنے باپ کے کسی متوسل کو تکلیف نہ دی تمام معاملات مالی و ملکی جو باپ کے عہد سے جاری تھے برقرار رکھے ہر ایک بھائی۔ عزیز اور جاگیردار کو اُس کے کاموں پر پورا اقتدار دیا اُن کے سلوک سے سب مطمئن رہے ارکان ریاست میں کوئی تغیر و تبدل اُن کے ہاتھ سے سوا مشیر الملک کی مرتے دم تک یہ کوشش تھی کہ شمس الامرا کا کارخانہ برہم کر دیا جائے

۳۳ لاکھ کی جاگیر دی اور سات ہزار سواروں اور سات ہزار پیادوں اور سرکاری پائے گاہ کی حکومت دی اسی طرح منیر الملک کو جاگیر عطا کی میر عالم نے اپنی حویلی پر نواب کو بلا کر بڑا جشن کیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ میر عالم نے موسے ندی کے کنارے شمالی سمت مین علی بیگ خان وعبد الصمد خان بہادر وبخشی اسماعیل خان کے اہتمام سے بارہ دری کا باغ بنوایا اور اُس مین اور جلو خانے مین حمام تیار کرائے اور بارہ دری کی عمارات بالا محل و پائین محل مین خوب آرائش وزیبائش کی اور نواب کو یہان بلا کر اُن کی ضیافت کی جس مین اُن کے سات لاکھ روپے خرچ ہوے جیسا کہ غلام امام خان ترین نے لکھا ہے اغلب کہ اس رقم مین اُن جواہرات کی قیمت بھی داخل ہو گی جو اُنھون نے نذر کیے تھے یہ وہ جواہر ہین جو ٹیپو کی لڑائی مین اُن کو گورنر جنرل کارن والس نے خود اُن کے لیے اور نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی اور اعظم الامرا ارسطو جاہ کے لیے دیے تھے۔ یہ جواہر بہت عرصے تک اُن کے سالے مستقیم الدولہ کے قبضے مین رہے تھے جسکو اعظم الامرا غلام سید خان نے اپنی مدار المہامی کے ایام مین اُس کی جاگیر کے گانون دکوال مین جو قصبۂ کوہیر کے متصل تھا بھجوا دیا تھا اور شہر حیدرآباد مین آنے کی ممانعت کردی تھی میر عالم نے اُس سے وہ جواہر منگایا تو اُس نے کہا کہ اُس وقت دون گا کہ مجھکو شہر مین آنے کی اجازت دی جائے میر عالم نے کئی معزز آدمی اُس کے پاس بھیجکر فہمائش کرائی مگر وہ آج کل کرکے ٹالتا رہا۔ اُس کا بلانا منیر الملک کے اختیار مین تھا جو میر عالم کے نئے داماد تھے اور اُن کے مدار المہامی کے کامون مین شریک تھے اور وہ نہین چاہتے تھے کہ مستقیم الدولہ آکر دخیل ہو جائے ایک بار نواب صاحب باغ قدسیہ مین مقیم تھے کہ مستقیم الدولہ دفعتًا اپنی جاگیر سے آکر میر عالم کے خیمے مین بیٹھ گیا میر عالم جو دوسرے خیمے مین سو رہے تھے یہ حال سُنکر اعتصام الدولہ بہادر میر منشی نواب صاحب کے خیمے مین چلے گئے اور تاکید بلیغ کی کہ اُس کو یہان آنے نہ دین اور منیر الملک مستقیم الدولہ سے سلام علیک کرکے چلے گئے اور کھانا اُس کے لیے بھجوایا میر عالم نے نواب سے عرض کرایا کہ مستقیم الدولہ کو اعظم الامرا نے نکلوایا تھا حضور حکم دین تاکہ وہ جہان سے آیا ہے وہین چلا جائے نواب نے کہلایا کہ وہ تمہارا رشتہ دار ہے جیسا چاہو کرو میر عالم نے محمد صاحب میان خلف سلطان میان کو حکم دیا کہ پچاس سواران ہمراہ ساتھ لے کر مستقیم الدولہ کو وہان پہنچا دے جہان سے وہ آیا ہے چنانچہ اُسکی تعمیل ہوئی تاریخ گلزار آصفیہ کا مصنف کہتا ہے کہ مین نے مستقیم الدولہ کو بہت کچھ سمجھایا تو اُس نے میرا کہنا مان کر تمام جواہرات اور جواہر جڑا ہوا پاندان میر عالم کے پاس پہنچا دیا نواب صاحب کی مذکورہ بالا ضیافت کے موقع پر یہ تمام جواہر مع پاندان ان کے نذر کردیا اور بارہ دری بھی

نواب کو پیش کردی جب جوہریوں کو یہ جواہر دکھایا تو رادھاکشن اور سیٹھ بن کٹی داس اور
سرح رتن داس اور مورتی داس اور سیٹھ گیتو مل والا اور سیٹھ رگناتھ داس اور بدری
پاریکھ بازار کے جوہریوں اور سیٹھ رگناتھ رام اور جیارکاں کے سیٹھوں اور ٹکسال کے
سیٹھوں نے بالاتفاق اُس کی قیمت تین لاکھ روپے تجویز کی اُن کے علاوہ یاقوت کی ایک
مالا تھی جس میں سو دانے بیر بیری کے بڑے بڑے ہیروں کے برابر تھے اور رنگ اُن کا سرخ
انار کے دانوں کی طرح تھا جوہریوں نے کہا کہ ایسی مالا آج تک ہماری نظر سے نہیں گذری
اور ایک طلائی پاندان تھا جس میں ہیرے یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے تھے اور جیسے پان
ایک ایک پارچۂ زمرد شفاف کے رکھے ہوئے تھے۔

میر عالم کے خصائل

میر عالم کی حکومت نہایت نرم تھی جیسی کہ سختی اعظم الامرا نے رعایا پر کی تھی اُس کا تدارک
میر عالم نے اپنی رحم دلی اور نرم روش سے کر دیا تھا اُنھوں نے چینا پٹن سے اورنگ آباد
اور پونا و بمبئی تک ہر ہر منزل میں کارواں سرائیں اور مسجدیں بنوا دی تھیں۔ اُن کے
عہد میں رعیت فارغ البال رہی۔
تمام آدمی سیر و تفریح اور تماشائے گل و گلزار میں پری پیکر طوائفیں ساتھ لے کر مصروف
رہتے تھے میر عالم نے اہل اخبار سے کہہ دیا تھا کہ ایسی خبریں لکھوا کے اخبار میں نہ لکھیں کیونکہ
اگر میں سزا دوں گا تو مخلوق متنفر ہو جائے گی اور اگر خاموش رہوں گا تو قیامت میں ماخوذ
ہوں گا جب اُن کی بارہ دری بن چکی تو خود بڑے بڑے آدمیوں سے کہتے تھے کہ بارہ دری
میں سیر و تفریح کے لیے جائیے لوگ اُن کے پاس خاطر سے پری پیکر طوائفیں لے کر
وہاں جاتے اور عیش و عشرت میں مشغول ہوتے میر عالم سن سن کر خوش ہوتے اور
ذی عزت آدمیوں کے لیے مکلف کھانے بھجواتے۔
میر عالم نے حلوہ خانہ اور مکان ایسا بنوایا تھا کہ اُس وقت تک اُس کی نظیر شہر میں نہ تھی
اور ایک بازار جس کا نام سکندر گنج ہے بیچ کماں تک تیار کرایا تھا اور مسجد بھی بنوائی
برٹش ریذیڈنٹ مسٹر رسل لکھتا ہے کہ ۱۸۰۴ء میں اعظم الامرا کے انتقال کے بعد ہم نے
نظام پر میر عالم کو مسلط کر دیا۔ لیکن اسی رسل نے اپنے ۲۴ نومبر ۱۸۱۹ء کے ایک
مراسلے میں میر عالم کے متعلق جو رائے ظاہر کی ہے وہ قابل ملاحظہ ہے۔
لاشک وہ پبلک معاملات میں بڑی قابلیتوں کا مالک تھا مگر دل کی

اُن خوبیون سے قطعاً عاری تھا جو اعلےٰ دماغی قابلیتون کی کمی کو پورا کرتی ہین وہ حریص بے حس۔ کینہ ور۔ اور سنگدل تھا اُس نے نہ کبھی کسی کے احسان کو یاد رکھا اور نہ کسی قصور کو بھلایا اگرچہ وہ سخاوت کے اظہار کا شوقین اور ہر دل عزیزی کا طلبگار تھا۔ مگر اُس کے دل مین اپنے ابنائے نوع کے لیے نہ منفرداً نہ مجتمعاً کوئی جذبہ ہم دردی نہ تھا اُس کے احوال اور اُس کی قابلیتون نے حکومت کے لیے عمدہ کام کرنیکی اتنی قدرت بہم پہنچائی تھی جتنی اس حکومت کے ملازمین کو کبھی حاصل نہین ہوئی مگر اُس نے بہت سی خرابیون کو بڑھا دیا اور کسی ایک کو بھی کم نہ کیا اُس کا دور حکومت زیادہ تر نظام سے اقتدار چھیننے کی کشمکش مین گذر گیا۔

نواب سکندرجاہ اور انگریزون مین معاہدہ۔ اور بعض سپاہیون کی انگریزون سے مخالفت

جب انگریزون کی پہلی لڑائی مرہٹون سے ۱۷۷۸ء سے ۱۷۸۱ء تک رہی تو انگریزی فوج کے زخمیون کو نواب صاحب کے اہلکارون نے ضلع دولت آباد اور ضلع درورمین نہ آنے دیا اور جو آدمی مجروح ہوکر نواحی حیدرآباد مین آئے تھے اُنھین نہ گھسنے دیا اس لیے ۹ مارچ ۱۸۰۱ء کو جی ای کرک پیٹرک رزیڈنٹ کی معرفت یہ بھی ریاست حیدرآباد اور سرکار کمپنی مین اقرار ہوگیا کہ فریقین اپنے اپنے قلعے مین وقت ضرورت فریق ثانی کی فوج کو آنے دین اور جس قدر رسد وغیرہ ضروریات اُن سے ممکن ہوسکے اُس کی بہم رسانی اور فوج مذکور کے آرام وسہولت مین کوشش کرین۔

(۲) ۱۲۲۱ ہجری (مطابق ۱۸۰۶ء) مین پلٹن کے سپاہیون مین سے بہت سے آدمی اپنے انگریز افسرون سے کسی بات پر ناراض ہوگئے اور قلعہ ویلور مین سخت جنگ ہوئی بہت سے انگریز مارے گئے شہر حیدرآباد مین بھی کنٹنجنٹ کے بہت سے سپاہی اپنے انگریز افسرون سے منحرف ہوگئے اور سب باغیون نے جمع ہوکر دورجا کر مقام کیا ان مین سے بعض ہندوستانی نورالملک نورالامرا سے اخلاص رکھتے تھے اُس سے کہہ سُنکر نواب صاحب کی حمایت حاصل کرنی چاہی لیکن نواب نے نہ مانا انگریزون نے عہدہ دارون کو پکڑکر قتل کر ڈالا

اور نواب کے بعض امیروں سے بدظن ہو کر اُن کا اخراج شہر سے چاہا چنانچہ نورالملک نورالامرا بھی جلا وطن کیا گیا جو اپنی جاگیر کرملہ میں جا کر رہنے لگا چندروز کے بعد شہر میں واپس آگیا۔

مہی پت رام کی وجہ سے نواب کے دل میں میر عالم کی طرف سے عداوت پڑجانی۔ اور مہی پت رام کی خانہ خرابی۔

راجہ مہی پت رام جو سکندر جاہ کا عالم صاحبزادگی سے پیشکار تھا اور قبل انتقال نواب نظام علی خاں کے ملا وغیرہ صوبۂ برار وغیرہ کے انتظام کے لیے بھاری جمعیت سے روانہ ہوا تھا جب مشیر الملک کا انتقال ہو گیا تو رزیڈنٹ کے ایما سے یہ مدار المہامی کے عہدے کے لیے کوشش کرنے لگا کیونکہ رزیڈنٹ جی اے کرک پیٹرک میر عالم سے کشیدہ خاطر تھا کیونکہ میر عالم نے رزیڈنٹ کی شکایت گورنر جنرل لارڈ ولزلی کو لکھی تھی پس مہیپت رام اپنی جائے تعناتی سے کوچ کر کے حیدرآباد میں آگیا اور نواب کو ضیافت کے لیے اپنی حویلی پر مدعو کیا اور لاکھ روپے کا چبوترہ سوا کر نواب کی مسند خاص اُس پر بچھوائی پس بتدریج نواب کے مزاج کو میر عالم کی طرف سے مکدر کر دیا اور خود بھی اُن سے بد داعیاں کرنے لگا۔ اس عرصے میں رزیڈنٹ بدل گیا اور کپتان طامس سدنہم رزیڈنٹ ہو کر آیا جو میر عالم کا دوست تھا۔ ماہ رجب ۱۲۲۱ ہجری میں نواب اپنی پرانی حویلی میں جا کر رہنے لگے اور شمس الامرا کے آدمیوں کو چوکی پہروں پر مقرر کیا۔ میر عالم نواب کی طرف سے مشکوک ہو کر رزیڈنٹ کی کوٹھی میں جا کر رہنے لگے وہاں سے علیحاں جان کو استمالت کے لیے بھیجا آخر الامر یہ قرار پایا کہ نواب پرانی حویلی سے اٹھ کر دارالامارت میں چلے آئیں اس کے بعد میر عالم اپنی حویلی میں چلے آئیں گے چنانچہ نواب نے ایسا ہی کیا بعد اس کے رزیڈنٹ نے میر عالم کو اپنے ساتھ لا کر نواب سے صفائی کرا دی اور نواب سے اُنکی نمک حلالی و خیرخواہی کا پورا حال بیان کر کے اُن کا اطمینان کر دیا۔ اب میر عالم نے نواب کی ضیافت کی وہ اُن کی حویلی پر تشریف لے گئے اور میر عالم کی نذر قبول کی اور راجہ مہیپت رام کو حکم ہوا کہ اپنے صوبے کو چلا جائے پھر وہاں سے بھی معزول ہو کر راجہ گوبند بخش کے یہ کام سپرد ہوا اور مہیپت رام قلعہ سکرشاپور میں قید کر دیا گیا اس نے قید میں بیٹھے بیٹھے ستولاپور کے بیداروں سے موافقت پیدا کی اور موسیو ریموں کی پلٹنوں کو جو اُس کی محافظت کے لیے اور اُدھر کے اضلاع کے انتظام کے لیے مقرر تھیں روپے رشوت میں دے کر اور وعدہ وعید کر کے قید سے نکل گیا اور بغاوت پر

آمادہ ہوا۔ جب حیدرآباد میں یہ خبر پہنچی تو ایک فوج بالچند کی افسری میں جو راجہ چندو لال کا رشتہ دار تھا اُس کی سرکوبی کو بھیجی گئی جس کے ساتھ میجر کارل اور ولیم پالمر تھے ان دنوں شولاپور کی سرکار میں تمبھیا برہمن دیوان قدیم اور نیکیا دیوان جدید کے درمیان مناقشہ تھا اور تمبھیا مدد کی امید پر حیدرآباد میں آیا ہوا تھا وہ بھی سرکاری فوج کے ساتھ گیا ہیبت رام نے پدپا نایک اور مردمان بحری بہادر بیدا ور شولاپور والے نیکیا سے اتفاق کر کے شاہ صاحب نام ملک سندھ کے ایک امیر کو جو اپنے ملک سے آوارہ ہو کر آٹھ ہزار سندھیوں کے ساتھ ادھر آیا ہوا تھا نوکر رکھ لیا اُن کے سوا بہت سے عرب اور روہیلے اور سکھ وغیرہ بھی جمع کر لیے تھے اور پلٹن بھی تھی اور توپخانہ بھی تھا اس سامان سے سرکاری فوج سے لڑنے کو آمادہ ہوا۔ عربوں کو الٹی طرف کھڑا کیا اور دوسو روہیلے اُن کی کمک پر مامور کیے۔ سرکاری پلٹنوں کے دو حصے ہوئے ایک حصے کو ساتھ لے کر کارن صاحب مخالف کے توپخانے پر گرا اور پہلے حملے میں سب توپیں چھین لیں جو جو یہ لوگ بڑھتے جاتے تھے وہ وہ لشکر مخالف کے آدمی منتشر ہوتے جاتے تھے لیکن آخرکار دشمن کے آدمی غالب آئے کارن صاحب مارا گیا اور دوسرا حصہ جو ولیم پالمر کی ماتحتی میں تھا اُس کے ترک سواروں نے عربوں پر حملہ کر کے اُن کو ہٹا دیا لیکن روہیلوں کی جماعت نے نشان کھول کر اتنی گولیاں برسائیں کہ یہ لوگ سراسیمہ ہو گئے اور چار پانسو آدمیوں نے ایک ویران گانوں میں پناہ لی آخرکار ریاست کی فوج بھاگ نکلی شمس الامرائی پائے گاہ کے نوکر کھڑے رہے اور مارے گئے ضیاءالدین خان شمس الامرا کا خسر بھی مارا گیا دیوانی کے بہت سے آدمی مارے گئے چھ سو آدمی کارن صاحب کے اور تین سردار اور پانچ سو ترک سوار ولیم پالمر کے مارے گئے اور بہت سے متفرق سوار کشتہ و مجروح ہوئے اور بہت سے باغی بھی مارے گئے اور فوج کی بربادی کے بعد بالچند اور ولیم پالمر میدان جنگ سے کنارہ کشی کر کے بذات خود بارہ کوس پر جا کر اُترے اور فوج تمام برباد ہو گئی اور بعد اس کے دوسری فوج ریاست سے بھیجی اس فوج کے ہاتھ سے باغی مارے گئے ہیبت رام مع اپنے بھانجے سری پت رام کے ہندوستان میں ہلکر کے پاس چلا گیا اور مہی پت رام کا کام راجہ گوبند بخش چندو لال کا چھوٹا بھائی کرنے لگا اس کے ساتھ دس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے متعین تھے۔ ہلکر نے خود بخود نظام سے درخواست کی کہ اپنی فوج لے کر حیدرآباد پر حملہ آور ہو جائیگا اور انگریزوں کو وہاں سے نکال دے گا بعد اس کے نظام اس کے ساتھ دوستی اور محبت کے رشتے قائم رکھیں لیکن نواب سکندر جاہ نے ہلکر کی یہ درخواست مسترد کر دی اور مہی پت کو غدار قرار دیا کچھ مدت کے بعد مہی پت ایک قاتل کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اُتر گیا۔

راجہ چندو لال کی ترقی کا آغاز میر عالم کی وفات کے بعد منیر الملک کا عہدۂ مدار المہامی پانا

مدار المہام ہونے کے بعد میر عالم نے بہت کچھ چاہا کہ راجہ چندو لال کو اپنا پیشکار بنائیں اور کھوالی داس دھرم ونت کے گماشتے راجہ سورج ونت معروف بہ راجہ شیر مل نے کہ نہایت دانا آدمی تھا اور دفتر مال و دیوانی کا کام میر عالم کی پیش دستی میں سرانجام دیتا تھا اُسکو مقرر نہ ہونے دیا اس لیے میر عالم نے چندو لال کو سوال جواب کے لیے نواب سکندر جاہ کے حضور میں مقرر کر دیا تاکہ نواب کو کچھ فرمائیں وہ آکر اُن سے بیان کر دے اور جو کچھ میر عالم کہیں وہ نواب سے عرض کر دے جب سورج ونت یوم چہارشنبہ ۲۲ صفر سنہ ۱۲۲ ہجری کو مرگیا تو نواب سکندر جاہ نے چندو لال کو میر عالم کی سفارش سے اُن کا پیشکار مقرر کیا سنہ ۱۲۲ ہجری میں شاہ عالم ثانی کا انتقال ہوگیا اور اکبر شاہ اُس کی جگہ قائم ہوا نواب صاحب نے سوگ کی وجہ سے تین دن تک نوبت بھی موقوف رکھائی اور عرضی متضمن تعزیت و تہنیت مع نذر جلوس دہلی کو بھیجی۔ ۲۷ رجب سنہ ۱۲۲۳ ہجری کو رفیع الدولہ محمد تاج الدین خاں اجل طبعی سے مرگیا اور نواب اُس کی حویلی پر گئے اور اُس کی بیٹی کو بہت دلاسا دیا۔ ۱۹ شوال سنہ ۱۲۲۳ ہجری یوم پنجشنبہ کو اور گلزار آصفیہ کی روایت کے موافق روز جمعہ ۲۴ شوال سنہ مذکور کو میر عالم مرگئے اور منصب وزارت کے لیے دو شخص آگے بڑھے ایک شمس الامرا امیر کبیر دوسرے منیر الملک جو میر عالم کے داماد تھے لارڈ منٹو اول گورنر جنرل نے امرائے ریاست کے مشورے سے شمس الامرا کو مدار المہامی کے کام کے لیے منتخب کر کے سفارشی خریطہ لکھا۔ نواب نے منیر الملک کو مدار المہام مقرر کرنا چاہا منیر الملک نے چندو لال سے بحلف شرعی عہد کیا کہ اگر اُنھیں مدار المہامی مل جائے گی تو وہ تمام اختیارات چندو لال کے سپرد کر دینگے اور خود کسی معاملے سے سروکار نہ رکھینگے رزیڈنٹ نے کہا کہ منیر الملک صاحب عقل و جرأت نہیں غرض چھ مہینے تک یہی بحث رہی آخر کار خود انگریزی گورنمنٹ نے بھی اُن کے تقرر کو اس شرط کے ساتھ منظور کر لیا کہ وہ تمام اختیارات چندو لال کو دیدیں۔ ۱ شعبان سنہ ۱۲۲۴ ہجری کو منیر الملک کو مع راجہ چندو لال و رزیڈنٹ کے نواب نے بلا کر مدار المہامی کا عہدہ اور ملبوس خاص عنایت کیا اور ۱۱ شعبان کو دربار کر کے مدار المہامی کی نذر قبول کی۔

تاریخ گلزار آصفیہ میں لکھا ہے کہ نواب میر اکبر علی خاں سکندر جاہ اپنی زندگی بھر راجہ چندو لال

کے سامنے کسی کا اعتبار نہ کرتے تھے۔ ۱۵ ذیحجہ ۱۲۳۲ہجری کو باغ حضرت قدسیہ کو چلے تو اپنے کوکہ جعفریار جنگ بہادر کو عماری زردمین خواصی مین منیر الملک کے پہلو مین بٹھایا اور دوسری سہ پہر کو عماری شکاری مین جس کا نام سکھ چال تھا اپنی خواصی مین مہاراجہ چندو لال کو بٹھا کر اطراف باغ کی طرف سیر صحرا کو روانہ ہوے۔ مہاراجہ نے اپنے ساتھ کی سپاہ کو جس مین سات سو پچاس سوار اور باقاعدہ پلٹن وعرب وعلی غول وروہیلہ تھے مع دو توپ کے نواب کے ملاحظے مین پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ تمام جمعیت خانہ زاد کی ہے کہ حکمت عملی کے ساتھ دیوانی سے فراہم کر کے سرکار کے واسطے ہمراہ لایا ہون یہ تمام خاص حضور کے فرمان بردار ہین غیر سے تعلق نہین رکھتے اُن کی تنخواہ دیوانی سے ملتی ہے حکم ہوا کہ اُن کو سراپردۂ خاص کے پاس ٹھہراوین۔ رشید الدین خانی مین لکھا ہے کہ منیر الملک مدار المہام ہوے تو ریاست کے تمام مالی وملکی کامونکا اختیار واقتدار چندو لال کے ہاتھ مین آگیا جو اُن کی پیش دستی مین کام کرتا تھا منیر الملک نے فقط تحریر پر اکتفا کی اور مادام الحیات خانہ نشین رہے چندو لال بڑا صاحب تدبیر اور ذہین عاقل تیز ہوش آزمودہ کار تھا اور کلیۃً متوسل گورنمنٹ انگریزی کا تھا اور گورنمنٹ کے ذریعے سے ترقی اُس کی اس درجے کو ہوئی تھی کہ نظام جس کی ثابت قدمی پر شبہ تھا علیحدہ رہتا تھا اور کچھ تعلق امور ریاست سے نہین رکھتا تھا رشید الدین خانی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سکندر جاہ نے جھاؤ لال کو ۱۲۳۵ہجری[۱] مین خطاب مہاراجگی اور نوبت اور جھالر دار پالکی عطا کی اور تاریخ گلزار آصفیہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ مہاراجہ بہادر کے خطاب کے ساتھ شش ہزاری منصب بھی مرحمت کیا تھا۔

سپاہ کنٹنجنٹ

کورٹ ڈائرکٹرز کا سخت حکم تھا کہ نظام حیدرآباد کے معاملات اندرونی مین گورنمنٹ ہند کبھی مداخلت اور دست اندازی نہ کرے اور رزیڈنٹ کو حکم تھا کہ وہ اپنی ساری توجہ کنٹنجنٹ کی درستی اور اصلاح پر کرے اُس مین چھ ہزار پیادے اور نو ہزار سوار تھے سنہ ۱۸۰۰ء کے عہدنامے کے موافق نظام پر فرض تھا کہ وہ اس قدر سپاہ لڑائی کے وقت انگریزون کو دیا کرین اگرچہ ساری فوج پہلے خوگیر کی بھرتی تھی اور بالکل نکمی تھی مگر رزیڈنٹ کی کوشش سے یہ فوج فوج ہوگئی اس سپاہ کے افسر سرکار کمپنی کی سپاہ کے افسرون مین سے ہوا کرتے تھے اور انھین کی بدولت اُس مین ساری خوبیان جو سپاہ مین ہونی چاہیین پیدا ہوگئین تین[۲] لاکھ

[۱] دیکھو جلد پنجم عہدنامجات صفحۂ ۶۔

روپیہ اس سپاہ کا خرچ تھا یہ سپاہ بالکل چندولال کے اختیار میں تھی اور اس کے سارے کاموں میں مدد دیتی تھی وہی اس کی حکومت کے ہاتھ پیر تھے سرکش زمینداروں اور تعلقہ داروں کے سرکچلنے اور زر مالگزاری اُٹھانے کے لیے وہ کام آتی تھی اسی واسطے کچھ اس خرچ کی پروا نہیں کرتا تھا اور دل کھول کر دولت اس کے لیے خرچ کرتا تھا اس لشکر میں افسروں کی تعداد زیادہ تھی مگر اُن کی تنخواہ زیادہ تھی اس طمع تنخواہ سے اس سپاہ کی افسری کی تماسہت اسر کرتے تھے اس لیے رزیڈنٹ کو سلوک کرنے کا اختیار اپنے دوست آشناؤں کے ساتھ بہت تھا۔ یہ سپاہ کنٹنجنٹ اگرچہ لڑائی کے زمانے میں ایک عمدہ سپاہ تھی مگر اس کے وقت میں یہ لشکر ایسے ملک میں کہ جس کی محافظ سرکار کمپنی ہو بالکل فضول تھا۔

گورنمنٹ کی دھمکی سے انتظام ملکی میں اصلاح کی صورت

مولوی ذکاء اللہ لکھتے ہیں کہ جب رزیڈنٹ نے ملک کی ویرانی اور خلق خدا کی خستہ حالی دیکھی تو گورنر جنرل سے اجازت چاہی کہ میں اُن کا کچھ علاج کروں اس کی اس درخواست سے یہ فائدہ ہوا کہ جب مٹکاف صاحب رزیڈنٹ حیدرآباد مقرر ہوا تو اُس نے سارے ملک میں دورہ کیا اور ان تمام مفاسد کی اصلاح کے لیے سخت تدابیر عمل میں لایا صاحب کنٹنجنٹ کے یا اپنے سکرٹری اُس نے مقرر کیے کہ وہ رعایا کے ساتھ مناسب بندوبست مالگزاری کریں اور ظالموں کو زیردستوں پر زبردست نہ ہونے دیں اور سرکشو زیردستوں کو زبردست کریں جب یہ ہوا تو چندولال کے چھکے چھوٹے وہ یوں رہ گئے تو نہ رہے وہ رو رہی رہا کہ جس سے رعایا کے حلق میں سے روپیہ نکلتے۔ اول آف مائرا مارکوئیس ہیسٹنگز گورنر جنرل نے بہت سے پند و نصائح نظام کو لکھیں اور اُس کے ساتھ یہ دھمکی بھی دی کہ میری پند و اندرز پر عمل نہ کروگے تو سارا ملک تمہارے ہاتھ سے نکال لیا جائے گا۔ جبکہ جان و مال کی حفاظت و سلامتی ہوگئی تو تھوڑے عرصے میں تین سو گاؤں آباد ہوگئے سوکھے کھیت پھر ہرے بھرے ہونے شروع ہوگئے اس عدل سے ملک آباد ہوا اور غریب لاچاروں کا دل شاد ہوا اب تیغ برسرا ور سرد وق پردوش ہونے کی ضرورت جیسے پہلے تھی سرکاری مطالبے کے وصول کرنے کے واسطے نہ رہی۔ حیدرآباد کا ملک ایسا ہے کہ جو قدرتی خوبیاں اس میں ہیں وہ کسی کسی ملک میں ہوتی ہیں مگر چندولال نے سب پر خاک ڈال رکھی تھی جو مٹکاف صاحب کا بھلا کرے جس نے پھر اُس کو آباد کیا

اور خارستان کو گلزار بنایا۔

پامر کمپنی کے ہاتھ سے ریاست کی زیر باری گورنمنٹ کا اپنے پاس سے تمام قرضہ بیباق کر کے شمالی سرکارون کا پیش کش بند کر دینا

سی ٹی مٹکاف صاحب کو بہت دن حیدرآباد مین آئے ہوے نہین ہوے تھے کہ اُس کو یہ تحقیق ہوگیا کہ پامر کمپنی کے جو داد وستد کے معاملات ریاست حیدرآباد سے ہوے وہ اُس کی بہبودی اور فلاح مین خلل انداز ہوگئے۔ اس کمپنی کی حقیقت یہ ہے کہ پامر صاحب نے اگلے رزیڈنٹ کی صلاح سے ۱۸۱۴ء مین ایک بینک حیدرآباد مین قائم کیا تھا اب اُس نے چندولال سے داد وستد کرنی شروع کی اور سرکار نظام کو پیشگی روپیہ دینا شروع کیا پارلیمنٹ کے قانون کے موافق ہندوستانی ریاستون مین ایسے بینک قائم ہونا بغیر حکم گورنر جنرل کے ممنوع تھا اس واسطے پامر صاحب کو اُس کی منظوری کی درخواست جون ۱۸۱۶ء مین بھیجنی پڑی گورنر جنرل مع کونسل نے اُس کو منظور کیا اور ایڈوکیٹ جنرل نے اُس کے قانوناً درست ہونے کی وجوہات بھی لکھدین۔ اپریل ۱۸۱۸ء مین جب پیشوا کی لڑائی کے لیے گورنمنٹ کو فوج بھیجنی پڑی تو اس خوف سے کہ مبادا کنٹنجنٹ سپاہ بھاگ کر اُدھر نہ چلی جائے اُس کی چڑھی ہوئی تنخواہ ادا کرنے کی ضرورت پڑی تو پامر کمپنی نے مدار المہام سے کہا کہ ہم ڈھائی لاکھ روپیہ مہینا ۲۵ روپے سیکڑہ سالانہ سود پر دے سکتے ہین بشرطیکہ تیس لاکھ روپے سالانہ آمدنی کی زمین اُس کی کفالت مین دیدی جائے اس درخواست کو گورنر جنرل اور مدار المہام دونون نے منظور کرلیا۔ یہ کمپنی بارہ روپیہ سیکڑہ سود پر اور صاحبان دولت کو روپیہ قرض دیتی تھی اور نظام کو ۲۴ روپیہ سیکڑہ پر قرض دیتی تھی اگر دوبارہ قرض لیا جاتا تھا تو پہلے قرض کا سود اصل مین داخل ہو جاتا تھا اس طرح سود در سود صعود کرتا جاتا تھا۔

۱۸۲۰ء مین چندولال نے گورنمنٹ سے درخواست کی کہ ساٹھ لاکھ روپیہ قرض لینے کا حکم اس بینک سے ہو جائے تاکہ ہندوستانی مہاجنون کا جو قرض دینا ہے وہ چکا دیا جائے اور رعایا کو تقاوی دی جائے اور بعض سرکاری کارخانون کی تنخواہ چکا کر تخفیف کیا جائے۔ گورنر جنرل نے یہ سمجھکر کہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے صحیح ہے اس درخواست کو منظور کرلیا مگر جب سی ٹی مٹکاف رزیڈنٹ ہو کر یہان آیا تو اُسے تحقیق معلوم ہوا کہ ساٹھ لاکھ روپے مین سے کچھ ہی نظام کے خزانے مین داخل ہوے آٹھ لاکھ روپیہ تو خود اس کمپنی نے اپنے سود کا لیا ہے

اور باقی روپے کا حساب یہ اناپ تناپ ہے کہ کچھ روپیہ پہلے گورنر جنرل کی منظوری کے بغیر نواب نظام کو قرض دیدیا یا کہدیا گیا کہ دیدیا گیا اُس میں محسوب ہوا اب اُس کی منظوری پس سے منگائی گئی ہے۔ اب ریذیڈنٹ کو یہ معلوم ہوا کہ یہ پامر کمپنی کچھ فقط مہاجن ہی نہیں ہے بلکہ وہ ملکی انتظام کے کاموں میں بہت دخل دیتی ہے اور اُس کے ایک ممبر رم بولڈ کو یہ سمجھکر کہ وہ بہت کچھ دخل ہیسٹنگز صاحب گورنر جنرل کے مزاج میں رکھتا ہے چندو لال یہ سمجھنے لگا ہے کہ وہ اپنے جاہ و مرتبہ کی حفاظت اس کمپنی کی حمایت سے بہ نسبت ریذیڈنٹ کے قائم رکھ سکتا ہے اور وہ اپنے مطالب و مقاصد کو اس کمپنی ہی کی معرفت گورنر جنرل تک پہونچا سکتا ہے۔ غرض جو نواب ارکاٹ کا حال قرض خواہوں نے کر دیا تھا وہ اس کمپنی نے نظام کا کردیا اور اُس کو اپنا غلام سا بنالیا۔

سر چارلس مٹکاف نے اس کمپنی کی بہ نسبت ساری اپنی رائے اور خیال لکھ بھیجے مگر اُس کو معلوم ہوا کہ گورنر جنرل کی توجہ خاطر کمپنی کے ایک ممبر رم بولڈ کے سبب سے کمپنی کی طرف بہت ہے آخر کو ان دونوں عاقلوں میں اس معاملے میں ایسی شکر رنجی ہوئی کہ طبیعتوں میں کدورت آگئی مگر قرض کے ان ساٹھ لاکھ روپوں کا معاملہ ایسا تھا کہ اُس پر کوئی پردہ پڑ ہی نہیں سکتا تھا اور یہ بھی تحقیق ہوا کہ اس بینک نے اور روپیہ بھی سرکار نظام کو قرض دیا ہے۔ چندو لال کے حساب کے مواق قرض اُس کا اور سود در سود ایک کروڑ روپے سے زیادہ ہو گیا ہے۔ ہیسٹنگز صاحب گورنر جنرل مع کونسل نے ان معاملات پر بڑی لعنت ملامت کی اور یہ چاہا کہ سرکار نظام کو ان قرض خواہوں کے پھندے سے چھٹائے۔ پچاس برس کا عرصہ گذرا کہ لارڈ کلایو کی کوشش سے شمالی سرکاریں بادشاہ دہلی نے سرکار کمپنی کو عطا کی تھیں مگر کمپنی نے اپنی کم اقتداری کے سبب سے سات لاکھ روپیہ پیش کش دینے کا اقرار نظام کو کر لیا تھا گورنمنٹ مصلحت اندیش نے ہیسٹنگز صاحب گورنر جنرل کے جانے کے بعد ایک کروڑ روپیہ پامر کمپنی کو ادا کیا اور اس پیش کش کو مول لے لیا بارہ مہینے کے بعد اس کمپنی کا ٹمی دوالا نکل گیا۔

نواب کے بیٹے میر گوہر علی خان مبارز الدولہ مبارز جنگ کی لڑائی انگریزی سپاہ کے ساتھ اور جلا وطنی

ماہ رمضان ۱۲۲۶ھ ہجری میں شیریں نام ایک مرثیہ خواں نے انگریزی چھاؤنی کے بازار کے

سلہ دیکھو تاریخ ہندوستان مولفہ مولوی ذکاء اللہ صاحب ۱۲

درزی سے جھگڑا کیا نوبت جدال و قتال پر پہنچی وہ شخص مبارز الدولہ کی حویلی پر آکر پناہ گزین ہوا مبارز الدولہ نے حمایت کی اس مقدمے نے اتنا طول کھینچا کہ ثابت جنگ رسل صاحب رزیڈنٹ نے نواب کے پاس آکر شکایت کی کہ مبارز الدولہ خلق اللہ پر ظلم کرتے ہین اور اذیت دیتے ہین نواب نے اُس کو کہا کہ تم اُس کا بندوبست کرو ہرچند منیر الملک نے کہا کہ مین خود صاحبزادے کا انتظام کرتا ہون مگر رسل صاحب نے کہا کہ حکم میرے نام صادر ہوا ہے مین اُن کا بندوبست کرونگا اور رسل برگیڈ کے انگریز افسر اور ایک ہزار پیادے اور دو توپین اُنکی حویلی پر لیجا کر اُسے گھیر لیا جنھون نے چارون طرف سے بندوقین مارنی شروع کین مبارز الدولہ بھی لڑنے کو تیار ہوئے اور ایک ہنگامۂ عظیم برپا ہوا۔ مبارز الدولہ کے تیر سے ایک انگریز زخمی ہوکر زمین پر گر پڑا دوسرے انگریز نے ہر طرف سے گولے مارنے شروع کیے لیکن مبارز الدولہ کے نوکرون کی تیزدستی سے سپاہی توپ چھوڑ کر بھاگ گئے ممتاز الدولہ جو نواب سکندر جاہ کے داماد تھے اپنے دروازے پر بیٹھکر تالاب میر جملہ کے راستے پر مفرورون پر فیر کرنے لگے یہ بات رسل صاحب پر شاق گذری اُس نے آٹھ سو گورے راتکے وقت چھاؤنی لشکر حسین ساگر سے بلاکر شہر مین چندولال کی بارہ دری مین بٹھا دیے اور چاہا کہ مبارز الدولہ کو تنگ کرے آج مہاراجہ چندولال نے بڑی نمک حلالی و جان نثاری کا کام کیا کہ بہت سا روپیہ رسل صاحب اور اُس کی سپاہ کو دے کر چھاؤنی کو واپس کرا دیا دوسرے دن چندولال نواب صاحب سے اجازت لے کر رزیڈنٹ کے پاس گئے اور یہ مشورہ قرار پایا کہ عبرت کے لیے چند روز تک مبارز الدولہ کو قلعہ گولکنڈہ مین بھیجدیا جائے چنانچہ نواب نے شمس الامرا و منیر الملک کو بھجوا کر صاحبزادے کو اپنے پاس بلایا اور تادیباً قلعۂ گولکنڈہ مین بھجوا دیا۔ صاحبزادے کا حقیقی بھائی بشیر الدین علی خان صمصام الدولہ صمصام جنگ اور نواب کا داماد ممتاز الدولہ اور تہنیت النسا عرف بی بی صاحبہ والدہ نواب سکندر جاہ اور جہان پرور بیگم محل خاص سکندر جاہ یہ سب مبارز الدولہ کے شریک حال ہوے۔ نواب صاحب نے ۱۸ محرم سنہ ۱۲۳۷ ہجری کو بیگمات محل کی سفارش سے حیدرآباد بلاکر عالی جاہ کے کوٹلے مین رہنے کا حکم دیا اور وہان کے سب مکانات اُن کو دیدیے۔ گلزار آصفیہ مین لکھا ہے کہ اُن کی رہائی چندولال کی کوشش سے ظہور مین آئی گو رسل صاحب رزیڈنٹ چلا گیا تھا مگر مبارز الدولہ کی واپسی دشوار تھی کیونکہ انگریزون کا یہی قاعدہ ہے رشید الدین خانی سے ثابت ہے کہ چندولال نے اس رہائی کی کوشش مین بہت سا روپیہ بھی خرچ کیا تھا نواب نے انکو اس جلدو مین

میں بہا جواہر اور علم و نقارہ اور منصب ہفت ہزاری ذات وچھ ہزار سوار کا مرحمت کیا اور ایک کروڑ روپیہ جو قرض دیا تھا وہ معاف کر دیا۔ گلزار آصفیہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عطائے منصب ہفت ہزاری کے موقع پر چندو لال کو گھڑیال بھی بخشا تھا۔

متفرق باتیں

سنہ ۱۲۲۴ھ ہجری میں ایسی کثرت سے بارش ہوئی کہ رود موسی میں بھی سخت طغیانی پیدا ہوگئی اور اس پانی کے زور سے شہر کی فصیل کئی جگہ سے ٹوٹ گئی۔
(۲) ایک بار طامس سدیم رزیڈنٹ کے نواب کی ضیافت کی شب کو آتش بازی چھوٹی جس کی چنگاری آتش بازی کے ذخیرے میں پڑ گئی تمام آتش بازی چھٹنے لگی اور آگ کا ایسا زور ہوا کہ ہاتھی گھوڑے بے قابو ہو گئے سواروں اور مردمان جلو میں ایک تلاطم برپا ہوگیا بانات کا ایک پرتکلف خیمہ وہاں کھڑا تھا اُس میں کئی جگہ سے آگ لگ گئی اور جلکر راکھ ہوگیا ایسی ہی حالت میں نواب صاحب رزیڈنٹ کی طرف سے ہاتھی اور جواہر قبول کرکے لوٹ آئے۔
(۳) ۲۱ رمضان سنہ ۱۲۲۶ھ ہجری سے ایک دمدار ستارہ مغرب کی طرف سے طلوع ہوا اور کئی ماہ تک دکھائی دیا لوگوں کو بہت توہم پیدا ہوا اور گمان کرنے لگے کہ یہ سردار ان ہند کے لیے بھاری ہے جسونت راو ہلکر اس سال مرا۔ حکومت پونا میں مناقشہ شروع ہوا

سپاہ کنٹنجنٹ میں اصلاحات

سنہ ۱۸۱۳ء میں مسٹر ہنری رسل رزیڈنٹ حیدرآباد نے سپاہ کنٹنجنٹ میں چند اصلاحات کی تحریک کی اور سکندر جاہ کو ترغیب دلائی کہ بالفعل ایک پلٹن کی تنخواہ چندو لال پیشکار کی آمدنی سے تقسیم کرنے کی اُس کو اجازت دی جائے اور پھر جب دوسری پلٹن تیار ہو تو اُسکی تنخواہ کی نسبت بھی یہی حکم ہو سکندر جاہ نے قبول کرلیا اس لیے اس فوج کا نام رفتہ رفتہ رسل بریگیڈ ہوگیا۔ تاریخ گلزار و نظام میں آیا ہے کہ مسٹر رسل کی موثر کوششوں اور کپتان ہیر کی جاں فشانیوں اور دیگر دوسرے یورپین افسروں کی محنتوں سے اُس کی حالت درست ہوگئی اس کے بعد تمام کنٹنجنٹ کی فوج کی وہی حالت رہی دوسرے برس (سنہ ۱۸۱۴ء) اس بریگیڈ میں چار یورپین افسر جن میں دو نان کمیشنڈ تھے اور ۱۲ دیسی افسر اور ۸ سپاہی شامل تھے۔ اور سنہ ۱۸۱۵ء میں اس میں اور اصلاحات بھی کی گئیں اور زائد افسروں کو اسمیں داخل کیا گیا جس میں کمیشنڈ اور غیر کمیشنڈ دونوں موجود تھے۔ سنہ ۱۸۱۶ء میں ریاست حیدرآباد کے

برار کیولری کی اصلاح حالت کی پہلے پہل کوشش کی گئی وہان کے حاکم نے جو نظام کی طرف سے ایک راجہ تھا ملک کو پنڈارون کے حملون سے بچانے کے لیے ...۵ سوارون کے دینے کا وعدہ کیا کیونکہ اس وقت پنڈارے لوگ برار اور اُس کے اطراف وجوانب مین متواتر حملے کررہے تھے جب کیولری مرتب ہوئی تو پنڈارون کی لڑائی مین مرفی بانسلاپ کے زیر کمان ۱۸۱۶ء مین تین سو جدید سوارون کو اکٹھا کرکے رسل برگیڈ مین شامل کیا گیا ۱۸۱۷ء مین یہ برگیڈ مہدپور کی لڑائی مین سرجان مالکم کی فوجون مین شامل تھا جس کی تعریف ان لفظون مین کی گئی ہے ہندوستان مین کوئی برگیڈ ایسی عمدہ قواعددان اور ایسی آراستہ نہین ہے جیسی رسل برگیڈ ہے۔

سکندرجاہ کی محل نشینی

سکندرجاہ بالکل بے اختیار ہوگئے تھے حتے کہ ایک موقع پر اُنھون نے چندولال سے بعض رقمون کا حساب طلب کیا تو رزیڈنٹ درمیان مین کھڑا ہوگیا اور اُس نے کہا کہ یہ مدارالمہام کے معاملات مین بےجا مداخلت ہے بلکہ رزیڈنٹ نے یہان تک کہدیا کہ مہاراجہ چندولال کی علیحدگی سے دونون سرکارون مین تعلقات مین فرق آجائے گا اگر ہزہائنس کے معاملات کا انصرام کسی ایسے شخص کے سپرد کیا گیا جسپر سرکار کمپنی بھروسا نہ کرسکتی ہو تو ممکن ہے کہ سرکار کمپنی کے لیے یہ ناگزیر ہوجائے کہ وہ اپنے مفاد کی نگھبانی کسی دوسرے ڈھنگ سے کرے بجائے اس طریقے کے جو ابتک کافی پایا گیا ہے اس قسم کے واقعات کا سکندرجاہ پر اتنا اثر ہوا کہ اُنھون نے محل سے نکلنا چھوڑ دیا بعض وقات چار چار سال تک اُنھون نے قدم باہر نہ نکالا۔

جنگ پنڈارہ و مرہٹہ و پیشوا و ناگپور مین حیدرآباد کنٹنجنٹ

فوجون کی انگریزی لشکر کے ساتھ کارگذاری

مرہٹون کے بڑے سردار تو قزاقی چھوڑ کر رجے ہوگئے تھے مگر اُن کی جگہ پنڈارون کی لٹیری قوم پیدا ہوگئی تھی مرہٹے تو بہرحال ایک مجمع ہنود کا تھے اور ایک طرح کی گورنمنٹ اور جتھا رکھتے تھے اور اپنی قدیم روایتون اور دستورون کے پابند تھے مگر پنڈارے تو محض غارتگرون اور ڈاکوؤن کی جماعت تھی اُن مین قومیت اور مذہب کی کچھ قید نہ تھی

وہ اپنی جماعت میں ہند کے خانہ بدوشوں اور ردی فرقوں کو بلا تمیز اس بات کے کہ وہ پٹھان ہوں یا مرہٹے یا جاٹ بجوتی شامل کر لیتے تھے وسط ہند میں یہ بلا دیر تک رہی اور ایسا زور پکڑ لیا کہ بغیر فوج کشی کے اُس کا استیصال ہوا۔ پنڈاروں کا صدر مقام تو مالوہ تھا مگر اُنکی غارتگری کچھ وسط ہند ہی پر موقوف نہ تھی بلکہ سیکڑوں اور ہزاروں جمع ہوکر گھوڑوں پر سوار ہوکر بمبئی اور مدراس کے ساحل تک تاخت و تاراج کرتے تھے ایک شخص **امیر خان** نامی اُن کا سب سے بڑا اور زور آور سردار تھا اور اُس کے پاس چند قواعد داں پلٹنیں اور توپخانے تھے تین اور سرغنہ چیتو اور کریم اور **واصل محمد** کے نام سے مشہور تھے اتنے جوش حال تھے کہ انھوں نے ایک مرتبہ دس لاکھ روپے سیندھیا کو بطور فدیے کے ادا کیے ان پنڈاروں کو پامال کرنے کی غرض سے جس کے سب مرہٹے سردار کم و بیش طرفدار تھے ارل آف مارکوئیس ہیسٹنگز نے ۱۸۱۷ء میں ایک لشکر جرار ایک لاکھ بیس ہزار آدمیوں کا جس کی مثل ہند میں دیکھنے میں نہیں آیا مہیا کیا اس وقت گورنر جنرل نے مالکم صاحب کو مدراس کی سپاہ کا بریگیڈیر جنرل مقرر کیا اور اُس کو حکم دیا کہ وہ جنوبی ہندوستان کی ریزیڈنسیوں کا معائنہ اور ہندوستانی ریاستوں کا ملاحظہ کرے وہ مچھلی پٹن سے بذریعہ ڈاک حیدرآباد آیا اور نواب سکندر جاہ سے ملاقات کی یہاں کے کنٹنجنٹ کو بھی فوج کشی میں شامل کیا گیا راجہ چندولال نے سپہر مل کو بھی ہزار سوار دے کر اس مہم کی شرکت کے لیے بھیجا اُن میں سردار خاں عرف بڑے رئی پٹھان جمعدار مہدوی مذہب تین سو سواروں کا افسر بھی شریک تھا اُس سے بوجہ اپنی طبعی سرکشی کے انگریزی قانون جنگ کی پابندی نہ ہو سکی اور **ڈیوس صاحب** سے سرتابی کر کے اور لشکر سے اُٹھ کر اپنی جاگیر کو چلا گیا اور یہاں سے حیدرآباد آنے کا قصد رکھتا تھا کہ چندولال نے آنے کی ممانعت کی اس لیے پونا کو چلا گیا اور باجی راؤ کی نوکری کر لی پیشوا نے خود درخواست کر کے مالکم صاحب سے ملاقات کی جو پیشوا کا بڑا دوست تھا اُس نے گورنمنٹ کی خیر خواہی اور نیک سگالی کا اظہار بدرجۂ غایت کیا اور کہا کہ میں سرکار کے ساتھ دل و جان سے پنڈاروں کی سرکوبی کے لیے حاضر ہوں جنرل صاحب نے یہ عجز و انکسار دیکھ کر اپنی وسعت اخلاق اور رحم دلی کے سبب سے اجازت دیدی کہ وہ اپنی قوت بڑھالے اور ایسا اعتبار کیا کہ جنرل اسمتھ کی سپاہ کو حکم ہو گیا کہ وہ پونے سے پنڈاروں کی سرکوبی کے لیے چلی جائے اور جو قلعے احتیاطاً پیشوا سے لیے گئے تھے وہ بھی اُس کو واپس دیدیے اب پیشوا نے سپاہ کی درستی میں اہتمام اپنا زیادہ کیا اور ایک کروڑ روپیہ گوکلا کو لشکر کی درستی کے لیے دیا اور اُسے اپنے لشکر کا سپہ سالار بنایا جنوبی جاگیرداروں کو بھی

جو ہمیشہ پیشوا سے ناراض رہتے تھے منت سماجت کر کے منا لیا قلعوں کی مرمت کر لی ان مین اسباب ضروری کے ڈھیر لگا دیے رزیڈنٹ الفنسٹن صاحب پیشوا کے رگ پٹھوں اور اُسکی عیاری سے واقف تھا اور وہ اُس کو گورنمنٹ کا مخالف جانتا تھا مگر وہ پیشوا پر اپنے عندیے کو ظاہر نہین ہونے دیتا تھا اور علانیہ سامان جنگ نہین کرتا تھا کہ جس سے پیشوا کی قلعی کھلے پیشوا نے الفنسٹن صاحب سے آخری ملاقات مین یہ کہا کہ مین نے جو سپاہ بڑھا لی ہے وہ سرکار کمپنی کی خدمت گذاری کے لیے پنڈاروں کے استیصال کے لیے جمع کر رہا ہون اور ناگپور مین یہ حال ہوا کہ وہاں کے نائب الحکومت نے کچھ مہینوں تک اور مصالحت کی مگر پہلی نومبر ۱۸۱۷ء کو یہ حادثہ رونما ہوا کہ راجہ پرسا نے اپنے بچھونے مین قتل ہو کر اپنے بستر مرگ پر آرام کیا تحقیق سے ثابت ہوا کہ اس قتل کے خون سرخ سے آپا صاحب ہی نے اپنا مُنہ کالا کیا اس کے مرتے ہی وہ خود مسند نشین ہو گیا راجہ ہوتے ہی ایسا دماغ بگڑا کہ ایسا مصمم ارادہ ہوا کہ کسی طرح سے انگریزون کے ہاتھ سے پیچھا چھڑائے اور دبا ہوا ہاتھ پتھر کے تلے سے نکالے اب اُسنے پیشوا کے ساتھ موافقت اور انگریزون کے ساتھ مخاصمت و مخالفت پیدا کی اور پنڈارونکی اعانت پر کمر باندھی پنڈارون کے سردار چیتو کا وکیل اُس سے امداد مانگنے آیا اُس کو ایک خلعت فاخرہ عنایت کیا۔ اس جملہ معترضہ کو تمام کرنے کے بعد بیان کرتا ہون کہ گورنر جنرل نے جو لشکر تیار کیا تھا اُس کے نصف حصے نے شمال سے اور نصف حصے نے جنوب سے کارروائی شروع کی اس فوج کے ساتھ ریاست حیدرآباد کی مددگار فوج بھی کرنیل اسٹیونس کی زیر کمان شامل ہوئی تھی سیندھیا یہ سامان جنگ دیکھ کر ڈر گیا اور کان بھی نہ ہلائے اور امیر خاں نے بھی جب اُس کو اُس علاقے کے ملنے کا اطمینان ہو گیا جو اب ٹونک کی ریاست مین داخل ہے تو اُس نے اپنی فوج توڑ دی۔ پنڈارون مین مہا پنڈارے چیتو۔ کریم اور واصل محمد تھے ۱۸۱۷ء کی برسات مین اُن کے ماتحت ۲۳ ہزار پنڈارے تھے ان سب کو معلوم تھا کہ انگریز ہمارے استیصال کے لیے کیا کیا تدبیرین کرتے ہین اُنھون نے مرہٹون سے کمک اور امداد مانگی مگر انگریزون کے خوف سے کسی نے اُن کی حمایت نہ کی پنڈارے ملک مغرب کی طرف پھرے تو جرنیل دوٹن نے اُن کو روکا اور کریم خان کے ہاتھی اور نقارے اور علم چھین لیے اور جو رو بچے اُنکے پکڑ لیے باقی سردار اپنے ڈیرے خیمے جلا کر جنوب کی طرف چار ہزار سوار ساتھ لے کر چلے اب کیا تو وہ سپاہ انگریزی کے ہاتھ سے مارے گئے یا گانون والون نے اُن کو فنا کر دیا خدا نے اُن کو ایسے شخصون کے ہاتھ سے لٹوایا جن کو وہ لوٹا کرتے تھے اب پنڈارون کے دو سردار نربدا کی طرف گئے مگر اُن کا تعاقب انگریزی سپاہ نے

ایسا پھرتی سے کیا کہ وہ اپنی سٹی بھول گئے اور اُن کے جتھے ٹوٹ گئے اور اب اُن کا حال ایسا خستہ ہوا کہ اُنھوں نے گورنمنٹ انگریزی کا دامن پکڑا کریم خاں کو گورکھپور کے ضلع میں تھوڑی سی جائداد دیدی واصل محمد کو غازی پور میں جاگیر ملی تھی مگر اُس نے یہاں سے بھاگنے کا قصد کیا جب وہ بھاگ نہ سکا تو زہر کھاکر دنیا سے فرار ہوا مگر پنڈاروں کے بڑے گرو گھنٹال میاں چیتو باقی رہے اُن کے پیچھے سر مالکم ہاتھ دھو کر پڑا مگر بھاری توپخانہ اُس کے ساتھ تھا وہ اُس کی سبکروی کو روکتا تھا پچاس میل کا فاصلہ دو دنوں میں رہتا تھا کرنیل ہیتھ نے ۲۵ جنوری ۱۸۱۸ء کو چیتو پر شبخون مارا جس کے بعد وہ فقط دو سو سواروں کے ساتھ بارہ مہینے تک مالوے میں مارا مارا پھرا سارے اُس کے ساتھی اور ہمراہی شکار ہوئے اور کوئی ٹھکانا اُس کا نہ رہا بھوکوں کے مارے بیٹے سے بھی جدا ہو کر شیروں کے جنگل میں چلا گیا ایک شیر نے شکار کرکے طعمۂ شیر اجل بنایا جب اُس جنگل میں اُس کی تلاش ہوئی تو اُس کا گھوڑا جس پر زین کسا ہوا تھا چر رہا تھا تھوڑی دور پر چیتو کی لاش بکھری سی پڑی ہوئی تھی کیا خدا کی قدرت ہے کہ کل کی بات ہے کہ اس راہزن قزاق کے پیچھے بیس ہزار سواروں کے پرے کے پرے چلتے تھے یا آج لاش اُس کی بے گور و کفن پڑی سڑ رہی تھی۔

باجی راؤ پیشوا جو مدتوں سے پنڈاروں اور مرہٹوں سے انگریزی عملداری کے درہم برہم کرنے کے لیے سازش کر رہا تھا اور اب تک اُس کے منہ پر نقاب پڑا ہوا تھا اب وہ اُٹھ گیا اور ۵ نومبر ۱۸۱۷ء کو وہ کھل کھیلا اُس کے حکم سے سواروں نے سردار خاں عرب رئی جمعداری کی ماتحتی میں انگریزی چھاؤنی کو چاروں طرف سے گھیر لیا الفنسٹن صاحب نے جو دیکھا کہ لڑنا ضرور پڑے گا تو گوروں کی ایک پلٹن بمبئی سے پونا میں جھٹ پٹ بلالی کہ جسے دیکھ کر تھوڑی سی ہندوستانی سپاہ کو بہت تقویت ہوگئی اور اُس نے پونا کی چھاؤنی کو چھوڑ کر کرکی میں چھاؤنی ڈال لی یہ مقام پونا سے دو میل پر تھا بعد اس کے پیشوا نے دوپہر کے قریب اپنا وکیل الفنسٹن صاحب کے پاس بھیجا اور وہ شرائط لکھ کر بھیجیں جن پر اُس کو انگریزوں سے اتحاد و اخلاص رکھنا منظور تھا مگر شرائط صلح کیا تھیں پیغام جنگ تھا رزیڈنٹ نے انکار کر دیا ابھی یہ وکیل راہ ہی میں تھا کہ مرہٹوں کی ٹڈی دل سپاہ شہر سے اُمنڈ پڑی الفنسٹن صاحب اپنی رزیڈنسی کی چھت پر سے اس شور و غل کو سنتا رہا اور اپنے استقلال و استقامت کو ہاتھ سے نہ دیا اور جلدی سے چھاؤنی میں چلا گیا اُس کا رزیڈنسی کو چھوڑنا تھا کہ مرہٹوں نے کوٹھی کو لوٹ لیا اور جلا کر خاکستر کا ڈھیر بنا دیا تمام دفتر کو دھوئیں میں اڑا دیا جس وقت یہ مرہٹے اس جوش و خروش میں تھے الفنسٹن نے کرنیل برکو حکم دیا کہ تم خود جاکر اُن پر حملہ کرو اور

اُن کے حملے کے منتظر نہ ہو مرہٹے یہ سوچ بیٹھے ہوئے تھے کہ جب انگریزی لشکر ہماری صورت دیکھے گا بھاگ جائے گا مگر وہ اُلٹا اُن کے سر پر چڑھ آیا پیشوا لڑائی کا اہتمام خود نہ کر سکا ایک پربت پر لڑائی کا تماشا دیکھنے جا بیٹھا گوکلا نے سارا جنگ کا اہتمام کیا انگریزی لشکر کو چارون طرف سے گھیر کر نیل بر با وجودیکہ فرسودہ روزگار اور سخت بیمار تھا مگر اُن دل بادل لشکر میں گھس گیا اور اپنی مردانہ کوشش سے سب کو پریشان کر دیا اور فتح نمایان حاصل کی سرداران غنیم کے زخمی مارا گیا ۱۷ نومبر ۱۸۱۷ء کو پیشوا اپنے خیمے کھڑے کے کھڑے یون ہی چھوڑ کر اور خزانہ لاد کر لشکر سمیٹ کر جنوب کو چلا گیا اور لڑائی نہین کی شہر والون نے اپنی سلامتی کے لیے جرنیل صاحب کو آکر سلام کیا اور شہر کو حوالے کیا جب حیدرآباد کے رزیڈنٹ نے نواب سکندر جاہ کو شہر پونا پر سرکار کمپنی کا قبضہ ہو جانے کی چٹھی لکھی تو ۲۱ توپین اس فتح کی تہنیت مین سر ہوئین شام راؤ اور آپا جی جو باجی راؤ کی طرف سے یہان سفارت پر آئے ہوئے تھے وہ شہر سے نکلوا دیے گئے مالکم صاحب بھی پونا کو گیا اور وہان سے ناگپور روانہ ہوا اور وہان کے رزیڈنٹ جینکنس صاحب سے مشورہ کر کے فوجین سرکاری جمع کر کے ہوشنگ آباد سے قصبہ ہردہ وہندیا واقع دریائے نربدا پر مقام کیا پیشوا آگے آگے پیش رو تھا اور انگریزی سپاہ پیچھے پیچھے تعاقب مین پیرو تھی ایسی حالت مین اُس نے ناگپور کے راجہ آپا صاحب کو مرہٹون کی سلطنت کی سپہ سالاری کا خطاب عنایت کیا باوجودیکہ رزیڈنٹ نے آپا صاحب کو سمجھایا کہ تم اس خطاب کو نہ قبول کرو مگر اُس نافہم کی سمجھ مین نہ آیا ۲۴ نومبر کو وہ پیشوا کے خیمے پر گیا اور اپنے علم پر پیشوا کی علامت یعنی زری کا ٹیکا چڑھایا اور اُس کے بعد رزیڈنٹی کوٹھی پر اُس کی سپاہ کا حملہ ہوا۔ رزیڈنٹی دو پہاڑیون پر واقع تھی جسکو سیتا بلدی کہتے تھے وہ شہر کے قریب تھین اور ایک نیچی تھی اور دوسری اونچی سپاہ وہان نیدرہ سو تھی اور چار چھوٹی توپین تھین راجہ کی سپاہ اٹھارہ ہزار تھی جن مین چار ہزار عرب تھے یہ عرب سب سے زیادہ بہادر اور جوانمرد سپاہی دکن مین شمار ہوتے تھے اور ۳۶ توپین تھین رات بھر پہاڑیون پر اس سپاہ نے گولے برسائے انگریزی سپاہ کی بیٹی بارود کی اُڑادی جس کے سبب سے کچھ ایسی ہڑبڑ ہوگئی کہ عربون نے حملہ کر کے نیچے کی پہاڑی انگریزون سے چھین لی اور اُنکی توپون پر قبضہ کر کے اُنھین پر اوپر کی پہاڑی پر لگا دین اور پھر راجہ کی سپاہ چارون طرف سے انگریزی سپاہ کو ایسی جا چمٹی جیسے پہاڑ کو گھٹا گھیرتی ہے اب انگریزون کے پاس گولہ بارود مین کمی تھی چوتھائی سپاہ پہلے ہی بے کار ہو چکی تھی چودہ افسر مارے گئے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب یہ ساری سپاہ غارت و تباہ ہوتی ہے مگر کپتان فٹز جرلڈ کی اس وقت بہادری

دولاوری کی تعریف نہیں ہوسکتی کہ اس دلیر شجاع نے اپنے ترپ سے ترت پھرت برخلاف اپنے افسر کے حکم اور مرضی کے کیا کام کیا ہے کہ بجلی کی طرح دشمن کی سپاہ عظیم پر لپک کر ما پڑا اور اُس کے دھوئیں اُڑا دیے اور دو توپیں چھین کر انہیں پر لگا دیں جب اوپر سے یہ بہادرانہ کام پیدل سپاہ انگریزی نے دیکھے تو وہ بھی قوی دل ہوکر نیچے اُتر آئی اٹھارہ گھنٹے پہلے لڑ چکی تھی پھر تو انھوں نے دشمنوں کو گھاس کی طرح کاٹنا اور بھیڑ بکریوں کی طرح شکار کرنا شروع کیا غرض کہ اٹھارہ گھنٹے کے بعد انگریزوں کو یہ فتح نمایاں حاصل ہوئی۔ بعد اس شکست کے ناگپور میں چاروں طرف سے لشکروں کا ہجوم ہوگیا الفنسٹن صاحب اور ڈیوس صاحب نے اورنگ آباد سے رسالے بھیج مل کو بھی ناگپور کی طرف بھیجا اور آپ پونا کو چلے گئے ۱۵ دسمبر کو جینکس صاحب کو یہ قدرت حاصل ہوگئی کہ انھوں نے آپا صاحب کو ان شرائط کے قبول کرنے کا حکم بھیجا کہ وہ اپنی سپاہ کو موقوف کر کے نکالدے اور اپنی توپیں حوالے کرے اور تنہا علیحدہ ہوکر خود ریذیڈنسی میں چلا آئے اور یہ حملہ جو اُس نے ناحق کیا ہے اُس کے عوض میں سرکار کو اختیار ہے کہ جو چاہے اُس کی ریاست کا فیصلہ کرے اگر تم ان شرائط کو قبول کروگے تو تمہارا ملک تمکو دیدیں گے اور فقط اتنا ہی ملک اپنے پاس رکھینگے جتنا کہ خرچ سپاہ معاون ومحافظ کے واسطے کافی ہو راجہ نے ان شرائط کو قبول کرلیا مگر ۱۶ دسمبر کو لکھا کہ عرب مجھکو لشکر سے جدا نہیں ہونے دیتے اُسپر جنرل ڈوٹن اُس کی طرف لشکر لے کر چلا کہ راجہ دو معتمد اہلکاروں اور چند مددگاروں کو ساتھ لے کر اُدھر سے چلا اور اُس نے ۳۶ توپیں سونپ دیں اور باقی توپیں جب تک ہاتھ آئیں کہ ایک سو چالیس آدمی اُن کے لینے میں ضائع ہوئے ناگپور کی سپاہ منتشر و پریشان ہوگئی تو لارڈ ہیسٹنگز ارل مائرا کا ارادہ تھا کہ آپا صاحب کو بہت سزا دے مگر اُس سے جو عہد جینکس صاحب نے کیا تھا اُس کو بدلنا مناسب نہیں جانا غرض کہ آپا صاحب جنوری ۱۸۱۸ء کو ناگپور کا راجہ ہوگیا اسی عرصے میں جنرل سلیکٹ جو جیا پٹن سے واسطے تنبیہ مفسدین کے راہی ہوا تھا حیدرآباد میں وارد ہوا راجہ بالا پرشاد استقبال کے لیے درج گڑھ تک گیا اور چندولال نے لنگر پہاڑ کی چوٹی تک اور منیر الملک میر عالم کے تالاب تک جاکر لے آئے اور کوٹھی میں اُتارا اور نواب سکندر جاہ کی طرف سے ضیافت ہوئی مہاراجہ چندولال نے انگریزی مدد کے لیے صلابت خاں بن اسمٰعیل خاں ہی حاکم ایلچ پور کو لکھا کہ جلد اپنی جاگیرات سے چلا آئے جو فوراً تیاری کر کے دو ہزار سواروں اور دو ہزار پیادگاں پلٹن کے ساتھ جو ایک انگریزی ماتحتی میں تھے مع سامان حرب ومرب مالکم صاحب کے لشکر سے جاملا۔ کا نذر اچیت بھی حیدرآباد سے چلکر سیاں آگیا تھا پھر تمام

لشکر نے دریائے نربدا کا عبور کیا صلابت خان کے ساتھ ایک انگریزی پلٹن اور ایک رجمنٹ
سوارون کا کر کے حکم دیا کہ اپنی سپاہ اور اِس فوج کے ساتھ جا کر خاندیس کو فتح کر لے چنانچہ
صلابت خان کی فوج کا مقابلہ باجے راؤ کی فوج سے ہوا جو سداشیو راؤ مانکر کی ماتحتی
مین تھی اور سداشیو راؤ مارا گیا۔ باجے راؤ بھاگا جاتا تھا اور اُس کے تعاقب مین انگریزی
سپاہ تھی۔ گھوڑندی کے کورہ گانون پر انگریزی سپاہ سے خفیف سا مقابلہ کر کے ستارہ کی طرف
بھاگا اور محمد صلابت خان خاندیس وغیرہ پر انگریزون کا قبضہ کرا کے پونا کو آیا وہان الفنسٹن صاحب
اور سمتھ صاحب سے ملاقات کی باجے راؤ جب ستارہ کے قریب پہنچا تو وہان کے راجہ کو
جو شیواجی کے خاندان سے تھا مع اُس کے رشتہ دارون کے اپنے پاس بلایا مگر اُس نے
دیکھا کہ جرنیل سمتھ اُس کے تعاقب مین سائے کی طرح چلا آتا ہے تو وہ شمال کی جانب پونا کی
طرف چلا گیا۔ کرنیل بر نے جو اس وقت پونا کا حاکم تھا یہ دیکھ کر سیرور سے سپاہ کو زیر حکم کپتان سٹانٹن
کے بلایا اُس مین ایک پلٹن پیادون کی اور تین سو بے آئین سوار تھے اور وہ خود جلد پونا
سے پانسو جوان لے کے شام کے آٹھ بجے چلا اور موضع کورا پر جو پونہ سے سولہ میل ہے
صبح کے دس بجے پہنچا یہان اُس نے دیکھا کہ دریائے بھیما کے سامنے دوسرے کنارے پر
پیشوا کی ۲۵ ہزار فوج جرار موجود ہے جب اُس بے شمار سپاہ نے یہ تھوڑا سا انگریزی
لشکر دیکھا تو اُس نے شکار کرنا چاہا وہ بے چارے رات بھر چلکر بھوکے پیاسے تھکے ماندے
آئے تھے اور نہ اُنکے پاس کھانے کے لیے اناج اور پینے کے لیے پانی تھا مگر اوسان درست
تھے پیشوا پہلے لڑائی سے الگ ایک پربت پر اپنے سپہ سالار گوکلا اور ترمبک جی کے
حملون کو غور سے دیکھ رہا تھا انگریزی سپاہ کا یہ حال تھا کہ اوپر آفتاب کی تابش مُنھ پھیرے
دیتی تھی ادھر دشمنون کی آگ مُنھ کو جلائے دیتی تھی پیاس کی شدت سے زبان مُنھ سے نکلی
پڑتی تھی مگر ایسے مقام پر بھی کپتان سٹانٹن نے اپنے کو دشمنون کے حوالے کرنا پسند نہین کیا
جوانمردانہ پامردی سے دن بھر میدان جنگ مین لڑتے رہے کہ اتنے مین شب بیچ مین حائل
ہو کر سپر جنگ بنی پیشوا یہان سے بھاگ گیا ۱۰ فروری ۱۸۱۸ء کو جرنیل سمتھ نے ستارہ پر قبضہ کر لیا
یہ شہر سیواجی کے خاندان کی راج دھانی تھا اور اُس کی فصیلون پر پرانا نشان سیواجی کا کھڑا کر دیا
جرنیل سمتھ جو پیشوا کے پیچھے سائے کی طرح پھر رہا تھا موضع اشٹی کے قریب اُس سے اور پیشوا سے
جنگ ہوئی جس مین پیشوا کا سپہ سالار گوکلا مارا گیا اس لڑائی مین راجہ ستارہ کو بھی پیشوا کے
ہاتھ سے خلاصی ہوئی جسے باجے راؤ نے قید کر لیا تھا رہا ہو کر اُس کو حکومت اُس قدر علاقے
کی دی گئی جو اُس کی اور اُس کے خاندان کی پرورش اور پرداخت اور شان و شوکت کے

واسطے کافی تھی وہ ستارہ مین بڑی دھوم دھام سے اپنے باپ دادا کی گدی پر بیٹھا باقی ملک سرکار کمپنی نے قبضہ کرلیا حیدرآباد میں اس خوشی میں تہنیت کی ۲۱ توپین چلیں. اس شکست سے پیشوا کی فوج ٹوٹ پھوٹ کر بکھر گئی اور مرہٹوں کے سرداروں کی کمر ٹوٹ گئی مگر ناگپور والے آپا صاحب نے اس حال میں پیشوا کے ساتھ رہنے کا ارادہ کیا باوجودیکہ اس نے سرکار کمپنی کے ساتھ سخت عہد وپیماں کیے تھے کہ کبھی اس کی اطاعت و وفاداری سے منہ نہ موڑوں گا مگر اس نے پھر چھوٹتے ہی ساری شرائط عہد نامہ پر خاک ڈالی چپکے چپکے جوڑ توڑ لگانے شروع کیے اس نے کوہستان اور جنگل کے رئیسوں کو اغوا کیا کہ انگریزی سپاہ سے مقابلہ کریں اور قلعوں کے حوالے کرنے میں مزاحمت کی اور وہ چاندا کی طرف اس توقع سے چلا کہ وہاں جاکر پیشوا سے ملے اس سازش کا حال انگریزوں کو معلوم ہوگیا اس پر گورنر جنرل ارل مائرا نے آپا صاحب کے لیے حکم دیا کہ اس کو پکڑ کر الہ آباد میں نظر بند کردیا جائے چنانچہ ۱۰ صفر روز دوشنبہ ۱۲۳۳ ہجری کو جینکنس صاحب نے شکر درہ پر آپاجی بھوسلہ کو پکڑ کر قید کرلیا اور ناگپور پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا اور انھوں نے رگھوجی بھوسلہ کے پوتے کو ناگپور میں مسند نشین کیا حیدرآباد میں اس خوشی میں ۲۴ صفر کو ۲۱ توپیں چلیں. ناگپور کے پانچ ہزار عرب اور ہندوستانی راجہ کے مستحکم اور استوار محلوں میں جاکر اقامت گزین ہوئے اور ریاست کا بڑا سردار ناگپور کا اپنے آقا کی گرفتاری کے بعد عربوں کا شریک ہوکر راجہ راؤ کی کمک کو آمادہ ہوا اور راجہ راؤ کو ملایا ایک ہفتے تک ان عربوں نے خوب مقابلہ کیا مگر یہ سوچ کر کہ ہم ایسا کام بخوبی انجام دیا بعض شرائط پر مقامات کو خالی کردیا آپا صاحب کو گورنر جنرل ارل مائرا کے حکم سے الہ آباد کی طرف بھیجا گیا وہ ایک ذات شریف تھا پہرے والوں سے گٹھ کر اور داؤں گھات لگاکر راہ میں سے بھاگ کر ایک پہاڑی گونڈ کے علاقے میں چلا گیا یہ علاقہ اس گونڈ کا ناگپور سے اسی کوس پر جنوب میں دریائے نربدا کے پاس تھا وہاں اس نے پھر کر فوج جمع کرکے فساد مچانا شروع کیا جب سرکار نے اس کی وہاں بھی تدبیر کی تو پہاڑوں اور جنگلوں کو چھوڑ کر سیندھیا کے علاقے میں آسیر گڑھ میں آگیا اور پھر جودھپور کے راجہ کے پاس چلا گیا اس راجہ سے جب انگریزوں نے اس کے حوالے کرنے کے لیے کہا تو اس نے راجپوتوں کے دستور قدیم کے موافق کہ جو کوئی ان کی پناہ مانگے اس کو دشمن کے حوالے نہیں کرتے اس کو نہیں دیا یہاں سے وہ لباس فقیری آوارہ و سرگرداں لاہور میں گیا مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس کا وظیفہ مقرر کردیا اور کچھ اس کو فروغ ہوا آخر کو موت نے اسے گل کردیا۔

باجی راؤ نے ناگپور کا ارادہ کیا پس انبڑ اور عمرکھیڑے کو ہوتا ہوا قلم نوری پر آیا اور وہان سے ماہور پر سے گذرتا ہوا قصبۂ اون پر آیا اور وہان سے ہیکن گھاٹ پر خیمہ زن ہوا تھا کہ صبح کے وقت سپاہ انگریزی نے ایسی سختی سے حملہ کیا کہ اُس کے تمام ساتھی پریشان ہو گئے اور خزانے کا بڑا حصہ لٹ گیا رام چندر راؤ صوبہ دار پسپا ہوا بہت سی جمعیت اُس کے ساتھ چلی گئی اور باجی راؤ پھر پلٹ کر انبڑ و ماہور پر آیا اور یہان سے ہر ایک اپنے چارۂ کار پر متوجہ ہوا اور باجی راؤ تین چار سو آدمیون کے ساتھ خاندیس و برہانپور کی طرف بڑھا۔ اب پیشوا جنوب مین مارا مارا پھرا جہان وہ جاتا انگریزی لشکر اُسکے پیچھے جاتا تھوڑی دیر بھی چین سے نہین بیٹھنے دیا۔ آخر کار اُس نے ۱۵ مئی ۱۸۱۸ء کو سرجان مالکم کے پاس نامۂ و نامہ بر مئو مین بھیجا جو اُس کے حال پر مہربان ہوا اور اُس سے ملاقات کی اور اُسنے یہ اقرار کرلیا کہ آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ پنشن اُس کو ملا کرے گی۔ اب پیشوا کو بھٹور مین گنگا کے کنارے پر کانپور سے سولہ میل پر بھیجدیا ۶ شعبان ۱۲۳۳ھ ہجری کو جب باجی راؤ کے اپنے آپ کو حوالے کردینے کی نواب سکندرجاہ کو خبر آئی تو اُنھون نے ۲۱ توپین سرکرائین ۸ ماہ مذکور رزیڈنٹ نے بھی چٹھی باجی راؤ کے اپنے آپکو حوالے کردینے کی بابت نواب کو لکھی تو پھر ۲۱ توپین چلوائین۔ پیشوا اور بھوسلہ کا تمام ملک انگریزون کے قبضے مین آگیا اور چوتھ جو نظام کے ذمے تھی موقوف ہو گئی اور جرنیل ڈوٹن نے صلابت خان کو اجازت دی کہ نواب نظام کا جس قدر علاقہ بھوسلہ کی طرف ہے اُس پر قبضہ کرلے چندولال نے بھی صلابت خان کے بیٹے کو جو ایلچپور مین تھا کہدیا کہ دیہات مذکور پر جاکر قابض ہو جاوے۔

اس جنگ پنڈارہ و مرہٹہ مین نواب سکندرجاہ کی فوج نے بہت کام کیا قبل اس سے کہ یہ فوج مالکم صاحب کی فوج سے علیحدہ ہو مالکم صاحب نے اس کی عمدہ اور تشفی آمیز کارروائی کی نسبت ایک اعلان نکالا تھا اور اُس کے دوسرے سال نرداکی لڑائی مین کنٹنجنٹ کی سپاہ نے بڑی ناموری حاصل کی تھی۔ پیشوا کی شکست کے بعد ان خدمات پر لحاظ ہوا اور بموجب عہدنامۂ ۱۲ ماہ دسمبر ۱۸۲۲ء مطابق ۲۷ ماہ ربیع الثانی ۱۲۳۸ھ ہجری کے نواب سکندرجاہ کو بہت سے علاقے دیئے گئے اور جس قدر دعاوی اور بقایا اور مطالبے ریاست حیدرآباد کے علاقے پر پیشوا کے تھے کالعدم ہوے۔

نامدار خان پسر صلابت خان حاکم ایلچپور سے چندولال کا علاقہ جدید کی بابت اور اسکی مالگذاری کی نسبت مطالبہ کرنا اور پھر باہم سمجھوتہ ہو جانا

پونا کی جنگ وبیکار کے بعد چندولال نے صلابت خاں کے بیٹے نامدار خاں کو حیدرآباد میں بلایا چنانچہ وہ ایلچپور سے چلکر انگریزوں کے مشورے سے حیدرآباد کو راہی ہوا اُس کے ساتھ صلابت خاں کا مدار المہام فتح جنگ خاں بھی تھا جو نامدار خاں کا خسر تھا اور اتنک صلابت خاں کبھی حیدرآباد کو نہ آیا تھا بہاکار رزیڈنٹ کپتان طامس سدنم فتح جنگ خان سے ناخوش تھا جب نامدار خاں اور فتح جنگ خاں رزیڈنٹ سے ملنے کو گئے تو اُس نے دونوں سے علیحدہ علیحدہ ملاقات کی اول نامدار خاں سے ملا پھر فتح جنگ خاں کو یاد کیا اور ملاقات کے بعد کہا کہ صلابت خاں نے تمکو اپنی مدار المہامی سے علیحدہ کیا اب صلاح یہ ہے کہ نامدار خاں باپ کے پاس حاضر رہ کر کام کرے اور تم اورنگ آباد میں جاکر وہاں کے ناظم گوسدبخش کی رفاقت میں رہا کرو اگر اس حکم کی تعمیل نہ کروگے تو قباحت ہوگی چندولال کو بھی فتح جنگ خاں کے اقتدار سے حسد تھا اُس نے بھی نامدار خاں کو اپنے سے متفق کر لیا تھا فتح جنگ خاں نے مجبوراً رزیڈنٹ کی بات کو منظور کر لیا اور اٹھکر لشکر میں چلا آیا متعاقب اُس کے رزیڈنٹ کا ایک چپراسی اور نامدار خاں کے چار جمعدار لشکر میں آئے اور چاروں طرف اعلان کر دیا کہ جو ملازم صلابت خاں کے ہیں وہ الگ ہو جائیں اور جو فتح جنگ خاں کی ذات کے ملازم ہیں وہ اُس کے پاس رہیں مردماں لشکر میں عجیب دودلی پھیلی فتح جنگ خاں کے ساتھ دو ہزار سوار اور ایک ہزار روہیلے اور پانسو ہندوستانی پیادے تھے وہ ان سب کو لے کر لشکر سے اٹھکر شمال کی جانب جاکر اُتر گیا۔ ان کے سوا بہت سے پیادوں اور سواروں نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ فتح جنگ خاں اورنگ آباد کو رزیڈنٹ کے حکم کے بموجب چلا گیا اور ۶ ربیع الاول ۱۲۳۵ ہجری کو مر گیا۔ چندولال نے راجہ گوسدبخش کو اورنگ آباد کی حکومت سے معزول کر دیا وہ حیدرآباد میں چلا آیا۔

اب مہاراجہ چندولال نے نامدار خاں کو لکھا کہ ریاست کے جو علاقے بھوسلہ کے قبض و تصرف سے نکلے ہیں اب تک تمہارے تحت میں ہیں وہ سب چھوڑ دو اور آج تک جس قدر رقم انکی جمع ہوئی ہو وہ نواب صاحب کے حضور میں بھیجدو اُس نے جواب دیا کہ اول تم نے یہ لکھا تھا اُن علاقوں کو اپنے تصرف میں لاؤ چنانچہ وہ تحریر موجود ہے جس میں یہ بات

مندرج ہے مین نے اُس کے عوض مین سپاہ رکھی اس کا جواب چندولال نے یہ دیا
کہ ہمنے جو تصرف مین لانے کے لیے لکھا تھا مراد اُس سے یہ تھی کہ ان علاقون پر ریاست کی
طرف سے قبضہ کر لوا ور جو محاصل اُس کا ہو ریاست مین داخل کرتے ہو نہ کہ تمکو مالک
بنا دیا تھا غرضنکہ بہت سی بحث کے بعد وضع اخراجات ہوکر دس لاکھ روپے پر فیصلہ ہوا
اور نامدار خان نے وہ علاقے چھوڑ دیے۔

متفرق باتین

۱۲۳۲ھ ہجری مین نواب سکندرجاہ نے عمارات باوندرے کی بنا ڈالی تھی۔ خود بیٹھے ہوے
تھے کہ دفعتہ عمارت منہدم ہونے لگی فوراً ایک اصیل کا ہاتھ پکڑ کر خود نکل آئے وہ عمارت
بالکل بیٹھ گئی۔ اس سال کمی باران ہوئی پس رمضان ۱۲۳۴ھ ہجری مین بسبب حدت کے
وبا کا زور ہوا بہت سے مرد وعورت تے اور اسہال سے مرگئے ایک دوسرے کو کوئی
قرض نہ دیتا تھا۔ امانت نہ رکھواتا تھا زندگی پر اعتماد نہ تھا۔ مسلمان جابجا اذاین دیتے اور دعا
کرتے ہند و مندرون مین پوجا پاٹ کرتے مہاراجہ چندولال نے چارمنار اور دروازۂ بازار
کلان بلدہ مین اس آفت کے دفعیہ کے لیے برہمنون کے کہنے سے پوجا کرائی صدہا مرغے
بھینسے بکریان غلہ روپے اور اشرفیان پوجاریون کو ملین بعض مسلمانون نے بھی ڈر کر پوجا کرائی
۱۲۳۷ھ ہجری مین بارش ایسی کثرت سے ہوئی کہ اکثر مکان رودموسے کی طغیانی سے غرق
ہوے اور برہان پور سے خبر آئی کہ آپ تبتی نے اس قدر طغیانی کی کہ زین[1] آباد کی تمام بستی
ڈوب گئی اور برہان پور کے تین چار ہزار مکان غارت سیل حوادث ہوے اور اسی تبتی کے
زور سے سورت کے قریب ہزار حویلیان منہدم ہوگئین پھر ماہ شوال مین حیدرآباد مین ڈیڑھ
مہینے تک وبا کا زور رہا تخمیناً ایک لاکھ بیس ہزار آدمی تلف ہوے نوجوان زیادہ مرے
بوڑھے اور عورتین کم۔

سپاہ کنٹنجنٹ مین مفسدہ

۱۸۲۰ء مین مسٹر سی ٹی مٹکاف حیدرآباد کا رزیڈنٹ مقرر ہوا تو اُس نے سپاہ کنٹنجنٹ مین
افسرون کے مدارج کا ایک عمدہ قانون جاری کرکے اُس کی ملازمت تمام لائق افسرون کے
لیے عام کردی اور اعلان دیدیا کہ کوئی افسر لائق ہوگا تو وہ بلا کمیشن بادشاہ یا کمپنی کے اسمین

[1] نصیر خان فاروقی نے جناب شیخ مخدوم زین الدین کے نام سے بسایا ہے ۱۲

داخل کیا جائے گا۔ ۱۸۲۱ء میں سواروں کی رجمنٹ توڑ دی گئی اور اس کے دوسرے برس سفر مینا کی پلٹن کو جو برار کی فوج اور حیدرآباد میں کنٹنجنٹ کے ساتھ تھی بدل کے انجنیروں کی فوج بنا دی گئی چنانچہ یہ فوج اکثر مواقع پر کارآمد ثابت ہوئی اور حاکم ملک کی آبرسانی اور پبلک عمارتوں کی تعمیر میں اس سے بڑا فائدہ حاصل ہوا اس فوج کی تعمیرات میں سے ایک موسے ندی کا پل ہے۔ یہ فوج ۱۸۲۶ء میں توڑ دی گئی۔ فروری ۱۸۲۷ء میں ایک پیدل رجمنٹ میں یورپین وردی پہنا وغیرہ وغیرہ داخل کیا گیا چونکہ یہ قواعد بالکل غیر مروج اور خلاف دستور تھے اس لیے سپاہیوں میں ناراضی پھیل گئی اور اس پر طرہ یہ ہوا کہ ایک یورپین افسر نے زبردستی دو آدمیوں کی داڑھی منڈوا دی یہ سنتے ہی سپاہیوں نے کھلم کھلا غدر کر دیا اور کئی لوگ مسلح ہو کے پریڈ کے مقام میں چلے آئے اور افسروں سے اپنا نام نکال دینے کی درخواست کی اس وقت بریگیڈ کا کمانڈر گھوڑے پر سوار ہو کے ان کی فہمائش کی کوشش کر رہا تھا کہ ایسے میں ایک سپاہی نے گولی سے اس کو مار ڈالا اور زمین پر گرتے ہی اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ ان مفسدوں پر اسی وقت ان کے رفیق سپاہیوں نے حملہ کر دیا آپس میں لڑائی شروع ہوئی مفسدوں میں اکثر مارے گئے۔

حیدرآباد میں مہدویہ کا جماؤ اور ان میں اور اہل سنت میں فساد

شمس الامرا تیغ جنگ کی سرداری میں دس ہزار سوار پائیگاہ میں ملازم ہوئے تھے انہیں کے ساتھ دلدار خاں نام جمعدار مہدوی اپنے ہم قوم و ہم مذہب دو سو پٹھانوں کے ساتھ بھی نوکر ہوا اور چنچل گوڑہ پر رہنے لگا اور ہر روز سلام کو جاتا چند مدت میں چنچل گوڑہ اس قدر آباد ہوا کہ ہر قسم کے سودے سلف کی دوکانیں وہاں لگ گئیں اور اس قوم کے چار ہزار کے قریب آدمی ارسطو جاہ اور دوسرے امیروں اور راجوں کے پاس نوکر ہو گئے جن میں سردار اور جماعہ دار بھی تھے دلدار خاں کے انتقال کے بعد اس قوم کے ایک پیرزادے نے جس کا نام سلطان میاں تھا اپنی عقل کے زور سے اعظم الامرا ارسطو جاہ تک پہنچ کر دو ہزار پیادہ و سوار کی جمعیت کا مالک ہو گیا اور محالات لنگری و گنگاوتی وغیرہ اسے سرکار سے ملے ارسطو جاہ اور میر عالم کے عہد میں ان لوگوں کی ثروت بہت بڑھ گئی کہ ادنیٰ سے اعلیٰ تک کا معاملہ داد و ستد انہیں پر منحصر ہو گیا تمام مسلمان اور ہندو ملازمان سرکار ان کے مقروض ہو گئے سلطان میاں پر تو مسلمانوں کے سات آدمیوں کا کچھ ترس تھا۔ کئی سال سے ان کے ہمسایہ رہتے تھے جنکو وہ کھانے کو بھیجا کرتے تھے تقریب قربان اور بھوکا

کہ ۲۷ رمضان ۱۲۳۸ھ ہجری کو شب کے وقت اُن کی تسبیح معمولی پڑھنے کی حالت مین
قرض خواہون نے بے صبری کر کے سلطان میان پر حملہ کیا طرفین کے کئی آدمی مارے گئے سلطان میان
نے بڑی بہادری کی اور ساتون کو کاٹ ڈالا یہ شخص معاملہ فہم تھا اور دانائی کے
ساتھ بسر کرتا تھا اور کوئی بات ایسی مُنھ سے نہ نکالتا کہ غیر مذہب کے آدمیون سے جھگڑا پیدا
ہو لیکن جاہل مہدوی علے الاعلان اپنے مذہب کی خوبیان بیان کرنے لگے چنانچہ یسین خان
مہدوی افغان پسر دلدار خان جمعدار حشر آباد مین ایک مکتب کے معلم سے
کہنے لگا کہ آپ لوگ ہمارا مذہب کیون نہین اختیار کرتے جو قرآن اور حدیث سے
مسلم الثبوت ہے اور ہمارے تمام بزرگ اہل سنت ہین جب کئی بار یہ اُس نے کہا تو
معلم بولا کہ اگر مولوی حافظ عبدالکریم صاحب فرما دین کہ تمہارا مذہب حق ہے تو مجھے
قبول کرنے مین تامل نہو گا پس دونون بالاتفاق مسجد جلو خانہ میر عالم بہادر مین مولوی عبدالکریم
کے پاس گئے یاسین خان نے اُن سے کہا کہ کچھ مہدی کے فضائل بیان کیجیے مولوی صاحب
نے کہا کہ کون سے مہدی کے فضائل بیان کرون مہدی دو ہین ایک تو ابھی تک ظاہر نہین
ہوے ہین دوسرے تمہارے مہدی ہین اُن کی حقیقت ہمارے نزدیک ثابت نہین یاسین خان
غصے ہو کر بولا کہ ہمارا مہدی حق ہے اور مرسلان اولوالعزم پر بھی تفوق رکھتا ہے اور جو کوئی
اُن کا قائل نہین وہ کافر مطلق ہے مولوی صاحب نے کہا کہ یہ شخص مسئلہ پوچھنے نہین
آیا ہے بلکہ فتنہ و فساد پیدا کرنے کے لیے آیا ہے اُس کو مسجد سے نکالدو لوگون نے جمع ہو کر اُس کو جبرًا
نکال باہر کیا۔ اس کشش و کوشش مین یاسین خان کی پیشانی پر تھوڑا سا زخم لگ گیا
جس سے خون کے چند قطرے ٹپکے وہ مسجد سے نکلکر جلو خانے کے حوض پر جا بیٹھا جب مہدویونکو
یہ حال معلوم ہوا تو ہنگامۂ عظیم میر عالم کے جلو خانے مین برپا ہوا۔ اس دن منیر الملک اپنی حویلی
مین کہ چھتے کے نام سے مشہور ہے محرم کے علم کھڑے کرانے کے کام مین مصروف تھے کہ ذی الحجہ
کی آخری تاریخ تھی اُنھون نے خواجہ احمد خان کو کہ جس سے عمارات و بازار متعلق تھے فہمائش کو
بھیجا بہت کچھ مہدویون کو سمجھایا مگر ہنگامہ اُن کا بڑھتا ہی رہا اس حالت مین دائم خان
اور اُس کا بھائی حسن خان کہ دونون نامور آدمی تھے اور قوم اُن کی مندوزئی تھی مذہب
سنت و جماعت تھا مسجد مین آکر بیٹھ گئے جب بلوے کو بہت ترقی ہو گئی تو دائم خان نے کہا
کہ مولوی صاحب ہنگامۂ عظیم پیدا ہو گیا ہے آپ میرے مکان پر چلکر بیٹھ جائیے اُنھون نے
جواب دیا کہ مین ایسے ہی روز کے لیے منتظر تھا۔ عنایت خان پرورزئی مہدوی کہ ہاتھی پر بیٹھ کر
آیا تھا اُس نے چاہا کہ مسجد مین داخل ہو جائے دائم خان اور حسن خان نے منع کیا کہ بھائی تمھین

جانئے خدا میں فساد کرنا مناسب نہیں ہے اگر میرا کہا نہ مانوگے تو ہماری اور تمھاری قوم میں برسوں تک تلوار چلتی رہے گی۔ غریب نے تقصیر مولوی پر ایسا ظلم خدا کو ناپسند ہوگا مگر اُنتے نہ مانا اور طرفین میں تلوار چلی دائم خاں مارا گیا اور حسن خاں بھی زخموں سے چور ہو کر گر پڑا بعد اس کے جوق جوق مہدوی آنے لگے تاج محمد خاں اور ایک عرب جو مغرب کی سنتیں پڑھ رہے تھے مہدویوں کی بندوقوں سے مارے گئے یاسین خاں نے مسجد میں گھس کر مولوی صاحب کے سینے پر چڑھ کر اُن کو ذبح کر ڈالا اب جبکہ مہدویوں نے دیکھا ہمارے مقابلے کو کوئی نہ رہا تو اپنے ۱۳ مقتولوں کو جو دائم خاں اور حسن خاں کے ہاتھ سے مارے گئے تھے لے کر چلے گئے لوگ اس واقعے سے متحیر ہو گئے مگر کسی نے غریب مولوی کے خون کی پرسش نہ کی مہدویوں کا پیرزادہ ہرکاروں کا داروغہ تھا اس نے رات کو نواب کو اپنی مرضی کے موافق اطلاع کر دی کہ مولوی عبد الکریم اپنی تندمزاجی سے مارا گیا ہمارے آدمیوں کا اس میں ذرا قصور نہیں ہے ناگاہ اور ناحق قصہ برپا کیا تھا۔ محرم ۱۲۷۳ھ ہجری کی پہلی تاریخ خاموشی کے ساتھ گذری۔ دوسری محرم کو جمعرات کے دن سید نور الاولیا اور سید نور الاصفیا فرزندان مولوی حاجی سید نور العلی نے علمائے بلدہ کے نام رقعے لکھے کہ ایک مولوی غریب جو ہمارے مذہب کا رکن تھا اس طرح ناحق مارا گیا اور کسی نے اُس کی دادرسی نہ کی اگر تمام اہل سنت اتفاق کر کے جرات کریں تو بہتر ہے ورنہ آئندہ مہدوی لوگ اہل سنت کے ایک ایک مولوی کا خون ٹھو دینگے پس تمام علمائے مکہ مسجد میں جمع ہو کر لوگوں کو سمجھایا جب مہاراجہ چندولال کو اس واقعے کا حال معلوم ہوا تو عوض خاں جمعدار کی معرفت علما کو کہلا بھیجا کہ اس معاملے میں میں بھی آپ کا طرفدار ہوں اور جو کچھ آپ نے کہا ہے دین متین کے موافق ہے لیکن مکہ مسجد سے نواب کا دولت خانہ قریب ہے اس میں ہر طرح کا اندیشہ ہے بہتر یہ ہے کہ جامع مسجد میں جمع ہو کر جو کچھ بہتر ہو عمل میں لائیں میں بھی تمھارا شریک حال ہوں مہاراجہ کی منشا یہ تھی کہ مکہ مسجد بڑی ہے اور جامع مسجد چھوٹی جگہ ہے یہاں تھوڑے سے آدمی جمع ہو سکینگے اُن کو جا کر سمجھا لیا جائے گا چنانچہ مولوی لوگ وہاں چلے گئے کسی نے چار گناں میں جوش کے مارے ایک محمدی جھنڈا کھڑا کر دیا جس کے نیچے ایک لاکھ آدمی مسلح و مکمل ہو کر جمع ہو گئے اُن کو سرکار سے بہت کچھ فہمائش ہوئی مگر کسی نے نہ مانا جب اتنے انبوہ کے جمع ہونے کی خبر مہدویوں کو پہنچی تو گھبرا گئے اور مہاراجہ چندولال کے پاس اپنے وکیل بھیجکر عرض کرایا کہ آپ مالک ہیں جس طرح ہو سکے اس بلوے کو دبا دیں اور یہ بھی کہلایا کہ ہم مولوی صاحب کے قصاص میں یاسین خاں کو دینے کو تیار ہیں جو مفسد فتنہ و فساد تھا مجمع نے کہا کہ ہمکو یاسین خاں سے

رآباد
ن قصاص بڑے کا ہونا چاہیئے ہمارے سپرد مولوی روشن میان کو کرین وہ دن یون ہی
مین گذرا دوسرے دن جمعہ کی نماز کی تیاری کے لیے مکہ مسجد کے دروازے کھولے
تمام مخلوق مولوی حافظ میر شجاع الدین حسین خان اور مولوی سید نور الاولیا اور
خان اخطیب کے ساتھ مسجد مین گھس گئی اور جمعہ کی نماز پڑھ کے مولویون نے مہدویون پر
ی تحریص کی اور کہا کہ جو کوئی اس قوم سے آج لڑے گا اور مارا جائے گا تو قیامت مین
شہدائے بدر و احد مین اُٹھے گا پس نیاز بہادر خان و منصور خان اور دوسرے
مدار سپاہیون کو لے کر چنچل گوڑے مین پہنچے شہر کا دروازہ یاقوت پورہ کھول لیا
ر گھڑی دن چڑھے طرفین مین تلوار چلی عربون نے بھی خوب بندوقین مارین پہر رات تک
لی اور تلوار چلتی رہی بہت بڑا قتل واقع ہوا اس کے بعد اہل سنت چلے گئے مہدوی متفکر
تھے کہ کل دیکھو کیا ہو کئی سرکاری افسر بھی مارے گئے تھے جب نواب کو اُن کے مقتول ہونیکا
حال معلوم ہوا تو آدھی راتکو نواب نے مہاراجہ چندو لال کو بلا کر کہا کہ مہدویون نے ہمارے کئی امراکو
قتل کر ڈالا ہے اس وقت انگریزی پلٹن اور توپین لیجا کر چنچل گوڑے کو صبح ہوتے ہوتے برباد کرد
مہاراجہ نے سکندر آباد کی چھاؤنی کو حکم بھیجکر چار گھڑی مین پلٹنون کے چار ہزار سپاہی اور دس
توپین منگالین بارڈ صاحب اور مارٹین صاحب رزیڈنٹ اور سدرلین صاحب چار گھڑی
رات باقی ہوگی کہ چنچل گوڑے مین پہنچ گئے اور اس خاموشی سے گھیر لیا کہ مہدویون کو صبح صادق
تک اپنے محصور ہونے کا حال نہ معلوم ہوا صبح کو فوج دیکھکر حیرت مین آگئے اور اپنے جمعدار
شاہ عالم خان عرف سالم خان کو بغیر ہتھیارون کے انگریزون کے پاس بھیجکر کہلایا کہ ہم حکم سرکار
کے تابعدار ہین ہماری خون ریزی نہ کی جائے اور مہاراجہ کی بہت کچھ خوشامد کرائی کہ جو کچھ کیا ہے
ہمارے جاہلون نے کیا ہے ہم شرمندہ ہین جب مہاراجہ نے نواب سے اُنکی الحاح وزاری کا حال
عرض کیا تو ترحم کھا کر یہ حکم دیا کہ تمام مہدوی چھوٹے بڑے عورت و مرد اپنا سامان لیکر شہر مین
سے نکل جائین اگر کوئی باقی رہے گا تو مروا دیا جائے گا تین روز کی مہلت مین تمام مہدوی
اپنا سامان لے کر نکل گئے کوئی کرنول کو کوئی ہندوستان کو چلا گیا جس قدر مہدویون کی
لاشین پڑی تھین اُن کے کفن دفن کی مہلت نہ تھی اس لیے چندولال نے شاہ عالم خان کو
کہا کہ اپنے کشتون کو جمع کر کے ایک گڑھے مین داب دین اور اُس کی پاس خاطر سے بار برداری
مہیا کرا دی جب چنچل گوڑہ مین کوئی باقی نہ رہا تو پلٹن کے سپاہیون کو حکم ہوا کہ عمارات کی
محافظت کرین اور جو مہدوی شہر مین نظر آئے اُس کو پکڑ کر کوتوالی مین پہنچا دین مگر مہدویہ کے
قسم کے جھگڑون مین شریک نہ رہتے تھے اپنے اپنے

تعلقجات میں متعین تھے وہ دونوں چند روز کے بعد مہاراجہ چندولال کے پاس آئے مہاراجہ نے نواب سے اُن کا سلام کرایا ایک محمد میاں مخاطب بہ صف شکن جنگ بن سلطان میاں تھا یہ شخص اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں کے ساتھ تعلقہ کنک گیری وگنگاوتی وغیرہ مین متعین تھا دوسرا کرار نواز خاں بہادر المعروف بہ دولہ خاں مع اپنے بیٹے نواز خاں بہادر کے تعلقہ بلدرگ میں مقرر تھا۔ کرار نواز خاں نے نواب کی مدد کے لیے بہت سی چیزیں بھیجیں جن میں تیرہ ہاتھی بھی سواری کے لائق تھے۔ محمد میاں اور دولہ خاں نے مہاراجہ چندولال کو بہت کچھ رشوت دیکر اپنے معاملے کی درستی کرلی۔

طرفہ اتفاق یہ ہوا کہ ۱۲۳۲ھ ہجری میں محی الدولہ حکیم الحکما عزت یار خاں کو کہ نواب کا مقرب اور مصاحب تھا چار مہدویوں نے مار ڈالا یہ لوگ شاہ عالم خاں سے عداوت رکھتے تھے اور حکیم الحکما اُس کی خلصی میں ساعی تھا یہ چاروں شاہ عالم خاں کا کام برہم کرنے کے لیے گروں سے آکر شہر میں چارکماں میں حوض کے متصل حکیم صاحب کی سواری کے پاس آئے اور کہا کہ ہماری عرض دیکھ لیجیے اور عمدھر سے اُس کو ہلاک کر ڈالا ان میں سے تین تو چار مینار کی طرف بھاگ کر کوٹلۂ عالی جاہ میں جہاں مبارز الدولہ مقیم تھے گئے اور ایک شہر کے چیپا دروازے سے نکلکر باہر بھاگ گیا جب حکیم صاحب کے مارے جانے کی خبر مبارز الدولہ نے سنی تو تینوں کو پکڑوا کر قتل کروا ڈالا اور لاشیں شہر کے دروازوں پر لٹکا دیں نواب صاحب نے طالب الدولہ حسن علی خان کوتوال شہر کو حکم دیا کہ خانہ بخانہ تلاش کریں کہ کوئی مہدوی چھپا ہوا تو نہیں ہے مبادا کوئی اُن میں سے کبھی کسی سردار وامیر کے ساتھ دغابازی کرے اور شہر کے دروازوں کی حفاظت کا حکم دیا اور تاکید کردی کہ اس قوم کا کوئی آدمی نواب صاحب کے حکم کے بغیر شہر میں قدم نہ رکھے۔

۱۲۳۳ھ ہجری میں نواب صاحب سردار نگر عرف لالہ گوڑہ کی طرف گئے اور کوہ شریف کے عرس کا ملاحظہ کیا۔ واپسی میں کرار نواز خاں بہادر عرف دولہ خان مع اپنے بیٹے امیر نواز خاں بہادر اور دوسرے ہمراہیوں کے کہ جن میں دو سو سوار وپیادے تھے آکر سلام سے مشرف ہوا اور نواب صاحب کے ہاتھی کے پاؤں پر گر پڑا اور مہاراجہ کے استصواب سے دو ہزار روپے اور ایک سو ایک اشرفی نذر کی۔

باقی مہدوی شہر سے باہر حدود ممالک محروسہ آصفیہ سے پھرنے لگے ایک مدت دراز اس طرح گذری اور نواب سکندر جاہ کا انتقال ہوگیا اور نواب ناصر الدولہ مسند نشین ہوئے اور یہ سلف انقراض عہد اور بعد مدت کے اہل حیدرآباد کے دلوں سے بھی بغض وطیش کم ہوگیا تھا

تب چندولال کے دربار مین نذرانین اور رشوتین دے کر ایک ایک دو دو مہدوی آکر گھسنا شروع ہوے اور مہاراجہ کی نذر عنایت سے پھر اُن کا جماؤ ہوگیا یہ لوگ میران سید محمد جونپوری کے متبع ہین جنھون نے ۹۰۵ھ ہجری مین دعوے کیا تھا کہ مین مہدی موعود ہون اُنکی ولادت شہر جونپور مین ۸۴۷ھ ہجری مین واقع ہوئی تھی اور ۹ ذی قعدہ ۹۱۰ھ ہجری مطابق ۲۳ ماہ اپریل ۱۵۰۵ء روز شنبہ کو شہر فراہ ملک خراسان مین انتقال کیا جیسا کہ تاریخ پالن پور مین گلاب میان نے لکھا ہے۔

ملکی انتظام

اخیر دور حکومت سکندرجاہ مین ملک کا بڑا نقصان ہوا جس کا کوئی ذمہ دار نہ تھا مالگذاری ملک مستاجرون کے سپرد ہوئی جو اپنے اپنے علاقون مین خود حاکم تھے اس لیے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہایت ظلم ہونے لگا کنٹنجنٹ کی فوج جو انگریزون کی ماتحتی مین تھی اکثر نائرہ سرکشی دفع کرنے کے لیے علاقونمین مطلوب ہوتی تھی گویا ملک چورون کے قبضے مین تھا اور رستونمین امنیت نہ تھی جب تک مسلح جمعیت ساتھ نہو تی راستہ چلنا خطرناک تھا اس لیے دوبارہ عمدہ انتظام قائم کرنے کے لیے یہ امر ضروری ہوا کہ افسران انگریزی اضلاع ملک مین مامور کیے جائین اور ایسا ہی ہوا اور اُنھون نے جمع محاصل کی تشخیص کی اور اُن کے انتظام سے ملک کی حالت بہتر ہوئی مگر یہ سب کچھ چندولال کی وجہ سے تھا ورنہ نواب اپنی ذات سے نیک اور آرام طلب تھے اُنھون نے اپنے باپ کے کسی متعلق کو تکلیف نہ دی تمام معاملات جزئی و کلی جو باپ کے عہد سے جاری تھے برقرار رکھے ہر ایک بھائی اور عزیز اور جاگیردار کو اُس کے دیہات متعلقہ پر پورے اختیارات دیدیے کسی کی تکلیف کے درپے نہوئے بلکہ ایسا برادرانہ سلوک کیا کہ سب مطمئن رہے ارکان ریاست مین کسی کا تغیر و تبدل اُنکے ہاتھ سے نہوا سکندرآباد جو حیدرآباد سے چھ میل پر ہے اور حیدرآباد کی مددگار فوج کا ہیڈکوارٹر ہے اس کو نواب سکندرجاہ نے آباد کیا تھا اس لیے سکندرآباد کہتے ہین اس مین پانچہزار انگریزی فوجین مع اُن کے لوازمات کے ہمیشہ مقیم رہتی تھین۔

حق تحقیق یہ ہے کہ ریاست مین جو ابتری پھیلی اُس کا ذمہ دار مہاراجہ چندولال کو بنانا بھی ناانصافی ہے اس کا بیان خود انگریزی رزیڈنٹ کرنیل اسٹوارٹ کی زبان سے سننا چاہیے جو اس نے ۱۸۳۴ء مین گورنمنٹ آف انڈیا کو لکھا تھا۔

جو لوگ اس دربار مین تیس سال سے ہماری پالیسی کو دیکھ رہے ہین جنھون نے دیکھا ہے

کہ ہم کس طرح خود اپنے بنائے ہوئے آدمیوں کو وزارت دلواتے ہیں اور خود ان کے فرمان رواکے خلاف انکی مدد کرتے ہیں کس طرح ہم نے کارآمد فوج پر قابو حاصل کرلیا ہے اور کس طرح ہم ملک کے دیوانی انتظام پر حاوی ہوگئے ہیں فی الاصل حقیقت میں مشکل سے کوئی شک کرسکتے ہیں اور سب سے کم خود اس میں نظام کو کوئی شک ہوسکتا ہے کہ جسے اپنے آپ کو واقعی اس ملک کا حکمران سمجھ لیا ہے بہت سی خرابیاں جو ریاست میں موجود ہیں بلا ریب ہماری بے ضابطہ مداخلت سے ناگزیر نتائج ہیں اس لیے یہ بات مشکل ہی سے درست ہوسکتی ہے کہ نظام اور اُس کے دیوان کو جس حال میں وہ اس وقت میں ہیں ان خرابیوں کا ذمہ دار قرار دیا جائے میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ انکو درست کرنے کی قدرت رکھتے ہیں درحقیقت زیادہ مناسب یہ ہے کہ ہم خود ان خرابیوں کے ذمہ دار قرار دیے جائیں کیونکہ انھیں دفع کرنے کی قدرت ہم اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں اس قسم کا اعتراف سرچارلس مٹکاف نے بھی کیا ہے جو برطانیہ کی سرکاری کتاب میں شائع ہوچکا ہے

عمارات

نواب سکندر جاہ نے اتنی عمارتیں تیار کرائی تھیں۔ نو محل۔ فرحت محل۔ گھڑیال خانہ۔ موتی محل۔ خلوت خانہ دروازہ آہنی باب نو محل۔

فرحت محل کو بڑی رعیت دے کر اُس میں رہتے تھے۔ باغ اور جو محلہ بستی و محل سرائے دو تھا قدیم اور وہاں کا دیوان خانہ اور سر بنگلہ بھی انھوں نے بنوائے تھے اور باغ لنگم پلی میں نو عمارتیں تیار کرائی تھیں جن میں ہمیشہ سیر کو جاتے تھے گھڑیال خانہ عمارت سے ایک مرتفع عمارت سے چونکہ مدت تک وہاں ولایتی چھوٹی بڑی گھڑیاں رہی تھیں اس لیے گھڑیال خانہ کہنے لگے۔

سکندر جاہ کے خصائل حسنہ۔ رحم دلی جرأت وہمت اور باطنی تصرف

نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی کے عہد تک خاندان تیموریہ کے دستور کے مطابق اس ریاست میں یہ قاعدہ تھا کہ جو کوئی سرکاری امیر مرتا تو اس کا مال سرکار میں ضبط ہو جاتا اور تیجہ کے بعد اُس کے جانشین کو بلا کر خلعت ماتمی دیکر خود بدولت زبان سے کہتے کہ اسے

شخص ابتک تیرا باپ زندہ رہکر اوقات عزیز بسر کرتا رہا جو کچھ کھایا اور جو کچھ چھوڑا سب سرکار کا مال تھا اس لیے اُسے سرکار مین داخل کرلیا گیا آئندہ سے تیری وجہ معاش جاری کی جاتی ہے پس اپنے باپ کے پس ماندونکی پرورش مین قصور نہ کرنا اور سرکاری کام تن دہی اور نمک حلالی سے انجام دیتا رہنا تاکہ تیری تعریف ہوتی رہے اور خدا کے یہان ماخوذ نہو اور نصائح کرکے رخصت کرتے تھے۔

سکندرجاہ مسند نشین ہوے تو اُسی زمانے مین رسول یارخان منصبدار سرکار نے انتقال کیا اُس کے جورو بچے نہ تھے اور ڈھائی سو روپے ماہوار تنخواہ پاتا تھا۔ اعظم الامرا نے دستور قدیم کے موافق اُس کے مکان پر ضبطی بھیجی اُس کا مکان زنانی ڈیوڑھی کے قریب تھا سکندرجاہ اُس کے حال سے خوب واقف تھے اُس کے غلامون اور کنیزون اور خدمت گارون کی گریہ وزاری کا حال سنکر حکم دیا کہ اُس کے مکان کی ضبطی نہ کرین جو کچھ نقد و جنس ہے وہ تمام اُس کے پاس کے رہنے والون کو چھوڑدین کوئی اُن کے حال سے متعرض نہ ہو اور ارسطوجاہ کو بلاکر حکم دیا کہ ابتک جو ایسی ضبطی کی کارروائی جاری تھی خیر جاری رہی مگر ہم اب اُس کو بند کرتے ہین کیونکہ مرنے والا جو کچھ چھوڑتا ہے اپنے بچون اور تاتخدا بیٹیون اور بیوہ جوروکے لیے چھوڑتا ہے نہ کہ ظالمون کے لیے۔ جب تک نواب موصوف زندہ رہے کسی کا مال ضبطی مین نہ آیا۔

(۲) نواب سکندرجاہ نے کبھی کسی کے قتل کا حکم صادر نہین کیا اگر قصاص وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو قاضی محمد ذوالفقار خان شریعت پناہ کے حوالے کردیتے ایک دن منیرالملک اور راجہ چندولال مہاراجہ بہادر نے حاضر ہوکر ایک شخص کے قصاص کے لیے عرض کیا اور کہا کہ قصاص اُسپر جلدی ہونا ازحد ضروری ہے نواب نے حکم دیا کہ جو کچھ شریعت پناہ کہین اُسپر عمل کرو دونون نے کہا کہ قاضی صاحب کا رقعہ بھی قصاص کے واسطے حاضر ہے نواب خاموش ہوگئے جس کا مطلب یہ تھا کہ قصاص عمل مین لانا چاہیے چنانچہ دربار برخاست ہونے کے بعد مہاراجہ بہادر نے خونی کو معمول کے موافق پلٹن کے دسو جوانون کے ساتھ موسی ندی کے کنارے گردن مروانے کو بھیجا نواب صاحب اس وقت گھڑیال خانے مین کرسی پر آکر راستہ کلان کا ملاحظہ کررہے تھے پاس دو ایک اصیلین اور حکیم خواجہ غلام حسین عرف خان زمان خان مصنف گلزار آصفیہ حاضر تھے اُس وقت نواب صاحب نے طنبور کی آواز اور تماشائیون کا غوغا سُنا تو پاس والون سے اُس کا سبب پوچھا اور چوبدارون کو حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا معلوم ہوا کہ وہی خونی گردن مارنے کو لایا گیا ہے فرمایا کہ ہمارے

سامنے لاؤ ہم اُس سے حال دریافت کرینگے جب وہ سامنے آیا اور عاجزی اور بہت زار نالی کی اور زمین پر لوٹ کر بے قراری کرنے لگا تو فرمایا کہ اس کے حواس خمسہ ٹھکانے نہیں ہیں کس طرح اُس کی زبان سے حال معلوم ہوسکتا ہے اُس کو پہرے مین رکھیں سہ پہر کے وقت محل میں سے اُس کے لیے کھانا بھجوایا پھر رات گئے ایک اصیل مسماۃ ماما امیلی کے ساتھ گھڑیال خانہ کے پھاٹک کی طرف آکر حکیم خواجہ غلام حسین کو دو جانے سے ملایا سو روپے سفید رومال مین بندھے ہوئے تھے وہ اُن کے ہاتھ میں دیکر کہا کہ اُس شخص کو جو پہرے میں ہے دیکر کہدو کہ جلد شہر سے نکلکر جدھر چاہے چلا جائے اگر شہر میں رہیگا تو شریعت پناہ پکڑ کر مروا ڈالین گے اور شارع عام کی طرف سے نہ جانا وہ دعا دیکر چلا گیا دوسرے دن حکیم خواجہ غلام حسین کو بلاکر کہا کہ اگر ہمارے سامنے سے محرم نہ گذرتا تو جو چاہتے کرتے ہم نے دیکھا کہ نہایت بے قرار تھا اُسکی بے قراری سے دل بے قرار ہوگیا دل نے نہ مانا کہ اپنے سامنے اُس کو مروا دیں۔

(۲۰) ایک بار سکھ جال میں کہ شکاری عماری کا نام تھا گلاب پوری ہتنی پر بیٹھے ہوئے لنگم پلی سے ملدے میں آرہے تھے۔ راستے مین دفعتاً سردرکش ہاتھی پر نظر پڑی جو اُس وقت بہت مست و مدہوش ہو رہا تھا جسکو میدان گوشہ محل میں زنجیروں سے باندھ رکھا تھا دیکھ کر کہا کہ اب تک اس ہاتھی کو سواری مین کیوں نہ لائے سید محمد عرف راجہ میاں برادرِ خورد جدار حال داروغۂ فیل خانہ نے عرض کیا کہ یہ ہاتھی نہایت مست ہے چھ ماہ کے بعد ہوش میں نہیں آسکتا اُس کو چارہ اور رات دور سے دیتے ہیں اس کا کوئی خدمت گار قریب نہیں جاتا تو پھر دوسرا کیسے جا سکتا ہے فرمایا کہ ہم ملاحظہ کریں گے آدمیوں کے ہوش و حواس معطل ہوگئے حیرت میں پڑ گئے ڈرنے لگے کہ خدا جانے ہتنی کو دیکھکر مست ہاتھی کیا ہنگامہ کرے گا اور کیا رنگ لائے گا نواب صاحب ہتنی پر بیٹھکر اُس کے دیکھنے کو جاتے ہین تمام نوکر سکتہ میں پڑ گئے مجبور ہوکر راجہ میاں نے پھر عرض کیا کہ ہاتھی سخت مست ہے ہتنی کو دیکھ کر آپے میں نہ رہیگا نواب صاحب نے جواب نہ دیا یہاں تک کہ ہتنی کو پاس لیجا کر نواب صاحب نے بلند آواز سے کہا کہ سردرکش ہرگز ناشایستہ حرکت نہ کریو ہاتھی مالک کی آواز سنکر سر نیچے ڈال کر سونڈ سے حرکات مؤدبانہ و اعتقادانہ بجالا کے خاموش ہوگیا حکم دیا کہ فیلبان اسے تیار کریں فیلبان ڈرتے ہوئے پاس گئے اب ہاتھی کو جو کچھ حکم دیا بجالایا کہا کہ بیٹھ جا تو بیٹھ گیا کہا اُٹھ جا تو اٹھ کھڑا ہوا محکوم ہوگیا پس فیلبانوں نے اُس کا اسباب درست کرکے تیار کرلیا تو فرمایا کہ آگے لاؤ اور اُس پر سوار ہو کر دولت خانے میں آئے اس کے بعد ہاتھی نے کوئی مستی کی حرکت نہ کی سب کہنے لگے کہ یہ نواب صاحب کا اقبال تھا ورنہ اُسکی مستی میں بھی تیہادا تے

(۴۹) محل مین ایک توپ طلب کی پچاس آدمی کھینچکر اُسے اندر لیے گئے دفعتاً توپ کا ایک پہیا بدررو کی مُھری مین چلا گیا آدمیون نے کتنا ہی زور کیا اور رسیان باندھکر کھینچنے لگے ہرگز باہر نہ آیا نواب صاحب کو جب یہ حال معلوم ہوا تو خود بدولت نے آکر اپنے پانون سے ایسا دھکا دیا کہ توپ اپنے پہیے پر دور تک دوڑ گئی۔

سکندرجاہ کا مرض الموت

نواب کی بیٹی فیروز بیگم برج نگار بائی کے بطن سے تھی اور ۱۱ ماہ کی عمر تھی نواب اُس کی حرکات طفلی کے تماشے سے بڑے محظوظ ہوتے تھے اُس کو ام الصبیان کا عارضہ ہو گیا جسکی اس شہر مین کثرت ہے حکیم احمد یار خان پسر حکیم الحکما عزت یار خان شروع مرض مین اُس کا معالج تھا پھر حکیم محمد اکبر حسین خان ولد حکیم صادق حسین خان المعروف بہ حکیم منا صاحب کا بھی علاج ہونے لگا حکیم خواجہ غلام حسین جو نواب کا قدیم سے معالج تھا اور اُنکی خلوت گاہ کے تلے روشن بنگلے مین رہتا تھا اُس نے اُن سے کہا کہ پانچ چھ معالجون کو اور بھی شامل کر لو اگر فیروز بیگم کو صحت ہو کر آرام ہو گیا تو تمہارے انعام مین کوئی شریک نہو سکے گا اور دوسری صورت مین صرف تمھاری بدنامی نہ ہوگی مین نواب صاحب کے مزاج سے بخوبی واقف ہون اور تم سے عمر مین بڑا بھی ہون نواب کا مزاج شناس ہون عجیب وغریب واقعات دیکھ چکا ہون میری بات کو ناچیز نہ سمجھنا چاہیے اعتصام الملک کے سامنے بھی بہت سمجھایا مگر دونون نے نہ مانا نوین محرم ۱۲۴۴ھ ہجری کو وہ لڑکی مر گئی نواب کو یہان تک صدمہ ہوا کہ دھاڑین مار کر روتے تھے اور بے قراری سے چاہتے تھے کہ نوازش محل سے روتے ہوے باہر نکل آوین چوبدار دنکی چوکی کے افسر خان محمد مردھے اور حکیم خواجہ غلام حسین نے جرات کر کے عرض کیا کہ حضور کی سلامتی چاہیے قدیم سے والیان ملک کا ایسا دستور نہین ہے الصبر مفتاح الفرج یہ بات سنتے ہی رک گئے اور کہا انا للہ وانا الیہ راجعون ہم خود جانتے ہین کہ یہ امر ناگزیر تقدیری ہے سوائے صبر و شکیبائی کے کیا چارہ لیکن کیا کیا جائے کہ محبت نے ہمارا یہ حال کر دیا ہے فی الواقع نواب صاحب شب و روز غم کرتے تھے اور روتے تھے اور ایک سال کے عرصے مین خود بیمار ہو گئے ضعف جگر ہو کر دونون پانؤون پر ورم آگیا اور استسقا پیدا ہو گیا۔ دیدا اور یونانی اطبا علاج کرتے تھے اور خلوت مبارک مین حاضر رہتے تھے یونانی اطبا کے یہ نام ہین حکیم شفائی خان و حکیم مسیح الزمان خان و حکیم رضا علی خان و حکیم تاج الدین خان چینا پٹنی اور ویدون مین یہ لوگ تھے رام بھٹ و ونکٹ رام وغیرہ اہل عیدگاہ کہنہ اور اعتصام الدولہ عرض بیگی کے

حوالے دواؤں کی تیاری کا کام تھا اور تمام طبیب اس کے پاس موجود رہتے تھے اور حکیم خواجہ غلام حسین خان گھڑیال خانے میں شب و روز حاضر رہتا تھا اور نواب کو بہت اعتماد تھا کہ کوئی دوا بغیر اس کے مشورے کے استعمال نہیں کرتے تھے جب نواب صاحب کی دوسری صاحبزادی نور جہاں بیگم بیمار ہوئی تو حکیم خواجہ غلام حسین خان نے مہاراجہ چندولال کو رقعہ لکھا کہ میں تمہاری زنانی ڈیوڑھی پر جو نو محل و موتی محل و گھڑیال خانے کی طرف ہے حاضر رہتا ہوں اور معالجے کا کام نازک ہے اور پہلی صاحبزادی کے معالجے کا حال معلوم ہے ایک کوئی دوسرا طبیب میری شرکت کے لیے مقرر کر دیا جائے تو میرے دل کو بہت تقویت حاصل ہو مہاراجہ نے اسی وقت دو وید عیدگاہ کہنہ کے جن میں سے ایک کا نام وینکٹ رام اور دوسرے کا نام ملیا تھا غوث خان جمعدار کے ساتھ زنانی ڈیوڑھی پر بھجوائے اور مراد ماما کی زبانی عرض کیا کہ راجہ چندولال نے دو وید مرشدزادی نور جہاں کے معالجے کے لیے بھجوائے ہیں کہ رات دن حاضر رہ کر علاج کریں گے حکم ہوا کہ ہم سوا اپنے طبیب خاص خواجہ غلام حسین خان کے کہ ڈیوڑھی پر حاضر ہے دوسرے کو نہیں جانتے اور نہ پہچانتے ہیں ان دونوں کو جہاں سے لائے ہیں وہیں پہنچا دیں ایک دن نواب صاحب گھڑیال خانے میں آئے اس وقت خان محمد اور اس کا داماد محمد حسین اور حکیم خواجہ غلام حسین خان اور تین خاصہ تراش کہ خط بنانے کو آئے تھے حاضر تھے نواب نے حکیم خواجہ غلام حسین سے فرمایا کہ قرابادین قادری سے مرہم داخلیون کا نسخہ نکال کر تیار کریں اور اس نسخے کے واسطے پہلے بھی فرما چکے تھے اس وقت غصے ہو کر خان محمد کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ شخص چار پشت سے ہماری سرکار کا پرورش یافتہ ہے اور ہم اس پر ماں باپ سے زیادہ شفقت کر کے کام لیتے ہیں لیکن دیدہ و دانستہ عدول کرتا ہے اس کو کیا سزا دیں اس عرصے میں اس نے نسخہ نکال کر ملاحظہ کرا دیا نواب خوش ہو گئے اور فرمایا کہ جلد تیار کرو اس وقت دفعتاً خان محمد مردھے نے عرض کیا کہ میر الملک مدار المہام اور پیشکار راجہ چندولال مہاراجہ بہادر مع دو اطبائے یونانی اور دو ویدوں کے خلوت مبارک میں حاضر ہیں ان کی عرض یہ ہے کہ حضور کے پاؤں کا ورم یہ حکما دیکھ لیں کہ کس وجہ سے عارض ہے اور ورم کے تحلیل ہونے تک حاضر رہیں نواب نے فرمایا کہ معالجوں کو لائے ہیں تو بیماروں کو بھی پیدا کریں ہم تو ایک بیمار ہیں اور ہمارا ایک حکیم خواجہ غلام حسین خان معالج ہے جو ہمارے مزاج سے خوب واقف ہے اور مرہم داخلیون کا نسخہ قرابادین قادری سے نکال کر تجویز کر کے تیار کر کے استعمال کر رہے ہیں چار روز سے ورم متحجر ہو گیا ہے عرصے میں جائے گا ان معالجوں کو کیوں لائے ہیں پھر خان محمد نے عرض کیا کہ کارپردازان سرکار کو پیروں کا ورم دیکھ کے، دل خاطر جمعی نہیں ہے نایابی

کے امیدوار ہین نواب نے کہاکہ یہ لوگ علم طب سے واقف نہین کہ سبب سابق ولاحق اور زمانۂ امتداد وانتہا واشتداد وانحطاط کے حالات کو جان لین حکیم خواجہ غلام حسین خان کو بھیجتے ہین اُس سے سب حال دریافت کرلین اور اُس کو حکم ہوا کہ جاکر اُن کی تسلی خاطر کرکے روانہ کردے حکیم مذکور غلوت مبارک مین آیا دیکھا کہ آسا پالا کے درخت کے تلے منیر الملک اور مہاراجہ بہادر مع تمامی امیران سرکار اور طبیبون اور ویدون کے بیٹھے تھے اُنکو تمام حال بتاکر رخصت کردیا۔ غرضکہ نواب کے علاج مین تدابیر مناسب عمل مین لائی گئین جس سے استسقا بالکل جاتا رہا یہان تک کہ عیدالضحیٰ کے روز نوازش محل مین آکر فرمایا کہ ہمارا جسم ورم کے رفع ہونے سے بہت حقیر معلوم ہونے لگا سب حاضرین نے سُنکر شکر خدا ادا کیا امرا نے جو حاضر تھے خوش ہوکر غسل صحت کی اور عید کی نذرین دکھائین اور بڑی چہل پہل رہی ماہ جمادی الاول ۱۲۴۲ہجری تک غذا مین احتیاط اور دوا جاری رہنے سے حالت سنبھلی رہی اعتصام الملک نے تاکید کردی تھی کہ کوئی کھانے پینے کی چیز بغیر میری اطلاع کے ڈیوڑھی پر کسی سرکاری اصیل اور دوسرے نوکر کے ہاتھ نہ جائے ماہ مذکور کے گذرنے کے بعد مزاج پھر بدپرہیزی کی طرف مائل ہوا اور جو کچھ دل چاہتا کھاتے اور دوا چھوڑدی دوبارہ صاحب فراش ہوگئے یہانتک کہ سوءِ تنفس سے بستر پر پاؤن دراز نہ کرسکتے تھے پانچ ماہ اور چند روز تک جس طرح پلنگ پر بیٹھے تھے ویسے ہی بیٹھے رہے خواب وخور تمام پلنگ اور تکیے پر ہوتا گوشت گھل گھل کر پانی ہوکر بہنے لگا مگر کبھی آہ زبان پر نہ آئی آنکھون سے ہر شخص کو اور ہر چیز کو برابر دیکھتے تھے اب بھی صولت وہیبت کا یہ حال تھا کہ جو کوئی اُن کی طرف دیکھتا تو خوف کھاتا تھا اطبا معجون کلکلانج اور قرص مروارید اور سونے کے ورق شربت بزوری اور اونٹنی کے دودھ کے ماءالجبن کے ساتھ استعمال کراتے تھے کچھ فائدہ حاصل نہوا۔ نواب کا تو یہ حال تھا مگر خادمون نے موتی محل کے خزانے کی ایک طرف کی دیوار توڑکر ایک لاکھ کے قریب روپیہ نکال کر بانٹ لیا جب اس کا حال نواب صاحب کو معلوم ہوا تو اُنھون نے راجہ روپ لال مشرف وجے رام ہزاری کو حکم دیا کہ جہان سے دیوار ٹوٹی ہے اُسے بنوا دین اور کسی پر مواخذہ نہ کیا کیونکہ اُن کی حالت خراب ہورہی تھی۔ حکیم خواجہ غلام حسین خان کہتا ہے کہ مین نے پندرہ روز پیشتر سے مہاراجہ کو کہلا دیا تھا کہ بعض اصیلونکی زبانی معلوم ہوتا ہے کہ خادمان محل خزانے کے توڑنے کا ارادہ رکھتے ہین مہاراجہ نے محمد فاضل کو تاکید کردی تھی کہ محل کا بندوبست اور خزانے کا انتظام پلٹن کے سپاہیون سے بخوبی کرے تاکہ کوئی خزانے مین ہاتھ نہ ڈال سکے لیکن کچھ نہوسکا کام کرنے والے کام کرچکے اس عرصے مین نواب صاحب کا مزاج نہایت خراب ہوگیا یہان تک کہ ۱۷ ذیقعدہ ۱۲۴۴ہجری

روز شنبہ[1] کو پہر دن چڑھے انتقال کیا۔ مہاراجہ چندو لال نے نواب صاحب کی علالت کی سختی کا حال سنکر موتی محل کی چھت کو جو گر گئی تھی از سر نو بنوا دیا تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو رونے پیٹنے کا شور شہر میں پہنچ جاتا کیونکہ پہلے سے لوگ اُن کے مرنے کی خبر اُڑا رہے تھے مگر مہاراجہ کی دور اندیشی سے موت کا حال اُس وقت تک کسی پر نہ کھلا جب تک کہ نواب ناصر الدولہ کی مسند نشینی کا اعلان نہ ہوا جب اول مسند نشینی کا اعلان ہو گیا تو بعد اسکے تمام علما و فضلا و مشائخ اور قاضی محمد ذو الفقار خان بہادر اور مولوی حاجی میر شجاع الدین حسین و مولوی حیدر علی لکھنوی و غلامی صاحب خطیب کہ مسجد وغیرہ نے حاضر ہو کر غسل و کفن دیا اور مکہ مسجد میں نماز پڑھکر مرقد قدسیہ عمدہ بیگم میں دفن کر کے مغفرت منزل[2] لقب مقرر کیا تاریخ وفات پیشانی دروازہ مقبرہ محمودہ کے اوپر یوں مرقوم ہے

چوں سکندر جاہ از آفاق رفت ؎ در غمش ہر خانہ شد بیت الحزن
گریہ آہ گفتم سال او راہی فردوس شد شاہ دکن

دوسری تاریخ یہ ہے۔ ؎

کرد شاہ دکن رو بہ گلزار در ہزار و دو صد و چہل و چہار

کتبہ جات شمالی میں بھی تاریخ لکھی ہے جس کا مادہ یہ ہے۔ ؎

آہ رفت آفتاب از دنیا

نواب کی بیویاں

(۱) جہاں پرور بیگم بنت سیف الدولہ عرف مالی میاں ابن مشیر الملک اعظم الامرا ارسطو جاہ۔
(۲) فضیلت النسا بیگم عرف چاندنی بیگم اس کو بی بی صاحبہ بھی کہتے تھے۔
(۳) رفعت النسا بیگم۔
(۴) نجیب النسا بیگم۔

اور خواص محلات بکثرت تھیں پہلی شادی والد کے سامنے ہوئی تھی

نواب کے بیٹے

صغر سنی میں بہت سے لڑکے مر گئے یہ دو بیٹے سن تمیز کو پہنچے۔
(۱) فرخندہ علی خان مخاطب بہ ناصر جنگ ناصر الدولہ بطن سے فضیلت النسا بیگم کے

[1] شاہ کمال کے تکملۂ حیات کا نسخہ سنہ ۱۲۵۰ ہجری کا لکھا ہوا الٹرے کے پاس ہے اس میں شنبے کی جگہ پنجشنبہ لکھا ہے ۱۲
[2] دیکھو گلزار آصفیہ و رشید الدین خانی و خورشید جاہی ۱۲

اُنکو یہ خطاب دادانے دیا تھا۔
(۲) بشیر الدین علی خان المخاطب بہ صمصام جنگ صمصام الدولہ یہ خطاب دادانے دیا تھا بطن فضیلت النسا سے بھائی نے صمصام الملک خطاب دیا۔
(۳) میر گوہر علی خان داداکی طرف سے مبارز جنگ مبارز الدولہ خطاب تھا چاندنی بیگم کے بطن سے
(۴) میر تفضل علی خان عرف میر بادشاہ سیف الدولہ سیف الملک خطاب تھا بطن سے جہان پرور بیگم کے اُنکو اپنے باپ کے بعد دعوے ریاست تھا اس لیے چندروز تک بھائی کی تہنیت کی نذر کو نہ گئے اور مسند نشین بھائی سے ملاقات نہ کی پھر راجہ چندولال نے صفائی کرادی
(۵) منور الملک محتشم جنگ میر منور علی خان۔
(۶) ذوالفقار الدولہ ذوالفقار الملک ہمایون جنگ میر فیاض علی خان۔
(۷) قطب الدولہ ہزبر جنگ میر محمود علی خان۔
(۸) قمر الدولہ سرور جنگ قمر الملک میر داور علی خان بطن سے زہرہ خانم کے۔
(۹) مظفر الملک مظفر الدولہ میر فتح علی خان بطن سے نجیب النسا بیگم کے۔

بیٹیان

(۱) جمال النسا بیگم زوجہ رفیع الدولہ حاکم سورت فضیلت النسا عرف چاندنی بیگم کے بطن سے
(۲) کمال النسا زوجہ ممتاز الدولہ پسر ممتاز الامرا۔ چاندنی بیگم کے بطن سے۔
(۳) نامدار النسا۔ جہان پرور بیگم کے بطن سے پیدا ہوئی تھی اُس کا نکاح نواب ناصر الدولہ نے ۱۵ ربیع الثانی ۱۲۵۰ ہجری کو میر ابو القاسم سہراب جنگ قدیم منصبدار اور قرابتی میر عالم بہادر سے کرادیا تھا۔
(۴) غفور النسا جہان پرور بیگم کے بطن سے۔
(۵) سلطان النسا معروف بہ سلطانی بیگم بطن سے وزیر النسا خانم کے۔ زوجہ سبقت جنگ محتشم الدولہ محمد سلطان الدین خان بشیر الملک پسر امیر کبیر شمس الامرا۔
(۶) حشمت النسا بیگم زوجۂ وقار الامرا اقتدار الدولہ پسر خرد شمس الامرا امیر کبیر
(۷) بخت افروز بیگم بطن سے رفعت النسا کے۔
(۸) نورا فروز بیگم بطن سے حمیدہ بائی کے زوجہ دلاور بادشاہ۔
(۹) خضر النسا عرف قدر النسا بیگم زوجۂ شجاعت علی خان عرف سنگی بادشاہ۔
(۱۰) نورجہان بیگم۔
(۱۱) فیروز النسا عرف فیروز بیگم برج نگار بائی کے بطن سے۔

مسند نشینی ناصر الدولہ مظفر الممالک نظام الملک آصف جاہ میر فرخندہ علی خان بن سکندر جاہ

سکندر جاہ کے انتقال کے وقت ناصر الدولہ پرانی حویلی میں تھے اُن کے مرتے ہی طالب الدولہ
حسن علی خان کوتوال بلدہ بن فیض یاب جنگ عرف معل خان نے مہاراجہ چندولال کے حکم
سے اِنکی نوابی کی تمام شہر میں منادی کرا دی چونکہ وہ دن نواب مرحوم کی تجہیز و تکفین میں گذرا
اس لیے دوسرے دن ارکان دولت فاتحہ سے انفراغ پاکر دولت سرا میں حاضر ہوے رزیڈنٹ
بھی آیا ناصر الدولہ نے شمس الامراء و منیر الملک و راجہ چندولال اور رزیڈنٹ کو ملایا رزیڈنٹ
نے زبانی رسم تعزیت ادا کی امرائے تعزیت کی نذریں پیش کیں ساعت سعید کے انتظار میں اس دن
مسند نشینی کی رسم ملتوی رہی رزیڈنٹ لوٹ گیا امرا حاضر رہے ۱۹ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ ہجری روز
دوشنبہ کی صبح کو زرّو عماری مین بیٹھ کر نواب ناصر الدولہ محل سلطانی میں آئے اور نصف النہار
کے وقت مسند نشینی کی رسم ادا ہوئی اس وقت مسٹر مارٹین رزیڈنٹ بھی چند افسران انگریزی
ساتھ لے کر آگیا تھا ارکان دولت نے نذریں گذرانیں اور رزیڈنٹ نے مبارکباد دی بعد
ن کے نواب محل سرا میں گئے اور جہان پرور بیگم اور چاندنی بیگم الملقب بہ فضیلت النساء بیگم
ن بی بی صاحبہ کے آداب بجالائے ان کا خطاب ایام صاحبزادگی میں باپ کی طرف سے
ناصر الدولہ ناصر جنگ تھا اصلی نام میر فرخندہ علی خان ہے انکی ماں کا نام فضیلت النساء
ت چاندنی بیگم ہے ۱۲۰۹ھ ہجری میں بلدے میں پیدا ہوے تھے۔ انکی مسند نشینی سے فائدہ اٹھا کر
ر جنرل نے انگریزوں کا منصب زیادہ بلند کرلیا اب تک خط و کتابت میں یہاں کے نواب
، آپ کو نابدولت لکھا کرتے تھے اور گورنر جنرل اپنے لیے نیاز مند وغیرہ کے الفاظ عقیدت و ارادت
نال کیا کرتے تھے ناصر الدولہ کی مسند نشینی پر فیصلہ ہوگیا کہ فریقین مساوی حیثیت سے خط و
ت کیا کریں۔

، ناصر الدولہ کے ابتدائی زمانے میں جنرل فریزر شکایت کرتا ہے کہ یہاں کے آداب بہت تکلیف د
نکرانی کے آخری زمانے میں جب کرنیل لو رزیڈنٹ ہوکر جاتا ہے تو وہ دربار میں ایسے
ے کو ترک کرتا ہے۔ صاحب تاریخ رشید الدین خانی لکھتا ہے کہ چونکہ خان لو صاحب نے

دربار گذشتہ و حال میں مثل سفیران سابق کے لحاظ اور آداب حضور کا نشست و برخاست اور کلام میں نہ کیا اکثر گستاخانہ اور بیباکانہ کلمات سے پیش آئے اس سبب سے خود بدولت اپنے نزدیک چندے بہت آزردہ خاطر رہے اور دلپر نہایت ملال گذرا۔

نظام علی خان آصف جاہ ثانی کے بیٹے میر تیمور علی خان اکبر جاہ بہادر نے جو پنج محلہ میں رہتے تھے ایک بار اور ایک سرپیچ مرصع تحفۃً بھیجی نواب نے انکو قبول کرکے دوسرے دن کہلا بھیجا کہ اگر آپ بدستور سابق کوٹلے میں رہا کریں تو اولے دانسب ہے وہ یہ پیغام سنکر تمام مال واسباب اُٹھا کر رات کے وقت پالکی میں سوار ہو کر کھڑکی بند کر کے چلے گئے۔ اس کے بعد شمس الامرا اور منیر الملک اور راجہ چندولال اور رزیڈنٹ مسٹر مارٹین نے نواب کی دعوتیں کیں۔

انتظامی امور اور نواب کے خاص خاص کام

چندولال کل کاروبار ریاست کرتے اور نواب ناصر الدولہ سرور نگر و نظام نگر عرف چلیاپیٹھ و نظام آباد عرف برتن بیٹھ و باغ حضرت قدسیہ عمدہ بیگم زوجہ نظام الملک آصف جاہ اول و قلعہ گولکنڈہ کی سیر و تفریح و شکار کے لیے پھرتے اور درویشوں کے مزاروں پر جاتے اور اصحاب سلوک سے ملاقات کرکے ہزاروں روپے انکو دیتے۔ اور بلدے کے ہیجڑوں کو حکم دیا کہ ناچنا گانا اور داڑھیاں منڈانا چھوڑ دیں اور یہ بھی حکم دیا کہ ڈھیڑنیاں سرتک کی چولی اور چوڑیاں نہ پہنیں اور زربانات کی جوتی کوئی نہ بنوائے اور سیندھی شہر سے باہر بکا کرے اور مردے بجز دائرہ میر مومن کے شہر میں دفن نہ ہوا کریں۔ اور قدیم لوگوں میں سے سو منصبدار انتخاب کر کے نشست اُن کی باغ میں مقرر کی اور ایک ہزار نئے سوار نوکر رکھے اور اٹھارہ گاؤں جو آصف جاہ اول کے وقت سے نوابان حیدرآباد کے واسطے ہندوستان میں تھے ان میں سے نو گاؤں شاہ عالم ثانی کے بیٹے محمد اکبر ثانی بادشاہ دہلی کی نذر کر دیے۔

سلیمان جاہ کے رفیق امیر الدین خان مستاجر نمک کی خیانت چندولال کا سلیمان جاہ کی تنخواہ کے کئی لاکھ روپے خرد برد کرکے معافی دینا

اسی سال نواب ناصر الدولہ کے چچا سلیمان جاہ کا کارپرداز امیر الدین نمک کا ٹھیکہ چندولال سے لیکر روانہ ہوا اور رستے میں جا کر میر نواز خان سے ملاقات کی اور ایک شالی رومال اور ایک دوشالہ اُس کی تواضع کیا اور وہاں سے پونا گیا اور مالکم صاحب سے ملا وہ تحفے جو اُسنے

مشیر الملک اعظم الامرا کو سابق میں دیے تھے دکھلائے اور سلیمان جاہ کی طرف سے یہ پیغام دیا کہ ہم اس قدر چاہتے ہیں کہ حرمین شریفین کی زیارت سے شرف اندوز ہوں مالکم صاحب نے کہا کہ اچھا یہاں رہو ہم لکھیں گے پس امیر الدین پونا میں رہنے لگا اور اپنے تئیں نظام کا رشتہ دار مشہور کیا اور ہر ایک کے ساتھ سلوک و مدارا سے پیش آیا تھے کہ دو لاکھ روپے خرچ کیے مالکم صاحب نے حیدرآباد کے ریذیڈنٹ کو لکھا ریذیڈنٹ نے چندولال کو اطلاع دی انھوں نے جواب دیا کہ وہ ادنے ملازم سلیمان جاہ کا ہے مجھ سے نمک کا کام لے کر گیا تھا اور وہاں جا کر یہ حرکت کی ہے آپ مالکم صاحب کو یہ لکھیں کہ وہ محاسبہ دار سرکار نظام کا ہے جلد گرفتار کر کے اُس کو یہاں بھجوا دیجیے۔ ریذیڈنٹ نے یہ مضمون مالکم صاحب کو لکھ بھیجا اُس نے دو پلٹنیں اُس کی گرفتاری کے لیے تیار کیں امیر الدین نے جو یہ حال سُنا تو وہاں سے بھاگ نکلا اور متعارف راہ چھوڑ کر بے راہ شہر حیدرآباد کی طرف آیا جب اُس کے ادھر آنے کا حال چندولال کو معلوم ہوا تو اُنھوں نے سرکاری افسروں اور راہ کے محافظوں کو تاکید شدید کی کہ وہ جہاں ملے پکڑ کر لے آویں تاکہ اُس کو اس حرکت کی کافی سزا دی جائے ایسا نہو کہ کسی ترکیب سے سلیمان جاہ کی پناہ میں اُنکی حویلی مین داخل ہو جائے مگر امیر الدین شتابان اُفتاں و خیزاں سب کی آنکھ بچا کر بلدے کے قریب پہنچا اور فصیل جو بارش کے صدمے سے ٹوٹ گئی تھی اور ابھی دیوار اُس کی اونچی نہیں ہوئی تھی اُسمیں سے ہو کر رات کے وقت شہر کے اندر آیا اور سلیمان جاہ کی پناہ میں اُن کی حویلی مین داخل ہو گیا چندولال سُنکر راستے کے محافظوں پر بہت ناراض ہوئے اور نواب کو اطلاع کی پس نواب نے قوت جنگ اور شہسوار جنگ کو بھیجکر سلیمان جاہ کو کہلایا کہ امیر الدین جان تمھارے پاس رہنے کے قابل نہین ہے بھجوا دو تاکہ معاملہ نمک کا حساب و کتاب اُس سے لے کر جو کچھ اُس کے ذمے نکلتا ہے اُس سے طلب کریں۔ سلیمان جاہ نے حیلہ و حوالہ کیا نواب تو چپ ہو رہے چندولال نے جس قدر طلب میں تکرار کی اُسی قدر سلیمان جاہ اصرار کرتے رہے یہان تک کہ سلیمان جاہ کے مکان کی حراست کے لیے پلٹن مقرر ہوئی۔ ایک مدت تک اُس کا محاصرہ رہا لیکن سلیمان جاہ نے امیر الدین کو حوالے نہ کیا۔ آخر الامر چندولال نے اُن کی تنخواہ جو آٹھ ہزار روپے ماہوار تھی اور ماہ بماہ پہنچایا کرتے تھے دینی بند کی اور تین برس چڑھا دیے اور اس عرصے میں ایک حبہ اُن کو نہ دیا تب بھی اُنھوں نے پروا نکی بعد اس کے چندولال نے کل تنخواہ مدت مذکورہ کی رسید سلیمان جاہ سے لی اور امیر الدین مذکور کی نسبت یا تو کہتے تھے کہ ہاتھی کے پاؤں سے ملوا کر کچلوا دونگا یا ہاتھی بھجوا کر بڑے احترام سے بلوایا اور دوشالہ اُڑھا کر واپس روانہ کیا۔ اور نواب سے کہدیا کہ میں نے سلیمان جاہ سے صفائی کر لی نواب نے سلیمان جاہ کے

چھوٹے بیٹے کو بلاکر خواصی نشینی کی عزت دی اور بڑے بیٹے عباس علی خان عرف بخشو صاحب کو بلاکر ملازمت کی نذر لی اور اپنی خواصی مین بٹھا کر آصف نگر کو لے گئے اور ایک دن لشکر مین رکھ کر رخصت کیا۔

میر گوہر علی خان برادر نواب صاحب کی سرتابی وغیرہ

مبارز الدولہ نے روہیلون وغیرہ کی جمعیت اس لیے نوکر رکھی تھی کہ چند ماہ سے جو تنخواہ نہین ملی ہے فساد پیدا کرکے کارپردازون پر تنبیہ کرین جیسا کہ گلزار آصفیہ مین ہے اُن کی اس منشا کا حال معلوم ہوا تو نواب سے اہلکارون نے تمام واقعہ عرض کرکے ابتدائے ۱۲۴۴؁ھ ہجری مین قلعہ گولکنڈہ مین اُن کو چلے جانے کا حکم دلوایا نواب نے کہلا بھیجا کہ بالفعل تمھارے لیے یہی بہتر ہے کہ گولکنڈے مین جاکر رہیے عنقریب معاملات کا تصفیہ ہوکر تمکو واپس بلالیا جائے گا انھون نے تعمیل نہ کی اور اُن کے کلام سے تمرد پایا گیا احتیاطاً نواب صاحب کے تمام ہوا خواہ مسلح ہوکر دولت پر حاضر ہوگئے اور وہین رہنے لگے اور راستہ و بازار مین ہر طرف ناکہ بندی ہوگئی جلوخانے سے چہار منزل تک توپین نصب کی گئین جب ہفتہ عشرہ اسی وضع پر گذرا اور بلدے کی صورت ڈراونی بنی رہی اور مبارز الدولہ جانے پر رضامند نہوے اور سپاہ نے نواب صاحب کے حکم سے اُن کی حویلی کے عقب مین مورچہ بنایا اور یورش کی نوبت پہنچی تو اُس وقت مبارز الدولہ گھوڑے پر سوار ہوکر مع زنانی سوارون اور نوکرون کے گولکنڈے کی طرف راہی ہوے۔ جب وہ کوٹلہ عالی جاہ سے جہان رہتے تھے گولکنڈے کی طرف روانگی کو نکلے تو راستے مین چارون طرف چوک اور دروازہ پل اور کوٹھون اور چھتون اور دوکانون اور بنگلون پر مخلوق تماشے کو کھڑی تھی اور اُن درختون پر بھی آدمی چڑھے ہوے تھے جو راستے مین واقع تھے جب چوک کے پاس سواری پہنچی وہان کرامت شاہ فقیر مجذوب کھڑا دیکھ رہا تھا اُس کو مبارز الدولہ نے ہرچند پاس بلایا لیکن نہ آیا پانچ اشرفیان بھیجین تو وہ بھی نہ لین۔ سہ پہر کے وقت گولکنڈے کے موتی محل مین پہنچ گئے پورے اُس دن اور رات تمام شہر کے رہنے والے متحیر اور متاسف تھے اور نواب صاحب بھی متاثر ہوے بغیر نرہے نواب نظام علی خان اور نواب سکندر جاہ کی بیگمات کو بہت رنج ہوا محل مین کسی نے کھانا نہ کھایا۔ چوتھے دن مبارز الدولہ کی ماں فضیلت النسا جو نواب کی بھی حقیقی ماں تھی اور خود نواب صاحب دلاسے کے لیے گولکنڈے مین گئے نواب صاحب تو واپس چلے آئے اور فضیلت النسا وہین رہین دو سال تک دونون ماں بیٹے قلعے مین رہے پھر اپنی ماں کی سفارش سے رہا ہوے اور مراجعت کرکے بلدے مین سے آگئے۔

اُن کے حیدرآباد میں پہنچ جانے کے بعد نواب نے جشن سالگرہ دو دور منایا اور دن رات عیش و تماشے میں معروف رہے پریرویوں کے رقص دیکھے اِن جشنوں میں امیروں اور سرداروں کو خلعت اور منصب اور جاگیر اور خطابہائے خانی و دَوْلائی و جنگی و ملکی و راجگی اور نوبت و علم و نقارے اور جھالردار پالکیاں دیں منصب کا حال یہ تھا کہ بعض کے اگلے منصب پر اضافہ ہوا بعض کو از سر نو دیا جسکی تفصیل یہ ہے۔

شمس الامرا کو بیش قیمت جواہر اور امیر کبیر خطاب دیا۔

منیر الملک کو سات ہزاری ذات اور پانچہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر امیر الامرا خطاب اور جواہر دیا۔

محمد علی پسر منیر الملک کو شجاع الدولہ خطاب دیا۔

عالم علی پسر منیر الملک کو سراج الدولہ خطاب دیا۔

عبد اللہ پسر منیر الملک کو اشجع الملک خطاب دیا۔

صفدر پسر منیر الملک کو اکرم الدولہ خطاب دیا۔

اور اُن میں سے ہر ایک بھائی کو پانچ پانچ ہزاری ذات اور چار چار ہزار سوار کا منصب اور سیر حاصل جاگیر اور بیش قیمت جواہر و علم و نقارہ عطا کیا۔

راجہ چندو لال کو خطاب راجہ راجایاں اور بڑی جاگیر اور بیش قیمت جواہر دیا۔

بالا پرشاد پسر راجہ چندو لال کو راجہ دھراج کا خطاب اور پانچہزاری ذات اور چار ہزار سوار کا منصب اور عمدہ جاگیر اور علم و نقارہ اور نوبت دی۔

مانک بخش پسر چندو لال کو راجہ بہادر خطاب اور چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب اور علم و نقارہ اور جاگیر و جواہر دیا۔

عباس علی خاں عرض بیگی کو پانچ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر پہنچا دیا اور جواہر گراں قیمت و نوبت و علم و نقارہ اور اعتصام الدولہ اعتصام الملک بہادر ممتاز جنگ خطاب اور سواروں کا رسالہ اور جھالردار پالکی اور جاگیر دی۔

راجہ گوبند بخش صوبہ دار اورنگ آباد کو پانچہزاری ذات اور چار ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر علم و نقارہ اور نوبت و جاگیر اور جواہر دیا۔

رام بخش اور گوبند بخش پسران راجہ گوبند بخش کو چار ہزاری ذات اور تین تین ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر خطاب راجگی و علم و نقارہ و جاگیر و جواہر دیا۔

میر اسماعیل خان سردار الاسا کی موروثی خدمت بحال رکھکر پانچہزاری ذات اور تین ہزار سوار

کے منصب پر پہنچا دیا اور نوبت و علم و نقارہ دے کر جاگیر مین اضافہ کیا اس کے سوا قلعہ دولت آباد کی قلعداری اور خطاب رشید الملک سعادت اندوز دیا۔
حسام الملک کو خطاب حسام الامرا خان خانان دے کر سات ہزاری ذات اور پانچہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر جواہر و جاگیر و نوبت و علم و نقارہ مرحمت کیا اور اُس کے بیٹے کو فخر الملک خطاب دے کر پانچہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر نوبت و علم و نقارہ و جواہر دیا۔
راجہ بالکشن کو چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر حیدرآباد کی کروڑگیری کی خدمت پر بحال رکھکر نوبت و علم و نقارہ اور جاگیر و جواہر دیا۔
راجہ تلجا پرشاد اور راجہ کالکا پرشاد پسران راجہ بالکشن کو چار چار ہزاری ذات اور دو دو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر سواران قدیم و جدید کے رسالون اور پلٹن کے جوانون کا افسر مقرر رکھا اور جاگیر و جواہر دیا۔
راجہ شنبھو پرشاد کو منصب چار ہزاری ذات و دو ہزار سوار پر پہنچا کر سواران قدیم و جدید کا رسالہ اور ایک ہزار جوانون کی پلٹن اُس کے لیے مقرر کر کے خزانہ عامرہ کی موروثی خدمت بحال رکھی
میر کاظم علی خان کو پانچہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر نوبت و علم و نقارہ اور تیس ہزاری جاگیر اور ممتاز الدولہ خطاب اور جواہر دیا۔
میر مہدی خان پسر میر کاظم علی خان کو چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر خطاب سزاوار جنگ اور جواہر اور جاگیر ذات بیس ہزار روپے کی اور علم و نقارہ دیا۔
محترم الدولہ پسر اعتصام الملک عرض بیگی کو چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور خطاب دولائی و جنگی اور جاگیر ذات و جواہر دیا۔
حسن علی خان کوتوال بلدہ پسر طالب الدولہ مغل جان کو پانچہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر خطاب طالب الدولہ دیا اور جاگیر قدیم کے علاوہ نئی جاگیر بھی مرحمت کی اور جواہر اور نوبت اور علم و نقارہ عطا کیا اور کوتوالی کی موروثی خدمت بحال رکھی اس کے سوا جگتیال کی قلعداری اور خدمت مذکورہ کی معمولی جمعیت اور دو سو سواران مغلیہ ایران کا رسالہ اور پلٹن و علی غول کے ہزار پیادے اور دو سو جوانان عربی و سندھی وغیرہ اور خدمت قدیم داروغگی طویلہاے اسپان عراقی و عربی و ہندی و ترکی کی بحال رکھی۔
مغل جان کے دوسرے بیٹے باقر علی خان کو منصب چار ہزاری ذات و دو ہزار سوار پر پہنچا کر اُس کے ماتحت دو ہزار جوانان عرب مقرر کیے اور سات سو ہرکارون کی افسری اور سرکاری باورچی خانے کی خدمت دی اور خطاب فیض مآب الدولہ اعتبار جنگ اور جاگیر و جواہر اور میدک کی

قلعداری بھی نام زد کی اور کچھ سوار بھی اُس کے ماتحت ہوئے۔

مغل خان کے تیسرے بیٹے قربان علی خان کو منصب چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا اور شاہ نواز جنگ خطاب دیا۔

مغل خان کے چوتھے بیٹے جمال علی خان کو چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور خطاب مجاہد جنگ اور جاگیر اور جواہر دیا۔

مغل خان کے پانچویں بیٹے ذوالفقار علی خان کو بھی چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور خطاب غالب الدولہ اور جاگیر ذات و جواہر دیا۔

میر محمد سعید خان پسر میر جلیل اللہ خان کو چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب اور علم نقارہ اور نوبت دیکر حیدرآباد کی نظامت حوالے کر دی اور سعید الدولہ سعید جنگ خطاب اور جاگیر ذات و جواہر دیا۔

ملجا پرشاد کا منصب تین ہزار ذات اور دو ہزار سوار کا کر کے راجگی کا خطاب اور جواہر و جاگیر دیکر خزانہ کی خدمت بحال رکھی۔

راجہ راو رنبھا جیونت بہادر نمبالکر کے بیٹوں میں سے ایک کو منصب چھ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا اور علم و نقارہ و نوبت دی اور خطاب ارجن بہادر کھانڈے راو مقرر کیا اور سواروں کا رسالہ اور پیادے اُس کے ساتھ متعین کیے اور محالات بھوم وغیرہ کی جاگیر دی اور دوسرے بیٹے کو دولائی کا خطاب عطا کیا۔

غلام حیدر خان کو چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر خطاب اقتدار جنگ دیا اور پانچ ہزار روپے کی جاگیر ذات دی اور محالات پلکنی علاقہ ندرجنگ اور دوسرے متفرق گانوں اور تعلقات خاص سپرد ہوئے۔

میر محمد حسین خان کو فرخندہ یار جنگ اور جانی و بہادری کا خطاب اور خانسامانی خاص کی خدمت اور چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب دیا جواہر اور پانچ ہزار روپے کی جاگیر ذات عطا کی اور تعلقات محالات کونڈل واڑی وغیرہ سپرد کیے۔

فتح اللہ بیگ خان پسر رضا بیگ خان کا منصب چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا کر کے خدمت خانسامانی شہر حیدرآباد و قلعہ گولکنڈہ کی اور خطاب نصیب یار جنگ اور جاگیر و جواہر دیا۔

تراب بیگ خان کو چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر معظم جنگ خطاب دیا اور شکار خانے کی خدمت موروثی بحال رکھی۔

صارم جنگ کو اصل و اضافہ ملا کر پانچہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر پہنچاکر عزیز الدولہ خطاب دیا اور قلعہ بیتال باڑی کی قلعداری اور جاگیر ذات و جواہر سے سربلند کیا۔
خورشید جنگ کا منصب اصل و اضافہ ملا کر چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کو پہنچاکر قلعداری بھاتمرد کی بحال رکھکر داروغگی ہرکارہاے سرکاری اور خطاب اعتضاد الدولہ بخشا
پیر احمد کا اضافہ منصب مین ہوکر تین ہزاری ذات اور ہزار سوار پر پہنچاکر اور خطاب مستعد یار جنگ ملا۔
محمد عبدالرحیم خان کو بھی تین ہزاری ذات اور ہزار سوار کے منصب پر پہنچا کر خطاب غضنفر یار جنگ دیا۔
دوسرے ایک سو منصب داران سرکاری کے مناصب مین ترقی دے کر خانی و بہادری کے خطاب دیے۔ اسی طرح ہر سال گرہ و نوروز کے جشنون کے موقع پر خطاب اور جاگیرین اور منصب دیتے تھے۔

ایلچپور کے جاگیردار محمد نامدار خان سے تعلقہ بالاپور کا نکل جانا اور یہان کے جاگیردارون کا آخر تک حال اس جاگیر سے چندولال اور اُن کے بھتیجے کا لاکھون روپیہ اڑا لینا۔

محمد فتح جنگ خان نے پہلے نواح ایلچپور مین دو ہزار پیادے ایک انگریز کی ماتحتی مین جس کا نام ورک تھا رکھے تھے اور اُن کو قواعد وغیرہ خوب سکھائی تھی اور تنخواہ انکو ماہ بماہ دلوا یا کرتا تھا جبکہ مسٹر ہنری رسل رزیڈنٹ حیدرآباد نے ۱۲۳۱ھ مین الوال یعنی سکندرآباد کی چھاونی کی سپاہ کو درست کرنا چاہا جو انگریزون کی نگرانی مین تھی تو چندولال کے ایما سے فتح جنگ خان کو بھی لکھا کہ سپاہ بڑھاوے چونکہ اُس کے پاس دو قواعددان پلٹنین سامان حرب و ضرب سے مسلح موجود تھین اُس نے عذر کر دیا اور کہا کہ میرے پاس عمدہ فوج موجود ہے تب یہ لکھا کہ اچھا اگر نئے جوان بھرتی نہین کرتے تو نکرو مگر جس قدر تمھارے پاس پلٹن کے سپاہی ہین اُنپر افسر ریاست نظام کی طرف سے مقرر ہو جاوے جاگیردار ایلچپور نے منظور کر لیا چنانچہ کپتان لین صاحب افسر ہوکر وہان بھیجا گیا اور وہان کی دونون پلٹنین اُس کے سپرد ہوئین اور بعد اُس کے اس عہدے پر کپتان گرانٹ سیر مقرر ہوا۔

فتح جنگ کی تخریب کے بعد محمد با مدار خاں نے وہ پانسو سوار جو فتح جنگ خاں کے وقت سے تھے اور رسالہ دار اُس کے محمد علی بیگ اور مسور علی بیگ تھے اُن پلٹنوں پر اضافہ کر کے انگریزی افسر کے سپرد کر دیے۔ حیدر ور کے بعد جوانوں نے ماہ بماہ داخلہ دکھانا اور تنخواہ کا دروازے پر آکر وصول کرنا موقوف کر دیا اور پہرے چوکی پر بھی نوکری حسب سابق رہی یہ لوگ اپنے اندازے کے مطابق یک مشت روپے لیجا کر آپ تقسیم کرنے لگے اور علاقے کے محاصل میں بھی کمی پیدا ہو گئی پس محمد با مدار خاں نے خسارے کی وجہ سے مواجب کی تخفیف چاہی اور راجہ چندولال کو بہت سا لکھا کہتے ہیں کہ وہ ستاٹھ ہزار روپے دینے کو راضی تھا اور چندولال پچھتر ہزار روپے مانگتے تھے۔
آخر کار مجبور ہو کر محمد با مدار خاں بالا پور سے کہ دس لاکھ روپے کا تعلقہ تھا اور اس وقت سات آٹھ لاکھ روپے کا رہ گیا تھا چھوڑ دیا اور واگذاشت لکھوا کر بھجوا دی۔ چندولال نے تعلقہ تو اپنے ذمے رکھا اور تنخواہ ان جوانوں کی سپاہ کنٹنجنٹ کے شریک کر دی پس یہ دو ہزار پیادے اور پانسو سوار بھی ملحق سپاہ نظام سروس کے ہوئے یہ واقعہ ۱۲۴۲ھ ہجری کا ہے۔

(۲) ۱۲۵۰ھ ہجری میں با مدار خاں نے قضا کی چونکہ لاولد تھا اس لیے اُس کا بھتیجا ابراہیم خاں اُس کی جگہ قائم مقام ہوا۔ اس وقت چندولال کی جگہ اُس کا بھتیجا راجہ رام بخش کام کرتا تھا اُس نے خلعت استقلال بھیجنے کے لیے یہ شرط لگائی کہ چودہ لاکھ روپے مدد اسے کے بھیجے تب خلعت مرحمت ہوگا اُس نے دس لاکھ روپے بھیجے اُن میں سے صرف تین لاکھ روپے نواب صاحب کے خزانے میں داخل ہوئے باقی اہلکاروں نے ہضم کیے اور اُس پر بھی خلعت روانہ ہوا اور اس وجہ سے اپنے باپ دادا کے مناصب پر وہ مستقل ہوا۔ جب سراج الملک مدار المہام ہوئے تو انھوں نے گلاب خاں جمعہ دار کو سواران صرف خاص اور ملوں اور جوانان عرب و روہیلہ کے ساتھ جو سات سو کے قریب تھے مع چند توپوں کے قلعہ ایلچپور چھین لینے کے لیے سنہ مذکور میں بھیجا ابراہیم خاں نے انھیں دخل نہ دیا ۱۲۵۹ھ ہجری میں محمد ابراہیم خاں نے بھی انتقال کیا اولاد میں کوئی مرد باقی نہ رہا اُس کی زوجہ وارث ملک و املاک ہوئی اور کل کام اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے باپ غلام حسن خاں پسر محمد فتح جنگ خاں کے سپرد کر دیے جب شمس الامرا ۱۲۶۵ھ ہجری میں مدار المہام ہوئے تو اُس نے سترہ لاکھ روپے مدد اسے کے دے کر اُن سے سند مستقلی جاگیر کی حاصل کی۔

انگریز نگران کار

سکندر جاہ کے زمانے میں مملکت اصلاح میں انگریز نگراں کار مقرر ہو گئے تھے ناصر الدولہ کی

مسند نشینی پران سب کو علیحدہ کردیا اُن کے علیحدہ ہوتے ہی تمام ملک مین بدنظمی شروع ہوگئی یہان تک کہ ۸ نومبر ۱۸۳۵ء کو لندن سے کمپنی کے ڈائرکٹرون کا ایک مراسلہ پہنچا جس مین نواب نظام کو دھمکی دی گئی تھی کہ ریاست کی بدنظمی کو زیادہ دیر تک خاموشی سے برداشت نہین کیا جاسکتا انجام کار باہمی گفت وشنید سے اس امر پر فیصلہ ہوا کہ مختلف اضلاع مین حکومت انگلشیہ کی طرف سے امین مقرر کیے جائین جو تحصیل مالگذاری کے افسرونکی نگرانی کرتے ہین برگس لکھتا ہے کہ یہ امین بھی انجام کار مدار المہام اور اُس کے کارندونکے ہاتھ مین آلات کار بن گئے اور اصلاح کی یہ سعی بھی خاک مین ملگئی ۱۸۴۱ء مین پھر ریاست آصفیہ کا معاملہ ڈائرکٹرون کے روبرو پیش کیا گیا مگر کوئی قطعی تجویز پیش نہوئی۔

بلدے مین خونریزیان اور وارداتین

(۱) ماہ ذیقعدہ ۱۲۴۴ ہجری مین بلدۂ حیدرآباد کے اندر سکھون اور عربون مین لڑائی ہوئی شاہ علی بنڈہ۔ سلطان شاہی۔ چوک چارمنار وغیرہ مین خوب تلوار چلی طرفین کے بہت سے آدمی کشتہ و مجروح ہوے اکثر گھر جلائے گئے بہت سا اسباب لٹ گیا آخرکار عرب غالب آئے چندولال نے سکھون کو شہر سے نکلوا دیا۔

(۲) ۱۲۴۸ ہجری مین بارش کی ایسی کمی ہوئی کہ بلدے مین قحط پڑگیا اس قحط مین ایک دن روہیلون نے دوپہر کے وقت دوکانین مس بازار کی لوٹ لین۔

(۳) ماہ رجب ۱۲۴۹ ہجری مین چوراہہ اتوار چوک کے اندر بندہ علی خان ابن عظیم خان کی شادی کی شب گشت مین ارباب اہتمام کی غفلت سے ہوائی کی چنگاری آتشبازی کے ذخیرے مین پڑگئی ایک حلوائی کی پختہ دوکان اُس کے شرارون سے جل گئی۔ تماشائیون مین سے اسی نوّے آدمی کے قریب جلکر خاک سیاہ ہوے۔

(۴) ۱۲۵۱ ہجری مین روہیلون اور پٹھانون کے جوانون مین متعلق کاروان کے خرید و فروخت غلہ پر جنگ ہوئی مگر ختم ہوگئی۔

(۵) ۱۸ محرم ۱۲۵۱ ہجری کو ایک خفیف سی بات پر روہیلون اور عربون مین تکرار ہوکر ہتھیار چلا یہان تک فساد عظیم برپا ہوا کہ تمام بلدے مین یہ خبر مشہور ہوتے ہی جہان جہان روہیلے اور عرب ایک جگہ رہتے تھے تیغ زنی اور خنجر کشی ہوئی یہان تک کہ کوچہ و بازار مین مقتولون کی لاشین تماشائیون کی ٹھوکرین کھاتی تھین بعد اس کے صلح ہوگئی عرب متمول تھے انھون نے معقول رشوت حکام کو دیکر روہیلون کا اخراج کروایا اور آپ کامیاب ہوے روہیلون کو مغلوب کیا۔

(۷) ۱۲۵۸ھ ہجری میں اکرام الدولہ مارا گیا اس کے دروازے پر حیدرو دے بابت قرض زر نقد وغیرہ عربوں کا فساد رہتا تھا ان میں سے ایک آدمی نے رات کے وقت اندر گھس کر اکرام الدولہ اور اس کے بیٹے کو جنبیہ و شمشیر سے مار ڈالا وہ پکڑا گیا اور موسے ندی کے کنارے قصاص میں مروا دیا گیا اور جسد اس کا ایک درخت پر لٹکوا دیا۔

(۸) جمادی الاخرے ۱۲۶۰ھ ہجری میں ظفر الدولہ کی پلٹن والے اپنی تنخواہ کے لیے اسکی حویلی کو گھیر کر فساد کر رہے تھے نواب نے ۲۴ جمادی الاخرے روز دوشنبہ کو شمس الامرا امیر کبیر کو حکم دیا کہ اُن کو اٹھا دیں رضامندی سے معاملہ طے ہوا لڑائی ہو کر کئی آدمی مارے گئے اور پلٹن والے حاضر ہو کر اٹھ گئے۔

(۹) عرہ شعبان ۱۲۶۶ھ ہجری کو سر علی جمعدار کے گھر پر فساد ہوا اور چار آدمی طرفین کے مارے گئے اور ایک دو تماشائی بھی ہلاک ہوئے سلطان غالب جنگ کے عربوں نے جمعدار کو پکڑ لیا اور دوسری تاریخ شعبان کو جمعداروں اور رسالداروں نے نواب کی دولت سرا پر فساد کیا

بادشاہ دہلی کی طرف سے عزت افزائی

نواب صاحب نے اکبر شاہ بن شاہ عالم ثانی سے جو برائے نام دہلی کا بادشاہ تھا درخواست کی تھی کہ مجھکو بھی بدستور میرے باپ دادا کا خطاب اور القاب عطا ہو پس بادشاہ کی طرف سے ایک فرمان ۱۲۴۹ھ ہجری کو صادر ہوا جس میں موجودہ نواب کی مسند نشینی کی تہنیت اور آں جہانی نواب کی تعزیت تھی نواب نے بہ سروانہ جلوس کے ساتھ اُس کا استقبال باغ لنگم پلی تک کیا اس فرمان کے بموجب نواب کا خطاب مظفر الممالک نظام الدولہ افضل الاراکین السلطنت آصف جاہ میر فرخندہ علی خان بہادر فتح جنگ سپہ سالار یار وفادار رستم دوران ارسطو زمان مقرر ہوا۔

(۲) ۱۲۵۳ھ ہجری میں حیدرآباد میں اکبر شاہ کے انتقال کی خبر آئی نواب کے حکم سے تعزیت کے لیے تین دن ٹکسال بند رہے میں روشن چوکی اور نوبت اور دوسرا کسی قسم کا باجا بجنا موقوف رہا

حوادث ارضی و سماوی

ماہ ربیع الاول ۱۲۴۵ھ ہجری میں کثرت بارش سے موسے ندی میں ایسا سیلاب آیا کہ ایک پاٹ پل کے دروازے کا اکھیڑ کر امین الملک کے باغ تک بہا لے گیا اس کے سوا شہر پناہ کو کئی جگہ سے توڑ دیا۔

(۲) ۱۲۵۳ھ ہجری کی ابتدا مین سہ پہر کے وقت بے موسم بارش ہوکر اتنی ژالہ باری ہوئی کہ جابجا تودے لگ گئے پرانے لوگ کہتے تھے کہ کبھی ایسی ژالہ باری نہین ہوئی تھی کئی دن تک زمین پر جم گئی تھی اُنکو کھود کر گاڑیونپر بار کرکے برف بنانے کے لیے نواب صاحب کی سرکار مین داخل کیا اور جابجا گڑھے کھود کر اُن مین داب کر گھانس اوپر ڈالدی تھی ایک ہفتے تک پائداری کی

(۳) اسی سال ایسی وبا پھیلی کہ ہزارون آدمی قے اور دستون سے ہلاک ہوے۔

(۴) ماہ جمادی الاولے ۱۲۵۵ھ ہجری مین بلدے مین ہیضے کی بیماری شروع ہوئی قے اور دستون سے ہزارون آدمی مرگئے۔

(۵) جمادی الاولے ۱۲۶۲ھ ہجری مین اس شدت سے بلدے مین ہیضہ پھیلا کہ ایک قیامت برپا ہوگئی۔

(۶) غرہ رجب ۱۲۶۵ھ ہجری کو مغرب کے بعد حیدرآباد مین ایسی شدت کی آندھی آئی کہ بڑے بڑے درخت جڑون سے اکھڑ کر گر پڑے اور اُن کے صدمات سے دو تین آدمی مرگئے اور آندھی کے صدمے سے کئی مکان گرگئے اور پھٹ گئے۔

(۷) ۲۸ ذیقعدہ سنہ مذکور روز یکشنبہ کو سخت بارش ہوئی رات بھر مینہ پڑا نماز صبح کے وقت رود موسے کی طغیانی سے کنارون کے دونون طرف کے مکانات بیٹھ گئے فصیل شہر کئی جگہ سے ٹوٹ گئی۔

(۸) روز سہ شنبہ چوتھی رجب ۱۲۶۷ھ ہجری کو آدھی رات کے وقت کرنول مین تم بھدرا«سہ» ندی مین ایسی طغیانی ہوئی کہ نصف شہر بہ گیا بیجاپور کے تاجرون کا بڑا نقصان ہوا۔ [«سہ» اسکو تنگ بھدرا ابھی لکھتے ہین ۱۲]

(۹) ۲۲ رمضان روز پنجشنبہ ۱۲۶۷ھ ہجری کو سہ پہر کے وقت دفعتاً موسے ندی مین ایسی طغیانی ہوئی کہ پل کے اکیس خانے پانی سے بھر گئے اور چند آدمی جو ساحل کے قریب غافل کھڑے تھے بہہ گئے اور کچھ چوپائے بھی پانی مین تلف ہوگئے۔

مسلمانون کے ہاتھ سے ہندوؤن کے سامان پوجا اور مندر کی بربادی

ماہ جمادی الاولے ۱۲۵۷ھ ہجری مین جو بلدۂ حیدرآباد مین ہیضہ شروع ہوا تھا اس موقع پر ادنے ذاتون کے ہندو اپنی عادت کے موافق باجا اور سنکھ بجاتے ہوے ہر کوچہ و بازار سے گذر کر جہان جہان کہ مندر بنے ہوے تھے جاتے اور پوجا کرتے تھے ایک ہندو بڑے تکلف سے ڈھول بجاتا ہوا ایک مندر کو پوجا کا سامان لیے جاتا تھا اور پچاس آدمی ساتھ تھے مکہ مسجد کے دروازے پر پہنچے تو شہدون نے دفعۃً تمام اسباب پوجا کا لوٹ لیا بکریان۔ مرغے اور غلہ وغیرہ اُڑا لیا اور چار منار کے

درمیاں پیران پیر کے نام کا جھنڈا گاڑا اور دوست بنا کر فاتحہ جاری کی پھر ہر مکاں سے لوگ جھنڈے ساکر چار رسار پر بسے گئے محلہ جمعیت راؤ عرف قاضی گولہ میں مولوی شبیر علی کے اغوا سے مسلمانوں نے مندر کو توڑ کر وہاں آذان دی جہاں بعد میں عمدۃ الملک محمد رفیع الدین خاں نے ایک عمدہ مسجد بنوا کر قوت الاسلام نام رکھا تھا اور مادہ تاریخی خانۂ خدا ہے ہندوؤں نے اس کا انتقام لینا چاہا مگر راجہ چندولال کے سمجھانے اور دھمکانے سے اپنے ارادے سے باز رہے

نواب کی سواری میں ایک حادثہ

نواب کی سواری ایک دن جا رہی تھی کہ میدان درگاہ اوجالا شاہ میں معظم الدولہ بدرالدین خاں کی سواری کا ہاتھی مستی اور سرکشی کر کے چنگھاڑتا ہوا نواب کی سواری کی فیل مادہ تک پہنچ گیا معظم الدولہ فوراً اس پر سے کود پڑا اور تلوار سونت کر ہاتھی کی سونڈ پر دو زخم کاری لگائے اسی وقت اس کا مُنہ پھر گیا اور معظم الدولہ گھوڑے پر سوار ہو کر نواب کے ہمرکاب روانہ ہوا۔

ایک سازش کا انکشاف

بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۲۵۵ہجری (۱۸۳۹ء) میں ملور کے انگریز مجسٹریٹ نے ایک سازش کا پتہ لگایا جو انگریزی سلطنت کے خلاف کی جا رہی تھی۔ نواب ناصر الدولہ کے بھائی مبارز الدولہ بھی اس میں شریک پائے گئے لیکن جس حد تک واقعات کا تعلق ہے یہ کوئی سازش نہیں تھی معاملہ صرف اتنا ہے کہ جب مولوی ولایت علی عظیم آبادی خلیفہ سید احمد بریلوی سرغنۂ وہابیاں ہندوستان حیدرآباد پہنچے اور وہاں اُنھوں نے مسلمانوں کی دینی اصلاح کے لیے وعظ کہنے شروع کیے تو نواب مبارز الدولہ کو بھی اُن سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا مولوی ولایت علی اُن سے ملے اور پہلی ہی ملاقات میں نواب صاحب مسحور ہو گئے چونکہ خود علم شناس تھے اس لیے مولوی ولایت علی کے مقام و منصب کا پورا اندازہ کر لیا اس وقت سے مبارز الدولہ اور اُن کے رفقا نے اسلامی احکام کی پابندی بالاہتمام شروع کر دی چند سال بعد جب انگریزوں کو وہابیت کا خوف پیدا ہوا تو مبارز الدولہ اور اُن کے رفقا کو بھی سازش سے متہم کر دیا سازش کی تحقیقات کی گئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مبارز الدولہ اپنے دس رفقا سمیت ۱۲ ربیع الاول ۱۲۵۵ہجری کو گرفتار ہوا اور نواب صاحب بہادر کے حکم سے قلعہ گولکنڈہ کو جلا وطن ہوئے اور تمام وہابی فرد فرداً گرفتار ہو کر قید کیے گئے مبارز الدولہ نے قید ہی میں وفات پائی۔

انتظام ملکی

جلد پنجم عہدنامجات مین لکھا ہے کہ جب نصیر الدولہ گدی نشین ہوے تو اُنھون نے درخواست کی کہ مداخلت صریح افسران انگریزی کی ملک کے انتظام مین نرہے گورنمنٹ مین اُن کی درخواست منظور ہوئی اور اُن کا اطمینان کیا گیا کہ بشرطیکہ وہ اُس بندوبست کو جو افسران انگریزی نے کیا ہے تا انقضائے میعاد بندوبست مذکور قائم رکھینگے تو گورنمنٹ انگریزی دست مداخلت کوتاہ کریگی اور نظام کو اختیار عزل ونصب مدارالمہام اور دوسرے انتظام امور ملک مین حاصل ہوگا مگر مداخلت کے موقوف ہوتے ہی نواب صاحب نے تمام یورپین افسرون کو دیوانی خدمات سے معزول کردیا اور یہ امر بدنظمی وبدانتظامی کا نتیج ہوا اور ہر ایک صیغے اور دفتر ریاست مین ابتری نے راہ پائی اور ریاست کا اعتبار اس قدر جاتا رہا کہ ساہوکار قرضہ دینے سے انکار کرنے لگے تنخواہ کنٹنجنٹ کی بہت باقی تھی اور روپیہ خزانۂ انگریزی سے لیا گیا اور ۱۸۴۳ء مین نظام کو صاف لکھا گیا کہ اگر اور روپیہ لینا ضرور ہوگا تو ضمانت مین علاقہ مستغرق کرنا ہوگا۔

راجہ چندولال کے ابتدائی ملازمت سے پیشکاری ومدارالمہامی پر قائم ہونے کا حال

اس مقام پر مہاراجہ چندولال کا قدرے تفصیلی ذکر ضرور ہے کہ اس ریاست کی ۳۵ سال کی تاریخ مین اُن کا نام باربار آیا ہے چندولال کا پردادا مول چند محمد شاہ بادشاہ کا ملازم تھا جسکا سلسلۂ نسب راجہ ٹوڈرمل اکبری سے ملتا ہے اور وطن اصلی لاہور[۵] تھا وہ نظام الملک آصف جاہ اول کے ساتھ حیدرآباد مین آیا تھا اور کروڑگیری (چنگی وسائر) کا افسر ہوگیا تھا مول چند کا بیٹا لچھمی رام بھی اسی عہدے پر قائم ہوا اُس کے دو بیٹے تھے بڑے کا نام نانک رام تھا اور چھوٹے کا نارائن داس نانک رام اپنے باپ کی جگہ مقرر کیا گیا نارائن داس نے جوانی ہی مین وفات پائی اس کے دو بیٹے تھے بڑے کا نام چندولال تھا جو ۱۱۷۵ھ ہجری مطابق ۱۷۶۶ء مین پیدا ہوا تھا اور چھوٹے کا گوبند بخش نام تھا ان دونون نے اپنے چچا نانک رام کی نگرانی مین پرورش پائی تھی رشید الدین خانی کے صفحہ ۲۲۴ مین لکھا ہے کہ چندولال کے ایام خردسالی مین نانک رام اُن کو ایک روپیہ ماہوار میوہ خوری کے لیے دیتے تھے وہ اس روپے کو فقیر و نیز تقسیم کردیتے تھے جب اُس کی خبر نانک رام کو ہوئی تو

[۵] رجب علی مسنے لاہور کی جگہ دریاپور کا رہنے والا لکھا ہے جو پنجاب کے ایک ضلع منٹگمری کے متعلق ہے ۱۲

دو روپے ماہوار مقرر کر دیے عنوان شباب میں شمشیر جنگ نے انکی ہوشیاری کی تعریف سنکر اپنے پاس نوکر رکھ لیا چند روز کے بعد نانک رام مرگئے اور اُس کے بیٹے لکھپت رام کا کام تمام اختر ہو گیا بدیع اللہ خاں کروڑا ہوا داروغگی ہوا چندولال نے اُس کی اطاعت اختیار کی جب اس کام پر نور محمد خاں مقرر ہوا تو اُس نے چندولال کو سر منڈی کی محرری پر متعین کیا وہ ہر روز صبح کو گھر سے آکر چار مینار کے تلے بیٹھتے اور حساب ترکاری بھاجی وغیرہ کا لکھنا معمول قرار پایا جب شام کو گھر کو لوٹتے تو ایک خدمتگار جس کا نام رسو تھا بستہ حساب کا بغل میں دبائے ہوئے ساتھ رہتا تھا اثنائے راہ میں فقیروں کو کوڑیاں دیتے ہوئے چلے بخشی بیگم صاحبہ زوجۂ نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی نے اس عمل نیک کا حال سنا تو پیلے کا کام عنایت کیا اس کے بعد چندولال کی خیرات بڑھ گئی ٹیپو کی لڑائی کے بعد تاپیٹھ کا تعلقہ چندولال سے متعلق ہو گیا چونکہ ان دنوں خدمت نظامت و خدمت کروڑگیری (سائر وغیرہ) شمشیر جنگ سے متعلق تھی اُس نے نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی سے عرض کر کے تعلقہ موروثی کی خدمت چندولال کو دلا دی اتفاقاً وہ زمانہ قحط سالی کا تھا چندولال نے کوشش کر کے غلہ کثرت سے مہیا کیا یہ خبر مشیر الملک اعظم الامرائے پونا میں سنکر تعلقہ مقتل و دیول قدرہ وکوپل کنڈہ و مغل کدہ و امیرآباد اور کودل کی سند چندولال کے نام وہاں سے بھجوا دی نواب نظام علی خاں بہادر نے اسے منظور کر لیا پس چندولال نے ان مقامات میں اپنی طرف سے نائب بھیجے جب مشیر الملک پونا سے آگئے تو ۱۲۱۲ھ ہجری میں عماری اور حلاب رانگی و بہادری کا دلوا کر چار ہزار سوار اور چار ہزار پیادے دیکر قلعہ سدوٹ اور مقام کرپا اور کمی کوٹہ وغیرہ کے انتظام کو روانہ کیا اور کروڑگیری کی خدمت پر لکھپت رام بن نانک رام مقرر ہوا چندولال نے وہاں پہنچکر مفسدوں کو بیخ و بنیاد سے مستاصل کر دیا اور راجہ چتوال جس کے ساتھ دس ہزار سوار و پیادے تھے مغلوب و مقہور ہو گیا اور جب ادھونی سے لگر کرپا تک ملک انگریزی فوج کی تنخواہ میں دیدیا گیا تو راجہ چندولال حیدرآباد میں چلے آئے اور چند روز تک معاش میں گرفتار رہے اور تھوڑے دنوں تک اذیت اٹھائی اب انھوں نے امجد الملک محمد احمد خاں کا دامن توسل پکڑا اُس نے دستگیری کی اور شمس الامرا کی جمعیت کی پیشکاری دلا دی ۱۲۱۸ھ ہجری میں لکھپت رام مر گیا تو کروڑگیری کی خدمت از سر نو چندولال سے متعلق ہوگئی اور سکندر جاہ بہادر مرحوم کے عہد میں میر عالم مدار المہام ہوئے تو ۱۲۱۹ھ ہجری میں انھوں نے رگوتم راؤ راجہ امور کو مدد گار خلعت پیشکاری کل جمعیت کا بواسطے چندولال کو دلا کر اپنا نائب مالیات پیشکاری کا عہدہ اس وقت سے آج تک انھیں کے خاندان میں چلا آتا ہے اور انکی اولاد میں سے مہاراجہ کشن پرشاد کے ہاتھ میں یہ عہدہ ہے چندولال سے شمس الامرا کی پہلی

اپنے چچیرے بھائی بالکشن پسر بھوانی داس کو مقرر کرادیا۔ جب میر عالم مرگئے اور منیر الملک مدار المہام ہوئے تو تمام کام چندو لال کے ہاتھ مین آگیا۔ گلزار آصفیہ مین لکھا ہے کہ منیر الملک کا اصلی نام بدیع الزمان خان عرف چندا صاحب ہے قوم نوایت سے ہین جنکی اصل عرب ہے اُنکے دادا منیر الملک شیر جنگ نواب آصف جاہ اول اور نواب ناصر جنگ اور نواب صلابت جنگ کے عہد سے نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی کے عہد تک بڑے بڑے مرتبوں سے ممتاز ہے سیر حاصل جاگیر اور منصب پائے اور اورنگ آباد کی نظامت کے وقت مین وفات پائی اُن کا بیٹا غیور جنگ حیدرآباد آیا اور منصب پنجہزاری ذات وسہ ہزار سوار سے سرفراز ہوا اُنکے چار بیٹے تھے جن مین سے تیسرے یہی بدیع الزمان خان منیر الملک تھے غفران مآب کے وقت مین منصب پنجہزاری ذات وسہ ہزار سوار کا اور علم و نقارہ و نشان و نوبت و عماری وجھالردار پالکی اور خدمت بخشی گری بادشاہی کی کہ لال کھیری کے نام سے مشہور تھی ملی تھی جب میر عالم مدار المہام ہوئے تو اُنھون نے اُن کے ساتھ اپنی بیٹی کا بیاہ کردیا اور بیٹے کی طرح اپنے ہی مکان پر رکھا۔ میر عالم کے بعد منیر الملک ۱۲۲۴ ہجری (۱۸۰۹ء) سے ۱۲۴۷ ہجری (۱۸۳۱ء) تک مدار المہام رہے مگر اُنکے زمانۂ مدار المہامی مین کل اختیار اُنکے مددگار و نائب راجہ چندو لال کے سپرد تھے منیر الملک ۱۲۴۸ ہجری مین ہیضہ وبائی سے مرگئے تو نواب صاحب نے اُن کے کسی بیٹے کو مدار المہامی کا خلعت ندیا۔ چندو لال جو کام پر حاوی تھے وہی مدار المہامی کا کام بھی کرتے رہے۔

مہاراجہ چندو لال کے دو بیٹے تھے ایک راجہ دھرم راج بالا پرشاد دوسرا راجہ نانک رام بخش راجہ دھرم راج کا بیٹا راجہ نرندر پرشاد ہے مہاراجہ چندو لال کے چھوٹے بھائی راجہ گوبند بخش کے دو بیٹے (۱) راجہ رام بخش بہادر (۲) راجہ گور بخش بہادر تھے۔ [illegible]

اہل قلم نے مہاراجہ چندو لال کے کام کی تصویر کے دونون رُخ دکھائے ہین بُرا رخ بھی اور اچھا رُخ بھی۔

موافقین کے خیالات

(۱) راجہ چندو لال حیدرآباد کا وہ عالی دماغ اور مدبر وزیر ہو گذرا ہے کہ اُس نے ایسے خطرناک زمانے مین جبکہ ہندوستان کی پولٹیکل حالت سخت نازک تھی آئے دن ریاستین تباہ ہوتی اور نئی حکومتین بنتی رہتی تھین حیدرآباد کی کشتی کو بھنور مین سے سلامتی کے ساتھ نکالا راجہ چندو لال ۱۸۳۲ء مین حیدرآباد کے مدار المہام بنے اس وقت حیدرآباد مین

میر ناصر الدولہ کی حکومت تھی ریاست کا انتظام سخت ناقص تھا بعض افسروں کی حماقتوں اور شرارتوں کی وجہ سے ریاست کے تعلقات انگریزوں سے سخت کشیدہ ہو رہے تھے راجہ چندولال نے انگریزوں کو دوست بنانے کے لیے ایسی خوبی سے کام کیا کہ ریاست حیدرآباد کو تباہ ہونے سے بچا لیا اس زمانے کے نظام اپنے شرارتی مشیروں کی مغالطہ دہی سے راجہ چندولال کے خلاف ہونا چاہتے تھے اس لیے چندولال کو اپنی حفاظت کے لیے اور نیز ریاست اور انگریزوں کے تعلقات کو بہتر بنائے رکھنے کے لیے بعض ایسی حرکات کرنی پڑیں جس سے اُن کے دشمن امرا اور خود نظام خوش رہے لیکن راجہ چندولال کے بڑے سے بڑے مخالف کو بھی تسلیم کرنی پڑے گی کہ اس عہد میں نہ تو علاقۂ برار نظام کے قبضے سے نکلا اور نہ ہی رہن ریاست کا ایک انچ انگریز حاصل کر سکے۔ لہ

(۲) گلزار آصفیہ میں لکھا ہے کہ مہاراجہ چندولال کی جود و سخا کا یہ حال تھا کہ دوشالے اور شالی رومال ہر روز بخشتے اور ہر سال دسہرے پر ہزار سے زیادہ جوڑے بانٹ دیتے تھے حالانکہ میر حسن نے مثنوی سحر البیان میں آصف الدولہ کے ایک دن سات سو دوشالے دینے پر بڑا افتخار و تعجب کیا ہے اُن کی طرف سے خیرات و سدا برت کاشی و جگناتھ و رام ناتھ و تریپتی وغیرہ بڑے بڑے مقاموں پر جاری تھی ہزاروں روپے کے دیہات کیا ہندو کیا مسلمان سالکوں پیرزادوں اور بیراگیوں کو دے ڈالے جو ہمیشہ دولت آصفیہ کے حق میں دعاگو رہتے اور ہر مخدوم پر خدمت گار معین تھے کہ اس کو یومیہ شیرینی اور پکا ہوا کھانا دیتے رہیں اور خدمت کرتے رہیں کہ بے فکری کے ساتھ دعاگو رہیں یومیہ خواروں کا روزینہ دو ہزار روپیہ بلکہ اس سے زیادہ تھا اور دو دو شالے اپنے ہاتھ سے مسافروں کو دو تین ہزار روپے دیدیتے تھے تین سو سے کم داں کا معمول نہ تھا اور گوکل اشٹمی اور رام نومی اور شیو راتری کو اور بھی زیادہ خیرات کرتے اُن کے سوا غلہ اور کپڑا بے حساب بٹتے تھے حاج بیت اللہ اور زیارات کے جانے والوں کو ہر سال ہزاروں روپیہ دے ڈالتے تھے یہی وجہ تھی کہ ملکوں ملکوں دولت آصفیہ کی داد و دہش کا شہرہ ہو گیا تھا بادشاہوں کے کانوں تک یہ فیاضیاں پہنچ گئی تھیں اور راجہ دھرلا اور راجہ مرلی دھر بہادر کے بیاہ میں لاکھوں روپیہ نواب صاحب اور صاحبزادوں اور بیگمات اور امیروں اور سرداروں کی دعوتوں میں لگا دیا توڑے بھیجے اور عمدہ عمدہ جوڑے دیے یہاں تک کہ ڈھیر اور انبار بھی کمانوں اور سرخ جوڑ کے ضرور رہے کوہ شریف میں جو بلدۂ حیدرآباد سے پانچ چھ کوس ہے حضرت علی کا عرس ہوتا تھا اس عرس میں مہاراجہ کی طرف سے بہت کچھ خرچ کیا جاتا تھا عشرۂ محرم کو روشنی کا انتظام بیانار اُنہوں سے کراتے تھے یہ کیفیت بھی قابل دید ہوتی تھی بیت اللہ میں سردیاں یا روماہ ملنے کا انتظام کیا اور اُس کا خرچ ہر سال بھیجتے کہ ملکوں ملکوں کے آدمی گرمیوں میں پانی پیتے اور دعائے خیر کرتے

بلدیے اور اُس کے باہر قصبون اور گانوؤن مین جاترا کے لیے کئی مقام تیار کرائے۔ الوال کی جاترا کا بھی بڑا خرچ تھا اُس کی موجد مہاراجہ کی مان تھی مہاراجہ نے یہان کے مندر کی عمارتکو جو بہت بلند تھی مطلا کرا دیا تھا اور بڑی بڑی عمارتین اور بازار اور باغ بنوائے تھے جب مورتی کی سواری کا رتھ نکلتا تو مہاراجہ آپ مع فرزندون اور رشتہ دارون کے جاتے اور تین روز تک ہزارون روپے خرچ کرتے لاکھ کے قریب آدمی جمع ہوتے۔

نواب صاحب جب سیر و شکار کو جاتے تو مہاراجہ باورچی خانۂ خاص سے خواص و عوام کو پکا ہوا کھانا دیا کرتے۔ حکیمون۔ شاعرون۔ مرثیہ خوانون۔ سوزخوانون اور ارباب نشاط و طرب کو ہزارون روپے انعام مین دیتے اور تنخواہین الگ دیتے۔ مہاراجہ نے بہت سی عمارتین تیار کرائین اُنمین سے ایک بارہ دری ہے جس کا نام راج باغ ہے جو اُس زمانۂ ارزانی مین ۲۵ لاکھ سے زیادہ کے خرچ مین بنی ہے اور بڑا دیوان خانہ جس کا نام قائم محل ہے اور محل سرا اور بہجت محل اور آئینہ خانہ اور چینی خانہ وغیرہ بڑی بڑی عمارات بنوائین اور عمارات کوہ شریف اور نقارخانۂ درگاہ بھی اُنکے بنائے ہوے ہین جنکی تیاری مین پچاس لاکھ روپے صرف ہوئے نقارخانہ اور گھڑیال حسینی علم کے مصارف کے لیے دو روپے روز اُنکی طرف سے مقرر تھے موسے ندی کا جو پل ٹوٹ گیا تھا اُنھون نے اُس کو از سر نو بنوایا۔

اُنکی تصانیف سے ایک کتاب عشرت کدہ ہے۔ فارسی اور اردو مین شعر بھی کہتے تھے شادان تخلص تھا اردو مین شاہ نصیر سے تلمذ تھا ایک دیوان فارسی اور دوسرا دیوان اردو اُنکی یادگار سے ہے ۱۲۵۴ھ ہجری مین سات ہزار روپے بھیجکر شاہ نصیر کو دہلی سے حیدرآباد مین بلایا تھا اور ۲۵ روپے روز اُنکو دیا کرتے تھے یہ اُن کا کلام ہے۔

تجھ سے مجھے کام نہین مثل برہمن — تو سمجھے نہ سمجھے مین گرفتار ہون تیرا
شادان تو اسی سوچ مین رہتا ہے شب و روز — تو میرا صنم ہے مین پرستار ہون تیرا

اُنکے انتظام کی بُری تصویرین

(۱) مہاراجہ چندولال نے میر عالم کی وجہ سے انگریزون کے ساتھ تعلق پیدا کر لیا اور انگریز ہمیشہ اُنکی سرپرستی کرتے رہے حکومت آصفیہ کو بے دردانہ تباہ کرنے مین مہاراجہ چندولال نے سب سے بڑھکر کام کیا اُن کے ارادے خواہ کتنے ہی نیک کیون نہون لیکن نتائج کے اعتبار سے مضر ثابت ہوئے

(۲) مولوی ذکاء اللہ صاحب تاریخ ہندوستان مین لکھتے ہین کہ چندولال کا دور دورہ ۳۵ برس تک خوب رہا اُن سے زمانے مین گو رعایا کو کبھی کبھی آرام بھی ملا مگر اکثر اوقات تازیانۂ

حکومت کے پیچھے پڑی ہی رہی اُن کے عہد میں کوئی چیز سوائے بربادی اور خرابی کے بادولت نہ ہوئی سب عہدے ریاست کے فروخت ہوتے تھے اور پھر عہدہ دار اپنے دام رعایا سے زبردستی وصول کر لیتے تھے روپیہ خرچ کر کے ڈگریاں عدالت سے حاصل ہوتی تھیں رہیں اُس کو دی جاتی تھی جو پہلے سب سے زیادہ مہاراجہ کو دیتا تھا اور وہ اُس کے وصول کی صورت پہلے سوچ لیتا تھا اس واسطے کسانوں کی عافیت تنگ رہتی تھی اور یہ بات ضرب المثل تھی کہ مستاجر جب زمین کا ٹھیکہ لیکر چلتا تھا تو دونوں گدھوں کی طرف دیکھتا جاتا تھا کہ کوئی دوسرا مستاجر تو زیادہ روپیہ دیکر نہیں آتا ہے پھر ان ٹھیکے داروں کو کسانوں کے مار ڈالنے تک کا اختیار ہوتا تھا اور اُنکے کارندے اور بھی غضب ڈھاتے تھے بے چارے کسانوں کے پاس پھوٹی کوڑی تک نہیں چھوڑتے تھے وہ رعایا جسکی غریبی اور جفاکشی عادت میں داخل تھی اس جور وجفا سے روزانہ سرکش اور غارت گر بنتی چلی جاتی تھی جان ومال کی سلامتی عنقا ہوئی سیکڑوں بستیاں ویران سے آباد ہوئیں کھیتوں میں خاک اُڑنے لگی بارہ مہینے قحط کا سا بھاؤ غلے کا رہنے لگا چندولال نے ان غریبوں کا یوں گلا کاٹا اور سارا ظلم کا پیسہ ایسے کاموں کے بناؤ سنوار میں خرچ کرتے تھے رزیڈنٹ کے لیے ایک کوٹھی نہایت عالی شان بنوائی اور اُس کا ولایت سے سارا ساز و سامان منگایا نظام کی دولت سراؤں میں بھی عیش و عشرت کے لیے دولت بھیجی جاتی تھی نظام کو بھی روپیہ جمع کرنے کا مزہ ڈلوا دیا۔

(۳) غلام امام خاں تزین حیدرآباد کی تاریخ میں جس کا نام رشید الدین خانی ہے لکھتا ہے کہ کوئی ایسا کارکن جو مختار ہوا چندولال سے اس امر میں سبقت لے گیا کہ جس کا مال منصب جاہا نہیں لیا جس کو چاہا جنگ۔ دولہ۔ عماری نشین۔ صاحب نوبت وصاحب علم ونقارہ بنا دیا الحاصل مہاراجہ کا مزاج مدارے کا بہت عادی تھا اس وجہ سے مدارج کی ترقی روپے کے اوپر موقوف تھی پس جس کسی نے حتے المقدور جس قدر کوشش کر کے روپیہ داخل کیا خطاب جاگیر منصب جو چاہا پایا اس عرصے میں بہت سے امیر فقیر اور بہت سے ادنے اعلٰے ہو گئے ہر کس وناکس کے مقدمات کا فیصلہ مہاراجہ بہادر نے اپنی ذات پر رکھا تھا۔ قاضی۔ کوتوال۔ عادل نام کو در ماہہ کھانے کے لیے تھے اور مہاراجہ بہادر مختار کل تھے۔

(۴) نواب میر عثمان علی خاں بہادر نے اپنی اُس مراسلت میں جو آپ نے علاقہ برار کی واپسی کے لیے گورنمنٹ ہند کو ۱۹۲۳ء میں بھیجی ہے راجہ چندولال کے متعلق ان خیالات و جذبات کا اظہار کیا۔

اس امر کی کافی شہادت موجود ہے کہ چندولال نے جو پہلے درجے کا غدار ورہ تھا

حیدرآباد مین کنٹنجنٹ فوج رکھنے کی رضامندی صرف اس لیے ظاہر کی کہ اس سے اُس کے ذاتی رسوخ اور رعب مین اضافہ ہوتا تھا۔ [۱]

تعجّب

لیکن تعجب یہ ہے کہ چندولال سے پہلے جو غداری اعظم الامرا شیر الملک کر گئے تھے کہ ۱۲ ماہ اکتوبر ۱۸۰۰ء کو عہدنامہ کرکے ۶۲ لاکھ روپے سالانہ آمدنی کا ملک فوج امدادی کی تنخواہ مین ہمیشہ کے لیے دے گئے اُس کی نسبت رنج وملال کا کسی نے اظہار نہ کیا۔

مہاراجہ چندولال کی معزولی وخرابی دولت

صاحب رشید الدین خانی مہاراجہ کی داد ودہش کا حال لکھکر کہتا ہے کہ کثرت اسراف سے مخارج ملک کا مداخل سے بڑھکر تنخواہ شاگرد پیشہ اور پلٹنون اور نواب کے رشتہ دارونکی بہت چڑھ گئی اس عرصے مین موسم بسنت کا آیا مہاراجہ نے اپنے باغ مین نواب صاحب کی ضیافت کی ہفتے عشرے تک عیش وعشرت کا ہنگامہ گرم رہا واپسی کے دن نواب صاحب نے مہاراجہ کو پاس بلایا اس وقت خود بدولت کوچ پر بیٹھے ہوئے تھے مہاراجہ کو بیٹھنے کے لیے کرسی بخشی مہاراجہ نے اس عزت افزائی کا مجرا کیا اور وقت کو موافق مدعا کے پاکر ہاتھ باندھکر پچاس لاکھ روپے رفع خسارہ کے لیے طلب کیے اس وقت تو نواب چپکے ہو رہے واپسی کے بعد جب مکرر عرض کیا تو نواب نے اس وجہ سے کہ ایک کروڑ روپیہ تو سابق کا معاف ہوچکا تھا اور اپنے عہد مین اسّی لاکھ روپے قلعہ گولکنڈہ سے منگا کر دے چکے تھے انکار کر دیا مہاراجہ نے یہ سمجھکر کہ ریاست کا کام بغیر میرے کسی اور دن چل سکیگا بلاتامل عرض کیا کہ مجھ سے کام نہو سکے گا نواب مدت سے اُنکی علیحدگی چاہتے تھے جرنیل فریزر زیڈنٹ کو مشورے کے لیے تنہا بلایا اور اُس سے چندولال کی بے اعتدالیون اور اپنی بے اختیاری کی شکایت کی تو اُس نے کہا کہ آپ کو ریاست مین پورا پورا اختیار حاصل ہے جب اُس سے دو چار ملاقاتین تنہائی مین ہوکر اُس نے اطمینان کر دیا تو نواب نے اپنے آپکو قرار واقعی مختار ریاست سمجھا اور مہاراجہ سے استعفا منگا کر ۱۲ شعبان ۱۲۵۹ھ ہجری مطابق ۲۱ ستمبر ۱۸۴۲ء کو مدار المہامی کے عہدے سے موقوف کر دیا جس [۲] وقت چندولال علیحدہ ہوئے تو جرنیل فریزر کے بیانکے مطابق تمام قرضون کو ادا کرنے کے لیے ریاست کو دو کروڑ روپے کی ضرورت تھی لیکن آصفی خاندانکی شہرۂ آفاق نرم دلی اور مرحمت سے کام لے کر نواب نے تیس ہزار روپے ماہوار مہاراجہ چندولال

[۱] ماخوذ از گورو وطنثال نمبر ۲۴ جلد ۷

[۲] یہ بیان دوسری کتابون سے چلا ۱۲ [۳] یہان سے پھر غلام امام خان کا بیان شروع ہوتا ہے ۱۲

صاحب کے اخراجات کے لیے مقرر کر دیے اور سراج الملک پسر میر الملک کو ریزیڈنٹ کے پاس سفیر بنایا اور چندو لال کے بھتیجے راجہ رام بخش کو اتوار کے دن ۱۱ شعبان کو پیشکاری کا عہدہ دیا لیکن اُس نے بھی وہی طرز اختیار کی جو چندو لال کی تھی چنانچہ نامدار خاں جاگیردار ایلچ پور سے قبضائی اور اُس کے بھتیجے نے دس لاکھ روپے نذرانے کے بھیجے تو راجہ رام بخش نے صرف تین لاکھ روپے ریاست کے خزانے میں جمع کیے اور کل خود کھا گیا اور تھوڑا بہت دوسروں کو بھی دیا اور چندو لال چونکہ قید و بند تھے ایام معزولی میں بھی لوگوں سے ہزارہا روپیہ لے کر طرح طرح کے ریاست کے مطالبوں سے معافی دیدی اور تمام زرنقد دوبارہ پیشکاری حاصل ہونے کی تمنا میں صرف کر دیا نواب کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُنھوں نے قربان علی پسر طالب الدولہ معظم علی خاں کو بھیجکر تمام مال و اسباب اور جاہ و حشم کا سامان چندو لال کا ضبط کرا کر اٹھوا لیا اور اُس روز سے دس ہزار روپے ماہوار مقرر کر دیے سنہ ۱۲۶۱ ہجری میں چندو لال فوت ہوئے۔

سراج الملک کی مدار المہامی

سراج الملک کا اصلی نام میر عالم علی ہے اور میر الملک کے تیسرے بیٹے ہیں یہ ریزیڈنٹ کے پاس سفارت کا کام انجام دیتے تھے اور راجہ رام بخش پیشکار تھا اور نواب ناصر الدولہ خود چند ماہ تک ریاست کے کاموں میں مصروف رہے اس عرصے میں سراج الملک نے جرنیل فریزر ریزیڈنٹ کے مزاج میں خوب دخل پیدا کر لیا اور ایسی موافقت بہم پہنچائی کہ ریزیڈنٹ اُنکو عہدۂ مدار المہامی دلانے کے لیے ساعی ہوا اور گورنر جنرل سے اس امر میں سفارش چاہی اُنھوں نے ریزیڈنٹ کی تحریک کے موافق نواب کو اس مضمون کا خط لکھا کہ آپ فقط پیشکار ہی سے کام لیتے ہیں مدار المہام کا ہونا مناسب ہے کسی کو اس خدمت پر مامور کر دیجیے نواب اس خط کے مضمون کی تہ کو پہنچ گئے اور ریزیڈنٹ سے کہا کہ راجہ چندو لال بھی فقط پیشکار ہی تھا اور وہ دونوں خدمتیں مدار المہامی اور پیشکاری کی بجا لاتا تھا بدستور راجہ رام بخش بھی دونوں خدمتوں کو سر انجام دیتا ہے بعد اس گفتگو کے ریزیڈنٹ نے پھر گورنر جنرل کو سراج الملک کی بہت تعریف لکھی اور مکرر اُنکے متعلق نواب سے سفارش چاہی گورنر جنرل نے جواب دیا کہ یہ ہمارا آئین نہیں ہے کہ نواب نظام کے خانگی معاملات میں دخل دیں اور صریح ایسا کہیں کہ آپ فلاں شخص کو مدار المہام کریں مگر ریزیڈنٹ کی خاطر سے مکرر نواب کو خط لکھا کہ راجہ رام بخش سے انصرام خدمات مدار المہامی و پیشکاری دونوں کا نہیں ہو سکتا ہے اور ریاست کا نظم و نسق اہم ہے اس لیے آپ کسی ایسے شخص کو جو شایستہ خاندانی امیر ہو تجویز کر کے مدار المہام کر دیں اس تحریر سے سراج الملک کی طرف کنایہ تھا اور اس طرح کی چند ہی

شرطین لکھین تھین کہ فقط اُن ہی مین پائی جاتی تھین اور غیر مین نہین اور یہ قید لگا دی کہ ایک ہفتے مین اس کا سرانجام پانا چاہیے جب نواب نے یہ خط پڑھا تو اُس وقت رزیڈنٹ نے سراج الملک کی نسبت چند کلمات کہے نواب نے رزیڈنٹ سے کہا کہ ہمارے یہان کئی پشت سے خاندانی امیر شمس الامرا ہین اور باوصف اسکے ہم سے قرابت بھی رکھتے ہین رشتے مین ہمارے پھپا ہوتے ہین ہم اُنھین مدارالمہام کرتے ہین رزیڈنٹ نے کہا کہ گو شمس الامرا ایسے ہین مگر ہم سے اُن سے تعارف نہین ہے وہان سراج الملک کے گھر مین کئی پشت سے سفارت کی خدمت چلی آتی ہے اور اُنکو ہم سے اور ہمکو اُنسے کام پڑتا رہا ہے ہم اُن سے بخوبی واقف ہین نواب نے کہا کہ تعارف کا کیا ہے دو چار ملاقاتین کرین اور تعارف ہو گیا رزیڈنٹ بولا یہ درست ہے لیکن اُس کے واسطے عرصہ چاہیے اور وہان سے تو ایک ہفتے کی مدت ٹھہر چکی انجام کار نواب نہایت بے دلی سے گورنر جنرل اور رزیڈنٹ کے پاس خاطر سے بحسب ظاہر رضامند ہوے اور سراج الملک کو مدارالمہام کر دیا چونکہ نواب نے اُنھین طوعًا و کرہًا مقرر کیا تھا اس لیے اُن کے کسی کام سے رضامند نرہے - ۱۶ ذیقعدہ ۱۲۶۲ھ ہجری کو خلعت شش پارچہ معمولی کشتی مین رکھوا کر سراج الملک کے پاس بھیجدیا اس وقت سراج الملک کی عمر چالیس سال چار ماہ اور ایک دن کی تھی اور اپنے چچا کے مکان مین رہتے تھے خلعت کے پہنچتے ہی سروقد تعظیم کے واسطے کھڑے ہو کر کشتی اپنے ہاتھ سے لی اور سر کو لگا کر اپنے روبرو رکھوا لی اور جو شاگرد پیشہ اور منصبدار اور خانسامان اُس کے ساتھ آئے تھے ہر ایک کو اُس کے رتبے کے موافق انعام دے کر رخصت کیا دوسرے دن ۱۷ ماہ مذکور کو وہ خلعت پہن کر بیت الریاست مین آئے اور رزیڈنٹ کے انتظار مین دیوان عام مین متوقف رہے اتنے مین رزیڈنٹ مع چند انگریزون کے آگیا نواب نے برآمد ہو کر اول رزیڈنٹ سے ملاقات کی بعد اسکے سراج الملک کو یاد کیا انھون نے اول عطائے خلعت کی نذر پیش کی بعد اسکے مدارالمہامی کے منصب سے سرفراز ہو کر اُس کی نذر دکھائی بعد برخاست ہونے دربار کے اپنے گھر آئے اور آج سے مدارالمہامی کی مسند پر بیٹھے جو ارباب امارت و ارکان دولت ساتھ تھے سب نے تہنیت کی نذرین دکھائین راجہ رام بخش نے بھی آکر نذر دی دوسرے دن صبح کو راجہ رام بخش نے دربار مدارالمہامی مین جانے کی نواب سے اجازت چاہی اُنھون فرمایا کہ بالفعل کیا ضرورت ہے جب ہم کہلا بھیجینگے تب جانا اس بات کو سُنکر راجہ مذکور خانہ نشین ہو گیا اور اہلکارون نے سراج الملک کی طرف رجوع کی - اُنکے مدارالمہام ہوتے ہی یہ افواہ اُڑی کہ عرب نکالدیے جائینگے اخراج تو نہوا مگر اُن کے دنگے اور تقاضے جو اہل شہر پر تھے فورًا اُٹھ گئے اور اُنکی داد و ستد کا بازار کاسد ہو گیا -

میر عالم کے زمانے مین دیوان ریاست سے گورنر جنرل کی خط و کتابت برابر کے دوستونکی سی

ہوتی تھی مگر ۱۸۴۲ء میں جب سراج الملک نے دیوانی کے عہدے پر سرفراز ہو کر انھیں القاب
و آداب کو استعمال کیا تو گورنمنٹ کی طرف سے صاف لکھ دیا گیا کہ ہندوستان کے حالات اب
اس وقت سے بدل چکے ہیں جبکہ آپ کے پیشرو میر عالم کو یہ القاب ۴ برس پیشتر لکھے گئے تھے
جنھیں اب مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے ہندوستان کے گورنر جنرل اور حیدرآباد کے
دیوان کی اعتباری حیثیت کو دیکھتے ہوئے اب یہ کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ برٹش گورنمنٹ
کے نمائندے کو اس طریقے سے خطاب کیا جائے جو ایک زیر حمایت اور امداد پانے والی ریاست
کے وزیر کے ساتھ مساویات کو پہنچتا ہو۔

سپاہ میں تخفیف۔ نواب اور مدار المہام میں کشیدگی کا اظہار

(۱) ۱۲۶۳ ہجری میں پلٹن والوں نے تنخواہ کے لیے بلوہ جانے میں فساد کیا سراج الملک
مدار المہام نے کنٹنجنٹ کی سپاہ کو بلوا کر میر عالم کی بارہ دری میں اتروا دیا بعد اس کے اُن کی
تنخواہ بے باق کرا کے موقوف کرا دیا اور کنٹنجنٹ کی سپاہ بھی بارہ دری سے برخاست ہو گئی
یہ بات نواب کو پسند نہ آئی۔
(۲) چندولال نے ممالک محروسہ کی آمدنی سے خرچ بہت بڑھا رکھا تھا سراج الملک نے جمع
و خرچ کا پلہ برابر کرنے کو قواعد داں سپاہیوں کی بارہ پلٹنیں اور تین ہزار جوان سہ بندی کے
جنھیں علی غول بھی کہتے ہیں تخفیف کیے نواب نے اس کام کو بھی ناپسند کیا۔
(۳) جب سراج الملک کی مدار المہامی کو دس مہینے کا عرصہ گذرا اور صاحبزادہ دل ادا
رشتہ داران نواب کو تنخواہ کا ایک حبہ نہ پہنچا تو نواب نے تاکید کی اور روز بروز تقاضا زیادہ کرنے
لگے یہاں تک کہ آزردہ ہو گئے اور ۲۲ رمضان ۱۲۶۳ ہجری کو نواب بلدے سے روانہ ہو کر
موضع سرور نگر میں قیام پذیر ہوئے اور مدار المہام کو کہلا بھیجا کہ تم شہر ہی میں رہو ہمارے
رشتہ داروں کی تنخواہیں بے باق کر کے ہمارے شریک ہوجیو بدون تصفیہ اُن کی تنخواہ ہو کے ہم سے
نہ ملیو چنانچہ نواب نے عید الفطر بھی سرور نگر میں کی اور مدار المہام کو دربار دکھانے کے لیے
یاد نہ کیا جب نواب صاحب کو وہاں رہتے ہوئے عرصہ گذرا اور معاودت کی صورت بھی نہ آئی
تو مدار المہام نے باوجودیکہ ابھی تک رشتہ داروں کی تنخواہ نہ چکائی تھی اپنے خیمے بھی
روانہ کیے مگر مدار المہام کے وہاں پہنچنے سے قبل نواب صاحب سرور نگر سے کوچ کر کے اجاپور
کو چلے گئے اور وہاں رہنے لگے۔ جب مدار المہام وہاں بھی جا پہنچے تو نواب صاحب پھر سرور نگر
میں آ گئے نواب صاحب کے پیچھے پیچھے سراج الملک بھی یہاں آ پہنچے صبح کو نواب صاحب

مدارالمہام کو کہلایا کہ تم شہر مین چلے جاؤ وہ دوپہر کے بعد بلدے مین آگئے نواب صاحب نے عیدالضحے بھی سرور نگر مین کی اور سراج الملک کو نذر دکھانے کے لیے نہ بلایا۔ نواب صاحب پھر وہان سے کوچ کرکے ۱۲ ذیحجہ ۱۲۶۳ھ ہجری کو پرانی حویلی مین داخل ہوگئے اس حویلی مین مسند نشینی سے قبل ولی عہد ریاست رہا کرتا ہے پس یہ اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ اگر سراج الملک مدارالمہام رہینگے تو مین ریاست سے سروکار نہین رکھتا۔

شہر حیدرآباد مین تبرا بازی پر خون ریزی

غرۂ محرم ۱۲۶۴ھ ہجری سے انور جنگ کے بیٹے نے مسلح ہوکر تبرا کرنا شروع کیا محلے کا امین مانع آیا بلکہ حسن علی خان طالب الدولہ کوتوال بلدہ کے پاس لے گیا اور اُسکی کیفیت بیان کی کوتوال بھی شیعہ تھا مذہب کا پاس کرکے ایسا جواب دیا کہ عشرے سے انھین دس روز دن یہ لوگ کچھ کہہ لیتے ہین تم کیون منع کرتے ہو جب محرم کی ساتوین تاریخ کو حضرت عباس کا علم نکلا تو چند شیعون نے صحابہ پر برسر راہ لعن شروع کیا دو طالب علم جو وہان موجود تھے اُنھون نے کہا کہ وہ بزرگ تو قابل لعن نہین ہین آخر مین یہ تمھاری لعنت تمھاری طرف رجوع کرے گی یہ بات سنتے ہی کوتوال کے آدمیون نے دونون بیچارون کو پکڑکر طوق و زنجیر پہنا کر قید کردیا اس کارروائی سے شیعہ دلیر ہوگئے۔ یہان تک کہ محرم کی ۱۷ تاریخ کی شب کو کسی نے کاغذون پر تبرا لکھ کر امیرون۔ مشائخون اور مسجدون کے دروازون پر چپکا دیے جب دن نکلا اس کا جا بجا چرچا ہوا یہ روز تو ہر طرح امن سے گذرا محرم کی اٹھارہ تاریخ کو چار گھڑی دن چڑھے مولوی ابراہیم نے مکہ مسجد مین اسلام کا جھنڈا لا کر کھڑا کیا سید ولاور علی قاضی اور دوسرے بڑے بڑے علماے اہل سنت یہان آکر جمع ہوے یہ خبر سنکر عام دیندار آدمی جوق جوق مسلح ہوکر ہر ہر محلے سے آئے اور مکہ مسجد مین جمع ہونے لگے اور بہت شور و غوغا پیدا ہوا یہ وحشت خیز ہنگامہ دیکھکر بہت سے شیعہ تو مکانو سے نکل کر چلے گئے اور بہت سے اپنے مکانون مین دروازے بند کرکے بیٹھ رہے۔ ظہر کی نماز کے بعد بستی صاحب دار وغۂ مکہ مسجد کو کہ مذہبًا شیعہ تھا اور اُس ہنگامے مین وہان موجود تھا کسی سنی نے کچھ کہا اُس نے ترکی بترکی جواب دیا اژدحام تو تھا ہی جمعیت بڑھکر لوگون نے اُسکو مار ڈالا اور سر کاٹ کر مسجد کے دروازے مین ڈالدیا۔ عصر کے وقت مرزا عباس مرثیہ خوان کا ایک غلام اہل سنت سے بحث کرکے گھر مین گھس گیا اس کے ساتھ کئی سنی بھی پہنچ گئے وہان جو چند آدمی مسلح بیٹھے ہوے تھے اُنھون نے تلوارین سونتکر دو سنیون کو مجروح کردیا دونون خون آلود مکہ مسجد کی طرف آئے پھر کیا تھا بلوا ہوگیا مرزا کے گھر کو گھیر لیا اور آگ لگادی بعض اہل بلوا دروازہ

توڑکر اور دیواریں پھاند کر اندر گھسے اور تیرہ چودہ آدمی جو مردانے مکان میں موجود تھے اُن سب کو مار ڈالا بعد اس کے زنانے مکان پر حملہ کیا مردانے بھی سپرہی پکڑ کر دو چار کو مجروح کیا اور جب سپرہی ٹوٹ گئی تو چھپرے سے لڑتا رہا آخرکار پھر رات کے مقتول ہوا سب عورتیں بھاگ گئیں اسباب لٹ گیا ایک لڑکا اور ایک نوجوان آدمی زخمی ہو کر بچ رہے اسی کے متصل میر رضا علی داروغۂ توشہ خانۂ نواب کے گھر پر اہل سنت نے حملہ کیا آدمی تو وہاں سے اول ہی نکل گئے تھے مگر اسباب موجود تھا سب لٹ گیا اکیسویں محرم کی صبح کو پھر فساد شروع ہوا کئی شیعہ مارے اور پکڑے گئے آناً فاناً غدر کو ترقی تھی کہ شمس الامرا امیر کبیر نے نواب کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ قضیہ اسلام کے دو مذہبوں کا ہے اور حضور مسلمانوں کے رئیس ہیں بہر کیف اس کی صورت نکلے تو اولے و انسب ہے نواب نے قاضی بلدہ اور جملہ علما و مشائخین حنفی المذہب کو اولاً شیخ حیدر مرحوم اور نواز خاں کی رہائی اور ثانیاً میر امام علی خاں اور راجے لکھن لال اور دو معتمد داروں اور علاقہ شمس الامرا کے چار آدمیوں کی رہائی کی فہمائش کرائی اور حکم دیا کہ مکہ مسجد سے لوگ چلے جائیں۔ انھوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ہم ان شرطوں کے ساتھ اُٹھ سکتے ہیں (۱) جن جن روافض نے تبرا کیا ہے وہ محکمۂ قضا کے سپرد ہوں تاکہ بموجب کتاب اللہ اُنکو سزا دی جائے (۲) بلدے کی کوتوالی کسی شخص اہل سنت وجماعت کے سپرد ہو (۳) اگر کبھی کوئی رافضی صحابۂ کرام کو برا کہے اور کوئی اہل سنت اُسے مار ڈالے تو خون اُس کا معاف ہو قصاص نہ لیا جائے (۴) سنیوں کے سوال و جواب شمس الامرا کے استصواب سے ہوا کریں اور وہ ہمیشہ ہمارے کفیل رہیں۔

نواب نے ان شرائط کے جواب میں فرمایا کہ حسن علی خاں صاحب جمعیت ہے وہ دفعتہً خدمت کوتوالی سے کیونکر موقوف ہوسکتا ہے یوں تو اہل سنت کل کو یہ کہینگے کہ مدار المہام بھی شیعہ ہے اُسے بھی موقوف کرو شمس الامرا مع اپنے بیٹوں کے اس موقع پر حاضر تھے اقتدار الملک محمد رشید الدین خاں نے عرض کیا کہ حضور مالک ہیں سب کے مختار ہیں جسکی نسبت چاہیں اُسی وقت موقوف ہوتا ہے ہم کو حکم ہو تو ابھی کوتوال کو موقوف کروائے دیتے ہیں اُس کا علیحدہ کرنا کتنی بڑی بات ہے حضور کے ارشاد کی دیر ہے بالفعل اُن لوگوں کا معروضہ پورا ہوجاتا کہ ان دونوں مذہبوں کا جھگڑا طول نہ کھینچے اور فساد کا اندیشہ جاتا رہے۔ نواب نے عرضی شمس الامرا کے حوالے کردی شمس الامرا نے مکہ مسجد میں اپنے دو معتبر آدمی بھیجکر اہل سنت کو کہلا یا کہ تمھارے تمام مطالب کا پورا ہونا میرے ذمے ہے اس وقت علمائے اہل سنت نے[1] مانا اور سراج الملک مدار المہام نے بھی ایک اعلان اس مضمون کا جاری کیا کہ جو لوگ بات بے جا

[1] مرد ھا ایک عہدہ ہے

مین گرفتار ہوے ہین اور آئندہ گرفتار ہون گے وہ دار القضنا کے سپرد کیے جائین گے اور آئندہ اکیسوین رمضان کو حضرت علی کی ضریح اور ساتوین محرم کو پنجۂ حضرت عباس کا نکلنا وغیرہ وغیرہ مراسم کو موقوف کیا جاتا ہے اور اس باب مین شیعون سے مچلکے لیے جاوینگے کہ اگر پھر آگے کو کوئی ایسی حرکت کرے گا تو خون اُس کا ہدر ہوگا اس کارروائی سے بلوے کی صورت دفع ہوگئی اور آئندہ ایسا ہی عمل مین آیا۔ بعد اس کے شمس الامرا نے نواب سے عرض کیا کہ کوتوالی کا عہدہ کسے دیا جائے۔ محمد وزیر اس وقت سامنے موجود تھا نواب نے کہا کہ بالفعل اسی کو مقرر کردو شمس الامرا فوراً نواب کے پاس سے اُٹھکر اپنی نشست گاہ مین آئے اور محمد وزیر کو حکم دیا کہ تم آج سے بلدے کے کوتوال مقرر کیے گئے اُس نے وہان سے اُٹھکر تمام مین امن کی منادی کرادی فساد رفع ہوگیا شہر کے شیعون کی جان مین جان آئی شیرینیان منگا کر اپنے اپنے گھر اہل سنت کی دلجوئی کے لیے صحابہ کے ختم دلوائے اور حنفی مذہب کا اقرار کرکے دم چار یار کے نعرے لگانے لگے اور ہر ایک نے ایک ایک سبز رنگ جھنڈی صحابہ کبار کے نام سے اپنے اپنے دروازے پر نصب کی علما کہ مسجد مین سے چلے گئے شمس الامرا بھی پرانی حویلی سے اپنے مکان کو آگئے بعد اس کے جن لوگون کا اسباب جہان جہان شناخت ہوا اُنکو دلا یا گیا اس روز سے محمد وزیر کوتوال ہوا اور طالب الدولہ معزول ہوا

۱۲ محرم ۱۲۶۶ ہجری کو بلدے مین مقام قطبی گوڑہ پر شیعون اور سنیون مین سخت مذہبی لڑائی ہوئی لوگ مارے گئے کئی گھر جلائے گئے کوتوال نے مخالفون کو پکڑکر دفع مناقشہ کیا۔

نواب کو اختیارات ریاست کے کامون پر حاصل ہونا

مدار المہامون کا عزل و نصب

وائکا ونٹ ہارڈنگ گورنر جنرل کو خارج سے معلوم ہوا کہ نواب ناصر الدولہ اپنے مدار المہام سراج الملک سے راضی نہین اُس نے کرنیل لو کو اس حال کے دریافت کرنے کے لیے بھیجا اُس نے نواب صاحب نے بالمشافہ صاف صاف بیان کیا کہ ہمنے سراج الملک کو اپنی خوشی سے مدار المہام نہین کیا جرنیل فریزر رزیڈنٹ نے اصرار کرکے یہ کام اُنکو دلوایا تھا درحقیقت وہ ایسے بڑے کام کے قابل نہین ہین تم چند روز رہ کر دیکھ لو جو اُن کا طرز عمل ہے وہ ظاہر ہوجائے گا چنانچہ کرنیل مذکور نے رزیڈنٹی کی کوٹھی مین قیام کیا وہ کئی مہینے رہ کر واپس چلا گیا اور چلتے وقت نواب صاحب سے کہا کہ جیسا آپ نے کہا تھا واقعی ویسا ہی پایا خاطر جمع رکھیے مین جاکر گورنر جنرل سے زبانی سب حال کہدونگا اور اُن سے ایسا خط لکھوا دونگا کہ آپ جسے چاہین مقرر کرین اور جسے

چاہیں معزول کریں چنانچہ اُس نے گورنر جنرل سے ساری کیفیت بیان کی اس بات کا گورنر جنرل کے دل پر بڑا اثر ہوا اور چودھویں ذیحجہ ۱۲۶۴ھ ہجری مطابق ۱۸۴۸ء کو جنرل فریزر ریذیڈنٹ نے گورنر جنرل کا خریطہ نواب کو دربار عام میں پیش کیا جس کا ماحصل یہ تھا کہ ہم کو ریذیڈنٹ کی تحریرات سے ایسا معلوم ہوا کہ سراج الملک ہر طرح مدار المہامی کا کام سرانجام دے سکتے ہیں لیکن ریاست کے کاموں کو بہتری حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ کے پاس کے آدمی اُس کے خیر طلب نہیں ہیں اُن کی باتیں آپ تک برابر نہیں پہنچ سکتیں آپ اپنے خانگی کاموں کے مختار ہیں اُن کو معزول اور دوسرے کو منصوب کریں تو ہم مداخلت نہ کریں گے نواب نے خریطے کا مضمون سنکر ریذیڈنٹ سے کہا کہ اب ہم اس کام پر اپنے امرا میں سے دوسرے کو مقرر کرتے ہیں ریذیڈنٹ نے کہا بہتر ہے مگر گورنر جنرل ناخوش ہونگے اُس وقت نواب بولے کہ جب وہ اُنکے مدد لینے سے ناخوش ہوں گے تو غفران مآب (آصف جاہ ثانی) کی جگہ سراج الملک قائم ہونگے ہم کلکتے کا ارادہ کر دیں گے یہ بات سنکر ریذیڈنٹ خاموش ہوگیا نواب نے اُسی وقت سراج الملک کو مدار المہامی کے کام سے موقوف کیا ریذیڈنٹ نواب سے رخصت ہوکر اپنی کوٹھی کو چلا گیا آج کل نواب سرورنگر میں تھے اور سراج الملک بھی وہیں تھے جو اپنے خیمہ میں آ گئے ۱۵ ذیحجہ کو نواب نے سراج الملک کو حکم دیا کہ تم شہر میں چلے جاؤ اور مدار المہامی کے عملے کو کہلا بھیجا کہ کوئی اُن کے ساتھ نہ جائے سراج الملک صرف اپنے نوکروں کے ساتھ مکان میں آ گئے۔ چند روز کے بعد نواب خود بھی شہر میں چلے آئے اور ۱۲۶۵ھ ہجری کے عشرے کے ایام المیاں سے گذرے بعد اسکے نواب نے غلام حیدر خاں وغیرہ اپنے چار درباریوں سے کہا کہ **سیف جنگ** ابن امجد الملک محمد امجد خاں کو یہ عہدۂ جلیلہ دیا جائے کہ گورنر جنرل کی منشا کے موافق یہ بھی خاندانی امیر ہیں اُن امرا نے کہا کہ بہتر ہے وہ مدار المہام ہو جائیں اور ہم چاروں اہالیان دولت ہر کام میں معاونت کریں گے یہ مشورہ قرار پا کر اُنکو یہ منصب جلیلہ عطا کر کے نواب صاحب نے گورنر جنرل کو لکھا کہ سیف جنگ اس عہدے پر مقرر کیے گئے ہیں سترہ دن کے بعد وہاں سے جواب آیا کہ ہمکو اخبار سے معلوم ہوا کہ سیف جنگ سے اپنے گھر کا انتظام نہیں ہو سکتا پس ریاست کا کام تو بڑا ہے یہاں کا نظم و نسق اُن سے کیسے درست ہوگا نواب صاحب نے گورنر جنرل کا یہ جواب سنکر اقتدار الملک رشید الدین خاں ابن شمس الامرا کو بلا کر کہا کہ ہم تمہارے والد کو مدار المہامی کا کام دیتے ہیں تم انہیں رضامند کرو شمس الامرا نے کئی شرطوں کے معروضے پیش کیے نواب نے سب کو قبول کر کے فرمایا ہم تم سے اُسی طرح کام لیں گے جس طرح غفران مآب (میر نظام علی خاں آصف جاہ ثانی) اور حضرت مغفرت منزل (نواب سکندر جاہ آصف جاہ ثالث) مشیر الملک ارسطو جاہ اور میر عالم سے

خدمت لیتے تھے شمس الامرا راضی ہوگئے اور نواب ناصر الدولہ نے اپنا مدار المہام انکو بنا دیا
اور امیر کبیر خطاب اور ۱۴ ربیع الثانی ۱۲۶۵ہجری کو بڑے تکلف سے چھے پارچے کا خلعت بخشا
اور رسالہ اور پایۂ گاہ قدیم اور علم و نقارہ مع کل مناصب سابق و حال امارت و وزارت سے
سرفراز کیا۔ شمس الامرا نے مدار المہام ہوتے ہی ایک اہم رازداری کا پتا لگایا جسکی حقیقت یہ ہے
کہ بعض جعل سازون نے مہرین مدار المہامون اور پیشکارون کی بنا رکھی تھین اور ایک مدت سے
اپنی مرضی کے موافق کام چلا رہے تھے اور ابتک کسی کو اس کا حال معلوم نہوا تھا شمس الامرا
نے اُنکو گرفتار کرلیا اور سپاہ انگریزی کی تنخواہ ماہ بماہ تین لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ پہنچانے کا
انتظام کیا اور ادائے زرقرضہ کی بھی تدبیر شایستہ کی بلکہ پانچ لاکھ روپے اپنے پاس سے
دیدیے اور بہت سے گاؤن جو بے سند و اسناد بعض آدمیون نے قبض و تصرف مین کرلیے
تھے تحقیق کرکے دو سو کے قریب گاؤن دو لاکھ سالانہ کی آمدنی کے ایسے لوگون کے نیچے
سے چھڑائے اور اس کی تحقیقات کا سلسلہ جاری کیا ابھی پورا پورا حال اُن کا معلوم نہ ہوا
تھا کہ دوسرا کام یہ شروع کیا کہ جاگیردارون کی جاگیرین جو قرضخواہون مین پھنسی ہوئی تھین اُنکو یہ
کہا گیا کہ یہ ملک سرکار نظام کا ہے نہ جاگیردارون کا چنانچہ اس طرح کی تین لاکھ روپے محاصل
کی جاگیرین ضبطی مین آئین اور روہیلے پٹھان جو علاقون مین رہزنی اور لوٹ مار کرتے تھے اُن کی
بیخ کنی کے لیے کنٹنجنٹ کی سپاہ بھیجی پٹھانون نے مقابلہ کیا بہت سے مجروح و مقتول ہوے
دو افسر ریاست کے بھی مارے گئے آخر الامر چار سو آدمی گرفتار ہوکر قلعہ دھارور مین قید کیے
گئے۔ نواح گلبرگہ مین بھی اس قوم کی ایک جماعت گرفتار ہوئی بعد اس کے اس قوم کو ممالک
محروسہ سے خارج کرنے کے لیے بتیس ہزار روپے محمد وزیر کوتوال کے حوالے کیے گئے کہ سب کو
اُن کے جمعدار طرہ باز خان کے استصواب سے جمع کرکے بعد فیصلہ تنخواہ و قرض کے سرحد ممالک
محروسہ آصفیہ سے نکالدے چنانچہ اس تقریب مین تین سو پٹھان کنٹنجنٹ کے مقام پر جمع ہوے
تھے۔ اسی طرح شمس الامرا نے دو ماہ کی تنخواہ مردمان رسالہ اور مردمان شاگرد پیشہ اور دوسرے
لوگون کو دلوائی۔ غلام حسن خان جاگیردار ایلچ پور نے شمس الامرا کو سترہ لاکھ روپے
اس طرح دنیا کرکے کہ سوا تین لاکھ نقد دے گا اور باقی قسط وار ادا کریگا سند مستقلی جاگیر کی حاصل کی

شمس الامرا کی عہدۂ مدار المہامی سے معزولی

شمس الامرا بڑی بیدار مغزی سے کام کررہے تھے کہ سراج الملک سے برہان الدین خان
داروغۂ شاگرد پیشۂ نواب اور دوسرے نواب کے اہل خدمات ہزارہا روپے لیکر چاہتے تھے

کہ شمس الامرا عہدۂ مدار المہامی سے معزول ہوکر پھر یہ منصب سراج الملک کے ہاتھ آئے
اس لیے وقتاً فوقتاً نواب کے کان شمس الامرا کی طرف سے بھرنے شروع کیے اور اُنکی طرف
سے نواب کے دل میں طرح طرح کے شکوک اور وسوسے ڈالکر نواب کی خاطر کو اُنکی جانب سے
مکدر کرنے لگے نواب نے دو مہینے تک اُن کی باتوں پر التفات نہ کیا مگر کب تک ایسا ہوتا
شمس الامرا نے بھی لوگوں کو تنگ پکڑا اہل دفاتر۔ تعلقہ داروں اور جمعداروں وغیرہ سے حساب
لینا اور خائنوں کو سزائیں دیا چاہتے تھے یہ لوگ بھی نواب کے اہل خدمات کو رشوتیں دیکر
اُنکی شکایتیں کراتے تھے شمس الامرا کو بھی دم دم کی خبر پہنچتی تھی گھبرا اُٹھے اور اُنکو اپنی بدنامی
کا اندیشہ ہوا وعلے ہوکر کام کرنے لگا۔ ایک دن مغویوں نے نواب سے یہ بات کہی کہ
شمس الامرا مالدار ہیں اور ریاست میں خسارہ ہے اُنکو حضور نے بڑا مرتبہ بخشا ہے اُن سے نذرانہ
لیکر رفع خسارہ کیا جائے نواب کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی شمس الامرا کے بیٹے اقتدار الملک
محمد رشید الدین خاں کو بلاکر تیس لاکھ روپے طلب کیے اور اُن کی زبانی شمس الامرا کو کہلا بھیجا کہ
ہمنے اپنا تمام ملک تمہارے حوالے کیا ہے ہمنے تمکو سب طرح کا اختیار دیا ہے ریاست میں نقصان
ہے بالفعل اس قدر روپیہ داخل سرکار کرو آئندہ اگر تم چاہوگے تو بہت کچھ وصول ہوجائیگا
شمس الامرا کے بیٹے نے جب یہ بات اپنے باپ سے کہی تو جواب دیا کہ جان و مال ہمارا سب
سرکار کا ہے جو کام نواب نے میرے سپرد کیا ہے اُس کے جلد جو اتنا روپیہ مانگا ہے یہ کونسا
طریقہ ہے کام کرانا اور روپیہ لینا یہ شیوہ راستبازوں کا نہیں ہے مینے جو ریاست کا
کام اپنے ہاتھ میں لیا ہے تو نواب کے حکم کی تعمیل اور رفاہیت خلق اللہ کے لیے ایسا کیا ہے
نہ اپنے ذاتی نفع و نقصان کی وجہ سے یہ کام کرنے لگا ہوں اس سے تو ترک خدمت اولےٰ ہے
پھر شمس الامرا نے خود نواب کے پاس حاضر ہوکر گذارش کیا کہ میں حضور کے اور نوکروں کی طرح
ظاہر کچھ اور باطن کچھ نہیں رکھتا اور نہ بوجہ کبرسنی کے یہ کار جلیل القدر کرنے کا متحمل ہوسکتا ہوں
اس لیے حضور اور کسی کو یہ کام دیدیں تاکہ کام میں مبادا ابتری پیدا ہوکر میری بدنامی کا باعث
ہو نواب نے اس دن بظاہر اُن کی تشفی کی لیکن باطن میں آزردہ ہوگئے اور دل میں یہ خیال
کیا کہ ہمنے اُنکو کل کار ریاست کا مختار کردیا اور تیس لاکھ روپے ہم سے دریغ کرتے ہیں ایکدن
شمس الامرا کے بیٹے نے اپنے باپ کے روبرو نواب سے ریاست کی اصلاح کے باب میں
حسن و قبح کی باتیں صاف صاف بیان کیں نواب سنکر تھوڑے سے کبیدہ خاطر ہوے ہنکارن
سے جو تاکا کیا فرصت وقت کو غنیمت جانا شہر کے ساہوکاروں کو کہ سابق سے آمادہ کر رکھا
تھا طلب کرکے ایسا سکھلایا کہ تم نواب صاحب سے اتنا کہدو کہ ہم سات لاکھ روپے سے

کارپردازان سرکار کی ماہ بماہ مدد کرتے رہینگے۔ جب نواب تمھاری طرف سے یہ وعدہ سننگے تو سب کام ہمارے ہاتھ مین دیدینگے پھر ہم تمھارے جو جو مطالب ہین ادا کر دینگے۔ چنانچہ اُنھون نے ایسا ہی عرض کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارباب غرض تمام امورات مالی وملکی پر حاوی ہو گئے شمس الامرا کو مدارالمہامی کا کام کرتے ہوے صرف پانچ ماہ اور کئی دن ہوے تھے کہ دسوین رمضان ۱۲۶۵ہجری کو عزل نصیب ہوا

راجہ رام بخش کی دوبارہ منصوبی اور ملک کی تباہی

شمس الامرا کی معزولی کے بعد نواب نے راجہ رام بخش کو بلا کر ۲۵ شوال روز پنجشنبہ ۱۲۶۵ہجری کو پیشکاری کا کام مجدداً اُس کے تفویض کیا۔ درحقیقت مدارالمہامی بھی اُس کے ہاتھ مین آگئی ریاست کی آمدنی مین خرچ سے ایک تہائی کی کمی تھی مگر راجہ رام بخش نے کام اپنے ہاتھ مین لیتے ہی جود وعطا کا دروازہ کھولدیا بڑی بڑی تنخواہون کے اوپر نئے نوکر رکھے اور پرانے نوکرون کو جا وبے جا بڑی بڑی ترقیان دین۔ چھ ہزار آدمی اٹھارہ لاکھ روپے کے نئے نوکر ہوے۔ ریاست کو نقصان پہنچانے کے متعلق اُس کی ایک حکایت سن رکھنے کے قابل ہے کہ شیر انگن جنگ تعلقہ دار حساب فہمی کے عوض نو لاکھ روپے شمس الامرا کو دینے پر راضی تھا راجہ رام بخش نے اُس سے پچیس ہزار روپے لیکر فیصلہ کر دیا عربون سے بہت سا روپیہ لیکر تعلقے اُن کے قبضے مین دیدیے اور عاملون سے دوسال کا روپیہ پیشگی لے کر اپنے تصرف مین لایا اُس کے سوا چونّی فی روپیہ جاگیرداروں سے بھی حاصل کی۔

راجہ مذکور سے تعلق رکھنے والے کچھ آدمیون کو اُس کی وجہ سے نفع حاصل ہوا مگر عام طور پر شہر حیدرآباد مین مصیبت پھیل گئی اور اکثر جگہ فساد ہو کر کشت وخون ہونے لگے ۲۶ ربیع الثانی ۱۲۶۶ہجری کو میر ببر علی جمعدار کے سترہ آدمی مارے گئے ندی پار ایک گوشائین رہتا تھا اُس کے دو چیلے تھے گوشائین مرگیا تو دونون آپس مین ترکے پر جھگڑا کرنے لگے ایک نے کئی پٹھان نوکر رکھ لیے مگر اُس سے اُن کی تنخواہ کا انتظام نہو سکا اور کئی ماہ چڑھ گئے تو روہیلون نے تقاضا شروع کیا اُس نے جواب دیا کہ دوسرے چیلے کو دبا کر اُس سے وصول کرو وہ دوسرا چیلہ راجہ رام بخش کی پناہ مین چلا گیا تو روہیلون نے اسکو تنگ پکڑا یہ بھی جان بچانے کو وہین پناہ گزین ہوا روہیلون نے جب یہ صورت دیکھی تو اُنھون نے ایک ساہوکار کو ناحق پکڑ لیا۔ راجہ نے جب اُن سے اس حرکت کی بازپرس کی تو اُنھون نے جواب دیا کہ ہماری تنخواہ چیلے پر چاہیے اور وہ تمھارے پاس پناہ مین ہے تم اُسے ہمارے حوالے کردو تو ہم ساہوکار کو چھوڑ دینگے

راجہ رام بخش نے دونوں چیلے پٹھانوں کے حوالے کر دیے یہ کیفیت کسی نے نواب سے بیان کی اُنھوں نے راجہ سے فرمایا کہ تمنے یہ کیا کیا اور گوسائیوں کو کیوں روہیلوں کے ہاتھ میں دیا اب بہتر یہ ہے کہ انھیں چھڑالو راجہ نے روہیلوں کے پاس اپنے چوبدار بھیجے وہ لوگ اپنا حق ثابت کرنے لگے اور تنخواہ کے روپے چاہتے تھے جمعیت سرکوبی کو روانہ ہوئی روہیلے دونوں گوسائیوں کو پکڑے ہوئے اُنکے مٹھ میں جاکر متحصن ہوئے محمد وزیر کوتوال اور مدد جنگ عبداللہ بن علی جمعدار کرنالیں لے کر اُس پر چڑھے اور محاصرہ کیا ۲۸ رجب کو گولہ باری ہوئی چند گولے مٹھ میں بھی آکر گرے روہیلوں نے بھی دو دن تک مقابلہ کیا چند آدمی طرفین کے مقتول و مجروح ہوئے آخر کار روہیلے مغلوب ہوئے چیلے اُن سے چھڑالیے گئے اور ۵۷ آدمی پکڑے گئے۔

اسی سال ایلچپور میں دو تین بار غلام حسن خاں جاگیردار اور ریاست کی سپاہ سے ناحق لڑائی ہوئی اس میں طرفین کے ہزاروں آدمی مارے گئے۔ آخر شوال ۱۲۶۶ھ ہجری تک کنٹنجنٹ کا ستر لاکھ روپیہ چڑھ گیا۔ خوشامدی اور راجہ رام بخش کے متوسل خوشحال تھے بقول شخصے جسکی لاٹھی اُس کی بھینس اس طرح راجہ رام بخش کا عہد حکومت تھا اور نواب صاحب دخل دیتے تھے ماہ رمضان ۱۲۶۶ھ ہجری میں شمس الامرا امیر کبیر سے تیس لاکھ روپے کا علاقہ مانگا انھوں نے فوراً تعمیل کی اور اپنی سپاہ ہمراہی کو اس مناسبت سے گھٹا دیا چاروں طرف فسادات کے دروازے کھل گئے اب نواب کو ثابت ہوا کہ ناحق ارباب غرض و خود مطلبی نے اپنے نفع کے واسطے ہمیں امیر کبیر سے بدمزہ کر رکھا ہے۔ ۲۹ شوال ۱۲۶۶ھ ہجری کو پانچ چوبداروں کو بھیجکر پاس بلایا چودھویں تاریخ ماہ رمضان ۱۲۶۵ھ ہجری سے عہدۂ مدار المہامی سے کنارہ کش ہوکر جا بیٹھے تھے وہ نواب کے پاس پہنچے تو نواب نے بہت سی باتیں تالیف قلوب کی کیں اور چلتے وقت جواہر کا ہار اٹھارہ ہزار روپے کا عنایت کیا دوسرے دن امیر کبیر نے تیس ہزار روپے ہاتھیوں پر بار کرا کے مدد قبول کرنے کے شکریے میں نواب کے پاس بھیجے۔

چوتھی تاریخ ذیحجہ ۱۲۶۶ھ ہجری کو دربار ہوا اس موقع پر جنرل فریزر ریزیڈنٹ نے بہت کچھ ریاست کی بدانتظامی کے معاملات میں نواب سے ایسی باتیں کیں کہ اُس کے رخصت ہوتے ہی نواب نے راجہ رام بخش کو عہدۂ پیشکاری سے موقوف کر دیا اور راجہ کے چار شخص مقرب اور مصاحب گرفتار ہوکر علیحدہ ہوئے اور اُن کا تمام مال و اسباب ریاست میں ضبط ہوا۔

۵ صفر ۱۲۶۷ھ ہجری کو راجہ رام بخش کے مکان پر بھی ریاست نے قبضہ کر لیا اور وہ تنہا چندولال کے مکان پر جاکر رہنے لگا۔

اسی سال کے اول مین چینا پٹن کا کمانڈر انچیف ریاست حیدرآباد مین آیا ۲۷ محرم ۱۲۶۷ ہجری کو عمدۃ الملک محمد رفیع الدین خان اور اقتدار الملک محمد رشید الدین خان ابنائے شمس الامرا نے شہر سے باہر نکلکر استقبال کیا اور وہ کوٹھی رزیڈنٹی مین اُترا بعد اس کے نواب کی طرف سے بڑی بھاری ضیافت ہوئی آتش بازی چھوٹی بعض امرانے بھی ضیافتین کین اور دو شیرون کا شہر کے آس پاس شکار کر کے اور کل اُس سپاہ کی جسکو انگریزون نے درست کیا تھا قواعد ملاحظہ کر کے ۲۷ صفر کو رخصت ہوا۔

مدار المہامی و پیشکاری

اب تک مدار المہامی کا عہدہ کسی کے نام پر مقرر نہین ہوا تھا نواب نے چاہا کہ ظفر الدولہ یا شفقت جنگ یا مرزا محمد حسین خان یا علی یاور الدولہ کو اُس کام پر مقرر کرین سب سے بعد گنیش راو نبیرۂ پرتاب ونت کو جس نے نظام علی خان آصف جاہ ثانی کے عہد مین مدار المہامی کی تھی تجویز کر کے اس گوشہ نشین کو گھر سے بلا کر پیشکار کر دیا اور ایک سرپٹی زمردی اور سو اشرفیان اور ایک ہزار روپے عنایت کیے اور سو جوان پلٹن کے اور بیس چوبدار بیس خدمتگار دس منصب دار چار ہاتھی اور بہت سا شاگرد پیشہ ساتھ دیکر روانہ کیا اور رہنے کو امین الملک کی حویلی دی مدار المہامی بدستور معطل رہی آخر شعبان ۱۲۶۷ ہجری مین ایک تحریر گورنر جنرل کی نواب کے پاس آئی اس مین سخت تقاضا زر قرض سرکار کمپنی کا تھا سراج الملک میر عالم علی نے تمام معاملات اپنے ذمے لے لیے اور مکرر مدار المہام ہوئے۔

۲۵ محرم ۱۲۶۸ ہجری کو گوبند بخش برادر راجہ رام بخش قلعہ گولکنڈہ مین پہنچوا دیا گیا ۱۴ صفر ۱۲۶۸ کو خدمت موروثی کوتوالی کی حسن علی خان طالب الدولہ کے دوبارہ سپرد ہوئی اور ۲۴ ماہ ربیع الاول ۱۲۶۸ ہجری کو اُس کے مرجانے کے بعد اُس کا مُتبنّٰی بیٹا جس کی عمر اس وقت ۱۱ سال کی تھی باپ کا جانشین ہوا اور محمد سعید نام حبشی خواجہ سرا جو سابق سے حسن علی خان کا نائب تھا کام کرنے لگا۔

تقاضائے تنخواہ کی بابت فساد ہوکر عربون اور پٹھانون مین کشت و خون ہونا۔ مدار المہام کا بھی زخمی ہوجانا

۲۲ ربیع الثانی ۱۲۶۸ ہجری کو تفریح طبع اور سبزہ زار کی سیاحت کے واسطے نواب صاحب

سرور نگر کو گئے پانچویں جمادی الاول کو مراجعت کی سراج الملک سیدا باغ میں اترے ہوئے تھے جلیسے ہی انکو نواب صاحب کے سوار ہونے کی خبر پہنچی انھوں نے بھی شہر کو روانگی کا ارادہ کیا مہدوی پٹھان باغ کے دروازے پر طلب تنخواہ کے لیے بیٹھے ہوے تھے وہ سراج الملک کو روانگی سے مانع آئے سراج الملک نے اُن کو بہت کچھ سمجھایا اور خود سوار ہونے میں تامل کیا مگر ہمراہیون نے کہا کہ ضرور سوار ہو جیے جوں ہی انھوں نے پالکی میں سوار ہونے کا ارادہ کیا سب پٹھان تیار ہو کر باغ کے میدان میں آکر کھڑے ہو گئے جو لوگ پٹھانوں کو سمجھانے کے لیے مقرر ہوے تھے جلیسے دلاور جنگ محمد خاں رسالہ دار وغیرہ اُن سے اور مہدوی پٹھانوں سے تکرار بڑھی ادھر پٹیلہ ملا عربون نے اُن پر بندوقیں ماری شروع کیں لیکن انھوں نے بھی تلواریں سونت کر ایسا حملہ کیا کہ اپنے سامنے سے دشمنوں کو ہٹا دیا جو سامنے آیا مار لیا اور سراج الملک جو پالکی میں بیٹھ گئے تھے اُن کی پالکی کے پاس پٹھان پہنچ گئے ایک نے اُن میں سے سراج الملک کے تمیچہ مارا جو شانے پر ایک چھرا لگا کہاروں نے پالکی کو پھیر دیا اور پھر باغ میں لے گئے اور دروازہ بند کر لیا پٹھانوں سے عربوں نے اتنی لڑائی کی کہ کل پٹھان مارے گئے دو گھڑی کے بعد جب امنیت ہوئی سراج الملک گھر پر آئے کان کی لو کے پاس سے تشکاف ہو کر چھرا نکالا گیا وزن میں ڈیڑھ ماشہ بھر تھا اکیس پٹھان مارے گئے اور چار زخمی ہوے اور چالیس عرب کام آئے اور تیس زخمی ہوے ساتویں جمادی الاول ۱۲۶۷ھ ہجری کو افغان عمدہ دار پھر سراج الملک کے دروازے پر جمع ہوے اور فساد کیا۔

شمس الامرا سے پندرہ لاکھ روپے کی طلبی اور فساد عظیم کا ہوتے ہوتے رہ جانا

سراج الملک کے سکھلانے سے نواب صاحب پندرہ لاکھ روپے شمس الامرا سے طلب کرنے لگے پیا پے حکم بھیجتے تھے شمس الامرا نے جواب دیا کہ جو ملک میرے پاس سپاہ کی تنخواہ کے عوض میں ہے اگر اس میں سے مطلوب ہے تو حساب دیکھ لیا جائے اول دفتر مال کے افسر لالہ بہادر اور دوسرے محاسبوں نے شمس الامرا کے یہاں جا کر حساب دیکھا تو کوئی اس میں گنجائش نہ ملی اور سمجھے کہ اس حیلے سے کام نہیں نکلے گا کہنے لگے کہ حساب سے کار نہیں ریاست میں خسارہ ہے اس قدر روپیہ دیا جائیے اس کے جواب میں شمس الامرا نے کہلا یا کہ اگر خسارۂ ریاست کی وجہ سے مجھ سے روپیہ لیا جاتا ہے تو اول دوسرے جاگیرداروں اور امرا سے مانگا جائے میں بھی اپنے رتبے اور معاش کے موافق حاضر ہوں اور دو لاکھ روپے دینے کو راضی ہوے سراج الملک نے جواب دیا کہ نواب صاحب جو مالک ہیں مانگتے ہیں اگر نہ دو گے تو فوج بھیج کر تمام ملک تسلط کر لو نگا

کئی تعلقہ دار اس مہم کو سرانجام دینے کے لیے تیار ہوے۔ شمس الامرا نے فساد کا نقشہ دیکھ کر نواب کی خدمت مین اطلاع دی کہ مدار المہام کا ارادہ اور ہے حضور خداوند نعمت ہین مجھے حضور کے فرمان سے گریز نہین ایک آدمی سرکار کا بس کرتا ہے جو حکم لائے گا جان و مال سے اطاعت کرونگا کسی قسم کا عذر نہ ہوگا البتہ کارپردازون کا ہر طرح مقابلہ کرونگا اُن سے طرح دون یہ ہو نہین سکتا اور عربون اور روہیلون کی بھرتی شروع کی جب نواب صاحب کو یہ حال معلوم ہوا تو سمجھے کہ مدار المہام ایک طرف ہے اور امیر کبیر دوسری طرف ہے اس مین فساد عظیم کے برپا ہونے کا اندیشہ ہے سوچ سمجھکر شمس الامرا کو کہلا بھیجا کہ ہمنے فقط سراج الملک کے کہنے سے تم سے اس قدر روپیہ یکمشت مانگا تھا اگر ایک دفعہ مین اتنے روپے کے ادا کرنے کی گنجائش نہین تو بتدریج ادا کر دوگے تب بھی مضائقہ نہین ہمارا حکم بھی نافذ ہوگا اور تم پر بھی بار نہ گذریگا پس شمس الامرا نے دو لاکھ روپے فوراً بھیجدیے اور مابقی کے واسطے دو لاکھ روپے سال داخل کرنے کا اقرارنامہ لکھدیا اور شمس الامرا نے اس قدر خرچ کے موافق اپنی سپاہ ہمراہی کو کم کر دیا تاکہ داخل و مخارج برابر رہے اور جو آدمی نئے بھرتی کیے تھے وہ بھی موقوف کر دیے۔

سخت شورشین اور ہولناک فسادات

اسکھون نے ایکبار اپنی تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے بڑی شورش کی چار پانچ ہزار روپے رونق علیخان کی جاگیر سے آتے ہوے بلدۂ حیدرآباد کے قریب راستے مین چھین لیے اُن کی تنبیہ کے لیے شمس الامرا کی جمعیت بھیجی گئی۔

(۲) آخر ماہ شوال ۱۲۶۷ھ ہجری مین دو شخصون نے لباس بدلکر علاقۂ راے رایان راجہ شام راج کے دفتردار سوناجی (یا سوباجی) پنڈت کو دغا سے پکڑ لیا اور ایک تنگ و تاریک کوٹھری مین اسکو بٹھا کر کٹار نکالکر اُس کے پاس بیٹھ گئے اور کئی مطالب کی درخواست پیش کی نواب صاحب اور سراج الملک اور جملہ ارکان دولت اور ذی عزت جماعہ دارون کو اسکی مخلصی کی فکر ہوئی ممتاز لوگون نے جا کر سمجھایا سراج الملک کی طرف سے بھی اُنکو فہمائش ہوئی آٹھ دس روز تک اس کا چرچا رہا انھون نے کسی طرح نہ مانا اور سفاکی سے اپنی چار دیواری کی پناہ میں بیٹھے دلیر ہوکر برا کہتے اور ارکین ریاست کی بے وفائیان بیان کرتے تھے اور اپنے مقدمات کے تصفیے اور اپنی جان بخشی اور پنڈت کی رہائی کے بارے مین رزیڈنٹ سے اطمینان چاہتے تھے آخرکار نواب کے حکم سے دلاور نواز جنگ محمد خان رسالہ دار نے ایسی شایستہ تدبیر کی کہ سوناجی پنڈت اُن کے پنجے سے رہا ہوا اور وہ دونون مارے گئے اُن کی لاشین ایک درخت سے لٹکا دی

گئیں تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔
(۳) ماہ ذیحجہ میں تمام پٹھان اور اُنکے جمعدار وغیرہ نواب کے در دولت پر تنخواہ کے لیے جمع ہوے اور فساد کرنے لگے۔
(۴) اسی زمانے مین سکھوں نے کاروان کے ساہوکاروں کو راستے مین پکڑلیا اور داسد گیری مین جہان اُنکی چھاونی تھی لیجاکر بٹھادیا اور اس مضمون کا اشتہار دیا کہ جب تک ہماری تنخواہ کا فیصلہ ہوگا ہم انھیں چھوڑینگے۔ جو پٹھان اور جمعدار اپنی تنخواہوں کے لیے برسر فساد تھے ان سے نواب نے کہا کہ جاؤ سکھوں سے مہاجنوں کو چھڑالاؤ ہم تمھاری تنخواہ دلواتے ہیں یہ سنتے ہی تمام جماعہ دار پٹھان وہاں جااترے سکھ بھی ہزاروں کی تعداد میں تھے اُنکو کچھ خاطر میں نہ لائے پھر عرب لوگ پٹھانوں کی کمک کے لیے روانہ ہوے شمس الامرا کی پلٹنوں کے آدمی بھی گئے چونکہ ریاست کی جمعیت نشیب میں درمیان تالاب میر عالم اور موسے ندی کے اُتری ہوئی تھی اور سکھ ٹیلوں اور پہاڑیوں کی بلندی پر تھے پھاوڑے اور کدال لیکر بیٹھے (یہ) پرجا بیٹھے اور کہنے لگے کہ ہم اُنکو توڑے ڈالتے ہیں اور سکو غرق آب کیے دیتے ہیں بہت کچھ حجت کے بعد مدبر جنگ عبداللہ بن علی اور شمشیر الدولہ خان باز جنگ عمر بن عود وغیرہ جماعہ داران عرب نے سکھوں کے جمعداروں کو ملا کر سمجھایا اور چھیانوے ہزار روپے دیکر ساہوکاروں کو چھڑالیا بس خوشی مین توپیں سرکیں اور بندوقیں چھوڑتے ہوے چلے آئے اور تمام جمعیت برخاست ہوگئی۔
(۵) غیر لوگوں اور سکھوں اور پٹھان ملازموں پر کیا منحصر ہے خود نواب کے عزیز و قریب تنخواہ سے محروم تھے چنانچہ ماہ ربیع الاول ۱۲۶۸ھ ہجری میں تمام صاحبزادے اپنی تنخواہوں کے نہ ملنے کی وجہ سے نواب کے خلوت خانے میں آ بیٹھے لیکن کچھ بندوبست نہ ہوا۔

سپاہ کنٹنجنٹ کا فوج معاون مین تبدیل ہوجانا اور اس سپاہ کے لیے انگریزون کا بجاے زر نقد کے نواب برار کے علاقے مانگ لینا

۲۵ ربیع الاول ۱۲۶۸ھ ہجری کو جرنیل فریزر عہدۂ ریذیڈنٹی سے استعفا دے کر روانہ لندن ہوا اور ماہ جمادی الاولی میں کرنیل لو اس کی جگہ مقرر ہوکر آگیا اس کے داخلے کے بعد کئی بار دربار ہوے اور سپاہ کنٹنجنٹ کی تنخواہ کی بابت ہر دربار میں گفتگو آتی تھی۔ کنٹنجنٹ کی فوج اقرارنامہ عہدنامہ ۱۸۰۰ء کے مقرر ہوئی تھی جسکی رو سے نواب نظام علی آصف جاہ ثانی نے اقرار کیا تھا کہ وہ چھ ہزار پیادے اور دو ہزار سوار انگریزی فوج میں جنگ و جدل کے وقت شریک کرنے کو

دیا کرینگے اور یہ فوج نظام کے ملکی انتظام کے لیے جنگ و صلح مین آراستہ اور آمادۂ خدمت گذاری رہا کرتی تھی اسکے سوا نظام کی دوسری فوج کے ایک جز مین بھی انگریز افسر متعین تھے اور اس مین کئی مرتبہ عزل و نصب صاحبان رزیڈنٹ کی استدعا پر کیے گئے تھے خصوصاً مسٹر ہنری رسل کے زمانے مین ایسا ہوا اور اُس کی ترتیب حسب قانون جنگی ہوتی رہی تاہم کنٹنجنٹ کی سپاہ نظام کی فوج کا ایک جز تھی رزیڈنسی نے نظام سے تحریک کی کہ فوج کو موقوف کر کے اُسکی عوض بارہ لاکھ روپے دینا منظور کرین لیکن نظام نے اپنی اس فوج کے گھمنڈ پر منظور نہین کیا جب برٹش گورنمنٹ نے نظام کی یہ حالت دیکھی تو رزیڈنٹ سے کہدیا کہ نظام سے اس بارے مین کچھ نہ کہا جائے بلکہ اخراجات مین بعض اصلاحات داخل کر کے تخفیف کر دی جائے یہ کنٹنجنٹ اس حال مین ۱۸۵۰ء تک قائم رہی اور پھر اُس کے بعد اس مین ۸۴ یورپین افسر ۹۳۹۷ دیسی لوگ مختلف مراتب کے مرتب کیے گئے اور بولارم ۔لنگسوگر۔ ہنگولی۔ مومن آباد۔ ایلچپور۔ جالنا۔ اور ملاپور مین کنٹونمنٹ مقرر ہوے کسی مدار المہام یعنی سراج الملک اور شمس الامرا نے کبھی خیال ادائے زر قرضہ کا نہ کیا کیونکہ ریاست کی آمدنی کی حالت بالکل خراب تھی نہ فوج کی تنخواہ بے باق کر سکتی تھی اور نہ کمپنی کے قرضے کی اقساط دے سکتی تھی اس لیے نواب ناصر الدولہ سے درخواست ادائے قرضہ کی گئی مگر کوئی تدبیر اُس کی عمل مین نہ آئی ۱۸۵۱ء مین لارڈ ڈلہوزی نے نواب ناصر الدولہ کو لکھا کہ قرض کی ادائگی اور فوج کے ماہ بماہ اخراجات کے لیے یہ ضروری ہے کہ ریاست دکن کا ایک حصہ برٹش گورنمنٹ کی تحویل مین دیا جائے یہ پیام فرمان روائے وقت ناصر الدولہ کے لیے بہت تشویش ناک تھا اسپر چالیس لاکھ روپے فی الفور ادا ہوے اور یہ اقرار ہوا کہ بابت باقی کے مالگذاری چند علاقون کی تکفول کی جائے گی لہذا درخواست مسترد ہوئی مگر کوئی امر بہتری کا ظہور مین نہ آیا بعض کہتے ہین کہ باقی رقم کی ادائگی کے لیے ڈھائی ماہ کا وعدہ کیا گیا ادھر تو یہ انتظام ہوا اور اُدھر اخراجات کی رفتار تیز ہوتی جاتی تھی قرضہ بڑھنے لگا اور تنخواہ بقایا مین پڑنے لگی ۱۸۵۲ء کے موسم گرما مین چھہ ماہ کی تنخواہین چڑھ گئین اور روپیہ ۲۴ فی صدی سود پر ملنا مشکل ہو گیا اس لیے گورنر جنرل نے پھر وہی تجویز پیش کی اس خصوص مین لارڈ ڈلہوزی کے تمہیدی الفاظ سننے سے تعلق رکھتے ہین کہتے ہین۔

ایک ایماندار شخص ہونے کی حیثیت سے مین خیال کرتا ہون کہ کنٹنجنٹ کا وجود کسی عہدنامے کی روسے درست نہین ہے ۱۸۰۰ء کے عہدنامے کی روسے ہم صرف زمانۂ جنگ مین چھہ ہزار پیدل اور نوہزار سوارون کی امداد کے مستحق ہین لیکن اس کے برخلاف صلح اور جنگ دونون زمانون مین پانچہزار پیدل اور دو ہزار

سوار اور چودہ توپیں ہمیشہ رکھی گئی ہیں ہمارا حق ہز ہائینس کی فوجوں سے کبھی کبھی کام لینے کا ہے مگر عملاً ہم انہیں بالکل اپنی فوج کی طرح رکھا فی الواقع کنٹنجنٹ کے اخراجات غیر معمولی اور غیر ضروری طور پر بھاری رہے ہیں لیکن بہ حیثیت ہندوستان کے گورنر جنرل کے میرے امکان سے باہر ہے کہ یہ قرضہ آپ پر معاف کر دوں وغیرہ وغیرہ۔

غرضکہ اس پرلطف تمہید کے ساتھ ایک نئے معاہدے کی صورت بتلائی گئی جسکی رو سے ریاست کا ایک حصہ انگریزوں کے قبضے میں دیدیا جائے ۱۸۵۳ء میں گورنمنٹ ہند نے سپاہ کنٹنجنٹ کے اخراجات نیز اپنے قرضے کے لیے مطالبہ کیا اور کہا کہ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ نواب ناصر الدولہ برار کا علاقہ گورنمنٹ ہند کے حوالے کر دیں تو نواب صاحب نے ایسا کرنے سے قطعی انکار کر دیا یہاں تک حیدرآباد کے نائب رزیڈنٹ میجر ڈیوڈس نے حیدرآباد کے مدار المہام کو ایک چٹھی لکھی کہ جس کا ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ میں یقین کرتا ہوں کہ کل رزیڈنٹ آپ کو یہ بتانے کے لیے آپ سے ملنا چاہتا ہے کہ اس کا تبادلہ خیالات نظام کے ساتھ قطعی بند ہو چکا ہے اور وہ آج کی ڈاک سے گورنر جنرل کو تحریر کرنے والا ہے کہ حیدرآباد کے خلاف فوجی نقل و حرکت کی اجازت دی جائے نیز مجھے اپنے تعلقے سے جو پونا میں مقیم ہے اطلاع ملی ہے کہ برطانوی فوجوں کو حیدرآباد پر چڑھائی کرنے کے لیے تیار ہونے کا حکم مل چکا ہے آپ یہ خیال نہ کریں کہ فوجی چڑھائی صرف اضلاع تک محدود رہے گی اگر آپ نظام کے خیر خواہ و ہمدرد ہیں تو انہیں آنے والی آفت سے بچائیں اور گورنر جنرل کا مطالبہ جسے کہ وہ منظور کرانے پر تلا ہوا ہے منوانے کے لیے تیار کریں۔ اس دھمکی نے نواب ناصر الدولہ اور انکے مدار المہام سب کے ہوش ٹھکانے کر دیے اور وہ برار کا علاقہ انگریزوں کو حوالے کرنے کے لیے تیار ہو گئے چنانچہ ایک عہد نامہ ۲۱ مئی ۱۸۵۳ء مطابق ۱۲ شعبان ۱۲۶۹ ہجری کو معرفت جان لو سی بی رزیڈنٹ کے منعقد ہوا اور نواب صاحب نے ۱۳ شعبان سنہ مذکور روز دوشنبہ کو مہر خاص عہد نامے پر کر کے رزیڈنٹ کے حوالے کیا اس عہد نامے کی رو سے برار کے چند اضلاع پائن گھاٹ۔ رائے چور دوآب۔ و اضلاع سرحدی شولاپور و احمد نگر انگریزی علاقے میں دیدیے گئے اور دو قسم کی سپاہ سرکار کمپنی نے مقرر کی ایک تو فوج لکی جو واسطے حفاظت نظام کے سرکار کمپنی نے نظام کو دی تھی وہ بدستور رہی اور اس میں حسب دستور سابق آٹھ پلٹنیں پیادوں کی اور دو رجمنٹ سواروں کے اور توپخانہ ضروری مع ولایتی گولہ اندازوں اور ساز و سامان جنگ کے تھا اور یہ فوج لکی بوقت ضرورت کارہائے عظیم مثل حفاظت جسم نواب و وارثان و جانشینان نواب و سرکوبی سرکشان و مفسدان ملک نواب میں مصروف ہوگی مگر کارہائے جزوی

(۶) راجہ رام بخش ستمبر ۱۸۴۹ء سے اپریل ۱۸۵۱ء تک۔
(۷) گنیش راؤ اپریل ۱۸۵۱ء سے جون ۱۸۵۱ء تک۔
(۸) دوبارہ سراج الملک ۱۸۵۱ء سے ۱۸۵۳ء تک۔
(۹) سالار جنگ اعظم اخیر ماہ مئی ۱۸۵۳ء سے ۹ فروری ۱۸۸۳ء تک۔

جب ۸ شعبان ۱۲۶۹ ہجری مطابق ۲۶ مئی ۱۸۵۳ء روز جمعہ کو سراج الملک نے مرض ہیضہ سے انتقال کیا تو ۲۲ شعبان سنہ مذکور مطابق اخیر ماہ مئی ۱۸۵۳ء کو منگل کے دن سراج الملک کے بھتیجے سالار جنگ بتیس برس کی عمر مین گورنمنٹ کی منظوری سے مدار المہامی کے عہدے پر سرفراز ہوے اُن کے والد کا نام محمد علی خان بہادر شجاع الدولہ تھا جو منیر الملک کے بڑے بیٹے تھے منیر الملک نے میر عالم سید ابوالقاسم کی دوسری بیٹی سے ۱۸۰۰ء مین شادی کی تھی جسکے بطن سے محمد علی خان شجاع الدولہ پیدا ہوے تھے میر محمد علی خان شجاع الدولہ نے سید قاسم علی خان بہادر مختار الدولہ کی لڑکی سے جو سید جعفر رضوی کی اولاد مین تھے اور جن کا وطن نیشاپور تھا شادی کی تھی اس لڑکی سے میر تراب علی خان سالار جنگ ۲ جنوری ۱۸۲۸ء کو پیدا ہوے تھے۔

میر تراب علی خان سالار اعظم کی خوش انتظامی

اس ہونہار نوجوان نے نہایت سرگرمی۔ عمدگی اور لیاقت سے اس اہم خدمت کو بجالانے مین کامیابی حاصل کی اور اس بڑی ذمہ داری کو اچھی طرح نبھایا۔ حیدرآباد کی قدیم حالت نہایت خراب تھی۔ مالگذاری۔ سیاست۔ حکمرانی۔ اور خزانے کی بڑی سقیم حالت تھی ملک ساہوکارون اور عرب جمعدارون کا خوان یغما بنا ہوا تھا۔ تنخواہونکی تقسیم کی مہینون اور برسون مین بمشکل تمام نوبت آتی تھی۔ سر سالار جنگ نے بے شمار مصیبتون اور دشواریون کی پروانہ کرکے ان سب برائیونکی اصلاح کا عزم بالجزم کیا اور دامن صبر واستقلال کو مضبوط تھاما مگر اپنی بلیغ کوششون سے اسکے انسداد مین کامیاب رہے سر سالار جنگ کو ان تمام بے ہودگیون کے دفع کرنے کے لیے مختلف تدابیر عمل مین لانی پڑین اول تو انھون نے انسداد غارتگری روہیلہ مین جنھون نے عرصہ دراز سے ملک کی امنیت مین خلل ڈال رکھا تھا خوب کام کیا پھر اُنھون نے چند بڑے بڑے ممتاز اور سربرآوردہ عرب جمعدارون اور ساہوکارون سے مدد لی ساہوکارون سے روپیہ قرض لے کر عربون کا قرض ادا کیا اور ان لوگون سے جاگیرین جو ان کے پاس رہن تھین واگذشت کرالین اور غریب و بے کس رعایا کو جو عربون کے مظالم اور تشدد سے جان بلب تھی ورطۂ ہلاکت سے بچالیا اور اقساط کے ذریعے سے تمام ساہوکارون کو روپیہ جو سرکار پر تھا آہستہ آہستہ بآسانی ادا کردیا

ریاست کے تمام صیغوں کے آئین نہایت باریک نظری اور دوربینی سے مدون کیے مالگذاری کے طریقے میں بہت کچھ ترمیم کی اور انتظام مالگذاری کے متعلق بہت صاف و صریح قاعدے بنائے اس زمانے میں مالی انتظام نقدی نہ تھا بلکہ بٹائی اور غلہ داری کی رسم جاری تھی تفصیل اس کی یہ ہے کہ اسامی وار یا موضع وار ایسا معاہدہ ہوتا تھا کہ زیر تالاب و بالکہ جو غلہ اور اشیا پیدا ہوں اُن میں سے نصف سرکار کو دیا جائے اور نصف کاشتکار لے اور بذریعہ موٹ کشی جو زراعت ہوئیں اس سے دو ثلث تو کاشتکار لے اور ایک ثلث سرکار کو دے عہدہ داران اضلاع کو اپنے ذاتی تجربے و مہارت سے قطعہ زیر کاشت کی پیداوار کا اندازہ کرکے کاشتکار کو تسلیم کرانا پڑتا اگر رعیت راضی نہ ہو تو کھیت کا ایک حصہ کٹواکر اور اُس میں سے غلہ نکلواکر قائل کرانا پڑتا اس واسطے عہدہ دار کو ہر چہار فصل پر نہایت محنت و جانکشی برداشت کرنی اور سخت تکلیف اُٹھانی پڑتی تھی اور لگان کی شرح معین اور معلوم نہ ہونے سے ظالم عہدہ داروں کو رعیت کے ستانے اور برباد کرنے کا خوب موقع ملتا تھا لیکن سالار جنگ نے اس خرابی کو دفع کرنے کے لیے ضلع بندی کرکے انتظام موافق انگریزی شروع کیا جو اب تک جاری ہے۔ اُس زمانے میں اہل حیدرآباد راحت و آرام کی طرف بہت زیادہ مائل اور عیش و عشرت کے نہایت دلدادہ رہتے تھے اور ملازمت کرنے اور اپنے فرائض کو بخوش اسلوبی انجام دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے اور تعلیم کی طرف سے بالکل غافل تھے جس کی جھلک کسی قدر آج تک پائی جاتی ہے سر سالار جنگ نے متعدد اسکول مشرقی و مغربی علوم کی تحصیل کی غرض سے قائم کیے اور ملک کے بڑے بڑے امیروں کو اپنے لڑکوں کو انہیں بھیجنے کی طرف آمادہ کرتے اور رغبت دلاتے تھے اور تمام لوگوں میں بیداری پیدا کرنے اور اُنکو علمی سبق دینے کی غرض سے ہندوستان کے دوسرے حصوں سے لائق و فائق لوگوں کو بڑی بڑی تنخواہوں پر بلواکر ریاست کے اعلےٰ عہدوں پر مامور کیا حیدرآبادیوں کو ان لائق و فائق اشخاص کی ریس سے ادھر متوجہ ہونے کا خیال پیدا ہوگیا۔ سالار جنگ حد درجے کے مردم شناس تھے جن لوگوں کو انہوں نے بلوایا وہ سب وہی لوگ تھے جن پر آج ہندوستان فخر و ناز کرتا ہے اور جو آج بھی ہندوستان میں اپنی لیاقت و دانائی اور کاردانی میں مشہور و معروف اور دماغی قابلیتوں میں ممتاز ہیں جیسے مولوی سید **مہدی علی خان نواب محسن الملک مولوی مشتاق حسین وقار الملک مولوی چراغ علی نواب اعظم یار جنگ شمس العلما مولوی نذیر احمد شمس العلما مولوی سید علی بلگرامی۔ نواب عماد الملک** اور **مولوی سید حسین بلگرامی** وغیرہ ان لوگوں کی واجب التحسین خدمات سے حیدرآباد کو بے حد و بے شمار فائدے پہنچے اور ان ہی لوگوں کے حیدرآباد آنے سے یہاں کے لوگ خواب خرگوش سے بیدار ہوئے

اور قابلیت ولیاقت پیدا کرنے کا خیال اُنمین آیا۔
سالار جنگ نے عربون۔ پٹھانون اور بے قاعدہ فوجون کو تخفیف کر دیا بڑی اصلاح یہ کی کہ مسلمانون اور ہندوؤن کے بچون کو جو فروخت کرنے کا رواج تھا اُس کے انسداد کے لیے جنوری ۱۸۵۶ء مین ایک اعلان دیا گیا کہ اگر آئندہ کوئی اس تجارت کا مرتکب ہوگا تو اُسکو سخت سزا دی جائے گی۔

نواب ناصر الدولہ کی وفات

ماہ شعبان ۱۲۷۳ہجری مین نواب صاحب سیر و تفریح کے لیے سرور نگر کو گئے پانچ چھہ روز مزاج درست رہا ۲۲ شعبان روز دوشنبہ کو پے درپے دست آئے یہان تک کہ غش آگیا کمزوری بہت بڑھگئی اس لیے ۲۸ شعبان کو بلدے کو روانہ ہوے پالکی مین لیٹ گئے بوجہ نقاہت کے پالکی لمحہ بلمحہ کندھے سے اُتارتے جاتے تھے۔ کئی روز تک بیمار رہے ۲۲ رمضان ۱۲۷۳ہجری مطابق ۱۷ امئی ۱۸۵۷ء کو چار گھڑی رات گئے منجھلی بیگم کی حویلی مین انتقال کیا دوسرے دن ڈیڑھ پہر دن چڑھے مکہ مسجد مین آصف جاہ ثانی کے پہلو مین دفن ہوے۔ ۲۱ توپین ماتمی سر ہوئین نواب ناصر الدولہ بڑے نیک دل سخی اور ہمدرد آدمی تھے ساری رعایا نے اُنکی وفات پر دلی رنج و اندوہ کا اظہار کیا لقب بعد الوفات غفران منزل مقرر ہوا۔ ۶۶ سال چند ماہ کی عمر پائی۔ ۲۸ سال دس ماہ پانچ روز ریاست کی۔

بیگمات

(۱) دلاور النسا بیگم۔
(۲) خیر النسا بیگم۔
(۳) معز النسا بیگم۔
(۴) نور النسا بیگم یہ خواص تھی۔

بیٹے

(۱) افضل الدولہ میر تہنیت علی خان جانشین پدر جو اکتوبر ۱۸۲۷ء مطابق ربیع الاول ۱۲۴۳ہجری مین دلاور النسا بیگم کے بطن سے پیدا ہوے۔
(۲) روشن الدولہ میر جہانگیر علی خان جو بطن سے ولیان بو کے مارچ ۱۸۲۸ء مین عالم وجود مین آئے تھے۔

افضل الدولہ نواب میر تہنیت علی خان آصف جاہ خامس ابن نواب ناصر الدولہ کی مسند نشینی

نواب ناصر الدولہ کے بعد اُن کے بڑے بیٹے افضل الدولہ مسند نشین ہوئے نام ان کا میر تہنیت علی خاں تھا صاحبزادگی میں والد کی جانب سے خطاب افضل الدولہ بہادر ملا اور بعد جلوس نظام الدولہ نظام الملک آصف جاہ خامس ہوا ماں کا نام دلاور النساء بیگم ہے رحمہ دو شنبہ سلخ ربیع الاول ۱۲۴۳ ہجری کو پرانی حویلی میں پیدا ہوئے تھے یہ پرانی حویلی ۲۴ رمضان ۱۲۷۳ ہجری کو قبل نصف النہار مسند نشین ریاست ہوئے یہ پرانی حویلی میں رہا کرتے تھے اور ولی عہد رہا کرتے تھے اور دوسرے بڑے بیٹے اور ولی عہد رہا کرتے تھے اپنے فرزندوں کے اور دوسرے حیدرآباد ہوئے۔

۲۳ رمضان کو ہو چکی تو شمس الامراء مع اپنے فرزندوں کے اور نواب مرحوم کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر دیوان خانے میں حاضر ہوئے نواب سالار جنگ اور امراء تجہیز و تکفین اور فاتحہ سے فارغ ہو کر دیوان خانے میں جمع ہو چکے تو نواب تہنیت علی خاں راجہ نریندر پرشاد بھی آ گئے جب تمام ارکان دولت ریاست جمع ہو چکے تو نواب تہنیت علی خاں افضل الدولہ ولی عہد سعید معمولی لباس اور دستار طرہ دار پہن کر پرانی حویلی کے اُس دروازے سے کہ ہمیشہ بند رہتا ہے اور ایسے ہی وقت پر کھلا کرتا ہے زنانے سے باہر نکلے ریذیڈنٹ اور امیر کبیر شمس الامراء اور سالار جنگ و نریندر پرشاد جو موجود تھے باریاب ہوئے ریذیڈنٹ تو تعزیت کے چند الفاظ کہکر رخصت ہوا اور دوسرے عائد ریاست نے ماتمی نذریں دکھائیں فوراً نقار خانے میں نوبت بجنے لگی اور دوسرے امراء و اہل خدمات اپنے اپنے مکانوں کو روانہ ہوئے عمدۃ الملک محمد رفیع الدین خان اور اقتدار الملک محمد رشید الدین خان نشست گاہ میں شب کو حاضر رہے۔

بعد اس کے جملہ امراء و اہل خدمات اپنے اپنے مکانوں کو روانہ ہوئے کربلے میں سے نکلے دوسرے روز یعنی ۲۴ رمضان کو نواب درباری پوشاک اور زیور و جواہر پہن کر اور مدار المہام اور دوسرے امراء و عہدہ داران ریاست حیدرآباد کے نوابوں کا جو حاضر تھی اُس میں ٹھیک اور اور رو عماری کہ یہ شان ریاست حیدرآباد سوار ہو کر ایوان ریاست میں آئے اور چوبدار کو حواسی میں تماکر ترک سے پرانی حویلی سے سوار ہو کر انگریزوں کے آیا اول ریذیڈنٹ نے کوٹھی کے مکان میں مسند پر بیٹھے بعد اس کے ریذیڈنٹ مع ۱۲ انگریزوں کے بعد اس کے مدار المہام اور چوبدار مبارکبادی پھر دوسرے انگریزوں نے اور یہ رخصت ہو کر چلے گئے اور اسی طرح اور دوسرے امراء کی نذریں ہوئیں اس کام سے فارغ ہو کر نواب محل سرا تشریف لے گئے اور اسی مال

دلاورالنسا بیگم کو نذر دکھائی۔ اب اکیس توپون کے فیر ہوے اور نقار خانے سے شادیانے کی صدا بلند ہوئی۔

اس وقت ہندوستان مین غدر کا ہنگامہ تھا اور سرکار کمپنی کی سپاہ مین بغاوت پھیلی ہوئی تھی اس ہنگامے مین سالارجنگ اول کی عالی دماغی و بیدار مغزی کام آئی اور اس نازک وقت مین اُنھون نے ہر طرح سرکار انگریزی کی اعانت کی اور امن وامان قائم رکھا۔

اسباب غدر

غدر کے وجوہ کی نسبت تمام مؤرخین کے مختلف خیالات ہین اور ہر ایک شخص اپنی تحقیقات کے اعتبار سے اپنی رائے پر مصر ہے بعض کا خیال ہے کہ ابتدائے جنگ ایران سے رعایائے ہندوستان کے دلون مین فساد کے درخت نے نشو ونما پائی کیونکہ جب انگریزی فوج نے ایران پر محمرہ مین فتح پائی اُس وقت منجلہ دوسرے اسباب کے جو شاہ زادے کے خیمے سے ملا ایک طول طویل اشتہار دستیاب ہوا جس پر شاہ ایران کے دستخط تھے کوئی تاریخ نہ تھی اس اشتہار مین پانچ باتون پر زور دیا گیا تھا۔

(۱) حکومت انگلشیہ کے قبض و تصرف ہندوستان سے بوجہ اُس کی بدعہدی اور فریبون کے تمام مسلمانان ہند کے واسطے ایمان کا خوف ہے۔

(۲) شاہ ایران نے جو لڑائی شروع کی ہے وہ مذہبی لڑائی ہے اس وجہ سے ہر جگہ کے تمام مسلمانون پر فرض ہے کہ وہ مسلح ہو کر بحمایت دین محمدی نصاریٰ کو نیست و نابود کرین۔

(۳) تیس ہزار فوج چالیس ضرب توپ مع عمدہ سامان جنگ کے مسلمانان ہند کی مدد و معاونت کے واسطے مقرر ہوئی ہے۔

(۴) ہر شخص کیا بوڑھے کیا جوان سے اس کام مین شرکت کی درخواست تھی۔

(۵) عام آگہی اس امر کی کہ انگریزون نے جو رخنۂ دین متین محمدی مین ڈالا ہے اس کے دفعیہ کے واسطے یہ کوشش ہے۔

اگر اس قسم کے اشتہارات بکثرت بھی ہندوستان مین شائع ہوتے تب بھی عام ناراضی اس درجہ ترقی پذیر نہین ہو سکتی تھی جیسی کہ ۱۸۵۷ء مین ظاہر ہوئی البتہ خاص خاص گروہون نا چاقی کے آثار ضرور نمایان ہو جانے ممکن تھے لیکن اس وقت ہندوستان مین کہین ان اشتہارون کا ذکر بھی نہ تھا اور نہ یہان کسی مقام پر شائع ہوئے اس لیے یہ خیال محض غلط معلوم ہوتا ہے۔

بعض کہتے ہین کہ واجد علی شاہ بادشاہ اودھ اس فساد کا باعث ہوا اور اپنی معزولی کے بعد اُس نے عام طبیعتون مین شورش پیدا کرنے کی کوشش کی اور بہادر شاہ بادشاہ دہلی سے

اس قسم کے رسل و رسائل جاری کر کے مفسدہ پردازی کرائی ہماری رائے میں اس بات کی بھی کوئی اصلیت نہیں پائی جاتی کیونکہ بفرض محال اگر وہ ایسا کرتا تو بہت جلد یہ حرکت مشتہر ہو جاتی اور علاوہ اس کے ہندوستان کے تمام حصوں میں ایک جانب سے دوسری جانب تک غدر کا مادہ ایک شخص کی ذات سے پیدا ہو جانا بھی کسی طرح قرین قیاس نہیں ہے بلکہ فساد کا مادہ تو اس سے قبل ہی پیدا ہو گیا تھا کیونکہ جس وقت یورپین فوج کو رنگون جانے کے لیے حکم ہوا اُس وقت سب نے انکار کر دیا اور اُس کی جگہ سکھ فوج رنگون کو بھیجی گئی یہ وہ زمانہ ہے کہ جبکہ قریب شاہ اودھ معزول ہوا تھا۔

ہم جب اسباب غدر پر غور کرتے ہیں تو اس وقت سوائے اس کے اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس عام ناچاقی اور بددلی کی وجہ حکومت کمپنی کی وہ حکمت عملی تھی جس نے بہت سے ہندوستانی والیان ریاست کو خاک میں ملا دیا لارڈ ڈلہوزی گورنر جنرل نے گو یہ عمدہ کارروائی اپنے نزدیک سمجھی لیکن تمدنی اصول سے یہ کارروائی ناقص معلوم ہوتی ہے ملک کی دل شکنی کے واسطے یہ بات کچھ تھوڑی ہے کہ والیان ریاست کی لاولدی کی حالت میں اُن کے ملک خالصہ کر لیے جائیں اس بات کا کچھ لحاظ نہ ہو کہ یہ قدیمی رئیس یا جاگیردار ہیں۔ ہندوستان کا کوئی حصہ اس ناگوار حکمت عملی سے محفوظ نہ رہا۔ بڑی ریاستوں مثل پنجاب۔ ناگپور اور اودھ کے سوا بہت سے چھوٹے چھوٹے جاگیردار بھی اس بلائے ناگہانی میں مبتلا ہو گئے اس کارروائی کو دیکھ کر دوسری ریاستوں اور جاگیرداروں کو بھی یقین کلی ہو چکا تھا کہ اگر ہم اس لاولدی کی آفت سے بچے بھی تو دوسری مصیبت میں مبتلا ہوں گے۔ بے شک ہندوستان بہت زوروں سے تلوار اُٹھانا ناقبول کیا تھا لیکن ایسے استعمال طمع نے پھر اُس کو تلوار اُٹھانے پر مجبور کیا۔ کثیر التعداد تاریخیں شاہد ہیں کہ چھوٹے چھوٹے سرداروں کی معزولی نے کیا کیا ہنگامے نہ پیدا کیے اور اہل ملک نے اُنکے ساتھ کیسی کیسی دل سوزی نہ کی ریاستوں کی ضبطی تو ایک اہم امر ہے اس آگ نے اس کنارے سے اُس کنارے تک تمام ہندوستان کو بے چین کر دیا سوائے اس کے ہمارے نزدیک اور کوئی معقول وجہ اس ہنگامے کی نہیں ہے۔ یہ بھی ایک یقینی امر ہے کہ اگر ہندوستان میں فساد کی یہ صورت پیدا نہ ہوتی اور ہندوستان ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضہ وحکومت سے نہ نکلتا تو یہ جو چند پامال سی ویسی ریاستیں اس وقت نظر آتی ہیں ان کا کہیں نام و نشان بھی نہ ہوتا۔ اس میں کلام نہیں کہ اس قسم کے فساد کو کوئی صاحب دانش اچھا نہیں سمجھتا۔

اس اعوا میں جو شاہ اودھ کی نسبت بعض مورخوں نے الزام لگایا ہے شاید اُسکی یہ وجہ ہو کہ ہنگام معزولی شاہ اودھ ہندوستانی رجمنٹ نمبر ۱۹ و نمبر ۳۴ وہاں موجود تھیں یہ دونوں

رجمنٹین وہان سے تبدیل ہوکر ایک برہام پور اور دوسری بارکپور کو گئی ابتداءً انھین دونون رجمنٹون مین چونکہ ناچاقی ہوئی تھی اس لیے شاہ اودھ کی نسبت الزام لگایا کہ انھون نے ان رجمنٹون کو اغوا کیا تھا اگر شاہ اودھ ایسی ہمت اور توڑ جوڑ کا آدمی ہوتا تو لارڈ ڈلہوزی کو اُس کی معزولی کا خیال ہی پیرامون خاطر نہوتا۔ معزولی شاہ اودھ کے وقت بدقسمت لکھنؤ مین جو واقعہ گذرا ہے خدا وہ کسی کو نہ دکھلائے۔ شاہ اودھ خود بوجہ اپنی بے تدبیری و بے ہمتی رجبنٹ ذاتی کے پریشان تمام لکھنؤ مین ہر در و دیوار سے ماتم۔ ایسی بدحواسی مین اُن رجمنٹون کو کون غوا کرسکتا تھا بلکہ اس موقع پر اُنکو اغوا کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی جہان ایسا ماتم بپا ہو وہان کون ایسا سنگدل ہے جس کے دل پر اثر نہ ہوگا اُن لوگون مین جو فساد کی نشو و نما ہوئی وہ اس عبرت ناک واقعے کے دیکھنے سے ہوئی یہ بات تو ایک عالم پر روشن ہے کہ لکھنؤ کے باشندون کا کیا ذکر۔ ہر ایک صادر و وارد وہان جاکر مالا مال ہو جاتا تھا جس حکومت سے اس قدر منافع ہون اُس کی تباہی و بربادی پر ہر شخص کو صدمہ ہوگا۔

چربی چڑھے ہوے کارتوس

غدر کے زمانے مین جو سبب اس کا مشہور ہوا تھا اُس کا مفصل حال آثار محشر مین لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بنارس کے ایک دولت مند ساہوکار کی بیٹی پر ایک انگریز عاشق ہوگیے اور اُس لڑکی کو اُس نے اُڑوالیا جب بہت تجسس کے بعد سیٹھ کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے انگریز سے استدعا کی کہ لڑکی کو چھوڑ دے اُس نے نہ چھوڑا اس سیٹھ کے پاس سنتالی قوم کے ہزارون آدمی لین دین کو آتے تھے اور سنتالی ایک قوم ہے کہ راج محل قلمرو بنگال کے نواح مین رہتی ہے بعض اُن کو صدتالی بھی کہتے ہین یہ لوگ قوی ہیکل ریچھ کی سی صورت بندر کی سی عادت والے ہوتے ہین اور پہاڑون اور گھاٹیون مین رہتے ہین اور کاشتکاری کرتے ہین اور مزدوری بھی کرتے ہین اور بعض نہایت نادار ہین بنارس وغیرہ کے ساہوکارون کے پاس مزدوری کے لیے آتے جاتے ہین اس ساہوکار نے سنتالیون کو اپنے بھید پر مطلع کیا اور کہا کہ راجگان اطراف سنگھ وبھوجپور وغیرہ انگریزون سے مخالفت رکھتے ہین تم بھی فساد کرو اور اُنکو روپے سے مدد دی راجہ کنور سنگھ بھوجپور یہ بھی انگریزون سے عناد پر آمادہ ہوگیا اور راجہ نیپال بھی اُس وقت تک انگریزون کا دشمن سمجھا جاتا تھا۔ اطراف بہار و بنگال مین سنتالیون نے شورش برپا کردی اور مشہور کر دیا کہ راجہ نیپال کی سپاہ مدد کو آرہی ہے اور اُنھون نے نئی سڑک کو جو چار گھنٹہ مین سنتالیون کے مساکن کے متصل گذر کر جارہی تھی بند کر دیا راج محل اور دوسرے صدہا قصبات کو لوٹ کر ویران

کردیا ہزاروں آدمیوں اور چوپایوں کو قتل کر ڈالا اُن کی سرکوبی کو انگریزوں کی تھوڑی سی سپاہ آئی تھی وہ راستوں کی دشواری اور جنگلوں اور درختوں کی کثرت کی وجہ سے غالب نہ آسکی کیونکہ انگریزوں کی زیادہ فوج پیشاور و بوشہر کی طرف روسیوں اور ایرانیوں کی آمد کو روکنے کے لیے گئی ہوئی تھی اس لیے سنتالیوں نے ہاتھ پاؤں پھیلا کر خوب ترقی کی اور سونے اور چاندی اور تانبے اور چمڑے کے سکے جاری کیے چنانچہ یہ شعر اُن کے سکے کے متعلق مشہور ہے۔

سکہ زد بر چرم تیران ملک گیر کمپنی   شاہ سندواں تدو قوم سنتالی عجی

اور اپنے سکوں کو ناگر بنارس تک فروخت کیا انگریز چونکہ فوجی قوت سے تدارک نہ کر سکے سہل انگاری کر کے سنتالیوں کی تالیف کی اور بہت کچھ انکو دے کر ملا لیا اور مہاجنان کلکتہ کے ذریعے سے مہاجنان بنارس کو راضی کر لیا اور جن انگریزوں نے ساہوکار کی بیٹی لے لی تھی اُس کو موقوف کر دیا اور سنتالیوں کو انعام و اکرام سے مالا مال کر کے اُن سے صفائی کر لی اور انتقام کو دوسرے وقت پر موقوف رکھا کیونکہ اس وقت میں سپاہ کمپنی بھی بے دل ہو رہی تھی۔ راجہ کنور سنگھ بھوجپور نے بھی شورش کو مدد دے کر اضلاع جنوب و راست بنارس کو انگریزوں کے خلاف اُبھار دیا تھا لیکن راجہ بنارس انگریزوں کا خیر خواہ رہا۔ جب سپاہ سالار انگریزی بنارس اور بھوجپور سے لوٹ کر کلکتے کو گیا اور کونسل کے سامنے راجہ بھوجپور سے اپنی سپاہ کی سازش کا حال بیان کیا تو کونسل کے چند مدبروں کی یہ رائے قرار پائی کہ ہندو مسلمانوں کا مذہب تبدیل کر دیا جائے اور بغیر اس حیلے کے یہ لوگ دبائے سے سیدھے نہیں ہو سکتے چنانچہ ہندوستانی ہر ہر پلٹن متعینہ احاطہ بنگال و احاطہ آگرہ و احاطہ بمبئی سے ایک ایک گارد جس میں چھ چھ سپاہی اور ایک ایک نایک یا حوالدار تھا پنجاب میں بلا کر اُن کو ترقیوں کا لالچ دے کر اور بعض بعض پر موقوفی کا دباؤ ڈال کر عیسائی بنا لیا اور جن لوگوں نے رضا و رغبت عیسائی مذہب قبول نہ کیا تو زبردستی اپنا جھوٹا اُن کو کھلایا یا منہ میں تھوک دیا اور انگریزوں نے یہ شہرت دی کہ ہم کو ایک پلٹن پوپ کے نام پر بنانا مقصود ہے پوپ روم کیتھولک کے چرچ کا سرگروہ ہے بعد اس کے ان سب آدمیوں کو اپنے اپنے مقامات کو لوٹا دیا اور یہ کوئی ۶ سو یا ۷ سو کے قریب جوان تھے انگریزوں نے یہ چاہا کہ اپنی اپنی پلٹنوں میں پہنچ کر دوسری پلٹنوں کو عیسائی بننے کی ترغیب دیں لیکن یہ لوگ بہت شکستہ دل ہو کر لوٹے تھے انھوں نے پہنچ کر دوسرے سپاہیوں سے کہا کہ ہم کو زبردستی عیسائی بنا لیا ہے اور انگریز کسی پلٹن کے آدمی کو عیسائی بنائے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ ستر اسی پلٹنوں کے چالیس پچاس ہزار آدمیوں نے یہ واقعہ سن کر قسم کھائی کہ انگریزوں کی نوکری چھوڑ دیں گے اور بقسم عہد کیا کہ مر جانا چاہیے مگر مذہب نہ بدلنا چاہیے تمام آدمی انگریزوں کے دل میں دشمن ہو گئے۔ انگریزوں نے بھی اُن کا

مذہب بگاڑنے کے لیے اتنی جلدی کی کہ گائے اور سور کی چربی کارتوسوں پر ملوا کر چھاؤنیوں کے سپاہیوں کو جمع کر کے حکم دیا کہ کارتوسوں کو منھ سے کاٹیں اور ظاہر کیا کہ نئی قسم کی بندوقیں ولایت سے منگائی ہیں انہیں سنگ چقماق کی ضرورت نہیں اور نہ گز ڈالنے کی ضرورت ہے کارتوس چکنا ہونے کی وجہ سے خود بخود پھسلتا چلا جائے گا اور بندوق کی نال بھی صاف رہے گی۔ ایکبار چھاؤنی اچانک کا آدمی جو کلکتے سے تین کوس کے فاصلے پر ہے ایک چمار کے پاس گٹھوانے کو جوتے لیگیا چمار نے اول ہاتھ دھوئے پھر جوتوں کو ہاتھ لگایا جوتے والے نے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا اول تو اس نے بھید نہ بتایا بہت اصرار سے پوچھنے پر چمار کہنے لگا کہ انگریز ہم سے گائے اور سور کی چربی کارتوسوں پر ملواتے ہیں آپ چونکہ ہندو ہیں جب کبھی جوتے کو ہاتھ لگاتے تو نجس ہو جاتا سپاہی نے چھاؤنی میں پہنچکر یہ حال بیان کیا یہاں سے سیکڑوں چٹھیاں دوسری چھاؤنیوں میں بھیجی گئیں اور یہ بھی مشہور ہو گیا کہ سور اور گائے کی ہڈیاں پسوا کر اشیائے خوردنی میں ملوا کر انگریز بازاروں میں بکواتے ہیں لوگوں نے ان کی چیزیں مول لینی چھوڑ دیں۔ آثار محشر کا مصنف کہتا ہے کہ اگرچہ انگریزوں نے اشیائے خوردنی میں کوئی نجس چیز نہیں ملوائی تھی اور نہ اون کا اس طرح کسی کا مذہب بدلنے کا ارادہ تھا مگر یہ غلط العام بات خوب شہرت پذیر ہو گئی اور اس کو مبالغہ کا جامہ پہنا کر لوگ گمراہ کن نتائج نکالنے کی کوششیں کرنے لگے اور ہر شخص کو یقین ہو گیا کہ انگریز ہمارے مذہب کو بگاڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں چنانچہ اول میرٹھ کی سپاہ یہ باتیں سن سن کر دل میں انگریزوں کی نوکری سے متنفر ہو گئی۔

جب ایک دن کرنیل نے میدان پریڈ میں سپاہیوں کو حکم دیا کہ کارتوس دانتوں سے کاٹو انھوں نے ایک رات کی مہلت مانگی اور باہم مشورہ کر کے یہ بات قرار دی کہ انگریزوں کی نوکری چھوڑ کر کسی ہندوستانی سرکار میں نوکری تلاش کرنی چاہیے چنانچہ دوسرے دن جب پلٹن میدان قواعد میں گئی تو کارتوسوں کے کاٹنے اور نوکری کرنے سے انکار کر دیا جب انگریزوں نے اصرار کیا تو سرکشی پر آمادہ ہو گئی آخر کار بارہ ہزار تلنگوں اور تین ہزار سواروں نے کہا کہ ہم نوکری نہیں کرتے ہماری چڑھی ہوئی تنخواہ دیدو اور ایک ماہ کی تنخواہ وصول کر کے دہلی کو بادشاہ کے پاس چلے گئے اور جا بجا چھاؤنیوں کی فوجوں کے پاس چٹھیاں بھیجدیں جہاں جہاں یہ چٹھیاں پہنچیں وہاں کے پیادہ و سوار نوکریاں ترک کر کے دہلی کی طرف روانہ ہو گئے (انتہی) جاہل تھے پھیر چال میں آگئے حالانکہ انگریزی قوم کے اصول اخلاق سے کسی کے مذہب میں مداخلت کرنی بہت بعید ہے جب اسپین یا اندلس میں اسلامی اقبال نے دامن ادبار میں منھ چھپایا اور وہاں نصاریٰ کا عمل و دخل ہو گیا تو نصف صدی کے اندر اندر مسلمانوں کا نام تک باقی نہ رہنے دیا جزیرہ سسلی کو

اٹلی کا قبضہ ہوا تو وہاں اسلام کی کوئی علامت باقی نہ چھوڑی الجزائر جسکی آبادی چھ کروڑ کہی جاتی ہے فرانس نے اُسپر قبضہ جماکر بڑے بڑے مظالم توڑے اسی طرح توس پر فرانس نے قبضہ کیا تو اصلاح تہذیب و تمدن کے مشہور بہانے سے یہاں کے مسلمانوں پر دست تعدی دراز کیا موجودہ دور میں فرانس نے شام پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں کے مسلمانوں پر بے حد ظلم و ستم روا رکھے مگر انگریزوں نے جہاں حکومت جمائی کسی کے مذہب و ملت میں دخل نہیں دیا۔

۱۸۵۷ء کے ایام غدر میں انگریزوں کے ساتھ ریاست حیدرآباد کی وفاداری اور دوستی

۱۸۵۷ء میں جبکہ تمام مغربی و شمالی (حال ممالک متحدہ) اور وسطی ہندوستان میں علانیہ شورش پھیلنے لگی اور غدر برپا ہوگیا تو چاروں طرف سے لوگوں کی نگاہیں دارالریاست دکن پر پڑنے لگیں چنانچہ اس وقت گورنر بمبئی نے حیدرآباد کے برٹش ریذیڈنٹ کرنیل ڈیوڈس کو بدیں مضمون تار بھیجا تھا کہ اگر نظام برگشتہ ہوجائے تو پھر ہمارے لیے کچھ باقی نہیں رہا لیکن یہاں کسی قسم کی بے ثباتی اور غدر کے آثار تک نہیں دکھائی دیتے تھے اور نہ باہمی برتاؤ میں کسی قسم کا فرق آیا تھا عین اس نازک وقت میں نواب ناصر الدولہ فرماں روائے حیدرآباد نے انتقال کیا مرنے کے پہلے انھوں نے اپنے فرزند افضل الدولہ بہادر کو بلوا کر بطور نصیحت کہا تھا کہ میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ تم ہمیشہ برٹش گورنمنٹ کے وفادار دوست بنے رہو کیونکہ اس نے میرے ساتھ ہمیشہ دوستانہ برتاؤ رکھا ہے نواب افضل الدولہ کی مسند نشینی کے بعد کرنیل ڈیوڈس کو گورنر جنرل کا ایک تار ملا کہ دہلی انگریزوں کے قبضے سے نکل گئی یہ پڑھتے ہی ریذیڈنٹ نے فوراً سالارجنگ کو بلوایا اور حقیقت حال سے اطلاع دی انھوں نے کہا کہ یہ مجھے پہلے ہی سے معلوم ہوچکا ہے کیونکہ تین روز سے تمام شہر میں یہ خبر مشہور ہوگئی ہے غرض جب دہلی انگریزوں کے قبضہ سے نکل گئی تو اُن ناعاقبت اندیش جاہل لوگوں کو جو انگریزوں کے اقتدار سے ناواقف تھے یقین ہوگیا کہ اب ہندوستان میں انگریزی حکومت کا خاتمہ ہوجائے گا لیکن ریاست حیدرآباد کی وفاداری اور دوستی میں ذرہ بھر بھی فرق نہ آیا۔
اسی اثنا میں ایک واقعے کے سبب حیدرآباد میں اُس وقت بالکل خفگی اور کشیدگی پھیل گئی تھی جسکی وجہ یہ تھی کہ نواب سالارجنگ نے ۱۳ سوار رسالہ اورنگ آباد کے جو باغی ہوگئے تھے گرفتار کرکے ریذیڈنٹ کی کوٹھی پر روانہ کیے تھے اس کارروائی نے اُن باغیوں کے ہمدردوں کو بالکل آگ بگولا بنا دیا اُن لوگوں نے تحریک کی کہ نظام کی خدمت میں ڈپوٹیشن بھیجکر اُن باغیوں کو

رہا کروانے کی درخواست کریں جب اس مین ناکامی ہوئی تو نظام اور مدارالمہام کو دھمکی دی گئی کہ اگر انگریزون کی مخالفت پر آمادہ نہوے تو جان سے مار ڈالے جائینگے لیکن اس دھمکی کا اثر جو کچھ کم اندیشہ ناک نہین تھی نہ نظام پر ہوا نہ اُنکے وفادار مدارالمہام پر۔ سالارجنگ نے فوراً چند معتمد اور سمجھدار عربون اور نظام کے گارد کے سپاہیون سے ضروری انتظام کیا اور شہر کے دروازون اور شاہ راہون پر اُن لوگون کو متعین کر کے حکم دیا کہ اگر کوئی شخص انگریزون کے برخلاف لوگون کو برانگیختہ کرتا ہوا پایا جائے تو فوراً بلا تامل گولی سے ماردیا جائے اور اگر کوئی واعظ مفسدانہ وعظ کرتا ہوا دیکھا جائے تو فوراً گرفتار کرلیا جائے اگرچہ اس وجہ سے سالارجنگ کو ہدف تیر ملامت بننا اور برے بول سننا پڑے لیکن ان انتظامات کا یہ نتیجہ ہوا کہ جنوبی ہندوستان غدر مین حصہ لینے سے بچ گیا اور انگریزون اور ہندوستانیونکی بے حساب جانین بچین اور بے حد روپیہ محفوظ رہا جس کے بصورت دیگر تلف ہونے کا بے حد اندیشہ تھا۔ ان انتظامات کی نسبت نظام کی فوج کا سپہ سالار میجر جنرل ہل یون لکھتا ہے کہ ان مؤثر اور اولوالعزمانہ تدابیر نے جنوبی ہندوستان کو بچالیا ورنہ اگر حیدرآباد کے لوگ ہماری مخالفت مین اُٹھتے تو مدراسی بھی ضرور اُن کی تقلید کرتے انسائیکلوپیڈیا برطانیہ نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ غدر ۱۸۵۷ء کے موقع پر حیدرآباد کو بہت اہمیت حاصل ہوگئی اُس وقت حکومت نظام کے مخالف یا موافق ہوجانے پر سارا دارومدار تھا کیونکہ ہندوستان مین وہی سب سے بڑی اسلامی ریاست تھی اُس کی مخالفت یا موافقت سے مسلمانون پر بہت گہرا اثر پڑسکتا تھا۔ حالات اس حد تک خطرناک ہوگئے تھے کہ رزیڈنسی حیدرآباد پر باغیون نے حملہ بھی کردیا مگر ریاست حیدرآباد اور اُس کی افواج انگریزون کی دوست اور وفادار رہی۔ ہر چند ریاست نے نہایت ہوشیاری اور خبرداری کی لیکن باوجود اسکے وہ اُس حملے کو روک نہین سکی جو چند جوشیلے مسلمانون نے رزیڈنسی پر کیا تھا تاہم اُسنے باغیون کے اُس ارادے سے اطلاع پاتے ہی کرنیل ڈیوڈسن رزیڈنٹ کو خبردار کردیا تھا اور کرنیل مذکور ہر طرح مستعد و ہوشیار ہوگیا تھا، ۱۷ جولائی روز دوشنبہ ۱۸۵۷ء کو دن کے چار بجے مولوی علاءالدین پانسو مفسدون کی مسلح جماعت لے کر افغانون کے سرغنہ طرہ باز خان کے گھر پر گیا جو عرصے سے گوشہ نشین تھا اور اُس کو اپنے ساتھ شریک کر کے کوٹھی رزیڈنسی کی طرف آیا۔ رزیڈنسی کی مغربی دیوار کے مقابلے مین بلند برآمدون کے دو مکانات تھے جن پر افغانون نے قبضہ کرلیا اور وہان سے رزیڈنسی کی سپاہ پر گولیان چلانی شروع کین اور دوسرے لوگ جو اُنکے ہمراہ تھے وہ نیچے سے دیوار کے چھیدنے مین مصروف ہوے رات تک دونون طرف سے گولیان چلتی رہین ادھر سے پٹھان اور اُدھر سے برٹش سپاہی لڑتے رہے جب صبح ہوئی تو برٹش

سپاہیوں نے اُن دونوں مکانوں پر ایک دم آگ برسانی شروع کی پٹھان اُس کے مقابلے کی تاب نہ لاسکے مکانوں کو خالی کرکے ریذیڈنسی پر باڑھ چلاتے ہوئے تیس مقتولین و مجروحین کو چھوڑ کر بھاگ نکلے بہت سے اُن کے ساتھی رات کی تاریکی کی وجہ سے بچ کر نکل گئے تھے۔ ۱۹ جولائی کو طرہ باز خاں زخمی ایک مقام سے گرفتار ہوکر آیا جسے سالار جنگ نے قید کر دیا لیکن وہ ۱۳ جمادی الآخرے ۱۲۷۵ھ ہجری کو شب میں بھاگ گیا۔ ۱۸ جمادی الآخرے سنہ مذکور کو بعض دیہات میں اُس کو جمعداروں نے مار کر سہ پہر کے وقت سالار جنگ کی ڈیوڑھی پر لاش لے آئے اور ماہ ذیقعدہ ۱۲۷۵ھ ہجری میں مولوی علاء الدین بھی منگل پلی میں گرفتار ہوا اور ریذیڈنٹ کے پاس بھجوا دیا گیا جس کو دائم الحبس کرکے انڈمان کو بھیجدیا گیا یوں اس واقعے کا خاتمہ ہوگیا۔

(۲) دوسری تھوڑی سی بغاوت اس ریاست میں اورنگ آباد کنٹنجنٹ کی سپاہ میں ہوئی جسکی تفصیل یہ ہے کہ حیدرآباد کنٹنجنٹ کی تین رجمنٹیں بطور گریس اورنگ آباد میں رہتی تھیں۔ ایام غدر میں اورنگ آباد کنٹونمنٹ میں انفنٹری کی دوسری رجمنٹ اور ایک توپخانے کی بیٹری تھی اور تیسرا رسالہ جو یہاں مقیم تھا وہ اس وقت مالیگاؤں کو چلا گیا تھا اور اس کی جگہ پر مومن آباد سے پہلی کیولری آرہی تھی چونکہ وہ تعب سفر سے خستہ ہوگئی تھی اس لیے چند گھنٹے استراحت کے لیے ایک چھوٹے قریے میں جس کا نام پپل گاؤں ہے اور اورنگ آباد سے کوئی چند میل کے فاصلے پر واقع ہے اتر پڑی یہاں اُس کو پہلے پہل ممالک متحدہ کے غدر کی خبر گوش زد ہوئی تمام سپاہیوں میں ایک سخت جوش پھیل گیا کیونکہ ایک تو غیر مناسب وقت میں دور و دراز سفر پر مجبور کرنے کی وجہ سے اُنکے دلوں میں تشویش پیدا ہوگئی تھی اور اُسپر غدر کی ہیبت ناک افواہیں گرم ہوگئیں اُن کو یقین ہوگیا کہ اُنھیں مفسدوں مقابلے کے لیے دہلی کو لیجایا جاتا ہے اسی اندیشے میں وہ شاید ۹ جون ۱۸۵۷ء کو اورنگ آباد آپہنچے اور شہر کے باہر کہیں کالے چبوترے اور کیولری کی لائنوں کے درمیان فروکش ہوئے اُن کے ورود کے ساتھ ہی فوجوں کی نامساعدی کی افواہ اُڑنے لگی لشکر کے سوار تمام سرکش مزاج اور تند خو تھے اور اگرچہ وہ اُن احکام کو بجا لاتے تھے جو انھیں دیے جاتے تھے لیکن بشاشت و شادمانی سے نہیں بلکہ ناخوشی و جبر سے لیکن یہ صرف رسالہ ہی نہ تھا جو باعث خوف و وحشت ہو بلکہ ادھر کے دور دست ملک سے ۲۵ آدمی دوسری انفنٹری میں بھرتی ہونے کے لیے آئے تھے اس لیے انگریزی افسروں کو نہایت فکر و تشویش ہوئی اور انکو یہ کھٹکا اور غلط افواہیں گوش زد ہونے لگیں کہ اُنھیں قتل کرنے اُنکے گھروں کو مع اُنکے اہل و عیال کے

اُن کی نظرون کے سامنے جلانے اور اُن کی چھاؤنی پر حملہ کرکے لوٹ مار کرنے کی خفیہ سازشین اور لگاتار کوششین ہو رہی ہین کیولری نے بازار مین ایک سبز جھنڈا بھی گاڑا تھا لیکن انگریز افسر اپنے ظاہری چال چلن سے اس بات کو ثابت کرتے رہے کہ فوج پر اُنکا پورا پورا بھروسا ہے اور بدگمانی کو دور کرنے کے لیے وہ حسب عادت اپنی اپنی رجمٹون کی لائنون مین برابر حاضر ہوتے رہے - آدھی رات کو تیسری کولری کا ایک سپاہی برہان بخش نام چھپکر انفنٹری کے اکمانڈر کپتان اسپیڈ کے پاس چلا آیا اور اُس نے اطلاع دی کہ کیولری کے سپاہی غالبًا آج علی الصباح کنٹونمنٹ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہین یہ بات سنتے ہی کپتان نے اپنی عورت بچے اور دوسری دو چار لیڈیون کو بیل گاڑی مین سوار کرکے اس معتمد اور وفادار برہان بخش کے ہمراہ احمد نگر کو روانہ کردیا اس گاڑی پر سپید پردہ پڑا ہوا تھا تاکہ اسلامی زنانہ سواری معلوم ہو یہ لوگ صحیح و سالم احمد نگر پہنچ گئے - جب بلوے کے آثار کنٹونمنٹ مین ظاہر ہوے تھے بہت سے حیدرآباد کے حکام کو ان واقعات کی خبر دی گئی اس پر حکم صادر ہوا کہ جلد فوج کا ایک دستہ پونا سے اورنگ آباد کو روانہ ہو جب کیولری کو خبر پہنچی کہ بمبئی کے رسالے قریب آ پہنچے تو وہ گھبرا گئی اور جان جوکھون کا خیال کرکے حسب عادت بالکل غریب اور فرمان بردار ہو گئی پونا کی فوج طویل طویل منازل کو طے کرکے کرنیل اوڈبرن کے ماتحت اورنگ آباد مین پہنچی کرنیل مذکور نے فوج کو قواعد کا حکم دیا اور یہان کے مشتبہ رسالے کے سپاہیون کو حکم سنایا کہ بغیر گھوڑون کے پریڈ پر حاضر ہون اس حکم کی برضا و رغبت تعمیل ہوئی اور جب اُنکو حکم دیا گیا کہ توپون کے مُنہ کے سامنے کھڑے ہو جائین تو فورًا اس کی بھی تعمیل کی چند لحظون کے بعد کرنیل اوڈبرن نے سوارون کے نیلے رسالے کے رسالدار کو پکار کے کہا کہ جن جن لوگون نے غدر کا ارادہ کیا تھا اُنکے نام ظاہر کیے جائین رسالدار نے پہلے رسالے کے اول جمعدار کا نام لیا اُس نے دیکھا کہ اب قلعی کھل گئی قریب ہے کہ اُس کا کام تمام ہو جائے مایوس ہوکر اپنے سپاہیون کو فیر کرنے کا حکم دیا وہ چاہتے تھے کہ بندوقین چلائین یہ دیکھتے ہی ہوش و حواس باختہ ہوگئے لیکن توپون کو بتی نہین دی جاسکتی تھی کیونکہ کرنیل اور دوسرے انگریز افسر اور بلوا انگیز بالکل ملے ہوے تھے بلوائی اس اضطراب کو غنیمت سمجھکر اپنے اپنے گھوڑونکی طرف بھاگے اور اُنکے پانوؤنکی رسیان کاٹ کر اور اُنپر سوار ہوکر چوطرفہ بھاگنے لگے یہ بھاگڑ بالکل وحشت انگیز تھی گویا وہ گھوڑدوڑ تھی جو موت اور زندگی کے درمیان ہو رہی تھی اُنکے پیچھے توپون بتی پڑی اور دھنا دھن کی آواز سے جنگل اور پہاڑ گونجنے لگے کئی گھوڑے جو بندھے ہوے تھے ہلاک ہوگئے اور دوسرے رسیان تڑا کر بدحواسی سے بھاگنے لگے اور قریبًا دس مرتبہ گولے

چلے ایک بہرہ اور ضعیف بوہرا (کہ ایک قوم ہے) اور ایک بوڑھیا جو اتفاقاً اُدھر سے جا رہے تھے گولوں کا نشانہ ہوگئے لیکن مفسدوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچا۔ ابھی توپوں کے اخیر گولوں کی صدائے بازگشت پہاڑیوں سے کم نہیں ہوئی تھی کہ چودھویں ڈراگوں نے بھاگے ہوئے سواروں کا تعاقب کیا لیکن چونکہ وہ بوجہ سفر دور و دراز کے بالکل تھکے ہوئے تھے اس لیے اُنکی گرفتاری میں کامیاب ہوسکے اُس خوفناک بلوے میں فوج کے دو حصے وفادار رہے اور اسی طرح سے بمبئی انفنٹری نے انھیں کچھ ایذا نہیں دی۔ میر فدا علی نامی ایک دفعدار نے اپنے لشکر کے افسر کپتان ایبٹ پر پستول چلایا تھا لیکن وہ بال بال بچ گیا۔ اس لیے میس ہاؤس میں اُسی وقت کورٹ مارشل قائم ہوا اور بعد تحقیقات و اثبات جرم کے اُس کو اُسی شام کو پھانسی دیدی گئی پھر چند روز تک متواتر کورٹ مارشل کے اجلاس ہوتے رہے اور کوئی ۲۴ آدمیوں پر جرم قائم ہوا جن میں سے ۱۲ بندوق سے اور تین توپ سے اُڑا دیئے گئے پہلی کیولری مدلاباد کو جو نظام کی سرحد ہے کوچ کرگئی اور وہاں دوسری تین کیولریوں میں سے اس میں سپاہی بھرتی کیے گئے اس سے دوبارہ اُس کو اپنی اصلی قوت حاصل ہوگئی جس سے وقتاً فوقتاً اُس نے بلوے کے زمانے میں عمدہ اور وفادارانہ خدمات بجا لاکے اپنے دامن حال سے بدنامی کے داغ کو مٹا دیا۔

حیدرآباد کی سپاہ کنٹنجنٹ کی ایام غدر میں خدمات

اس کنٹنجنٹ نے ایام غدر میں جو خدمات کیں وہ تاریخ میں قابل یادگار ہیں یہ اس وقت عادل آباد میں جمع ہوئی اور ۱۸۵۷ء کے موسم برسات کے بعد انگریزی فوجوں کے ساتھ وسط ہند کو لڑائی پر جانے کے لیے کوچ کیا لیکن اس سے پہلے راکھو گڑھ کے زمینداروں کی گوشمالی کی اور پھر دھار میں سنٹرل انڈیا کے پہلے بریگیڈ کے ساتھ جا ملی اس بریگیڈ کے پہنچنے سے پیشتر وہاں کی باغی گیریسن قلعہ سے فرار کرکے مہدپور کنٹنجنٹ کے ساتھ جاکے شریک ہوگئی حیدرآباد کے کنٹنجنٹ نے راول میں مہدپور کے پرجوش باغیوں کو جالیا ایسے میں مہدپور کی دو کنٹنجنٹ بھی وہاں آپہنچی جسنے اپنے کمانڈنگ افسر کی بیوی مسز ٹمس کو باغیوں کے ہاتھ سے بچایا تھا ان دونوں نے باغیوں پر جو راول میں متحصن تھے دوپہر کے بعد کوئی چار بجے حملہ کیا حملہ کرنے والوں کی تعداد صرف ۲۵۰ تھی اور باغیوں کی ان سے بہت زیادہ لیکن باوجود اُس کے وہ منہزم ہوگئے اور ۱۷۵ مقتول ہوئے اور آٹھ توپیں اور بہت سا ذخیرہ اُنکے ہاتھ آیا۔ کرنیل ڈیورنڈ اُس کیولری کی جوانمردی اور بہادری سے ایسا خوش ہوا کہ اُسی وقت حکم دیا کہ جب تک یہ کیولری لڑائی پر رہے اُس کے ہر ایک سپاہی کو علاوہ تنخواہ کے ماہانہ پانچ روپے کا اضافہ دیا جائے

وہان سے کنٹنجنٹ کے ساتھ ملنے کو ۲۶ دسمبر ۱۸۵۷ء کو آگے بڑھی اور ساگر سے دو منزل ادھر اُس کے ساتھ شریک ہوگئی۔ درۂ مدن پور کے فتح مین اُس نے بڑی مدد دی اور پھر تالبیٹ کے قلعے پر جو جھانسی سے جنوب مین تیس میل پر واقع ہے قبضہ کرلیا اس کے بعد جھانسی کے محاصرے اور کنچ کی سخت لڑائی مین اور کالپی کی فتح مین شریک رہی ان ہنگامون سے فارغ ہوکر جب دکن کو مراجعت کی تو راستے مین بلوائی زمیندارون کو زیر کیا اور پھر تانتیا ٹوپی کی باغیانہ حرکات کی وجہ سے گوالیار پر چڑھائی کی اور اُس کے قلعے کو فتح کرکے تیرہ مہینے کے بعد ملک نظام کو واپس آئی۔ فروری ۱۸۵۸ء مین کنٹنجنٹ کے ایک دستے نے شولاپور کے باغی راجہ کی فوجون کو منتشر کردیا۔

کمپنی کی حکومت سے ہندوستان کا نکلکر براہ راست تخت انگلستان کے ماتحت ہوجانا

نواب افضل الدولہ کی رزیڈنسی مین دعوت

سرکار کمپنی کی عملداری اُٹھ جانے اور حکومت براہ راست ملکہ معظمہ کوئن وکٹوریہ کے ہاتھ مین آجانے کی اطلاع کا خریطہ گورنر جنرل کا نظام کو رزیڈنٹ نے لاکر دیا اور ۱ نومبر ۱۸۵۸ء مطابق ۲ ربیع الثانی ۱۲۷۵ہجری روز دوشنبہ کی رات کو رزیڈنٹ نے کوٹھی پر نظام کی دعوت کی مغرب کے بعد نواب افضل الدولہ مع امیر کبیر شمس الامرا اور اُنکے بیٹون اور نواب سالارجنگ اور پیشکار راجہ نرندر پرشاد کے کوٹھی کو گئے دعوت کے بعد ناچ ہوا آتش بازی چھوٹی حسب الحکم کوٹھی سے سکندرآباد کی چھاؤنی اور حسین ساگر تک ہر صاحب مکان نے روشنی کی۔

غدر کی خیرخواہی مین نظام اور اُنکے عمائد کے لیے گورنمنٹ کی طرف سے تحائف آنا

نواب افضل الدولہ اور اُن کے مدارالمہام کی کارگزاری و دلسوزی نے انگلش حکام کو نہایت شکرگذار کیا غدر کے فرو ہونے کے بعد ایک موقع پر کرنیل ڈیوڈسن نے اس بارے مین اپنی اسپیچ مین یون کہا تھا کہ حضور نظام کے مدارالمہام نے جس استقلال اور آمادگی کے ساتھ برٹش گورنمنٹ کو مدد دی ہے وہ حیطۂ تعریف سے باہر ہے اس سے پیشتر ریاست دکن کے کسی دیوان نے انگریزی گورنمنٹ سے ایسی صداقت اور سرگرمی کے ساتھ دوستانہ برتاؤ نہین کیا تھا جیسا کہ سالارجنگ

سے کیا ہے اگرچہ ہمیں مدد دینے کی وجہ سے تمام لوگ انھیں مخالف شرع سمجھے اور اُن پر طعنہ زنی کرنے اور انھیں قتل کی دھمکیاں دینے لگے لیکن باوجود اس کے اُن کے وفادارانہ طریقے میں کبھی فرق نہ آیا اور نہ ہماری فوجوں کی عارضی پسپائی کی خبروں نے جو ممالک مغربی و شمالی (ممالک متحدہ) سے پیہم چلی آرہی تھیں اُنھیں ایک لمحہ کے لیے متزلزل کیا میں نے ایسے وقت میں جس چیز کی اُن سے استدعا کی اُنھوں نے بغیر کسی غور و تامل کے نہایت مستعدی کے ساتھ اُسی وقت اُسکو پورا کر دیا اور گورنمنٹ نظام کے ذرائع حتے الامکان میرے سپرد کر دیے۔

اسی طرح ۱۸۵۹ء میں لارڈ کیننگ نے نظام کو اپنے ہاتھ سے ایک خط لکھا تھا جس میں اس اہم وقت میں امداد دینے کا شکریہ ادا کیا تھا اور بہت ہی عمدہ و مناسب الفاظ میں سر سالار جنگ کی بر وقت خدمات کا اعتراف کیا اُس کے بعد ۵ ماہ اکتوبر ۱۸۶۰ء مطابق ۱۹ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ کو گورنمنٹ آف انڈیا نے ایام غدر کی وفاداری کے صلے میں نواب افضل الدولہ اور اُنکے امرا کو تحائف بھیجے جو تحائف کلکتے سے آئے تھے اُن کے پیش کرنے کو رزیڈنٹ مع اٹھائیس دیگر انگریزوں کے آیا کشتیاں صبح ہی کو آچکی تھیں نواب صاحب دربار میں آکر مراسم معمولی کے بعد مسند پہ بیٹھے رزیڈنٹ مسند کی سیدھی طرف ایک پاؤں بچھائے دوسرا گھٹنے کے بل اُٹھائے بیٹھا اور اسی طرح سر سالار جنگ مختار الملک مدار المہام بیٹھے اس دن شہر میں سخت انتظام تھا تماشائی شہر پیادے کے دہلی دروازے سے نقار خانے کے دروازے تک دوکانوں اور ناکوں پر بیٹھے ہوئے تھے مگر حکم تھا کہ کوئی ہتھیار لگا کر نہ آئے مختار الملک مدار المہام کے اشارے سے کشتیاں آئیں جتنی نے اہلکاروں کے ہاتھ سے لیں تو خود مختار الملک اُٹھ کھڑے ہوئے اور کشتی کے ہاتھ سے لیکر زمین پر رکھا تورہ پوش اٹھائے۔ ان میں جواہر طرہ۔ دستبند۔ بھجبند۔ ہار۔ سرپیچ جیغہ۔ کلغی۔ دو تلواریں۔ ایک پیش قبض۔ ایک سپر جواہر نگار۔ دو شالے۔ کمخواب کا تھان پیش کیے تھیں۔ مختار الملک نے اول تلوار نواب کو پیش کی اُنھوں نے ہاتھ میں لے کر پھر مختار الملک کو دیدی بعدہ سب اشیا نواب کو ملاحظہ کرا کے علیحدہ رکھدی گئیں پھر نواب کی طرف سے دو کشتیاں آئیں ایک ایک سرپیچ مع جیغہ مختار الملک نے اُٹھا کر ایک ایک انگریز کو دی ہر ایک انگریز نے اُٹھ کر لیا اور ہاتھ اپنا لگا کر چپڑاسی کے حوالے کیا۔ پھر پانچ کشتیاں آئیں اُنمیں زیادہ عمدہ تھے سرپیچ۔ جیغہ۔ ہار۔ جیغے بڑے بڑے پانچ صاحبان عالی شان کو دی گئیں۔ پھر ایک کشتی رزیڈنٹ کے لیے آئی اس میں بالکل جواہر تھا دستبند بھجبند وغیرہ یعنی جواہر نگار تھے مختار الملک سرپیچیں نواب کے سامنے لائے نواب نے اپنے ہاتھ سے انکو رزیڈنٹ کو دیا پھر عطر و پان کی تقسیم ہو کر رزیڈنٹ اور دوسرے انگریز چلے گئے۔ مختار الملک اور شمس الامرا ساتھ تھے نواب نے

چند کشتیاں جو گورنمنٹ سے آئی تھیں ایک کو اور چند کشتیاں دوسرے کو دیدیں کہتے ہیں کہ جسقدر سامان آیا تھا وہ ایک لاکھ روپے کا مال تھا۔ گورنمنٹ نے شمس الامرا۔ اور مختار الملک کے لیے بھی تیس تیس ہزار روپے کا مال بھیجا تھا اور تین عرب جمعداروں یعنی سیف الدولہ بدر جنگ عبداللہ بن علی اور شمشیر الدولہ جان بازجنگ عمر بن اعوض اور مقام الدولہ غالب جنگ کے لیے پندرہ پندرہ ہزار کا اور کوتوال بلدہ زور آور جنگ کے لیے بارہ ہزار کا اور راجہ شرداؤ نرسنگداس کے لیے ایک ہزار کا سامان آیا تھا۔ اس دربار میں نواب نے صرف معمولی کلام کیا۔ رزیڈنٹ سے پوچھا کہ لارڈ صاحب اچھے ہیں اور اب کہاں ہیں اور بس پھر ایک انگوٹھی تحائف سے پہنی جب وہ نہیں چڑھی تو نواب بولے کہ ہمارے ہاتھ میں نہیں آتی اور تلوار کو رغبت سے لے کر مسند کی برابر رکھدیا چودھویں ربیع الثانی ۱۲۷۸ھ ہجری کو نواب کی طرف سے خریطہ تحائف موصولہ کی شکرگذاری کا بھیجا گیا۔

نظام کو خطاب ملنا

قاعدہ ہے کہ فرمانروا اپنے فرمان بردن کو عمدہ عمدہ خدمات کا صلہ دیا کرتے ہیں اور خطاب والقاب وجاہ ومنصب اور مدارج اعزاز سے ممتاز کیا کرتے ہیں تاکہ اونکو خدمات عالی کی بجاآوری کی ترغیب ہو اور اس سے رعایا پر بادشاہ کی شفقت اور عاطفت کا ثبوت ہوتا ہے اور بادشاہ کو رعیت کی نیک خواہی اور جان نثاری پر اعتبار ہوتا ہے سو نظام کا القاب گورنمنٹ کے کاغذوں میں یوں مقرر ہوا۔

نواب صاحب مشفق مہربان قدردان مخلصان سلمہ

اور جناب ملکہ معظمہ وکٹوریہ آف جہانی کا ایک فرمان واجب الاذعان ۲۰ جولائی ۱۸۶۱ء کو صادر ہوا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مابدولت نے اپنی مرضی خاص اور علم کامل اور عزم مبارک سے ایک رتبۂ جدید بہادری جو آج سے دوام کے لیے خطاب موسٹ اگزالٹڈ آف دی اسٹار آف انڈیا سے موسوم ہوکر مشہور اور معروف ہوگا تجویز اور ایجاد کیا ہے اور مابدولت کا ارشاد ہوتا ہے کہ رتبۂ مذکور میں ایک شخص سوورین (یعنی سردار اعلے) اور ایک گرینڈ ماسٹر (یعنی سردار) اور پچیس نائٹ (یعنی بہادر) شریک رہیں اور والیان ہند اور سرداران ہندوستانی اور ہماری رعایا میں وہ اشخاص جو اس قسم کی لیاقت رکھتے ہوں اس رتبۂ عالی سے محروم نہ کیے جائیں مابدولت کی تجویز اقدس سے مابدولت کے عزیز معزز اور مشیر اکبر چارلس جان ارل کیننگ گورنر جنرل ہندوستان اس رتبۂ موسٹ اگزالٹڈ آف دی اسٹار آف انڈیا کے اول سردار

مقرر ہوئے اور یہ مقتضائے دانشمندی و مصلحت ہے کہ رتبۂ مذکور کا سردار ایسے اشخاص کو جو وقتاً فوقتاً مابدولت کی تجویز اقدس سے نامزد ہو کر اس رتبے کے بہادر مقرر کیے جائیں عہدۂ موسٹ نائٹ سپلر عطا کرنے کا مجاز ہے اس لیے مابدولت اقتدار و اختیار رکھتے ہیں کہ گورنر جنرل موصوف مابدولت کی طرف سے خطاب اور مرتبہ اور اعزاز نائٹ سپلر کا اُن اشخاص کو عطا کریں جو مابدولت کی تجویز سے رتبۂ مذکور کے بہادر مقرر ہوئے۔

چنانچہ نواب افضل الدولہ بہادر کو بھی گورنمنٹ نے نائٹ گرینڈ کمانڈر آف دی اسٹار آف انڈیا کا خطاب دیا۔

تمغائے ستارۂ ہند کی ماہیت سے نواب افضل الدولہ بہادر کی ناواقفیت

مولوی ذکاء اللہ لکھتے ہیں کہ ۱۸۶۱ء میں لارڈ کیننگ سے نواب افضل الدولہ کو تمغائے ستارۂ ہند بھیجا رزیڈنٹ نے جس وقت نظام کو وہ تمغا پیش کیا تو انھوں نے ہاتھ میں اُس کو لیکر مسند کے پیچھے رکھدیا اور اُسپر جھک کر ہو بیٹھے اُس کا اخباروں میں چند دنوں خوب چرچا رہا مشرقی ممالک میں بادشاہ کی طرف سے خطاب والقاب کو رئیس ایسا بڑا اعزاز سمجھتے ہیں یہ بات تو سمجھ میں نہیں آتی کہ نواب نے یہ حرکت گستاخی اور بے ادبی سے کی ہو ہندوستانی رئیسوں سے جنکی تربیت میں بادشاہ کا ادب ہوتا ہے ایسی حرکات صادر ہونا نادرات سے ہے مگر نظام کی عقل سے یہ بعید نہیں کہ وہ اس تمغے کو یہ سمجھے ہوں کہ یہ بھیجنے کی کوئی چیز ہے اس لاعلمی سے انھوں نے اپنی گدی کے پیچھے رکھدیا اور تلے دبا کر بیٹھے بعض یہ کہتے ہیں کہ تمغے میں جانسلطنۂ عظمیٰ کی تصویر تھی اور اہل اسلام اپنے پاس تصویر رکھنے کو حرام سمجھتے ہیں اس نظر سے نظام نے اُس کو تلے میں دبا ڈالا۔

(۲) اُس وقت کے دیسی لوگوں کا دوسرا بیان یہ ہے کہ ۲۲ ماہ صفر ۱۲۷۸ھ ہجری کو رزیڈنٹ نواب افضل الدولہ کے پاس آکر تمغائے ستارۂ ہند اور نائٹ کا خطاب ملکہ کی طرف سے اور گورنر جنرل کا خریطہ اس مدعا کا پیش کیا نواب صاحب کو کسی قدر تامل ہوا اور رزیڈنٹ سے کہا کہ ہم ملکۂ معظمہ اور گورنر جنرل کی خوشنودی چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوستی روز بروز زیادہ ہو مگر یہ نہیں چاہتے کہ کوئی نئی بات پیدا ہو رزیڈنٹ نے کہا کہ اگر آپ اسے قبول نہیں کریں گے تو میں لکھدوں گا پھر آپ کے اور گورنمنٹ برٹش کے درمیان دوستی رہے گی نواب نے کہا

کہ بہت اچھا مجھکو تمھاری خوشی منظور ہے اور خریطہ ہاتھ سے لے لیا اور اُس کی دوسری نقل مختار الملک کو دیدی دربار برخاست کیا۔ ۲۱ توپین برخاست دربار کے بعد چلین۔

ایضاً چونکہ تمغائے ستارۂ ہند مین تصویر تھی نواب نے رزیڈنٹ کو کہا کہ اس مین کچھ تغیر ہونا چاہیے رزیڈنٹ نے گورنر جنرل کو اطلاع دی کہ نظام بوجہ اپنے دین کی پاسداری کے تصویر کا رکھنا برا جانتے ہین اس لیے وہ کچھ تغیر و تبدل ستارۂ ہند مین چاہتے ہین وہان سے منگل کے روز ۱۹ ربیع الثانی ۱۲۷۸ھ ہجری (مطابق ۱۸۶۱ء) کو رزیڈنٹ کے پاس تار کے ذریعے سے جواب آیا کہ ستارۂ ہند دوستی کا نشان ہے اگر مع شرائط اُس کے نظام قبول کرتے ہین تو بہتر ہے ورنہ ہمارا تمغا بھیجدو ہم نے اورونکو بھی دیا ہے فقط نظام کے لیے اس مین تغیر و تبدل نہین ہوسکتا گورنمنٹ کے سکرٹری اعظم نے ایک چٹھی بھی رزیڈنٹ کو لکھی جس کا مضمون رزیڈنٹ نے مختار الملک کو لکھکر بھیجدیا کہ تمغائے ستارۂ ہند ہر ایک کو نہین دیا ہے یعنی یہ بات عام نہین ہے خاص خاص آدمیون کے لیے ہے یہ تمغا ہر وقت نہین ملتا کبھی کبھی دیا جاتا ہے۔ مختار الملک سالار جنگ فہمیدہ آدمی تھے اُنھون نے نواب کو سمجھا دیا اور ایک خط جو سکرٹری اعظم کے نام تیار کیا تھا نواب کو دکھا کر خود کوٹھی پر رزیڈنٹ کو دے آئے مضمون اُس کا یہ تھا کہ تمغا بخوشی لیتے ہین مگر آپ کو اطلاع کرتے ہین کہ اُس مین ہمارے دین کا خلاف ہے تیرھوین جمادی الاولی ۱۲۷۸ھ ہجری کو کسی بدفہم نے نواب افضل الدولہ اور مختار الملک اور امیر کبیر شمس الامرا کے دروازون پر ستارۂ ہند کی ہجو مین کاغذ لکھکر چپکا دیے تھے۔

ایضاً ۵ ربیع الثانی روز پنجشنبہ ۱۲۷۸ھ ہجری کو جارج ٹنکس ستارۂ ہند کا تمغا کوٹھی مین داخل کرکے چلا گیا تھا ۱۲ جمادی الاولی ۱۲۷۸ھ ہجری مطابق ۲۵ نومبر ۱۸۶۱ء کو رزیڈنٹ ڈیوڈسن ۱۱۹ انگریزون کے ساتھ نواب کے دربار مین آیا اور وہ تمغا پیش کیا ۲۱ توپین یہان اور ۲۱ حسین ساگر پر چھوٹین نواب نے اس وقت رزیڈنٹ سے کہا کہ جو اشتہارات لوگون نے دیے ہین وہ سب غلط ہین۔

(۳۰) ۱۴ جمادی الاخری ۱۲۷۸ھ ہجری ۱۷ نومبر ۱۸۶۱ء کو سکندرآباد کی چھاؤنی مین نواب صاحب کی طرف سے تمغائے ستارۂ ہند کی خوشی کے اظہار مین انگریزونکی ضیافت ہوئی اس ضیافت مین بہت سے یورپین مرد و زن شریک تھے۔

فائدہ نظام کو ایک سند گورنمنٹ کی طرف سے ملی جسکی رو سے یہ اجازت ہوئی کہ کوئی شخص گدی نشین ریاست جو از روئے شرع محمدی و رواج خاندان ہو گا منظور کیا جائے گا۔

نیا عہدنامہ ہونا اور وہ تین ضلع واپس ملنا جو پہلے قرض اور خرچ سپاہ کے عوض میں لیے گئے تھے

جو علاقہ فوج خرچ کے لیے نواب افضل الدولہ کے باپ نے بموجب عہدنامہ ۱۸۵۳ء کے سپرد کیا تھا ان علاقوں کا حساب سالانہ نظام کو دیا مشروط ہوا تھا اس سبب سے نہایت دقت اور تکرار پیدا ہوتی تھی اور نیز از روئے عہدنامۂ تجارت ۱۸۰۲ء کے بھی جس کی رو سے پانچ روپیہ فی صدی کا تحصیل کرنا پڑتا تھا بہت دقت عائد ہوتی تھی اس لیے نظر رفع ان تکالیف اور دقتوں کے اور نیز بطور انعام دینے نظام کے بصلۂ خدمات لائقہ ۱۸۵۷ء کے ایک عہدنامہ بتاریخ ۲۹ ماہ دسمبر ۱۸۶۰ء مطابق ۲ جمادی الآخری ۱۲۷۷ ہجری کو گورنر جنرل لارڈ کیننگ کے وقت میں معرفت لفٹنٹ کرنل ڈیوڈسن سی بی ریزیڈنٹ دربار نظام کے ہوا جس کی رو سے رقم مبلغ پچاس لاکھ روپیہ قرضی ریاست حیدرآباد معاف ہوا اور علاقہ شوراپور جو باعث سرکشی راجۂ مقام مذکور کے ضبط ہو گیا تھا نواب افضل الدولہ کو عنایت ہوا اور تمام اضلاع رائچور دوآب اور ۱۲۰ وہ علاقے جو سرحد مغربی علاقہ نواب پر ملحقہ کلکٹری احمدنگر و شولاپور واقع تھے نواب صاحب کو واپس ملے اور نواب نے بعض اضلاع برلب دریائے گوداوری جس پر تجارت بلا محصول ہو گئی گورنمنٹ انگلشیہ کے سپرد کر دیے اور اقرار کیا کہ باقی اضلاع سپرد شدہ برار مع دیگر اضلاع کے جن سب کی نکاسی ۳۲ لاکھ روپیہ ہو گی مکفول بطور ضمانت بابت ادائے خرچۂ فوج حیدرآباد کنٹنجنٹ وجہ تتمہ آباد سے و تنخواہ عاملان مہی پت رام اور تنخواہ بعض پنشنداران مرہٹہ کے برٹش گورنمنٹ کے قبضے میں رہیں گے اور نواب صاحب نے یہ اقرار کیا کہ بابت آمدنی ان اضلاع عطا شدہ کے کچھ حساب طلب نہ کیا جائے۔ اور گورنمنٹ انگلشیہ نے یہ اقرار کیا کہ نواب کو وہ رقم فاضل دیتی رہے گی جو بعد ادائے خرچہ تتمہ آباد سے و تنخواہ ماہواری فوج کنٹنجنٹ و تنخواہ عاملان مہی پت رام اور تنخواہ بعض پنشنداران مرہٹہ کے اور اخراجات تحصیل اور انتظام کے بچے گی۔

اب گورنمنٹ انگریزی کی غرض یہ تھی کہ حکومت کل ان اضلاع سپرد شدہ کی حاصل ہو تاکہ جس طرح چاہے اُس کا انتظام کرے۔ عہدنامہ ۱۸۶۰ء کچھ کمی محاصل اشیائے درآمد برآمد علاقہ نظام میں نہیں کرتا یہ سب محاصل حسب دستور پانچ روپیہ فی صدی قائم رہے باستثنائے اُس نمک کے جس پر نواب نظام کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ محصول زیادہ لیا کریں تاکہ وہ برابر اُس محصول کے ہو جو گورنمنٹ انگریزی افیون کی پیداوار پر لیتی ہے۔

اس عہدنامے پر رزیڈنٹ اور مدارالمہام سالارجنگ آکر نواب افضل الدولہ کی خاص مہر کراکر لے گئے۔ ۱۳ جنوری ۱۸۶۱ء موافق یکم رجب ۱۲۷۷ھ ہجری کو پرانی حویلی مین نواب افضل الدولہ نے ایک دربار کیا اُس مین رزیڈنٹ نے تعلقجات رائچور دوآب و دھاراشیون وشولاپور و بیدر وغیرہ کی فرد نواب سے سامنے پیش کی چونکہ مختارالملک کی کچھ جاگیر اُس ملک مین آگئی تھی جو انگریزون کو دیا گیا تھا اس لیے اس دربار مین اُس کی جگہ دوسرے اضلاع اُن کو دیے گئے۔

سالارجنگ کی معزولی کی سازشین

(۱) جو اضلاع غدر کی خیرخواہی مین ریاست کو واپس دیے گئے تھے وہ خاص سر سالارجنگ مدارالمہام کے قبضۂ اختیار مین رکھے گئے تھے لیکن نواب صاحب نے اُنھین حسب خواہش رزیڈنٹ مدارالمہام کو سپرد کرنے مین کسی قدر لیت ولعل کیا یہ لیت ولعل ایک سازش کی وجہ سے تھا جو مدارالمہام کی معزولی کی نسبت کی جا رہی تھی نواب صاحب کو اس بات کا یقین دلایا گیا تھا کہ رزیڈنٹ چاہتا ہے کہ مدارالمہام کو معزول کر دیا جائے جب نواب نے کرنل ڈیوڈسن سے اس بارے مین مشورہ کیا تو اُس نے ایسی سخت مخالفت کی کہ نواب بالکل متعجب ہوگئے۔ رزیڈنٹ نے نواب کو فہمائش کی کہ کوئی حاکم کسی لیاقت اور قوت کا ہو ایسے وفادار اور لائق مدارالمہام سے علیحدگی نہین کرسکتا اور نواب کی کارروائی اور طریق پر سوائے طریق دانائی اور انصاف کے تصور کی جائے گی پس سالارجنگ اپنے عہدے پر قائم رہے اس وقت کھلا کہ افضل الدولہ کو کسی نے غلط خبر پہنچائی تھی پھر اس سازش کے مرتکبون کا سُراغ لگایا گیا اور نواب اور مدارالمہام مین بالکل صلح ہوگئی نواب نے سالارجنگ کو اپنی صفائی قلب کا یقین دلانے کے لیے بہت سے قیمتی تحائف مرحمت کیے اور اضلاع مذکورہ اُنکے سپرد کر دیے تو سالارجنگ نے اُنکا ویسا ہی انتظام کیا جیسا کہ انگریز کرتے تھے۔

(۲) ۱۸۶۱ء مین دوسری ایک سازش اُسی قسم کی مدارالمہام کی معزولی کی نسبت کی گئی لیکن اُس کو بھی روک دیا گیا۔

(۳) ۱۸۶۷ء کے آغاز مین نواب افضل الدولہ نے اپنے اور مدارالمہام کے درمیان ایلچی گری کے لیے ایک ایسے شخص کو مقرر کیا تھا جو مدارالمہام کا جانی دشمن تھا اس لیے مدارالمہام نے اپنا استعفا پیش کر دیا لیکن وہ منظور نہوا اور بہت جلد مصالحت ہوگئی۔

پھر نواب افضل الدولہ نے جناب ملکۂ معظمہ کی طرف سے نیا نیا سالارجنگ کو ستارۂ ہند کا خطاب مرحمت کیا اور رزیڈنٹ سر جارج یول بھی اُسی وقت اس خطاب سے مخاطب ہوا۔

استرداد برار کی ناکام کوشش

۱۸۶۶ء میں سر سالار جنگ نے معاہدۂ تقسیم کی رو سے استرداد برار کی تحریک کی لیکن اس باب میں انھیں یہ تلخ جواب ملا کہ آپ کا خط جو آپ کے ولی نعمت کی عالی ظرفی اور آپ کے تدبر کے خلاف ہے گورنر جنرل کو یہ لکھنے پر آمادہ کرتا ہے کہ آئندہ سے دربار حیدرآباد کی تحریکیں زیادہ سنجیدہ اور درست ہونی چاہئیں ۱۲ دسمبر ۱۸۲۸ء کا پیسہ اخبار لکھتا ہے کہ سالار جنگ اعظم کو استرداد برار کا مسئلہ اٹھانے کے باعث گرفتاری اور اخراج کی دھمکی دی گئی اور اسپیشل ٹرین تیار کی گئی تھی کہ اُن کو لیجا کر ملاری میں نظر بند کر دیا جائے۔

سالار جنگ کی مقتولی کی کوششیں

(۱) فروری ۱۸۵۹ء میں ایک خونی نے جس نے پہلے ایک جج کو قتل کرنیکی کوشش کی تھی رزیڈنٹ اور مدارالمہام دونوں پر گولی چلائی لیکن حسن اتفاق سے دونوں بچ گئے اور مدارالمہام کے ملازموں میں سے ایک شخص زخمی ہوا پولیس نے اُس وقت اسکی خوب خبر لی اور پھر اسکو قید کرکے ایک مہینے تک سمجھاتے رہے کہ اُس مجرمانہ کارروائی پر جس نے اُس کو آمادہ کیا ہے اُس کا نام ظاہر کرے لیکن اُس دُھن کے پکے نے نہیں مانا اور آخر کو قتل کیا گیا۔

(۲) مدارالمہام ایک ہوادار پر سوار ہو کر نظام کے دربار کو جارہے تھے اس ہوادار کے اطراف اُن کی جلو میں بہت سے ملازم تھے جب وہ ہوادار نظام کے محل کے قریب ایک تنگ گلی میں پہنچا تو ایک شخص نے اژدحام میں سے اُن پر پیہم پستول کے دو فیر کیے پہلے فیر نے مدارالمہام کے ایک ملازم کو سخت مجروح کر دیا جس سے وہ وہاں پر ہو سکا اور دوسری گولی سر سالار جنگ کی پگڑی کو چھوتی ہوئی ہوادار کو توڑ کر باہر نکل گئی اور دوسرے نوکر کو زخمی کر دیا مجرم کو اُسی وقت گرفتار کر لیا اگر سالار جنگ منع نہ کر دیتے تو اُسی وقت اُس کے ٹکڑے کر دیے جاتے اس واقعہ کے بعد وہ اطمینان کے ساتھ نواب کے دربار میں آئے اور اپنی معمولی جگہ پر متمکن ہوئے نواب کو پہلے ہی اس واقعے کی خبر ہو چکی تھی انھوں نے نہایت تپاک کے ساتھ سالار جنگ کو اُنکے بال بال بچنے کی مبارکباد دی مجرم شہر کوتوال کے سپرد ہوا اور مقدمے کی تحقیقات کے بعد اُس کی گردن اڑا دی گئی ہرچند مدارالمہام نے چاہا کہ اُس کی سزائے موت کو قید سے بدل دیا جائے لیکن نواب نے نہیں مانا۔

اس واقعے کے ایک ہفتے کے بعد نواب صاحب نے ایک اعلان جاری کیا کہ سوائے

سرکاری ملازمون کے کوئی شخص ہتھیار لے کے باہر نہ نکلے اور اسکے ساتھ یہ بھی ظاہر کردیا گیا کہ جو لوگ مسلح سپاہیون کو اپنے ساتھ رکھتے ہین وہ اُنکے چال چلن کے ذمہ دار ہین اور ملازم سپاہی اُسی وقت پر مسلح ہون جب اپنے آقاؤن کی جلو مین باہر نکلین۔

اصلاحات ملکی

۱۲۸۳ھ ہجری (۱۸۶۹ء) مین ممالک محروسہ ریاست حیدرآباد کو پانچ صوبون اور سترہ ضلعون مین تقسیم کیا گیا ہر صوبے پر ایک ایک صوبہ دار کا تقرر عمل مین آیا۔ اور ہر ضلعے پر ایک ایک تعلقہ دار مقرر کیا گیا اور ہر تعلقہ دار کو دو دو مددگار تعلقہ دار دیے گئے اور ضلعے بھر کے ہر ہر تعلقے پر تحصیلدار مقرر کیے گئے۔ صیغجات عدالت۔ تعمیرات۔ طبابت۔ صفائی اور تعلیمات بھی قائم کئے گئے تمام اضلاع مین دواخانے اور مدرسے کھولدیے گئے خاص شہر بلدہ مین ایک بڑا شفاخانہ تعمیر ہوا یہان مریضون کے رہنے اور کھانے پینے کا بہت اچھی طرح انتظام کیا گیا۔

رزیڈنٹ کے اختیارات مین توسیع

نواب صاحب نے ۱۰ ماہ جولائی ۱۸۶۱ء مطابق ۳ ماہ ذیحجہ ۱۲۷۷ھ ہجری کی سند کے ذریعے سے رزیڈنٹ حیدرآباد کو یہ اختیار دیا کہ وہ تحقیقات اُن جرائم کی کرے جو اہل یورپ اور دوسرے ہندوستانیون سے جو گورنمنٹ انگریزی کے ملک کے باشندے ہون حدود حیدرآباد کے اندر صادر ہوے ہون یا جس کو وہ اختیار اپنی طرف سے دے دیا کرے اور جو تکرار اُنھین اور باشندگان ملک نواب مین ہوتی ہو رزیڈنٹ تحقیقات اُس تکرار اور نزاع کی کرکے مجرم کو سزا دے جس کا مطلب یہ تھا کہ ایسے لوگون کے جرائم کی تحقیقات افسران گورنمنٹ انگریزی کیا کرین اور ریاست کی عدالتون کو اس مین کوئی اختیار نہ تھا۔

سکۂ حالی کا اجرا

چونکہ غدر کے بعد بادشاہ دہلی کا سکہ چلنا نامناسب تھا گورنر جنرل کے ایما سے حیدرآباد مین بادشاہی سکہ موقوف ہوکر ۱۹ محرم ۱۲۷۵ھ ہجری سے نیا سکہ تجویز ہوا جس مین ایک طرف نظام الملک آصف جاہ اور دوسری طرف حیدرآباد اور تیمنًا لفظ محمد کے عدد ۹۲ مسکوک ہونا قرار پایا اس سکے کا نام حالی مشہور ہوا۔

ذرا ذرا سی بات پر خون ریزی

۱۷ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ ہجری کو نواب مختار الملک کی سواری میں صرف اتنی سی بات پر کہ ایک سوار کے گھوڑے نے کسی کے لات ماری اس نے کچھ منہ سے برا کہا بات بڑھی تلوار چلی ایک گھوڑا۔ دو سوار اور تین عرب دروازۂ نقار خانہ پر مارے گئے۔

(۲) سلخ جمادی الاول ۱۲۷۶ھ ہجری کو مظفر الملک مظفر الدولہ میر فتح علی خاں پسر سکندر جاہ ایک باغ کے معاملے میں سالار جنگ سے ناراض ہوگیا اور انکی آسامیاں گرفتار کرلیں بلکہ یہانتک آمادۂ فساد ہوا کہ پانچ جمادی الآخری کو اُنکے مکان کے سامنے چند آدمیوں کو اپنے ہاتھ سے گولی سے مار ڈالا مظفر الملک کا مکان سالار جنگ کے ملو خانے کے سامنے تھا جب نواب صاحب کو یہ حال معلوم ہوا تو مختار الملک سالار جنگ سے کہلایا کہ ایسی کارروائی کرو کہ جس سے انکو تاسف اور ہمکو رنج نہو چنانچہ سالار جنگ حیدر جنگ خاموش رہے اور صاحبزادہ چندروز اکڑا رہا اور اس کی حویلی کے چاروں طرف ریاست کی سپاہ نے محاصرہ کرلیا جب غصہ دفع ہوگیا تو سمجھ درست ہوئی سالار جنگ کی فہمائش کو مانکر اسامیاں بھجوادیں عرب اور روہیلے سپاہی جو پاس تھے سب کو سیف الملک کے حوالے کر دیا فیصلہ ہوگیا سپاہ برخاست ہوگئی۔

(۳) ۷ شعبان ۱۲۸۰ھ ہجری کو شاہ علی بنڈہ پر تلوار چلی۔

متفرق واقعات

۱۲۵۹ھ ہجری میں کمانڈر انچیف حیدرآباد میں آئے موافق معمول کے پیشوائی اور مراسم دعوت بجالائے

(۲) ماہ رمضان ۱۲۵۹ھ ہجری میں حکیم ابراہیم اور محمد یار خاں جمعدار اور نواب کے جمعداروں کا جماعہ دار چاند خاں مردھا اور عظمت جنگ یہ سب شہر سے نکالے گئے ایک سال کے بعد واپس بلالیے گئے۔

(۳) ۱۱ جنوری ۱۸۶۱ء کو جب ملکہ معظمہ کے شوہر نے انتقال کیا اور رزیڈنٹ نے نواب افضل الدولہ کو اس حادثے کی خبر کی تو ۱۸ جنوری کو نواب کی طرف سے تعزیت کا خط روانہ ہوا۔

(۴) ماہ شوال ۱۲۸۰ھ ہجری سے سخت قحط سالی شروع ہوئی مدار المہام نے تنخواہ سپاہ کا اضافہ کیا اور تعجب یہ ہے کہ اس وقت فی پلہ چاول سولہ سترہ روپے اور گیہوں فی پلہ ۱۵ روپے اور گھی فی روپیہ ایک سیر اور مرچ سرخ فی روپیہ ڈھائی سیر تھی۔ ایک پلہ تین من کا ہوتا ہے اور من چالیس سیر کا اس حساب سے فی روپیہ ۸ سیر گیہوں پڑے۔

نواب افضل الدولہ کا انتقال

نواب افضل الدولہ نے روز جمعہ ۲۶ فروری ۱۸۶۹ء کو چند روزہ علالت کے بعد انتقال کیا اور مکہ مسجد مین دفن ہوے سلخ ربیع الاول ۱۲۴۳ ہجری روز دوشنبہ کو پیدا ہوے تھے مرحوم کی عمر اس وقت ۴۲ سال کی تھی۔

اولاد

اُنکے ۴ بیٹے اور ۶ بیٹیان مختلف عورتون سے تھین کتب تواریخ سے جس قدر کا پتا لگا اُنکی تفصیل یون ہے

بیٹے

(۱) نواب کا بڑا بیٹا حفاظت علی خان تھا جو ڈیڑھ برس کی عمر مین ام الصبیان کے مرض سے ۲ ربیع الاول ۱۲۷۸ ہجری روز یکشنبہ کو مرگیا۔ فاضل شاہ اور مور شاہ درویشون سے دعا چاہی اول الذکر کو ایک لاکھ روپے اور آخر الذکر کو صاحبزادے کے وزن کی برابر سونا ملا تھا۔

(۲) نواب میر محبوب علی خان جو باپ کے جانشین ہوکر آصف جاہ سادس ہوے۔

افضل الدولہ کے تین بیٹے مرچکے تھے جب میر محبوب علی خان پیدا ہوے تو نواب سے کسی فقیر نے کہدیا تھا کہ وہ اپنے بچے پر نظر نڈالین بیان کیا جاتا ہے کہ اُنھون نے اس کی حرف بحرف پابندی کی۔

بیٹیان

(۱) ایک بیٹی جو حسین بی بی کے بطن سے پیدا ہوئی تھی ۱۱ ماہ ذیحجہ ۱۲۷۵ ہجری کو مرگئی۔

(۲) سراج النسا بیگم یہ لڑکی موتی بائی کے بطن سے غرہ ماہ جمادی الاولی ۱۲۵۹ء کو پیدا ہوئی تھی اور وہان کا انتقال ہوگیا۔

(۳) ایک بیٹی ۱۰ ربیع الاول ۱۲۷۸ ہجری کو مرگئی۔

(۴) حسین النسا بیگم زوجۂ خورشید الملک خورشید الامرا خورشید جاہ ابن نواب اقتدار الملک وقار الامرا خلف نواب شمس الامرا۔

(۵) پرورش النسا بیگم حمیدہ بو کے بطن سے۔

اُنھین سے ایک بیٹی سر آسمان جاہ بہادر کے سی آئی۔ای محمد سلطان الدین خان ابن بشیر الملک کو بیاہی تھی۔

اعلیٰ حضرت آصف جاہ سادس مظفر الممالک نظام الملک میر محبوب علی خان بہادر فتح جنگ

یہ خطاب وہی ہیں جن سے ہز ایکسلنسی لارڈ رپن وائسرائے ہند نے بحکم حضور ملکہ معظمہ قیصر ہند ۵ فروری ۱۸۸۴ء کو اٹھارھویں برس کی عمر میں نواب میر محبوب علی خان بہادر کو مسند نشین کرتے وقت مخاطب کیا تھا انکی ولادت ۱۸ ماہ اگست ۱۸۶۶ء میں واحد النسا بیگم کے بطن سے ہوئی تھی جب یہ تین برس کے تھے تو انکے والد نے انتقال کیا اگرچہ اسوقت برٹش ریذیڈنٹ نے انھیں مسند نشین کر دیا تھا لیکن انکے نابالغ ہونے کی وجہ سے امور ریاست کا انتظام نئی شکل پر قائم کرنے کے لیے ریاست حیدرآباد میں وائسرائے کی منظوری سے ریجنسی قائم ہوئی جس میں میر تراب علی خان مختار الملک سر سالار جنگ اول اور امیر کبیر شمس الامرائے ثالث رفیع الدین خان ریجینٹ مقرر ہوئے شمس الامرا کو مخصوص عہدۂ وزیر عدالت کا ملا۔ سالار جنگ نے یہ عہدہ انکو دینے میں پس و پیش کیا تو انکو بتایا گیا کہ ایسا عہدہ کسی سر برآوردہ شخص کے ہی سپرد رہنا چاہیے شمس الامرا نے اپنے عہدے کی تنخواہ پانچہزار روپے ماہوار کبھی نہ لی امور ریاست دونوں ممبروں کے حکم سے چلنے لگے کبھی اہم معاملات میں ریذیڈنٹ کی رائے بھی لی جاتی تھی۔

ابتدا ہی سے میر محبوب علی خان بہادر کی تعلیم نہایت غور و توجہ کے ساتھ ہوئی گورنمنٹ آف انڈیا نے اپنے ایک مراسلے میں جو ۱۵ مارچ ۱۸۶۹ء کو موصول ہوا تھا۔ نواب صاحب کو ہر قسم کی تعلیم دینے کی ضرورت دکھلائی تھی تاکہ انھیں انکے مسند ریاست کے لائق و سزاوار کیا جائے سالار جنگ کے اتفاق سے کپتان جان کلارک جو پیشتر سے کسی انگریزی شاہزادے کی تعلیم و تربیت پر مامور تھا مقرر ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھائی کپتان کلاڈسی کلارک سی آئی ای کو بھی اس خدمت کے بجا لانے میں اس کا شریک کیا گیا پھر عربی فارسی اور اردو کے اعلےٰ تعلیم یافتہ لوگ انکے پڑھانے کے لیے نوکر رکھے گئے اور اسکے ساتھ سواری شکاری اور کرکٹ وغیرہ کی جو مردانہ کھیل ہیں انھیں پوری پوری تعلیم دی گئی نواب نے انگریزی میں معمولی استعداد …

فارسی و اُردو مین عمدہ قابلیت حاصل کی۔

بعض تقریبات انگریزی مین نواب کی طرف سے مدارالمہام کی شرکت

(۱) ۱۸۷۷ء مین جبکہ لارڈ نارتھ برک نے بمبئی مین دربار عظم مقرر کیا تھا تو اس مین سالار جنگ نظام کی طرف سے شرکت کو گئے۔

(۲) جب ۱۸۷۵ء مین جناب البرٹ ایڈورڈ پرنس آف ویلز ولی عہد ہند و انگلستان ہندوستان مین آے تو سالار جنگ مع امراے حیدرآباد کے نظام کی طرف سے وکالۃً انکے خیر مقدم کے لیے بمبئی کو گئے تھے پہلے تو تجویز تھی کہ خود نظام جائین لیکن بوجہ علالت طبع کے ڈاکٹرون نے راے نہین دی اس لیے وہ تجویز رد ہو گئی بمبئی مین پرنس آف ویلز اور سالار جنگ مین تحائف و ہدایا کا تبادلہ ہوا پرنس آف ویلز نے اپنی طرف سے جو تحفے سالار جنگ کو دیے تھے وہ یہ تھے ایک تلوار چاندی کے قبضے کی جس مین جواہر جڑے ہوے تھے۔ ایک سونے کی انگوٹھی ایک سونے کا میڈل جسکے ایک طرف پرنس کی تصویر تھی اور دوسری طرف شتر مرغ کے تین پر اور اسکے نیچے پرنس کا فوٹو اور تین قیمتی کتابین جن پر لال مورا کو کی جلد تھی۔

عجب

لیکن تعجب انگیز شاہزادے صاحب کی سیاحت ہندوستان مین یہ بات ہے کہ جناب ممدوح کی سیاحت کے پروگرام مین حیدرآباد اس لیے نہین رکھا گیا کہ نظام کی ریاست مین ولی عہد کا سفر خطرے سے خالی نہین۔

واپسی برار کی کوشش کے لیے سالار جنگ کی لندن کو روانگی

شمس الامرا اور سالار جنگ جو ریجنٹ تھے ان دونون خیر خواہان ریاست نے برار کی واپسی کی تحریک کو زندہ کیا اسی لاکھ پونڈ کی کثیر رقم پیش کرنے کا وعدہ کیا جس کے محض سود سے فوج کے اخراجات ہو سکتے تھے لیکن گورنمنٹ نے واپس نہ کیا اسکے بعد دارالعوام کی اخباری دنیا مین اس مسئلے کے متعلق گرما گرم بحثین ہوئین لیکن نتیجہ معلوم ۱۸۷۵ ہجری مین خود نواب سالار جنگ اس دعوے کی تائید کے لیے ولایت گئے انکی غیر حاضری مین سالار جنگ کے بھانجے مکرم الدولہ کی شمولیت کے ساتھ تمام ریاست

کے کام شمس الامرا کرتے رہے۔
نواب سالار جنگ اٹلی اور پیرس ہوتے ہوئے پہلی جون ۱۸۷۶ء کو داخل انگلینڈ ہوئے لندن میں انکی آؤبھگت بہت ہوئی ۲ جون کو پرنس آف ویلز نے سر سالار جنگ کے آنر میں ایک عظیم الشان جشن کیا جس میں وہاں کے بڑے بڑے امرا اور بڑے بڑے مدبر مدعو کیے گئے ۲۱ جون کو آکسفورڈ میں انھیں ڈی سی ایل کا خطاب دیا گیا ۲۔ جولائی کو مارکوئیس آف سالسبری انھیں ونڈسور کیسل کو اپنے ہمراہ لے گئے اور جناب ملکہ معظمہ کے حضور میں پیش کیا انھوں نے مدد دکھائی اور ملکہ کے ساتھ ڈنر کھایا رات ونڈسور کیسل ہی میں بسر کی۔ ۶ جولائی کو لارڈ سالسبری اور انکی بیوی نے انھیں ایک ڈنر پارٹی دی اور دوسرے روز سالار جنگ نے پرنس آف ویلز کی ضیافت کی اس ضیافت میں پیشتر تناول طعام کے ایک دربار مشرقی قاعدے کے مطابق منعقد ہوا جس میں انھوں نے پرنس آف ویلز کو ایک سو ایک اشرفی نذر گذرانی پرنس نے اسکو نہایت خوشی سے ہاتھ لگاکے پھرا دیا۔ ایسٹ انڈیا ایسوایشن کی طرف سے انکی تشریف آوری انگلینڈ پر ایک تہنیت نامہ دیا گیا جس میں انکی اس حکمت عملی اور اس وفاداری کے بیان کے ساتھ جو ایام غدر میں انھوں نے برطانیہ اعظم کے ساتھ برتی تھی انکی اداے گی خدمات مستحسنہ کی نہایت تعریف کی گئی اور بیان کیا گیا کہ ان کا نام بطور ایک مشہور و معروف ویسے مدار المہام کے انکی اولاد میں ہمیشہ یادگار رہے گا سالار جنگ نے نہایت موزوں اور مناسب الفاظ میں اس کا جواب دیا۔ مینچسٹر اور لورپول والوں نے انھیں دعوت دی تھی لیکن بوجہ علالت وہ انکی دعوت قبول نہ کر سکے جولائی کی ۱۱ کو مائیسون تیئیوس کو سر سالار جنگ نے ایک ڈنر پارٹی دی جس میں وہاں کے مشہور و معروف امرا اور اگلے تمام گورنر جنرل اور سفراے دول مدعو تھے۔ جولائی کی ۲۵ کو گلڈ ہال میں کورٹ آف کامن کونسل کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں سالار جنگ کو شہر لندن کی اعزازی آزادی مرحمت کی گئی اور ۲۶ کو مینچسٹر کارپوریشن اور مینچسٹر چیمبر آف کامرس کے ڈپوٹیشنوں نے انکی خدمت میں حاضر ہو کر نہایت محبت آمیز تہنیت نامے پڑھے اور انھوں نے بھی انھیں ویسا ہی جواب دیا انگلینڈ میں دو مہینے اقامت کا اتفاق ہوا لیکن برار کی معاملے کی یک سوئی نہ ہوئی لارڈ سالسبری نے جو اسوقت انڈیا آفس میں تھے بیان کیا کہ قضیۂ برار کے معاہدے میں معیاد درج نہیں ہے اور نظام کی نابالغی کے زمانے میں اس مسئلے پر بحث کرنا دقت طلب ہے لارڈ سالسبری نے یہ بھی کہا کہ جب نظام حد بلوغ کو پہنچ جائیں تو انکی جانب سے ایک درخواست معاہدات پر نظر ثانی

کے لیے پیش ہو سکتی ہے۔ غالباً کوئی باضابطہ درخواست پیش نہین ہوئی اور صورت حال بدستور قائم رہی۔ سالارجنگ ۳۱ جولائی کو لندن سے روانہ ہوے ۲۴ ماہ اگست کو داخل بمبئی ہوے اور ۲۵ کو حیدرآباد پہنچے۔

یہ شکایت صوبہ برار کی امانت کے متعلق نہ تھی بلکہ صوبۂ برار روئی کا دساور ہو گیا ہے اور وسائل آمد و رفت کی ترقی سے دوسری فصلون کی قیمت بڑھ گئی ہے اور اسکو بہت کچھ مرفہ الحالی نصیب ہو گئی ہے اس صدی کی ابتدا مین صوبہ برار کی آمدنی ترقی پاکر تقریباً آٹھ لاکھ پونڈ یعنی ایک کروڑ بیس لاکھ روپیہ ہو گئی ہے۔ لارڈ کرزن کے زمانۂ وسیرائلٹی کا ایک مؤرخ لکھتا ہے کہ اس رقم کا معقول جز شاذ و نادر ہی بچت کی شکل مین خزانہ حیدرآباد مین پہنچا ہو۔ ریاست حیدرآباد کا یہ اعتراض ہے کہ برار کا سول انتظام مسرفانہ ہے اور بالخصوص پبلک دکن پر بہت زیادہ روپیہ صرف کیا جاتا ہے کنٹنجنٹ عملاً امپیریل فوج کا جزن گئی ہے اور ریاست حیدرآباد کی حفاظت کے لیے خاص طور پر اسکی کوئی ضرورت نہین رہی ہے اسکے مصارف ضرورت سے زیادہ ہین اسکی نقل و حرکت پر جو قیود عاید کیگئی ہین انکی وجہ سے اسکی خوبیان کم ہو گئی ہین اور اسکی فوجی پوزیشن بے قاعدہ ہو گئی ہے اسوقت حیدرآباد کو مالی مشکلات کے باعث پریشانیان درپیش تھین اور یہ مستقل شکایت رہی ہے کہ برار کی آمدنی کا وہ حصہ حیدرآباد کو نہین ملتا جس کا وہ مستحق ہے۔

(بحوالۂ ہندوستان بزمانہ کرزن و مابعد مصنفۂ فریزر سنہ ۱۹۱۱ء)

سنہ ۱۸۷۷ء مین امیر کبیر شمس الامرا کا انتقال ہوا تو نواب وقار الامرا پسر شمس الامرا انکی جگہ مقرر کیے گئے۔

دربار قیصری مین نواب میر محبوب علی خان کی شرکت

سنہ ۱۵۹۹ء مین ملکہ الزبتھ نے چند سوداگرون کو ہندوستان مین سوداگری کرنے کا ٹھیکہ دیا انھون نے اپنی تجارت شروع کی خدا نے اس تجارت مین وہ برکت دی کہ اسکے ساتھ سلطنت بھی قائم ہوتی گئی اور بتدریج سارے ہندوستان مین ہمالیہ سے لیکر راس کماری تک پھیل گئی جو رموز سلطنت سے ماہر ہین وہ اس بات کو خوب سمجھتے ہین کہ یہ سلطنت اس قسم کی ہے جس کا وجود پہلے دنیا مین نہ تھا۔ یہ سلطنت انگریزون کی عالی دماغی اور بلند نظری اور انکی سپاہ کی خوش حالی۔ فرمان برداری۔ قاعدون کی پابندی۔ جفاکشی اور مغل بادشاہون کی عیاشی۔ کاہلی اور انکی سپاہ کی بے قاعدگی۔ بے سروسامانی۔ شکستہ حالی۔ نافرمانی۔ کمزوری

اور امرائے ملک کی باہمی عداوت اور ناقدردانی اور نخوت اور مرہٹون کی غارتگرانہ عادت اور اہل ملک کی باہمی مذہبی نفسانیت اور ملک پر قبضہ طلبون کی تفرقہ اندازی نے ایجاد کی ہے اس ایجاد کا سلسلہ سوداگری سے شروع ہوکر قیصری پر پہنچا ہے سنہ ۱۵۹۹ء اور سنہ ۱۸۷۶ء اور ملکہ الزبتھ اور ملکہ معظمہ وکٹوریہ کو دیکھنا چاہیے کہ ایک ملکہ نے ایک سنہ مین تجارت کرنے کا ٹھیکہ دیا اور دوسری ملکہ نے دوسرے سنہ مین خطاب قیصری اختیار کیا میر محبوب علی خان نظام پہلے پہل اس دربار قیصری مین جو یکم جنوری سنہ ۱۸۷۷ء کو منعقد ہوا تھا پبلک طور پر شریک ہوئے تھے انھین ملکہ معظمہ کی طرف سے اس دربار کی دعوت دی گئی تھی اس سفر مین سر سالار جنگ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ مع اکثر امرائے حیدرآباد کے اُن کے ہمرکاب تھے۔

سالار جنگ کی نظام کی تعلیم مین کوشش اور انکی وفات وغیرہ

سالار جنگ کا پورا خطاب یہ ہے ہزایکسلنسی نواب میر تراب علی خان بہادر سر سالار جنگ شجاع الدولہ مختار الملک جی سی۔ ایس۔ آئی۔ ڈی۔ سی۔ ایل۔ انکے والد کا نام میر محمد علی شجاع الدولہ تھا۔ میر محمد علی منیر الملک کے بڑے بیٹے تھے۔ سالار جنگ کو فارسی اور عربی میں معقول دخل تھا اور تحریر میں بھی وہ ایک اعلے درجے کے منشی کی لیاقت رکھتے تھے شمشیر بازی اور گھوڑے کی سواری مین وہ استاد تھے انگریزی زبان اپنی مادری زبان کی طرح بولتے تھے۔ سالار جنگ کی پبلک زندگی سنہ ۱۸۴۷ء سے شروع ہوئی تھی ۱۹ برس کی عمر میں وہ کھمم ولنع تلنگانہ مین تعلقہ دار مقرر کیے گئے تیس برس کی عمر میں حیدرآباد کے مدار المہام مقرر ہوئے نواب میر محبوب علی خان کی عمر سولہ برس کی تھی کہ سر سالار جنگ نے معاملات ریاست میں انکی تعلیم شروع کر دی اور صرف خاص اور دیگر دوسرے صیغوں کے منتظمون کو حکم دیا تھا کہ ہفتہ انکی خدمت میں حاضر ہو کے انھیں اپنے اپنے کاموں سے مفصل طور پر واقف کریں جنوری سنہ ۱۸۸۳ء میں نواب محبوب علی خان نے مع مدار المہام و دیگر امرائے دولت کے اپنی ریاست کے مغربی حصے کا دورہ کیا رائے چور اور گلبرگہ کو جو مشہور تاریخی شہر ہیں گئے اور وہاں سے اورنگ آباد ہوتے ہوئے جنوری کے اخیر میں وارد دار الریاست ہوئے اس دورے میں سر سالار جنگ نے ریاست کے متعلق بہت سی عمدہ معلومات سے انھین مطلع کیا یہ معلومات متفرق عہدہ داروں کی زبانی جو متفرق صیغہ جات پر مامور تھے مفصل طور پر حاصل ہوئیں۔

سر سالار جنگ نظام محبوب علی خان کو اُس حکومت کے لیے کہ جسکی عنان وہ کوئی ایک سال کے بعد اپنے ہاتھ مین لینے والے تھے اس طرح آمادہ کر رہے تھے ساتھ ہی یہ فیصلہ کر لیا کہ اپریل سنہ ۱۸۸۲ع مین نواب صاحب کو یورپ کی ساحت کے لیے بھیجین اور سفر یورپ کی تیاری تکمیل ہونے کے قریب تھی کہ یکبارگی سالار جنگ کی موت کا واقعہ پیش آگیا۔ ۷ فروری سنہ ۱۸۸۳ع کو سالار جنگ خاصہ کھا کر آدھی رات تک کام کر کے بستر استراحت پر گئے رات کے دو بجے کا عمل تھا کہ یکایک طبیعت بگڑ گئی اطبا حاضر ہوے انھون نے تشخیص کر کے کہا کہ وبائی ہیضہ ہو گیا ہے آٹھوین تاریخ کو صبح کے نو یا دس بجے تھے کہ طبیعت بالکل خراب ہو گئی پانچ بجے دن کے زندگی کی امید بالکل منقطع ہو گئی اور شام کے سات پر ۲۵ منٹ کو وہ عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال کر گئے اس لائق مدارالمہام کے مرنے نے نواب اور ریاست دونون کو اس وفادار وزیر کی خدمتون سے محروم کر دیا۔ لیکن نواب میر محبوب علی خان کی ہر دل عزیزی نے عملی طور پر ثابت کر دیا تھا کہ خود ان مین ذاتی طور پر وہ جوہر موجود ہین جو حکمرانی کے رموز سمجھنے اور ریاست کی کَل باقاعدہ طور پر چلانے کے لیے ازبس ضروری سمجھے جاتے ہین اس سے گویا سالار جنگ کی موت سے جن نقصانات کا احتمال تھا انکی بہت بڑی حد تک تلافی ہو گئی۔

اس وقت ویسراے ہند نے ریاست مین ضروری انتظامات قائم کرنے کے لیے انرایبل سر اسٹوارٹ بیلی کو جو سپریم گورنمنٹ کی کونسل کا ممبر تھا اور حیدرآباد کا سابق رزیڈنٹ وکالۃً روانہ کیا کہ موجودہ رزیڈنٹ سے اس بارے مین مشورہ کرے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کامل غور و فکر کے بعد راجہ نرندر پرشاد اور نواب میر لائق علی خان جو بعد مین سر سالار جنگ دوم ہوے اور سالار جنگ اول کے فرزند تھے جائنٹ منتظمان ریاست مقرر ہوے اور ایک **کونسل آف ریجنسی** فروری سنہ ۱۸۸۳ع سے قائم کی گئی جسکے صدر **نواب میر محبوب علی خان** اور سکرٹری لائق علی خان اور اراکن یہ لوگ تھے (۱) نواب رفعت جنگ بشیر الدولہ عمدۃ الملک اعظم الامرا امیر کبیر جو بعد کو سر آسمان جاہ بہادر کے۔ سی۔ آئی۔ ای ہوے اور محمد سلطان الدین خان بہادر بشیر الملک کے فرزند اور نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی کے نواسے اور نواب حال کے بہنوئی تھے (۲) خورشید الدولہ خورشید الملک خورشید الامرا شمس الملک شمس الامراے پنجم امیر کبیر سر خورشید جاہ بہادر کے۔ سی۔ آئی۔ ای جو سکندر جاہ کے نواسے اور ناصر الدولہ کے بھانجے اور محمد رفیع الدین خان ظفر جنگ صمصام الدولہ شمس الملک کے باپ ہین (۳) پیشکار مہاراجہ نرندر پرشاد ابن راجہ دھرم راج بالا پرشاد ابن راجہ چندو لال مہاراجہ بہادر

نواب میر محبوب علی خان کی کلکتے کو روانگی

۱۸۸۳ء کے بڑے دن پرجب نواب نظام ویسرائے کی ملاقات اور نمائش کا ملاحظہ کرنے کو کلکتے کو گئے تو سر آسمان جاہ کو امور ریاست کا انتظام دیدیا گیا اور نواب کو کلکتے میں اطلاع دیدی گئی کہ ۶ فروری ۱۸۸۴ء کو مع کامل اختیار ریاست کے انگوسٹڈین کیا جائے مگر چونکہ ان دنوں کلکتے میں نمائش تھی نواب نے اس کا بھی ملاحظہ کیا اور اس میں سے تین لاکھ روپے کا اسباب خرید کیا اور کلکتے سے روانہ ہونے سے قبل ۱۵ ہزار روپیہ وہاں کے خیرات خانوں میں تقسیم کیا۔ نواب نے حیدرآباد واپس آتے وقت گلبرگہ مل کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے گلبرگہ میں توقف کیا اور ڈائرکٹران مل کے ایڈریس کے جواب میں جو اس کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا اظہار مسرت کرکے کہا کہ میں اس مل کے مال و دولت کو زیادہ کرنے کی نسبت عنقریب متوجہ ہونگا کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ میری رعایا کی رفاہ اور بہبود کے بڑھنے کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو وہ صرف یہی ہے اور اس مل کے ڈائرکٹران نے جو نواب کے نام سے گلبرگہ محبوب شاہی مل کمپنی لیمیٹڈ سے موسوم کرنے کی درخواست کی اسکو نہایت خوشی سے نواب صاحب نے منظور کیا۔

نواب میر محبوب علی خان کو اختیارات کامل حاصل ہونا

نواب کے حیدرآباد میں مراجعت کرتے ہی بڑی دھوم دھام سے ادائے رسوم مسندنشینی کی تیاریاں ہونے لگیں اس رسم کی ادائے گی کے واسطے خود لارڈ رپن آنے والے تھے جس دن ویسرائے رونق افروز حیدرآباد ہوئے حیدرآباد کے ریلوے اسٹیشن کی آرایش قابل دید تھی لارڈ رپن کے ورود کے کوئی پندرہ منٹ آگے نواب نظام پہنچ گئے وہ اسوقت ایک سادہ سیاہ لباس اور ایک سادہ پگڑی پہنے ہوئے تھے جس میں ہونے کا شاہانہ زیور جو نظام کے خاندان سے مخصوص ہے لگا ہوا تھا وقت مقررہ پر ویسرائے کی گاڑی آئی جس میں لارڈ رپن اور لیڈی رپن مع ایک بڑے اسٹاف کے موجود تھے اور مارکوئیس آف رپن پہلے ویسرائے تھے جنہوں نے دارالریاست حیدرآباد کی سرزمین پر قدم رکھا تھا نواب صاحب نے اس کا خیر مقدم کیا آپس میں ملاقاتیں ہونے کے بعد تمام پارٹی کا فوٹوگراف لیا گیا اور ویسرائے بولارم کی ریذیڈنسی کو گئے اور نواب اپنے محل کو اور ریذیڈنسی میں بہت سے مہمان جمع تھے جو اس جشن میں شریک ہونے کے لیے مدعو تھے۔

یہ بھی خواہش ظاہر کی کہ اگر کبھی روس و انگلینڈ کے درمیان جنگ چھڑ جائے تو وہ خود اپنی ذات سے میدان جنگ مین آئین گے۔ شروع ہی سے آپ کو انگریزون کی وفاداری اور خدمت کا شوق دلایا گیا اور تمام عمر آپ اسی رنگ مین رنگے رہے۔ آپ کے متعلق یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ مذہبی تعصب کا شکار بالکل نہوے سرکار انگریزی کے متعلق آپ نے اپنے جذبات کا ان الفاظ مین اظہار کیا ہے۔

تم خیر خواہ دولت برطانیہ رہو سمجھین جناب قیصر ہند اپنا جان نثار

غرضنکہ آپ جب تک زندہ رہے انگریزون کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے رہے۔ ۱۹۰۳ء مین آپ بادشاہ ایڈورڈ ہفتم کی رسم تاج پوشی کے موقع پر دہلی گئے تو انگریز افسرون سے ملتے اور تحائف دیتے رہے۔

امپیریل سروس فوج کی بنا

سنہ ۱۸۸۵ء مین جبکہ ہندوستان پر روس کے حملے کا خوف تھا تو نواب میر محبوب علی خان نے سرحدی استحکامات کے لیے گورنمنٹ آف انڈیا کو ساٹھ لاکھ روپے دینے کی تجویز پیش کی اور انکی دیکھا دیکھی اور دیسی والیان ملک نے بھی انکی تقلید کی لیکن گورنمنٹ آف انڈیا نے بڑے غور و تامل کے بعد یہ بات ٹھہرائی کہ ہند کے نوابون اور راجاؤن سے سرحدی حفاظت کے لیے زر نقد لینے کے عوض انھین یہ اجازت دی جائے کہ وہ ایسی مستعد اور باقاعدہ فوجین تیار کرین کہ وہ غنیم کے حملے کے وقت انگریزی پلٹنون کے دوش بدوش میدان جنگ مین آسکین۔ دیسی حکام ہند کی امپیریل سروس فوجین اس تجویز کا نتیجہ ہین اور حیدرآباد کی امپیریل سروس فوج نظام کے ساٹھ لاکھ روپے کے عطیے سے مرتب ہوئی ہے۔

مدار المہامون کی جلد جلد سبکدوشیان

جب نواب میر محبوب علی خان مسند نشین ہوے اور ریاست کے کل اختیار اپنے ہاتھ مین لیے تو اس وقت نوجوان میر لائق علی خان سالار جنگ دوم سی آئی ای پسر میر تراب علی خان سالار جنگ اول مدار المہام تھے جنکو ۷ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۱ ہجری مطابق سنہ ۱۸۸۴ء کو قلمدان مدار المہامی سپرد ہوا تھا لیکن دونون نوجوان ہمجولیون کے سرکاری تعلقات بعد مین ویسے نرہے کہ جیسی امید کی جاتی تھی اور تین برس کے اندر ہی اندر

نواب نے مدار المہام کو علیحدہ کر دیا جنھوں نے ۲۴ رجب سنہ ۱۳۰۴ ہجری مطابق سنہ ۱۸۸۷ء کو استعفا دیدیا۔ انکے زمانہ مدار المہامی میں والنٹیر کور قائم ہوا تھا اور تمام دفاتر میں زبان اردو جاری ہوئی تھی ان کی سبکدوشی کے بعد نواب صاحب خود ایک سکریٹری اور ایک مشیر کی اعانت سے دو سال تک کام کرتے رہے بعد اسکے **سر آسمان جاہ بہادر کے سی۔ آئی۔ ای۔** کو ۳۱ جولائی سنہ ۱۸۸۷ء کو مدار المہام مقرر کیا انھوں نے سنہ ۱۸۹۲ء تک خدمت مفوضہ ادا کی اور پھر اس سے مستعفی ہوگئے تو اُن کے چچازاد بھائی نواب محمد فضل الدین خاں سکندر جنگ اقبال الدولہ اقتدار الملک **سر وقار الامرا** بہادر کے سی۔ آئی۔ ای۔ فرزند دوم نواب وقار الامرا سنہ ۱۸۹۲ء سے اس عہدے پر مقرر ہوئے پہلے یہ عارضی مدار المہام مقرر ہوئے تھے اور پھر ایک برس کے بعد مستقل ہوگئے لیکن آخر میں رخصت پر بھیجدیے گئے تو انکی جگہ **سر کشن پرشاد بہادر** پیشکار و منتظم افواج بطور قائم مقام کام کرتے رہے اور پھر سر وقار الامرا کے انتقال پر یہی مستقل مدار المہام کیے گئے۔

آپ کا مختصر حال یہ ہے کہ مہاراجہ نریندر پرشاد نبیرہ راجہ چندو لال مہاراجہ بہادر کی اکلوتی بیٹی سے راجہ ہری کشن پرشاد کی شادی ہوئی جسکے بطن سے مہاراجہ کشن پرشاد سنہ ۱۲۷۵ یا سنہ ۱۲۸۰ ہجری کو پیدا ہوئے[1]۔ نریندر پرشاد کے چونکہ کوئی فرزند نہ تھا اس لحاظ سے یہ انکے وارث تھے انھوں نے اپنے نانا کے مکان پر تعلیم پائی۔ عربی فارسی۔ انگریزی۔ تلنگی۔ مرہٹی۔ اور گورمکھی زبانوں میں اچھا ملکہ حاصل کیا۔ اور نظم و نثر کی بہت سی کتابیں لکھ کر شائع کیں۔ مہاراجہ نریندر پرشاد جبکہ نواب میر محبوب علی خان کے ساتھ کلکتے کو گئے تھے تو انکی غیر حاضری میں راجہ ہری کشن پرشاد کے ہاتھ کل حیدرآباد کا انتظام تھا اس انتظام میں ریزیڈنٹ بھی متفق الرائے تھا سنہ ۱۳۱۲ ہجری میں راجہ کشن بہادر کو انکی موروثی خدمت پیشکاری کی مرحمت ہوئی اور راجہ بہادر کا خطاب بھی اور جب فوج کے منتظم مقرر کیے گئے تو خطاب راجہ راجایاں مہاراجہ بہادر سے سرفراز ہوئے نواب نے اس موقع پر انکو چھ دانے جواہرات کے بخشے مہاراجہ کشن پرشاد کو اپنے نانا کی طرف سے تمام جاگیریں وراثت میں ملیں جن کی سالانہ آمدنی کئی لاکھ روپیہ ہے۔ انھیں خاص اپنی رعیت پر دیوانی اور فوجداری کے تمام حقوق اور اختیارات حاصل ہیں جو حیدرآباد

[1] تاریخ تلرو نظام میں یوں لکھا ہے کہ راجہ نارائن پرشاد نارائن ور بہادر کے کوئی فرزند نہ تھا مہاراجہ کشن پرشاد اُن کی اکلوتی بیٹی کے فرزند تھے اور اس میں تصحیف معلوم ہوتی ہے ۱۲

مین صرف معدودے چند امرائے کبیر و ذی اقتدار ہی کو حاصل ہین سنہ ۱۳۱۰ ہجری مین سر وقار الامراء شملے کو گئے تھے تو مہاراجہ کشن پرشاد نے ۴۲ دن تک مدار المہامی کا کام انجام دیا تھا اردو فارسی مین شعر کہتے ہین شاد تخلص ہے نواب میر محبوب علی خان آصف تخلص سے تلمذ ہے پورا خطاب یہ ہے ہزاکسلنسی راجہ راجایان یمین السلطنت کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ یمین السلطنت خطاب بھی نواب میر محبوب علی خان بہادر نے دیا تھا۔ دکن مین ان کا خاندان آصف جاہی کہلاتا ہے سنہ ۱۸۹۳ء مین نواب نے ایک قانونچہ جاری کیا جسکی روسے دو کونسلین مقرر کی گئین ایک کیبنٹ کونسل اور دوسری لیجس لیٹو کونسل جسکے پریزیڈنٹ مدار المہام اور ممبرون مین دو اول درجے کے جاگیردار اور دو اول درجے کے وکلا اور دو اعلے پوزیشن کے تاجر ہوتے اسی قانونچے کے ذریعہ سے ہر ایک صیغے کے علیحدہ علیحدہ سکرٹری کا تقرر ہوا۔

ویسرایون اور یورپ کے شہزادون کی آمد

سنہ ۱۸۸۴ء مین جبکہ لارڈ رپن کا نظام کی مسند نشینی کے لیے حیدرآباد مین آنا ہوا تو اسکے بعد ویسرایون کا حیدرآباد مین آنا جاری ہوگیا۔ چنانچہ لارڈ ڈفرن۔ لارڈ لینسڈون اور لارڈ ہالگن اپنے اپنے زمانہ حکومت مین وقتاً فوقتاً حیدرآباد آچکے ہین علاوہ اسکے شاہی سیاحین جن مین ڈیوک اور ڈچز آف کناٹ اور پرنس البرٹ آخری زار روس بحالت ولی عہدی اور اسٹریا کا پرنس فرانز فرڈیناںڈ اور ڈنمارک کا ولی عہد اور یونان کا ولی عہد اور سیام کا پرنس ڈامرنگ نواب میر محبوب علی خان کے مہمان ہوچکے ہین ان لوگون کی تشریف آوری کے موقع پر نظام کی طرف سے بڑی دھوم دھام کی ضیافتین اور قابل دید روشنی ہوئی ہے۔

ملکہ معظمہ کی الماسی جوبلی پر نواب کی طرف سے کارروائی

ملکہ معظمہ کی الماسی جوبلی کے موقع پر ریاست حیدرآباد مین بڑی دھوم ہوئی اور ملکہ معظمہ کی خدمت مین نواب صاحب نے ایک ڈیپوٹیشن بسرکردگی نواب سرآسمان جاہ اور نواب ظفر جنگ شمس الملک انگلینڈ کو مارچ سنہ ۱۸۸۷ء مین حیدرآباد سے روانہ کیا جو ۱۴ مئی سنہ ۱۸۸۷ء کو وارد لندن ہوا اور وہان ان لوگون کا استقبال نہایت عزت و احترام کے ساتھ ہوا لندن سے واپس آنے کے پیشتر ملکہ معظمہ نے اپنے ہاتھ سے انکو جوبلی میڈل عطا فرمایا اور کہلا بھیجا کہ جوبلی کی یادگار کے دوسرے تمغے اور فوٹو وغیرہ بعد ازان روانہ کیے جاوینگے۔

ملکی ترقی کے اسباب کا مہیا ہونا

مہات ریاست اور امور حکومت کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں نواب میر محبوب علی خان کے عہد میں مناسب اصلاحیں نہ ہوئی ہوں۔ تعلیمات۔ طب۔ فوج۔ پولیس۔ تعمیرات عامہ غرض وہ تمام خصوصیات جو آج کل مہذب سلطنتوں کے لیے ضروری ہیں ریاست حیدرآباد میں مکمل صورت میں موجود ہو گئے اور یہ انگریزوں کے مشورے کا طفیل تھا جنھوں نے ان تمام محاکم کو برٹش گورنمنٹ کے نمونے پر ڈھالا چنانچہ حیدرآباد میں ہائی کورٹ ہے اور اسکے ماتحت ہر صوبے میں صدر کورٹ اور برٹش انڈیا کی طرح ہر قسم کی ابتدائی عدالتیں موجود ہیں صیغہ تعلیمات کی نگرانی میں خاص مستقر حکومت میں نظام کالج کے نام سے ایک کالج قائم ہوا اور متعدد ہائی اسکول شہر و بیرون شہر میں بنے امرا کے لڑکوں کی تعلیم کے لیے مدرسہ عالیہ قائم کیا گیا جہاں کے اخراجات تعلیم و دارالاقامہ رئیسوں اور امیروں کی ضروریات کے مطابق رکھے گئے ریاست کے بڑے بڑے شہروں میں انگریزی کے مدرسے اور دیسی زبان کے مکاتب بنے نادار اور مفلس لوگوں کی اولاد کو لازمی تعلیم دیے جانے کے متعلق قواعد نافذ ہوئے اور انکی پابندی کے ساتھ کثیر التعداد غریب لڑکے زیور علم سے آراستہ کیے جانے لگے اکثر لڑکوں کو علاوہ تعلیم بلا فیس کے ماہواری وظائف ملنے لگے لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام بھی ایک حد تک معقول ہوا انجیری تعلیم کے لیے جداگانہ اسکول بنا اساتذہ مدارس کی علمی تعلیم و تربیت کے لیے نارمل اسکول قائم ہوا علوم مشرقی کا ایک کالج دارالعلوم کے نام بنا جہاں فارسی و عربی کی انتہائی تعلیم دی جاتی۔ پہلے یہ کالج پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ مشرقی سے متعلق تھا لیکن یونیورسٹی ایکٹ کے نفوذ کے بعد یہ تعلق قطع ہو گیا اور اب خود ریاست کی جانب سے امتحانات کا انتظام کر لیا گیا انگریزی مڈل کا امتحان بھی لوکل طور سے لیا جانے لگا باشندگان ریاست کی طبی امداد کے لیے ہر طرف شفاخانے موجود ہوے جہاں مریض مفت علاج کرا سکتے۔ بزمانہ قیام ملک معظم جارج پنجم جو اسوقت ولی عہد سلطنت کی حیثیت سے ہندوستان آئے تھے ملکہ معظمہ وکٹوریہ آنجہانی کی یادگار میں رچہ جانے کی بنیاد ڈالی گئی تھی صیغہ طبابت سے متعلق ایک میڈیکل اسکول قائم ہوا جہاں برٹش انڈیا کی طرز پر اسپتال اسسٹنٹ وغیرہ تیار کیے جانے لگے۔ عدالت۔ تعلیمات عامہ اور طبابت کے طریقے پر پولیس و فوج و پبلک ورکس کے محکمے اعلیٰ پیمانے پر قائم ہوے اور موخرالذکر کی وجہ سے ریاست کی تمدنی حالت میں بہت بڑی ترقی ہو گئی۔

نواب صاحب کے عہد وسطیٰ تک سکے کی حالت نہایت ناقص اور بے ترتیب تھی جس سے پبلک کو نہایت مشکلات کا سامنا ہوتا تھا لیکن مسٹر واکر کا تقرر کرنے کے بعد کرنسی کی اصلاح پورے طور پر ہو گئی۔ روپیہ۔ پیسہ۔ اشرفیان اور ریزگاریان سب عمدہ اور نفیس شکل وصورت کی رائج ہوئین اور ان کا نرخ مقرر کر دیا گیا اور اسکے لیے ایک حد تک مسٹر واکر کریڈٹ پانے کا مستحق ہے حالانکہ بعض حاسد کوتہ بین اہل قلم نے اس وقت بڑے بڑے مضامین نثر ونظم مین اس منتظم کی ہجو مین چھپوائے جو روزانہ پیسہ اخبار مین نظر سے گذرتے رہے اور وہی شخص مسلمانون کا لیڈر سمجھا جاتا ہے اور وہابیون کا معاون اور اس کے اخبار کی دریدہ دہنی نے اخبار بینون مین بدمذاقی کے ساتھ نکتہ چینی کا گندہ مادہ پھیلا دیا ہے۔

نواب صاحب کی بے تعصبی۔ اور سانپ کے زہر کا عمل

نواب میر محبوب علی خان نے اپنی ہر ملت کی رعایا کو مساوی نظر سے دیکھا مذہبی حیثیت سے قطع نظر پولٹیکل امور مین بھی مذہبی رنگ کا شائبہ نہ ہوا جلیل القدر عہدون پر ہندو مسلمان برابر مقرر ہوتے کسی کی کوئی خصوصیت نہ تھی۔ دونون فرقون کے ساتھ آپ کے تعلقات بہت خوشگوار تھے آپ نے **مہاراجہ سرکشن پرشاد** کی لیاقت وقابلیت سے خوش ہوکر اور کچھ اُنکے خاندان کی خدمات کا خیال کر کے اپنا مدارالمہام بنا لیا۔ نواب کی موت تک مدارالمہامی کا قلمدان مہاراجہ موصوف کے تفویض رہا جنکو دس ہزار روپیہ ماہوار بحیثیت مدارالمہامی کے ملتا تھا اور چھ ہزار روپیہ فوجی سکرٹری کی حیثیت سے یعنی قریب قریب ویسرائے ہند کی برابر ان کو تنخواہ ملتی تھی۔ نواب ممدوح کو اپنی رعایا سے بہت پیار تھا اور اس مین ہندو مسلمانون کی تمیز نہ کرتے تھے۔ آپ کی اس نیک نیتی ہی کا پھل تھا کہ اپنے عمل سے سانپ کا زہر زائل کر دیتے تھے آپ نے حکم دے رکھا تھا کہ اگر کسی کو سانپ کاٹ لے تو خواہ کوئی وقت ہو آپ کسی حالت مین ہون آپ کو اطلاع دیجاے چنانچہ کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ سو رہے تھے اور آپ کو جگا لیا گیا آپ ایسے موقع پر بالکل ناراضی کا اظہار نہ کرتے تھے۔ کہتے ہین کہ ہزارہا لوگون نے آپ کی اس طاقت خداداد کا فائدہ اٹھایا۔

موسے ندی کے سیلاب عظیم سے ہولناک تباہی

شوال ۱۳۲۶ ہجری مطابق ۱۹۰۸ء مین نہایت شدت سے بارش ہوئی یون تو دس روز

سے برابر کم و بیش پانی برسا اور بہت سے کام لگاتار مینھ برسنے سے موقوف کر دیے گئے
لیکن ۲۶ ستمبر مطابق ۲۹ شوال کو دوپہر سے ۲۸ ستمبر مطابق یکم رمضان کی رات تک موسلا دھار
پانی پڑا دریائے موسیٰ میں بڑی طغیانی ہوئی جن جن لوگوں کے مکانات دریا کے کنارے تھے
انھوں نے جلدی جلدی انھیں خالی کر دیا دو پشتوں سے دارالصدر نظام کو کبھی ایسی حیرانی
لاحق نہیں ہوئی تھی جیسی کہ اسوقت ہوئی صبح کے سات بجے تک ہزاروں آدمیوں نے
اپنے اپنے مکان خالی کر دیے۔ نواب صاحب نے اطلاع دی کہ پرانی حویلی کے ایوان واقع
اندرون شہر سے ایوان فلک نما میں ان کا جانے کا قصد ہے اور اپنے ایڈیکانگ افسر الملک
کو طلب کیا افسر الملک نے افضل گنج کے پل پر سے اترنا چاہا مگر اسپر سے اس زور سے پانی
بہہ رہا تھا کہ نہ اتر سکے اسوقت وہ جھپٹ کر چادر گھاٹ کے پل پر گئے اور دونوں طرف پانی
کی چادر کے بیچ میں اترے اسکے بعد پھر اور کوئی شخص اس پل پر سے نہ اتر سکا اور انکے طے
کرتے ہی چند منٹ کے بعد دونوں پل ٹوٹ گئے اور پانی بڑے زور سے افضل گنج کی طرف
گیا اور ہر طرف تباہ کرنے لگا افضل گنج کے اسپتال سے جو پانی ٹکرایا تو وہ گر پڑا اسکے بہت سے
بیمار دب گئے اور بہت سے بہہ گئے ہر مقام پر پانی اس زور سے گیا کہ خاص سڑکوں اور
گلی کوچوں میں جیتنے سامنے آئی اُسے بہاتا ہوا لیے چلا گیا ہر طرف مکانات گر گئے ہزاروں
آدمی پانی کے تموج کے سامنے خائف و ترسان بھاگے جا رہے تھے دیواروں پر پانی کا
کا نشان دیکھنے سے معلوم ہوا کہ آٹھ فٹ پانی تھا ہزاروں آدمیوں کی جانیں بچ جانا ایسی
حالت میں ایک کرامت تھی مگر ہزاروں آدمی یا تو مکانوں کے نیچے دب گئے یا ڈوب گئے
یا پانی کے تموج سے پاش پاش ہو گئے جب چادر گھاٹ یا سیف آباد والے افسروں کو
خبر آئی تو سب آدمی مصیبت زدہ لوگوں کے بچانے میں مدد کرنے کے لیے دوڑے آئے
کشتیاں منگوائی گئیں اور جو سیکڑوں آدمی کسی شے میں لپٹ گئے تھے انکی جانیں بچانے میں
ہاتھیوں سے بھی کام لیا گیا جائداد کو بہت بڑا نقصان پہنچا ہزاروں مکان گر گئے اور جس
کہتے ہیں دو لاکھ روپے کا غلہ رکھا ہوا تھا وہ بہہ گیا کئی دن تک ایسی صورت تھی کہ بیان
نہیں ہو سکتی ہر طرف انواع اقسام کی مصیبت تھی لوگ بے گھر ہو گئے تھے شہر میں ہر مقام
پر لاشیں پڑی ہوئی تھیں بہت سی دریا میں بہہ کر آ گئی تھیں جنکی کوئی شناخت نہیں ہو سکی
گو دقتیں تھیں مگر پولیس کے لوگ بڑی محنت و جانفشانی سے کام کر رہے تھے بہت سے
افسروں اور سپاہیوں کا پتا نہ لگا۔ یہ عجیب بات ہے کہ نظام کی فوج کے لوگوں کو مصیبت
کے وقت میں آنکے مدد دینے کا حکم نہیں دیا مگر جو لوگ قریب تھے انھوں نے لوگوں کی

جانین بچانے مین بڑی مدد کی سیکڑون ہندوستانی ایسے مقامات پر اس بات کے منتظر تھے کہ کوئی وہان پہنچکر انھین بچائے جہان رسائی دشوار تھی ۲۶ گھنٹہ مین پندرہ انچ پانی برسا پُرانے پل کے پاس دریا کے نشیبی جانب ایک گنجان آبادی تھی بعد اسکے وہان تار برقی حیدرآباد کے دفتر کے سوا کچھ بھی نہین رہا سیلاب جنوبی جانب بڑھا تھا اور شرقی جانب حوالی شہر کا بہت بڑا حصہ تباہ ہوگیا اس مقام پر میدان مین دبی ہوئی لاشین اٹھالی گئین سیکڑون لاشین مکانون کے اندر دبی پڑی تھین سیلاب شہر کے مغربی جانب سے آیا تھا اور جنوبی شمالی جانب گیا تھا ایک میل تک طول مین اور نصف میل عرض مین باہر جس قدر مکانات تھے سب گر گئے در حقیقت شہر کا وہ بہت ہی گنجان آباد حصہ جسے پُرانا پل کہتے ہین چند ہی لمحہ مین بہ گیا لاشون کی شناخت غیر ممکن تھی افضل گنج کی طرف سناٹا ہوگیا تھا اس مقام پر بڑے غضب کا سیلاب آیا تھا ہزارون ہندوستانیون مین سے کچھ ہی شاید بچے ہون سڑکون کا کوئی نشان نہونے سے نہین معلوم ہوتا تھا کہ فلان مقام کون ہے ہر طرف اداسی چھائی ہوئی تھی اس قدر لوگ ضایع وہلاک ہوے کہ بہت کم لوگ انھین روتے تھے مکانات جو مخدوش تھے وہ ہاتھیون سے گرادیے گئے رزیڈنسی کے احاطے سے بہت سی لاشین نکالی گئین۔ حیدرآباد کے ریلوے اسٹیشن مین بہت سی ہندوستانی مستورات پناہ گزین ہوئی تھین رزیڈنسی مین رزیڈنٹ اور افسران رزیڈنسی نے بڑی کوشش کی جب دفتر کے تمام کاغذات بچالیے تو سیکڑون آدمی جو درختون سے چمٹے ہوے مکانون اور مندرون کی چھتون پر تھے اور وہان تک پانی نہین پہنچا تھا ان کو بچایا اس امر مین کشتیون نے بڑی مدد دی لیکن چونکہ نصف میل تک پانی کی دھار کا بہت زور تھا اور بڑے بڑے ہوجے تھے اور بڑے بڑے درخت جڑ سے اکھڑے ہوے پڑے تھے اس وجہ سے یہ بڑی جوکھون کا کام تھا معدودے چند یورپیون نے جو بہادری کی اس سے بہت لوگ ممنون رہے رزیڈنسی کا ایک ملازم بھی ضائع نہین ہونے پایا ایک ہزار گھر کا ایک موضع جسکو نلگودا کہتے تھے اور رزیڈنسی کی حد کے اندر تھا۔ یہ بالکل تباہ ہوگیا۔ ریاست نے ملبہ کھودنے کا کام ایک عملے کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک کوئی مکان نہ کھودا جاے اس کام مین مدد دینے کے لیے شہر مین بہت فوج طلب کی گئی تھی جو لوگ فاقون مر رہے تھے اور مفلس ہوگئے تھے انھون نے غلے کی رہی سہی دوکانین لوٹ لین ہر قدم پر کوئی نہ کوئی خوفناک بات سننے یا دیکھنے مین آتی تھی سچ تو یہ ہے کہ حیدرآباد

بڑے غضب کی آفت آئی تھی دس میل مکسر میں سڑی ہوئی لاشوں کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے سیکڑوں آدمی کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے کہ بڑی بڑی دور سے لاشیں بہی ہوئی آرہی تھیں لاشوں کے اس طرح بہ کے آنے سے معلوم ہوا کہ میلوں میل تک سیلاب تھا نواب سالار جنگ کا ایوان نصف گر گیا نواب فیض علی خاں کا بہت بڑا نقصان ہوا اُن کا مکان بہت ہی قیمتی آرائشی اسباب سے سجا ہوا تھا وہ بالکل تباہ ہو گیا حتےٰ کہ اُن کا زیور وغیرہ بھی بہ گیا حیدرآباد میں ہر طرح کی خرابی و ابتری ہو رہی تھی ریلوں کا سلسلہ بہت خراب ہو گیا تھا جو لوگ ملبے میں دبے پڑے تھے وہ اکثر ساہوکار اور تاجر تھے جنھوں نے اپنے مکانوں کو چھوڑنے سے انکار کیا تھا اور آخر وقت تک اپنے مال و دولت سے لپٹے رہے چونکہ اکثر ہندوستانی اپنا روپیہ اور قیمتی زیور زمین میں دفن کر دیا کرتے ہیں پس جو مکانات منہدم ہو رہے تھے اُن میں دولت کثیر مدفون تھی ہز مجسٹی شاہ ایڈورڈ ہفتم اور پرنس آف ویلز اور ہز اکسلنسی وائسرائے اور دوسرے بڑے بڑے افسروں نے نظام کو ہمدردی کے تار بھیجے اور تعریف کلکتہ نے رفع تکلیف کا فنڈ جمع کرنے کا ارادہ کیا اور نواب میر محبوب علی خاں نے حکم دیا کہ ایک کمیٹی جمع ہو اور رفع تکلیف کے فنڈ کا انتظام کرے مصیبت زدہ لوگوں کے لیے کیمپ بھی قائم ہوئے اور محلوں اور مقامات کے سرکاری باغ چادرگھاٹ میں مصیبت زدہ لوگوں کے رہنے کے لیے جگہ دی گئی اور زیادہ غریبوں کے لیے دو ایوان بھی دیدیے تھے دونوں میں لوگ بھرے ہوئے تھے اُنکے لیے کھانا اور کپڑا بہم پہنچایا جاتا تھا پانچ باورچی خانے مسلمانوں اور پانچ ہندوؤں کے لیے جاری کیے گئے تھے۔ اور اس بات کا بھی بندوبست کیا گیا تھا کہ معزز عورتوں کو پردے میں کھانا پہنچایا جائے جہاں انھوں نے جاکر پناہ لی ہو ریاست نے تمام اُن مصیبت زدہ اشخاص کو جو سرکاری ملازم تھے ایک مہینے کی تنخواہ پیشگی دی تھی اور تمام دفاتر چند روز کے لیے بند کر دیے گئے تھے۔ اموات کی نسبت یہ آخری تقیبی امر تھا کہ پچاس ہزار سے کم کی جانیں تلف ہوئی ہونگی اور پندرہ ہزار سے لیکر بیس ہزار تک مکانات گرے ہونگے اور ایک لاکھ آدمی بے خان ومان ہو گئے تھے۔ نواب نے چار لاکھ روپے جیب خاص سے عطا کیے اور دو لاکھ روپے ریاست سے ملے بہت سے مقامات میں چندے ہوئے جس سے یہ حالت ہوئی تھی بنیوں نے غلہ بہت گراں کر دیا معمولی چاول روپیہ کے چار سیر کر دیے تھے دکانوں اور جھونپڑوں کا کرایہ بہت گراں ہو گیا تھا بنیوں نے سڑا ہوا غلہ روپے کا سیر بھر عام لوگوں کے ہاتھ فروخت کرنا شروع کیا تھا لیکن کرنل ٹیور ریذیڈنسی سرجن نے انھیں روک دیا حیدرآباد میں اس وقت چونکہ غلے کی بڑی مانگ تھی اس باعث سے

سکندرآباد مین جس قدر غلہ بہم ہوسکتا تھا وہ حیدرآباد مین چلا آتا تھا اور ۲ اکتوبر کی شام کو تیس روپیہ فی پلہ[1] تک نرخ بڑھگیا تھا مگر مسٹر ڈنلاپ سکرٹری خزانہ نے دوسرے اضلاع سے غلہ طلب کرکے غلہ فروشون کے منصوبے بگاڑ دیے لاشین جو کھود کر نکالی جاتی تھین کچھ زمین مین دفن کی جاتی تھین کچھ جلائی جاتی تھین نواب صاحب کو اس کا بہت صدمہ تھا موٹر پر سوار ہوکر یکم اکتوبر کی شام کو ایوان فلک نما سے افضل گنج کے پل تک آئے اور جو منظر پیش آیا اسکو دیکھکر کھڑے کھڑے رو دیا کیے سرکاری افسرون نے اپنی موٹرین اور گھوڑے گاڑیان اور گھوڑے حکام محکمہ تعمیرات و محکمہ حفظان صحت اور میونسپل افسرون کے حوالے کردیے کہ اُن سے کام لے کر جلد اس بات کی تدبیرین کردین کہ آمد و رفت جاری ہوجائے یکم اکتوبر مطابق ۴ رمضان کی صبح کو ایک شخص کھنڈرون کے اندر سے نکالا گیا تو اُس وقت تک زندہ تھا حالانکہ وہ نوے گھنٹے تک مدفون اور بے ہوش رہا اُس وقت اُس کی تدبیر کی گئی پلون کی مرمت بہت عجلت کے ساتھ شروع ہوگئی۔ لاشون کے سڑنے سے متعفن ہوا سبکو پہنچتی تھی مصیبت نازل ہونے کے بعد جو بہت سی بہادرانہ کارروائیان عمل مین آئین اس کارروائی کا درجہ کچھ کم نہین ہے جو لیڈی اسسٹنٹ سرجنون اور نرسون نے ۲۸ کی ہولناک تاریخ پر کی تھی جس وقت پانی بعجلت چڑھتا آتا تھا تو پولس کے لوگون نے نہایت التجا کے ساتھ اُن سے کہا کہ وہ فوراً اسپتال کو چھوڑ دین لیکن اُنھون نے کہا کہ جبتک مریض نہ منتقل کیے جائین گے ہم ہرگز نہ جائینگے پانی برابر بڑھتا اور چڑھتا جاتا تھا اور لہرین اسپتال کی دیوارون سے آ آکر ٹکراتی تھین اس حالت مین اسپتال والون نے مریضون کو چھتون پر پہنچا دیا اور پھر دو فیٹ نیچے جھک جھک کر اُن آدمیون کو اُٹھانا شروع کیا جن مین کچھ جان باقی جاتی تھی اور اس عالم مین ہر لحظہ یہی خیال تھا کہ عجب نہین کہ دم بھر مین ہمارا بھی یہی حال ہوجائے لیکن دوسرے دن شام کو جھنڈیون کے اشارے کے بعد سردار پریم سنگھ نے دور سے یہ کیفیت دریافت کرکے اُنکو نجات دلائی ایک لیڈی تردد و انتشار کے عالم مین ایسی بدحواس ہوگئی تھی کہ اُس نے دیوار پر سے اپنے پانون پانی مین لٹکا دیے اور یہ گیت گانا شروع کیا **ملاحو مجھ کو کھینچ کنارے لگا دو۔**

جیدمتا تالاب جو سرچشمہ ہے اُسکو نقصان پہنچنے سے پینے کے پانی کا مخزن بالکل جدا اور منقطع ہوگیا تھا حیدرآباد کے سیلاب کا پانی زور کرکے جب دریاے کشنا کی طرف بہ چلا تو اُس کے زور مین بزواڑا ریلوے لین کو بہت نقصان پہنچ گیا۔ بربادی کی یہ حالت تھی کہ اول لنگر کی اُس کے بعد بازار اور ڈسپنسری کی کوٹھی جو بنک بنگال کے محاذی تھی اور تسامیہ اور قاضی

[1] ساٹھ سیر کا ایک پلہ ہوتا ہے ۱۲

گوڑہ بازار اور چنچل پیٹ یہ محلے تو بالکل برباد ہوگئے ریذیڈنسی کی مغربی جانب بغیر کسی فاصلے کے
مکانات کی جو قطار واقع تھی وہ بالکل کھنڈر ہوگئے۔ چادر گھاٹ کے اُس پار ملہا پیٹ اور
چادر گھاٹ یہ دونوں گاؤں بہہ گئے تک الگوڑہ اور کوٹی گوڑہ اور ڈاک خانے سے جو بالکل مسمار
ہوگیا تھا افضل گنج کی سڑک کے کنارے کنارے چھوٹے چھوٹے رقبوں میں جو مکانات واقع
تھے ان میں بھی کوئی باقی نہیں رہا۔ پھر عابد کمپنی کے کارخانے واقع چادر گھاٹ سے لے کر
سرکاری باغات کی سڑک ترپ بازار تک ایک حصہ منہدم ہوگیا اور حال بازار اور مہاراج گنج
اور رشیدی عنبر بازار اور بیگم بازار بالکل مسمار و منہدم ہوگئے شمالی جانب ایک پل سے دوسرے
پل تک جس قدر گاؤں اور بستیاں دریا کے کنارے واقع تھیں سب بہہ گئیں۔ شہر میں
بارہ دری۔ یوسف بازار۔ میرگوج۔ امین باغ۔ پتھر گٹی تک بہہ گئے البتہ چند عمدہ مکانات اور
گھاسی بازار اور حسینی علم اور کوکا کی ٹٹی اور لائق الدولہ کے مکانات تک اور پرانے پل تک
کم و بیش ویران ہوگئے۔

اس دریا میں پہلے بھی اکثر طغیانی آئی ہے جس سے نقصان پہنچا ہے چنانچہ ۱۷۵۵ء میں
جب بڑا سیلاب آیا تھا اور لوگ ہلاک ہوئے تھے اور ۱۸۷۱ء میں اس میں یکبارگی
طغیانی آئی اور دو ہزار آدمی ضائع ہوئے اور بے حد نقصان پہنچا اور ماہ اکتوبر ۱۹۱۲ء میں
پھر سیلاب آیا اور بے شمار لوگ غرق ہوئے اور بہت سے مکانات مسمار ہوئے۔

ایک عرب سردار اور ریاست کا قابل ذکر مقدمہ

نواب سلطان نواز جنگ نے جو حیدرآباد میں عربی فوج کے جرنیل ہیں ریاست حیدرآباد
پر دو کروڑ اور چار لاکھ روپے کا دعوےٰ کیا اس کے مقابلے میں ریاست نے نواب مذکور پر
دو کروڑ اور چھ لاکھ روپے کا دعوےٰ کیا اس فیصلے کے لیے ایک کمیشن مقرر ہوئی جس کا
افسر اعلےٰ الٰہ آباد ہائی کورٹ کا مسٹر جسٹس گریفن گورنمنٹ آف انڈیا کے حکم سے مقرر
ہوا جس نے ۳ ماہ تک ان دعاوی کی خوب تحقیقات کی ۲۵ برس سے یہ مقدمہ چل رہا
تھا نواب اور ریاست دونوں کے دعوے خارج ہوئے نواب کو چار لاکھ اور ریاست کو چھ لاکھ
کی ڈگری دی گئی جس کا خالص نتیجہ یہ ہے کہ ریاست کو دو لاکھ کی ڈگری ملی۔

چندے میں امداد

۲۶ ستمبر ۱۹۱۰ء کو قیصر ہند ایڈورڈ ہفتم کی یادگار کے چندے میں نظام نے ایک لاکھ روپیہ دیے

ضروری ہوگئی ہے اور گورنمنٹ برطانیہ کے لیے اب اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ وہ دوامی
سپردگی کو جاری رکھے جو گذشتہ معاہدات کی روسے اس کے ذمے عائد ہوگئی ہے۔ نواب نے
فرمایا کہ اس حالت مین تجویز دوامی کو مین منظور کرونگا کیونکہ مجھکو اب تک یہ معلوم نہ تھا کہ آئندہ کبھی
برار کی واپسی کا امکان نہین ہے۔ لارڈ کرزن نے دوامی پٹے کے الفاظ تبدیل کرکے یہ تجویز
اور پیش کی کہ اس کی روسے نواب صاحب اور انکے جانشین بطور استمراری قبضہ برار تسلیم
کرینگے۔ نواب نے جواب دیا کہ مین دوامی پٹے کو اس لیے منظور کرتا ہون کہ میری بادشاہت
صاف طور پر تسلیم کی جائے گی۔ غرض کہ ایک معاہدہ لارڈ کرزن نے نواب محبوب علی خان سے
کرلیا جس کی رو سے رسالہ زمانہ کے ایک پرچے کے مطابق پچیس لاکھ روپے اور
دوسرے پرچے کے موافق تیس لاکھ روپیہ سالانہ پر اضلاع برار کا دائمی ٹھیکہ برٹش گورنمنٹ کو
ملگیا اور ایک اہم سوال جو ۱۸۵۳ء سے درپیش تھا قطعی طور پر فیصل ہوگیا اور اسکو ممالک متوسط
کی حکومت مین دیدیا تاکہ وہ اس کا انتظام اپنے صوبے مین شامل کرلے۔ اہل برار نے جو
مالگزاری ادا کی ہے وہ صوبہ متوسط کے خزانے مین شامل ہوگئی ہے اور پولیٹکل حیثیت سے
برار کی وہ پوزیشن نہین ہے جو دوسرے صوبجات برٹش انڈیا کی ہے۔ سنٹرل اور پراونشل
کونسلون مین اُس کے نمائندے نامزدگی کے لیے جاتے ہین اگرچہ انکو رائے دہندے نامزد کرتے ہین
اپنے ایک سالانہ ریویو مین لارڈ کرزن نے کونسل کے روبرو کہا تھا کہ ۱۹۰۲ء مین جو معاہدہ برار
کے متعلق ہوا ہے اس مین جانبین نے پوری آزادی اور بے تکلفی سے گفتگو کی ہے اور اسکی
کارروائی مین کسی مخالفانہ اثر کا کوئی شائبہ موجود نہ تھا لیکن ہندوستان کی رائے عامہ نے
لارڈ کرزن کے اس بیان کو صحیح تسلیم نہین کیا بلکہ اسکے بعد جب نواب محبوب علی خان کو جی۔
سی۔ بی کا خطاب مرحمت ہوا تو ہندوستان کے ہر ایک انگریزی کلب مین کہا گیا کہ یہ صلہ ہے
برار کے دیدینے کا جس طرح اگلے نظامون نے معاہدے کیے اور وہ واجب التسلیم مانے گئے
اسیطرح مرحوم نظام محبوب علی خان کو معاہدہ کرنے کا ضرور استحقاق تھا۔ اگر کوئی کہے کہ اُن کو
استحقاق نہ تھا تو اُن کے جانشینون کو بھی ریاست کے متعلق کسی معاہدے کا کوئی استحقاق نہ رہے گا

نواب میر محبوب علی خان کا انتقال

یون تو موت سے دس بارہ روز قبل نواب کے قلب پر ایک اضطرار کی کیفیت طاری تھی لیکن
۲۶ ماہ اگست ۱۹۱۱ء مطابق یکم رمضان ۱۳۲۹ ہجری کو ہفتے کے روز کھانا پینا مطلق چھوڑ دیا
اُسی روز دو چار دورے تشنج کے ہوے ۲۷ ماہ اگست مطابق ۲ رمضان یوم یک شنبہ کو

حکم دیا کہ تمام سرکاری کاغذات پیش کیے جائیں دو گھنٹے کامل بیٹھکر غیر معمولی طور پر تمام کاغذات ملاحظہ کیے اور دستخط کیے اُس کام سے فارغ ہوکر ایک دو قدم چلنے بھی نہ پائے تھے کہ سر پر چکر آگیا اور وہیں بیٹھ گئے یہ حالت دیکھکر حاضرین نے ہاتھوں ہاتھ سنبھالا جب ہوش آیا تو کہا کہ مجھے لٹادو جب لیٹ گئے تو ماں کو بلایا اُنھوں نے بیٹے کی صورت دیکھکر زار و قطار رونا شروع کیا نواب نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا کہ اماں جان گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے میرا مزاج اچھا ہے صرف کثرت کار کی وجہ سے طبیعت کسلمند ہوگئی ہے جب وہ رخصت ہوگئیں تو بے ہوشی بڑھنے لگی اور ایک ایک دو دو گھنٹے کے وقفے سے تشنج کے دورے ہونے لگے یہ مصیبت سنکر مہاراجہ کشن پرشاد مدارالمہام اور دیگر امرائے ریاست قصر فلک نما پر حاضر ہوئے حکیم نابینا اور حکیم ملتا اور ڈاکٹر لقمان الدولہ کا علاج ہو رہا تھا لیکن مرض دن بدن بڑھتا گیا ۲۹ ماہ اگست مطابق ۴ رمضان کو منگل کی شب میں حالت بالکل نازک ہوگئی برابر چھ گھنٹے بے ہوشی رہی سب حکیموں اور ڈاکٹروں نے مایوسی ظاہر کی ریذیڈنٹ بھی صبح تک ٹھہرا رہا منگل کے دوپہر کو اٹھ بجے ہوش آیا تو کہا کہ سردار بیگم اور دوسری بیگمات کو بلاؤ فوراً تعمیل ہوئی سب کو ایک نظر غور سے دیکھکے محل میں جانے کا حکم دیا نو بجے پھر ڈاکٹر اور حکیم آئے اور دوا پلانی چاہی تو انکار کیا اور کہا کہ کیا تم لوگ اب بھی مجھے گناہ میں ڈالنا چاہتے ہو۔ توبہ توبہ۔ استغفر اللہ۔ کلمۂ طیبہ اور توبہ کا ورد تھا دس بجے کہا کہ کلام الٰہی پڑھو حالت کو بدلتی ہوئی دیکھکر جھٹ لقمان الدولہ اسٹاف سرجن نے سر کو اپنے زانو پر رکھ لیا آنکھیں کھولکر کلام الٰہی اور یٰسین پڑھنے والوں کی طرف دیکھکر لقمان الدولہ کو کچھ کہا لیکن سمجھ میں نہیں آیا حکیم نابینا جو بالکل قریب بیٹھا ہوا تھا کوڑے سنکر کہا کہ دیکھو سرکار کلمۂ طیبہ پڑھ رہے ہیں لقمان الدولہ نے بھی بآواز بلند دو چار بار جب کلمے کا ورد کیا تو نواب نے آنکھیں کھولدیں اور نہایت اطمینان و متانت سے ٹھیک ساڑھے بارہ بجے جان بحق تسلیم کی وا دریغا کے درمیان میں میت موٹر گاڑی پر فلک نما سے چو محلہ میں لائی گئی جس وقت موٹر گاڑی راستے سے گذر رہی تھی عامۂ خلائق ایسی چیخیں مار کر رو رہی تھی کہ اللہ کی پناہ مکہ مسجد میں نواب ناصر الدولہ کے مقبرے کے پائیں میں قبر کھودی گئی دس بجے شب کو مشائخین نے میت کو غسل دیا اور میت کو حسب دستور قدیم زیور پہنائے گئے تھے جن پر ہیرے کی انگوٹھی۔ دھکدھگی۔ بھجبند۔ دست بند اور سرپیچ تھے جنازہ بارہ بجے شب کے اُٹھا لاش ایک صندوق میں تھی جس پر کمخواب کا غلاف تھا۔ غلاف پر خوشنما پھولوں کی چادر پڑی ہوئی تھی۔ شامیانۂ میت بھی کمخواب کا تھا۔ جنازے کے آگے آگے مولود خواں اور معلم تقریر کرتے ایک چھوٹی سی کشتی میں کچھ تبرکات بھی ہمراہ تھے ڈیڑھ بجے تک

دفن سے فارغ ہوکر سب لوگ واپس آگئے چودہ حافظ اور کچھ چوبدار رہ گئے۔ نظام کی قبر پر ہندو مسلمان اور پارسی سب آتے تھے اور پھول چڑھاتے تھے تاریخ وفات نور اللہ تربتہ اور ۱۳۲۹ھ۔ آہ افسوس نظام سادس ؒ سنہ ۔۔ سے ظاہر ہے لقب بعد الوفات غفران مکان ۱۳۲۹ ہوا۔ ۳۰۔ اگست سنہ مذکور کو وائسرائے نے حکم دیا کہ شملے کے تمام سرکاری دفاتر نظام کی یادگار اور اعزاز کی نشانی کے طور پر بند کردیے جائیں۔ لندن کے اخبارون نے نظام مرحوم کا بڑا اعزاز کیا اور اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ گورنمنٹ ہند کو بڑا نقصان پہنچا کہ اُس کا ایک وفادار دوست دنیا سے اُٹھ گیا۔ نظام کی روشن ضمیری اور قابلیتون کا ان اخبارون نے خاص طور پر ذکر کیا۔

نواب کے بیٹے

(۱) فرزند کلان میر عثمان علی خان جانشین پدر۔
(۲) میر محمد محی الدین خان المخاطب بہ اصالت جاہ بہادر۔
(۳) میر احمد محی الدین خان المخاطب بہ بسالت جاہ بہادر۔

خصائل

ذاتی طور پر نواب نہایت سادگی پسند تھے دربار دہلی کے موقع پر جن لوگون نے اُنکو سادی وضع مین دیکھا تھا وہ معلوم کرتے تھے کہ ظاہرداری اور نمائشی باتون سے اُنکو کسی قدر پرہیز تھا۔ وسیع حوصلہ اور فراخ مشرب ہونے کے ساتھ اپنے مذہب کے ایک راسخ الاعتقاد پیرو تھے کل بزرگان دین سے اُنکو عموماً اور حضرت پیران پیر سے ارادت کامل تھی اپنے کاغذ پر دستخط مین اپنا پورا نام لکھنے کی جگہ یا محبوب تحریر کرتے تھے بزرگون کے نام کبھی بے وضو نہ لیتے اور ہر سفر سے پیشتر اُن کا قاعدہ تھا کہ حیدرآباد مین مزارات متبرکہ کی زیارت کرلیتے اُس کے بعد روانہ ہوتے ربیع الاول اور ربیع الثانی کے مہینون مین خیرات کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رہتا اسی طرح محرم اور دوسرے مذہبی مراسم مین بھی جی کھول کر داد و دہش کرتے۔ راسخ العقیدہ سنی ہونے کے ساتھ ہی مجالس عزا مین فراخ حوصلگی اور ذوق سے شریک ہوتے اور خود بھی سلام تصنیف کرکے نواب فیاض علی خان کے مکان پر جہان مرزا اوج مرثیہ پڑھا کرتے اکثر جاتے اور نہایت شوق سے شریک مجلس ہوتے۔ شکار کا شوق نواب کو بے حد تھا اور وہ اعلےٰ درجے کے نشانہ باز تھے لطف یہ ہے کہ مشق کبھی جاری نہ رہتی تھی لیکن سالہا سال کے بعد اگر موقع آجاتا تو بڑے بڑے قادر انداز تسلیم کرتے

نواب کو بندوق کی گولی سے روپیہ اشرفی کا نشانہ لگاتے دیکھکر اکثر شاہزادگان یورپ بھی محو حیرت ہو ہوگئے ہیں مردانہ کھیلوں اور قومی سپورٹو میں اکثر شریک ہو جاتے مگر آخری ایام میں پاؤں کی کمزوری سے چلنا پھرنا مسدود ہوگیا تھا۔

نواب کا ذوق شاعری

اہل کمال کی عزت و وقعت کرنے کے ساتھ ہی خود مرحوم ایک معمولی درجے کے شاعر تھے اور نظم کے علاوہ نثر بھی اچھی زبان میں لکھ سکتے اُن کے شاعرانہ ذوق وشوق نے حیدرآباد کی پبلک میں شاعری کا شوق پیدا کر رکھا تھا وقتاً فوقتاً مشاعرے منعقد ہوا کرتے تھے نواب مرزا خاں داغ دہلوی سے تلمذ ہے آصف تخلص ہے۔ داغ اول ریاست رام پور میں نواب کلب علیخاں کے پاس مدمصاحبان شاعران میں ملازم تھے اور کارخانہ مصری اصطبل سرکاری اور فراش خانے کا بھی اُن سے متعلق تھا قوی ہیکل اور سیاہ فام تھے اور ستدود کا علم بھی رکھتے تھے زبان اچھی تھی غزل کی جان تھی پیش پا افتادہ تشبیہوں اور مبتذل استعاروں کا ڈھیرہ موجود تھا جسکو متعدد صدیوں سے لوگ دہراتے چلے آتے ہیں انھیں کو چند معمولی ژولیدہ خیالوں اور پامال مضمونوں میں بار بار غزل کے چند شعروں میں جو متعارف بحروں میں ہوتی تھیں جمع کر دیتے تھے سوائے زلف و رخ خط و خال اور معمولی چوما چاٹی کے کوئی ایسا مضمون نہیں ہوتا تھا جس سے پڑھنے والوں کے دل ہل جائیں اور جس کام پر اُنکو آمادہ کرنا چاہیں آمادہ ہو جائیں اُنکی طبیعت قصیدے کے مناسب نہ تھی خود دو چار قصیدے لکھے بھی ہیں تو وہ غزل کی پھس پھسی مدت چھوڑ کر قصیدے کی قوت اور اصول متانت کو نہ پہنچ سکے رام پور میں تنخواہ اُن کی ستر روپے تھی جب نواب کلب علی خاں کا انتقال ہوگیا تو اُن کا بھی تعلق رام پور سے جاتا رہا بہت تکلیفیں اُٹھائیں چنانچہ اپنی اس حالت کو اس رباعی میں ادا کیا ہے۔

نواب نے کی جو قدردانی میری اے داغ گذر گئی جوانی میری
لیکن یہ خبر تھی کہ وقت پیری مر مر کے کٹے گی زندگانی میری

آخرکار داغ نے حیدرآباد کا رُخ کیا دو بار وہاں گئے اور لوٹے کسی نے توجہ اُن کے حال پر کی تیسرے پھیرے میں شہر کے ایک اخبار نے ایک مضمون لکھا کہ ہندوستان کے مشہور شاعر داغ کئی بار اس دارالریاست میں آئے اور ملازمت سے محروم رہے یہ اخبار نواب صاحب کی نظر سے گذرا فوراً طلب کر کے ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ کر دی اور فن شاعری میں اپنا اُستاد بنالیا نظام جو غزل کہتے وہ لفافے میں بند کر کے چوبدار کے ہاتھ داغ کے پاس بھیجتے اور

فصیح الملک کا خطاب بھی دیا تھا ہزار روپیہ ماہوار مشاہرے کے علاوہ سات سو روپیہ ماہوار کا منصب اُستادگی صاحبزادی اور نواسے کا مقرر کیا۔ یہ نواب صاحب کا کلام ہے۔ نواب نے ایک دیوان غیر مطبوعہ چھوڑا ہے۔

انصاف اپنا اے بت عیار ہو چکا
جب تو ہوا عدو تو خدا یار ہو چکا

بس انتظار وعدۂ دیدار ہو چکا
وہ آئے یا نہ آئے یہ بیمار ہو چکا

اب یہ جانا کہ ہمکو دھوکا تھا
دل ہمارا نہ تھا تمھارا تھا

لوٹتا تھا کوئی تڑپتا تھا
کوے قاتل مین اک تماشا تھا

دکھایا یہ شعبدہ تری چشم سیاہ کا
محفل مین ہوگیا ہے تماشا نگاہ کا

برسون مین اُسنے ملنے کا وعدہ کیا ہے آج
اس شرط پر کہ حرف نہ آئے نباہ کا

واہ ری شان کریمی ترے صدقے قربان
جس گنہگار کو دیکھا وہ گنہگار نہ تھا

اتنی راہونپر نہ نکلی حسرت بسمل ذرا
سینہ تیرونسے ہے چھلنی تیغ سے دل چاک تھا

مین اگر غم کہون جدائی کا
شور محشر مین ہو دہائی کا

نالہ کب لب تک آکے رہ جاتا
پاس ہے عرش کبریائی کا

جلانے والون کو اللہ یون جلاتا ہے
رقیب پر ہے وہ پروانہ شمع رو ہوکر

تمکین مین شرارت تری دیتی ہی مزا اور
شوخی مین ترا حسن بڑھاتی ہی حیا اور

دزدیدہ نگہ دل کو چرا کے ہوئی بدنام
پروا نہین کچھ اسکی ہمین دیگا خدا اور

میخانے مین کیا لطف ہی کیا حال ہی ساقی
آواز چلی آتی ہے لا اور پلا اور

کشتے کو اپنے قاتل دے ہاتھ سے جو اپنے
خلعت سے ہو زیادہ اُسکو کفن مبارک

کہتے ہین ناز سے وہ ہی ملک حسن اپنا
آصف تمھین تمھارا ملک دکن مبارک

چھلے پانی بھی ہوا بنکے وہ آنسو بھی بہا
کیا مرے دل مین دھرا ہی ترا پیکان ابتک

خراب وخستہ ہوکر خوب سنبھلے
محبت مین بگڑ کر بن گیا دل

ایسے لوگونمین نہین ہم جو کہین اور کرین
مرد جو کہتے ہین وہ کرکے دکھا دیتے ہین

ان حسینونسے کوئی خون کا دعوی کرسے
خون بہا دیتے نہین خون بہا دیتے ہین

دل نہ دیتا اگر تو کیون سنتا
چار کے طعنے چار کی باتین

بے وفا ایک تیری خاطر سے
سن رہا ہون ہزار کی باتین

شب وصل یون ہی بسر ہوگئی
نہین کہتے کہتے سحر ہوگئی

تمھاری نرگس بیمار بھی بیمار کیسی ہے
کہ یہ بیمار ہوکر پھر غریب آزار کیسی ہے

شب وصل کس طرح طے ہو یہ جھگڑا	نہ تم مانتے ہو نہ دل مانتا ہے
کہو پھر تو گھبرا کے ذکر عدو پر	نہیں ہم تو واقف خدا جانتا ہے
تجھکو دل دیکے اپنی رسوائی	وہ ہوئی اب جو عمر بھر ہوئی
پھر کہاں جائینگے الٰہی ہم	خلد میں بھی اگر بسر ہوئی
داغ فرقت دے گئے وہ اپنے چھلے کی جگہ	عاشق محزون کو کچھ تو نشانی چاہیے
ایک ہی جام پلا کر جو کرے اپنا سا	ہمنے یہ پیر مغان ہی میں کرامت دیکھی
میّت دل کے ہاتھ سے ہے میری لاش بھی	اندر مزار کے کبھی باہر مزار کے

اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خان صاحب بہادر آصف جاہ سابع خلف نواب میر محبوب علی خان

آپنے ۲۹ جمادی الاخرے ۱۳۰۳ھ ہجری مطابق ۵ ماہ اپریل ۱۸۸۶ء روز سہ شنبہ کو ۹ بجے شب کے حویلی قدیم میں شبستان عدم سے انجمن وجود میں قدم رکھا ۲۵ شعبان کو رسم چلہ ادا ہونے کے وقت نواب سالار جنگ ثانی مدار المہام وقت نے جھولا داخل کیا جب چھٹے سال سے پانچویں سال میں قدم رکھا تو ۳ ذیقعدہ ۱۳۰۷ھ ہجری کو آپکی بسم اللہ پڑھوانے کی رسم مولوی انوار اللہ خاں کے ہاتھوں ادا ہوئی ۱۳۱۷ھ ہجری سے آپ کی باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا مسٹر ایجرٹن آپ کا معلم اور گارڈین مقرر ہوا اور اُس کے علاوہ مولوی سید حسین بلگرامی اور مولوی انوار اللہ خاں اور سید علی شوستری اور مسٹر سیٹل پرنسپل نظام کالج کو مختلف شعبوں کی تعلیم سپرد ہوئی اور محض اس خیال سے کہ تعلیم کا سلسلہ یکسوئی و اطمینان سے قائم رہے آپ کی قیام گاہ حویلی قدیم سے تبدیل کرکے کنگ کوٹھی میں مقرر کی گئی جو شہر سے باہر نظام کالج کے سامنے ایک دل چسپ اور خوبصورت عمارت ہے تحصیل علم کے ساتھ ساتھ ورزشی کھیلوں اور نشانہ بازی اور سواری کی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری تھا نواب میر محبوب علیخاں مرحوم نے آپ کو مہمات ریاست سے واقف کرنے کے لیے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ ہر محکمے کے سکریٹری دور مقررہ پر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کاغذات پیش کرتا اسکے علاوہ آپکو ممالک محروسہ کا

سلہ مستفاد از قاموس المشاہیر ج۲

کئی بار دورہ کرایا گیا تاکہ ریاست کے نظم ونسق سے آگاہی حاصل ہو کلکتہ اور دہلی کے سفر مین بھی آپ اپنے والد کے ہمراہ تھے تعلیم و تربیت نے لائق نواب زادے کی پھول سی طبیعت پر شبنم کا کام کیا ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات بالکل تھوڑے ہی عرصے مین فارسی اور انگریزی مین معقول لیاقت اور سپاہیانہ فنون مین کافی دستگاہ پیدا کرلی۔ ۲۹ صفر ۱۳۲۴ہجری کو آپ کا عقد مرشد زادہ جہانگیر پادشاہ کی صاحبزادی سے ہوا جسکے بطن سے دو بیٹے پیدا ہوے

(۱) **میر حمایت علی خان** انکی پیدائش ۸ محرم ۱۳۲۵ہجری کی ہے۔

(۲) **میر شجاعت علی خان** انکی ولادت ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۲۵ہجری کی ہے۔

اول الذکر ولی عہد ہین اور خطاب اُن کا اعظم جاہ بہادر ہے اور آخر الذکر کا خطاب معظم جاہ بہادر ہے۔

نواب صاحب کی عمر مسند نشینی کے وقت ۲۵ سال کی تھی۔ ۳۰ ماہ اگست ۱۹۱۱عیسوی مطابق ۵ رمضان ۱۳۲۹ہجری یوم چہارشنبہ کو منجہلی بیگم کی ڈیوڑھی واقع شہر حیدرآباد مین ایک دربار منعقد ہوا نواب میر عثمان علی خان اپنے محل سے پانچ بجے کے قبل کامل سرکاری حیثیت سے روانہ ہوے سوارون کا بدرقہ ہمراہ تھا جس مین افواج خدمات شاہنشاہی اور حبشی سوارون کا گارد اور ذاتی باڈی گارد کے تین سو آدمی تھے نواب کے ہمراہ مہاراجہ سرکشن پرشاد اور افسر الملک اڈیکانگ تھے اور ایک عالی شان لینڈا گاڑی پر سوار تھے جس مین چار نقرئی گھوڑے جتے ہوے تھے اور دوسرے ہمراہی دوسری گاڑیون پر سوار تھے ٹھیک پانچ بجے کرنیل پنہے رزیڈنٹ مع اپنے اسٹاف کے سفید کپڑے پہنے ہوے داخل ہوا نظام نے کرنیل پنہے اور ریڈنسی کے افسرون سے ہاتھ ملایا رزیڈنٹ اور اُس کا اسٹاف داہنی جانب اور رؤسائے حیدرآباد نواب کی بائین جانب بیٹھے۔ رزیڈنٹ نے ایک تقریر کی نواب محبوب علی خان کی موت پر پرسا گورنمنٹ کی جانب سے دیا اور اُنکے اوصاف بیان کیے اور میر عثمان علیخان صاحب کے متعلق یہ کہا کہ مین آپکی آئندہ حالت کی نسبت امید اور بھروسے کے ساتھ نظر کر رہا ہون اور مجھکو یقین ہے کہ آپ نے وہی شاندار اوصاف ترکے مین پائے ہین جن کی بابت آپکے والد واجبی طور پر مشہور رہے۔

کچھ توقف کے بعد نواب میر عثمان علی خان نے بیان کرنا شروع کیا کہ کرنیل پنہے! مین شکر گذار ہون کہ آپ مہربانی کرکے آج یہان مجھکو دیکھنے آئے اور اگر آپ مہربانی کرکے میرا مؤدب شکریہ ہز مجسٹی ملک قیصر کی خدمت مین اُنکی شفقت آمیز اور کریمانہ بیان کی بابت پہنچا دینگے تو مین بہت ممنون ہونگا۔ مین آپ سے یہ بھی کہون گا کہ حضور وایسرائے نے ہمدردی اور

تعزیت کا جو شفقت آمیز تار مجھکو بھیجا ہے اُس کی بابت بھی آپ مہربانی کرکے میرا بہترین شکریہ ہز اکسلنسی تک پہنچا دینگے فی الواقع مین آپ سے وعدہ کرتا ہون کہ ہر طرح سے میں اپنے مقدور بھر یہی کوشش کرون گا کہ اپنی رعایا اور ملک کو اپنے والد کے قدم بقدم چلکر فائدہ پہنچاؤں اور ہمیشہ گورنمنٹ برطانیہ کا خیرخواہ رہونگا اس کے بعد رزیڈنٹ رخصت ہوئے پھر رؤسائے نذریں پیش کیں اس کے تھوڑے عرصے بعد نواب صاحب موٹر کار پر سوار ہوکر چلے گئے۔

مسند نشینی کی رسم اور جلوسی سواری

یکم ستمبر ۱۹۱۱ء کی شام کے پانچ بجے نواب میر عثمان علی خاں کی مسند نشینی کی رسم ادا ہوئی اور محل چو محلہ میں ایک انگلش دربار منعقد ہوا کرنیل پنہے رزیڈنٹ مع اسٹاف کے موجود تھا اور اُس نے نواب کو اُن کی مسند نشینی کی مبارکباد دی رزیڈنٹ اور نواب دونوں نے تقریریں کیں بعد اسکے عطر و پان تقسیم ہوکر دربار برخاست ہوا۔

۹ ستمبر کو شہر حیدرآباد میں ہز ہائنس نظام کی سواری کا جلوس اپنی مسند نشینی کا اظہار کرنے کے لیے شہر کے تمام بازاروں میں سے نکلا جو نہایت پرشوکت تھا نواب اپنے بلند بالا اور نہایت مزین ہاتھی پر سوار ہوکر بازاروں مین گشت کرنے کے لیے روانہ ہوئے ہاتھی کی مستک پر اور اُس کے جسم کے تمام اعضا پر نہایت رنگ برنگ کے پھول اور بیل وغیرہ منقش تھے اُس کا سنہری طلائی ہودج زرد رنگ سے رنگا ہوا نہایت خوشنما اور چمکدار نظر آتا تھا نواب کو دیکھکر اُن کی رعایا نے ہر جگہ خوشی اور شادمانی کے طور پر اس قدر خیر دیے اور دعائیں دیں کہ کان پڑے آواز سنائی نہ دیتی تھی نواب نہایت قیمتی طلاکار اور ریشمی کپڑے کی شیروانی زیب تن کیے ہوئے تھے اور انکی پگڑی پر ہیروں کی کئی مالائے مروارید تھیں اور دونوں بازوؤں پر بیش قیمت بازوبند تھے اس طور سے اُن کا جلوس شہر کے بازاروں میں آہستہ خرامی کے ساتھ رواں تھا نواب خود اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھا اٹھا کر غربائے شہر کو دو طرفہ روپیوں کا ڈھیر پھینک رہے تھے دو طرفہ روپیوں کے ہاتھ گرنے سے جھنکار کی آواز برابر اور پیہم آتی جاتی تھی۔ نواب اپنی رعایا کی دلجوئی کے لیے بار بار دو طرفہ اپنے ہاتھوں سے خوشنودی کا اعتراف کرنے کے طور پر سلام کرتے جاتے تھے انکی خواصی میں مہاراجہ کرشن پرشاد تھے۔ نظام کے فیل خاصہ کے عقب میں کرنل افسر الملک کا ہاتھی تھا اسکے بعد ۲۵ ہاتھی تھے سجائے جلوس میں شامل تھے جن پر اعلیٰ حکام بیٹھے ہوئے تھے۔

حکومت

موجودہ نظام کی مسند نشینی پر صاحب رزیڈنٹ اور ویسرائے لارڈ ہارڈنگ نے نظام سابق (میر محبوب علی خان) مدار المہام مہاراجہ سرکشن پرشاد کی لیاقتون کا اعتراف کرکے موجودہ نظام کو مشورہ دیا تھا کہ آپ بھی اُنکی قابلیتون سے فائدہ اُٹھائین۔

لیکن نواب میر عثمان علی خان کو مسند ریاست سنبھالے ہوے پورا ایک سال بھی نہوا تھا کہ بعض مخفی وجوہ کی بنا پر جولائی سنہ ۱۹۱۲ء مین مہاراجہ سرکشن پرشاد چھ ماہ کی رخصت لینے کے لیے مجبور ہوگئے اور اُنکی جگہ **میر یوسف علی خان سالار جنگ سوم** ابن میر لائق علی خان سالار جنگ دوم کو ۱۱ جولائی سنہ مذکور کو مدار المہام بنا دیا اگرچہ مہاراجہ سرکشن پرشاد کی رخصت صرف چھ ماہ کے لیے تھی مگر میر یوسف علی خان کا تقرر تین سال کے لیے کیا گیا مگر وہ بھی یکم دسمبر سنہ ۱۹۱۴ء کو اس عہدے کے بار سے دستکش ہوکر سبکدوش ہوگئے کیونکہ نباہ نہو سکا۔

بعد اسکے نواب نے خود دیوانی اور مدار المہامی کا کام بھی سنبھال لیا چند سال بعد یعنی سنہ ۱۹۱۹ء مین نواب صاحب نے انتظام ریاست کو پھر تبدیل کیا اور حیدرآباد مین ایک **کیبنٹ** مقرر کر دی جسکے **صدر سر علی امام** مقرر ہوے۔ سر علی امام کو حیدرآباد مین لانے کا تو کچھ اور ہی مطلب تھا کیونکہ حضور نظام چاہتے تھے کہ گورنمنٹ ہند سے صوبہ برار کی واپسی کا مطالبہ کرین اس لیے آپ کو سر علی امام سے بہتر اور کوئی شخص اسوقت ہندوستان مین نظر نہ آیا چنانچہ ۱۷ نومبر سنہ ۱۹۱۹ء کو ایک فرمان خاص کے ذریعہ سے انتظام کی باگ ایک **مجلس انتظامی** کے سپرد کر دی گئی جس کا نام **باب حکومت** قرار پایا باب حکومت کے لیے دستور مرتب کیا گیا جسکے اختیارات کی تعیین بھی کی اس مجلس کے سات ارکان مقرر ہوے

(۱) **نواب ولایت جنگ بہادر** رکن عدالت (۲) **نواب لطافت جنگ بہادر** رکن فوج (۳) **نواب عقیل جنگ بہادر** رکن تجارت (۴) **نواب نظامت جنگ بہادر** رکن سیاست (۵) **نواب تلاوت جنگ بہادر** رکن امور عامہ (۶) **مسٹر گلینسی** رکن خزانہ (۷) **سر علی امام صدر اعظم** جو صدر باب حکومت بنائے گئے۔ مگر بعد اسکے مہاراجہ فتح نواز ونت بہادر

رکن مالگزاری بھی اس میں شامل کر دیے گئے۔ جب مسٹر گلینسی کی جگہ خالی ہوئی تو سر فریدون جنگ کہ پارسی ہیں اس جگہ مقرر کیے گئے مجھ سے وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے مولوی مہدی علی خان محسن الملک کے پاس بہت کام کیا تھا سر علی امام ۱۹۲۲ء میں مستعفی ہو گئے تو سر فریدون الملک صدر کی خدمات انجام دیتے رہے۔ جب گورنمنٹ کے مخلصانہ مشورے کے مطابق حضور نواب صاحب نے چند اہم تبدیلیاں کیں تو ان میں سے یہ بھی ہوئی کہ انتظامیہ مجلس کا صدر مہاراجہ سر کشن پرشاد یمین السلطنت کو بنایا گیا حکی حب الوطنی ملکی خیرخواہانہ خدمات تاریخ میں ہمیشہ زریں حروف سے ثبت رہیں گی۔

موجودہ طریقۂ حکومت

اب حکومت کا یہ طریقہ ہے کہ نواب نظام کو ملک کے معاملات میں مشورہ دینے کے لیے دو مجلسیں مقرر ہیں ایک ملک کے انتظام میں مدد دیتی ہے اسے باب حکومت کہتے ہیں دوسری ملک کا قانون بناتی ہے اسے مجلس وضع قوانین کہتے ہیں باب حکومت میں سات اراکین ہیں میر مجلس کو صدر اعظم کہتے ہیں اور اراکین صدرالمہام کہلاتے ہیں ہر صدرالمہام کے ماتحت معتمد ہے اور ہر معتمد کے ماتحت کئی ناظم ریاست کے تمام اہم معاملات و تقررات باب حکومت میں پیش ہوتے ہیں اور صدر اعظم اراکین باب حکومت کے مشورے سے ان کو انجام دیتا ہے مجلس وضع قوانین کے تین اراکین ریاست کے سابق وظیفہ یاب اصحاب ہیں آٹھ غیر معمولی اراکین اور سات غیر سرکاری اور دو ایسے رکن ہیں جن کو ضرورت کے وقت غیر معمولی طور سے قانون سازی میں شریک کر لیا جاتا ہے اس مجلس کا ایک سب سے بڑا رکن ہوتا ہے جس کو صدر مجلس کہتے ہیں ہر ایک سمت کے اعلے حاکم کو صدر ناظم مال اور ہر ضلعے کے حاکم اعلے کو تعلقہ دار کہتے ہیں صلع بھر میں جسقدر تعلقے ہوں اُنکے حاکموں کو تحصیلدار کہتے ہیں بیلک حقوق کی حفاظت کے لیے ہر ایک سمت میں صدر ناظم عدالت (سیشن جج) مقرر ہیں ہر ایک ضلع میں ناظم عدالت اور ہر تعلقے میں ایک منصف اُنکے علاوہ پولیس۔ میڈیکل ڈاک۔ سررشتہ تعلیم۔ محکمہ حفظان صحت۔ سررشتہ تعمیرات وغیرہ ہر ایک شعبے کے لیے علیحدہ علیحدہ محکمہ ہے۔

حیدرآباد مین لارڈ ہارڈنگ ویسرائے کی آمد

۱۶ ماہ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو لارڈ ہارڈنگ ویسرائے کشور ہند حیدرآباد آئے نواب میر عثمان علیخان صاحب نظام دکن نے بڑی دھوم دھام سے استقبال کیا۔ ۱۷ ماہ اکتوبر کی شام کے بعد چو محلہ مین ایک سرکاری دعوت منعقد ہوئی نظام نے قیصر ہند کے جام صحت کے بعد ویسرائے کا جام صحت تجویز کرتے وقت ایک پرجوش تقریر فرمائی جس مین ویسرائے کی رونق افروزی کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا اور لیڈی ہارڈنگ کی عدم شرکت کا افسوس ظاہر کیا کہ مین خیر خواہی گورنمنٹ و برطانیہ عظمے و خبر گیری رعایا مین اپنے والد مرحوم کے نقش قدم پر چلونگا اس کے بعد ویسرائے نے نواب کے شکریے مین ایک بسیط تقریر کی آج سہپہر کو ویسرائے نے جا کر قلعہ گولکنڈہ کا ملاحظہ کیا ایوان فلک نما مین چائے نوشی کا جلسہ ہوا پھر فنون سپہ گری نظام نے دکھائے اس کے بعد میر عالم کے تالاب کی سیر فرما کر ویسرائے رزیڈنسی کو چلے گئے آٹھ بجے صبح کے ویسرائے نے چھ ہزار سپاہ سکندرآباد و بلارم کی قواعد ملاحظہ کی ویسرائے و نظام مع افسران اسٹاف گھوڑون پر سوار تھے شب کو رزیڈنسی مین ویسرائے کی دعوت ہوئی جس مین نواب صاحب بھی مدعو تھے ۱۹ ماہ اکتوبر کو شب کے گیارہ بجے ویسرائے مع ہمراہیون کے حیدرآباد سے روانہ ہو گئے۔

دربار تاج پوشی دہلی مین نواب میر عثمان علی خان بہادر کی شرکت۔ اور کئی سال کے بعد ایک بڑا خطاب پانا

دسمبر ۱۹۱۱ء مین دربار جشن و تاج پوشی ہز مجسٹی ملک معظم جارج پنجم قیصر ہند جو بمقام دہلی ہوا اس مین حضور نظام نے شرکت کی ۲۷ نومبر کو وہان پہنچ گئے لیکن اہل حیدرآباد کی تلخ کامی اس سے بڑھ گئی کہ نظام کو جو خطاب جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ملا وہ وہی ہے جو کپورتھلہ۔ کوٹہ۔ بیکانیر اور آغا خان اور دوسرے چھوٹے چھوٹے والیان ریاست کو ملا۔ اور بعض حیثیتون سے بعض بعض رجواڑے اُن سے بڑھا دیے گئے۔ ان کو زیادہ ملال اس کا ہوا کہ مدار المہام حیدرآباد جو نائٹ گریٹ کمانڈر ہے کسی موقع پر قیصر ہند کے سامنے پیش نہ کیا گیا اور دوسرے رجواڑون کے عزیزا ور ملازمین ہر تقریب مین یہ عزت حاصل کرتے رہے۔ لیکن جنگ عظیم مین آپکی شاندار اعانت کے صلے مین برٹش گورنمنٹ نے جنوری ۱۹۱۸ء مین معزز خطاب

ہز اگزالٹیڈ ہائنس (اعلیٰ حضرت) آپ کے سابقہ خطابات پر اضافہ کر کے ما فات کی تلافی کر دی۔

اجمیر میں حضرت خواجہ صاحب کی زیارت سے مشرف ہونا

والیاں حیدرآباد میں سے پہلے شخص نواب میر عثمان علی خاں ہیں جو اجمیر کو خواجہ صاحب کے مزار پر گئے۔ ۱۶ ماہ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو صبح ساڑھے سات بجے آپکی اسپشل ٹرین اجمیر کے اسٹیشن پر پہنچی اور اُسی وقت اسپشل کیمپ میں داخل کی گئی جو قبل سے آپکے قیام کے لیے قائم کیا گیا تھا نواب صاحب کا کوئی وکیل صاحبزادگاں میں سے مقرر نہیں تھا اس لیے تمام خادم وکیل مقرر ہوے اور اُن سب کی طرف سے انتظام ہوا کہ سات صاحبزادے زیارت کے وقت حاضر رہ کر زیارت سے مشرف کرادیں اور آستانے میں بھی انتظام یہی صاحب کریں تاکہ کسی قسم کی شکایت پیدا ہو اس لیے یہ انتظام کیا گیا کہ تمام مسافرین و زائرین درگاہ سے تھوڑی دیر کے لیے باہر کر دیے گئے اور تمام دروازے مقفل کر دیے ایک بجے دن کے سواری کی موٹر آستانے پر پہنچی۔ دروازۂ صدر پر نواب کے آداب گذارنے کے ساتھ ہی شادیانے نقار خانے سے بہ تہنیت تشریف آوری نظام دکن بجائے گئے سات صاحبزادوں نے جو پہلے سے رئیسِ صدر دروازہ پر موجود تھے استقبال کر کے مزار میں لائے نواب کی جانب سے ایک غلاف بیش قیمت اور چادر ہائے گل اور صندل وغیرہ نذر کیا گیا۔ پھر تمام صاحبزادوں کی طرف سے مزار پر دستار بندی ہوئی اور تلوار۔ کمر پیٹی۔ صندل کی ڈبیا اور تسبیح وغیرہ یہ چیزیں نواب کو دی گئیں اور نواب کے دونوں بیٹے جو ساتھ تھے اُنکی بھی دستار بندی کی گئی اور دوسرے تبرکات زنانے محلات کے لیے دیے گئے۔ اس وقت نواب صاحب نے خواجہ صاحب کے مزار پر پانچ ہزار روپے نذر کیے اور خواجہ صاحب کا قرآن ملاحظہ کر کے سوا سو روپے اُس وقت نذر گذرانے۔ پھر بی بی حافظ جمال خواجہ صاحب کی بیٹی کے مزار کی زیارت کر کے ڈھائی سو روپے یہاں نذر کیے۔ بعد اسکے خواجہ صاحب کے صاحبزادے ابوسعید کے مزار پر آئے اور اس کی زیارت کر کے خواجہ صاحب کے سالے ابو صالح کے مزار پر گئے اور پانسو روپے دونوں جگہ دیے اور مسجد جامع میں ہو کر چلہ حضرت بابا صاحب پر حاضر ہو کر سوا سو روپے اور مزار روحگاں خواجہ صاحب پر ڈھائی سو روپے چڑھائے۔ بعد شرف اندوزی زیارات وقت واپسی دیوانجی و متولی نے حسب قاعدۂ قدیم کے بعد دیگرے

سلہ مجاوراں و خادماں درگاہ کا یہ تعظیمی لقب ہے۔

تبرکات پیش کیے اور نواب نظام اپنی قیام گاہ کو لوٹ گئے۔ ۱۷ ماہ اکتوبر کو ۱۱ بجے
بموجب انتظام بالا کے نظام آئے اور خواجہ صاحب کی قبر کی زیارت کی اور پھر شب کو
محفل سماع پنجشنبہ مین حاضر ہوے اول قبر کی زیارت کی بعد مین سنگی دالان مین قیام کیا
اور دیوان صاحب اور متولی صاحب کے اصرار پر مجلس مین تشریف لے گئے بعد اختتام
محفل واپس قیام گاہ کو آگئے۔ ۱۸ ماہ اکتوبر کو صبح کے نو بجے مزار پر حاضر ہوے اور مبلغ
سات سو پچاس نذر گذرانے اور دیگھاے خرد و کلان کے ملاحظے کو اکبری مسجد کی چھت
پر گئے اور دیگین لٹنے کی کیفیت ملاحظہ کی واپسی مین متولی اور دیوان جی کے مکانون پر گئے
اور وہان چند منٹ قیام کرکے اپنے کیمپ کو مراجعت کی ایک بجے نظام نے مع اسٹاف
کے نماز جمعہ مین شرکت کی اور نماز جمعہ اندرون گنبد بجانب دروازہ جنتی باجماعت ادا کی
بعد نماز جمعہ ایک گھنٹہ تلاوت قرآن اور وظائف مین مشغول ہوے تین بجے خواجہ صاحب
کی تربت پر صندل نذر کیا جاتا ہے اور غلاف اور پھولون کی چادرین ہر روز تبدیل کی جاتی
ہین اس خدمت مین نظام نے بھی شرکت کی اس خدمت کو سواے صاحبزادگان درگاہ کے
کوئی غیر شخص انجام نہین دیتا ہے اور اس وقت خاص مین زائرین کا رہنا صاحبزادون کی مرضی
پر موقوف ہے بعد اختتام خدمت دو ہزار روپے خواجہ صاحب کے مزار پر اور چھ سو پچاس
روپے دوسرے مزارات مندرجۂ بالا پر نذر کیے اور دیگھاے خرد و کلان روز لٹوائی گئین ؎

اگر بریان کند بہرام گورے نہ چون پاے ملخ باشد ز مورے

۲۳ ماہ اکتوبر کو صبح کے وقت تربت پر حاضر ہو کر پانسو بیس روپے نذر دیے پھر دوبارہ
ہنگام خدمت خاص روضہ خواجہ صاحب مین آے اسوقت سات سو روپے اور گیارہ
اشرفیان نذر کین۔ ۲۴ ماہ اکتوبر کو تیسری مرتبہ تین بجے دن کے وقت خاص پر روضے
مین آے بعد ختم ہونے خدمت کے موجودہ اشخاص علیحدہ ہوگئے۔ اب نواب صاحب
نے خود اپنی بیگمات کو مرقد کی زیارت کرائی اور ایک گھنٹہ کامل گنبد مین ٹھہر کر عرضداشت
کرتے رہے بعد زیارت بیگمات کو سواریون مین بٹھا کے روانہ کیا اور خود واپس آکر بڑے
بیٹے کی سالگرہ کا چھلا مزار کے روبرو باندھا اور قوالی مین بہت دیر تک شریک ہوے اور
بوقت رخصت تمام صاحبزادون کا شکریہ ادا کیا ۲۴۔ ماہ اکتوبر کو شب کے دس بجے نواب
کی اسپشل ٹرین بجانب گلبرگہ روانہ ہوئی دم رخصت پانسو روپے براے تقسیم بیوگان مجاوران
عطا کیے۔ پانچہزار روپے فقرا و مساکین درگاہ کو تقسیم کرائے گئے پانسو روپیہ شاگرد پیشہ درگاہ
کو دیا گیا اور ہر ایک محکمے مین کافی روپیہ تقسیم کردیا اور ایک مدرسہ جدید معینہ عثمانیہ

اکبری مسجد میں مقرر کر کے ایک ہزار روپے ماہوار ہمیشہ کے واسطے مقرر کیے اور ایک نقار خانہ جدید ریہ صدر پر تیار کرانے کا حکم دیا اور اندرون گنبد تربت کے مرمت کرنے کا حکم دیا اور مسہری کے زریں پردے اور چھپر کھٹ زردوزی تیار کرانے کا حکم دیا۔

(۲) دوسری بار نواب صاحب پھر ۱۲ نومبر ۱۹۱۳ء کو شب میں اجمیر پہنچے اور سیٹھ امیدمل کی کوٹھی میں ٹھہرے۔ ۱۴ نومبر کو جمعہ کی نماز مسجد آستانہ میں پڑھی اور ۴ بجے درگاہ میں حاضری دی اور دو دیگیں پکوا کر تقسیم کرائیں۔

حضرت خواجہ صاحب کے خاص خاص حالات

حضرت خواجہ معین الدین چشتی قصبہ چشت میں کہ ہرات کے پاس واقع ہے اور ہرات خراسان میں ہے ۵۳۰ہجری میں پیر کے دن پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام سید غیاث الدین احمد اور والدہ کا نام بی بی ماہ نور ہے اور اقتباس الانوار میں آپ کی والدہ کا نام بی بی خاص الملکہ لکھا ہے اور بعض نے تاریخ تولد آپ کی عاشق نو لکھی ہے اس سے ولادت آپ کی ۵۲۷ہجری میں معلوم ہوئی ہے تحفہ معینیہ میں تحریر کیا ہے کہ خواجہ صاحب ۵۶۱ہجری میں اجمیر پہنچے اول آنا ساگر کی گھاٹی میں دولت لع کے قریب قیام رکھا۔ ان بعد اندرکوٹ کے قریب جہاں ان کا مزار ہے اجمیر عمر بسر کی آثار الاولیا میں لکھا ہے کہ آپ نوے برس زندہ رہ کر رجب کی چھٹی تاریخ ہفتے کے دن ۶۳۲ہجری میں رہگرائے ملک آخرت ہوئے محسن الواصلین میں آپ کی تاریخ وفات یہ لکھی ہے۔ جس میں آپ کی عمر ستانوے سال مندرج ہے۔

روز جمعہ ششم رجب بودہ | کز جہاں خواجہ نقل فرمودہ
نود و ہفت سال عمرش بود | کاں زمان نقل از جہاں فرمود
سال نقلش بعزت و تمکین | گو سراج جہاں معین الدین

پرتھی راج اسی وقت میں تھا اور اسکے روبرو ہی چوہانوں کے خاندان کی سلطنت جاتی رہی اور مسلمان بادشاہت شروع ہو گئی۔ گلدستہ قنوج میں لکھا ہے کہ سلطان شہاب الدین غوری کو خواجہ معین الدین چشتی نے پرتھی راج کے استیصال کے لیے لکھا تھا لیکن یہ درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اس تاریک زمانے میں رسل و رسائل کے طریق آساں نہ تھے اور ایسے زبردست بادشاہ کے پاس ان کا مراسلہ بھیج جانا اور اس کا پرتھی راج جیسے طاقتور راجہ پر انکے کہنے سے حملہ کرنا بعید معلوم ہوتا ہے حالانکہ صاحب

اس وقت مین آج جیسا اثر کس بنا پر ہو سکتا تھا۔ سلطان نے ۵۷۱ھ ہجری سے ۶۰۲ھ
تک ہندوستان پر تیرہ حملے کیے تھے نوان حملہ ۵۸۷ھ ہجری مین قلعہ بھٹنڈہ پر کیا تھا
اور اس موقع پر رائے پتھورا کے ہاتھ سے شکست فاش پاکر جان بچاکر میدان جنگ سے
بھاگا تھا۔ ۵۸۸ھ ہجری کے حملے مین پرتھی راج کا استیصال ہو گیا۔ اگر خواجہ صاحب کے
تصرف باطنی کے بھروسے پر ہندوستان پر حملہ آور ہوا تھا تو پہلی ہی لڑائی مین فتحیاب ہوتا
نہ کہ بے انتہا ذلت اُٹھاکر برباد ہو کر بھاگا اور جب دوسرے حملے مین فتحیاب ہو گیا
اور مہاراجہ پرتھی راج کے قتل کے بعد سلطان قلعہ سرستی۔ ساما نہ اور کھڑام پر قبضہ کر کے
اجمیر کو گیا اور اسکو فتح کر کے تبقرر خراج گران ملک مہاراجہ مقتول کے ایک رشتہ دار اکولہ نام
کے حوالے کیا تو اس وقت بھی سلطان خواجہ صاحب سے نہ ملا نہ اُن کا نام کبھی زبان پر
آیا کیونکہ اسوقت اُن کو کسی طرح کی شہرت حاصل نہوئی تھی بلکہ ۵۹۵ھ ہجری مین دوبارہ
سلطان اجمیر مین آیا اور راجہ اندرسین کے عالی شان تبخانے کو توڑواکر مسجد کی صورت
مین تبدیل کیا جو ڈھائی دن کا جھونپڑہ اور ڈھائی دن کی مسجد کے نام سے مشہور ہے
اور نماز جمعہ اس مین بادشاہ نے ادا کی تو اس وقت بھی خواجہ صاحب سے ملنے کا
اتفاق نہ ہوا اگر بادشاہ ان سے مل لیتا تو اسی وقت انکی بہت بڑی شہرت ہو جاتی
سلطان کا نائب السلطنت ہند قطب الدین اجمیر کو ہیمراج کی بغاوت دفع کرنے کے لیے
گیا تو وہ بھی خواجہ صاحب سے نہ ملا اگر دونون مین سے کوئی بھی خواجہ صاحب سے ملا
ہوتا تو انکے لیے خانقاہ یا مکان بنواتا اور ایسا تواریخ کی کتب معتبر سے ثابت نہین۔
دہلی کے اور بھی سلاطین متقدمین کا خواجہ صاحب کے مزار پر جانا اور وہان نذر و نیاز
چڑھانا ثابت نہین انکی قبر کو ۹۳۹ھ ہجری تک تو کسی نے پختہ بھی نہ کرایا تھا اسوقت
تک ان کا مزار خام اور مٹی کا ڈھیر تھا اور شہر اجمیر خراب حالت مین تھا اور اسکے گرد
جنگل مین شیر رہتے تھے اور انکی قبر پر کسی قسم کی عمارت نہ تھی نہ خادم تھے نہ مجاور مولوی
عبدالقادر نے اپنے روزنامچے مین لکھا ہے کہ سلطان محمود بن سلطان ناصر الدین بن سلطان
غیاث الدین بادشاہ مالوہ کے عہد مین جس کا دار السلطنت مانڈو تھا اور جو ۹۱۸ھ ہجری
سے ۹۴۲ھ ہجری تک حکمران رہا ہے خواجہ صاحب کے روضے کی عمارت بنی ہے
قبۂ عرش برین مادۂ تاریخ ہے جسکے اعداد ۹۳۹ ہین یہی بیان صاحب مرآت آفتاب نما
کا ہے اقبال نامۂ جہانگیری مین جو لکھا ہے کہ روضے کی عمارت سلطان محمود خان بن
غیاث جان نے تیار کی ہے یہ اشتباہ اشتراک اسما کی وجہ سے ہے پھر بعد داؤد

زیادہ وسعت دی اور روضے کے اندر نقاشی کرائی اور روضے کا دروازہ بنوایا اور قبر کا
جو نشان اب ہے وہ ایک دوسیرہ قبر سے اونچا ہے اور جہاں قبر ہے اسے چلہ شیخ فرید
کہتے ہیں اسے ۶ محرم کو کھولتے ہیں اکبر کو ابتدا میں خواجہ صاحب کے ساتھ نہایت اعتقاد
تھا اول تو جب جہانگیر پیدا ہوا آگرے سے پیادہ پا زیارت کو آیا اور ۹۷۵ھ ہجری میں قلعہ
چتوڑ فتح کیا تو اٹھارہ گاؤں کی جاگیر لنگر خیرات کے واسطے اور ہر قسم کے اخراجات کے لیے
مقرر کی اور سامان شاہی فراش خانہ توشک خانہ چوبدار وغیرہ کا درگاہ میں انتظام کیا نقارہ کلاں
جو صبح و شام بلند آواز سے بجتا ہے اکبر نے چتوڑ سے فتح کر کے درگاہ میں چڑھایا تھا اور چتوڑ
کے بتخانے کا دروازہ اور چراغ دان معروف بہ صحن چراغ بھی اکبر نے چتوڑ سے اٹھا کر چڑھایا
ہے اور سیر محتشم میں کہ نواب محتشم الدولہ غوث محمد خان والی جاورہ کا سفرنامہ ہے لکھا ہے کہ از
غنیمت چتوڑ سکے اکبر نے ایک گھنٹہ اور ایک تمام چراغ چڑھایا تھا اور اکبر نے چتوڑ کی تسخیر
کے وقت یہ عہد کیا تھا کہ بعد فتحیاب ہونے کے پیادہ پا اجمیر کو زیارت کے لیے جاؤں گا
اور دیگ کلاں بنوا کر آستانے پر چڑھاؤں گا چنانچہ فتحیابی کے بعد بڑی دیگ بنوا کر
۹۷۵ھ ہجری میں چڑھائی اور چھوٹی دیگ ۱۰۲۲ھ ہجری میں اسکے بیٹے نورالدین جہانگیر
بادشاہ نے اکبر آباد سے تیار کرا کر روضے پہ لا کر چڑھائی اور ۱۰۲۶ھ ہجری میں مجمر طلائی
جہانگیر نے بنوا کر قبر پر لگوایا جسکی لاگت میں ایک لاکھ دس ہزار روپے[1] آئے تھے۔ اب
یہ مجمر تو نہیں اسکی جگہ دوسرے کٹہرے چاندی کے بنے ہوئے موجود ہیں جنکو جہاں آرا بیگم
بنت شاہ جہاں نے بنوایا تھا اور ترمیم دوسرے چاندی کے کٹہرے کی راجہ جے سنگھ
سوائی والی جیپور نے کرائی تھی۔ شاہ جہاں نے سنگ سفید کی جامع مسجد تیار کرائی
جسکی تیاری میں دو لاکھ چالیس ہزار روپے صرف ہوئے اس کی تیاری کا مادہ ۵
سلے شہنشاہ روئے زمین + ہے جانب غربی درگاہ میں احاطے کے باہر سولہ ستون
کی عمارت کے ایک پائے پر ایک چھوٹا سا دروازہ ہے جسپر ایک بالشت چوڑا پتھر
ہے اسپر مربع عمارت کہ ہر ایک ضلع اس کا دوگز سے کسی قدر زیادہ ہے اور اسکی دیوار
اور چھت اور فرش تمام سنگین ہے دیکھنے کے قابل ہے کہ کیا مضبوط کام کیا ہے گنبد کے
شرقی دروازے کے سامنے جو بیگمی دالان ہے وہ جہاں آرا بیگم بنت شاہ جہاں نے بنوایا
ہے بلکہ اپنے تمام شاگرد پیشہ اپنا آستانے کی خدمت گذاری کے لیے نذر کر دیا تھا
اُن لوگوں کی اولاد اب تک دستور اسی کار خدمت پر مقرر ہے اور گنبد کے جانب

[1] دیکھو تزک جہانگیری ۱۲

جنوب والا دالان جو دروازہ پائندانہ کے مقابل ہے سنہ ۱۲۰۷ ہجری مین محمد علی خان والاجاہ والی ارکاٹ نے بنایا ہے اور دالان جانب شمال صحن جماعت خانہ کاشی راؤ مرہٹہ نے سنہ ۱۲۵۰ ہجری مین بنوایا ہے اور دالان جانب جنوب کنارۂ حوض پر جماعت خانے کے سامنے شیوجی براد رجواہر طوائف نے بنایا ہے جو سنہ ۱۲۳۵ ہجری مین تیار ہوا تھا مسجد پیش آستانہ خواجہ صاحب دروازہ کلان کے باہر اکبر نے بنوائی ہے اور دروازہ نقارخانہ شاہ جہان نے بنوایا تھا اور خواجہ صاحب کا مکان شہر پناہ کے باہر جانب شمال پہاڑ پر سنہ ۱۰۳۲ ہجری مین خان خانان صوبہ دار کے عہد مین دولت خان شقدار کی تعمیر عہد شاہ جہان کی ہے اور دروازہ مزار کا فرش سنہ ۱۲۸۰ ہجری مین تانتیا سیندھیا نے بنوایا ہے اور مرقد کے بازوے راست کا دالان سنہ ۱۲۷۰ ہجری مین تانتیا نے آغاز کیا تھا جو سنہ ۱۲۹۰ ہجری مین اختتام کو پہنچا۔ اور روضے کی جانب پائین کا دالان بالاراؤ انگلیہ نے سنہ ۱۲۲۰ ہجری مین بنوایا ہے۔

خواجہ صاحب کی اولاد مین ایک دیوان جی کا خاندان کہلاتا ہے لیکن اکبر کے عہد مین اس خیال سے کہ خواجہ صاحب تنہا ہندوستان کو آئے اور پیچھے کوئی اولاد دریافت نہوئی اس خاندان پر کچھ شبہ پیدا ہو گیا تھا اسی بنا پر درگاہ کے خادم لوگ زور شور کے ساتھ دیوان کی مخالفت کرتے ہین۔

اسلامی فتوحات کا سلسلہ خواجہ صاحب کی تشریف آوری سے پہلے ہی ہندوستان مین شروع ہو گیا تھا چنانچہ سنہ ۴۴ ہجری مین امیر مہلب بن امیر صفرہ نے ہندوستان کی طرف حملہ کیا اور سنہ ۹۳ ہجری مین محمد بن قاسم نے سندھ کی تمام و کمال ریاست کو فتح کر کے کشمیر تک پانون جما دیے تھے اور محمود غزنوی نے اپنی ۳۴ سالہ سلطنت مین ۱۷ حملے ہند پر کیے منجملہ انکے ۱۲ بہت بڑے ہوے بارھوان حملہ سنہ ۴۱۷ ہجری مین گجرات پر کر کے سومنات کے مندر کو توڑا تھا۔

زمانہ جنگ عظیم کی امداد

آخر جولائی سنہ ۱۹۱۴ء سے جو اسٹریا نے سرویا سے لڑائی شروع کر کے یورپ مین جنگ عظیم شروع ہونے کا دروازہ کھولا اور اسٹریا کی حمایت جرمن نے کی اور سرویا کی روس اور فرانس نے اور صلح پسند بلجیم کی بے تعلقی کو توڑنے کی وجہ سے ۵ ماہ اگست کو انگلستان نے جرمنی کے مقابلے مین جنگ کا اعلان کیا اس موقع پر ریاست حیدرآباد کے

حکم سے حیدرآباد امپیریل سروس افواج کی دونوں رجمنٹیں تیار کردی گئیں پہلی رجمنٹ ترکی لعور بھیجدی گئیں جنرل آرتھر واٹس اس کا کمانڈر تھا دوسری رجمنٹ ریزرو میں رکھ لی گئی۔ سرکاری کتابوں میں ان رجمنٹوں کے کارنامہائے جنگ تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ حیدرآباد لیسپرز کی خدمات خاص طور پر سراوار تحسین قرار دی گئیں افواج آصفی کے مختلف افسروں کو امتیازی نشانات ملے سپاہیوں کی خدمات کا اچھے الفاظ میں اعتراف کیا گیا۔ افواج کا پہلا حصہ ۶ ماہ اپریل ۱۹۲۰ء کو حیدرآباد واپس آیا اور دوسرا حصہ ۸ ماہ اپریل ۱۹۲۰ء کو تقریبًا دو کروڑ روپیہ نقد مختلف شکلوں میں بطور امداد دیا گیا مختلف قرضہائے جنگ میں ریاست آصفیہ نے تقریبًا ایک کروڑ چونسٹھ لاکھ روپیہ دیا نیز ۱۹۱۸ء میں جب برطانوی ہند میں مالی حالت نازک ہو رہی تھی جو نظام نے پچاس لاکھ روپے کی غیر مسکوک چاندی بطور قرض دی۔ ریاست کے کارخانوں میں ساڑھے بارہ لاکھ روپے کے گولے گاڑیاں اور دوسری چیزیں میں جو صرف شدہ قیمت پر بلا منافع برطانوی حکومت کے حوالے کردی گئیں گھاس کے بہت بڑے ذخائر مفت دیے گئے اس پر ریاست بائیس ہزار روپے سالانہ خرچ کرتی تھی نمبر ۲ دکن ہارس کے نظام اعزازی کرنیل ہیں۔ اس رسالے کو نئے ہتیار دیے گئے گھوڑوں کو سواری کے لیے درست کرنے کی غرض سے آدمی مہیا کیے گئے ان پر ریاست کے ۲۸ لاکھ روپے صرف ہوئے حیدرآباد امپیریل سروس وغیرہ کا خرچ ایک کروڑ ترپن لاکھ روپے تھا اس طرح جنگ کے زمانے میں ریاست حیدرآباد نے کم وبیش چھ کروڑ روپیہ صرف کیا۔ جنگ کے بعد حکومت برطانیہ نے نواب میر عثمان علی خاں بہادر کو ہز اگزالٹڈ ہائنس (اعلیٰ حضرت) بنادیا اور اس طرح وہ دوسرے دیسی حکمرانوں سے ممتاز ہو گئے گو سلامی توپ میں بہت سے حکمرانوں سے مساوی ہیں۔

مسلمانوں کے جم غفیر کی طرف سے خطاب

ستمبر ۱۹۱۸ء میں ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کی طرف سے لکھنؤ میں جلسۂ عام منعقد ہو کر محی الملۃ والدین کا خطاب پیش کیا جسکو آپ نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔

قضیۂ برار

میر عثمان علی خان نظام حیدرآباد کے مراسلہ موسومۂ لارڈ ریڈنگ وایسرائے

وگورنر جنرل کشور ہند کی اشاعت سے قبل لوگون کو صرف اس قدر معلوم تھا کہ نواب حیدرآباد اور گورنمنٹ آف انڈیا کے درمیان کچھ عرصے سے کسی قطعہ ملک کے متعلق کچھ جھگڑا چلا آتا ہے لیکن مراسلۂ مذکور الصدر کی اشاعت سے اس مسئلے سے عام دلچسپی پیدا ہو گئی۔

بظاہر حال اس مسئلے کا زیادہ تر تعلق لارڈ کرزن کے عہد حکومت سے ہے لیکن لارڈ سالبسری اور موجودہ نظام کے والد میر محبوب علی خان کے نام بھی اس مسئلے سے خاص تعلق رکھتے ہین اس معاملے مین ایک فریق تو گورنمنٹ برطانیہ اور وائسرائے ہند تھے اور دوسرا فریق ہندوستان کی ایک اعلےٰ ریاست تھی۔ موجودہ نظام کے باپ نے سنہ ۱۹۰۲ء مین لارڈ کرزن سے ایک معاہدہ کر کے صوبہ برار کا دوامی پٹہ گورنمنٹ آف انڈیا کے نام لکھدیا تھا۔ نظام موجودہ نے اپنے عہد مین یہ دعوے کیا کہ انکے والد نے لارڈ کرزن کے دباؤ سے برار کا دوامی پٹہ لکھدیا حالانکہ اُنکے اجداد سے مختلف اوقات مین اس صوبے کی واپسی کے وعدے ہو چکے تھے[۱]۔

نظام کے خرچ سے حیدرآباد کنٹنجنٹ کے نام سے ایک فوج قائم کی گئی جسکے مصارف کی بابت مشکلات اور جھگڑے پیدا ہو گئے اور بلا اعانت گورنمنٹ برطانیہ کے روپے کی فراہمی ناممکن ہو گئی۔ اس سنہ ۱۸۵۳ء مین لارڈ ڈلہوزی کے عہد مین نظام نے اضلاع برار و پائن گھاٹ ورائے چور دوآب و اضلاع سرحدی شولاپور و سرحدی احمدنگر فوجی مصارف اور دوسرے ضروری اخراجات کی ادائگی کی ضمانت کے طور پر لارڈ ڈلہوزی کے اصرار سے گورنمنٹ برطانیہ کے سپرد کر دیے اور گورنمنٹ نے یہ وعدہ کیا کہ جو آمدنی مصارف سے بچے گی وہ نظام کے حوالے کر دی جاوے گی اس زمانے کے کاغذات سے ثابت ہوتا ہے کہ فوجی قبضے کی دھمکی پر نظام نے سرکار کمپنی کی اس تجویز کو قبول کیا تھا لیکن غدر کے بعد جس مین حیدرآباد کے حکام نے برطانیہ کو قابل قدر امداد دی تھی سنہ ۱۸۶۰ء کے ایک معاہدے کے ذریعہ سے رائے چور و نلدرک دھاراسیون کے اضلاع واپس ملے اور حیدرآباد کنٹنجنٹ وغیرہ کے مصارف کے لیے جو ۳۲ لاکھ روپے سالانہ تھے برطانیہ نے صوبۂ برار پر قبضہ رکھا اور وعدہ کیا کہ جو رقم تنخواہ کنٹنجنٹ و تنخواہ خاندان مہی پت رام اور تنخواہ بعض پنشنداران مرہٹہ وغیرہ سے واخراجات تحصیل و انتظامات ضروری کے بعد بچے گی وہ ریاست نظام کو

[۱] منقول از رسالہ زمانہ ۱۲

دیدی جایا کرے گی چونکہ اضلاع مذکور کی آمدنی سوا کروڑ روپے کے قریب پہنچ گئی تھی اور برار کی آمدنی سے معقول حصہ ریاست کو ملتا تھا اس لیے ریاست اس کی واپسی کے درپے تھی اور گورنمنٹ موجودہ صورت انتظامی کو بدلنا ملکی فوائد کے منافی جانتی تھی اس لیے لارڈ کرزن نے اس گتھی کو یوں سلجھایا کہ سنہ ۱۹۰۲ء میں ایک معاہدہ نواب میر محبوب علی خان بہادر نظام مرحوم سے کیا جسکی رو سے ۲۵ یا ۳۲ لاکھ روپے سالانہ پر برار کا دائمی ٹھیکہ گورنمنٹ برطانیہ کو مل گیا اور وہ بھی اس وقت تک جبکہ کوئی آیندہ ویسرائے اسے ناقابل عمل خیال کرے۔ عید کے موقع پر سال میں ایک مرتبہ نظام کا جھنڈا اڑایا جانا یہ حقوق ہیں جو نظام کو برار پر حاصل ہیں۔ موجودہ نظام میر عثمان علی خان بہادر اس معاہدے کو گورنمنٹ کے پچھلے معاہدوں اور وعدوں کے برخلاف بتاتے ہیں ان کا بیان ہے کہ دوامی پٹے کے متعلق لارڈ کرزن کا مختتم فیصلہ سنہ ۱۸۶۰ء کے اعلان سپردگی اور لارڈ سالسبری کے مراسلہ ۱۸۷۸ء بنام ریاست حیدرآباد کے قطعی برعکس ہے۔ لارڈ کرزن کا یہ دعوے جسکی پابندی آیندہ گورنمنٹ برطانیہ پر ہے وزارت کے اس فیصلے کے مطابق نہ تھا جو اس سے کئی سال پیشتر ریاست میسور کے متعلق ہوچکا تھا جسکی رو سے نصف صدی تک قبضہ رکھنے کے بعد ریاست میسور سنہ ۱۸۸۱ء میں واپس کردی گئی اگر لارڈ کرزن کے دعوے کے بموجب امتداد زمانہ سے اس حکم کی قوت بڑھتی جائے گی اور اس کا اطلاق برار پر ہوتا ہے تو یہ بات سو سال قبل ریاست میسور کے متعلق بھی کہی جاسکتی تھی جب اٹھارھویں صدی کے آخر میں ریاست میسور اس خاندان کو دیدی گئی جس کا اس سے پیشتر تعلق تھا۔ اس وقت مارکوئیس آف ولزلی نے بحیثیت گورنر جنرل یہ استحقاق محفوظ رکھا کہ اس ریاست کو گورنمنٹ پھر کبھی جب اسکی ضرورت لاحق ہوگی اپنے قبضے میں کرلے گی ونسنٹ اسمتھ مورخ کے مقولے کے بموجب میسور کا انتظام نہایت قابلیت سے ہوتا ہے نواب میر عثمان علی خان کہتے ہیں کہ اس واقعے سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ریاست میسور کی واپسی حکومت ہند کی تاریخ میں برطانیہ کی دانشمندانہ کارنامہ سمجھا جائے گا۔

جنگ عظیم شروع ہونے کے پہلے سے مسئلہ برار کی واپسی کے متعلق اخبارات میں مضامین لکھے جانے لگے ابھی اس مسئلے کی اہمیت کا احساس حکومت کو اور جمہور کو کافی طور پر نہ تھا کہ گذشتہ جنگ عظیم شروع ہوگئی جس میں انگلستان بھی داخل ہوگیا

دن بدن جنگ خطرناک صورت اختیار کرتی گئی خدا خدا کر کے جنگ ختم ہوئی۔ کامل امن و امان کے زمانے مین نواب میر عثمان علی خان نے مسئلہ برار کو آئینی طور پر پیش کرنے کا ارادہ کیا اور رعایائے برار کی تسلی کے لیے نواب صاحب نے یہ وعدہ کیا کہ وہ اہل برار کو ہرگز اپنی شخصی حکومت مین نہ رکھین گے بلکہ ایک آئینی گورنر کے ماتحت برار کو آزاد حکومت خود اختیاری دیدی جائے گی اور فوج و گورنمنٹ ہند کے معاملات کے علاوہ وہ خود مختار رہین گے۔ ۱۸۷۸ء مین لارڈ سالسبری نے تجویز کیا کہ معاملہ زیر بحث مین رقبۂ مالگذاری اور ذاتی تعیش کا سوال نہین ہے بلکہ بیس لاکھ نفوس کی جان و مال پر حکومت کرنے کا سوال ہے اور حکومت انگریزی کی خوبی ظاہر ہو لارڈ ریڈنگ ویسرائے کشور ہند نے اس معاملہ کو ڈسپلن یعنی انتظام کا معاملہ بتایا بلکہ ۱۱ نومبر ۱۹۲۸ء کے روزانہ اخبار ہمدم سے معلوم ہوا کہ حیدرآباد پولیٹیکل کانفرنس پونا نے بذریعۂ اخبارات ویسرائے سے خواہش کی ہے کہ خود حیدرآباد مین ایک ذمہ دار حکومت قائم کیجائے۔ نواب میر عثمان علی خان بہادر نے سر علی امام کو حیدرآباد مین طلب فرمایا جنھون نے اپنی اعلیٰ قابلیت اور پختہ تجربہ کاری کے ساتھ واپسی برار کا مقدمہ تیار کیا اور حکومت برطانیہ کو اسکی واپسی کے لیے باضابطہ لکھا ابھی دو ٹوک جواب نہ ملا تھا کہ سر علی امام کو بعض داخلی مجبوریون کی وجہ سے صدارت کے عہدے سے مستعفی ہونا پڑا۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۲۸ء کا پیسہ اخبار کہتا ہے کہ سالار جنگ اعظم کو استرداد برار کا مسئلہ اٹھانے کے باعث گرفتاری اور اخراج کی دھمکی دی گئی تھی اور اسپشل ٹرین تیار کی گئی تھی کہ ان کو لیجا کر بلّاری مین نظر بند کر دیا جائے اور اسی مسئلہ استرداد برار کا طفیل ہے کہ سر علی امام جیسے مدبر کو مدار المہامی کو خیرباد کہنا پڑا۔ نواب میر عثمان علی خان بہادر نے جو طویل مراسلت لارڈ ریڈنگ گورنر جنرل ہند کو تحریر کی ہم اختصار کے ساتھ ان مطالبات کو یہان درج کیے دیتے ہین جو نظام نے گورنمنٹ سے کیے۔ نظام ممدوح اپنی اس طویل مراسلت کے اخیر مین گورنمنٹ سے مندرجۂ ذیل چار مطالبے کرتے ہین۔

(۱) برار کا علاقہ مکمل طور پر میرے حوالے کر دیا جائے اور حدود حیدرآباد مین جو کنٹنجنٹ فوج ہے اسے قطعی طور پر حدود ریاست سے باہر کر دیا جائے۔

(۲) امدادی فوج جس کا سنہ ۱۸۰۰ء کے معاہدے مین ذکر ہے اور جس کے اخراجات کے لیے نظام بلاری اور کڈاپہ کے علاقے گورنمنٹ کے حوالے کر چکے ہین اپنی پوری طاقت مین حدود حیدرآباد مین رکھی جائے اور عہدنامۂ مذکورۂ بالا کی شرائط کی رو سے ہر وقت

میری خدمت کے لیے تیار رہے۔
(۳) سنہ ۱۸۵۳ء سے اس وقت تک کا حساب مجھے پیش کیا جائے اور جو رقوم ایک دوسرے کے ذمے نکلتی ہوں انکی ادائگی کا انتظام کیا جائے۔
(۴) اگر گورنمنٹ ہند کسی عمل پالسی کی وجہ سے کنٹنجنٹ فوج کو قائم رکھنا ضروری خیال کرے اور یہ بھی قرار دے کہ اسکے اخراجات خزانہ حیدرآباد سے ہی ادا کیے جائیں پیراس قرار کو منظور یہ کرے کہ ریاست اپنی آمدنی مین سے اس فوج کے اخراجات باقاعدہ ادا کرتی رہے گی تو ریاست حیدرآباد کو اجازت دی جائے کہ وہ علاقہ برار کی ضمانت کی بجائے نقد روپیہ جسکے سود سے اس فوج کے خرچ ادا ہو سکیں بطور ضمانت کے داخل کردے
ان مطالبات کے جوابات نواب صاحب کو دیے گئے وہ حسب ذیل ہیں۔
(۱) گورنمنٹ ہند اپنی پوزیشن سنہ ۱۸۰۰ء کے معاہدے پر قائم کرتی ہے اور وہ ایسی پوزیشن کو بالکل حق بجانب سمجھتی ہے چونکہ کنٹنجنٹ فوج اس معاہدے کی رو سے توڑ دی گئی تھی اسلیے نظام کا یہ مطالبہ کہ اسے انکی حدود سے باہر کردیا جائے سمجھ مین نہین آتا۔
(۲) امدادی فوج کی طاقت سنہ ۱۸۰۰ء کے معاہدے کی رو سے مقرر نہین بلکہ ۱۸۵۳ء کے معاہدے کے مطابق طے ہوئی ہے اور جب کبھی نظام حیدرآباد کو اس فوج کی امداد کی ضرورت ہوگی تو وہ معاہدے کی شرائط کی رو سے انھیں مہیا کی جائیگی۔
(۳) گورنمنٹ ہند کو معلوم نہیں کہ گورنمنٹ اور نظام کے درمیاں کوئی حساب کتاب باقی ہے جس کا طے ہونا ضروری ہے۔
(۴) کنٹنجنٹ فوج اس وقت موجود نہیں نظام کی حفاظت کا کام اس وقت انڈین آرمی کے سپرد ہے باقی رہا برار کا معاملہ گورنمنٹ ہند کو اس پر قبضہ کرنے کا جائز حق حاصل ہے اور وہ باشندگان برار کے متعلق اپنے فرائض کا احساس رکھتے ہوے اس علاقے کو اپنے ماتحت رکھنے کے لیے مجبور ہے۔
نواب صاحب نے ۲ ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء کو ایک اور چٹھی گورنر جنرل کے نام بھیجی اس چٹھی میں دو امور پر خاص طور سے زور دیا گیا ہے۔
ایک تو یہ کہ نظام حیدرآباد نہ تو گورنمنٹ ہند یا انگریزوں کے ماتحت ہین نہ اس سے کمتر درجے پر ہین بلکہ وہ اُن کے دوست ہین برابر کا درجہ رکھتے ہیں اور جس طرح گورنمنٹ ہند اپنے اندرونی معاملات مین قطعی آزاد ہے اسی طرح وہ بھی اپنے اندرونی معاملات مین قطعی آزاد ہیں انگریزون کو اُن کے اندرونی امور مین دخل دینے کا کوئی

حق نہین۔
دوسری بات جو اعلےحضرت کی اس چٹھی مین بیان کی گئی ہے یہ ہے کہ برار کے متعلق وہ گورنمنٹ ہند کے جواب کو نہ تو ماننے کے لیے تیار ہین اور نہ اسکے آگے سر جھکانے کو رضا مند بلکہ انکی تجویز یہ ہے کہ چونکہ نظام حیدرآباد اور گورنمنٹ ہند دو مساوی حیثیت کے حلیف یا دوست ہین اس لیے اُن کے درمیان برار کے متعلق جو اختلاف راے ہے اس کا فیصلہ ایک آزاد کمیشن کے ذریعے سے کرالیا جاے حضور نواب نظام حیدرآباد کی اس چٹھی کا آخری فقرہ حسب ذیل ہے۔

مین تجویز کرتا ہون کہ معاملہ برار کے متعلق جو اختلاف راے ہے اسے ایک کمیشن کے سپرد کردیا جاے جو اس بارے مین تحقیقات کر کے اپنی رپورٹ پیش کرے۔ اس کمیشن کی صدارت کسی ایسے شریف برطانوی کو پیش کی جاے جو بہت اعلے حیثیت رکھنے کے علاوہ جوڈیشل یعنی عدالتی تجربہ بھی رکھتا ہو اور اس کا تقرر وزیر ہند کرے اس کمیشن مین صدر کے علاوہ چھ ممبر اور ہون ان مین سے دو تو گورنمنٹ ہند کے نمایندے ہون دومیری طرف سے چنے جائین دو ممبر باشندگان برار کے نمایندے ہون جو لیجیسلیٹو کونسل برار اسمبلی اور کونسل آف اسٹیٹ کے غیر سرکاری براری ممبران منتخب کرین اس کمیشن کو تمام امور کی جن کی بابت میرے اور گورنمنٹ انگریزی کے درمیان تعلقہ برار کے متعلق اختلاف راے ہے چھان بین کے لیے وسیع اختیارات ہونے چاہیین۔ اس تحقیقاتی کمیشن کے روبرو پیش ہونے والے معاملات گورنمنٹ ہند کے پولٹیکل ڈپارٹمنٹ اور میرے نمایندے کے درمیان بحث کے بعد مین اور ویسراے ہنڈے کر سکتے ہین اس کمیشن کے تمام اخراجات میری حکومت حیدرآباد برداشت کریگی

اس مراسلے کے جواب مین ۲۷ مارچ سنہ ۱۹۲۶ع کو ویسراے و گورنر جنرل کی طرف سے جو چٹھی نمبری ۴ تحریر کی گئی ہے اسکی انشاپردازی کی لوچ و لچک کا ایک عجیب انداز ہے سود بانہ زوردار الفاظ مین یہ لکھتے ہوے کہ نواب حیدرآباد کا درجہ گورنمنٹ ہند کے برابر نہین بلکہ دوسری ہندوستانی ریاستون کے مانند ہی ایک ماتحت ریاست کا ہے مطالبہ کمیشن کے متعلق لکھا ہے مجھے افسوس ہے کہ مین آپ کا یہ نظریہ منظور نہین کر سکتا کہ آپ کی مراسلت پر جو فیصلہ وزیر ہند نے کیا ہے وہ فیصلے کا درجہ نہین رکھتا شاہی حکومت

یا سب سے بڑی طاقت کا یہ حق اور اختیار ہے کہ وہ ان جھگڑون کا فیصلہ کرے کہ جو دو ریاستون یا ایک ریاست اور اسکے درمیان پیدا ہون اور اگرچہ ایسا ہو سکتا ہے کہ بعض امور مین کوئی تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی جائے مگر اس کا کام صرف یہ ہے کہ وہ اپنی آرا دا نہ رائے گورنمنٹ ہند کے سامنے پیش کردے فیصلے کا اختیار صرف گورنمنٹ ہند کو ہی حاصل ہے آپ کو یہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ اس پوزیشن کو ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانون نے ریفارم اسکیم کی دفعہ ۸ ۳ پر بحث کرنے کے بعد تسلیم کرلیا ہے۔

یہ تو اس چٹھی کا اقتباس تھا اب مین تمام چٹھی کا ترجمہ یہان لکھتا ہون جو فائدے سے خالی نہ ہوگا۔

اعلے حضرت کا گرامی نامہ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۲۵ء موصول ہوا و شرف صدور لایا گرچونکہ اس میں چند ایسے اہم مسائل موجود تھے جن پر غور کامل کی ضرورت تھی لہذا اس کا جواب جلد تحریر کرنے سے قاصر رہا۔

اس جواب سے میرا یہ مدعا ہرگز نہین ہے کہ اعلیٰ حضرت کے روبرو اس معاملے کے تواریخی دلائل کی بحث کو پیش کرون بلکہ جیسا کہ میں پیشتر تحریر کرچکا ہوں کہ جناب کے تمام مظاہرات پر نظر عمیق ڈالی گئی اور اس پر بہت کچھ غور و خوض کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ جناب کے موجودہ گرامی نامے مین کوئی خاص ایسے دلائل نہیں ہیں جو کہ میرے اور میری گورنمنٹ اور حضور سکرٹری آف اسٹیٹ کے طے شدہ فیصلے پر کوئی بیا اثر ڈالیں اعلے حضرت کا یہ جواب اس کیفیت وکتہ خیال کو صاف وصحیح پیرایے مین ظاہر نہین کرتا جو کہ مین اپنے مریضۂ مورخہ ۱۱ مارچ سنہ گذشتہ میں تحریر کرچکا ہون تاہم این جناب کو یہ امر باعث خوشی ہے کہ اعلے حضرت نے اپنے اخیر نامۂ گرامی مین کھلے الفاظ میں تحریر فرماتے ہین کہ آنجناب کو معزز گورنر جنرل سابق جناب ممدوح مارکوئیس کرزن صاحب مرحوم کی بیباک نیتی پر قطعاً گنجائش احتمال نہین لہذا اس عریضے کے باقی ماندہ حصے میں مین ان دقیق مسائل کو صاف کرتا ہوں جنکی بنا پر اعلے حضرت نے اپنے حقوق دفعات نمبر ۲ (او ر) ۳ میں قائم کیے ہین ورحسن مین کہ آنجناب نے ایک تحقیقاتی کمیشن کے تقرر کے بارے مین بھی درخواست فرمائی ہے۔

۲۔ اب اُن دفعات کی طرف جناب والا کی توجہ مبذول کراتے ہوئے کہ جن کا حوالہ مین پیشتر ہی دے چکا ہوں یہ امر واضح طور سے عیاں ہے کہ اعلے حضرت کو یقین کامل ہے کہ والی ریاست حیدرآباد کی حیثیت ومنصب سے ریاست حیدرآباد کے اندرونی معاملا

وانتظامات مین اعلے حضرت کو وہی حق اور اختیار حاصل ہے جو کہ گورنمنٹ برطانیہ کو برطانیہ ہند کے اندرونی معاملات کے انتظام مین حاصل ہے اغلب ہے کہ اعلیٰ حضرت کے حقوق واختیارات کا تذکرہ میرے الفاظ مین متجاوز ہوجاے لہذا مین یہ ہی مناسب خیال کرتا ہون کہ جناب والاہی کے الفاظ کو مکرر تحریر کردون ”سواے اُن معاملات کے جو غیر قوتون اور سیاسی مسائل سے تعلق رکھتے ہین ریاست حیدرآباد کے حکمران نظامون کو ریاست حیدرآباد کے تمام اندرونی معاملات اور انتظامات مین وہی آزادی حاصل ہے اور انکے اختیارات ویسے ہی وسیع ہین جیسے کہ گورنمنٹ برطانیہ کے برطانیہ ہند کے معاملات مین ہین“ مگر میرے نقطہ نظر و جملہ شرائط کو علیحدہ رکھتے ہوے یہ بات ظاہر ہے کہ دونون فریق تمام موقعون پر اپنی حکومتون کے اندرونی انتظامات مین اور نیز اُن معاملات مین جو کہ اُن کے اور ہمسایون کے درمیان واقع ہون نہایت آزادی اور خودمختاری سے کام کرتے رہین لیکن صوبہ برار کا سوال ان شرائط کے دائرہ حدود مین نہین آسکتا ہے کیونکہ کوئی غیر طاقت یا پالیسی اس مین حائل نہین ہے اور یہ مضمون ایسی دوسرکارون کے زیر بحث رہا ہے جو کہ تمام معاملات مین ایک حیثیت رکھتی ہین اور ایک دوسرے کی ماتحتی سے مبرّا ہین۔

۳۔ میرے ان الفاظ سے صاف عیان ہے کہ اعلے حضرت کو اپنے اور شہنشاہی افضل قوت کے درمیانی رشتہ تعلق کا پورے طور سے امتیاز کرنے مین کچھ غلط فہمی ہوگئی ہے جس کو رفع کردینا میرے واسطے شہنشاہ ہند کا نمایندہ ہونے کی حیثیت سے ایک فرض منصبی ہے تاکہ ایسے موقع کی خاموشی کسی آیندہ موقع کی مشکلات کو حل کرنے مین الخاموشی نیم رضا کے معنے نہ رکھے۔

۴۔ بادشاہ برطانیہ کی فضیلت و برتری ہندوستان مین سب سے افضل ہے اور بدین وجہ کوئی والی ریاست ہاے ہند سلطنت برطانیہ سے عہد و پیمان مین دعوے ہمسری نہین کرسکتا ہے اسکی فضیلت و برتری صرف صلح نامون اور عہد و پیمانون پر ہی مبنی نہین ہے بلکہ وہ ان سے مستثنےٰ اور خودمختار قوت ہے اور غیر طاقتون اور سیاسی مرحلات ومناظرات کے طے کرنے مین ایک خاص حق و منصب رکھتی ہے یہ سلطنت برطانیہ کا ذاتی فرض ہے کہ تمام ریاستہاے ہند کے عہد و پیمانون اور صلح نامون کو تسلیم کرتے ہوے تمام ممالک ہندوستان مین امن وامان قائم رکھے۔ اسکے اثرات و نتائج اتنے روشن ہین اور اتنی خوبصورتی سے اعلے حضرت اور نیز دوسری ریاستہاے ہند پر عائد ہوتے ہین

کہ ان کا تذکرہ اس موقع پر کرنا بالکل لاحاصل ہے تاہم اگر تمثیلاً دریافت کیا جاوے تو ایسی صورت میں مین اعلیٰ حضرت کی توجہ اس سند کی طرف رجوع کرتا ہون جو کہ سنہ۱۸۶۲ع مین حکمران ریاست حیدرآباد اور دیگر دوسرے والیان ریاستہائے ہند کو عطا فرمائی گئی تھی اور جس مین کہ گورنمنٹ نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ اعلیٰ حضرت کی مجلس انتظامیہ اور سرکار دونوں ہیئتہ شہنشاہ برطانیہ کے مطیع و فرمان بردار رہین گے اور حیدرآباد کی مسند ریاست کا حق وراثت اس وقت تک جائز نہین سمجھا جائے گا جب تک کہ وہ شہنشاہ اعظم ہند سے تسلیم و قبول نہ کر لیا جاوے اور سلطنت برطانیہ ہی صرف تمام حقوق وراثت کے مراسلات اور جھگڑون میں دست اندازی کا حق و منصب رکھتی ہے۔

۵۔ ریاستہائے ہند کے اندرونی و انتظامی معاملات میں دست اندازی کرنے کا حق جو کہ صرف سلطنت برطانیہ ہی کو حاصل ہے اس امر کی دوسری دلیل ہے کہ بادشاہ برطانیہ سب سے اعلےٰ اور افضل و برتر طاقت ہندوستان مین رکھتا ہے گو کہ سلطنت برطانیہ موقع بموقع اس امر کا اظہار کرتی رہی ہے کہ وہ کسی ہندوستانی ریاست کے اندرونی معاملات مین دست اندازی کرنے کی خواہش نہیں رکھتی ہے تا وقتیکہ کوئی اہم وجہ یا ضرورت پیش نہ آوے۔ لیکن اندرونی اور بیرونی حفاظت جسکے زیر سایہ تمام والیان ریاستہائے ہند اپنی زندگی نہایت عیش و عشرت کے ساتھ بسر کرتے ہین سلطنت برطانیہ کی حفاظتی طاقت کا ایک ادنےٰ نمونہ ہے اور جہاں کہین یہ حکومت ملکی مفاد کو نظر انداز کردے یا کہ اُسکے طرز عمل سے کل رعایا کی بہبودی اور جان و مال خطرے مین ہو تو ایسے موقع پر یہ مقدرت و حق صرف اعلیٰ طاقت کو ہی حاصل ہے کہ وہ جو ذرائع مناسب خیال فرمائے اسکی درستی کے لیے عمل مین لاوے۔

جہان حکومت کی مختلف طاقتین اور اختیارات جو کہ والیان ریاست ہند کو عطا ہوے ہین اسی ایک اعلیٰ و افضل طاقت کی ذمہ داری اور خوشنودی مزاج کا ایک عطیہ ہیں اس قسم کی اور بھی بہت سی مثالین ہم پہنچ سکتی ہین اور سوائے اس صورت کے جہان کہ وہ غیر طاقتین یا سیاسی مسائل حائل ہون اعلےٰ حضرت کی ریاست اور گورنمنٹ برطانیہ دونون درجہ ہمسری رکھتی ہیں مگر میں اس معاملے کو طول دینا نہیں چاہتا ہون اور صرف اتنا ہی اور اضافہ کرون گا کہ وفادار دوست کا خطاب جو اعلےٰ حضرت کو عطا ہوا ہے وہ آپ کی ریاست اور گورنمنٹ برطانیہ کے باہمی رشتہ تعلق کو دوسری ریاستہائے ہند اور گورنمنٹ برطانیہ کے باہمی رشتہ تعلق سے کسی صورت مین مستثنیٰ نہین کرتا ہے۔

۶۔ اعلیٰ حضرت کی ریاست اور افضل گورنمنٹ برطانیہ کے باہمی تعلقات کا خاص خیال جو اعلیٰ حضرت کے دل مین جاگزین ہے اسکی تقلید و پیروی کرتے ہوے اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ این جانب نے اس فیصلے کا مطلب جو کہ شہنشاہ ہند کی گورنمنٹ نے صوبہ برار کے معاملے مین کیا ہے غلط پیرائے مین ظاہر کیا ہے اور **ریسٹ جوڈیکٹہ** کا مسئلہ ریاست حیدرآباد اور گورنمنٹ ہند کے مراسلات مین ایک غلط صورت مین عائد کیا ہے لیکن مین بصد افسوس عرض کرتا ہون کہ مین اعلیٰ حضرت کی اس رائے سے کہ جناب والا کے مظاہرات پر حضور وزیر ہند کا فیصلہ ایک اخیر فیصلہ نہین ہے اختلاف کرتا ہون۔ کیونکہ یہ حق و منصب صرف قوت بالا کو ہی حاصل ہے کہ ریاستون کے باہمی یا کسی ریاست و گورنمنٹ کے باہمی جھگڑون کو کلی طور سے فیصل کر سکے اور اگرچہ چیند صورتون مین تحقیقاتی کمیشن بھی مقرر کر دی جاے تاہم اس کا کام صرف گورنمنٹ ہند کو اپنی آزادانہ رائے دیدینے کا ہے مگر ہر حالت مین اخیر فیصلے کی طاقت گورنمنٹ ہند کی حدود و اختیار مین رہتی ہے۔ اس امر کے یہان ذکر کرنے کی چندان ضرورت محسوس نہین ہوتی ہے کہ یہ بات ہندوستان کے تمام روسا نے قبول کر لی ہے جیسا کہ مونٹیگو چیمسفورڈ رپورٹ کی دفعہ ۳۰۸ کے ملاحظے سے ظاہر ہوتا ہے۔

۷۔ دربارے استعمال کرنے الفاظ **ریسٹ جوڈیکٹہ** مین کامل یقین رکھتا ہون کہ گورنمنٹ ہند کوئی عدالت دیوانی نہین ہے کہ اسکو کسی معاملے کے فیصلے پر نظرثانی کرنے کا منصب نہو جو کہ ایک مرتبہ عرصے تک زیر بحث رہ چکا ہو بلکہ اسکی اہمیت موقع و وقت پر منحصر ہے۔

صوبۂ برار کے معاملے مین یہ امر محض فضول اور خلاف عقل معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ معاملہ ایک مرتبہ کلی طور سے فیصل ہو گیا ہے تو پھر آیندہ اسی معاملے کو دونون سرکارون کے درمیان زیر بحث ڈالدیا جاے۔

۸۔ اب مین جناب والا کی اس درخواست کی طرف متوجہ ہوتا ہون جو کہ اعلیٰ حضرت نے صوبۂ برار کے معاملے کی تحقیقات کی غرض سے ایک کمیشن کی تقرری کے بارے مین تحریر فرمائی ہے تاکہ وہ بغور تحقیقات کر کے اپنی آزادانہ اور صحیح و درست رائے گورنمنٹ ہند کو صوبۂ برار کے بارے مین دے۔ اس بارے مین اعلیٰ حضرت کی خدمت مین التماس کرتا ہون کہ عرصہ دراز نہین ہوا ہے جبکہ گورنمنٹ ہند نے تحقیقاتی کمیشن کی تقرری کی نسبت ایک خاص انتظام فرمایا ہے جسکی رو سے تحقیقاتی کمیشن

اس صورت میں مقرر کی جا سکتی ہے جبکہ کوئی ریاست گورنمنٹ ہند کے کسی فیصلے پر رضامند نہ ہو اگر اعلیٰحضرت ان قواعد کا ملاحظہ فرمائیں گے تو صاف طور سے روشن ہو جائے گا کہ اس میں کوئی دفعہ یا شرط ایسی موجود نہیں ہے جسکی رو سے شہنشاہ اعظم کی گورنمنٹ کے طے شدہ فیصلے کو نظر ثانی کرنے کا مجاز کسی کو بھی حاصل ہو اور میں خیال نہیں کر سکتا کہ یہ بات کہاں تک جائز ہوگی کہ ایسے معاملے کو جسکی بحث ایک ایسے عہدنامے کے ذریعے سے اختتام کو پہنچی ہو جو کہ بعد غور کامل اور ایسی صاف زبان میں تحریر کیا گیا ہو کہ اس میں کوئی گنجائش ہو زیر تحقیقات رکھا جائے۔

۹۔ تاہم موجب درخواست اعلیٰحضرت جناب کا موجودہ گرامی نامہ حضور وزیر ہند صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا گیا ہے اور میرا یہ عریضہ حضور وزیر ہند اور گورنمنٹ برطانیہ کے احکامات و اختیارات پر مبنی ہے۔

اس جواب سے نواب میر عثمان علی خان بہادر نظام حیدرآباد کی رہی سہی امید کا بھی خاتمہ ہو گیا اور واپسی برار کے معاملے میں کامیاب نہ ہوئے۔ تاہم انھوں نے برار کے مقدمے سے ہاتھ نہیں اٹھایا۔ بلکہ سر علی امام حیدرآباد کی خدمت سے استعفا دیکر اس مقدمے کی پیروی کے لیے انگلستان بھیجے گئے انھوں نے وہاں پہنچکر بڑی کوشش اس بات کی کی کہ انگلستان کی رائے عامہ کو جو انگلستان کی حقیقی حکمراں ہے مسئلہ برار کی تائید کی طرف راغب کریں ابھی رائے عامہ کو کچھ بھی دلچسپی پیدا نہ ہو سکی تھی کہ حکومت برطانیہ کے مدبروں نے ریذیڈنٹ کے توسط سے اس مطالبے کا فیصلہ کر دیا۔

نواب میر عثمان علی خان بہادر کے عہد کی ترقیات پر تبصرہ

جن محکموں کی اصلاح کی گئی ہے وہ مال۔ عدالت۔ امور مذہبی۔ کروڑگیری یعنی چنگی آبپاشی۔ کورٹ آف وارڈز۔ میونسپلٹی۔ صنعت و حرفت۔ تعلیمات۔ ڈاک حفظان صحت اور طباعت کے محکمے ہیں اور جو جدید محکمے خود اسی زمانے میں قائم کیے ہیں وہ یہ ہیں۔ زراعت۔ آرائش بلدہ۔ جامع عثمانیہ۔ امداد باہمی۔ آثار قدیمہ علاج حیوانات۔ ان تمام محکموں پر تبصرہ کرنے کے لیے بہتر طریقہ یہ ہوگا کہ محکموں کو انکی نوعیت کے لحاظ سے تین شعبوں پر تقسیم کر دیا جاوے اور ہر محکمے کا ذکر اس شعبے میں کیا جائے جس سے وہ مناسبت رکھتا ہے اس لحاظ سے محکموں کی تقسیم اس طرح ہو گی۔

شعبۂ اول مین وہ محکمے جن سے حکومت کو آمدنی ہوتی ہے۔
شعبۂ دوم مین وہ محکمے جن سے رعایا کا امن و انتظام وابستہ ہے۔
شعبۂ سوم مین وہ محکمے جن سے ملک کی ترقی و فلاح کا تعلق ہے۔

(۱) ریاست کا جمع خرچ اور مالی آمدنی

نواب موصوف کے عہد مین ریاست نے مالی اعتبار سے بے حد ترقی کی ابتداے دہ سالہ حکومت مین پانچ کروڑ بیس لاکھ روپے کے قرض مین سے صرف سات لاکھ باقی رہ گئے تھے نواب صاحب کی مسند نشینی کے پہلے سال اہم مدات کی آمدنی ساڑھے چار کروڑ تھی اور اہم مدات کا خرچ تقریباً تین کروڑ اڑتیس لاکھ لیکن ۱۹۲۱ء مین آمدنی سوا پانچ کروڑ کے قریب پہنچ چکی تھی اور خرچ چار کروڑ چھیانوے لاکھ کے قریب تھا ۱۹۲۲ء مین فینانس کا انتظام نئی لائنون پر کیا گیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۲۴ء مین مجموعی طور پر دو کروڑ اسٹھ لاکھ کی بچت ہو گئی جس مین بڑی رقم ریلوے کے لیے مخصوص کر لی گئی اور باقی رقم فقط سڑکون اور ریلون کی تعمیر۔ اضلاع مین آب پاشی کے انتظام۔ شہر حیدرآباد کی بدررون۔ آرایش و اصلاح بلدہ۔ جامع عثمانیہ کی زیر نگرانی ترجمہ کتب۔ عثمانیہ اردو یونیورسٹی ٹکنیکل انسٹی ٹیوٹ کی تعمیر۔ اجنٹا کے غارون اور ساٹھ ون کی خرید کے لیے مخصوص کر دی گئی ۱۹۲۷ء مین بچت کی رقم مجموعی تین کروڑ سینتالیس لاکھ تھی اس مین سابقہ غیر منقسم بچت کی رقم شامل کی گئی تو سارا بچا ہوا روپیہ مین کروڑ ساڑھے اکانوے لاکھ تک پہنچ گیا۔

اب تک آمدنی سات کروڑ اکتیس لاکھ چھہتر ہزار تھی آئندہ کے لیے توقع ہے کہ آمدنی سات کروڑ اٹھاسی لاکھ تک پہنچ جاے گی اسکے ساتھ ہی خرچ بھی چھ کروڑ ستاون لاکھ کے بجاے سات کروڑ آٹھ لاکھ ہوگا۔ لہ

مالگذاری مین پانچ لاکھ کا اضافہ ہوا یہ نئے بندوبست کی برکت ہے۔

جنگل مین تیرہ لاکھ کا اضافہ ہوا اسی طرح دوسرے صیغون مین بھی اضافہ ہوا۔

نواب میر عثمان علی خان کے عہد سے پہلے محکمۂ بندوبست محکمہ مال کا ایک صیغہ تھا انھون نے اپنے عہد مین اسے ایک مستقل محکمہ بنا دیا اور اراضی کی باقاعدہ پیمائش کرائی جس سے جمع بندی مین ہزارون ایکڑ کا اضافہ ہو گیا اور مالگذاری کی آمدنی دس سال کے اندر ۱۲ فی صدی بڑھ گئی۔ زیادہ تر نرخ اشیاء کی گرانی نے محاصل کو بڑھایا اور ذرائع آب پاشی کی توسیع سڑکون کی تعمیر اور ریلون کے اجرا سے زمینون کی قیمت بڑھ گئی ہے

لہ [illegible] ۱۲

سلیے جمع کی مقدار ۱۳۱۰ فصلی کی دو کروڑ تین لاکھ سے ترقی کر کے ۱۳۳۲ فصلی مین دو کروڑ ۹۱ لاکھ تراسی ہزار ہوگئی یعنی ۳۲ سال مین ۴۳ فی صدی کا اضافہ ہوا۔

چنگی

اس محکمے کے انتظام مین جو زبردست ترقی ہوئی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ نواب کی مسند نشینی کی ابتدا مین اسکی آمدنی ۲۷۲۴۴ تھی اور ۱۴ سال کے اندر ترقی کر کے وہ ایک کروڑ ۵۵ لاکھ تک پہنچ گئی۔

جنگلات

اس محکمے نے ۱۷ سال کے اندر جو ترقی کی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ پہلے اس محکمے کی خالص بچت صرف سوالاکھ روپے تھی اور اب یہ محکمہ اپنے مصارف وضع کر کے حکومت کو گیارہ لاکھ کی آمدنی دیتا ہے اس محکمے کے انتظام مین اسوقت ۹۵۹۵ مربع میل رقبہ ہے جس مین سے ۵۶۳۲۔ ایکڑ رقبے مین عمدہ قسم کا ساگوال ہوتا ہے ۳۲۱۸۷ ایکڑ رقبے مین چو منیہ کی قطع و برید کا کام ہوا ہے اور ترقی رفتار تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔

(۲) امن وسکون عام

امن وسکون عام سے خاص طور پر جن محکمون کا تعلق ہے وہ عدالت اور پولیس کے محکمے ہین۔

عدالت

۱۳۱۱ فصلی سے پہلے بلدۂ حیدرآباد میں معاملات دیوانی کا تصفیہ صوبہ دار بلدہ کے تفویض تھا اور اضلاع مین عدالتی اختیارات علمدارون سے متعلق تھے۔
۱۳۱۲ فصلی سے نظم و نسق عدالت مین اصلاحات شروع ہوئیں نواب میر الملک مدارالمہام نے ایک نئی عدالت قائم کی جو دیوانی بزرگ کے نام سے موسوم ہوئی اسکے بعد ۱۳۴۷ فصلی میں ایک فوجداری عدالت فوجداری بزرگ کے نام سے قائم ہوئی پھر ۱۳۶۲ فصلی میں نواب سالار جنگ اول کے عہد وزارت مین

عدالت بادشاہی قائم ہوئی جسے باستثنائے قصاص وسزائے حبس دوام جملہ اختیارات فوجداری و دیوانی عطا کیے گئے سنہ ۱۲۷۵ فصلی مین الگ الگ عدالتین قائم کی گئین۔ سنہ ۱۲۸۲ فصلی مین ایک **عدالت مرافعہ** قائم کی گئی جس مین ایک میر مجلس اور چند ارکان تھے اور عدالتہائے اضلاع کے فیصلون کے اپیل سنے جاتے تھے۔ سنہ ۱۲۸۵ فصلی مین اسی عدالت نے **مجلس عالیہ عدالت** کی صورت اختیار کر لی اور سنہ ۱۲۹۲ فصلی مین باختیارات جدیدا سے وہ شکل دی گئی جس مین موجودہ **عدالت العالیہ** ہے۔

یہ کیفیت نواب میر عثمان علی خان کے عہد سے پہلے کی عدالتی کیفیت تھی اس عدالتی نظم ونسق کی سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ عدالت اور مال کے اختیارات یک جا تھے جس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ ٹھیک ٹھیک انصاف نہین ہوتا تھا بلکہ مزید ازان عدالتون پر کام کا بار بہت ہوتا تھا مقدمے عرصے تک چلتے تھے اور اہل مقدمہ کو بہت تکالیف اٹھانی پڑتی تھین۔ نواب حال نے اس خرابی کو دور کر کے عدالت کو صرف عدالتی کام کے لیے مخصوص کر دیا۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ عہدہ داران انتظامی اپنے عدالتی اختیارات کی پوٹ باندھے دورے پر چلے جا رہے ہین پیچھے پیچھے ملزمین مستغیث گواہ وکیل ان کا پتہ پوچھتے ہوے بھاگتے جاتے ہین حاکم کے ڈیرے پر پہنچے معلوم ہوا کہ کیمپ برخاست ہو گیا بیس میل آگے ڈیرے پر گئے ہین یہ بیچارے اور آگے بڑھے ابھی وہان نہ پہنچے تھے کہ کیمپ اور آگے کھسک گیا اور یہ کیمپ کی تلاش مین پھر چلے غرضکہ ان مشترکہ اختیارات کی وجہ سے بڑی مشکل تھی جس کا معمہ موجودہ نظام کی ایک گردش قلم سے قلمرو حیدر آباد دکن کے لیے حل ہو گیا اس لیے بطور یادگار دوامی انکے حکم کو لفظاً لفظاً یہان نقل کیا جاتا ہے جو یہ ہے۔

کچھ عرصے سے میری توجہ اس مسئلے کی طرف مبذول ہوئی ہے کہ نظم ونسق ممالک محروسہ مین عدالتی اختیارات کو انتظامی عہدون سے علیحدہ کر لیا جاے۔

اس مسئلے پر کامل غور کرنے کے بعد اب مین نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ موجودہ انتظام مین یہ اصلاح کر دی جاے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اس سے کام بھی عمدگی سے چلے گا اور یہ طریقے میری عزیز رعایا کے لیے زیادہ تر موجب آسایش واطمینان ہوگا مین چاہتا ہون کہ فرائض مذکور الصدر کی علیحدگی کے لیے جو تجویز عمل مین آے آئین

یہ امر ملحوظ رہے کہ عہدہ داران صیغۂ انتظامی اُن تمام فرائض سے سبکدوش کیے جائیں جو کلیتہً عدالتی تصور کیے جاتے ہیں بجز اُن خاص فرائض کے جو بروئے قوانین مالگذاری اُن سے متعلق ہوں یا جو قوانین تعزیری کی ضمن میں بغرض تحفظ امن عامہ خاص اور اہم انسدادی صورتوں کے لیے اُن کے سپرد کیے گئے ہوں۔ صدر اعظم باب حکومت مجاز کئے جاتے ہیں کہ حسب ہدایت عدم علیحدگی کا انتظام بلا تاخیر عمل میں لائیں اور دیگر امور کے متعلق مناسب احکام صادر کریں اگر اس انتظام میں نفاذ قانون کی ضرورت محسوس ہو تو وہ خود اس امر کا تصفیہ کر سکتے ہیں کہ کس حد تک ایسی ضرورت ہے عوام کی اطلاع کی غرض سے میرا یہ حکم جریدۂ غیر معمولی میں شائع کر دیا جائے فقط۔

مورخہ ۲۹ شعبان المعظم ۱۳۳۹ ہجری

سب سے اہم عدالت کے عہدہ داروں کے تقررات کا مسئلہ تھا جس محکمے کو عہدہ داروں کے کام دیکھنے کا موقع ملتا ہے وہی محکمہ خدمات کے لیے انتخاب بھی بہتر کر سکتا ہے ہائی کورٹ کے اختیارات میں یہاں تک وسعت دیدی کہ تقررات اور تعیناتی ایک بڑی حد تک خود اسی عدالت اعلےٰ کے قبضے میں آگئی اصلاح عدالت کے لیے ضرور تھا کہ اس سررشتے کی خدمات پر ایسے لوگ مقرر کیے جائیں جو نہ صرف اعلےٰ تعلیم یافتہ ہوں بلکہ عرصے تک وکالت کر کے قانون سے واقف اور حالات رعایا سے باخبر ہو چکے ہوں چنانچہ انھیں خیالات کو پیش نظر رکھ کر قواعد تقرر عہدہ داراں میں ترمیم کی گئی اور سررشتہ عدالت کے سب سے ادنےٰ درجے عہدہ دار یعنی منصف کے متعلق بھی یہ شرط قائم کر دی تھی کہ یا تو حیدرآباد کی سول سروس کلاس کا ایسا کامیاب شدہ ہو جس نے کم سے کم ایک سال تک علاقہ انگریزی میں کام سیکھا ہو یا ایسا شخص ہو جس نے اپنی خاص قابلیت کی وجہ سے سرکاری وظیفہ حاصل کر کے یورپ میں تعلیم پائی ہو یا ایل ایل بی کا امتحان پاس کرنے کے بعد دو سال تک وکالت کی ہو اسی معیار پر آپ اعلےٰ خدمتوں کی شرائط کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انتخاب کی سختی کے باعث صرف تعلیم یافتہ اور قابل ہی لوگوں کے لیے ترقی کا دروازہ کھلا رہ گیا ہے تقرر کی سختی کے ساتھ ادنےٰ سے لے کر اعلےٰ خدمتوں تک سب کی تنخواہوں میں معتد بہ اضافہ کر دیا گیا تاکہ لائق اور کارگذار لوگوں کو باوجود اس قدر مدافعات اور شرائط کے خدمت

ریاست مین داخل ہونے کا شوق ہوا ور معاوضے کی کمی اُنکو ناجائز طریقون سے اپنی آمدنی بڑھانے پر مائل نہ کرے۔

(۳) فلاح و ترقی کے محکمے

اس وقت اس شعبے نے بھی بڑی ترقی کی ہے۔

تعلیم

حیدرآباد مین ایک تعلیمی کانفرنس تقریبًا بارہ سال سے قائم ہے اور وہان تعلیمی خدمات انجام دے رہی ہے لیکن گذشتہ چار پانچ سال کے عرصے مین اس کانفرنس کے ذریعے سے مملکت نظام مین جو کچھ تعلیمی کام ہوا ہے بہت کم تعلیمی انجمنون نے اتنے قلیل عرصے مین انجام دیا ہوگا حقیقت یہ ہے کہ نواب میر عثمان علی خان فرمان رواے حیدرآباد کا یہ عہد اپنی تعلیمی خصوصیات و ترقیات کی وجہ سے گذشتہ فرمان روایان دکن کے عہود سے خاص امتیاز رکھتا ہے نواب ممدوح کے زمانے مین یون تو ریاست کے ہر شعبے مین بہت کچھ ترقی ہوئی ہے لیکن تعلیم کے سلسلے مین حیدرآباد دکن نے جس قدر ترقی کی ہے وہ یقینًا غیر معمولی ہے صرف ایک اردو یونیورسٹی ہی کا قیام ایک ایسا کارنامہ ہے جو نہ صرف اس ریاست کی تاریخ مین بلکہ سارے ہندوستان اور زبان اردو کی تاریخ مین ہمیشہ یادگار رہے گا۔ مغربی زبانون سے اردو زبان مین ہر قسم کے تراجم کا شائع کرنا۔ اردو طباعت مین جدید آسانیان اور اختراعات کا رواج دینا پھر سیکڑون طلبا کو ہر سال مختلف علوم و فنون مین تعلیم حاصل کرنے کے لیے یورپ اور امریکہ بھیجنا یہ سب وہ امور ہین جن پر اس دور حکومت مین سب سے زیادہ توجہ کی گئی ہے اور روز بروز اس پر اور زیادہ توجہ کی جارہی ہے گذشتہ دس سال کے اندر ریاست حیدرآباد کے محکمہ تعلیم نے بہت ترقی کی ہے طلبا پر حکومت جتنا خرچ کرتی ہے اُس کا اندازہ اُس سے ہوسکتا ہے کہ اعلے تعلیم مین فی طالب علم ۴۹۵ روپے فوقانیہ مین ۶۰ روپے وسطانیہ مین ۳۱ روپے اور تحتانیہ مین ۱۰ روپے خرچ کا اوسط پڑتا ہے نادار طلبا کی تعلیم کے لیے حکومت کی طرف سے وظائف بھی دیے جاتے ہین اور قرض حسنہ بھی سنہ ۱۳۲۵ فصلی مین کالج دو تھے

اور مدارس فوقانیہ ۲۲ مدارس وسطانیہ ۸۷ مدارس تحتانیہ ۱۱۲۳ مدارس خاص تھے۔ اب کالج ۷ ہیں مدارس فوقانیہ ۴۳ مدارس وسطانیہ ۱۸ مدارس تحتانیہ ۲۹۷۹ مدارس خاص ۴۹ ہیں تعلیم المعلمین کے لیے کل ریاست میں ۷ مدارس ہیں جن میں سے ۳ معلمین کے لیے اور ۴ معلمات کے لیے صنعتی مدارس کی تعداد ۹ ہے جن میں سے دو خاص ریاست کے ہیں ۳ لوکل فنڈ سے چلتے ہیں دو کو سرکاری امداد دی جاتی ہے اور دو بلا امداد چلتے ہیں ان مدارس میں علاوہ کتابی تعلیم کے نجاری۔ حدادی۔ پارچہ بافی سیدری صنعت اور ڈرائنگ وغیرہ کی علمی تعلیم دی جاتی ہے کل ریاست میں مدارس نسواں کی تعداد ۷۰۶ ہے اُن میں سے ایک انٹرمیڈیٹ کالج ہے ۵ مدارس فوقانیہ ہیں ۱۲ مدارس وسطانیہ اور ۶۸۸ مدارس تحتانیہ ہیں ایک صنعتی مدرسہ ہے اور ۴ ڈرائنگ اسکول ہیں۔ تجارتی تعلیم کے لیے سٹی کالج اور چادرگھاٹ اسکول میں خاص انتظام کیا گیا ہے۔

اُردو زبان کی یونیورسٹی

عثمانیہ اردو یونیورسٹی موسوم بہ جامعۂ عثمانیہ نواب صاحب نے قائم کی اور چونکہ یونیورسٹی کا ذریعہ تعلیم اُردو ہے اس لیے یونیورسٹی کے ارباب حل وعقد نے ایک مجلس دارالترجمہ والتالیف کے نام سے ترتیب دی جس کا کام مشرقی اور مغربی علوم کی کتابوں کا اُردو میں ترجمہ وتالیف ہے اب تک مختلف علوم کی مشرقی ومغربی زبانوں سے سو سے زیادہ کتابیں اُردو میں ترجمہ ہو چکی ہیں اُردو میں علوم وفنون کو منتقل کرنے کے لیے ضروری تھا کہ اس میں اصطلاحات علمیہ کا ذخیرہ بھی فراہم کیا جائے یہ مجلس اصطلاحات سازی کا فرض بھی انجام دے رہی ہے چنانچہ کم وبیش پانچہزار اصطلاحیں اُس کی سعی سے مہیا ہو چکی ہیں۔

اس یونیورسٹی کی زیر نگرانی عثمانیہ یونیورسٹی کالج ہے۔ اس میں علاوہ علوم وفنون کے انگریزی۔ لاطینی۔ عربی فارسی۔ سنسکرت۔ اُردو تلنگی۔ کنڑی۔ مرہٹی۔ گجراتی۔ گورمکھی۔ تامل اور ہندی زبانوں کی بھی تعلیم ہوتی ہے مگر تعلیم السنہ مستثنیٰ کر کے باقی تمام مضامین اُردو میں پڑھائے جاتے ہیں اور دینیات کی تعلیم بھی داخل نصاب ہے اس کالج کے اسٹاف میں ہندو۔ مسلمان۔ عیسائی۔ دکھنی

وغیرہ کھنی غرضکہ ہر فرقے اور ہر طبقے کے اہل فضل موجود ہین۔

اُردو ٹائپ اور اُردو ٹائپ رائٹر

نواب میر عثمان علی خان بہادر نے طلبا کو وظائف دیکر یورپ بھیجا تاکہ وہ اُردو ٹائپ اور اُردو ٹائپ رائٹر کی ایجادات کو مکمل کرین اُنکی ریاست کو اس مقصد مین بہت کامیابی ہوئی اور ودٹائپ کا ایک عمدہ نمونہ تیار ہو گیا علاوہ اس کے اُردو ٹائپ رائٹر کی مشینین بھی تیار ہو گئین۔ اب تازہ ترین اطلاعات مظہر ہین کہ اشارات برق کے ذریعہ سے پیغام رسانی کے لیے اُردو حروف سے کامیابی سے کام لیا گیا ہے یعنی اردو ٹیلیگرافی کی ایجاد بھی مکمل ہو گئی ہے یہ بیانات گو ابھی سو گز کے فاصلے تک کامیاب ہوے ہین لیکن توقع ہے کہ چند ہی سالون مین اُردو ٹیلیگرافی بھی مکمل ہو جائے گی۔

اُردو حروف کے رسم الخط کا مضرت رسان اشکال

یہ ظاہر ہے کہ حروف تہجی بالذات کوئی چیز نہین ہین بلکہ چند علامتین ہین جو اُن اصوات کو ظاہر کرنے کے لیے مقرر کر لی گئی ہین جو آدمی کے مُنھ سے نکلتی ہین ان علامتون کو ابتدائی زمانۂ تہذیب مین مختلف گروہون نے مختلف صورتون پر وضع کیا اور رفتہ رفتہ ان اشکال مین حسب ضرورت تغیر ہوتا رہا اسکے ساتھ ہی چونکہ ایک ملک اور ایک آب وہوا کے رہنے والون کے حلق سے بعض صدائین ایسی نکلتی ہین جو دوسرے ملک اور دوسری آب و ہوا کے رہنے والون کے حلق سے نہین نکلتین۔ لہذا حروف تہجی کی تعداد بھی نسبتاً ہر زبان مین یکسان نہین ہے چنانچہ اُردو مین بھی اس وقت ۳۴ حروف تہجی ہین اور جو صدائین ہمارے حلق سے نکلتی ہین اُن کی تعداد ۴۸ ہے اگر ژ کو بھی شریک کر لیا جائے تو ۳۵ حروف اور ۴۹ صدائین ہوتی ہین یعنی ۱۴ صداؤن کے لیے کوئی خاص علامت نہین ہے بلکہ دو دو حروف سے مرکب کر لیے گئے ہین باقی جو ۳۵ علامتین مقرر ہین اُن مین متشابہات کی ایسی بھرمار ہے کہ خدا کی پناہ پھر ایسے متشابہات کا صور متصلہ مین ظاہر کیا جانا آفت ہے دنیا کی

مروجہ زبانون مین یہ بات ہے کہ حروف تہجی کے سیکھنے کے بعد لڑکا حرف شناس ہو جاتا ہے اور عبارت پڑھ سکتا ہے مطلب سمجھے یا نہ سمجھے کیونکہ ان حروف کے سیکھنے اور یاد کرنے مین تھوڑی مدت صرف ہوتی ہے ایک ہفتے سے زائد شاذ و نادر ہی صرف ہوتا ہوگا۔ اردو مین برخلاف اسکے مختلف جوڑون کی وجہ سے مختلف تختیان پڑھنی اور یاد کرنی پڑتی ہین جس مین بہت بڑا حصہ بچے کی عمر کا ضائع ہوتا ہے اسکو بچے اس امر سے کہ ان کو ایک ہی نام کی متعدد صورتین یاد رکھنے کی جو مالایطاق زحمت دیجاتی ہے جس قدر گھبراتے ہین اس کا اندازہ کرنا بہت دشوار ہے اور اُن کے حافظے کو بہت بڑا صدمہ پہنچتا ہے موجودہ حروف کی دشواری کے متعلق ایران کے ایک فاضل اور ناصرالدین شاہ قاچار کے عہد کے ایک بڑے رکن ریاست نے اپنی کتاب تنبیہ الصبیان کے آخر مین لکھا ہے جس کا ترجمہ ہم اپنی کتاب منتہی القواعد سے یہان نقل کرتے ہین اور اس مین ہندوون کے حروف کی آسانی کا طریقہ اپنی طرف سے زیادہ کر دیتے۔ اہل اسلام کے سوا کل قومین اپنی اپنی اشکال حروف کی سہولت کے باعث سے علوم و فنون مین دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہی ہین ہم آنکھون سے دیکھتے ہین کہ یورپین بیس برس کا جوان ہمارے یہان کے چالیس برس کے آدمی سے صاحب علم زیادہ اور متتبع ہوتا ہے یہ بجز اسکے نہین کہ انکے ہان تحصیل کے طریقے سہل ہین یہی حال ہندوون کا ہے کہ ان مین کم کوئی شخص ایسا نکلے گا کہ صاحب خط و سواد ہو کیونکہ اہل یورپ اور ہندو زیادہ سے زیادہ ایک مہینے مین خط لکھنے اور اپنی زبان مین کتابین پڑھتے لکھتے ہین ہماری عمر کا بھاری حصہ آدھ مثل قیمت حصہ صرف ہو جاتے جب بھی درست لکھنا اور پڑھنا مشکل سے میسر آتا ہے پھر غور کرو کہ اور علوم و فنون کس طرح اور کس وقت سیکھے اور سیکھے تو اور زیادہ ترقی کی کوششین کس وقت کے واسطے اٹھا رکھے جب تم لکھنے یا پڑھنے بیٹھو گے اس خط مین ایک شکل نرالی ہی کا سامنا ہوگا ایک ہی صورت کا حرف ہوتا ہے کہ کبھی اس مین مرکز دیا جاتا ہے کبھی دائرہ بنانا ہوتا ہے کبھی مد لکھا کبھی دندانہ کبھی متصل ہوتا ہے کبھی منفصل کبھی اوپر نقطے لگائے جاتے ہین کبھی نیچے جب یہ ترددات کے آثار موجود ہین تو کیونکر زیادہ تردد ہو کہ آیا کونسا حرف یہان پڑھا جاتا ہے اور پھر وہ مفتوح ہے یا مکسور یا مضموم یا مجزوم بیچارہ مبتدی حیران ہوتا ہے کہ الٰہی کیا کرون اور کس طرح پڑھون مثلاً لفظ **ملک** مین تین حروف سے زیادہ نہین ہمارے خط مین اسے متعدد طرح پڑھ سکتے ہین یعنی

پھر بھی اغلب کلمات سہ حرفی سے نقطہ نہ رکھنے کی وجہ سے آسان تر ہے ورنہ لفظ چند باختلاف حروف وحرکات اور تشدید وتسکین اس سے بھی بہت زیادہ طرح پڑھا جا سکتا ہے اب فرمائیے کہ بیچارہ مبتدی کہ زبان نہین جانتا یا طفل کہ قوت عبارت فہمی کی نہین رکھتا کس طرح معنی مقصود کو پا سکتا ہے مدت چاہیے کہ اسکے سمجھنے کی قابلیت پیدا کرے بشرطیکہ بلید الطبع نہو اور ذاتی ذکاوت رکھتا ہو ورنہ ممکن ہے کہ شخص ایرانی اللہم کادنی فکدہ کو دعا مین کاف فارسی سے پڑھ لے۔ اور یہ دشواری ایسے خط کے اختیار کرنے سے رفع ہو سکتی ہے جس مین حروف ہم شکل نہون اور نقطے کی قیدین بھی نہون اور ایسی ترکیب بھی نہو جو موجب ہو حروف اولیہ کے تغیر کی اور اعراب حروف کی مثل وضع ہو کر داخل کلمہ مین لکھے جائین گو ہمارے یہان اعراب ہین مگر انکے لگا دینے سے بھی شبہ باقی رہے گا جس طرح باوجود نقطہ دیدینے کے بھی رفع شبہ نہین ہوتا مثلاً حىد لکھو یہ قطعی طور پر نہ معلوم ہو سکے گا کہ پہلا حرف جیم ہے یا ح یا خ یا چ ان چارون عیبون کے رفع ہو جانے سے ایک مہینے مین ہر شخص صاحب خط وسواد ہو سکتا ہے۔ علاوہ اسکے چار اور عمدہ عمدہ فائدے ہین (۱) لغت نویسی مین مہملہ۔ معجمہ۔ مضموم۔ مفتوح۔ مکسور۔ وزن وغیرہ کی تطویل لاطائل سے سبکدوشی ہوگی (۲) کتب عربی یا فارسی یا ترکی یا اردو کے چھاپنے کے واسطے اب چارسواسی قطع حروف ہر کلمے کے جس طرح چاہین چھاپنے کے واسطے درکار ہین۔ پھر اٹھائیس حرفون سے کام نکل سکتا ہے (۳) ہر کتاب اور نوشتے کو صحیح پڑھ سکتے ہین (۴) بوجہ قلت حروف خوشنویس جلدی ہو سکتے ہین۔

اور یہ خیال کرنا کہ خط قدیم کو متغیر کر دینے مین لاکھون گران بہا کتابین بے قیمت ہوتی ہین اسکی بعینہ ایسی مثال ہے کہ ہم مارٹینی یا ہانری یا مین چسٹر کے کارخانے یا جرمنی یا امریکہ کی زمانہ جدید کی ایجاد شدہ بندوق کو جاری نہین کرتے کہ ہماری توڑے دار بندوقین بے کار ہو جائینگی یا ہم کبھی اور ریل اور موٹر اور ہوائی جہاز کو نہین چاہتے کہ ہماری گاڑی۔ بہلی۔ تانگے۔ چھکڑے بے مصرف ہو جائینگے۔

لیکن اس راے پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ قدیم رسم الخط مین جو لغت۔ تاریخ اور علوم وفنون مختلف کی کتابین مرتب ہین وہ نئے حروف جاننے والونکے دسترس سے باہر ہو جائینگی اور سب کو کسی جدید رسم الخط مین چھاپنا طویل زمانہ اور کثیر اور صرفے کا باعث ہے اور جو لڑکے صرف کسی نئے رسم الخط مین تعلیم پائین گے وہ اگلی مطبوعہ

قلمی کتب کے ذخیروں سے دور اور محروم ہو جائیں گے جو قدیم سے موجود ہیں اور جنکے اوپر ہی مسلمانوں کے موجودہ علوم کی بنیاد ہوئی ہے اسکے سوا خود اساتذہ کو مشکلات پیش آئیں گی جنکے پاس جدید رسم الخط میں درسی کتابیں بھی مکمل ہوں گی ان وجوہات سے موجودہ رسم الخط کو چھوڑنا مشکلات سے خالی نہیں ہے البتہ کچھ اصلاحیں ہو جائیں تو بہتر ہے۔

زراعت

اس کے لیے ایک الگ محکمہ قائم کیا گیا ہے جسکے ماتحت سائنٹفک اصولوں پر زراعت کے لیے زمینیں تیار کی جا رہی ہیں۔ بہترین قسم کا تخم فراہم کر کے ہر سال کاشت کے لیے تقسیم ہوتا ہے۔ دراز ریشہ روئی کی کاشت جاری کرائی ہے۔ میلکر کو ترقی دینے کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ الیر اور سنگاریڈی کے مزارعوں میں ریشم کے کیڑوں کی پرورش کا ذوق پیدا کیا جا رہا ہے اور جو لوگ اس کام سے دلچسپی لیتے ہیں انھیں کیڑے یا ان کے انڈے اور شہتوت کے پودے محکمہ زراعت فراہم کر دیتا ہے آلات زراعت کی مانگ پوری کرنے کے لیے ایک مرکز کھولا گیا ہے جس میں ہر قسم کی کھاد اور عمدہ تخم مقامی حالات کے لحاظ سے فراہم کیے گئے ہیں۔ زرعی تعلیم کے لیے حکومت کی طرف سے ان لوگوں کو یورپ اور امریکہ بھیجا جاتا ہے جو اس سرشتے میں کام کرتے ہیں یا اس سے دلچسپی لیتے ہیں حکومت ایسی تعلیم کے لیے قرض بھی دیتی ہے۔

آب پاشی

قدرتی دریاؤں کا جو پانی بہہ کر بیکار چلا جاتا ہے اسکو سدھ باندھ کر تالابوں میں روکا جا رہا ہے اور اس سے نہریں نکالکر خشک اور بے آب زمینوں کو سیراب کیا جا رہا ہے چھوٹے پیمانے پر آب پاشی کے لیے حکومت کی جانب سے حسب ضرورت کنویں بھی کھودے جاتے ہیں ایک کنویں پر ۴۰ روپے سے لیکر ۲۲ روپے تک لاگت آتی ہے اور اوسط لاگت ۵۳ رہتی ہے۔

عمارات

اگلے فرمان رواؤں نے جانشینوں کے لیے عالی شان اور تفریح بخش عمارتیں بسر ورسان

زیادہ تیار کرائے گئے ہین اس لیے نواب میر عثمان علی خان صاحب نے کوئی عالی شان عمارت تیار کرنے کی ضرورت نہین سمجھی بلکہ ان کو اس بات کا شوق ہے کہ ہر کام مین میری ناموری ہو اور رفاہ عام کے بھی مناسب ہو اس لیے پبلک کے فائدے کے لیے عالی شان عمارات تیار کرائی ہین جنپر لاکھون روپیہ خرچ ہوا ہے حیدرآباد ہائیکورٹ ۲۱ لاکھ روپے کے صرف سے تیار ہوا ہے۔ اسی طرح شفا خانہ عثمانیہ۔ سٹی کالج۔ دواخانہ یونانی۔ نمایش گاہ باغ عام لاکھون روپے کے خرچ سے تیار کرائے۔ یہ باغ بڑی تفریح گاہ ہے جس مین بہت سے پھولون کے پودے لگے ہوے ہین جابجا روشین بنی ہوئی ہین روشون کے کنارون پر پھولون کے گملے قرینے سے رکھے ہوے ہین موقع موقع پر پانی کے حوض ہین ان مین فوارے چھوٹتے ہین جگہ جگہ تماشائیون کے بیٹھنے کے لیے لوہے کی بنچین بچھی ہوئی ہین۔ ہفتے مین ایک بار شام کو بینڈ بجتا ہے اس باغ مین چڑیا گھر اور ایک نمائش گاہ ہے اسی باغ مین ایک بڑا ٹاؤن ہال ہے جس مین پبلک جلسے ہوتے ہین۔

سلسلۂ نقل و حرکت

ریاست مین بکثرت سڑکین بنائی گئی ہین محکمۂ ترقیات عامہ کے ماتحت ابتک ۳۰۰۰ میل سڑکین بن چکی ہین اور محکمۂ تعمیرات کی نگرانی مین ۹۴ میل کی جدید سڑکین بنی ہین اور ۲۸۸۰ میل کی سڑکون کی نگہداشت اسکے سپرد ہے اور نقل و حرکت کی سہولت کے لیے **مانیر** کا پل کریم نگر مین **موسے ندی** کا پل نلگنڈہ مین **دریاے مانجرا** کا پل میدک مین **دریاے بھیما** کا پل گلبرگہ مین **گوداوری** کا پل ناندیڑ مین گرہم کا پل عادل آباد مین **مانجرا** کا پل نظام آباد مین بنا ہے۔

آرائش بلدہ

یہ شہر اگرچہ اپنی وسعت اور کثرت آبادی کے لحاظ سے تو ضرور ہندوستان کے بڑے شہرون مین شمار ہوتا تھا مگر شہریت کے لحاظ سے اسکی حالت بہت خراب تھی اسکی حالت درست کرنے کے لیے نواب صاحب نے اپنے عہد مین ایک محکمہ آرائش بلدہ کے نام سے قائم کیا جس کا مقصد شہر کی غلیظ گنجان اور مضر صحت

حصوں کی اصلاح۔ حمل ونقل کی سہولت اور حفظان صحت کے اصول حسن وخوبی کے ساتھ آبادی کی توسیع کرتا ہے چنانچہ امام پلی اور ملک پیٹھ مین نئی وضع کے محلے تعمیر کیے گئے ہین جو پختہ عمارات پر مشتمل ہین متعدد سڑکیں چوڑی کی جا رہی ہیں چند نئی سڑکین تعمیر کی گئی ہین متعدد مقامات پر چمن بندی کی گئی ہے۔ لوگون کی تفریح کے لیے نئے پل کے پاس موسے ندی کے کنارے ایک بڑا پارک بنایا گیا ہے جس مین تمام شام کے وقت لوگ جا کر ہرے بھرے سبزے پر بیٹھتے ہین اور پارک اور پل کی سیر کا لطف اٹھاتے ہین پتھر گٹی جو حیدرآباد کا قدیم اور مشہور بازار ہے پہلے بہت تنگ تھا اب اسے وسیع کر کے نئی وضع کی سکین لوکا ین تعمیر کی جارہی ہین اس محکمے نے دوسرے کامون کے علاوہ افضل ساگر کے طوفانی پانی کی مدرو تعمیر کی اور محلہ سلطان شاہی کی اصلاح ودرستی کا کام انجام دیا۔

امداد باہمی

نواب صاحب کے عہد مین انجمن ہاے امداد باہمی کی تحریک بھی کامیابی کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ انکے ذریعے کاشتکارون۔ پارچہ بافون۔ بخارون۔ کاغذ سازون اور اس قسم کے دوسرے پیشہ ورون کو بلاحیال منافع مالی امداد دی جاتی ہے ریشم کی صنعت کو اس تحریک سے بیش از بیش امداد مل رہی ہے۔ بڑی خوبی تحریک امداد باہمی مین یہ ہے کہ اسکی بنیاد اصول امداد ذاتی پر رکھی گئی ہے اور اس تحریک کا مقصد یہ ہے کہ اتحاد امداد ذاتی کے ذریعے چھوٹی آمدنی والون کے لیے بھی وہی فوائد اور سہولتیں مہیا کردے جو بڑے بڑے سرمایہ دارون کو میسر آسکتی ہین اس اقتصادی فائدے کے علاوہ چند اخلاقی فوائد بھی اس مین مضمر ہین اور سب سے بڑا اخلاقی فائدہ یہ ہے کہ انسان مین خودداری پیدا ہوتی ہے مثلاً مزدور پیشہ اور کم مواجب ملازمین کو جب قرض کی ضرورت لاحق ہوتی ہے تو ان بیچارون کو مہاجنون کے آگے ہاتھ جوڑنے اور سلام کرنے اور جو شرح سود مہاجن مانگین ادا کرنی پڑتی ہے

سلہ اقتصاد میانہ روی۔ درمیانی راہ چلنا۔ اردو اخبارات مین جو اقتصادیات کا لفظ آتا ہے وہ پولیٹکل اکانومی کے معنے مین سمجھا جاتا ہے اور پولیٹکل سائنس یا فلاسفی کی وہ شاخ ہے جس مین قوموں کی دولت اور بہبودی کے پیدا کرنے۔ بڑھانے اور اکٹھا کرنے کے ذریعوں اور طریقون کا بیان اور ان سے بحث کرتا ہے (تسہیل اللغات مولفہ مولف این کتاب۔

انگریزی نما جسکی حکومت کا دارومدار نہایت دانش و فرزانگی پر ہے آدمی مین کام کی لیاقت دیکھتی ہے۔
(۳) نواب میر عثمان علی خان صاحب کو اپنی ہندو اور مسلمان رعایا کی فلاح و بہبود سے نہایت دل بستگی ہے چنانچہ انھون نے مسجدون کے ساتھ ہندو مندرون کے لیے رقوم اور عطیات مقرر کر رکھے ہین چنانچہ ریاست کے میزانیہ سے جو اعداد و شمار معلوم ہوے ہین اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندو مندرون کے لیے قریبًا ایک لاکھ روپے کے عطیات مقرر ہین مسلمان بادشاہ ہندوستان مین ہمیشہ ہندوون کے مندرون کی محافظت کرتے چلے آئے ہین اور نواب موصوف نے بھی اپنے بزرگون کے نقش قدم پر چلکر اس اسلامی رواداری کی شان و عظمت کو ہر طرح سے برقرار رکھا ہے۔
(۴) ریاست حیدرآباد مین رعایا سے انکم ٹیکس نہین لیا جاتا حالانکہ اس ریاست مین بڑے بڑے تاجر سوداگر اور جاگیردار ہین جنھین ہزارون لاکھون روپے کی آمدنی ہے کئی کروڑپتی سوداگر بھی ہین لیکن کسی سے ایک پیسہ انکم ٹکس کا نہین لیا جاتا اور اس کا سب سے زیادہ فائدہ ہندو رعایا کو پہنچ رہا ہے کیونکہ تجارت اور دوسری آمدنی کے بڑے بڑے ذرائع اور کاشتکاری اور عہدے ہندوون کے ہاتھ مین ہین
(۵) ایسا سنا جاتا ہے کہ نواب صاحب نے اپنی ہندو رعایا کی جذبات کی خاطر گاؤکشی کی ممانعت کر رکھی ہے۔ خدا جانے یہ بات کہان تک صحیح ہے۔
(۶) ہندوستان مین قدیم الایام سے ایک رسم چلی آتی ہے کہ بعض ہندو اپنی لڑکیون کو مندرون کی نذر کر دیتے ہین اور یہ لڑکیان تمام عمر کنواری رہتی ہین اور مندرون ہی مین اپنی زندگی گذارتی ہین ظاہر ہے کہ نوجوان عورتین جب بیاہ سے روکی جائین گی تو وہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے ناگفتہ بہ ذرائع سے کام لین گی ان کا جمع رکھنا مذہب کے لیے بے حد خطرناک تھا مس میو نے اپنی کتاب مدر انڈیا مین ان **دیوداسیون** کا بالتفصیل ذکر کیا ہے اور روشن خیال ہندو ان دیوداسیون کو ملک اور مذہب کے لیے بُرا جانتے ہین اور ان کے وجود کو ہندوون کے تقدس کو نقصان رسان سمجھتے ہین نواب میر عثمان علی خان نے ان عورتون کو مندرون کی بھینٹ کرنا قانونًا بند کر دیا اور جس قدر دیوداسیان تھین ان کو مندرون کی گرفت سے آزاد کر دیا۔

بعض فرامین عثمانی کے اقتباسات

نذروں کے متعلق قدیم رسوم کی اصلاح

(۱) اگر کوئی عہدہ دار اعلیٰ یا ادنیٰ رعایا پر نذر و پیش کش لینے کی غرض سے جبر و تعدی
کام میں لائے تو وہ مورد عتاب و مستوجب سزا ہوگا۔ ۷ شعبان سنہ ۱۳۲۹ ہجری۔

(۲) ممالک محروسہ کے باشندوں کو ہمیشہ کے لیے بجز میری سالگرہ کی تقریب کے جو ہر سال
ماہ رجب میں ہوتی ہے کسی دوسری تقاریب میں مثلاً عیدین وغیرہ میں نذریں پیش
کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

ہمارے ممالک محروسہ میں بے گار کا طریقہ جو اب تک جاری تھا اسکو میں اپنی سالگرہ کی
تقریب میں یک لخت موقوف کرتا ہوں۔ یکم شعبان سنہ ۱۳۴۱ ہجری۔

(۳) چونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ میری سالگرہ کے موقع پر رعایائے ممالک محروسہ نے بطیب خاطر
جو کچھ بطور نذر پیش کیا ہے اس کی فراہمی میں بعض قسم کی بدعنوانیاں عمل میں آئی ہیں
یا دقتیں پیش ہوئی ہیں لہذا میں نے ایک ضابطہ قرار دیا ہے جو یہ ہے کہ دارالریاست کے
باشندوں کو چھوڑ کر کیونکہ وہ خود ڈیوڑھی یا دربار میں حاضر ہو کر جو چاہیں بطیب خاطر نذریں
پیش کر سکتے ہیں اور اسی وجہ سے انکو کسی قسم کی زحمت کا سامنا نہیں ہے ممالک محروسہ کے
باشندوں کو جو دور دراز مقامات پر مقیم ہیں یا کسی وجہ سے ڈیوڑھی میں شریک نہیں ہو سکتے
ان میں سے صرف متمول طبقے کے لوگوں کو جو اس مسرت کے موقع پر بطیب خاطر جو کچھ نذر
پیش کرنا چاہیں عام اجازت دی جاتی ہے اگر ممکن ہو تو خود دارالریاست میں حاضر ہو کر ڈیوڑھی
میں پیش کریں یا کسی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتے ہیں تو اپنے عزیزوں یا کارپردازوں کے توسط سے روانہ
کریں مع فہرست جس میں بتایا جائے کہ کس نے بھیجا ہے مقدار نذرانہ کیا ہے نام جس کے توسط سے بھجوائی
گئی ہے ایسی حالت میں خزانۂ پیشی سے وصولی کی رسید دی جانے گی تاکہ بھیجنے والے کے
اطمینان کا باعث ہو سکے اور اس سلسلے میں کسی سرکاری عہدہ دار کا ہرگز تعلق ہوگا۔
اب رہا وہ طبقہ جو متمول نہیں ہے یا اس سے بھی گرا ہوا مثلاً دیہاتی لوگ یا کاشتکار تو
انکو نہ نذر دینے کی ضرورت ہے اور نہ کسی توسط سے دارالسلطنت بھجوانے کی اور
بالفرض محال اگر وہ پیش بھی کریں تو انکی سقیم حالت کے لحاظ سے نذریں قبول نہیں کی جائیں گی
کیونکہ انکی عقیدت و وفاداری ملک و مالک کے ساتھ جیسی کچھ ہے وہ چند سکوں سے بڑھی

ہوئی ہے۔ ۲۴ شعبان ۱۳۴۱ہجری۔

(۴۹) چونکہ میری سالگرہ کے موقع پر ممالک محروسہ سے منجانب رعایا جو نذرین پیش ہوتی ہین اس کی وجہ سے ہر سال کچھ نہ کچھ بدعنوانی تھوڑی بہت پیدا ہوتی ہے لہذا مین حکم دیتا ہون کہ آئندہ سال سے یہ طریقہ قطعًا موقوف رہے البتہ جب کبھی مین بطور تبدیل مقام یا تفریح ممالک محروسہ کے کسی مقام پر جاؤن تو صرف اُس ضلعے۔ صوبے یا تعلقے کے عہدہ دار و سربرآوردہ اشخاص مقامی نذرین بالمشافہ پیش کرسکتے ہین۔ غرہ شوال ۱۳۴۲ہجری۔

اسلامی جذبات

مین نے مصلحت ملکی وسیاسی اغراض کو پیش نظر رکھکر خلافت سے متعلق کئی فرامین کے ذریعے کسی قسم کی جدوجہد کو جو اپنی قلمرو مین بند کردیا یا ناجائز قرار دیا اور اس مین چند ناعاقبت اندیش وشوریدہ سر اشخاص کو تنبیہا ان کے گستاخانہ حرکات کی وجہ سے نظر بند کیا یا ملکی اشخاص کو اپنی ریاست سے باہر کردیا تو اقطاع ہند کے مسلمانون کو غالبًا یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ ممالک اسلامی ومقامات مقدسہ کی موجودہ زبون حالت کا مجھے احساس نہین ہے اور اس کے متعلق کسی طرح سعی وشرکت کو مین پسند نہین کرتا تو یہ خیال ان کا محض خیال ہی خیال ہے جس کی اصل مین کوئی بنیاد نہین ہے حالانکہ کونسا مومن مسلم کا قلب ہوگا جو عظیم الشان اسلامی ممالک کے پارہ پارہ ہونے پر محزون نہوا ہو یا مقامات مقدسہ کی زبون حالت جو رفتار زمانہ سے جیسی کچھ ہوئی ہے اسپر اس کی چشم اشکبار نہوئی ہو الحاصل مین نے بحیثیت ایک مسلمان فرمان روا ہونے کے اب سے نہین بلکہ صلح کی شرائط کا اعلان ہونے سے قبل جس قدر کہ میرے امکان مین تھا متعدد بار اس بارے مین جدوجہد کی ہے کہ مسلمانان عالم کے مذہبی جذبات وحسیات کا دول متحدہ خیال رکھین خصوصًا اُن مواثیق مؤکدہ کا جس کا اعلان دوران جنگ مین مسلمانون سے کیا گیا تھا مگر جب اس کا حسب دلخواہ نتیجہ نہین نکلا تو اُسکو بجز مسلمانون کی بدبختی کے اور کیا کہا جاسکتا ہے البتہ فضول حرکات کو جس سے کوئی مفید نتیجہ نکلنے کی امید نہین ہوسکتی بلکہ مضر نتائج پیدا ہونے کا قوی احتمال ہے مین نے کسی طرح اپنی قلمرو مین جاری رکھنا نہ پہلے مناسب خیال کیا اور نہ اب خیال کرتا ہون کیونکہ دنیا کی موجودہ نازک حالت مین کوئی حرکت ہم سے اضطراب مین ایسی سرزد نہو جائے جس کا خمیازہ ہمکو آئندہ چلکر اُٹھانا پڑے البتہ وہ کام کرنا چاہیے جو ایک طرف ہمارے اغراض کے مفید ہو اور دوسری طرف مصلحت وقت کے ہم آغوش۔ بہر حال اب بھی

میں اس مسئلے سے غافل نہیں ہوں اور آئندہ اگر موقع ہمدست ہوں اور زمانہ مساعدت کرے تو اس میں ہر طرح اپنی سعی ممکنہ سے کام لینے پر آمادہ و مستعد ہوں۔ لہذا میرا یہ آخری اعلان نہ صرف میری عزیز رعایا و برایا کی غرض سے شائع کر رہا ہوں بلکہ میرے ہم مذہب مسلمانان ہند کی اطلاع کی غرض سے جسکو پڑھکر امید ہے کہ انکی ہر طرح سے تسلی و تشفی ہو جائے گی اور اُن ناعاقبت اندیش و کوتہ نظر لوگوں کے دام تدویر سے وہ اپنے آپکو آئندہ محفوظ و مصئون کریں گے جنکو خواہ غلط فہمی و بدظنی خیالات میں ڈال انحول نے اپنا پیشہ یا وتیرہ اختیار کر رکھا ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔ ۹ ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ ہجری۔

(۲) چونکہ حال میں ٹرکی سے جو صلح ہوئی ہے اس سے اسلامی دنیا میں از سر نو امن و امان قائم ہو گیا ہے۔ لہذا اس کی مسرت دیادگار میں ایک روز کی عام تعطیل ممالک محروسہ میں دی جائے (۱۹ ماہ حال یوم دوشنبہ کو) اور اس روز شب میں شہر کی بڑی مساجد مثلاً مکہ مسجد چوک کی مسجد۔ افضل گنج کی مسجد۔ جامع مسجد اور اس کے سوا چار مینار پر روشنی کی جائے تو کافی ہے۔ ۹ ذیحجہ ۱۳۴۲ھ ہجری۔

بدعات و اعمال قبیحہ کی اصلاح

(۱) اگرچہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں بہ نسبت زمانہ سابق کے مرغ بازی بلبل بازی بٹیر بازی۔ سیلوں۔ کھلگوں اور بکروں کا لڑانا بہت کم ہو گیا ہے تاہم اب بھی بعض بعض مقامات پر جاری ہے جو کہ یہ علاوہ لغو ہونے کے سراسر بے رحمانہ و وحشیانہ افعال سمجھے گئے ہیں لہذا حکم دیتا ہوں کہ آئندہ سے یہ ممنوع قرار دیئے جائیں اور اسکے متعلق قانون میں ایک دفعہ کو بڑھا دیا جائے کہ جو شخص ان افعال مذمومہ کا مرتکب ہوگا اُسکو یک صد روپیہ جرمانہ اور ایک ماہ قید سادہ کی سزا دیجائے گی تاکہ اس قسم کے لہو ولعب کا سد باب ہو جائے جسکو کوئی مذہب بنظر استحسان نہیں دیکھتا۔ صفر المظفر ۱۳۴۳ھ ہجری۔

(۲) اکثر دیکھا گیا ہے کہ مساجد میں غریب نمازی جو آتے ہیں تو اپنے جوتے مسجد کے اندر لا کر نماز کے وقت سامنے رکھ لیا کرتے ہیں حالانکہ ایسا نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ جوتے بیت الخلاء یا غلیظ مقامات پر پہنکر وہ لوگ جایا کرتے ہیں اور پھر وضو کر کے ان غلیظ اشیا کو ہاتھ میں لے کر نماز کے لیے مسجد کے اندر داخل ہوتے ہیں اور جماعت و دوران نماز میں انکی نگہ جوتیوں پر رہتی ہے بعوض اس کے کہ سجدہ گاہ پر ہو۔ پس انہیں امور کو مدنظر رکھکر میں حکم دیتا ہوں کہ آئندہ سے ممالک محروسہ میں جس قدر مساجد ہیں ان میں کوئی شخص ایسی حرکت نہ کرنے پائے

ورنہ اگر اس اعلان کے بعد دیدہ و دانستہ ایسا کرے گا تو ایک ہفتے کی قید سادہ مین مقید رہے گا اور اس کے ساتھ ہی چند پولیس کے جوان مساجد کے باہر مقرر کر دیے جائین تاکہ نماز ہونے تک جوتون کی نگرانی کرتے رہین۔

۲۴ رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ ہجری۔

(۳) مجھے خارجاً معلوم ہوا ہے کہ ممالک محروسہ کے صوبجات و اضلاع وغیرہ مین مجالس میلاد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مواقع پر مزخرفات بھی ہوا کرتے ہین یعنی اسپورٹس و جلوس وغیرہ جو کہ یہ حرکات آداب کے سراسر خلاف ہین لہذا حکم دیتا ہون کہ آئندہ سے یہ مسدود کیے جائین پس آئندہ جو شخص اس کے خلاف کرے گا وہ سرکار کے ہان جواب دہ قرار پائے گا۔ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۴۲ھ ہجری۔

(۴) مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ سرکاری عہدہ دار جب کبھی دورہ کرتے ہین تو اس موقع پر رقص و سرور کی محفل گرم رہا کرتی ہے اور یہ افعال قبیحہ انکے تزک و احتشام کا اور دورہ کا جزو لاینفک بن جاتے ہین جس سے پبلک پر برا اثر پڑتا ہے اور اصل غرض دورے کی مفقود ہو جاتی ہے لہذا حکم دیتا ہون کہ آئندہ سے اس قسم کی ناشائستہ حرکات یک لخت موقوف رہین اور کوئی عہدہ دار دیدہ و دانستہ خلاف ورزی کرے گا تو وہ قابل باز پرس سمجھا جائیگا ۱۶ جمادی الاولے ۱۳۴۲ھ ہجری۔

محرم[1] کی تعزیہ داری مین بعض امور کی اصلاح

(۱) مین نے معتبر ذریعے سے سنا ہے کہ ممالک محروسہ مین بعض مقامات پر محرم کے ایام عزا مین اقسام کے سوانگ نکالے گئے تھے اور انکا ناچ گانا بھی ناٹک کے طور پر عمل مین آیا تھا لیس کس کے حکم سے عمل مین آیا ہے۔ بعد دریافت بذریعہ عرضداشت مجھے اطلاع دیجائے تاکہ آئندہ کے لیے اس قسم کے لہو و لعب کا خاتمہ کیا جائے اور خاطیون کو کافی سزا ملے کیونکہ اس قسم کی بدعات و افعال شنیعہ کو مین نے اپنے ممالک محروسہ سے خارج کر دیا ہے اور اسکے جائز رکھنے والون کو ملزم قرار دیا ہے۔ ۲۴ محرم الحرام ۱۳۴۱ھ ہجری۔

(۲) آئندہ تمام ممالک محروسہ مین ہر جگہ عشرۂ شریف مین رنگ و سوانگ کو قطعاً بند کر دینے کے متعلق فوراً احکام جاری کیے جائین اور حالیہ قواعد جنکی بنا پر ایسی اجازت دی جاتی ہے منسوخ کیے جائین کیونکہ اس قسم کی بدعات کو ہمارے ممالک محروسہ سے خارج کر دینا ازحد ضروری ہے تاکہ اس کا اثر پبلک پر نہ پڑے ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ ہجری۔

[1] ظفرنامہ سے جو امیر تیمور کی تاریخ ہے ظاہر ہوتا ہے کہ ایام محرم میں کو آل عبا کے بعض تبرکات حاصل ہو سکے بعد محرم مین ان کو ادب و احترام سے نکالنے کا دستور اس کے عہد مین قائم ہو چکا تھا اور اسی سے مغلیہ شاہنشاہی خاندان مین تعزیہ داری کی بنیاد پڑی تھی ۱۲ محمد

(۲۳) ماہ محرم میں ہمارے حیدرآباد میں اکثر جگہ مجالس عزا میں دیکھا گیا ہے کہ لوگ خصوصاً عمی جلو جنکش کہتے ہیں زنجیر وغیرہ جن میں دھار دار کیلیں نصب رہتی ہیں ماتم کرتے ہیں اور دوسرے اشخاص اہل تشیع چھیچھی سے جسمیں سوئیاں لگی رہتی ہیں جسکی وجہ سے سینہ اور پشت پر متعدد زخم ہو کر خون کثرت سے بہتا رہتا ہے اور یہ منظر نہایت کریہ اور بدنمائی پیدا کرتا ہے اور اسپر دوسرے مذاہب کے لوگ مضحکہ کرتے ہیں کہ کیا اسلام نے ایسے فعل کو جائز رکھا ہے جو کہ بذات خود کوئی خوبی نہیں رکھتا ہے چنانچہ برٹش گورنمنٹ نے عراق میں قمہ (چھیچھیوں) سے سر کی کھوپڑیوں پر جو ماتم ہوا کرتا تھا اُس کو منع کر دیا ہے بلکہ ایک دفعہ قانون میں بڑھا دی ہے کہ جو شخص ایسا کریگا وہ مجرم قرار دیا جائے گا۔

اور میں نے خود مجتہدین و علمائے تشیع کی زبانی سنا ہے کہ از روئے مذہب اسلام ایسا فعل درست نہیں سمجھا جا سکتا جو انسان کے جسم سے خون نکالے اور نہ اسکو بحیثیت در جہلا کے کوئی صاحب عقل و فہم جائز رکھ سکتا ہے کیونکہ رنج و غم دل سے تعلق رکھتا ہے جس کا ثبوت اشکباری ہے یا زیادہ سے زیادہ خالی ہاتھ سے سینہ زنی ہے۔ نظر براں حکم دیتا ہوں اور میری اس تجویز سے میری کونسل کو اتفاق ہے کہ آئندہ سال محرم کے ایسے افعال ممالک محروسہ میں وقوع میں نہ آنے کے متعلق انتظام کیا جائے یعنی جو شخص ایسا فعل عام مجمعوں یا مجالس میں کرتا ہوا نظر آئے اُس کو پولیس مجرم سمجھکر ایسے فعل سے باز رکھے یعنی آلۂ جارحہ سے ماتم نہ کیا جائے اور جو سزا سرکار مناسب سمجھے دی جائے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو کس لیے کہ جہاں بہت سی بدعات شرعیہ کا استیصال ہوا ہے وہاں اس لغو فعل کو بھی روکدینا سرکار کا کام ہے گو سرکار یہ نہیں چاہتی کہ خواہ مخواہ کسی کے جائز فعل میں جسکو حکومت روا رکھے دست اندازی کرے مگر جب معاملہ ہی الٹا ہو وہاں سرکار کو مداخلت کرنے کا ہر طرح حق پہنچتا ہے۔

اس سلسلے میں حیدرآباد کے علمائے تشیع سے جو استفسار کیا گیا تھا تو اُنھوں نے جو جواب دیا ہے وہ پبلک کی اطلاع کی غرض سے شائع کیا جاتا ہے جس سے امور مذکور کی تصدیق ہوتی ہے۔

تحریر مولوی علی نقی صاحب

قمہ (چھیچھی) اور زنجیر سے ماتم کرنا شرعاً منع ہے اور جن کے ماتم میں ایسا کیا جاتا ہے وہ ہرگز اس کو جائز نہیں رکھتے کیونکہ وہ معدن رحمت و کرم ہیں۔

تحریر مولوی بندہ حسن صاحب

تم سید الشہدا مین سینہ زنی باعث اجر و ثواب ہے اس طرح کے سوا آلہ جارحہ سے ماتم کرنا جس سے خون نکلے شرعاً جائز نہین ہے۔

غربا پروری

حال مین مین نے جبکہ ممالک محروسہ کا دورہ ختم کیا اُس وقت سے خیال کر رہا ہون کہ جن مقامات پر میرا قیام ہوا وہان اس واقعے کی مستقل یادگار قائم کرنے کا سب سے عمدہ طریقہ کیا ہوگا اب کامل غور کے بعد مین نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جو کوئی کام اسکے متعلق کیا جائے وہ اس بنا پر ہونا چاہیے کہ میری عزیز رعایا کے آرام و آسائش کے ذرائع مین واجبی سہولتین پیدا کی جائین۔
پینے کے لیے صاف پانی کا مہیا کیا جانا اور ایسے ہی دوسری مقامی ضرورتین جن کا مجھے اثنائے دورہ مین ذاتی مشاہدے کی بنا پر علم ہوا ہے اُنکی تکمیل کے واسطے مستقل انتظام ضرور ہے اس قسم کے کامون کے لیے مین حکم دیتا ہون کہ فی الفور پندرہ لاکھ روپے حسب تفصیل ذیل مخصوص کیے جائین۔

منجانب دیوانی	۵ لاکھ
منجانب صرف خاص	ایک لاکھ
منجانب لوکل فنڈ	۹ لاکھ

اور صدر اعظم بمشورۂ صدر المہام فنانس فوراً میرے حکم کی تعمیل مین ضروری کارروائی شروع کر دین اور رفاہ عام کے ایسے کامون کے لیے جو کام وہ مناسب سمجھین خاص مقامی ضرورتون کو پیش نظر رکھکر رقوم معین کر دین۔

۲۹ شعبان المعظم ۱۳۲۹ھ ہجری۔

(۳) مین دیکھ رہا ہون کہ ہر سال میری سالگرہ کی مسرت مین ممالک محروسہ سرکار عالی مین رعایا برایا بطیب خاطر چندہ جمع کر کے جو خوشیان مناتی ہے اس کا صرفہ بیجا ہوا کرتا ہے جس سے اس کی علت غائی مفقود ہو جاتی ہے حالانکہ اس کا مصرف ایسا ہونا چاہیے جس سے ایک طرف غربا و مساکین کو فائدہ پہنچے اور دوسری طرف پبلک پر اچھا اثر پڑے لہذا انھین امور کو مد نظر رکھکر حکم دیتا ہون کہ آئندہ سے یعنی ماہ رجب ۱۳۳۰ھ سے جہان کہین اس قسم کا چندہ جمع ہو تو اس مین غربا و مساکین کو پارچہ و غلہ دیا جائے اور وظا

تعلیمی جاری کیے جائیں یا صدر محکمہ متعلقہ سے قبل از قبل حاصل کر کے کوئی رفاہ عام کا کام کیا جائے اور ناچ ہوم یا رقص و سرود کی محفل وغیرہ یک لخت موقوف رہے جس کے عوض فائدے کے اس کا اثر سوسائٹی اور پبلک پر پڑتا ہے۔

۹ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۳۴ ہجری

علم پروری

جن جن کم استطاعت لوگوں نے اپنی قدیم قلمی کتب و قطعات کو مارواڑیوں وغیرہ کے ہاں رہن رکھا ہے وہ بذریعہ کوتوال بلدہ فک رہن کروا کے میرے ملاحظے میں پیش کیے جائیں یہی کہا تہ دیکھ کر جو اصل قیمت پر اتیار رہن ہوں وہ حساب سرکار ادا کر دی جائے فک رہن ہو جائے گا میں نے خاص اس کام کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی ہے جس کے ذریعے سے یہ کارروائی عمل میں آئے گی بہرحال جس قدر قلمی نادر کتب اس وقت ہماری ریاست میں جا بجا منتشر اور بری حالت میں پڑی ہوئی ہیں وہ سب میرے ہاں داخل ہو جانا چاہئیں۔

۱۷ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۷ ہجری۔

(۲) آئندہ سے اگر کوئی مسلمان قرآن شریف یا متبرک کتب کو وہ قلمی ہوں یا مطبوعہ غیر مذاہب کے ہاں یعنی مارواڑی بنیے بقال کے پاس مکفول کرے گا یا اُنکے ہاتھ فروخت کریگا تو دریافت و ثبوت پر بائع و مشتری یا راہن و مرتہن کے لیے حسب مناسب موقع سزا تجویز کی جائے گی تاکہ آئندہ دوسروں کو عبرت ہو کس لیے کہ ہمارے مذہب میں اس قسم کی کتب کی عظمت و احترام لازم ہے اور انکو بے حرمتی سے محفوظ رکھنا ضروریات سے ہے اب رہا یہ امر کہ اگر مالک کتب کے لیے یہ راستہ بند کر دیا جائے گا تو پھر اُس کی ضروریات کیسے پوری ہونگی تو اس کے متعلق میں نے چند روز قبل بذریعہ جریدۂ غیر معمولی حکم شائع کر دیا ہے کہ وہ براہ راست سرکار میں داخل کر کے واجبی قیمت حاصل کر سکتا ہے حکم یہ طے ہو چکا تو پھر خود بخود کسی کا عذر باقی نہیں رہتا علاوہ اس کے ہماری ریاست سے عمدہ عمدہ نایاب قلمی کتب غیر ممالک میں جا کر کوڑیوں کے دام فروخت ہوتی ہیں جس کی وجہ سے علم کی بے وقعتی ہوتی ہے چنانچہ اس کے سدباب کے لیے میں نے کتب مذکورہ کی برآمد کے متعلق امتناعی حکم جاری کر دیا ہے تاکہ نایاب کتب کا ذخیرہ جس ملک سے تعلق رکھتا ہے وہ اسی ملک میں دست برد زمانہ سے ہر طرح مامون و محفوظ رہے

مورخہ ۲۹ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۷ ہجری۔

نزاعات ہندو و مسلم پر کمیشن کا تقرر

چونکہ مین ایک عرصے سے دیکھ رہا ہون کہ اہل ہنود کی مذہبی تقاریب پر اکثر ممالک محروسہ مین ان مین اور اہل اسلام مین کشیدگی پیدا ہو رہی ہے اور بعض وقت فتنہ و فساد تک معاملہ بڑھ رہا ہے لہذا اس کے انسداد کے لیے مین ایک کمیشن مقرر کرتا ہون جسمین منجانب امور مذہبی اختر یار جنگ و منجانب عدالت بالمکند رکن ہائی کورٹ وظیفہ یاب اور منجانب مال سید احمد قادری اول تعلقدار کریم نگر شریک رہینگے اور انکو حکم دیتا ہون کہ مقامات مخصوصہ کا معائنہ کر کے اپنی رپورٹ باب حکومت مین پیش کرین کہ کس حد تک اہل ہنود کو اپنے مذہبی مراسم ادا کرنے کی اجازت بغیر کسی قسم کے من جانب ریاست دی جانی چاہیے اور اس کے ساتھ ہی حدود بھی قائم کرین تاکہ معاملات اس سے متجاوز نہو سکین اور جن ایام مین یہ مراسم ادا ہوتے ہین اُس کا تختہ مرتب کیا جائے جس مین ماہ و تاریخین مقرر کر دی جائین تاکہ بر وقت کسی قسم کی پیچیدگی نہ پیدا ہوا ور گھڑی گھڑی محکمہ امور مذہبی سے اہل ہنود کو اجازت حاصل نہ کرنی پڑے اور کام بغیر خدشہ و خلش انجام پائے البتہ بعض اوقات اہل اسلام کی تقاریب اہل ہنود کی تقاریب سے مل جائینگی تو اُس وقت خاص حالات کے لحاظ سے موقتی احکام جو کچھ رئیس وقت مناسب سمجھے گا جاری کرے گا جس کی اشاعت بر وقت بذریعہ جریدہ غیر معمولی عمل مین آیا کرگی۔ بالفعل میرا خیال ہے کہ فریقین اپنی مذہبی تقاریب انجام دینے کا فطرتی طور پر حق رکھتے ہین جس مین بلا وجہ موجہ کسی قسم کی روک ٹوک نہونی چاہیے مگر اس کے ساتھ ہی اس امر کا بھی فریقین کو خیال رہے کہ معاملہ ذاتیات تک نہ پہنچ جائے اور رتی پہاڑ کی صورت نہ اختیار کرے جس کا نتیجہ فریقین کے حق مین آیندہ چلکر مضر نہ پیدا ہو۔

مورخہ ۲۹ جمادی الاول ۱۳۴۳ھ ہجری۔

آداب حکمرانی کی تلقین

آیندہ کے لیے تمام عہدہ داران سرکار عالی کو تاکید کی جائے کہ جب وہ اپنی اپنی کچہریون مین سماعت مقدمات و مرافعات وغیرہ کے لیے اجلاس کرین تو وہ بر سر اجلاس حقہ، چپٹہ، سگریٹ پینے یا کھلے سر بیٹھنے یا ترکی ٹوپی یا انگریزی ہیٹ وغیرہ پہنے ہوے رہنے کے مجاز نہونگے بلکہ اُنپر لازم ہوگا کہ اپنے اجلاس مین منصبداری دستار و شیروانی پہنے ہین

البتہ لنگوس لگانے کی قید بجز ڈیوڑھی سرکار کے کسی اور جگہ لازم نہین ہوسکتی اور
عام طور سے ایسے اجلاس کے وقت دوسرے عہدہ دار وکلاء اور فریق مقدمہ وغیرہ
سے جو اجلاس مین حاضر ہون ہر ایک کے مطابق صاحب اجلاس حتی الامکان اخلاق
وکشادہ پیشانی سے پیش آیا کرین ترش روئی وسخت کلامی اجلاس پر جائز نہ ہوگی۔
مورخہ ۲۷ شوال المکرم ۱۳۴۴ھ ہجری

انسداد مسکرات

رعایاے دکن مسکرات کی بدولت تباہ و برباد تھی نواب صاحب نے اس کا انسداد کیا۔

بذل وعطا

نواب صاحب کے عہد مین علما ومشائخ ومساجد ومقابر ومدارس اسلامیہ کو امداد دین ملتی
ہیں مدینہ منورہ۔ مکہ معظمہ۔ بیت المقدس ہر ایک جگہ شعائر اسلام کی حفاظت وترقی
میں حصہ لیا ہے یتیم خانے۔ شفاخانے کثیر التعداد قائم کیے مدرسۃ العلوم علی گڑھ
انجمن حمایت اسلام لاہور۔ مدرسۂ اسلامیہ سکندرآباد۔ دارالاقامۃ اسلامی برار۔ اسلامی
ہائی اسکول اٹاوہ۔ مسلم لیبوریٹری انبالہ۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ۔ حالی میموریل ہائی اسکول
پانی پت۔ انجمن اسلامیہ امبئی۔ لیڈی ہارڈنگ کالج۔ انجمن اسلامیہ شملہ انجمن اسلامیہ دہلی
ڈیرہ دوان کالج۔ انجمن ترقی تعلیم مسلمانان امرتسر۔ اور دوسرے بے شمار انسٹیٹیوشون
اور دوسرے ارباب علم کے لیے فیاضیاں کین۔
نواب صاحب کو اپنے آبائی مذہب سے جو سچا عشق ومحبت اور عقیدت ہے اس کا بیان
وہی شخص کرسکتا ہے جو انکی طرح مذہب کا والہ وشیدا ہو صرف ریاست حیدرآباد ہی نہین
بلکہ ہندوستان کا ہر مسلم ادارہ خصوصا وہ جو خاص مذہبی ہوا انکی فیاضیوں کا رہون احسان
ہے انھون نے اپنے دست فیض کو مزید وسعت دی ہے اور لندن کی مسجد کی تعمیر کے لیے
انھوں نے آٹھ لاکھ روپے کی گران قدر رقم عطا کی ۱۹۱۳ء کی جنگ بلقان میں نواب
ممدوح نے انجمن ہلال احمر کو پندرہ ہزار روپے دیے حالانکہ علی گڑھ یونیورسٹی کو ۵ لاکھ
روپے دیے اور خود بھی ۱۹۱۰ء مین علی گڑھ کالج مین گئے۔ معزول سلطان ترکی عبدالحمید ثانی
کی سقیم حالت کا جرچا جبکہ انکے کانوں تک پہنچا تو انھوں نے ماہوار ۱۹۲۴ء سے
تاحیات تین سو پاؤنڈ ماہانہ وظیفہ انکے لیے مقرر کردیا جس کا شکریہ بذریعہ ٹیلیگرانٹ

جو نظام کے نام تھا تو جولائی سنہ مذکور کو نہایت مودبانہ الفاظ مین اُنھون نے ادا کیا۔ مظلومین و بے خان ومان اہل سمرنا وغیرہ کی امداد کے لیے ایک لاکھ روپیہ انگریزی سکے کا اپنی ریاست کی طرف سے دیا۔

حال کی خبر ہے کہ بیوگان ملک کی فہرست طلب کر کے آنکی خبر گیری بھی اپنی ریاست کے ذمے لی ہے اور اس مین ہندو مسلمان کی تخصیص بھی نہین کی گئی ہے اسی طرح صدہا ہندو مندرون معبدون۔ مدرسون اور غیر مذاہب کی تعلیم گاہون کو بھی نواب ممدوح کی طرف سے امداد بہم پہنچائی جاتی ہے اور آپ کی عطا و سخا کے سامنے فرقہ دارانہ تشخیص کی گنجایش نہین ہے۔

نواب میر عثمان علی خان صاحب کی دہلی مین آمد

۴۔ نومبر ۱۹۲۸ء مطابق ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۴۷ھ ہجری روز اتوار کو دن کے گیارہ بجے کے وقت نواب صاحب دہلی مین آئے اسٹیشن پر بہت سے عمائد اور بعض سرکاری افسر موجود تھے نئی دہلی مین ہلیس کے سامنے ان کا خیر مقدم اہل دہلی نے بڑے خلوص۔ گرم جوشی اور بے اندازہ مسرت و شوق کے ساتھ کیا اس خیر مقدم مین پندرہ بیس ہزار کے درمیان آدمی جمع ہو کر حسن عقیدت کے پھول نچھاور کر رہے تھے۔ خواجہ حسن نظامی نے نواب نظام کے استقبال کے لیے جو انتظامات کیے تھے ان مین باجون وغیرہ کا بھی انتظام تھا مگر دہلی کے افسران پولیس نے اس کی ممانعت کر دی اور نظام کے جلوس کو بھی ملتوی کرنا پڑا اور لوگ حیرانی سے پوچھ رہے تھے کہ نظام کا خیر مقدم کرنے مین سرکاری افسرون نے کیون کوئی حصہ سرگرمی کے ساتھ نہین لیا خیر خواجہ صاحب کا وظیفہ جو مسدود کر دیا تھا نظام نے پھر جاری کر دیا۔ ۵ نومبر کو ہز اکسلنسی وئیسرائے نے انھین لنچ پر مدعو کیا۔ ۶ نومبر کو نظام نے وئیسرائے کو چاے پر مدعو کیا۔ نواب نے جو بڑی لاگت سے اپنے رہنے کے لیے محل بنوایا ہے اس مین ٹھہرے اور وہین ڈاک خانہ کھل گیا۔ زرد رنگ کی موٹر روزانہ ان کی ڈاک لیکر اسٹیشن تک جاتی آتی اُن کے ڈاک خانے کا رنگ سرخ نہین بلکہ زرد ہے لیٹر بکس بھی زرد ہین اُن کے قصر کے اردگرد فوج کا نہایت معقول انتظام رہا ہر وقت پہرا رہتا تھا پھاٹکون پر ریاست کی پولیس متعین تھی قصر سے باہر سڑکون پر دہلی پولیس کے پہرے تھے قصر کے قریب ہی نظام کی فوج کا کیمپ تھا۔ جمعیت علماے ہند کی طرف سے مفتی کفایت اللہ نے

نظام کی خدمت مین پیار و خلوص کا پیغام ارسال کیا اس سفر مین نظام کے ساتھ اُن کے ولی عہد میر حمایت علی خان اعظم جاہ بہادر اور دوسرے صاحبزادے میر معظم جان بہادر اور بیٹیان اور بیگمات اور دونوں بھائی اصالت جاہ بہادر اور بسالت جاہ بہادر اور اعلیٰ عہدہ دارجن مین نواب اطہر جنگ منتظم اعلے مہمات ذات خاص اور نواب سر امین جنگ چیف سکریٹری اور نواب سرفراز الدولہ کمانڈر انچیف اور نواب عثمان یار الدولہ کمانڈر اولاج شاہی اور نواب سر افسر الملک تھے۔ راستے مین جس وقت نواب نظام کی ٹرین جھانسی کے اسٹیشن پر پہنچی جھانسی کے دو ہزار سے زیادہ باشندے سلام کے لیے پلیٹ فارم پر بھر گئے پولیس نے اُن کو ہٹانا چاہا مگر نواب نظام نے کہا کہ رہنے دو غریب اتنے شوق سے دیدار کو آئے ہیں تمام مجمع نے آواز بلند دعائین دین بھر راستے مین مہاراجہ صاحب دتیا کی درخواست پر نظام نے قطع سفر کر دیا ۳ نومبر کو آٹھ بجے شب کے دن اسپشل ٹرین دتیا کے اسٹیشن پر پہنچی مہاراجہ دتیا اور بڑے بڑے سرداروں اور افسروں نے خیر مقدم کیا ۲۱ توپ کی سلامی شلک ہوئی اور قلعے کو گئے تمام راستے کی نہایت سلیقے کے ساتھ آئینہ بندی کی گئی تھی جگہ جگہ خوشنما محرابین اور دروازے وغیرہ تیار کیے گئے تھے ہر طرف جھنڈیوں اور بیرقوں سے تزئین ہوئی تھی اور راستے کے دورویہ جتنی بڑی بڑی عمارتین واقع ہوئی تھین سب پر نہایت عمدہ روشنی کی گئی تھی۔ کھانا تناول ہونے کے بعد مہاراجہ نے نظام کا جام صحت تجویز کیا نظام نے بھی جواب مین اظہار تشکر و اطمینان کیا اسکے بعد محفل رقص و سرود منعقد ہوئی۔ اسکے بعد نظام نے خوش اور مہمان نوازی سے متاثر ہو کر رات کے دو بجے جانب دہلی روانہ ہوے ۴ نومبر کی صبح کو سات بجے صبح کے اسپشل بھوپال پہنچا اسٹیشن پر شاہجہاں بیگم صاحبہ نے استقبال کیا نظام نے چائے نوشی کی۔ دہلی آتے ہوے گلبرگہ مین اسٹیشن پر قیام کر کے شاہ گیسو دراز کی درگاہ کی زیارت کی تھی۔

نظام کے اسپشل مین ۲۱ گاڑیاں تھین جن میں بارہ نظام اور انکی بیگموں کے لیے مخصوص تھیں۔ نظام ۲۵ جمادی الاولی ۱۳۴۷ھ ہجری مطابق ۹ نومبر ۱۹۲۸ء کو دہلی کی جامع مسجد مین جمعہ کی نماز کے لیے گئے۔ اس دن دہلی اور اسکے قرب و جوار کے بہت سے لوگ امڈ پڑے تھے۔ نظام کا مسجد مین اللہ اکبر کے نعروں سے استقبال کیا گیا۔ ہجوم کی کثرت سے مسجد کے اندر ایک ماربی ٹوٹ کر گر پڑی جس سے چند آدمی زخمی ہوے۔

۲۴ نومبر کو دوپہر مین ایک بجے کے بعد نظام واپس حیدرآباد مین داخل ہوگئے۔اسٹیشن پر اعلے عہدہ دار اور افسر اور امراو جاگیر دار حاضر تھے شام کے دو بجے ٹاؤن ہال حیدرآباد مین رعایاے ریاست اور باشندگان بلدہ کی طرف سے خیر مقدم کا ایڈریس پیش کیا گیا۔

نواب صاحب کی سخن سنجی

نواب عثمان علی خان بہادر اُردو اور فارسی زبانون مین شعر بھی کہتے ہین عثمان تخلص کرتے ہین زبان سیدھی سادھی ہے مضامین مین اغلاق اور بلند پروازی نہین نازک خیالی چونکہ یک سوئی کو چاہتی ہے اور آپ ریاست کی ہر قسم کی مہمات مین بشیتر منہمک رہتے ہین اس لیے مضامین مین وہ جوش وخروش نہین جو قادر الکلام اساتذہ کے اشعار مین ہوتا ہے بلکہ معمولی بندشون مین سطحی مضامین کو صاف صاف ادا کر دیتے ہین جس سے جدّت طرازی سے کلام خالی رہتا ہے کیونکہ وہ کاوش فکر ہی کا نتیجہ ہے۔بطور نمونہ ملاحظہ ہو۔

غزل اُردو

چمن مین آج یہ رنگ بہار ہے کیسا
صبا سے شاخ گل ہمکنار ہے کیسا

بیاض روے سحر جلوہ ریز ہے کیسی
سواد گیسوے شب مشکبار ہے کیسا

یہ دور جام جو ساقی علی التسلسل ہے
جواب گردش لیل و نہار ہے کیسا

جگر کا داغ بھی سوز دروں سے جل جلکر
فنا کے بعد بھی شمع مزار ہے کیسا

بہار آتے ہی ساقی ہوا چلی کیسی
کہ مست جام ہر اک بادہ خوار ہے کیسا

ملا یہ تخم بدی کا ثمر اسے عثمان
عدو خدنگ اجل کا شکار ہے کیسا

وہ وفا کیش نہین عاقبت اندیش نہین
امتحان گاہ محبت مین جو دلریش نہین

بے کسی کی کوئی حد ہے کہ بجز درد جگر
کوئی بیمار محبت کے پس و پیش نہین

ہرزہ گوئی سر محفل تو نہ کر اے واعظ
مذہب عشق کو کہتا ہے کوئی کیش نہین

مٹ گیا صفحۂ عالم سے ہر اک نقش مگر
حسن اور عشق کا اک حرف کم و بیش نہین

جان بھی عشق مین نذر طلب یار ہوئی
شکر ہے اب تو کوئی مرحلہ درپیش نہین

اے فلک چاند تو گھٹتا ہے کبھی بڑھتا ہے   داغ یاں دل کا برابر ہے کم و بیش نہین
مجھسے چھوٹیگی کہان حسن پرستی عثمان
صوفی و شیخ نہین مین کوئی درویش نہین

کچھ سوے مردم بیمار نظر ہے کہ نہین   پھر بھی رونا تجھے اے دیدۂ تر ہے کہ نہین
بار اٹھاتا ہون ستم سہتا ہون غم کھاتا ہون   توہی کہدے مرا پتھر کا جگر ہے کہ نہین
نہین معلوم یہ اندھیر رہیگا کب تک   یا الٰہی شب فرقت کی سحر ہے کہ نہین
پوچھتا ہے ملک الموت سے اک دن مجکو   آپ کا کوچۂ قاتل سے گذر ہے کہ نہین
کچھ مجھی پر نہین موقوف کہ ڈھونڈھے نہ ملے   آپ ہی کہیے کہ معدوم کمر ہے کہ نہین
شیشۂ دل مین جو اترا تو عجب کیا عثمان
آئینہ عکس رخ یار کا گھر ہے کہ نہین

آنکھ روتی ہے شہید کربلا کے واسطے   دل تڑپتا ہے اسیران بلا کے واسطے
درد دل ہمدرد ہے میرا غم شبیر مین   ملتجی کیون ہون مین جیسے سے دوا کے واسطے
کیا قیامت ہے کہ ٹھہری بوسہ گاہ مصطفےٰ   تیغ و خنجر کے لیے تیر جفا کے واسطے
ذوالفقار حیدری کچھ ایسی تیزی سے چلی   ہو گئی حلیے مین دشواری ہوا کے واسطے
اسکو مارا اسکو کاٹا یہ گرا وہ چل بسا   تیغ کیا تھی اک بہانہ تھا قضا کے واسطے
عرصہ گاہ رزم مین اس شان سے آئے حسین   ہو گئے مجبور اعدا بھی ثنا کے واسطے
گنبد خضرا کا سایہ سر پہ ہے عثمان مرے
کیوں رہوں گرم طلب ظل ہما کے واسطے

کیا محفل ہستی کا نقشہ متغیر ہے   ساقی ہے نہ مطرب ہے شیشہ ہے نہ ساغر ہے
ہم سے نہ فراغ اسکو سودے سے نہ وہ خالی   دل ہے تو عجب دل ہے سر ہے تو عجب سر ہے
سوتے سے جب اٹھیگا اک حشر بپا ہوگا   وہ فتنہ جو خوابیدہ ہو فتنۂ محشر ہے
تلوار جو کھینچی ہے حاضر ہے گلا میرا   دل مین ہے وہی میرے جو آپ کے لب پر ہے
مارا ترے قاتل نے جاں کے دشمن میں   حیرت ہو کہ ناوک ہو غمزہ ہے کہ خنجر ہے
جو برق گراتی ہے وہ ہے نگہ جانان   جو دل کو لبھاتی ہے وہ زلف معنبر ہے
اب چشم عنایت سے پیاس اسکی بجھا دیجے
بیتاب بہت عثمان یا ساقی کوثر ہے

کلام فارسی

شہ ملک رسالت صاحب تاج و سریر آمد ضیا بار دو جہان افروز چون ماہ منیر آمد
امین و خازن رحمت معین و شافع امت وزیر راز دار و نائب رب قدیر آمد
رسول ہاشمی خیر الوریٰ صل علی احمد کریمؐ صادقؐ نورؐ نذیرؐ و بشیر آمد
چہ خوش چشمے کہ مازاغ البصر نازل بشان او ز قلب پر صفا در دیدۂ حق بین بصیر آمد
خوشا پیغمبر بر حق کہ بہر ما گنہگاران رؤف و الرحیم آمد کفیل و النصیر آمد
نماند تا حجاب جلوۂ روئے حقیقت را پے کشف رموز غیب علام و خبیر آمد

بنام آن شہ لولاک[1] صد جان و دلم قربان
کہ عثمان از طفیلش بر مسلمانان امیر آمد

اساس منزل ہستی ز تو بپا کردند کہ ذات پاک ترا شمع رہنما کردند
کلید میکدہ کردند وقف پیر مغان بروئے جرعہ کشان باب خلد وا کردند
بساط قرب کشیدند چون سر افلاک بزیر پائے تو اے شاہ دو سرا کردند
بہ چارہ سازی دل خستگان بیچارہ نگاہ لطف ترا مایۂ شفا کردند
ہر آن کہ از عرب و روم و شام و ہند و عجم رسید بر در تو حاجتش روا کردند
سپاس بخت کہ بر در گہت رساند مرا چہ جائے شکوہ کہ با من شہا چہا کردند

قدش کہ سایہ ندارد طفیل او عثمان
ہزار شکر ترا سایۂ خدا کردند

مقطع مین نظام نے بطور تفاخر اپنے آپ کو بوجہ والی حیدرآباد ہونے کے جناب سرور کائنات کے طفیل سے سایۂ خدا بتایا ہے اور کسی والی ملک کے لیے صرف ظل سبحانی کا طغرائے امتیاز ہی ایک ایسی تمیز اعلے اور تعریف مکمل ہے جسکے بعد کسی دوسرے اضافے کی ضرورت باقی نہین رہتی ابتدائے عالم مین جب استبداد کا غلبہ تھا اور حکومت و سلطنت قہرمانی و سلطانی کی بنیاد پڑ رہی تھی اسی وقت راعی و رعایا کا درجہ جداگانہ حیثیتون مین منقسم ہو گیا تھا۔ تاریخ عالم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان نے بوجہ خوف و جبر کے بادشاہ کو ایک ہستی مافوق البشر تسلیم کر لیا تھا ہندوستان۔ یونان۔ مصر۔ اور بہت سے دوسرے ممالک نے اپنے اپنے فرمانروا کو پرمیشر کا اوتار۔ خدا کا مظہر بلکہ خدا قرار دے لیا تھا۔ فارسی مکتوبات مین خدا

[1] الفوائد المجموعۃ فی بیان الاحادیث الموضوعۃ مؤلفہ محمد بن علی شوکانی کے صفحہ ۳۲۶ سے نقل کیا ہے کہ حدیث لولاک لما خلقت الافلاک ... موضوع ... [illegible]

اور خداوند کا لطیف فرق کچھ برائے نام ہی رہ گیا تھا۔ غالب مرحوم نے بھی ذیل کا مصرع لکھکر کچھ روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

تم خداوند سہی یعنی خدا اور سہی

لیکن اب بیسوین صدی مین سائنس نے مذہب کی جگہ پر قبضہ کرنا شروع کر دیا ہے اس لیے ایسے فرسودہ خیالات بے معنے ہوتے جا رہے ہین متمدن ممالک میں یہ دقیانوسی نظریہ نسیا منسیا ہو گیا ہے جا بجا ممالک کی رعیت ملک کی حقیقی حکمران بن گئی ہے اور جہاں کہین برائے نام کوئی بادشاہ باقی رہ گیا ہے تو وہ رعایا کی مرضی کے خلاف ایک کام نہین کر سکتا مگر ایشیا کی بعض حکومتون مین ابھی استبداد باقی ہے اور موجودہ علوم کی روشنی سے پورا پورا منور ہونے یا کسی زبردست حکومت کی حمایت حاصل ہونے کی وجہ سے ان مین راعی و رعیت کا مستحکم فرق قائم ہے۔

اس جملہ معترضہ کو ختم کرنے کے بعد بیان کرتا ہوں کہ سنا جاتا ہے کہ نواب صاحب کو حافظ جلیل حسن مانکپوری سے مشورہ سخن ہے جو منشی امیر احمد مینائی کے تاگرد و جانشین مشہور ہین جب منشی صاحب نے لغات اُردو کی تحقیقات کا سرشتہ کھولا تو ایک کمیٹی بھی مقرر کی تھی۔ مولوی حفیظ اللہ صاحب مدرس اول مدرسۂ عالیہ رامپور اس کمیٹی کے ممبر ہوئے انکی تحریک سے مین بھی ممبر مقرر ہوا کہ اس وقت مدرسہ عالیہ رامپور مین کتب انتہائی کی تحصیل میں معروف تھا اور تصنیف و تحقیق کا سلسلہ بھی جاری تھا میں نے حافظ صاحب کو انکے لغت کے سرشتے مین کام کرتے دیکھا اس وقت معمولی سی استعداد کے آدمی تھے اور اُردو شاعری کے لیے اس قدر بھی کافی ہے اگر زبان میں شستگی اور سلاست موجود ہو منشی امیر احمد صاحب کے ہمراہ حیدرآباد گئے اور انکے انتقال کے بعد آج تک وہین اقامت پذیر ہیں۔ مہاراجہ کشن پرشاد بہادر پیشکار و مدارالمہام کی سرکار سے سو روپے وظیفہ پانے لگے سنہ ۱۹۱۰ع مین نواب نظام نے مہاراجہ مدارالمہام کی پرزور سفارش پر انکی قدر افزائی کی اور زمرۂ شعرائے دربار میں منسوب ہو کر پانسو روپیہ ماہوار وظیفہ پانے لگے جب مہاراجہ معزول ہو کر سالار جنگ سوم مدارالمہام ہوئے تو اُنکے تقرر کی پرجوش تاریخ لکھی تھی۔ جسکا مفہوم یہ تھا کہ حق بحقدار رسید صاحت جنگ[1] انکا خطاب ہے۔

---

[1] دیکھو ناموس المشاہیر ۱۲

ختم کتاب مشتمل بر مناجات بدرگاہ رب الارباب

خدایا تو ہے مالکِ ذوالجلال
مہ و مہر ہین تجھ سے صاحب جمال

کھڑا حکم سے تیرے چرخ برین
زمین کو بھی زنہار جنبش نہین

تو برلا مرے دل کے مطلب تمام
بحق محمد علیہ السلام

مین بندہ ہون تیرا گنہگار ہون
ندامت زدہ ہون خطا وار ہون

گنہ بخش دے میرے پروردگار
بحق کریمان شب زندہ دار

بلانا مجھے عزّو ایمان سے
بلا دور ہو مال اور جان سے

نرکھ مجکو جون اشک پامال راہ
گرا جاؤن میں ہین چشم مردم سے آہ

قیامت کا خورشید ہو گا جو تیز
کسی کو نہ وان ہو گی جا کے گریز

تجلی کرے تب جمال نبی
ملے سایۂ لطفِ آلِ نبی

تاریخ طبع نتیجۂ فکر مولوی رشید احمد صاحب مجددی تحویلدار کتبخانہ ریاست رامپور

چھپ رہی ہے کونسی ایسی کتاب
مشتری جسکے لیے ہین زر بکف

ہے یہ شاہان دکن کا تذکرہ
جن کا ڈنکا بج رہا ہے ہر طرف

ہین زمانے کے لیے ابر کرم
شہریار حال بھی مثل سلف

دوست انکے ہون ہمیشہ شاد کام
اور دشمن ناوک غم کا ہدف

فکر مین تاریخ کے تھا ناگہان
سامنے آئی مرے اک صف کی صف

چُن لیا مین نے یہ مصرع اے رشید
چون قبول افتد زہے ہا عزو شرف

ناز و شرف

۱۳ ھ ۴۸

ماخذ اس کتاب کا عالی شان کتبخانہ رامپور ہے

غلطنامۂ تاریخ ریاست حیدرآباد دکن

نمبر صفحہ	سطر	لفظ غلط	صحیح	نمبر صفحہ	سطر	لفظ غلط	صحیح
۱۸	۵	دھاردار	دھارور	۱۵۷	۱۷	تھا	رہا
۲	۱۸	سرپالی	سرناپلی	۱۷۵	۱۹	ایی ایی	پی اپی
۲	۱۶	چیپیوں	جبیوں	۱۷۹	۸	یانڈیچ ری	پانڈیچری
۳	۲۶	تیں سو	تین سومیل	۱۸۱	۵	ہوگئے	ہوگیا
۳	۲۷	تالاب پایر	تالاب پالیر	۱۸۷	۱	رسالہ دار	سردار
۳		ٹکرٹیکا	گکرٹیکا	۱۹۳	۵	نواب سے کہا	جواب دیا
	۲۲	کھڑکی	کرکی	۱۹۴	۱۲	دوبلے	ڈوپلے
۴	۲۶	مٹی	مٹی کے	"	۱۳	حیحی سلہ	
۵۳	۹	اور ۷ سو	اور سات سو	۲۰۰	۲۵	سرنایک	ایپلانایک
۵۴	۱	۱۹۴ سنہ	۱۹۲ سنہ	۲۰۵	۲۳	موشیٹری	موسیوڈی
"	۱۳	ل جائیں	مل جائیں	۲۲۲	۸	امریالنک سلہ	
۵۹	۱۸	سر	سرپر	۲۲۹	۷	مرزامغل	میرمغل علی خان
۶۱	۱	کرناکی	کرناٹکی	۲۳۰	۵	دوست علی	دوس علی
۶۷	۲۳	شاہی	والاشاہی	۲۵۲	۱۲	مظفرجنگ	غضنفرجنگ
۷۴	۱	تعیراس کے	تعیران کے	۲۹۷	۱۱	میں وہاں سے	میں رہ دوہاں سے
۸۲	۱۶	بادعار	یادعار	غلطنامہ ۳	۹	سیدمستی	سیہ مستی
۸۵	۱۹	گدھاہی	گدھاہی	الف ۳	۹	اور واٹط کہلاتے تھے۔	اور ناٹط کہلاتے تھے۔
۸۶	۲۳	ہنڈے	ہنڈیہ	حاشیہ			
"	۲	ملہا	ملہار	۳۲۴	۲۵	گاؤدھر	گاؤدھر
۹۲	۳ و ۴	فردا پور کے گھاٹ	فردا پور کی گھاٹی	۳۴۷	۱۴	حیر	سیر
۹۰	۵	متوسل	متوسل خان	۳۶	۱۰	کھوترہ	چکھوترہ
۱۰۰	۹	مبارزجنگ	مبارزخاں	۳۹	۸	کھم	کھم
۱۰۵	۱	جیفہ	جیعہ	۳۹۵	۱۴	توڑکے کیلئے	توڑنے کے لئے
۱۱۲	۱۴	سیل ٹکر ویدہ ٹکر	سے سل ٹکرو دڑنگر	۳۹۸	۲۶	ایہ کردنی	ایبر کرومی
۱۲۸	۱۸	بادشاہ کے	نواب کے	۴۰۱	۸	ورمست خان ول	اوراسراہیم خان
۱۴۵	۹	امام	اماں	۴۱۵	۲۳	موسیورمیوں	موسیورمیوں
۱۵۷	۶	ندربار	ندربار	۴۵	۱۴	ضلع دوردور	ضلع دردور